فہم القرآن

جلد پنجم

www.KitaboSunnat.com

میاں محمد جمیل

پرنسپل اورینٹل کالج لاہور

ابوہریرہ اکیڈمی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com



فہم القرآن

میاں محمد جمیل ایم۔اے
فاضل اُردو۔علوم اسلامیہ

جلد پنجم

ابوہریرہ اکیڈمی
۳۷۔ کمرشل کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہم القرآن

حقوق بحق مصنف

از قلم _____ میاں محمد جمیل

جلد پنجم _____ پارہ 21 تا پارہ 25

اشاعت اول _____ اگست 2011ء

اشاعتِ دوم _____ مارچ 2016ء

قیمت _____

مطبع

ثوبان نعمان پرنٹنگ پریس، لاہور

0300-8661763

ملنے کے پتے

مکتبہ اسلامیہ

لاہور: بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک 042-37244973 - 37232369 041-2631204 - 2641204

نعمانی کتب خانہ۔ مکتبہ دارالسلام۔ مکتبہ سلفیہ۔ مکتبہ رحمانیہ۔ اردو بازار، لاہور

ناشر

ابوہریرہ اکیڈمی ۳۷ کریم بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

0423-5417233

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد پنجم

فہم القرآن

پارہ:21

سورۃ العنکبوت آیت 45 تا آخر: سورۃ الرّوم: سورۃ لقمان: سورۃ السجدۃ: سورۃ الاحزاب آیت 1 تا 30

پارہ:22

سورۃ الاحزاب آیت 31 تا آخر: سورۃ سبا: سورۃ فاطر: سورۃ یٰس آیت 1 تا 21

پارہ:23

سورۃ یٰس آیت ۲۲ تا آخر: سورۃ الصّٰفّٰت: سورۃ ص: سورۃ الزّمر آیت 1 تا 31

پارہ:24

سورۃ الزّمر 32 تا آخر: سورۃ المؤمن: سورۃ حٰم السجدۃ 1 تا 46

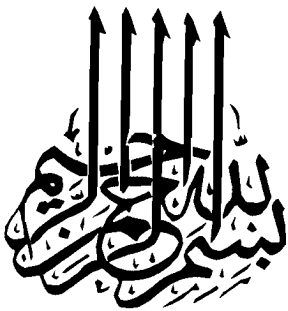
پارہ:25

سورۃ حٰم السجدۃ: 47 تا 54: سورۃ الشوریٰ: سورۃ الزخرف: سورۃ الدخان: سورۃ الجاثیہ مکمل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com





محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر فہم القرآن کا تعارف

رسولِ محترم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں مرکزی مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کریں اور اپنی زبانِ اطہر سے قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر فرمائیں۔ جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے براہِ راست سیکھا، سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن فہمی کی دعا سے سرفراز فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اولاد اور شاگردوں کو قرآن پڑھایا اور سمجھایا۔ اس طرح قرآنِ مجید کی تعلیم تحریر، تقریر اور تدریس کے ذریعے نسل در نسل جاری رہی تا آنکہ 270 ہجری میں علامہ ابوجعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے چالیس سال کی جدوجہد سے مسوّدات اور مختلف اہلِ علم سے استفادہ فرما کر تیس جلدوں پر محیط تفسیر جامع البیان لکھی جو تفسیر ابن جریر کے نام سے معروف ہے۔ ان کے بعد حافظ عمادالدین ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر رحمہ اللہ المعروف امام ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر رقم فرمائی جو تمام مسالک کے نزدیک ممتاز اور منفرد تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ بعد ازاں ہر دور اور ہر زبان میں قرآن مجید کی تفاسیر لکھی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ برصغیر میں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں تراجم اور تفاسیر کا بے شمار ذخیرہ اردو زبان میں پیش کیا گیا جو علمی اور اسنادی اعتبار سے عربی کے سوا تمام زبانوں میں لکھی جانے والی تفاسیر پر حاوی ہے۔ ماضی قریب میں تفہیم القرآن، تدبر قرآن، معارف القرآن، تفسیر ثنائی، تیسیر القرآن، ضیاء القرآن کے مؤلفین نے اپنے اپنے انداز اور نقطۂ نگاہ سے فرقانِ حمید کی تفسیریں لکھیں جو اردو زبان میں ممتاز تفاسیر شمار ہوتی ہیں۔

فہم القرآن اور اعترافِ حقیقت

تفسیر کا نام سورۃ الانبیاء کی آیت 79 {فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ} سے لیا گیا ہے۔ میں اس سچائی کا محض روایتی اور عاجزانہ نہیں بلکہ حقیقت پسندانہ اعتراف کرتا ہوں کہ خدمتِ قرآن کی چودہ سو سالہ تاریخ میں مجھ سے کم علم آدمی کوئی نہیں گزرا ہوگا کہ جس نے قرآن مجید کے کسی پہلو پر قلم اٹھایا ہو۔ میں نے بزرگوں کی خوشہ چینی کے سوا کچھ نہیں کیا۔ میرے کام میں حسن و خوبی کا کوئی پہلو دکھائی دے تو وہ اللہ کے فضل و کرم کا نتیجہ اور متقدمین کی پرخلوص کوششوں کا ثمرہ ہے۔ کوتاہی اور کمزوری کو میری کم علمی اور کوتاہ فہمی تصور کرتے ہوئے آگاہ کیا جائے تاکہ اس کی تصحیح کی جائے۔ اپنے مختصر تدریسی تجربہ اور تفاسیر کا مطالعہ کرتے ہوئے چند باتوں کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ضروری سمجھا کہ اگر درج ذیل باتیں تفسیر میں جمع کر دی جائیں تو عوام الناس، طلبہ اور مبتدی خطباء کے لیے نہایت مفید اور بہتر ہوگا۔

فہم القرآن کی خصوصیات

(۱) بامحاورہ کے ساتھ لفظی ترجمہ (۲) آیات اور سورتوں کا باہمی ربط (۳) ہر آیت کے الگ الگ مسائل کی نشاندہی
(۴) تفسیر بالقرآن کے حوالے سے ہر آیت کے مرکزی مضمون سے متعلقہ چند آیات کا حوالہ۔

آپ کی خدمت میں

قاری حضرات سے گزارش ہے کہ لفظی ترجمہ کی بجائے رواں ترجمہ سے استفادہ کریں کیونکہ لفظی ترجمہ میں باہم ربط نہ ہونے کی وجہ سے کہیں الجھن پیش آسکتی ہے۔ لفظی ترجمہ ان حضرات کے لیے زیادہ مفید ہے جو تعلیم و تعلم سے وابستہ ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسّر کا تعارف

میاں محمد جمیل بن میاں محمد ابراہیم گوہڑ چک 8 پتوکی (قصور) اپریل 1947ء آرائیں فیملی میں پیدا ہوئے۔ حفظِ قرآن اور سکول کی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اس کے بعد تجوید قرآن جامعہ محمدیہ اور درسِ نظامی کی تعلیم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے پائی بعدازاں وفاق المدارس کیا اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایم۔اے اسلامیات اور فاضل اردو کی ڈگریاں حاصل کیں۔ فراغتِ تعلیم کے بعد لاہور میں کاروبار کرنے کے ساتھ ساتھ جون 1986ء میں جامع مسجد ابو ہریرہ کریم بلاک اقبال ٹاؤن کی بنیاد رکھی اور اعزازی خطابت کی ذمہ داری سنبھالی۔

ابو ہریرہؓ شریعہ کالج

1997ء میں ابو ہریرہؓ شریعہ کالج کی بنیاد رکھی۔ اب تک (2016ء) ملک میں واحد ادارہ ہے جس میں میٹرک پاس طلبہ کو چار سال میں درسِ نظامی اور بی۔اے (Compulsoy) کروایا جاتا ہے۔ ابو ہریرہ شریعہ کالج سے فارغ التحصیل طلبہ مساجد اور مدارس میں تبلیغِ دین کی خدمت سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ فوج، پولیس، میڈیا، ایجوکیشن اور ایل ایل بی کرنے کے بعد ہائی کورٹ میں پریکٹس (Practice) کر رہے ہیں۔

جماعتی زندگی

1987ء میں مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات اور 1996ء سے لے کر 2002 تک مرکزی جمعیت اہلحدیث کے سیکرٹری جنرل رہے۔ سیکرٹری شپ کا دوسرا دور ختم ہونے پر آئندہ ذمہ داری سنبھالنے سے معذرت کی اور اپنے آپ کو تعلیم و تصنیف کے ساتھ وابستہ کیا۔ دیگر کتب تالیف کرنے کے بعد 2005ء عید الاضحیٰ کے بعد تفسیر فہم القرآن کا آغاز کیا اس کی تکمیل سوا سات سال میں ہوئی جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کے شرف سے سرفراز فرمائے اور اس کام میں معاون بننے والے حضرات کے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

تحریک دعوتِ توحید پاکستان

خلافت کی تحریک ہو یا جہاد فی سبیل اللہ، شانِ صحابہ ہو یا وطن عزیز کی سالمیت اور حقوقِ انسانیت کا تحفظ۔ سب کی افادیت درجہ بہ درجہ لیکن تحریک دعوتِ ''توحید'' کی عظمت و برکات کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ تحریک دعوتِ توحید کا آغاز 2006ء کے رمضان المبارک کے بعد کیا گیا۔ تحریک کا مقصد اللہ کی رضا، رسالتِ مآب ﷺ سے وفا اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی پر آمادہ کرنا ہے۔ اسی کے لیے انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے اور یہی قرآن مجید کی دعوت کی مرکزی اساس ہے اسی پر آدمی کی نجات کا دارومدار ہے لہٰذا توحید سمجھیں، اسے آگے پھیلائیں اور اس کے تقاضے پورے کریں تاکہ ہمارے اخلاق، اعمال سنور جائیں اور ہم جنت کے وارث قرار پائیں۔ یہ کوئی الگ اور مستقل جماعت نہیں اس لیے آپ اپنی اپنی جماعتوں اور منصب پر رہتے ہوئے اس کے ساتھ اخلاقی، علمی اور تبلیغی تعاون فرمائیں تاکہ لوگ شرک اور اس کے نقصانات سے بچیں اور دنیا اور آخرت میں توحید کی برکات سے سرفراز ہوسکیں۔

میاں محمد جمیل

کنوئینر تحریک دعوتِ توحید پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنوانات جلد پنجم

پارہ.....(۲۱)

1 نماز سب سے بڑا ذکر ہے 21
2 نماز کے فوائد 23
3 سب کا ایک ہی الٰہ ہے 26
4 ایمان کی مبادیات اور ان کا مرکزی تقاضا 27
5 رسول معظم ﷺ لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتے تھے 30
6 ہر پریشان حال کو دعا ضرور کرنی چاہیے 32
7 کوئی بھاگنا چاہے تو بھاگ نہ سکے 34
8 حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے ضمانت مانگتے ہیں 36
9 آپ ﷺ نے ایک چوکور خط کھینچ کر یہ مسئلہ سمجھایا 37
10 جنت کی ایک جھلک 38
11 رزق کے بارے میں اپنے رب کا یہ اُصول یاد رکھو 40
12 نبی اکرم ﷺ نے چڑھاوا کھانے سے انکار کر دیا 43
13 ضمیر کا فیصلہ ہے کہ آدمی شرک سے اجتناب کرے 44
14 آج کا مشرک مکہ والوں سے زیادہ سخت ہے 47
15 سورۃ روم کا تعارف 51
16 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ابی بن خلف سے روم کے بارے میں ایک شرط 54
17 جب روم میں روی اور بدر میں مسلمان فتحیاب ہوئے 57
18 قیامت کے دن ظلم کا کس طرح بدلہ چکایا جائے گا 60
19 نافرمان طاقتور لوگوں کا دنیا میں انجام 61
20 معبودوں کا اپنی عبادت سے انکار کرنا 63
21 جنتیوں کے انعامات اور جہنمیوں کی سزائیں 65
22 نبی اکرم ﷺ نے نمازوں کے اوقات مقرر فرمائے 67
23 بارش کے حوالے سے مُردوں کے زندہ ہونے کی دلیل 68
24 میاں بیوی کی محبت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے 70
25 زبان بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت ہے اور دنیا میں چھ ہزار نو سو سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں 72
26 عشاء کے بعد جلدی سونے کے میڈیکل فوائد 73
27 سونے کے شرعی آداب 74
28 قدرت کی سولہ عظیم نشانیاں 78
29 دین اسلام فطرت انسانی کے مطابق ہے 82
30 الدین کی اہمیت اور اس کے معانی 84
31 عقیدۂ توحید وحدت فکر کا ترجمان ہے 85
31 رزق ہمیشہ ایک مقدار اور رفتار سے نہیں ملتا 90
33 سودی معیشت کے ▫صرف ایک ہی اصول کار فرما ہوتا ہے 93
34 فساد فی الارض کے بنیادی اسباب 98
35 اے معاذ میں آپ سے محبت کرتا ہوں نبی کریم ﷺ کا ارشاد 101
36 آندھی کے وقت نبی اکرم گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور دعا کرتے 106
37 مُردے نہیں سُنتے 108
38 انسانی زندگی کے مختلف مراحل 110
39 قیامت کے دن مجرمین کی حسرت اور التجائیں 112
40 سنبھل جاؤ ورنہ پچھتاوا ہوگا 113
41 حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو گیارہ وصیتیں 115
42 قرآن مجید کے مقابلے میں فحش لٹریچر درآمد کیا گیا 119
43 جنت کس میٹریل سے تیار کی گئی ہے 122
44 حضرت لقمان کی دانائی کا سب سے بڑا ثبوت 127
45 شرک کی قباحتیں 130
46 مشرک والدین کے ساتھ بھی تعاون کرنا چاہیے 132
47 بیٹا زمین پر اکڑ کر نہ چلنا حضرت لقمان کی وصیت 139
48 مضبوط کڑا کیا ہے؟ 143

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

49 اللہ تعالیٰ کو کوئی فرق نہیں پڑتا 146
50 ہر دور کا مشرک اس حقیقت کا اعتراف کرتا رہے گا 147
51 قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے بسی 155
52 جن باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا 156
53 سورۃ السجدہ کا تعارف 160
54 دنیا کا ایک ہزار سال قیامت کے ایک دن کے برابر ہے 165
55 لوگوں کا مزاج اور رنگت زمین کے مطابق ہے 168
56 موت کے بعد جی اُٹھنے کے دلائل 170
57 جہنمیوں کی جہنم میں آہ وزاریاں 174
58 نمازِ تہجد کی فضیلت 178
59 بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سرچشمہ ہوتی ہے 188
60 سورۃ الاحزاب کا تعارف 190
61 ازواج مطہرات کے بارے میں ایک فرقہ کی یاوہ گوئی 198
62 سربراہ مملکت کا جھوٹ سب سے بڑا اشمار ہوتا ہے 207
63 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نصیحت 209
64 غزوہ خندق کے ناگفتہ بہ حالات 212
65 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہے 221

پارہ.....(۲۲)

66 نبی علیہ السلام کو ازدواجی پابندیوں سے استثناء حاصل تھا 225
67 عہد یدار کو دُہرا ثواب اور دُہرا گناہ ہوگا 226
68 پردہ عورت کے وقار اور احترام میں اضافہ کرتا ہے 228
69 اہل بیت میں ازواجِ مطہرات بھی شامل ہیں 229
70 ایک فرقہ کی اہل بیت کے بارے میں ستم ظریفی 231
71 گھروں میں نماز اور تلاوت کرنے کا حکم 234
72 اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا عجب واقعہ 242
73 متبنّٰی بیٹے کی شرعی حیثیت 244
74 ختمِ نبوت کے بنیادی دلائل 247
75 ذکرِ الٰہی کی رفعت وفضیلت 252
76 نبی علیہ السلام کی عظمت وشان کی ایک جھلک 253
77 ازدواجی راز بتلانے والا ذلیل ہوتا ہے 256
78 بیویوں کے حقوق 259
79 نبی علیہ السلام اور آپ کے اہل خانہ کا احترام 265
80 غلطی درست کرنی ہے 267
81 کن مسلمان عورتوں کو جنت کی خوشبو نصیب نہیں ہوگی 267
82 درود پڑھیں مگر مسنون پڑھیں 269
83 اللہ اور اس کے رسول کے گستاخ پر لعنت برستی ہے 270
84 جہنمی ایک دوسرے پر پھٹکار کریں گے 278
85 انبیاء علیہم السلام کے مرتبہ ومقام کی ایک جھلک 280
86 سورۃ سبا کا تعارف 285
87 ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتی ہے 288
88 مرنے کے بعد زندہ ہونے کے ثبوت 292
89 قیامت کے دن لوگ بارش کے ذریعے اٹھائیں جائینگے 296
90 حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیات 300
91 حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیات 302
92 تصویر کشی حرام ہے 304
93 انسان کی موت اور اس کی خواہشات کا ایک نقشہ 306
94 قوم سبا کا بنایا ہوا ڈیم اس کی تباہی کا سبب بنا 309
95 جب شیطان اپنی برأت کا اعلان کرے گا 313
96 اللہ کے حضور سفارش کے آداب 315
97 ہر دور کے مشرک سے سوالات 318
98 نبی علیہ السلام کی عالم گیر نبوت کے دلائل 319
99 جب مرید اپنے پیر اور ور کر اپنے لیڈروں سے بیزار ہو جائیں گے 321
100 جہنمیوں کو کس طرح جہنم میں جھونکا جائے گا؟ 324
101 مال اور اس کی حقیقت 326
102 قیامت کے دن ملائکہ کی کیا حالت ہوگی؟ 331

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

103	قرآن اپنی دعوت کو جبر سے نہیں منواتا	334
104	اب عمل کی بجائے حساب دینے کا وقت ہے	338
105	سورۃ فاطر کا تعارف	340
106	ابن عباس رضی اللہ عنہما کو آپ ﷺ کی نصیحت	345
107	آپ ﷺ جب مکہ کے چوراہے میں مار کھا رہے تھے	348
108	نبی علیہ السلام نے صحابی کو فرمایا یہ میری بیوی ہے	350
109	جنت اور جہنم کا موازنہ	351
110	شیطان کن لوگوں کے اعمال خوبصورت بناتا ہے	353
111	مکروفریب کی ناکامیاں	358
112	انسان کی تقدیر اس کی ماں کے رحم میں لکھی جاتی ہے	360
113	پانی اور اس کے فوائد	362
114	معبودانِ باطل کھجور کی گھٹلی کے پردہ کے برابر اختیار نہیں رکھتے	364
115	اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا اس کے سوا کسی اور کو پکارنا شرک ہے	366
116	ساری مخلوق اللہ کے در کی فقیر ہے	367
117	جب جگر گوشے بھاگ جائیں گے	369
118	توحید اور شرک کا موازنہ	371
119	امت کے علماء کا یہ فرض ہے	373
120	حقیقی عالم کی تعریف	377
121	وہ تجارت جس میں کوئی نقصان نہیں ہوتا	377
122	نیکیوں میں سبقت کرنے کا حکم	381
123	جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک	383
124	خلیفہ اور اس کی ذمہ داریاں	387
125	ارضیات کے سائنسدانوں کی ناکامیاں	390
126	جب مکہ کے لوگ قسمیں اٹھایا کرتے تھے	392
127	سورۃ یٰسین کا تعارف	396
128	لفظ یٰسین کے دو معانی	398
129	گمراہ لوگوں کی حالت	403
130	انبیاء علیہم السلام کا اقرار کہ ہم انسان ہیں	408
131	نافرمان قوم کا انبیاء کے ساتھ رویہ	410
	پارہ.....(۲۳)	
132	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں	414
133	حضرت جابر کے ☹ باپ سے اللہ تعالیٰ کی گفتگو	416
134	جب آنکھیں نیلی پیلی ہو جائیں گی	419
135	کھجور اور انگور کے بارے میں سائنسی معلومات	423
136	جب سورج کو رُک جانے کا حکم ہوگا	426
137	نقل وحمل کے جدید ذرائع کس طرح پیدا ہوتے ہیں	429
138	جب ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا	433
139	قیامت کے دن اعمال کے مطابق سواریاں پیش کی جائیں گی	435
140	صراطِ مستقیم کا تعارف	440
141	ارذل العمر سے پناہ مانگنی چاہیے	443
142	شعروشاعری کے دینی نقصانات	444
143	اللہ تعالیٰ کے بارے میں ید اور ایدی کا فرق	447
144	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا نہیں	449
145	سورۃ الصّٰفّٰت کا تعارف	458
146	ملائکہ کی تین بڑے طبقات	459
147	ستاروں کے فوائد	463
148	دوبارہ زندہ ہونے کے عقلی اور مشاہداتی دلائل	465
149	مِن دون اللہ کا حقیقی مفہوم	468
150	لا الہ الا اللہ کے ساتھ مشرک کا رویہ	471
151	جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک	473
152	جنت کی بیویوں کا حسن وجمال	475
153	قیامت کے دن موت مینڈھے کی شکل میں ذبح کی جائے گی	477
154	طوفان نوح کا ایک منظر	483
155	انبیاء کرام کی دعوت کا مرکزی پیغام	486

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

156 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گرفتاری 491
157 آزمائش کے آخری لمحات 492
158 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت 493
159 حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ 500
160 حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر 505
161 حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ 508
162 اللہ تعالیٰ کمزوری سے پاک ہے 512
163 اسلام ہمیشہ غالب رہے گا 516
164 کفار کا انجام 518
165 سورۃ صٓ کا تعارف 521
166 نبوت سے پہلے مکہ کا مواحد 522
167 الٰہ صرف ایک ہی ہے 527
168 اکثر شراکت دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں 535
169 اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے 537
170 مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے 539
171 حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکمرانی کی مثال نہیں ہے 543
172 حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کیوں اٹھائی؟ 548
173 جنت کی بیویاں اور نعمتیں 553
174 جہنمیوں کا آپس میں جھگڑنا 557
175 ملائکہ کس بات پر جھگڑتے ہیں 558
176 آگ اور مٹی میں فرق 564
177 سورۃ الزمر کا تعارف 568
178 مشرک کیوں جھوٹے ہیں 575
179 وسیلے کے نقصانات 576
180 توحید اور شرک میں کتنا فرق ہے 586
181 کن حالات میں ہجرت کرنے کا حکم ہے 588
182 اللہ کی خالص عبادت کرنے کا حکم 591
183 احسن کیا ہے؟ 594
184 قرآن مجید کی تاثیر کی انتہا 602
185 جہنم کی آگ کا جوش 604
186 قرآن مجید میں کوئی ابہام اور اختلاف نہیں 606
187 قرآن مجید کی امثال 608

پارہ.....(۲۴)

188 کون بڑے ظالم ہیں؟ 611
189 احسن بات اور احسن عمل کون سے ہیں؟ 613
190 مشرکین کا انبیاء علیہم السلام کو ڈرانا 615
191 بچے یہ کلمات یاد کر لو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان 618
192 موت اور نیند میں مشابہت 620
193 قیامت کے دن سفارش کے اصول 623
194 ''من دون اللہ'' سے مراد کون ہیں؟ 625
195 میں نے تجھ سے اس سے چھوٹا مطالبہ کیا تھا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا فرمان 629
196 میری رحمت بے پناہ ہے، اللہ کا ارشاد 633
197 اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے 635
198 توبہ اور استغفار کی اہمیت وفضیلت 638
199 جنتیوں اور جہنمیوں میں فرق 640
200 زمین وآسمان کی چابیاں اللہ کے پاس ہیں 641
201 شرک کی بڑی بڑی اقسام 644
202 مشرک نے اللہ کی قدر نہیں کی 647
203 عدالتِ کبریٰ کا ایک منظر 650
204 متقین کا استقبال 654
205 سورۃ المومن کا تعارف 656
206 اللہ ہی الٰہ ہے 659
207 ملائکہ کن کے لیے دعائیں کرتے ہیں 663
208 اللہ تعالیٰ کو کس وقت غصہ آتا ہے 665
209 مشرکین کا توحید کے ساتھ وطیرہ 667
210 حقیقی نصیحت کی ابتدا اور انتہا کیا ہے 668
211 جب زمین وآسمانوں کو لپیٹ لیا جائے گا 669
212 سچائی سے پہلی مراد کیا ہے؟ 672

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

213	جب سورج ایک میل کی مسافت پر ہوگا	672
214	ہلاک ہونے والی چند اقوام کی تباہی کا ایک منظر	674
215	جب موسیٰ علیہ السلام کی جرأت سے فرعون خوفزدہ ہوا	678
216	آلِ فرعون کے مردِ مومن اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	682
217	ہدایت صرف اللہ کے اختیار میں ہے	684
218	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگاتا ہے؟	687
219	کن لوگوں کے اعمال خوبصورت بنا دیئے جاتے ہیں	689
220	وقت آنے پر پچھتاؤ گے	692
221	مردِ حق کا خطاب	693
222	عالمِ برزخ کے عذاب کا ثبوت	695
223	جہنم میں جہنمیوں کا آپس میں جھگڑنا	698
224	اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ سربلند رکھا	700
225	کِبر کیا ہے؟	704
226	داتا کون ہے؟	707
227	دعا کے مختلف معانی	707
228	جب زمین حرکت کرتی تھی	711
229	لوگوں کے شکل وصورت میں کیوں فرق ہوتا ہے؟	712
230	ماں کے رحم میں ایک فرشتہ مقرر ہے	716
231	جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی	719
232	جہنمیوں سے کیے جانے والے سوالات	721
233	پہلے لوگوں کی استقامت کی انتہا	724
234	انسان کی توبہ کب تک قبول ہوتی ہے	729
235	سورۃ حٰمٓ کا تعارف	730
236	قرآن مجید عربی میں کیوں نازل کیا گیا؟	733
237	قرآن مجید کی تاثیر کا عجب واقعہ	735
238	تمام انبیاء کرام علیہم السلام بشر تھے	737
239	نبوت کو تسلیم نہ کرنے کے بہانے	742
240	قومِ عاد کی خصوصیات اور جرائم	743
241	قومِ ثمود کا کردار اور انجام	746
242	قیامت کے دن شہادتیں	749
243	انسان میں لاپرواہی کب پیدا ہوتی ہے؟	752
244	قرآن مجید کے بارے میں منافقین اور کفار کا رویہ	755
245	ربنا اللہ کا کیا تقاضا ہے؟	757
246	صحابہ کی مثال قیامت تک کوئی شخص پیش نہیں کر سکتا	760
247	احسن قول اور احسن مسلمان	761
248	مبلغ کے لیے بنیادی ہدایات	763
249	جب قیامت برپا کی جائے گی تو پھر کیا ہوگا؟	769
250	ہدایت کے بارے میں اندھے اور بہرے لوگ	775
251	رب کریم اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتے	777

پارہ.....(۲۵)

252	نبی علیہ السلام سے کفار کا بار بار سوال کرنا	778
253	مشرک کی فطرت اور عادت	780
254	دنیا پرست انسان کا انجام	782
255	قدرت کے عجائبات	784
256	سورۃ الشوریٰ کا تعارف	787
257	حمد کی عظمت	790
258	لفظِ ولی کے مختلف معانی	792
259	جنت اور جہنم کا ایک منظر	795
260	اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے لازوال اور بے مثال ہے	800
261	مشرک کو توحیدِ خالص گراں گزرتی ہے	805
262	اختلافات سے بچنے کا حکم	807
263	اللہ کے نزدیک مشرک کی حجت بازی انتہائی ذلیل ہے	810
264	"المیزان" کے معانی	812
265	دنیا اور آخرت کا تقابل	815
266	اللہ کی حاکمیت میں شریک کرنے والا ظالم ہے	817
267	الا المودۃ فی القربی کا کیا مطلب ہے؟	819

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

268 رزق سے مراد ہر قسم کے وسائل ہیں 824
269 بارش کے بے انتہا فوائد 825
270 لفظِ دابّۃ کے معانی 827
271 بحر و بر میں فساد برپا ہونے کا بنیادی سبب 829
272 مومنوں کے خصوصی اوصاف 833
273 نبی علیہ السلام کے دور میں مجلسِ شوریٰ کے اجلاس 836
274 کوئی شخص بھی اپنی اولاد کا نقصان نہیں سوچتا 841
275 اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ کس طرح گفتگو فرمائی 848
276 اے عمر! اپنے آپ کو کس طرح محسوس کرتے ہو 850
277 صراطِ مستقیم کا تعارف 852
278 سورۃ الزخرف کا تعارف 853
279 قرآن مجید امّ الکتاب کیوں؟ 855
280 زمین کے چلنے کی رفتار 858
281 قیامت کے دن انسان اپنی دمچی سے جوڑا جائے گا 861
282 سواری پر بیٹھنے کی دعائیں 863
283 شرک کرنے والا کتنا ذلیل ہوتا ہے 864
284 اللہ تعالیٰ کو اولاد کی کیوں ضرورت نہیں؟ 865
285 علم کی حقیقت اور اس کا فائدہ 869
286 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے سے بے رغبتی کرنا حماقت ہے 873
287 اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی حقیقت مچھر کے پر کے برابر نہیں 879
288 ہدایت کے لیے کیا بات لازم ہے؟ 883
289 الٰہ کے معانی اور مفہوم 886
290 قومِ فرعون پر مختلف عذابوں کا نزول 888
291 فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کی انتہا کر دی 891
292 لوگوں کا اجتماعی فرض کیا ہے؟ 893
293 اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی انعامات سے سرفراز کیا 896
294 قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام کی حکمرانی 898
295 قیامت کے تین مراحل جب نبی بھی اپنی امت کو بھول جائیں گے 901
296 جنت کس میٹریل سے تیار کی گئی ہے 904
297 جب موت پر موت وارد ہو جائے گی 906
298 کیا اللہ تعالیٰ نے پتھروں سے سوال کیا ہے؟ شرک کرنے والوں سے سوال 911
299 سورۃ الدّخان کا تعارف 914
300 قرآن مجید کس مہینے اور رات میں نازل ہوا 916
301 زمین و آسمانوں میں صرف ایک ہی الٰہ ہے 918
302 قیامت کی بڑی بڑی دس نشانیاں 921
303 بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے انعامات 930
304 اللہ تعالیٰ کا دنیا میں مُردوں کو زندہ کرنا 932
305 جہنم میں جہنمیوں کی مختلف سزائیں 937
306 سورۃ الجاثیہ کا تعارف 941
307 ہوا کے درمیان بھی خلا پائے جاتے ہیں 945
308 شکر گزاری کا حکم اور اُس کے فوائد 950
309 جس قوم کے پاس چار چیزیں ہوں وہ ضرور عزت کی مالک ہوگی 954
310 لوگوں کے نہیں لگنا چاہیے 956
311 کیا مومن اور فاسق برابر ہو سکتے ہیں؟ 958
312 نفس کے پجاری کا انجام 961
313 بے دین سائنسدانوں کی گمراہی کا سبب 963
314 قیامت کے دن لوگوں تک اعمال نامے کس طرح پہنچیں گے؟ 966
315 قیامت کے دن متکبر چیونٹیوں کی مانند ہوں گے 972

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مضامینِ جلد ششم

پارہ.....(۲۱)

1	نماز کے فوائد	24
2	سب کا ایک ہی ''الٰہ'' ہے	26
3	پہلی آسمانی کتابوں اور قرآن مجید پر ایمان لانا فرض ہے	28
4	''اللہ'' کی آیات کا کون لوگ انکار کرتے ہیں	30
5	قرآن مجید کے اوصافِ حمیدہ کی ایک جھلک	32
6	جہنّم کے عذاب کا ایک منظر	35
7	ہر کسی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے	37
8	صبر کا حکم اور اجر	39
9	اللہ تعالیٰ سب کو روزی دینے والا ہے	41
10	''اللہ'' ہی نے زمین و آسمانوں اور شمس و قمر کو پیدا فرمایا ہے	43
11	لوگوں کی اکثریت کا حال	45
12	ہر حال میں صرف ایک اللہ کو پکارنا چاہیے	47
13	بیت اللہ اور مکہ کی عظمت	49
14	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے	50
15	اللہ تعالیٰ کی مدد سے کمزور بھی فتح پا جاتے ہیں	55
16	اللہ تعالیٰ کا فرمان اور وعدہ سچا ہوتا ہے	57
17	دنیا میں نافرمان لوگوں کا انجام	60
18	جس رب نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا	61
19	معبودوں کا اپنی عبادت سے انکار کرنا	62
20	جنتیوں کے انعامات	64
21	قرآن میں نماز کے اوقات	66
22	تخلیقِ انسان کے مراحل	68
23	میاں، بیوی کا تعلق اور حقوق	70
24	رات اور دن کے فائدے	73
25	بارش کا نزول اور اس کے فوائد	75
26	''اللہ تعالیٰ'' اعلیٰ اور بے مثال ہے	78
27	"اَلدِّیْنُ" کی اہمیّت اور اس کے معانی۔	83
28	اتحاد کا حکم	85
29	شرک کی کوئی دلیل نہیں لیکن مشرک پھر بھی شرک کرتے ہیں	87
30	انسان کی مختلف حالتیں	89
31	صدقہ کرنے کا حکم اور اس کا اجر	91
32	سود کی حرمت کے بارے میں احکام	93
33	''اللہ'' ہی خالق، مالک، رازق اور وہی موت و حیات کا مالک ہے	95
34	فساد فی الارض کے بنیادی اسباب	97
35	عقیدۂ توحید اور دین اسلام پر ہمیشہ قائم رہنے کا حکم	99
36	شکر کرنے کا حکم اور اس کے فائدے	101
37	اللہ تعالیٰ نے نوح، ابراہیم، ہود، صالح، شعیب موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور نبی ﷺ کی مدد فرمائی	102
38	قرآن مجید میں بارش کا ذکر	104
39	بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے	106
40	انسانی زندگی کے مختلف مراحل	110
41	قیامت کے دن مجرمین کی حسرتیں اور التجائیں	112
42	نبی اکرم ﷺ کو صبر کرنے کی تلقین	114
43	قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ اور فلاح پانے والے حضرات	118
44	قرآن مجید سے اعراض کرنے کا نتیجہ	121

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

45	جنّت کی نعمتوں کی ایک جھلک	123
46	قرآن مجید میں پہاڑوں کا ذکر	125
47	مشرکین سے سوالات	126
48	شکر کرنے کا حکم	128
49	شرک کی قباحتیں	130
50	والدین کے بارے میں اولاد کو قرآن مجید کی ہدایات	132
51	شرک کی کوئی دلیل نہیں	134
52	اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے	136
53	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت	137
54	اللہ تعالیٰ متکبر اور مغرور آدمی کو پسند نہیں کرتا۔	140
55	منکرین حق کے بہانے	142
56	محسن کے اوصاف	144
57	کفّار اور مشرکین کا توحید باری تعالیٰ کا اعتراف کرنا	147
58	موت کے بعد جی اٹھنے کے ثبوت	149
59	مشرک جن معبودوں کو پکارتے ہیں ان کی حقیقت	151
60	اخلاص کا حکم اور مخلصین کا مقام	153
61	قیامت کے دن مجرم کو کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی	155
62	اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں	159
63	قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کا اختصار	162
64	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش اور خیر خواہی نہیں کر سکے گا	164
65	اللہ تعالیٰ ہی کائنات کو بنانے اور اس کے نظام کو چلانے والا ہے	166
66	اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا بہت ہی اچھا پیدا کیا	168
67	موت کے بعد جی اٹھنے کے دلائل	170
68	قیامت کے دن مجرمین کی فریادیں	171
69	جہنمیوں کی جہنّم میں آہ زاریاں	174
70	تکبر سے بچنے کا حکم	176
71	نمازِ تہجد کی فضیلت	178
72	نماز اور صدقہ کی فضیلت کے چند حوالے	180
73	جنتیوں کی جزا اور جہنمیوں کی سزا	182
74	ظالم اقوام پر نازل ہونے والے عذاب	184
75	صبر کے فوائد	186
76	اقوام کی تباہی	187
77	ہٹ دھرم اور جہلوں سے اعراض کرنے کا حکم	189
78	نبی علیہ السلام اور تمام انسانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم	193
79	اللہ تعالیٰ راہنمائی فرمانے والا ہے	196
80	نبی ﷺ کا امت کے ساتھ رشتہ اور تعلق	199
81	اللہ تعالیٰ کا انبیاء کرام علیہم السلام سے جواب طلب فرمانا اور کفّار کو سزا دینا	201
82	اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفّار کے مقابلہ میں کامیاب فرمایا	204
83	عہد کو پورا کرنے کا حکم	207
84	اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں	209
85	اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے	211
86	اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے کے فائدے	213
87	سچائی اور اس کی جزا	217
88	اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے	220
89	اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کے لیے بہترین اجر تیار کر رکھا ہے	222
90	بڑے مجرموں کو دوگنا عذاب ہوگا	224
	پارہ.....(۲۱)	
91	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو پاک کرتا ہے	232
92	تلاوتِ قرآن اور اس کی حکمت	234

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.NafseIslam.com

93	اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا اور اجرِ عظیم عطا فرمانیوالا ہے	239
94	ہر مؤمن اور مؤمنہ پر فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تسلیم کرے	241
95	آدمی کو صرف ''اللہ تعالیٰ'' سے ڈرنا چاہیے	244
96	اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنے بندے کے لیے کافی ہے	246
97	اس آیت میں بیان ہونے والے ذکر کے چھ فوائد	252
98	نبی اکرم ﷺ کی عظمت وشان	254
99	نبی اکرم ﷺ بشر تھے	254
100	اللہ تعالیٰ معاف فرمانے اور رحم کرنے والا ہے	256
101	قرآن مجید میں بیویوں کے حقوق	259
102	اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والا اور ہر چیز پر نگران ہے	262
103	نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہلِ خانہ کا احترام فرض ہے	265
104	عورتوں کو پردے اور حیا کا حکم	274
105	قیامت کے برپا ہونے کے دلائل	276
106	جہنمیوں کا ایک دوسرے پر پھٹکار کرنا	278
107	انبیاء کرام علیہم السلام کے مرتبہ ومقام کی ایک جھلک	280
108	اللہ سے ڈرنے کا حکم اور اس کے فائدے	281
109	انسان کی فطرتی کمزوریاں	284
110	ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتی ہے	288
111	مرنے کے بعد زندہ ہونے کے ثبوت	292
112	''اللہ'' ہی ہدایت دینے والا ہے	294
113	گمراہ لوگ	296
114	زمین میں دھنسائے جانا اور آسمان سے آفت آنا	298
115	داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور قرآن مجید میں ان کا تذکرہ	300
116	حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیات	302
117	موت ہر ذی روح کا مقدر ہے	306
118	ناشکری اور کفر کے نقصانات	309
119	نشاناتِ عبرت سے سبق سیکھنے والے لوگ	311
120	اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ سچا ہے اور شیطان کے تمام وعدے جھوٹے ہیں	313
121	اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرنے کے آداب	315
122	ہر دور کے مشرک سے سوالات	318
123	نبی علیہ السلام کی عالمگیر نبوت	319
124	قیامت کا ایک دن مقرر ہے	320
125	جہنمیوں کا آپس میں تکرار کرنا	322
126	جہنمیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا	324
127	مال دار لوگوں کا کردار اور مال کی حقیقت	326
128	مال اور اولاد آزمائش ہیں	328
129	قیامت کے دن ملائکہ کی حالت	331
130	دنیا کے مال واسباب کی حیثیت	333
131	نبی کریم ﷺ پر لگائے گئے الزامات	335
132	اللہ تعالیٰ ہر انسان کے قریب ہے اور اس کی ہر بات سننے والا ہے	337
133	مجرموں کی خواہش اور آرزوئیں	339
134	قرآن مجید میں ملائکہ کا تذکرہ اور ان کے کام	343
135	زمین اور آسمان اللہ ہی کی ملکیت ہیں	345
136	آپ ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ لوگوں کا سلوک	348
137	دنیا کی حقیقت	350
138	بُرے لوگوں کی سزا اور نیک لوگوں کی جزا	352
139	شیطان کن لوگوں کیلئے انکے اعمال خوبصورت بنا دیتا ہے	354
140	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ پیدا کریگا	356
141	مکر وفریب کی ناکامیاں	358
142	انسان کی تخلیق کے مراحل	360

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

143 پانی اور اس کے فوائد 362
144 اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی میں کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں دیا 364
145 اللہ تعالیٰ کیساتھ یا اسکے سوا کسی اور کو پکارنا شرک ہے 366
146 اللہ تعالیٰ نے کتنی اقوام کو نیست و نابود کیا 368
147 قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا 370
148 التوحید اور شرک کا موازنہ 371
149 مردے نہیں سنتے 373
150 حقیقی علم کا تقاضا اور اس کے فضائل 376
151 صاحبِ علم کے اوصاف 378
152 نیکیوں میں سبقت کرنیکا حکم اور سبقت کرنیوالوں کی فضیلت 381
153 جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک 383
154 خلیفہ اور اس کی ذمہ داریاں 387
155 اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے کوئی چیز پیدا کی ہے تو اس کی دلیل پیش کرو؟ 389
156 زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کی حفاظت 391
157 انبیاء کے خلاف سازشیں اور انکا انجام 393
158 سرورِ دو عالم ﷺ کا مقام اور آپ کی شان 399
159 نزولِ قرآن کا مقصد 401
160 لوگوں کی اکثریت کا حال 401
161 گمراہ لوگوں کی حالت 403
162 انسان کے تمام اچھے بُرے اعمال لکھے جاتے ہیں 405
163 انبیائے کرام علیہم السلام کا اقرار کہ ہم انسان ہیں 408
164 نافرمان قوم کا اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سلوک 410
165 تمام انبیائے کرام علیہم السلام بلا معاوضہ دین اور قوم کی خدمت سرانجام دیتے تھے 412

پارہ.....(۲۳)

166 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ''الٰہ'' نہیں 414
167 صالح لوگوں کا صلہ 416
168 بڑی بڑی اقوام کی تباہی 419
169 اللہ تعالیٰ ہی زمین سے بیج اُگاتا ہے 421
170 لیل و نہار کا آنا جانا 427
171 قرآن مجید میں کشتیوں کا تذکرہ 429
172 قیامت کا اچانک برپا ہونا اور اس کی ہولناکیاں 433
173 صور کا پھونکا جانا 436
174 جنتیوں کو سلامیاں پیش کی جائیں گی 438
175 صراطِ مستقیم کا تعارف 440
176 شکر کا حکم اور فائدے 447
177 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور نہ ہی کوئی حاجت روا اور مشکل کشا ہے 449
178 اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ کو پریشانی کے وقت تسلی دینا 451
179 اللہ تعالیٰ مُردوں کو ضرور زندہ کرے گا 453
180 اللہ تعالیٰ ہر کام کرنے پر قادر ہے 456
181 الٰہ ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں 461
182 ستاروں کا بیان اور ان کے فوائد 463
183 دوبارہ زندہ ہونے کے عقلی اور مشاہداتی دلائل 465
184 دوسرے صور کے بعد مُردوں کا زندہ ہونا 466
185 محشر کے میدان میں جہنمیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تکرار کرنا 469
186 ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ مشرکین کا رڈیہ 471
187 جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک 473
188 جنت کی بیویوں کے حسن و جمال کی ایک جھلک 475
189 سب سے بڑی کامیابی 478
190 جنتیوں اور جہنمیوں میں فرق 481

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

191	طوفانِ نوح کا ایک منظر	483
192	انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکزی پیغام	486
193	اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی کرنے والا ہے اس سے راہنمائی طلب کرنی چاہیے	494
194	حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ	500
195	اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور ان کے ساتھیوں کو دنیا و آخرت کی جزا سے سرفراز فرمایا	502
196	اللہ تعالیٰ کی رحمتیں انبیائے کرام پر ہمیشہ نازل ہوتی رہیں گی	504
197	حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ	505
198	قرآن مجید میں یونس علیہ السلام کا تذکرہ	508
199	اللہ تعالیٰ اولاد اور ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے	512
200	ملائکہ اور جنات بھی اللہ تعالیٰ کے پابند اور اس کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں	514
201	دینِ حق اور رسولوں کے غالب آنے کا وعدہ	516
202	کفار کا انجام	518
203	ساری کائنات اللہ رب العالمین کی حمد و ستائش اور پاکی بیان کر رہی ہے	520
204	قرآن مجید کے اوصافِ حمیدہ کی ایک جھلک	523
205	الٰہ صرف ایک ہی ہے	527
206	صبر کی فضیلت اور صابر کا مقام	532
207	اللہ تعالیٰ زمین میں لوگوں کو ایک دوسرے کا خلیفہ بناتا ہے	537
208	اپنی یا لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلنے والے گمراہ ہو جاتے ہیں	537
209	مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے	539
210	غور و فکر کرنے کا حکم	540
211	انبیائے کرام علیہم السلام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے	542
212	اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز عطا فرمانے والا ہے	545
213	اللہ تعالیٰ ہی مشکلات دور کرنے والا ہے	549
214	جنت کی بیویاں اور نعمتیں	553
215	جہنم میں مختلف قسم کے عذاب	555
216	جہنمیوں کا آپس میں ایک دوسرے کو الزام دینا اور جھگڑنا	557
217	اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے اکیلا اور غالب ہے	561
218	ابلیس کی آدم علیہ السلام سے دشمنی اور اس کی گستاخیاں	565
219	دنیا اور آخرت میں مجرمین کا اعترافِ حقیقت کرنا	567
220	"اَلدِّیْنَ" کے معانی	571
221	سفارش کی حیثیت اور حقیقت	577
222	رات اور دن، سورج اور چاند پر صرف ''اللہ'' کا اختیار ہے	579
223	توحید اور شرک میں فرق	586
224	ہجرت کا حکم اور اجر	588
225	''اللہ'' کی خالص عبادت کرنے کا حکم	591
226	طاغوت سے بچنے کا حکم	592
227	احسن کیا ہے؟	594
228	جنت اور اس کی نعمتیں	596
229	''اللہ'' ہی بارش نازل کرنے والا ہے	598
230	قرآن مجید کی تاثیر	602
231	جہنم کی آگ کا جوش	604
232	پہلی اقوام پر عذاب کی مختلف صورتیں	605
233	قرآن مجید میں کوئی ابہام اور اختلاف نہیں پایا جاتا	606
234	قرآنِ مجید کی امثال	608
235	موت سب کو آنی ہے	610

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارہ.....(۲۴)

236 بڑے بڑے ظالم 611
237 اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے گناہ معاف کرتا ہے 613
238 مشرکین کا انبیاء علیہم السلام کو ڈرانا 615
239 اللہ ہی نفع اور نقصان، شر اور خیر کا مالک ہے 618
240 قیامت کے دن سفارش کے اصول 623
241 من دون اللہ کے دلائل 625
242 اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے درمیان قطعی اور آخری فیصلہ کرنے والا ہے 627
243 مذاق کرنے والے اور اُن کا انجام 629
244 دولت کے منفی اثرات 631
245 ''اللہ'' کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے 635
246 توبہ واستغفار کی اہمیت وفضیلت 638
247 جنتیوں اور جہنمیوں میں فرق 640
248 اللہ ہی خالق اور ہر چیز کا وکیل ہے 642
249 شرک کی بڑی بڑی اقسام 644
250 اللہ تعالیٰ کا مشرک اور اس کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں 647
251 عدالتِ کبریٰ کا ایک منظر 650
252 منکرین کا انجام 652
253 متقین کا استقبال 654
254 اللہ ہی الٰہ ہے 659
255 پہلی اقوام کے عذاب کا ایک منظر 662
256 مشرکین کا اللہ کی توحید کے ساتھ وطیرہ 667
257 بارش کس طرح نازل ہوتی ہے؟ 670
258 قیامت کے دن کفار اور مشرکین کا کوئی مددگار نہیں ہوگا 672
259 ہلاک ہونیوالی چند اقوام کی تباہی کا ایک منظر 674
260 موسیٰ علیہ السلام کو دیے جانیوالے معجزات اور دلائل 676
261 متکبر شخص کی عادات اور اس کا انجام 679
262 ہدایت صرف اللہ کے اختیار میں ہے 684
263 اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگاتا ہے؟ 687
264 کن لوگوں کے بُرے اعمال ان کے لیے خوبصورت بنا دیئے جاتے ہیں 689
265 نیکی کی جزا اور برائی کی سزا 691
267 شرک کے حق میں کوئی دلیل نہیں 694
268 جہنم میں جہنمیوں کا آپس میں جھگڑا کرنا 698
269 کن لوگوں پر لعنت برستی ہے 700
270 کبر کا گناہ اور اس کے نقصانات 704
271 قیامت ہر صورت برپا ہو کر رہے گی 706
272 دعا کے بارے میں ہدایات 708
273 ''اللہ'' ہی سب کچھ پیدا کرنے والا ہے 710
274 اللہ تعالیٰ بابرکت ہستی ہے 713
275 ''اللہ'' کے علاوہ کسی کو نہیں پکارنا چاہیے 715
276 انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل 717
277 جہنمیوں کو جہنم میں مختلف سزائیں دی جائیں گی 719
278 جہنمیوں سے کیے جانے والے سوالات 721
279 صبر کا حکم اور اس کا اجر 724
280 قرآن مجید کے اوصافِ حمیدہ کی ایک جھلک 733
281 تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے 737
282 اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے 740
283 کفار کے نبوت کو تسلیم نہ کرنے کے بہانے 742
284 قومِ عاد کی تباہی کا ایک منظر 745
285 قومِ ثمود کا انجام 747
286 قیامت کے دن شہادتیں 749

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

287 جہنم میں کفار اور مشرکین کی آہ وزاریاں 751
288 دنیا اور آخرت میں نقصان پانیوالے لوگ 753
289 قرآن مجید کے بارے میں منافقین اور کفار کا رویہ 755
290 جہنم میں لیڈر اور انکے ورکر، پیر اور انکے مرید، علماء اور انکے مقتدی آپس میں جھگڑا کرینگے 756
291 دین پر استقامت اختیار کرنیوالوں کی جزا 759
292 احسن قول اور احسن مسلمان 761
293 مبلغ کے لیے بنیادی ہدایات 763
294 تعوذ کی ترغیب اور اس کے فائدے 765
295 ہر چیز ''اللہ'' کی حمد کرتی ہے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہے 767
296 اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو زندہ کریگا 769
297 اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا اور جانتا ہے 771
298 انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں کفار کی یاوہ گوئی 773
299 قرآن مجید اور ہدایت کے بارے میں اندھے، بہرے لوگ 775
300 رب کریم اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتا 777

پارہ.....(۲۵)

301 دنیا پرست انسان کا انجام 782
302 اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے 785
304 ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملک ہے 789
305 استغفار کی برکات 791
306 اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کارساز اور حقیقی خیر خواہ نہیں سمجھنا چاہیے 793
307 جنت اور جہنم کا ایک منظر 795
308 مشرک ''اللہ'' کے سوا اور اس کے ساتھ دوسروں کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں 797
309 اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے لازوال اور بے مثال ہے 800
310 اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے 802
311 مشرک کو توحید خالص اور دین کی دعوت گراں گزرتی ہے 805
312 دین اور امت میں اختلافات سے بچنے کا حکم 807
313 دین پر استقامت اختیار کرنے کا حکم 809
314 دور کی گمراہی میں مبتلا ہونے والے لوگ 812
315 ''اللہ'' ہی رزق عطا کرنے والا ہے 813
316 دنیا اور آخرت میں تقابل 815
317 ''اللہ'' کے قانون کے علاوہ قانون بنانے اور اسے ماننے والے ظالم ہیں 817
318 انبیاء کرام علیہم السلام نبوت کے کام پر کسی قسم کا معاوضہ وصول نہیں کرتے تھے 820
319 اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا کر حق کو حق ثابت کر دیتا ہے 822
320 اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے 827
321 قرآن میں کشتیوں کا تذکرہ 831
322 توکل اور اس کے فوائد 834
323 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا 842
324 نبی ﷺ کا کام حق بات کو پہنچانا تھا منوانا نہیں 845
325 وحی کے مختلف طریقے 848
326 صراطِ مستقیم اور اس کے سنگِ میل 852
327 قرآنِ مجید کے اوصاف حمیدہ کی ایک جھلک 855
328 اقوام کا اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سلوک 857
329 زمین کے بارے میں قرآنِ مجید کے ارشادات 859
330 بارش اور زمین کے حوالے سے انسان کی پیدائش اور اس کی موت کا ثبوت 861
331 اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے 863

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

332	اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینے کا گناہ اور اس کی سزا	867
333	علم کی حقیقت اور اس کا فائدہ	869
334	بے دین مالدار طبقہ کا کردار اور انجام	871
335	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ اور دعوت	873
336	کفار اور مشرکین کا حق کے ساتھ رویہ	875
337	دنیا کے مال کی حیثیت	877
338	قیامت کے دن مجرمین کی خواہش اور آرزو	881
339	اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے قادرِ مطلق ہے	883
340	صراطِ مستقیم کے بنیادی اُصول	884
341	الٰہ کے معانی اور مفہوم	886
342	نبی معظم ﷺ سے اہلِ مکہ کے مطالبات	892
343	اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں سے انتقام لیا	894
344	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اور دعوت	896
345	شیطان کی لوگوں کے ساتھ دشمنی	898
346	قیامت کے دن اللہ کے بندوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ ملائکہ انہیں سلام کریں گے	902
347	جنت کے پھل اور نعمتوں کی ایک جھلک	904
348	جہنمیوں کی آہ وبکا اور فریادیں	906
349	زمین وآسمان میں صرف ایک ہی الٰہ ہے	909
350	مشرکین کا اعتراف	913
351	قرآن مجید کس مہینے اور رات میں نازل ہوا	916
352	زمین وآسمانوں میں صرف ایک ہی الٰہ ہے	918
353	اللہ تعالیٰ مجرموں سے انتقام لینے والا ہے	921
354	مجرم اقوام کی انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکیاں	924
355	اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اُسے زمین کا وارث بناتا ہے	928
356	اللہ تعالیٰ کے بنی اسرائیل پر انعامات	930
357	اللہ تعالیٰ کا مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا	932
358	قیامت ہر صورت برپا ہوگی	935
359	جہنم میں جہنمیوں کی مختلف سزائیں	937
360	جنت کے انعامات کی ایک جھلک	939
361	اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور دین کو آسان بنایا ہے	940
362	انسان، زمین وآسمان اور چوپاؤں میں قدرت کی نشانیوں کی ایک جھلک	943
363	قیامت کے دن مجرموں کی کوئی بھی مدد نہیں کر سکے گا	948
364	شکر گزاری کا حکم اور اس کے فوائد	950
365	حق کا انکار کرنے والوں کے ساتھ مومنوں کا رویہ کیسا ہونا چاہیے؟	952
366	انبیاء اور حق کے ساتھ اختلاف کرنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کا انجام	954
367	لوگوں کے پیچھے لگنے کی بجائے انسان کو قرآن وسنت کی اتباع کرنی چاہیے	956
368	مومن اور کافر کی موت کا فرق اور انجام	959
369	اپنی اور لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے والا شخص گمراہ ہوتا ہے	961
370	انبیائے کرام علیہم السلام کے سامنے مُردوں کا زندہ کیا جانا	964
371	اعمال ناموں کی کیفیت	966
372	نیک لوگوں کی جزا اور بُرے لوگوں کی سزا	968
373	اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے غالب ہے	972

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُتْلُ	مَآ	اُوْحِیَ	اِلَیْكَ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَاَقِمِ
تلاوت کیجیے	جو	وحی کی گئی	آپ کی طرف	سے	کتاب	اور قائم کیجیے
الصَّلٰوةَ ؕ	اِنَّ	الصَّلٰوةَ	تَنْهٰى	عَنِ	الْفَحْشَآءِ	وَالْمُنْكَرِ ؕ
نماز	بلاشک	نماز	وہ روکتی ہے	سے	بے حیائی	اور بُرے کام
وَلَذِكْرُ اللّٰهِ	اَكْبَرُ ؕ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾		
اور اللہ کا ذکر	زیادہ بڑا ہے	اور اللہ	جانتا ہے	جو کچھ تم کرتے ہو		

''اے نبی جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس کتاب کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑی چیز ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔'' (۴۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: عقیدہ توحید سمجھانے کے بعد نبی ﷺ کی نبوت کے عقلی اور تاریخی دلائل۔

نبی معظم ﷺ کے ساتھ مشرکین کا سب سے بڑا اختلاف عقیدہ توحید پر تھا، اُن کا آخری مطالبہ یہ تھا کہ قرآن مجید کی اُن آیات کو خارج از قرآن کیا جائے جن میں ہمارے معبودوں کی نفی کی گئی ہے۔ اس پر آپ ﷺ کو حکم ہوا آپ لوگوں کے سامنے قرآن مجید کی تبلیغ کرتے رہیں اور یاد رکھیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔''

''اُتْلُ مَا اُوْحِیَ'' کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اے رسول ﷺ! آپ پر قرآن کی صورت میں جو بھی وحی کی جا رہی ہے اس کی تلاوت کیا کریں۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے ایمان میں اضافہ اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ ایمان میں مضبوط شخص ہی مشکلات کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نماز قائم کریں بے شک نماز انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے اور یہ اللہ کا بہت بڑا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ یہاں ''اللہ'' کے ذکر کو سب سے بڑا عمل قرار دیا گیا ہے جس کے اہلِ علم نے تین مفہوم لیے ہیں۔

① نماز سب سے بڑا ذکر ہے۔ ② نماز سب سے بڑی عبادت اور یادِ الٰہی ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کا کسی کو یاد کرنا سب سے بڑی بات ہے۔

اب تینوں باتوں کو قدرِ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جہاں تک نماز کا تعلق ہے یہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی یاد کا سب سے مؤثر اور قریب ترین ذریعہ ہے۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اے موسیٰ! میری یاد کے لیے نماز قائم رکھنا۔ (طٰہٰ: ۱۴) نماز کے بے شمار فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر نماز کے تقاضے پورے کیے جائیں تو یقیناً یہ انسان کو بے حیائی سے بچاتی ہے اس حقیقت کو جاننے کے لیے چند اشارے کافی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز میں انسان اپنے رب کی بارگاہ میں ہاتھ جوڑ کر قیام کرتا ہے اس کے بعد رکوع اور پھر سجدہ بجا لاتا ہے اگر انسان پوری توجہ کے ساتھ یہ ارکان ادا کرے تو نمازی میں غرور اور تکبر پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ پانچ وقت عاجزی کا اظہار کرتا ہے اور بار، بار اللہ اکبر کہہ کر اپنے رب کی کبریائی کا اعتراف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اخلاص کے ساتھ کبریا ماننے والا شخص متکبر نہیں ہوسکتا، نماز میں آدمی کو نگاہیں نیچی اور سجدہ کی جگہ پر مرکوز رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مسجد سے باہر اسے حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچی اور کنٹرول میں رکھے جس سے نہ صرف آدمی کی نگاہیں پاک اور اُس کا دل بے حیائی سے محفوظ رہتا ہے بلکہ معاشرے میں بے حیائی ختم کرنے کا یہ مؤثر ترین طریقہ ہے، نماز میں انسان تمام مسلمانوں کے لیے خیر اور سلامتی کی دعائیں کرتا ہے اگر ان جذبات کا نماز کے بعد بھی خیال رکھا جائے تو مسلمان ایک دوسرے کی شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ نماز کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ نماز سے انسان کو روحانی سکون ملتا ہے۔ جس سے انسان کو جسمانی اور روحانی بیماریوں سے نجات ملتی ہے اس لیے اس موقع پر یہ حکم نازل ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ نماز قائم کریں تاکہ مخالفوں کی مخالفت سے پریشان ہونے کی بجائے آپ پُرسکون رہیں اور یقین رکھیں کہ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

نماز دل کا سکون ہے:

«یَابِلَالُ! اَرِحْنَا بِالصَّلَاۃِ» (مسند أحمد: کتاب باقی مسند الانصار [صحیح])

''نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ''اے بلال! نماز کے ذریعے ہمیں سکون پہنچاؤ۔''

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا:

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ صَلَاۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلَاۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً» (رواہ البخاری: کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا افضل ہے۔''

«عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوۃُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِیْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُّهٗ لَزَادَنِیْ» (رواہ البخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل الصلاۃ لوقتہا)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی محترم ﷺ سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو اعمال میں کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرض نماز اس کے وقت پر ادا کرنا، میں نے عرض کی اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ بہتر سلوک کرنا، میں نے پھر عرض کی اس کے بعد کون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر میں اس موقعہ پر مزید سوال کرتا تو آپ اس کا بھی جواب عنایت فرماتے۔''

تلاوتِ قرآن کی برکت:

«یَقُوْلُ الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ وَذِکْرِیْ عَنْ مَسْأَلَتِیْ اَعْطَیْتُهُ اَفْضَلَ مَآ اُعْطِی السَّآئِلِیْنَ» (رواہ الترمذی: باب ماجاء کیف کانت قراءۃ النبی [قال الالبانی ضعیف])

''اللہ رب العزت فرماتے ہیں جسے قرآن پاک کی تلاوت اور میرے ذکر نے مجھ سے مانگنے سے روکے رکھا میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ عطا کروں گا۔''

«عَنْ عُمَرَبْنِ الخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ» (رواہ مسلم: کتاب الصلوۃ، باب فضل من یقوم بالقران)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کو جو اس پر عمل کریں گی بامِ عروج پر پہنچائے گا اور بہت سی قوموں کو جو اس کو چھوڑ دیں گی انہیں ذلیل کر دے گا۔''

ذکر کی فضیلت:

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَنَا مَعَ عَبْدِیْ حَیْثُمَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ» (رواہ البخاری: کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ لاتحرک بہ لسانک الخ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں، وہ جہاں کہیں بھی میرا ذکر کرے اور جب اس کے ہونٹ میرے ذکر میں حرکت کریں۔''

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِیْئَةً نُکِتَتْ فِیْ قَلْبِهٖ نُکْتَةٌ سَوْدَآءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَإِنْ عَادَ زِیْدَ فِیْهَا حَتّٰی تَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ {کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ}» (رواہ الترمذی: کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ (ویل للمطففین) [حسن])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: آدمی جب بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک کالا نکتہ لگا دیا جاتا ہے جب وہ بے چین ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے تو اس کے دل کو پالش کر دیا جاتا ہے اور اگر پھر وہ گناہ کرتا ہے تو وہ نکتہ بڑھا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر غالب آ جاتا ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ (ہرگز نہیں بلکہ جو وہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے)۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةً وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللهِ مِنْ ذِكْرِ اللهِ»

(صحیح الترغیب للألبانی:۱۴۹۵[حسن])

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ فرمایا: کرتے تھے ہر چیز کی پالش ہوتی ہے دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے ذکر سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی دعا:

«أَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ»

(رواہ أبو داؤد: کتاب الصلاۃ، باب فی الإستغفار[صحیح])

''الٰہی! اپنے ذکر، شکر اور بہترین طریقے سے عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔''

مسائل

۱۔ مسلمان کو قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ۲۔ نماز کو اس کے آداب اور تقاضوں کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔
۳۔ نماز انسان کو برائی اور بے حیائی سے بچاتی ہے۔ ۴۔ نماز اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا ذکر ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو لوگ عمل کرتے ہیں۔ ۶۔ ''اللہ'' کا ذکر بڑی نیکی ہے۔

تفسیر بالقرآن

نماز کے فوائد:

۱۔ وہ لوگ جو کتاب اللہ پر کاربند رہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے۔(الاعراف:۱۷۰)
۲۔ اگر لوگ توبہ کریں اور نماز قائم کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔(التوبہ:۵)
۳۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔(العنکبوت:۴۵)
۴۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی ان پر کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا۔(البقرۃ:۲۷۷)
۵۔ اے ایمان والو! نماز اور صبر کے ساتھ مدد طلب کرو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔(البقرۃ:۱۵۳)
۶۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے جنت کے وارث ہوں گے۔(المومنون:۹۔۱۰)
۷۔ جو لوگ اللہ کی خوشنودی کیلئے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔(الرعد:۲۲)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَا	تُجَادِلُوْٓا	اَهْلَ الْكِتٰبِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ	هِيَ
اور نہ	تم جھگڑو	اہل کتاب سے	مگر	ساتھ اس کے	جو
اَحْسَنُ ۚ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	وَقُوْلُوْٓا	اٰمَنَّا
بہت بہتر ہے	مگر	وہ لوگ	جنہوں نے ظلم کیا	ان میں سے	اور تم کہو	ہم ایمان لائے
بِالَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	اِلَيْنَا	وَاُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	وَاِلٰهُنَا	وَاِلٰهُكُمْ
ساتھ اس کے	نازل کی گئی	ہماری طرف	اور نازل کی گئی	تمہاری طرف	اور ہمارا معبود	اور تمہارا معبود
وَاحِدٌ	وَّنَحْنُ	لَهٗ	مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾		
ایک ہے	اور ہم	اسی کے لیے	فرماں بردار ہیں		

''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر نہایت عمدہ طریقہ کے ساتھ سوائے اُن لوگوں کے جو اُن میں ظالم ہیں اور اُن سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس چیز پر جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اُس چیز پر جو تمہاری طرف بھیجی گئی، ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔'' (۴۶)

فہم القرآن

ربط کلام: کفار اور مشرکین مکہ کے ساتھ اکثر اہل کتاب بھی نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے پر اتر آتے۔ اس لیے اہل کتاب کے بارے میں آپ ﷺ کو خصوصی ہدایت دی گئی ہے۔

اے نبی ﷺ اور مسلمانوں! اگر تمہارے ساتھ اہل کتاب بحث وتکرار اور جھگڑا کرنے پر اُتر آئیں تو تمہیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ ان سے بحث وتکرار سے بچا جائے اگر تکرار کی صورت ناگزیر ہو تو دلائل کی روشنی میں اچھے انداز میں بحث کرو، کیونکہ اہل کتاب جنہوں نے کفر وشرک کا روّیہ اختیار کر رکھا ہے وہ بحث وتکرار کے ذریعے تمہیں الجھانا چاہتے ہیں درحقیقت یہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں، انہیں یہی کہنا کافی ہے کہ تم مانو یا نہ مانو ہم تو اُس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمہاری طرف نازل ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں یعنی جو کچھ ہم کہتے اور کرتے ہیں وہ اسی الٰہ کے حکم کے مطابق ہے، سمجھانا مقصود یہ ہے کہ جب ہم سب ایک الٰہ کے ماننے والے ہیں تو ہمیں آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیے اسی بات کی دوسرے انداز میں اہل کتاب کو یوں دعوت دی گئی ہے تاکہ شرک کے مقابلے میں توحید کے ماننے والے ایک ہو جائیں۔

{ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ } (آل عمران: ۶۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آپ فرمادیں کہ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے نہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت کریں اور نہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ اور نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب بنائیں پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو آپ فرمادیں کہ گواہ رہنا ہم تو ماننے والے ہیں۔''

{ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾ } (البقرۃ:۱۶۳)

''تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے' اس رحم کرنے والے اور بڑے مہربان کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔

مسائل

۱۔ اہل کتاب سے بحث کرنا ناگزیر ہو تو اچھے انداز میں بحث کرنا چاہیے۔

۲۔ مسلمان وہ ہے جو قرآن مجید اور پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے۔

۳۔ مسلمانوں اور اہلِ کتاب کا حقیقتاً ایک ہی ''الٰہ'' ہے جس کی سب کو تابعداری کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

سب کا ایک ہی ''الٰہ'' ہے:

۱۔ ''الٰہ'' ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ (البقرۃ: ۱۶۳)

۲۔ ''الٰہ'' تمہارا ایک ہے لیکن آخرت کے منکر نہیں مانتے۔ (النحل: ۲۲)

۳۔ آپ ﷺ فرمادیں میں تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے۔ (الکہف: ۱۱۰)

۴۔ آپ ﷺ فرمادیں میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا الٰہ صرف ایک ہی ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۸)

۵۔ تمہارا صرف ایک ہی الٰہ ہے اسی کے تابع ہو جاؤ۔ (الحج: ۳۴)

۶۔ ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ صرف ایک ہی ہے ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (العنکبوت: ۴۶)

۷۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے جو میں تلاش کروں۔ (الاعراف: ۱۴۰)

۸۔ یقیناً ''اللہ'' ہی ایک الٰہ ہے وہ اولاد سے پاک ہے آسمان و زمین کی ہر چیز اسی کے لیے ہے (النساء۔ ۱۷۱)

۹۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور وہ اکیلا ہے۔ (المائدۃ: ۷۳)

۱۰۔ تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے وہ بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ (البقرۃ: ۱۶۳)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَذٰلِكَ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	الْكِتٰبَ ؕ	فَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ	الْكِتٰبَ
اور اسی طرح	ہم نے نازل کی	آپ کی طرف	کتاب	پس وہ لوگ	ہم نے دی انہیں	کتاب

يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ ۚ	وَمِنْ	هٰٓؤُلَآءِ	مَنْ	يُّؤْمِنُ	بِهٖ ؕ
وہ ایمان لاتے ہیں	اس کے ساتھ	اور بعض	ان سے	جو	ایمان لاتے ہیں	اس کے ساتھ

وَمَا	يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ	اِلَّا	الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾
اور نہیں انکار کرتے	ہماری آیات کا	مگر	کافر لوگ	

''ہم نے اسی طرح آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے، جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اِن لوگوں میں سے بھی بعض لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔'' (۴۷)

فہم القرآن

ربط کلام: جس طرح اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور اور صحفِ ابراہیم نازل کیے اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صحفِ ابراہیم، تورات، زبور اور انجیل میں یہ بات بھی بیان فرمائی کہ تمام انبیاء کے آخر میں حضرت محمد ﷺ خاتم المرسلین کے طور پر مبعوث کیے جائیں گے اور ان پر قرآن نازل کیا جائے گا۔ جس کا تذکرہ یوں کیا جا رہا ہے کہ اسی طرح ہم نے آپ ﷺ کی طرف قرآن مجید نازل کیا جن لوگوں کو ہم نے آپ سے پہلے کتاب دی وہ اُس پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور وہی لوگ قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں اور اہل مکہ میں بھی قرآن مجید پر ایمان لانے والے ہیں۔ حقائق جاننے اور ٹھوس دلائل آنے کے باوجود ہماری آیات کے ساتھ صرف کافر لوگ ہی جھگڑا کیا کرتے ہیں۔ پہلی کتابوں پر ایمان لانے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہیں انہیں تسلیم کرنے کے باوجود سب کے لیے قابلِ اتباع صرف قرآن مجید ہے کیونکہ یہ سب سے آخری آسمانی کتاب ہے۔

ایمان کی مبادیات اور ان کا مرکزی تقاضا:

«عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ» (رواہ مسلم: باب مَعْرِفَةِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک آدمی سفید کپڑوں میں ملبوس سیاہ بالوں والا جس پر سفر کے کوئی آثار نہیں تھے اور ہم سے کوئی اُسے پہچانتا نہیں تھا وہ آکر نبی ﷺ کے سامنے دوزانوں ہوکر بیٹھ گیا اور اپنی ہتھیلیوں کو اپنی رانوں پر رکھتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ مجھے ایمان کے متعلق بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ پر، اُس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اُس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر، اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لائے۔''

«عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ»

(رواہ سنن ترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِي الإِيمَانِ بِالقَدَرِ خَيرِهِ وَشرِهِ [صحیح])

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہیں لاتا اور اس بات پر یقین نہیں کرلیتا کہ جو اس کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے اس سے وہ چوکنے والا نہیں ہے اور جو اس کے نصیب میں نہیں لکھا گیا وہ اسے کسی طرح سے بھی حاصل نہیں کرسکتا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آسمانی کتابیں نازل فرمائیں اسی طرح نبی اکرم ﷺ پر قرآن نازل کیا ہے۔

۲۔ پہلی کتابوں پر صحیح ایمان رکھنے والے لوگ قرآن مجید پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ صرف کافر ہی جھگڑا کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

پہلی آسمانی کتابوں اور قرآن مجید پر ایمان لانا فرض ہے:

۱۔ قرآنِ مجید اور پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان لانا چاہیے۔ (البقرۃ:۴)

۲۔ اللہ اور کتب سماوی پر ایمان لانا فرض ہے۔ (البقرۃ:۱۳۶)

۳۔ اللہ، ملائکہ، اللہ کی کتابوں، اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا نام مسلمان ہے۔ (البقرۃ:۲۸۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَمَا	كُنْتَ	تَتْلُوْا	مِنْ قَبْلِهٖ	مِنْ	كِتٰبٍ	وَّلَا	تَخُطُّهٗ
اور نہیں تھے آپ	پڑھتے	اس سے پہلے	سے	کتاب		اور نہ	آپ اسے لکھتے تھے

بِيَمِيْنِكَ	اِذًا	لَّارْتَابَ	الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾	بَلْ	هُوَ
اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ	تب	البتہ شک کرتے	باطل پرست	بلکہ	وہ

اٰيٰتٌۢ	بَيِّنٰتٌ	فِيْ	صُدُوْرِ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ ؕ
آیات ہیں	واضح	میں	سینوں	جولوگ	دیے گئے	علم

وَمَا	يَجْحَدُ	بِاٰيٰتِنَآ	اِلَّا	الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾
اور نہیں	انکار کرتے	ہماری آیات کا	مگر	ظالم

''اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو باطل پرست لوگ شک میں پڑ جاتے۔(۴۸) یہ تو روشن دلائل ہیں اُن لوگوں کے دلوں کے لیے جنہیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار صرف ظالم ہی کیا کرتے ہیں۔''(۴۹)

فہم القرآن

ربط کلام: قرآن مجید کی صداقت اور نبی اکرم ﷺ کی نبوّت کے مزید ثبوت۔

سب سے پہلے قرآن مجید کا انکار کرنے والے اہل مکہ تھے، جن کا ایک الزام یہ تھا کہ محمد ﷺ اپنی طرف سے آیات بنا کر اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگاتا ہے جس کی درجنوں دلائل کے ساتھ نفی کی گئی ہے جن میں دو دلائل یہ ہیں کہ سوچو اور غور کرو کہ محمد ﷺ اس سے پہلے نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ سکتے تھے اگر محمد ﷺ پہلے سے لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو پھر تمہیں اس کی نبوّت میں ضرور شک ہوسکتا تھا کہ پڑھا لکھا انسان تھا اپنی صلاحیّت کی بنیاد پر ایک کتاب بنا لایا ہے۔ نبی ﷺ کی حالت یہ ہے کہ نہ آپ نے کسی کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیے اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی سے لکھنا سیکھا پھر لوگوں کو کس بنیاد پر شک ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن مجید کسی سے پڑھ لیا ہے یا اپنی طرف سے لکھ لیا ہے؟ یہاں اس بات کا بھی اشارہ دیا گیا ہے کہ انسان کو بائیں کی بجائے دائیں ہاتھ کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ دائیں ہاتھ کا اس لئے نام لیا ہے کہ اکثر لوگ دائیں ہاتھ کے ساتھ لکھتے ہیں۔

حقیقتاً اس ارشاد کا روئے سخن منکرینِ قرآن کی طرف ہے لیکن بات کی اہمیت کے پیشِ نظر اور نبی اکرم ﷺ کو تسلی دینے کے لیے آپ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کو غمگین اور دلبرداشتہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی آپ کی توجہ ان کے بے ہودہ الزام کی طرف ہونی چاہیے کیونکہ آپ تو اس سے پہلے نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ باطل پرست لوگ کسی دلیل کی بنیاد پر الزام نہیں لگاتے بلکہ حقیقت میں یہ ظالم اور بے انصاف لوگ ہیں جو بلا دلیل اور خواہ مخواہ ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں ہماری آیات پر وہ لوگ ضرور ایمان لاتے ہیں جن کو حقیقی علم سے آگہی بخشی گئی ہے۔

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے ذوالقعدہ میں عمرہ ادا کرنا چاہا، لیکن مکہ والوں نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا بالآخران سے طے ہوا کہ آپ آئندہ سال آئیں گے اور مکہ مکرمہ میں صرف تین دن قیام کریں گے۔ جب کفّار نے صلح نامہ تحریر کرنا چاہا تو آپ نے یوں تحریر لکھوائی، کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔ ((فَقَالُوا لَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ مَا مَنَعْنَاكَ، لَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ أَنَا رَسُولُ اللهِ، وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ امْحُ رَسُولُ اللهِ، قَالَ لاَ وَاللهِ لاَ أَمْحُوكَ أَبَدًا، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الكِتَابَ، فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ)) انہوں نے اعتراض کیا کہ ہم آپ کی رسالت تسلیم نہیں کرتے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول تسلیم کرتے تو آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے آپ تو بس محمد بن عبداللہ ہیں کہ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رسول اللہ کے الفاظ مٹا دے انہوں نے عرض کی نہیں اللہ کی قسم! میں ہرگز ان الفاظ کو نہیں مٹاؤں گا۔ رسولِ معظم ﷺ نے قلم پکڑا، جبکہ آپ بہتر انداز میں لکھ نہیں سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ تحریر کیا کہ یہ معاہدہ محمد بن عبداللہ نے کیا ہے۔'' (رواہ البخاری: باب کَیفَ یکْتَبُ ہٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ)

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ لکھنا، پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

۲۔ باطل پرست اور ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

۳۔ علم کی حقیقت سے آشنا لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' کی آیات کا کون لوگ انکار کرتے ہیں:

۱۔ فاسق لوگ ''اللہ'' کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ (البقرۃ:۹۹)

۲۔ قرآن مجید میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کی گئی مگر ناشکرے لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ (الکہف:۵۴)

۳۔ ''اللہ'' کی آیات کا انکار کرنے کا بدلہ آخرت میں آگ کا گھر ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ:۲۸)

۴۔ کیا تم باطل کے ساتھ ایمان لاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہو؟ (النحل:۷۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَقَالُوْا	لَوْلَآ	اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	اٰيٰتٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ
اور کہا انہوں نے	کیوں نہیں	اتارے گئے	اس پر	معجزے	سے	اس کے رب کی طرف

قُلْ	اِنَّمَا الْاٰيٰتُ	عِنْدَ اللّٰهِ ؕ	وَاِنَّمَآ اَنَا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾
فرما دیجیے	معجزے تو صرف	اللہ کے پاس ہیں	اور میں تو صرف	ڈرانے والا ہوں	واضح

اَوَلَمْ	يَكْفِهِمْ	اَنَّآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	يُتْلٰى
کیا نہیں	کافی ہے انہیں	کہ بے شک ہم	نے نازل کی	آپ پر	کتاب	وہ پڑھی جاتی ہے

عَلَيْهِمْ ؕ	اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَرَحْمَةً	وَّذِكْرٰى	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع
ان پر	یقیناً	اس میں	ضرور رحمت	اور نصیحت ہے	ایسی قوم کے لیے	جو ایمان لاتی ہے

ع ۱۱

''وہ کہتے ہیں کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں۔ فرما دیں کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں تو صرف واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔ (۵۰) کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں ان لوگوں کے لیے رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (۵۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن مجید عظیم ترین کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کے لیے رحمت اور نصیحت بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو درجنوں معجزات عنایت فرمائے لیکن ظالم لوگ معجزات دیکھنے کے باوجود یہی کہتے اور مطالبہ کرتے رہے کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانی کیوں نازل نہیں کی جاتی۔ اس کا اس موقع پر صرف یہ جواب دیا گیا کہ اے نبی ﷺ بے انصاف لوگوں کو یہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو لاتعداد نشانیاں اور معجزات موجود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر سوال کے جواب میں نشانی پیش کرنے کے لیے نہیں بھیجا اور نہ ہی میرے پاس یہ اختیار ہے کہ جب چاہوں تمہارے سامنے کوئی معجزہ پیش کر دوں، نشانی اور معجزہ دینے اور دکھلانے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ جب چاہتا ہے مجھے عطا فرماتا ہے۔ مجھے مبعوث فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ میں لوگوں کو واضح انداز اور کھلے الفاظ میں ان کی برائیوں کے انجام سے آگاہ کروں۔ حق کے مخالف لوگ آئے روز نئے سے نئے معجزے کا مطالبہ کرتے ہیں کیا ان کو قرآن مجید کی صورت میں معجزہ کافی نہیں ہے جس کی آیات ان کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان میں جو حقائق بیان اور پیشین گوئیاں کی جاتی ہیں ان میں کچھ پوری ہو چکی ہیں باقی ان کی زندگی اور آخرت میں پوری ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید ایسا معجزہ ہے جس کی کوئی نظیر پیش نہیں کر سکتا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور نصیحت ہے مگر ان لوگوں کے لیے جو اس کی نصیحت پر ایمان لاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی غم وحزن میں مبتلا ہو وہ کہے (اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَداً مِنْ خَلْقِكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلاَءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي) (رواہ احمد: مسند عبداللہ بن مسعود [حسن لغیرہ]) اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں تیرے بندے کا بیٹا ہوں تیری بندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے تیرا حکم مجھ پر نافذ ہوتا ہے تیرے فیصلوں میں عدل وانصاف پایا جاتا ہے میں تیرے ہر اُس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لیے خاص کیے یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلائے یا اپنی کتاب میں نازل فرمائے یا علمِ غیب کے مطابق اُن کا انتخاب فرمایا: اے اللہ! قرآن کو میرے دل کی بہار اور سینے کی روشنی اور غموں اور پریشانیوں کو دور کرنے کا سبب بنا دے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس کے غم اور پریشانیاں ختم کر دیتا ہے اور اُسے اُن سے نجات عطا کرتا ہے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم اِسے سیکھ نہ لیں آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں ہر سننے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اِسے یاد کرے۔‘‘

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ بُرے لوگوں کو ان کی بُرائی کے انجام سے ڈرانے والے تھے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید عظیم اور بے نظیر معجزہ ہے۔
۳۔ ایمان لانے والوں کے لیے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نصیحت ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصافِ حمیدہ کی ایک جھلک:

۱۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔(البقرۃ:۲) ۲۔ قرآن مجید کی آیات محکم ہیں۔(ھود:۱)
۳۔ قرآن مجید برہان اور نورِ مبین ہے۔(النساء:۱۷۴) ۴۔ قرآن کریم لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔(البقرۃ:۱۸۵)
۵۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔(آل عمران:۱۳۸) ۶۔ قرآن مجید کی آیات واضح ہیں۔(یوسف:۱)
۷۔ جن وانس مل کر قرآن کی ایک سورۃ بھی نہیں بنا سکتے۔(بنی اسرائیل:۸۸) ۸۔ قرآن مجید دلوں کے لیے شفا ہے۔(یونس:۵۷)
۹۔ ہم نے قرآن کو نازل کیا جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔(بنی اسرائیل:۸۲)
۱۰۔ ہم ہی قرآن مجید کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(الحجر:۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْ	كَفٰى	بِاللّٰهِ	بَيْنِيْ	وَ بَيْنَكُمْ	شَهِيْدًا ۚ
فرمادیجیے	کافی ہے	اللہ	میرے درمیان	اورتمہارے درمیان	گواہ
يَعْلَمُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
وہ جانتا ہے	جو ہے	میں	آسمانوں	اورزمین	اوروہ لوگ	جوایمان لائے
بِالْبَاطِلِ	وَ كَفَرُوْا	بِاللّٰهِ ۙ	اُولٰٓئِكَ هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾
باطل پر	اورانہوں نے کفرکیا	اللہ کے ساتھ	وہی لوگ	خسارہ پانے والے ہیں

''فرمادیں کہ میرے اورتمہارے درمیان ''اللہ'' ہی گواہ کافی ہے وہ جانتا ہے جو آسمانوں اورزمین میں ہے جولوگ باطل کو مانتے ہیں اوراللہ سے کفرکرتے ہیں وہی نقصان پانے والے ہیں۔'' (۵۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: منکرینِ نبوّت کوایک اورجواب۔

منکرینِ نبوّت کے پے درپے مطالبات پورے کردیئے گئے اوران کے ہرسوال کا مدلل جواب دیا گیااوروہ اس کے مقابلے میں لاجواب ہوئے مگراس کے باوجودمطالبہ کرتے کہ اے نبی ﷺ آپ کی نبوت کی تائید میں فلاں قسم کا معجزہ نازل کیوں نہیں ہوتا ایسے لوگوں کو بالآخر یہ جواب دیا گیا کہ تمہارے پاس دیگرمعجزات کے ساتھ قرآن مجید جیساعظیم اورزندہ جاوید معجزہ آچکا ہے لیکن پھربھی تم ایمان لانے کے لیے تیارنہیں ہو۔اب میرے اورتمہارے درمیان ''اللہ'' ہی گواہ ہے اوروہ ٹھیک، ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے جو نہ صرف تمہاری نیتوں کو جانتا ہے بلکہ زمین وآسمانوں کی ہرچیز سے اچھی طرح واقف ہے۔اس کا فرمان ہے کہ جو باطل کو مانتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کے فرمان کا انکارکرتے ہیں وہ بالآخرنقصان پائیں گے۔اس فرمان میں باطل پرستوں کودائمی اورلامحدودنقصان سے آگاہ کرنے کے ساتھ یہ سمجھایا ہے کہ اگرتم ٹھوس دلائل اورواضح حقائق کونہیں مانتے تومیرے ساتھ الجھنے کی بجائے تم اپنا کام کرومیری تائید کے لیے میرے رب کی گواہی کافی ہے۔ایسے موقعہ پر آپ ﷺ کو درج ذیل آیت پڑھنے اوراس پرمضبوط عقیدہ رکھنے کی تلقین فرمائی گئی کیونکہ جسے ''اللہ'' کا سہارا حاصل ہو جائے وہی کامیاب ہوگا، ہرمبلغ اورمسلمان کے لیے یہی آخری سہارہ اوربیش بہاسرمایہ ہے۔

{فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾}

(التوبہ:۱۲۹)

''پھراگروہ منہ موڑیں توفرمادیں مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبودنہیں میں نے اسی پربھروسہ کیااوروہی عرش عظیم کارب ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ	بِالْعَذَابِ ؕ	وَ لَوْ لَآ	اَجَلٌ مُّسَمًّى	لَّجَآءَهُمُ	الْعَذَابُ ؕ	
اور وہ جلدی مانگتے ہیں	آپ سے عذاب کو	اور اگر نہ ہوتا	وقتِ مقرر	ضرور آ جاتا ان کے پاس	عذاب	
وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ	بَغْتَةً	وَّ هُمْ	لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾	يَسْتَعْجِلُوْنَكَ		
اور وہ ضرور ان کے پاس آئے گا	اچانک	حالانکہ وہ	شعور نہیں رکھتے	وہ جلدی مانگتے ہیں آپ سے		
بِالْعَذَابِ ؕ	وَ اِنَّ	جَهَنَّمَ	لَمُحِيْطَةٌ ۙ	بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾	يَوْمَ	
عذاب کو	اور بلاشبہ	جہنم	ضرور گھیرنے والی ہے	کافروں کو	اس دن	
يَغْشٰىهُمُ	الْعَذَابُ	مِنْ	فَوْقِهِمْ	وَ مِنْ	تَحْتِ	
ان کو ڈھانپ لے گا	عذاب	سے	ان کے اوپر	اور سے	نیچے	
اَرْجُلِهِمْ	وَ يَقُوْلُ	ذُوْقُوْا	مَا كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾		
ان کے پاؤں کے	اور وہ فرمائے گا	چکھو تم	جو تم تھے	عمل کرتے		

''یہ آپ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اگر عذاب کا ایک وقت مقرر نہ کیا گیا ہوتا تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا عذاب یقیناً اپنے وقت پر اچانک آئے گا جس کی انہیں خبر نہیں ہوگی۔ (۵۳) یہ آپ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ جہنم کافروں کو گھیرے میں لے گی۔ (۵۴) اُس دن عذاب انہیں اوپر، نیچے سے ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب اپنے ان اعمال کا مزہ چکھو جو تم کیا کرتے تھے۔'' (۵۵)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی معظم ﷺ سے دیگر معجزات مانگنے کے ساتھ کفار یہ بھی مطالبہ کرتے تھے کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے اور دھمکاتے رہتے ہو وہ آتا کیوں نہیں؟

جواباً فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں لیکن انہیں بتلائیں کہ عذاب کا ایک وقت مقرر ہے وہ کسی کے جلدی کرنے سے اپنے وقت سے پہلے نازل نہیں ہوتا البتہ جب نازل ہوتا ہے تو اس قدر اچانک نازل ہوتا ہے کہ کوئی بھاگنا چاہے تو بھاگ نہ سکے اور کوئی بچنا چاہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔

جس عذاب کا یہ لوگ بار بار مطالبہ کرتے ہیں انہیں بتلائیں کہ ''اللہ تعالیٰ'' چاہے گا تو اس کا عذاب تمہیں دنیا میں ہی آ لے گا اگر انہیں یقین نہیں آ رہا تو عاد، ثمود اور قوم لوط کی بستیاں دیکھیں کہ عذاب کا مطالبہ کرنے والوں کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی رسّی دنیا میں ڈھیلی کر رکھی ہے لیکن جہنم تو بہر حال کفار کا انتظار کر رہی ہے جو ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی اور اُوپر سے جہنّم کے ملائکہ انہیں جھڑکیاں دیتے ہوئے کہیں گے کہ جس عذاب کا تم مطالبہ کیا کرتے تھے یہ وہی ہے لہٰذا اس کا مزہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چکھو اب اس سے کبھی نکل نہیں پاؤ گے، انہیں جان لینا چاہیے کہ جہنم کا عذاب ان سے زیادہ دور نہیں ہے۔

{ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝ } (الزمر:۱۶)

''اُن کے اُوپر اور نیچے سے آگ چھائی ہوگی یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس اے میرے بندو میرے عذاب سے بچو۔''

{ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ }

(ھمزہ:۶تا۹)

''اللہ'' کی آگ خوب بھڑکائی ہوئی ہے جو دلوں پر چڑھ جائے گی وہ اُن پر ہر طرف سے بند کر دی جائے گی اور اونچے ستونوں میں ہوگی۔''

«عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ» (رواہ مسلم: باب فی شدۃ حر النار)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی گرامی ﷺ نے فرمایا: جہنم کی آگ نے بعض لوگوں کو ٹخنوں تک، بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک گھیرا ہوگا اور بعض کی گردنوں تک پہنچی ہوگی۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ سے کفار بار بار عذاب لانے کا مطالبہ کرتے تھے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب جب آتا ہے تو اچانک آیا کرتا ہے۔ ۳۔ جہنم کفار کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی گرفت اور عذاب کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جو اپنے وقت سے پہلے نازل نہیں ہوتا۔

تفسیر بالقرآن

جہنّم کے عذاب کا ایک منظر:

۱۔ جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ (البقرۃ:۲۴) ۲۔ جہنم پر سخت گیر فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ (التحریم:۶)
۳۔ مجرم جہنم کے گرجنے برسنے کی آوازیں سنیں گے۔ (الفرقان:۱۲) ۴۔ جہنم کی آگ بہت زیادہ تیز ہوگی۔ (التوبۃ:۸۱)
۵۔ جہنم بھرنے کا نام نہیں لے گی۔ (ق:۳۰) ۶۔ جہنم کے شعلے بڑے بڑے مکانوں کی طرح بلند ہوں گے۔ (المرسلٰت:۳۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰعِبَادِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ	اَرْضِيْ	وَاسِعَةٌ
اے میرے بندو	جولوگ	وہ ایمان لائے	بلاشبہ	میری زمین	وسیع ہے
فَاِيَّايَ	فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾	كُلُّ	نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ	الْمَوْتِ ثُمَّ
لہٰذا میری ہی	تم عبادت کرو	ہر	نفس	چکھنے والا ہے	موت
اِلَيْنَا	تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾				
ہماری ہی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے				

''اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین بہت وسیع ہے پس تم میری ہی عبادت کرتے رہو۔(۵۶) ہر شخص کو موت کا مزا چکھنا ہے پھر ہماری طرف ہی لوٹائے جاؤ گے۔''(۵۷)

فہم القرآن

ربط کلام: کفّار کو جہنّم کے عذاب کا نقشہ پیش کرنے کے بعد مومنوں کو ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ مومنوں دنیا کی تکلیفیں تو معمولی اور عارضی ہیں اگر جہنّم کی تکلیفوں سے بچنا چاہتے ہو تو اپنا ایمان بچا کر ہجرت کر جاؤ۔

ہجرت کرنے والوں کو یہ حکم دیتے ہوئے تسلی دی گئی ہے کہ یہ نہ سوچو کہ گھر بار چھوڑ کر جائیں تو کدھر جائیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ''اللہ'' کی زمین بڑی وسیع ہے تمہاری زندگی کا مقصد ''اللہ'' کی عبادت اور اس کی غلامی کرنا ہے۔ اس لیے اپنے مقصدِ حیات کو سامنے رکھو اور اس کے لیے ہجرت کر جاؤ اور اپنے رب کی غلامی میں زندگی بسر کرو۔ اگر تمہیں کسی قسم کے نقصان کا خطرہ ہے تو اس بات پر غور کرو کہ بالآخر تمہاری زندگی نے بھی ایک دن ختم ہونا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کی موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ نیک ہو یا بد موت سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا سب نے ہمارے حضور پیش ہونا ہے۔ یہاں ظالموں کو ان کے ظلم کی پوری سزا دی جائے گی اور نیکو کاروں کو ان کی نیکیوں اور قربانیوں کا پورا پورا صلہ دیا جائے گا۔

«عن عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلِأُبَايِعَكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ مَا لَكَ يَا عَمْرُو قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ بِمَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِي قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ» (رواہ مسلم: باب قول اللہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین)

''حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اپنا دایاں ہاتھ آگے کیجئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں جب آپ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے فرمایا تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا آپ پوچھتے ہیں اے عمرو! کیا ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کے ساتھ بیعت کرتا ہوں ارشاد ہوا کہ وہ کونسی شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے گناہ معاف کر دیے جائیں۔ فرمایا عمرو تو نہیں جانتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام یقیناً پہلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے؟ اسی طرح ہجرت کرنے سے پہلے کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور یقیناً حج سے بھی سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

«عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعًا وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا إِلٰى هٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ فَقَالَ هٰذَا الْإِنْسَانُ وَهٰذَا أَجَلُهُ مُحِيْطٌ بِهِ وَهٰذَا الَّذِيْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهُ وَهٰذِهِ الْخُطُوْطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَإِنْ اَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَسَهُ هٰذَا وَإِنْ اَخْطَأَهُ هٰذَا نَهَسَهُ هٰذَا»

(رواہ البخاری: باب فی الامل وطولہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ ایک چوکور خط کھینچا اور وسطی خط کے درمیان سے کچھ لکیریں کھینچی ایک لکیر درمیان سے مربع شکل سے باہر نکلنے والی کھینچی اور فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ مربع اس کی موت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے اور جو لکیر باہر نکل رہی ہے، وہ اس کی حرص ہے یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں آفات و بیماریاں ہیں اگر ایک سے محفوظ رہا تو دوسری اسے آلے گی اگر یہ بھی خطا کر جائے' تو تیسری آفت اسے نشانہ بنالے گی۔''

مسائل

۱۔ جہاں ایمان بچانا مشکل ہو وہاں سے ہجرت کر جانا چاہیے۔ ۲۔ ''اللہ'' کی زمین بہت ہی وسیع و عریض ہے۔
۳۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ۴۔ ہر نفس نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر کسی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے:

۱۔ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ (الانبیاء: ۳۵) ۲۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ (آلِ عمران: ۱۴۵)
۳۔ موت کی جگہ متعین ہے۔ (آلِ عمران: ۱۵۴) ۴۔ موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ (آلِ عمران: ۱۶۸)
۵۔ موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ (النساء: ۷۸) ۶۔ قلعہ بند ہونے والے کو بھی موت آئے گی۔ (النساء: ۷۸)
۷۔ اے نبی آپ کو بھی موت آنا ہے اور آپ کے مخالفوں نے بھی مرنا ہے۔ (الزمر: ۳۰)
۸۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب نے فنا ہو جانا ہے۔ (الرحمٰن: ۲۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَنُبَوِّئَنَّهُمْ	مِّنَ الْجَنَّةِ
اور وہ لوگ	جو ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	ہم انہیں ضرور جگہ دیں گے	جنّت سے

غُرَفًا	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ؕ	نِعْمَ
بالاخانے	بہتی ہوں گی	ان کے نیچے سے	نہریں	وہ ہمیشہ رہیں گے	اس میں	بہت اچھا

اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ ۝۵۸	الَّذِيْنَ	صَبَرُوْا	وَعَلٰى	رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۵۹
اجر ہے	عمل کرنے والوں کا	وہ لوگ جنہوں نے	صبر کیا	اور پر	اپنے رب	وہ توکل کرتے ہیں

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں ہم جنت کے بلند و بالا محلات میں رکھیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے عمل کرنے والوں کے لیے یہ بہتر اجر ہے۔(۵۸) وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔''(۵۹)

فہم القرآن

ربط کلام: موت کا معنیٰ کلیتاً ملیا میٹ ہونا نہیں یہ تو ''اللہ'' کے حضور پیش ہونے کا ذریعہ ہے وہاں نیک لوگوں کو بڑے، بڑے انعامات سے نوازا جائے گا۔

موت ہر کسی کو آنی ہے لیکن جو اپنے ایمان کی خاطر کسی چیز کو خاطر میں نہ لایا اور صالح عمل کرتا رہا، اللہ تعالیٰ اسے ضرور، ضرور جنت کے محلات میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی، جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے ان کے لیے بہترین اجر ہوگا کیونکہ وہ دنیا کے نقصانات اور ہر قسم کی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے اپنے رب پر اعتماد کرتے رہے۔ صبر کا معنیٰ تکلیف کے وقت حوصلہ کرنا اور مستقل مزاجی کے ساتھ حق بات پر قائم رہنا ہے۔ توکل کا معنیٰ ہے کہ مشکل ترین حالات میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کی مدد پر بھروسہ کرنا ہے۔

جنّت کی ایک جھلک:

«وَلَوْ اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْ نِّسَآءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَضَآءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا يَعْنِي الْخِمَارَ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا»

(رواہ البخاری: باب صفة الجنة والنار)

''اگر اہل جنت کی عورتوں سے کوئی زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق و مغرب اور جو کچھ اس میں ہے وہ روشن اور معطر ہو جائے۔ اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سے قیمتی ہے۔''

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ الَّتِي وُلِدَ فِيهَا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ ! أَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ : إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ قَالَ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ» (رواه البخاری: کتاب الجهاد والسیر)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ و رسول پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے اسے جنت میں داخل کرنا اللہ پر حق ہے اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یا اپنی جنم دھرتی میں بیٹھا رہا۔ صحابہ نے عرض کی اللہ کے رسول! کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ دیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لیے جنت میں سو درجات بنائے ہیں ہر دو درجے کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ جتنا ہے جب تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو کیونکہ یہ جنت کا وسط اور اعلیٰ مقام ہے راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور وہاں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔''

«عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ» (رواه مسلم: کتاب الزہد والرقائق، باب المؤمن أمره کله خیر)

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے معاملات عجیب ہیں اس کے تمام معاملات میں خیر ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہے اگر اس کو آسانی ملتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یہ اسکے لیے بہتر ہے اگر اسے تکلیف آتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''

مسائل

۱۔ سچا ایمان لانے اور صالح اعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنت عنایت فرمائے گا۔
۲۔ نیک لوگ مشکل کے وقت صبر اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

صبر کا حکم اور اجر:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیا گیا۔ (المعارج: ۵) ۲۔ صبر اہم کاموں میں سے اہم ترین کام ہے۔ (الاحقاف: ۳۵)
۳۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۳) ۴۔ صبر کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ (الحجرات: ۵)
۵۔ صبر کرنے والے کامیاب ہوں گے۔ (المومنون: ۱۱۱) ۶۔ صبر کرنے والے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔ (الزمر: ۱۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَاَيِّنْ	مِّنْ دَآبَّةٍ	لَّا	تَحْمِلُ	رِزْقَهَا ۖ	اَللّٰهُ	يَرْزُقُهَا
اور کتنے ہی	جانوروں سے	نہیں	وہ اٹھائے پھرتے	اپنا رزق	اللہ	انہیں رزق دیتا ہے

وَاِيَّاكُمْ ۚ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ۝۶۰
اور تمہیں بھی	اور وہی	خوب سننے والا	خوب جاننے والا ہے

''کتنے ہی جانور ہیں جو اپنا رزق نہیں اُٹھائے پھرتے، اللہ ہی انہیں اور تمہیں رزق دیتا ہے وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔''(۶۰)

فہم القرآن

ربط کلام: ہجرت کے وقت تین باتیں انسان کو پریشان کرتی ہیں۔

① ۔ جائیں تو کہاں جائیں ② ۔ مال، جان کے نقصان کا اندیشہ ③ ۔ روزی کا فکر

ہجرت کے لیے کدھر جائیں اس کا جواب دیا کہ ''اللہ'' کی زمین بہت وسیع ہے، مالی اور جانی نقصان کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ بالآخر ہر کسی کو موت آنی ہے اور سب کچھ چھوڑ کر آخرت کو سدھارنا ہے، اب روزی کے بارے میں تسلی دی جا رہی ہے کہ ہر انسان بالخصوص ہجرت کرنے والا غور کرے کہ کتنے جانور ہیں جو اپنا رزق جمع نہیں کرتے مگر انہیں بھی ''اللہ تعالیٰ'' رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی عطا کرتا ہے، وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے یعنی وہ تمہارے وطن میں ہی نہیں بلکہ تم جہاں بھی ہوتے ہو تمہارا حال جانتا ہے اور تمہاری دعاؤں کو سنتا ہے۔ رزق کی فراہمی کے بارے اپنے رب کا یہ اصول یاد رکھو کہ زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کا رزق ''اللہ'' کے ذمہ ہے وہ سب کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے مرنے کی جگہ بھی اس کے علم میں ہے اس نے سب کچھ کھلی کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے۔

{ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ } (ھود:۶)

''اور زمین میں کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ اس کی قرارگاہ اور اس کے دفن کیے جانے کی جگہ کو جانتا ہے سب کچھ ایک کھلی کتاب میں درج ہے۔''

«عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا»

(رواہ الترمذی: باب فِی التَّوَکُّلِ عَلَی اللّٰہِ [صحیح])

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اسی طرح رزق دیا جائے جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ خالی پیٹوں کے ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صبح کرتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹوں کے ساتھ لوٹتے ہیں۔''

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ اِعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ» (رواہ الترمذی: باب اعقل وتوکل [حسن])

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! میں سواری کو باندھوں اور توکل کروں یا اسے کھلا چھوڑ دوں اور توکل کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو پھر اللہ پر توکل کرو۔''

«عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَمَّا تَجَلَّى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِمُوْسٰى علیہ السلام كَانَ يَبْصُرُ النَّمْلَةَ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ مَسِيْرَةَ عَشْرَةِ فَرْسَخٍ» (کتاب الشفا بأحوال المصطفی، للقاضی عیاض)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے تجلی فرمائی تو اُس وقت وہ اندھیری رات میں دس فرسخ کے فاصلے سے پتھر پر چلنے والی چیونٹی کو دیکھ رہا تھا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سب کو روزی دینے والا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ سب کو روزی دینے والا ہے:

۱۔ ہم نے زمین میں تمہارے لیے معاش کا سامان بنایا اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی نہیں دیتے۔ (الحجر: ۲۰)

۲۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی رزق کو فراخ اور تنگ کرتا ہے۔ (الزمر: ۵۲)

۳۔ زمین میں ہر قسم کے چوپاؤں کا رزق ''اللہ'' کے ذمہ ہے۔ (ھود: ۶)

۴۔ بے شک اللہ ہی رزق دینے والا ہے۔ (الذاریات: ۵۸) ۵۔ اللہ ہی رزق فراخ کرتا اور کم کرتا ہے۔ (سبا: ۳۹)

۶۔ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے۔ (فاطر: ۳)

۷۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے رزق نہیں مانگتا بلکہ وہ لوگوں کو رزق دیتا ہے۔ (طٰہٰ: ۱۳۲)

۸۔ اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۲) ۹۔ اللہ تعالیٰ مہاجروں کو ضرور اچھا رزق دے گا۔ (الحج: ۵۸)

۱۰۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو کیونکہ ''اللہ'' تمہیں اور انہیں بھی رزق دینے والا ہے۔ (الانعام: ۱۵۱)

۱۱۔ مشرک سے سوال کیا جائے کہ آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے تو کہتا ہے کہ ''اللہ'' ہی رزق دیتا ہے۔ (یونس: ۳۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ
اور اگر	آپ ان سے پوچھیں	کس نے	پیدا کیا	آسمانوں	اور زمین کو
وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ۚ	
اور مسخر کیا ہے	سورج	اور چاند کو	تو وہ ضرور کہیں گے	اللہ (نے)	
فَاَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾	اَللّٰهُ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ
پھر کہاں	وہ پھیرے جاتے ہیں؟	اللہ	وہ کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کے لیے
يَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	وَيَقْدِرُ	لَهٗ ؕ	اِنَّ
وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں	اور وہی تنگ کرتا ہے	اس کے لیے	بلاشبہ
اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَیْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾		
اللہ	ہر	چیز کو	خوب جاننے والا ہے		

''اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔ (۶۱) اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہے تنگ کرتا ہے یقیناً اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' (۶۲)

فہم القرآن

ربط کلام: اے ہجرت کرنے والو! اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو مشرکین سے پوچھ لو کہ رزق دینے والا کون ہے؟ اس کے ساتھ ہی مشرکین سے مزید سوال۔

قرآن مجید لوگوں کو صرف دلائل کی بنیاد پر عقیدہ توحید اور حقائق تسلیم کرنے پر زور نہیں دیتا بلکہ وہ لوگوں کا ضمیر بیدار کرنے کے لیے ان سے استفسار کرتا ہے کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا اور چاند و سورج کو کس نے تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے؟ قرآن مجید مکہ میں نازل ہوا تھا اس لیے سب سے پہلے انہی سے سوال کیا گیا کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں دوسروں کو شریک بنانے والوں! بتاؤ کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے اور تمہارے لیے شمس و قمر کو کس نے مسخر کر رکھا ہے؟ توحید انسان کی فطرت کی آواز ہے اور یہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے اس لیے مشرکین مکہ بے ساختہ جواب دیتے کہ انہیں صرف ایک ''اللہ'' ہی نے پیدا کیا ہے اس اقرار پر انہیں جھنجھوڑا گیا ہے کہ پھر ایک اللہ کو چھوڑ کر کیوں در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے صرف زمین و آسمانوں اور شمس و قمر کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ وہ تمہیں کھلاتا اور پلاتا بھی ہے۔ جس طرح زمین و آسمانوں اور شمس و قمر کو کسی اور نے پیدا نہیں کیا اسی طرح اللہ کے سوا تمہیں کوئی رزق دینے والا نہیں۔ نہ صرف کوئی رزق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینے والا نہیں بلکہ تمہارے رزق میں کوئی ایک دانے کے برابر بھی کمی وبیشی نہیں کرسکتا۔ ''اللہ'' ہی اپنی حکمت کے تحت اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے لیکن سب کچھ جاننے کے باوجود مشرک اپنے رب کو چھوڑ کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نزولِ وحی سے پہلے نبی اکرم ﷺ اسفل بلدح مقام کی نچلی جانب زید بن عمرو بن نفیل سے ملے نبی کریم ﷺ کو دسترخوان پر کھانا پیش کیا گیا آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور زید بن عمرو نے بھی کہا کہ میں اس چیز کو نہیں کھاؤں گا جس کو تم اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو اور نہ ہی وہ چیز کھاؤنگا جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کی گئی ہو۔ زید بن عمرو کے الفاظ

«وَأَنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَعِيبُ عَلَى قُرَيْشٍ ذَبَائِحَهُمْ، وَيَقُولُ الشَّاةُ خَلَقَهَا اللهُ، وَأَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ الْمَاءَ، وَأَنْبَتَ لَهَا مِنَ الأَرْضِ، ثُمَّ تَذْبَحُونَهَا عَلَى غَيْرِ اسْمِ اللهِ إِنْكَارًا لِذَلِكَ وَإِعْظَامًا لَهُ» (رواه البخاری: باب حَدِيثُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ)

''زید بن عمرو قریش کے ذبیحوں پر تعجب کرتے اور کہتے کہ بکری کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اسی نے آسمان سے پانی نازل کیا ہے اور اس کے ذریعے نباتات اگائی ہیں پھر تم اس کا انکار اور غیر اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے ان چیزوں کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہو؟''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی نے زمین وآسمانوں کو پیدا کیا اور شمس وقمر کو مسخر فرمایا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کا رزق زیادہ اور کم کرنے والا ہے۔ ۳۔ ''اللہ'' ہی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۴۔ حقائق تسلیم کرنے کے باوجود مشرک اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' ہی نے زمین وآسمانوں اور شمس وقمر کو پیدا فرمایا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور زمین وآسمانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ (البقرۃ:۲۲)

۲۔ وہ ذات جس نے ستاروں کو اندھیروں میں تمہاری رہنمائی کے لیے پیدا فرمایا۔ (الانعام:۹۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں چاند کو روشنی کا باعث اور سورج کو روشن چراغ بنایا۔ (نوح:۱۶)

۴۔ یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، تو فرمائیں پھر کہاں سے بہکائے جا رہے ہیں؟ (العنکبوت:۶۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	نَّزَّلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً
اور البتہ اگر	آپ ان سے پوچھیں	کس نے	اتارا	سے	آسمان	پانی
فَاَحْیَا	بِهِ	الْاَرْضَ	مِنْۢ	بَعْدِ	مَوْتِهَا	لَيَقُوْلُنَّ
پھر اس نے زندہ کیا	اس کے ساتھ	زمین کو	سے	اس کی موت کے بعد		البتہ وہ ضرور کہیں گے
اللّٰهُ ؕ	قُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ ؕ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾
اللہ نے	آپ فرما دیجیے	تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں		بلکہ	ان کے اکثر	نہیں	وہ عقل رکھتے
وَمَا	هٰذِهِ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَاۤ	اِلَّا	لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ	وَاِنَّ
اور نہیں	یہ	زندگی	دنیا والی	مگر	کھیل اور تماشہ	اور بلاشبہ
الدَّارَ الْاٰخِرَةَ	لَهِيَ	الْحَيَوَانُ ۘ	لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾
آخرت کا گھر	البتہ وہی	زندگی ہے	کاش	ہوتے	وہ جانتے

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ مُردہ زمین کو زندہ کیا؟ وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، کہیے الحمدللہ مگر ان کے اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (۶۳) اور یہ دنیا کی زندگی کھیل اور دل کے بہلاوے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اصل گھر تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ لوگ جان جائیں۔'' (۶۴)

فہم القرآن

ربط کلام: مشرکین سے ایک اور سوال اور دنیا کی حیثیت۔

اے پیغمبر ﷺ ان سے سوال کریں کہ آسمان سے کون بارش برساتا ہے اور اس بارش کے ساتھ مردہ زمین کو کون زندگی عطا کرتا ہے؟ لامحالہ ان کا جواب ہوگا کہ بارش برسانے والا اور اس کے ساتھ نباتات اگانے والا صرف ایک ''اللہ'' ہے۔ انہیں فرمائیں کہ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں لیکن لوگوں کی اکثریت ماننے کے لیے تیار نہیں جس دنیا کی خاطر یہ لوگ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے ہیں یہ دنیا کھیل تماشا کے سوا کوئی حیثیت نہیں رکھتی یقیناً آخرت کا گھر ہمیشہ کے لیے ہے کاش لوگ یہ حقیقت پا جائیں کفار کے اعتراف کے جواب میں اس لیے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے کہ توحید کا عقیدہ ٹھوس دلائل اور حقائق پر مبنی ہے جس کا انکار کرنا پرلے درجے کے مشرک کے لیے بھی ممکن نہیں لیکن اس کے لیے عقل سے کام لینا ضروری ہے جو شخص اپنے ضمیر سے کام لے اور تعصب سے بچے وہ توحید کا اقرار اور شرک سے اجتناب کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جہاں تک شرک کا تعلق ہے اس کی بنیاد کے بارے میں غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس کے پیچھے جلد بازی دنیوی مفاد اور بے عقلی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، اس لیے ارشاد ہوا ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کھیل تماشا کے سوا کچھ نہیں جس طرح کھیل تماشا سے وقتی اور عارضی طور پر لطف اٹھایا جاتا ہے اسی طرح ہی دنیا کا معاملہ ہے جس کی نعمتیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناپائیدار اور ان کا لطف عارضی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً فَقَالَ مَا لِي وَمَا لِلدُّنْيَا مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا» (رواہ الترمذی: باب مَاجَاءَ فِي أَخْذِ المال [صحیح])

''حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک چٹائی پر سوئے تو آپ کے پہلو پر نشان پڑ گئے۔ ہم نے عرض کی اللہ کے رسول! آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لیے اچھا سا بستر تیار کر دیں؟ آپ نے فرمایا: میرا دنیا کے ساتھ ایک مسافر جیسا تعلق ہے جو کسی درخت کے نیچے تھوڑا سا آرام کرتا ہے پھر اسے چھوڑ کر آگے چل دیتا ہے۔''

«وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ اَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِبَعْضِ جَسَدِي فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ»

(رواہ البخاری: باب قول النبی ﷺ كُنْ فِي الدُّنْيَا)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہو اور اپنے آپ کو اہلِ قبور میں شمار کرو۔

مسائل

۱۔ اللہ ہی آسمان سے بارش برساتا اور اس کے ساتھ زمین کو زندہ کرتا ہے۔
۲۔ مشرک توحید کے دلائل کا اقرار کرنے کے باوجود عقل سے کام نہیں لیتا۔
۳۔ موحد کو عقیدہ توحید سمجھنے اور اسے اپنانے پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔
۴۔ آخرت کے مقابلہ میں پوری کی پوری دنیا عارضی اور تھوڑی ہے۔

تفسیر بالقرآن

لوگوں کی اکثریت کا حال:

۱۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت شکر گزار نہیں ہوتی۔ (البقرۃ: ۲۴۳)
۲۔ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے مگر لوگوں کی اکثریت اس حقیقت کو نہیں مانتی۔ (الاعراف: ۱۸۷)
۳۔ قرآن آپ کے رب کی طرف سے حق ہے لیکن لوگوں کی اکثریت نہیں مانتی۔ (ھود: ۱۷)
۴۔ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھوڑے ہی ہوا کرتے ہیں۔ (سبا: ۱۳)
۵۔ اگر آپ ﷺ اکثریت کے پیچھے چلیں گے تو یہ آپ کو گمراہ کر دیں گے۔ (البقرۃ: ۱۴۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِذَا	رَكِبُوْا	فِی	الْفُلْكِ	دَعَوُا	اللّٰهَ
پھر جب	وہ سوار ہوتے ہیں	میں	کشتی	وہ پکارتے ہیں	اللہ کو
مُخْلِصِیْنَ	لَهُ	الدِّیْنَ ۚ	فَلَمَّا	نَجّٰىهُمْ	اِلَى
خالص کرنے والے	اس کے لیے	دین کو	پھر جب	وہ ان کو نجات دے دیتا ہے	طرف
الْبَرِّ	اِذَا هُمْ	یُشْرِكُوْنَ ۝۶۵	لِیَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَیْنٰهُمْ ۙ
خشکی کی	تو ناگہاں وہ	شرک کرتے ہیں	تاکہ وہ کفر کریں	اس کے ساتھ جو	ہم نے ان کو دی
وَ لِیَتَمَتَّعُوْا ۟ وقفۃ	فَسَوْفَ	یَعْلَمُوْنَ ۝۶۶			
اور تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں	پھر عنقریب	وہ جان لیں گے			

''جب کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُس سے مانگتے ہیں۔ جب اللہ انہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکا یک شرک کرنے لگتے ہیں۔(۶۵) تاکہ اللہ کی دی ہوئی نجات پر اُس کی ناشکری کریں اور مزے لوٹیں عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔''(۶۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مشکل وقت پر مشرکوں کا ''اللہ'' کی ذات کا اقرار کرنا، اور صرف اسے پکارنا۔

موحّد اور مشرک کے عقیدہ کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ موحّد ہر حال میں ایک ''اللہ'' کو پکارتا ہے اور مشرک صرف مصیبت کے وقت ایک ''اللہ'' کو پکارتا ہے یہی حال مشرکین مکہ کا تھا وہ عام حالات میں صرف ایک ''اللہ'' کو پکارنے کی بجائے دوسروں کو بھی شامل کرتے اور انہیں پکارتے تھے حالانکہ قرآن مجید نے بار بار اس بات سے منع کیا ہے کہ نہ ''اللہ'' کے سوا کسی کو پکارا جائے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو پکارا جائے، لیکن نہ مکہ کے مشرک اس بات سے رکتے تھے اور نہ آج کے مشرک اس سے باز آتے ہیں، جب کہ ہر دور میں مشرک کی یہ حالت رہی ہے اور رہے گی کہ بڑی مصیبت کے وقت سب کو بھول کر صرف ایک اللہ کو پکارتے ہیں یہی مکہ والے کرتے تھے جب کشتی بھنور میں پھنس جاتی تو صرف ایک ''اللہ'' کو پکارتے جب کشتی بھنور سے نکل جاتی تو کہتے کشتی فلاں بزرگ یا بت کی مدد سے بھنور سے نکلی ہے۔ یہاں شرک کو کفر قرار دیا اور فرمایا کہ اللہ چاہے تو کشتی کو غرقاب کر دے لیکن وہ مشرک کو اس لیے مہلت دیتا ہے تاکہ اپنے رب کی نعمتوں سے مزید فائدہ اٹھالے۔ مفسرین نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ نقل کیا ہے جب مکہ فتح ہوا تو عکرمہ یہ سوچ کر بھاگ نکلا کہ مجھے کسی صورت بھی معافی نہیں مل سکتی جدہ کی بندرگاہ پر پہنچا اور بیڑے میں سوار ہوا اللہ کی قدرت کہ جوں ہی بیڑے نے ساحل چھوڑا تو اتنے شدید بھنور میں پھنسا کہ ملّاح اور مسافروں کو یقین ہو گیا کہ اب نجات کی کوئی صورت باقی نہیں ہے، ملّاح نے مسافروں سے کہا کہ جب بیڑے کو ایسے طوفان کا واسطہ پڑتا ہے تو کسی اور کی بجائے صرف ایک اللہ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پکارا جاتا ہے اس لیے صرف ایک اللہ کے حضور فریاد کرو۔ اس کے سوا کوئی بیڑا پار لگانے والا نہیں یہ بات عکرمہ کے دل پر اثر کر گئی اور اس نے سوچا کہ یہی تو محمد ﷺ دعوت دیتا ہے اگر یہاں سے بچ نکلا تو میں حلقہ اسلام میں داخل ہو جاؤں گا چنانچہ عکرمہ رضی اللہ عنہ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور باقی زندگی اسلام اور رسول محترم کے ساتھ اخلاص کے ساتھ گزاری اور جنت کے وارث بنے۔ تفصیل کے لیے سیرت کی کسی مستند کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

یہاں ''اَلدِّیْنَ'' کا معنیٰ تابعداری ہے۔ یعنی پوری تابع داری کے ساتھ صرف ایک ''اللہ'' کو پکارتے ہیں گویا کہ وہ شرک چھوڑ کر وقتی طور پر عقیدہ توحید قبول کر لیتے ہیں۔

لیکن افسوس اس تاریخی حقیقت اور قرآن مجید کے منع کرنے کے باوجود آج کا مشرک کشتی ڈوبنے کے وقت بھی صرف ایک ''اللہ'' کو پکارنے کے لیے تیار نہیں ہوتا وہ بے جھجک کہتا ہے۔

یا معین الدین چشتی پار لگا دے کشتی

یا بهاء الحق بیڑا دهك

یا پیر عبدالقادر شیأالله

مسائل

۱۔ مشرک صرف سخت مصیبت کے وقت ایک ''اللہ'' کو پکارتا ہے موحد ہر حال میں ایک ''اللہ'' کو پکارتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر حال میں صرف ایک اللہ کو پکارنا چاہیے:

۱۔ مشرک جب کسی مشکل میں گھر جاتے ہیں تو خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔ (یونس: ۲۲)

۲۔ لوگو! اللہ کی خالص عبادت کرو۔ (الزمر: ۳) ۳۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی خالص عبادت کروں۔ (الزمر: ۱۱)

۴۔ جب مشرکین کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو ''اللہ'' کو خالصتاً پکارتے ہیں۔ (العنکبوت: ۶۵)

۵۔ مومنو! اللہ تعالیٰ کو اخلاص کے ساتھ پکارو اگرچہ کفار کے لیے یہ ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔ (المومن: ۱۴)

۶۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں صرف اسی کو پکارو (المومن: ۶۵)

۷۔ ہر کسی کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔ (البینۃ: ۵)

۸۔ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کی پکار کو سننے اور قبول فرمانے والا ہے۔ (النمل: ۶۲)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَوَ لَمْ	یَرَوْا	اَنَّا	جَعَلْنَا	حَرَمًا	اٰمِنًا
کیا نہیں	انہوں نے دیکھا	بے شک ہم	نے بنایا	حرم	امن والا

وَّ یُتَخَطَّفُ	النَّاسُ	مِنْ	حَوْلِهِمْ ؕ	اَفَبِالْبَاطِلِ	یُؤْمِنُوْنَ	وَ بِنِعْمَةِ
جبکہ اچک لیے جاتے ہیں	لوگ	سے	ان کے آس پاس	کیا پھر باطل پر	وہ ایمان لاتے ہیں	اور نعمت کے ساتھ

اللّٰهِ	یَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾	وَ مَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰی
اللہ کی	وہ کفر کرتے ہیں	اور کون	زیادہ ظالم ہے	اس سے	جس نے باندھا

عَلَی	اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ	بِالْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهٗ ؕ
پر	اللہ	جھوٹ	یا اس نے جھٹلایا	حق کو	جب	آ گیا وہ اس کے پاس

اَلَیْسَ	فِیْ	جَهَنَّمَ	مَثْوًی	لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾
کیا نہیں	میں	جہنم	ٹھکانا	کافروں کے لیے

''کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے حرم کو پُرامن بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گردوپیش لوگ اُچک لیے جاتے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ (۶۷) اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق کو جھٹلائے۔ حالانکہ حق اس کے سامنے آچکا ہے کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم ہی نہیں ہے؟'' (۶۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مشرکین کا ضمیر جھنجھوڑنے کے بعد انہیں ایک احسان یاد کروا کر سمجھایا گیا ہے۔

مشرکین مکہ کو جو بھی مقام حاصل تھا، اس کا پہلا اور بڑا سبب بیت اللہ کی تولیت اور مکہ معظّمہ کا باسی ہونا تھا، اسی وجہ سے دنیا بھر کے پھل اور اناج مکہ میں پہنچتے ہیں، اسی بنا پر لوگ مکہ والوں کا احترام کرتے اور اسی سبب سے ہی انہیں ہر طرح کا امن حاصل تھا اور ہے حالانکہ اس زمانے میں حجاز کے علاقہ میں دن دہاڑے سفر کرنا انتہائی مشکل تھا قافلوں کی صورت میں سفر کرنے کے باوجود لوگ حفاظتی گارڈ اپنے ساتھ رکھتے تھے، اس کے باوجود ڈاکوؤں، قذاقوں سے بچ نکلنا ایک معجزہ سے کم نہ تھا، اس بدامنی اور انارکی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے انہیں احساس دلایا گیا کہ غور کرو! کہ جو احترام اور امن تمہیں حاصل ہے وہ کعبہ کی بدولت اور اس کے رب کے کرم کا نتیجہ ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ تم کعبہ کے رب پر ایمان لاتے اور اس کا شکر ادا کرتے لیکن تم کعبہ کے رب کے منکر ہو اور بتوں کے بارے میں کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کچھ اختیارات دے رکھے ہیں حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ہے، یاد رکھو! جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے یا اس کی طرف سے آئے ہوئے حق کو جھٹلائے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہوسکتا، ظالموں کے لیے سوائے جہنم کے کوئی اور ٹھکانہ نہیں ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«عَنْ صُفَيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَامَ الْفَتْحِ فَقَالَ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فَهِيَ حَرَامٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يَأْخُذُ لُقَطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ فَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَإِنَّهُ لِلْبُيُوْتِ وَالْقُبُوْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَّا الْإِذْخِرَ» (رواہ ابن ماجہ: باب فضل مکۃ [صحیح])

''حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے لے کر قیامت کے دن تک مکہ کو حرمت والا بنایا ہے۔ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے، گری ہوئی چیز یہاں سے وہی اٹھا سکتا ہے جو اعلان کروانے کی غرض سے اٹھائے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ اذخر بوٹی گھروں اور قبروں میں استعمال ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اذخر بوٹی کاٹنے کی اجازت دے دی۔''

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مدینہ مقام عَیر سے ثور تک حرمت والا ہے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں کسی بدعتی کو جگہ دی جائے۔ جس نے کوئی بدعت رائج کی اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت برستے رہے گی۔'' (رواہ البخاری: باب حَرَمِ المدِینَۃِ)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ کو امن والا شہر بنایا ہے۔ ۲۔ مشرک اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی بجائے غیر اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کسی فرد یا قوم کو امن نصیب فرمائے تو اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔
۴۔ شرکیہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کے مترادف ہے۔ ۵۔ مشرک سب سے بڑا ظالم ہوتا ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تفسیر بالقرآن

بیت اللہ اور مکہ کی عظمت:

۱۔ بیت اللہ دنیا میں پہلا گھر ہے جو بابرکت اور ہدایت کا مرکز ہے۔ (آلِ عمران: ۹۶)
۲۔ بیت اللہ امن کا گہوارہ ہے۔ (البقرۃ: ۱۲۵) ۳۔ بیت اللہ کے باسیوں سے محبت کی جاتی ہے (القریش: ۱)
۴۔ بیت اللہ کے طواف کا حکم۔ (الحج: ۲۹) ۵۔ قسم ہے اس امن والے شہر کی۔ (التین: ۳)
۶۔ صاحبِ استطاعت لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض قرار دیا گیا ہے۔ (آل عمران: ۹۷)
۷۔ بیت اللہ میں مقامِ ابراہیم ہے۔ (آل عمران: ۹۷)
۸۔ لوگ بیت اللہ کی زیارت کے لیے پیدل، سوار اور دور سے آتے ہیں۔ (الحج: ۲۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ	جَاهَدُوْا	فِيْنَا	لَنَهْدِيَنَّهُمْ	سُبُلَنَا ؕ
اور وہ لوگ	جنہوں نے جہاد کیا	ہماری راہ میں	ہم انہیں ضرور ہدایت دیں گے	اپنے راستوں کی

وَاِنَّ	اللّٰهَ	لَمَعَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾
اور بلاشبہ	اللہ	یقیناً ساتھ ہے	نیکی کرنے والوں کے

''جولوگ ہمارے لیے محنت کریں گے ہم انہیں اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔'' (۶۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: شرک اور ظلم جتنا بھی بڑھ جائے حق کے متلاشی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حق پا ہی لیا کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اخلاص کے ساتھ کوشش کریں۔

سورۃ العنکبوت کا آغاز اس بات سے ہوا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ انہیں اس راستے میں کوئی آزمائش نہیں آئے گی ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایمان داروں کو بھی آزمایا تھا، اور تمہیں بھی آزمائے گا تاکہ حق والے اور باطل پرست آپس میں ممتاز ہو جائیں۔ سورۃ کا اختتام اس بات سے کیا جاتا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں اگر کوئی حق کی جستجو اور آزمائشوں کا مقابلہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کیلئے راستے ہموار کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کی دستگیری کرتا ہے۔ ''سبیل'' کی جمع ''سُبُلٌ'' اور اس کے ساتھ جمع کی ضمیر استعمال فرمائی ہے جمع کی ضمیر میں رعب اور دبدبہ پایا جاتا ہے۔ ''سُبُلٌ'' کے ساتھ جمع کی ضمیر لاکر یقین دلایا ہے کہ انسان کا کام خلوص نیت کے ساتھ کوشش کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے حق تک پہنچنا آسان کر دے گا اور اپنے راستوں میں کوئی نہ کوئی آسانی کا راستہ ضرور نکال دے گا۔ احسان کا معنیٰ پورے خلوص کے ساتھ نیکی کرنا اور بُرائی کے بدلے حسنِ سلوک کرنا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کوشش کرنے والوں کے لیے حق کا راستہ ہموار کر دیتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۳) ۲۔ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔ (التوبۃ: ۳۶)
۳۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔ (النساء: ۱۴۶) ۴۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔ (النحل: ۱۲۸)
۵۔ اللہ سے ڈر جاؤ اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۹۴)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الرّوم کا تعارف

اس سورۃ کا نام الرّوم ہے جو اس کی دوسری آیت میں موجود ہے یہ سورۃ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی یہ چھ رکوعات اور ساٹھ آیات پر مشتمل ہے۔

ربطِ سورۃ: سورۃ العنکبوت کا اختتام اس فرمان پر ہوا کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی ضرور رہنمائی کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اچھے لوگوں کے ساتھ ہے سورۃ الرّوم میں اس بات کی عملی شہادت پیش کی گئی ہے کہ ایرانیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے رومیوں کی مدد فرمائی کیونکہ ایرانیوں کے مقابلے میں رومی اعتقادی اور عملی لحاظ سے اچھے لوگ تھے۔ اور انہی ایام میں بدر کے میدان میں اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

اسلام کے ابتدائی دور میں دنیا کے ممالک دو بلاکوں میں منسلک تھے ایک بلاک سلطنتِ رومہ کے زیر اثر تھا اور دوسرا بلاک فارس کے ماتحت سمجھا جاتا تھا روم اور فارس کی آپس میں ایک عرصہ سے کشمکش جاری تھی۔ اسلام کے ابتدائی دور میں فارس روم پر غالب آیا۔ فارس کے لوگ آتش پرست تھے اور رومی اہلِ کتاب تھے کیونکہ رومی بظاہر انجیل اور عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے تھے جونہی فارس کے لوگ روم پر غالب آئے تو اہلِ مکہ نے مشرک ہونے کے ناطے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ جس طرح عیسائیوں پر فارسی غالب آئے ہیں اسی طرح ہی محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں پر ہم غالب رہیں گے۔ اس صورت حال میں سورۃ الرّوم کا نزول ہوا جس کی ابتدائی آیات میں دوٹوک الفاظ میں مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ ٹھیک دس سال کے اندر ''اللہ'' کی مدد کے ساتھ رومی فارسیوں پر غالب آجائیں گے اور اس سے مسلمانوں کو بھی خوشی محسوس ہو گی، لوگ ظاہری حالات کے مطابق سوچتے ہیں وہ اس وجہ سے رومیوں کی فتح کے بارے میں یقین نہیں کرتے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی کام مشکل نہیں کیونکہ وہی مخلوق کی ابتدا کرنے والا ہے اور سب نے اسی کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے یعنی اوّل و آخر پوری مخلوق اس کے کنٹرول میں ہے جو لوگ سچے دل کے ساتھ ایمان لائیں گے اور صالح اعمال اختیار کریں گے وہ جنت میں خوش وخرم رہیں گے اور جنہوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی تکذیب کی انہیں جہنم کے عذاب میں جھونکا جائے گا۔ اس بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش، میاں بیوی کے تعلقات، لیل ونہار کا اختلاف، لوگوں کی زبانوں اور رنگت کا فرق، رات اور دن کے فوائد، بارش کے ثمرات، آسمان اور زمین کا ٹھہراؤ اور قیامت کے دن لوگوں کو ان کی قبروں سے نکالنے کا ذکر فرما کر اپنی قدرتوں کی نشاندہی کی ہے پھر ایک غلام کی مثال دے کر اپنی توحید سمجھائی اور حکم دیا کہ ''اللہ'' کی توحید پر قائم رہو یہی دین کی بنیاد ہے اس کے بعد حقوق العباد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قریبی رشتہ داروں، مساکین اور مسافر کے حقوق کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال رکھو۔ اس کے بعد سود کے بے برکت ہونے کا ذکر کیا اور اشارۃً بتلایا ہے کہ بحر و بر میں فساد برپا ہونے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ لوگ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خیال نہیں رکھتے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ گاہے گاہے جھنجھوڑتا ہے تاکہ یہ اس کی طرف پلٹ آئیں مگر پھر بھی لوگوں کی اکثریت اس کی طرف رجوع کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی ان لوگوں کو زمین پر چل پھر کر دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو سہارا بنایا اور اس کے بندوں کے حقوق غصب کیے ان کا انجام کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لے کر اپنے رسولوں اور مومن بندوں کی مدد فرمائی کیونکہ ایمانداروں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

الرّوم کے آخری رکوع کی ابتدا میں ارشاد فرمایا کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں ضُعف کی حالت میں پیدا فرمایا اور پھر ضُعف کے بعد قوت عطا کرتا ہے پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپے میں مبتلا کر دیتا ہے وہ جس طرح چاہتا ہے مخلوق کو پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو جانتا اور ہر کام کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے قیامت قائم کرے گا اس دن مجرموں کی درجہ بندی کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ قیامت پر ایمان نہ لانے والوں کو یاد کروائیں گے کہ یہ وہی دن ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے، اس دن مجرم معذرت پر معذرت کریں گے لیکن ان کی معذرت اور درخواست قبول نہیں کی جائے گی۔

سورۃ کے آخر میں نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ مُردوں اور بہروں کو اپنی دعوت نہیں سنا سکتے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار اور اس کے ارشادات کو ٹھکراتے ہیں قیامت کے دن انہیں کوئی بھی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا اور نہ ہی ان کی فریادیں سنی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر ثبت کر دیتا ہے جس وجہ سے یہ لوگ حقائق سننے اور انہیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ سورۃ کا اختتام اس بات پر کیا گیا کہ اے رسول آپ اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھیں یقیناً وہ آپ کی دعوت کو کامیاب فرمائے گا جو لوگ آپ کی دعوت پر یقین نہیں رکھتے ان کے رویے اور مخالفت کی وجہ سے آپ کو جذباتی پن کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الرُّوْم مَكِّيَّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا — ٦ اٰيَاتُهَا — ٦٠

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

الٓمّٓ ①	غُلِبَتِ	الرُّوْمُ ②	فِيْٓ	اَدْنَى	الْاَرْضِ	وَهُمْ
الف لام میم	مغلوب ہو گئے	رومی	میں	قریب ترین	زمین	اور وہ
مِّنْۢ	بَعْدِ	غَلَبِهِمْ	سَيَغْلِبُوْنَ ③	فِيْ	بِضْعِ	سِنِيْنَ ؕ
سے	بعد	اپنے مغلوب ہونے	عنقریب غالب ہوں گے	میں	چند	سال
لِلّٰهِ	الْاَمْرُ	مِنْ	قَبْلُ	وَمِنْۢ	بَعْدُ ؕ	وَيَوْمَئِذٍ
اللہ ہی کے لیے	اختیار تھا	سے	پہلے	اور سے	بعد	اور اس دن
يَّفْرَحُ	الْمُؤْمِنُوْنَ ④	بِنَصْرِ	اللّٰهِ ؕ	يَنْصُرُ	مَنْ	
خوش ہوں گے	مومن	مدد سے	اللہ کی	وہ مدد دیتا ہے	جسے	
يَّشَآءُ ؕ	وَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ⑤			
وہ چاہتا ہے	اور وہ	نہایت غالب	بہت رحم کرنے والا ہے			

''الف لام میم۔(۱) رومی مغلوب ہو گئے۔(۲) قریب ترین زمین میں وہ مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے۔(۳) اللہ کا ہی اختیار ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس دن اللہ کی دی ہوئی فتح پر مسلمان خوش ہوں گے۔(۴) اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، اور وہ زبردست اور رحم کرنے والا ہے۔''(۵)

فہم القرآن

سورۃ العنکبوت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ جو لوگ کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے راستے ہموار کر دیتا ہے جو دنیا کے لیے کوشش کرے گا وہ اپنا مقدر پالے گا اگر آخرت کے لیے کوشاں ہوگا تو آخرت میں اپنا حصہ پائے گا۔ اب اسی بات کا حوالہ دے کر مسلمانوں کو روشن مستقبل کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔

دنیا میں ''اللہ'' کی مدد کی ایک عظیم مثال ملاحظہ فرمائیں ایک وقت تھا کہ جب ایرانیوں کے مقابلے میں رومی شکست فاش سے دوچار ہوئے اور مسلمان کفار کے ہاتھوں مار کھا رہے تھے، ان نازک ترین اور ناقابل یقین حالات میں اعلان ہوتا ہے کہ عنقریب رومی غالب ہونگے۔ شکست میں بھی ''اللہ'' کا حکم کارفرما تھا اور فتح بھی ''اللہ'' کے حکم سے ہوگی ''اللہ'' کی مدد سے اس دن مومن خوش ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے کیونکہ وہ ہر اعتبار سے غالب اور مہربان ہے۔ جس کو وہ زیر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہے وہ دم نہیں مار سکتا جس پر رحم فرمائے وہ زیر نہیں ہو سکتا وہی کامیابی اور شکست دینے پر اختیار رکھتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے آٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ روم میں محلاتی سازشوں کی وجہ سے ایک خونی انقلاب برپا ہوا جس میں روم کے بادشاہ ماریس اور اس کے خاندان کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد فوکاس نامی سردار سلطنتِ روم پر قابض ہوا، حالات کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز نے روم پر حملہ کیا اور یہ جواز بنایا کہ روم کا بادشاہ ماریس میرا محسن تھا کیونکہ ایران میں اقتدار سنبھالنے کے لیے اس نے خسرو پرویز کی مدد کی تھی۔ اس بات کو بہانہ بناتے ہوئے خسرو نے مسلسل پیش قدمی کر کے روم کا بیشتر علاقہ اپنے قبضہ میں لے لیا یہاں تک کہ روم کے بادشاہ کو اپنی جان بچانی مشکل ہو گئی۔ دوسری طرف حجاز کے مرکز مکہ معظمہ میں عقیدہ توحید کی بنیاد پر زبردست کشمکش برپا تھی۔ اس اثناء میں مسلمانوں کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ مکہ سے نکل جائیں حالات سے مجبور ہو کر کچھ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی جو روم کے زیر اثر عیسائی حکومت تھی۔ اس عالمی کشمکش میں قرآن اعلان کرتا ہے کہ ٹھیک دس سال میں ایرانیوں پر رومی غالب آئیں گے اور اس دن مسلمانوں کو بھی خوشی نصیب ہوگی۔ یاد رہے کہ ''بِضْعَ سِنِیْنَ'' کا ہندسہ ایک سے دس تک بولا جاتا ہے۔ اس دور کے تجزیہ نگار اور سیاست دان خاص کر اہل مکہ اس اعلان کو دیوانے کی بڑ سمجھتے تھے لیکن وہی ہوا جو قرآن مجید نے اعلان کیا تھا۔ صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں کی ہمدردیاں ایران کے مقابلے میں رومیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے گو ان کی مذہبی حالت بگڑ چکی تھی مگر اس کے باوجود عیسائی اپنے آپ کو توحید کے دعوے دار اور آخرت پر ایمان لانے والے سمجھتے تھے، ان کے مقابلے میں ایرانیوں نے یزدان اور اہرمن کے نام پر دو خدا بنا رکھے تھے وہ ان کی عبادت کرتے تھے اس کے ساتھ ایرانیوں کی غالب اکثریت آگ کی پوجا بھی کرتی تھی۔ اسی بنا پر مشرکین کی ہمدردیاں خسرو پرویز کے ساتھ تھیں اور مسلمانوں کے جذبات رومیوں کے ساتھ تھے رومیوں کو شکست ہوئی تو مکہ والوں نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ اسی طرح تم بھی ہمارے مقابلے میں ناکام ہو جاؤ گے۔

ان حالات میں سورۃ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں دوٹوک انداز میں مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ بے شک تمہارے قریب اور ابھی، ابھی رومی شکست کھا گئے ہیں لیکن ٹھیک دس سال میں یہ ایرانیوں پر فتحیاب ہوں گے اور اس سے مسلمان خوش ہو جائیں گے، اس کے ساتھ مسلمانوں کو بھی اللہ کی مدد حاصل ہوگی ٹھیک اسی دن بدر کے میدان میں مسلمان مکہ والوں پر غالب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کا کفار کی ایک مجلس میں ذکر کیا جس کا کفار نے خوب مذاق اڑایا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکرار ابی بن خلف سے ہوئی تو بات اس نقطہ پر پہنچی کہ اگر رومی غالب ہوئے تو ابی بن خلف دس اونٹ ابوبکر صدیق کے حوالے کرے گا اگر ایرانیوں نے فتح پائی تو دس اونٹ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُبی بن خلف کو دیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنی شرط کی تفصیل بتائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لأَبِي بَكْرٍ فِي مُنَاحَبَةٍ (الٓمٓ ۝١ غُلِبَتِ الرُّومُ) أَلاَ احْتَطْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ الْبِضْعَ مَا بَيْنَ الثَّلاَثِ إِلَى التِّسْعِ» (رواہ الترمذی: باب و من سورۃ الروم [ضعیف])

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''بِضْع'' کا لفظ ایک سے دس تک کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے اُبی کے پاس جا کر تین سال کی بجائے دس سال کی شرط لگائیں، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس طرح ہی کیا لیکن اس مرتبہ دس اونٹوں کی بجائے سو اونٹ قرار پائے، یاد رہے کہ بعد ازاں شریعت میں اس طرح کی شرط لگانے سے منع کر دیا گیا ہے۔

«النَّبِيُّ ﷺ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ كُلُّ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ كِتَابُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ وَالْوَلاَءُ لِمَنْ أَعْتَقَ»

(رواہ البخاری: باب استعانۃ المکاتب و سئوالہ الناس)

''نبی ﷺ نے لوگوں میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ کہ وہ ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں موجود نہیں اور ہر ایسی شرط ناجائز ہے جس کا کتاب اللہ میں وجود نہ ہو اگرچہ ایسی سو شرائط ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کی کتاب برحق ہے اور اللہ کی شرائط مستقل ہیں ولاء کا حق دار وہی ہے جو غلام کو آزاد کرائے۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید کی پیشین گوئی کے مطابق رومی ٹھیک ۹ سال کے اندر ایرانیوں پر فتح یاب ہوئے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے رومیوں کی فتح کے ساتھ ہی مسلمانوں کو بدر کے مقام پر زبردست فتح عطا فرمائی۔
۳۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے کیونکہ وہ غالب اور مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی مدد سے کمزور بھی فتح پا جاتے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے مقابلے میں بیت اللہ کی ابابیل کے ذریعے حفاظت فرمائی۔ (الفیل: بکمل)
۲۔ بدر میں اللہ تعالیٰ نے کمزوروں کی مدد فرمائی۔ (آلِ عمران: ۱۲۳)
۳۔ غارِ ثور میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدد فرمائی۔ (التوبۃ: ۴۰)
۴۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کمزوروں کی مدد فرمائی۔ (القصص: ۵)
۵۔ ''اللہ'' کی مدد سے قلیل جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آئیں۔ (البقرۃ: ۲۴۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَعْدَ	اللّٰهِ ؕ	لَا يُخْلِفُ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ
وعدہ	اللہ کا	نہیں خلاف ورزی کرتا	اللہ	اپنے وعدے کی	اور لیکن	اکثر
النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶	يَعْلَمُوْنَ	ظَاهِرًا	مِّنَ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ
لوگ	وہ نہیں جانتے	وہ جانتے ہیں	ظاہر	سے	زندگی	دنیا والی
وَهُمْ	عَنِ	الْاٰخِرَةِ	هُمْ	غٰفِلُوْنَ ۝۷		
اور وہ	سے	آخرت	وہ	غافل ہیں		

''اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۶) لوگ دنیا کی زندگی کو ظاہری طور پر جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔(۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: رومیوں کا غالب آنا اور مسلمانوں کا کامیاب ہونا یقینی بات ہے کیونکہ یہ ''اللہ'' کا وعدہ ہے جو ہر صورت پورا ہو کر رہے گا۔

وعدہ سے مراد ایک تو یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مسلمانوں سے فرمایا کہ رومی غالب اور فارسی مغلوب ہوں گے جس سے مسلمانوں کو خوشی ہوگی۔ رومیوں کا فتح یاب ہونا اور مسلمانوں کا مشرکین پر غالب آنا بظاہر اس قدر ناممکن تھا کہ اس پر یقین کرنا مشکل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے خوشخبری کے الفاظ استعمال کرنے کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ ''وَعْدَهٗ'' کا لفظ استعمال کیا ہے تاکہ کمزور اور مظلوم مسلمانوں کو یقین اور اطمینان ہو جائے کہ اب مشکلات کا آسانیوں میں تبدیل ہونا یقینی ہو چکا ہے۔ رومیوں اور مسلمانوں کے حالات اس قدر ناگفتہ بہ تھے کہ لوگوں کو یقین آنا مشکل تھا اس لیے ارشاد فرمایا کہ اکثر لوگ اپنے محدود علم کی وجہ سے حقائق کو نہیں سمجھتے اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ دنیا کے ظاہری اسباب پر یقین رکھتے ہیں اور اُن سے مرعوب ہوتے یا اُن پر فریفتہ ہو جاتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ آخرت سے لاپروا ہوتے ہیں انسان کی کمزوری ہے کہ وہ ظاہری اسباب پر توجہ رکھتا ہے اور اسی کی بنیاد پر نتیجہ اَخذ کرتا ہے اس وجہ سے وہ سینکڑوں حقائق سے تغافل اختیار کرتا ہے لیکن عقل مند شخص وہ ہے جو دنیا میں رہ کر آخرت اور حقائق پر نظر رکھے۔

''وَعْدَهٗ'' سے مراد آخرت کا وعدہ بھی ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ دنیا کی کامیابی اور ناکامی عارضی چیز ہے اصل تو آخرت ہے جس کی کامیابی ہمیشہ کی کامیابی ہے جو وہاں ناکام ہوا وہ ہمیشہ کے لیے ناکام اور نقصان پائے گا وہاں فاتح اور مفتوح، ظالم اور مظلوم، نیک اور بد کا حساب ہوگا۔ اس سے غافل رہنے کی بجائے ہر انسان کو اس کی تیاری کرنی چاہیے۔

«عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللهِ قَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ»

(رواہ الترمذی: باب الکیس من دان نفسہ [ضعیف])

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دانا وہ ہے جس نے اپنے آپ کو عقل مند بنالیا اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کیے اور نادان وہ ہے جس نے اپنے آپ کو خواہشات کے تابع کرلیا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھے ہوئے ہے۔''

رومیوں کی کامیابی اور بدر میں مسلمانوں کی عظیم فتح

مستند سیرت نگار اور مؤرخین نے لکھا ہے کہ ۶۲۴ء کو جس دن بدر میں مسلمان فتح یاب ہوئے اسی دن یا اُسی سال رومیوں نے فارس پر غلبہ حاصل کیا۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

۲۔ انسان دنیا کی زیب وزینت پر فریفتہ ہوکر آخرت کی جوابدہی سے تغافل کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا فرمان اور وعدہ سچا ہوتا ہے:

۱۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ حاکموں کا حاکم ہے۔ (ھود: ۴۵) ۲۔ اللہ کا فرمان سچ ہے۔ (الاحزاب: ۴)

۳۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (القصص: ۱۳) ۴۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ (الروم: ۶)

۵۔ اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے بات کرنے میں کون زیادہ سچا ہوسکتا ہے؟ (النساء: ۱۲۲)

۶۔ خبردار اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یونس: ۵۵) ۷۔ صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (الروم: ۶۰)

۸۔ قیامت کے دن شیطان کہے گا یقیناً اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا (ابراہیم: ۲۲)

۹۔ جنتی کہیں گے پاک ہے ہمارا رب یقیناً اس کا وعدہ پورا ہوا۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۸)

۱۰۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (لقمان: ۳۳)

۱۱۔ اللہ نے تمہارے ساتھ اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم کفار کو اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے۔ (آل عمران: ۱۵۲)

۱۲۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کرے۔ (فاطر: ۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَوَلَمْ	یَتَفَکَّرُوْا	فِیْٓ	اَنْفُسِهِمْ ؕ	مَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	السَّمٰوٰتِ
کیا نہیں	انہوں نے غور وفکر کیا	میں	اپنے دلوں	نہیں	پیدا کیا	اللہ نے	آسمانوں
وَالْاَرْضَ	وَمَا	بَیْنَهُمَآ	اِلَّا	بِالْحَقِّ	وَاَجَلٍ
اور زمین کو	اور جو کچھ	ان دونوں کے درمیان ہے	مگر	حق کے ساتھ	اور وقت
مُّسَمًّی ؕ	وَاِنَّ	کَثِیْرًا	مِّنَ	النَّاسِ	بِلِقَآئِ
مقرر	اور بلاشبہ	بہت زیادہ	سے	لوگوں	ملاقات کے ساتھ
رَبِّهِمْ	لَکٰفِرُوْنَ ۝۸	اَوَلَمْ	یَسِیْرُوْا	فِی	الْاَرْضِ	فَیَنْظُرُوْا
اپنے رب کی	البتہ کافر ہیں	کیا نہیں	وہ پھرے	میں	زمین	پھر وہ دیکھتے
کَیْفَ	کَانَ	عَاقِبَةُ	الَّذِیْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ ؕ
کیسا	ہوا	انجام	ان لوگوں کا جو	سے	اُن سے پہلے

''کیا انہوں نے اپنے آپ پر غور نہیں کیا اور یہ نہیں سوچا کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو اور اُن چیزوں کو جو اُن کے درمیان ہیں بامقصد اور ایک مقرر مدّت کے لیے پیدا کیا ہے مگر بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کے انکاری ہیں۔(۸) اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ انہیں اُن لوگوں کا انجام نظر آئے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: انسان کی غفلت کا ایک سبب اسے دنیا میں ملنے والی مہلت ہے جس کی طرف انسان کو توجہ دلائی جارہی ہے کہ اسے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے انجام کا خیال رکھنا چاہیے۔

انسان دنیا کی سہولیات اور زیب وزینت پر فریفتہ ہو کر آخرت کے احتساب کو بھول جاتا ہے۔ خاص طور پر جب کافر اور مشرک کی دنیا میں گرفت نہیں ہوتی تو وہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ شائد مرنے کے بعد بھی مجھے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو بالخصوص ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! اپنے آپ اور زمین آسمان اور جو کچھ ان میں موجود ہے اُس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح اور کیونکر پیدا کیا ہے۔ اس نے کوئی چیز بھی بے فائدہ پیدا نہیں کی بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنے کا ایک مقصد ہے اور وہ اپنے مقصد کو پورا کر رہی ہے۔ اُس نے ہر چیز کی بقاء اور فنا کا وقت مقرر کر رکھا ہے اس میں انسان بھی شامل ہے انسان کو پیدا کرنے کا مقصد زمین میں خلافت کی ذمہ داری پوری کرنا اور اپنے رب کی بندگی کرنا ہے۔ جس کی تشریح نزولِ آدم کے وقت کر دی گئی تھی کہ اے آدم زمین پر اُتر جاؤ۔ اور ایک مدّت تک تمہارا وہاں رہنا اور فائدہ اٹھانا ہے یاد رکھو کہ اپنے رب کی راہنمائی کے مطابق زندگی گزارو گے تو دنیا اور آخرت میں اجر پاؤ گے اگر نافرمانی کا راستہ اختیار کرو گے تو سزا سے دوچار ہو گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَانُوْٓا	اَشَدَّ	مِنْهُمْ	قُوَّةً	وَّاَثَارُوا	الْاَرْضَ	وَعَمَرُوْهَآ
وہ تھے	بہت زیادہ سخت	ان سے	قوت میں	اورانہوں نے پھاڑا	زمین کو	اورانہوں نے آباد کیا
اَكْثَرَ	مِمَّا	عَمَرُوْهَا	وَجَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ ؕ	فَمَا
بہت زیادہ	اس سے جو	انہوں نے آباد کیا	اورلائے ان کے پاس	ان کے رسول	واضح دلائل	پھر نہیں
كَانَ	اللّٰهُ	لِيَظْلِمَهُمْ	وَلٰكِنْ	كَانُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُوْنَ ۝۹ ؕ
تھا	اللہ	کہ وہ ظلم کرتا ان پر	اورلیکن	تھے وہ	اپنے آپ پر	ظلم کرتے
ثُمَّ	كَانَ	عَاقِبَةَ	الَّذِيْنَ	اَسَآءُوا	السُّوْٓآٰى	اَنْ
پھر	ہوا	انجام	جولوگ	بُرا کیا تھا	بُراہی	یہ کہ
كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَكَانُوْا	بِهَا	يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع	
انہوں نے جھٹلایا	آیات کو	اللہ کی	اوروہ تھے	ساتھ اس کے	وہ مذاق اڑاتے	

ع ۲

وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے، اُنہوں نے زمین کو خوب آباد کیا تھا اور اُسے اتنا آباد کیا تھا جتنا اِنہوں نے نہیں کیا تھا۔ اُن کے پاس اُن کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے۔ اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔ (۹) جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام بہت بُرا ہوا اس لیے کہ اُنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ اُن کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔'' (۱۰)

اس فرض کی ادائیگی کے لیے انسان کو ایک مہلت دی گئی ہے مگر اس کے باوجود انسان اپنے خالق کو بھول جاتا ہے ایسے انسانوں کی ہر دور میں اکثریت رہی ہے، جن میں مکہ کے مشرک سرفہرست تھے، اس لیے انہیں براہ راست کہا گیا کہ کیا انہوں نے دنیا کی تاریخ پر غور نہیں کیا؟ کہ ان سے پہلے کتنے لوگ گزر چکے ہیں جو طاقت اور عمر کے حوالے سے ان سے بڑھ کر تھے اور انہوں نے ان سے زیادہ زمین پر ترقی کی اور اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ ان کے پاس واضح دلائل اور کھلے معجزات کے ساتھ رسول بھیجے گئے لیکن انہوں نے اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا اور انبیاء کی اطاعت کرنے کی بجائے ظلم اور نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں تہس نہس کر دیا کیونکہ یہ لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے، ظلم سے مراد شرک اور آپس کے مظالم بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، انہوں نے ''اللہ'' کی آیات کو جھٹلایا اور مذاق کیا جس کے نتیجہ میں بُرا انجام پایا، ان کی غفلت کا بنیادی سبب دنیا کے وسائل پر اترانا اور آخرت کی جوابدہی کو بھول جانا تھا۔

ظلم کا انجام:

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهِ اللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَاباً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَسِيرًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيرُ قَالَ أَنْ يَنْظُرَ فِي كِتَابِهِ فَيَتَجَاوَزَ عَنْهُ إِنَّهُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ هَلَكَ وَكُلُّ مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ يُكَفِّرُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ بِهِ عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةُ تَشُوكُهُ»(رواہ احمد: مسند عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا [صحیح])

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے نبی ﷺ کو بعض نمازوں میں یہ الفاظ پڑھتے ہوئے سنا آپ فرماتے اے بارِالٰہا! میرا حساب وکتاب آسان فرمانا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی اللہ کے پیغمبر حساب یسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان کے نامہ اعمال کی طرف دیکھ کر اُسے چھوڑ دیا جائے۔ اس دن جس سے حساب وکتاب میں پوچھ گچھ شروع ہوگئی وہ ہلاک ہوگیا اور ہر وہ تکلیف جو مومن کو پہنچتی ہے اللہ عزوجل اس کے عوض اس کے گناہ مٹا دیتا ہے حتیٰ کہ کانٹا چبھنے سے بھی گناہ مٹ جاتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمانوں میں کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں کی۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک وقت تک مہلت دی ہے جس سے انسان غلط فائدہ اٹھا کر اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔
۳۔ اللہ کے نافرمانوں کو غور کرنا چاہیے کہ ان سے پہلے کتنے ترقی یافتہ اور طاقت ور لوگ تباہ کر دیئے گئے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ ۵۔ بُرے لوگوں کا انجام بُرا ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

دنیا میں نافرمان لوگوں کا انجام:

۱۔ دیکھیں فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (الاعراف: ۱۰۳) ۲۔ دیکھیں ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ (یونس: ۳۹)
۳۔ زمین میں چل کر دیکھیں مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ (النمل: ۶۹)
۴۔ آپ ﷺ دیکھیں جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ (الزخرف: ۲۵)
۵۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ نے ان سے پہلے بستیوں کو ہلاک کیا جو طاقت، قوت اور مال کے لحاظ سے مکہ والوں سے بڑھ کر تھے۔ (القصص: ۷۸)
۶۔ قومِ نوح نے جب حضرت نوح کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ (الفرقان: ۳۷)
۷۔ ثمود زوردار آواز کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔ (الحاقۃ: ۵) ۸۔ قوم عاد نے جھٹلایا تو اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ (الشعراء: ۱۳۹)
۹۔ جب قومِ لوط پر ہمارا عذاب آیا تو ہم نے ان پر ان کی بستی کو اُلٹا کر پتھروں کی بارش کی۔ (ھود: ۸۲)
۱۰۔ ہم نے آلِ فرعون سے انتقام لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ (الاعراف: ۱۳۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ	يَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ	يُعِيْدُهٗ	ثُمَّ
اللہ	پہلی بار وہ پیدا کرتا ہے	مخلوق	پھر	وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا	پھر

اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ⑪
اسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

''اللہ ہی مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر اسی کی طرف تم لُٹائے جاؤ گے۔'' (۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفار کی نافرمانی کا ایک سبب یہ ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو یوں ہی پیدا کیا ہے اس لیے مرنے کے بعد ہم نے دوبارہ پیدا نہیں ہونا، یہاں ان کے باطل عقیدہ کا جواب دیا گیا ہے۔

جس ''اللہ'' نے انسان کو پہلے سے تیار شدہ نمونے کے بغیر پیدا کیا ہے دوسری مرتبہ اُسے پیدا کرنا اس کے لیے کیسے مشکل ہوگا؟ ہر انسان کو نہ صرف دوبارہ پیدا کیا جائے گا بلکہ سب نے اپنے رب کی بارگاہ میں پیش بھی ہونا ہے جب یہ دن قائم ہوگا تو اس دن مجرم ہکے بکے رہ جائیں گے، نہ صرف ہکے بکے ہوں گے بلکہ ہر طرف سے مایوس ہوں گے۔ پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ قرآن مجید کا تیسرا بڑا عنوان قیامِ قیامت اور اس میں حساب و کتاب کا مسئلہ ہے جس کا منکرینِ قیامت بلا دلیل انکار کرتے ہیں قیامت برپا ہونے کے قرآن مجید مختلف دلائل دیتا ہے یہاں انسان کی اپنی تخلیق کا حوالہ دیتے ہوئے قیامت قائم ہونے کا ثبوت دیا ہے کہ اے انسان اپنی طرف دیکھ اور اس پر غور کر جس رب نے تجھے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے کیا اُس کے لیے تجھے دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟ کیوں نہیں نہ صرف وہ تجھے دوبارہ پیدا کرے گا بلکہ تو نے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا اور نیکی کی جزا اور بُرائی کی سزا پانا ہے۔

تفسیر بالقرآن

جس رب نے انسان کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا:

۱۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنے والا اور زمین و آسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنے والا ''اللہ'' کے سوا کوئی اور الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۴)

۲۔ آپ ﷺ فرما دیں اللہ ہی نے مخلوق کی ابتداء کی اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم کہاں بہک گئے ہو؟ (یونس: ۳۴)

۳۔ ''اللہ'' ہی نے مخلوق کو پیدا کیا پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الروم: ۱۱)

۴۔ وہ کہتے ہیں ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجیے جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا وہی پیدا کرے گا۔ (بنی اسرائیل: ۵۱)

۵۔ ہم نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ: ۵۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ	يُبْلِسُ	الْمُجْرِمُوْنَ ⑫	وَلَمْ	يَكُنْ
اور جس دن	قائم ہوگی	قیامت	مایوس ہو جائیں گے	مجرم	اور نہیں	ہوں گے

لَّهُمْ	مِّنْ	شُرَكَآئِهِمْ	شُفَعٰٓؤُا	وَكَانُوْا	بِشُرَكَآئِهِمْ	كٰفِرِيْنَ ⑬
ان کے لیے	سے	ان کے شریکوں	کوئی شفارشی	اور ہو جائیں گے	اپنے شریکوں کا	انکار کرنے والے

''اور جس دن قیامت برپا ہوگی تو اس دن مجرم مایوس ہو جائیں گے۔(۱۲) ان کے بنائے ہوئے شریکوں میں سے نہ صرف کوئی ان کا سفارشی ہوگا بلکہ وہ خود اپنے بنائے ہوئے شریکوں کا انکار کریں گے۔''(۱۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفار جس دن کا انکار کرتے ہیں اس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے حضور پیش کرے گا اور اس دن مشرکین کی یہ حالت ہوگی۔

قیامت کے بارے میں مشرک اس لیے لاپرواہی کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جن کو میں رب تعالیٰ کا مقرب سمجھ کر پوجتا ہوں اور ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتا ہوں وہ قیامت کے دن مجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچالیں گے کیونکہ یہ اس کے پیارے اور مقرب ہیں اسے لیے ان کی سفارش مسترد نہیں ہوگی، حالانکہ اس دن صورتِ حال اس قدر ہولناک ہوگی کہ جو لوگ دنیا میں یہ دعویٰ کرتے تھے کہ مرشد کے بغیر قیامت کے دن نجات نہیں ہوگی اور مرید ہمارے جھنڈے تلے ہوں گے۔ جوں ہی اپنے مریدوں کو دیکھیں گے تو وہ ان سے برأت کا اعلان کر دیں گے مرید اپنے پیروں سے کہیں گے کہ تم تو ہماری بخشش کے دعوے کیا کرتے تھے اور تمہی نے ہمیں گمراہ کیا تھا جواب میں پیر کہیں گے کہ ہم نے تمہیں گمراہ نہیں کیا تم تو خود ہی گمراہی کو پسند کرتے تھے لہٰذا آج ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے جو نہی مرید اپنے پیروں، ورکر اپنے لیڈروں اور عابد اپنے معبودوں سے مایوس ہوں گے تو مرید بھی اُن سے کہیں گے ہم بھی تمہیں بڑا نہیں مانتے لیکن اس وقت اس انکار کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

معبودوں کا اپنی عبادت سے انکار کرنا:

۱۔ قیامت کے دن معبود اپنی عبادت کا انکار کر دیں گے۔(یونس:۲۸)

۲۔ قیامت کے دن مشرک اپنے شرکاء کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہم ان کی عبادت کرتے تھے مگر انکے معبود انکار کر دینگے۔(النحل:۸۶)

۳۔ قیامت کے دن مشرک اپنے معبودوں کو دیکھ کر کہیں گے یہ لوگ ہمیں گمراہ کرنے والے تھے۔(القصص:۶۳)

۴۔ قیامت کے دن پیر اپنے مریدوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔(البقرۃ:۱۶۶)

۵۔ قیامت کے دن مشرکوں سے کہا جائے گا اپنے معبودوں کو پکارو لیکن ان کے معبود ان کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیں گے۔(الکہف:۵۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ	يَوْمَئِذٍ	يَّتَفَرَّقُوْنَ ⑭	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ
اور جس دن	قائم ہوگی	قیامت	اس دن	وہ الگ الگ ہو جائیں گے	لیکن	جو لوگ

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَهُمْ	فِيْ	رَوْضَةٍ
وہ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	تو وہ	میں	باغ

يُّحْبَرُوْنَ ⑮	وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
خوش وخرم کیے جائیں گے	اور لیکن	جو لوگ	انہوں نے کفر کیا	اور انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتوں کو

وَلِقَآءِ	الْاٰخِرَةِ	فَاُولٰٓئِكَ	فِي	الْعَذَابِ	مُحْضَرُوْنَ ⑯
اور ملاقات کو	آخرت کی	تو یہی لوگ	میں	عذاب	حاضر کیے جائیں گے

''جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن لوگ الگ گروہوں میں بٹ جائیں گے۔(۱۴) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں انہیں جنت میں خوش وخرم رکھا جائے گا۔(۱۵) اور جنہوں نے کفر کیا ہے اور ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔''(۱۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن نہ صرف عابد اپنے معبودوں کی عبادت کے انکاری ہوں گے بلکہ وہ ان سے اپنا دامن بھی بچالیں گے۔

قیامت کے دن عابد اپنے معبودوں سے الگ ہو جائیں گے ان الفاظ کے دو مفہوم لیے جا سکتے ہیں دونوں کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے۔

① دنیا میں مشرک اپنے معبودوں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر تعظیم کرتے ہیں اس تعظیم میں ان کے سامنے مؤدّب ہو کر کھڑے ہونا، ہاتھ جوڑنا جھکنا، سجدہ کرنا اور نذر و نیاز پیش کرنا شامل ہے یہی تو عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے مگر اکثر مشرک اسے بزرگوں کی تعظیم کے طور پر کرتے ہیں اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید نے اس سے بار بار منع کیا اور اسے شرک قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود مشرک ان کو ''اللہ'' کے لئے وسیلہ بناتے ہیں زندگی بھر ان کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن عابد اور معبود، طالب اور مطلوب، ساجد اور مسجود کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا۔

② مجرموں کو ان کے گناہوں اور جرائم کے اعتبار سے الگ الگ کر دیا جائے گا جو لوگ سچے دل سے ایمان لائے اور صالح اعمال کرتے رہے انہیں جنت کے باغوں میں داخل کیا جائے گا اور وہاں وہ ہر طرح خوش وخرم ہوں گے، جنہوں نے کفر کیا اور اللہ جل جلالہ کے ارشادات کی تکذیب کی اور قیامت کے دن کی ملاقات کو جھٹلایا وہ عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

{ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ } (الانعام:۲۳)

''پھران کا کہنااس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! اے ہمارے رب! ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔''

مسائل

۱۔ کافراور مشرک کی کوئی بھی سفارش نہیں کر پائے گا۔ ۲۔ قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر مشرک اپنے معبودوں کا انکار کر دیں گے۔
۳۔ قیامت کے دن مجرموں سے مومنوں کو ممتاز کیا جائے گا اور مجرموں کی درجہ بندی کی جائے گی۔
۴۔ خالص عقیدہ رکھنے اور نیک اعمال کرنے والے جنت میں خوش وخرم ہوں گے۔
۵۔ اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کو جھٹلانے والے جہنم میں ذلیل وخوار ہوں گے۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں کے انعامات:

۱۔ ہم ان کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ (الحجر:۴۷۔۴۸)
۲۔ جس جنت کا مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اس کے پھل اور سائے ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ (الرعد:۳۵)
۳۔ جنت میں بے خار بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبا سایہ، چلتا ہوا پانی اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ (الواقعۃ:۲۸ تا ۳۰)
۴۔ جنت کے میوے ٹپک رہے ہوں گے۔ (الحاقۃ:۲۳) ۵۔ جنتیوں کو ملائکہ سلام کریں گے۔ (الزمر:۸۹)
۵۔ جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۳۱)

جہنمیوں کی سزائیں:

۱۔ قیامت کے دن مجرموں کو باہم زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ (ابراہیم:۴۹)
۲۔ قیامت کے دن کفار کو طوق پہنا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (الحاقۃ:۳۰۔۳۱)
۳۔ قیامت کے دن مجرموں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ (المعارج:۴۴)
۴۔ قیامت کے دن مجرموں کے اُبرو پاؤں کے انگوٹھے کے بالوں سے باندھ دیے جائیں گے۔ (الرحمٰن:۴۱)
۵۔ بے شک مشرک ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے۔ (الزخرف:۷۴)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَسُبْحٰنَ	اللّٰهِ	حِیْنَ	تُمْسُوْنَ	وَحِیْنَ	تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾	وَلَهُ
پس تسبیح کرو	اللہ کی	جب	تم شام کرو	اور جب	تم صبح کرو	اور اسی کے لیے

الْحَمْدُ	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَعَشِیًّا	وَّحِیْنَ	تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾
تمام تعریفیں ہیں	میں	آسمانوں	اور زمین	اور سہ پہر	اور جب	تم ظہر کرو

''پس اللہ کی تسبیح کرو جب شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔(۱۷) آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لیے حمد ہے اور تیسرے پہر اور جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔''(۱۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنت کے حصول اور جہنم سے بچنے کا مؤثر ترین ذریعہ ''رب'' کے حضور نماز پڑھنا اور اس کا ثنا خواں رہنا ہے۔

کفار ''اللہ'' کی ذات کے منکر اور اس کے احکام اور ملاقات کو قولاً اور فعلاً جھٹلانے والے ہیں جس وجہ سے جہنم میں جھونکے جائیں گے جہنم سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ پر سچا ایمان لایا جائے اور اس کے احکام کی تعمیل کی جائے جس کا عملی مظاہرہ یہ ہے کہ آدمی صبح، شام، سہ پہر اور ظہر کے وقت اپنے رب کو یاد کرے یہ اس لیے بھی لازم ہے کہ زمین کا ذرّہ ذرّہ اور آسمانوں کا چپہ چپہ اپنے رب کی حمد بیان کرنے میں لگا ہوا ہے گویا کہ انسان کے گردوپیش اور اوپر نیچے کا ماحول اپنے رب کا ثنا خواں ہے جس سے انسان پر یہ بات لازم ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اوقات میں بالخصوص اُسے یاد کرے۔ اکثر مفسرین نے ان اوقات میں اللہ کو یاد کرنے سے مراد پنجگانہ نماز لی ہے اسی لیے پنجگانہ نماز فرض قرار دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد کا بہترین ذریعہ اور طریقہ ہے ظاہر ہے یہ کام وہی شخص کرے گا جو اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان، اس کے احکام کی تعمیل اور قیامت کے دن کی ملاقات پر یقین رکھتا ہے، قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز کے لیے "اَقِیْمُوْا" کا لفظ آیا ہے سورہ کوثر میں "فَصَلِّ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا صاف معنیٰ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، جاہل صوفی اور حدیثِ رسول کے منکر یہ کہہ کر نماز کا انکار کرتے ہیں کہ اصل چیز اللہ کو یاد کرنا ہے اگر مسنون طریقہ کے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبح وشام، ظہر اور عصر کے وقت تسبیح پڑھنے سے مراد فجر، ظہر، عصر اور مغرب کی نماز لی ہے۔ اس آیتِ مبارکہ کی روشنی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اوقات مقرر فرمائے ہیں۔

''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا: تم ہمارے ساتھ دو دن نمازیں ادا کرو۔ پہلے دن جب سورج ڈھلا ہی تھا تو بلال کو اذان کا حکم دیا اس کے بعد اقامتِ ظہر ہوئی پھر بلال رضی اللہ عنہ کو نماز عصر کی اقامت کا حکم فرمایا جبکہ سورج کافی بلند اور ابھی دھوپ تیز تھی پھر سورج غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز کھڑی فرمائی ابھی سورج کی سرخی ختم ہونے ہی پائی تھی تو عشاء کی نماز قائم کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حکم فرمایا پھر صبح کی نماز کا حکم دیا جبکہ فجر ابھی نمودار ہوئی تھی جب دوسرا دن ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ کو نماز ظہر ٹھنڈی کرنے کا حکم صادر فرمایا اس نے خوب ٹھنڈے وقت میں اذان کہی، نماز عصر تاخیر سے ادا فرمائی لیکن سورج ابھی بلندی پر تھا، نماز مغرب سورج کی روشنی کے آثار ختم ہونے سے پہلے ادا کی، جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو نمازِ عشا ادا کی، نماز فجر اس وقت ادا کی جب صبح کی روشنی خوب پھیل چکی تھی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ نمازوں کے اوقات پوچھنے والا کہاں ہے؟ وہ عرض کرتا ہے کہ اللہ کے رسول میں حاضر ہوں فرمایا تمہاری نمازوں کے وقت ان اوقات کے درمیان ہیں۔'' (رواہ البخاری: کتاب مواقیت الصلوۃ)

تسبیح کی فضیلت:

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ ، خَفِیْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ»

(رواہ البخاری: کتاب التوحید)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو کلمے رحمان کو بڑے پسند ہیں زبان سے ادا کرنے میں آسان اور وزن کے لحاظ سے بھاری ہیں۔

مسائل

۱۔ نماز ''اللہ'' کی تسبیح کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ ۲۔ زمین و آسماں اور ہر چیز اپنے رب کی حمد بیان کرتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن میں نماز کے اوقات:

۱۔ نماز قائم کرو سورج کے ڈھلنے سے لیکر رات تک اور فجر کے وقت قرآن پڑھا کرو۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

۲۔ دن کے دونوں سروں یعنی صبح شام اور رات کی ساعات میں نماز پڑھا کرو۔ (ھود: ۱۱۴)

۳۔ اللہ کی تسبیح صبح شام بیان کرو اور تیسرے پہر بھی اور جب دوپہر ہو تب بھی۔ (الروم: ۱۷۔۱۸)

۴۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اللہ کی تسبیح بیان کریں رات کے کچھ اوقات میں اور نماز کے بعد بھی۔ (ق: ۳۹۔۴۰)

۵۔ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں تسبیح و تحمید بیان کریں۔ (طٰہٰ: ۱۳۰)

یاد رہے کہ یہاں تسبیح سے مراد بھی نماز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَيُخْرِجُ	الْمَيِّتَ	مِنَ
وہ نکالتا ہے	زندہ کو	سے	مردہ	اور وہ نکالتا ہے	مردہ کو	سے
الْحَيِّ	وَيُحْيِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا ؕ	وَكَذٰلِكَ	تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ ع
زندہ	اور وہ زندہ کرتا ہے	زمین کو	بعد	اس کی موت کے	اور اسی طرح	تم نکالے جاؤ گے
وَمِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ
اور سے	اس کی نشانیوں	یہ کہ	اس نے تمہیں پیدا کیا	سے	مٹی	پھر
اِذَآ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾			
ناگہاں	تم	انسان	پھیل رہے ہو			

’’وہ زندہ کو مُردے سے نکالتا ہے اور مُردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی مُردگی کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اِسی طرح تم بھی نکال لیے جاؤ گے۔ (۱۹) یہ اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر تم پھیلتے چلے جا رہے ہو۔‘‘ (۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کے حضور نماز پڑھنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ وہی زندہ سے مردہ اور مردے سے زندہ پیدا کرتا ہے اور اسی نے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا اور زمین میں بکھیر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا اور اس کے حضور اس لیے جھکنا ہے کیونکہ وہی زندہ سے مُردہ اور مُردہ سے زندہ پیدا کرتا ہے جس کا ایک واضح ثبوت یہ دھرتی ہے جس کا انسان پوری زندگی مشاہدہ کرتا اور اس پر بسیرہ کرتا ہے بالخصوص صحرا میں رہنے والے لوگ جانتے ہیں کہ جب بارش نہ ہو تو وہاں بسنے والے لوگ اس قدر مایوس ہو جاتے ہیں کہ انہیں ہجرت کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا۔ جونہی بارش ہوتی ہے تو وہی صحرا اس قدر شاداب ہو جاتا ہے کہ اس کا سہانا اور دلکش منظر دیکھنے کے لیے لوگ دور دور کے شہروں سے آ کر کئی کئی روز وہاں تفریح کے طور پر قیام کرتے ہیں۔ جس طرح زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردہ زمین سے مردہ انسانوں کو زندہ کرے گا اور اسی مُردہ زمین سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس کے بعد نسل در نسل تخلیقِ انسانی کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انسان کی خوراک رہنا سہنا اور مرنا جینا بھی مٹی کے ساتھ وابستہ ہے۔ انسان اپنی پیدائش پر غور کرے تو اسے علم نہیں یقین ہو جائے گا کہ اس کی اپنی پیدائش بھی مردہ سے ہوئی ہے۔ انسانِ اوّل یعنی آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے جو آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بھی بے حِس و حرکت یعنی مردہ تھی اور آج بھی حِس و حرکت سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین سے مٹی اٹھالاؤ۔ عزرائیل علیہ السلام مٹی اٹھالائے تو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے انسان کا ڈھانچہ بنایا پھر اس میں روح پھونکی تو مردہ زمین سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلنے، پھرنے، اٹھنے، بیٹھنے اور کھانے، پینے والا زندہ انسان معرضِ وجود میں آیا۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام سے اس کی بیوی کو پیدا کیا پھر اس کی افزائش کا سلسلہ شروع فرمایا جو قیامت تک جاری رہے گا ہر انسان اپنی تخلیق پر غور کرے کہ اس کی پیدائش پانی کی بوند سے ہوتی ہے جو لاتعداد جرثوموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ خالق کی تخلیق پر غور فرمائیں کہ اس نے اس بوند سے خون کا لوتھڑا بنایا اور پھر لوتھڑے سے انسان کا بہترین وجود بنایا اور اس کے بعد اس میں روح پھونکی اور بطنِ مادر میں ہی اس کے مستقبل کے معاملات طے فرما دیئے۔ انسان ہر دور میں چیزیں ایجاد کرتے اور بناتے رہے ہیں اور بناتے رہیں گے لیکن کوئی انسان پانی کے ایک قطرے کے ایک حقیر سے جرثومے سے کوئی چیز ایجاد نہیں کر سکا اور نہ کر سکے گا۔ بالخصوص کوئی جاندار چیز تو کبھی نہیں بنا سکے گا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ اس نے پانی کی ایک بوند سے بہترین شکل وصورت والا انسان پیدا کیا اس لیے اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی تخلیق کے بارے میں بار بار غور کرنے کا حکم دیتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے بنایا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کی نسل چلانے اور پھیلانے والا ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کرتا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ہی قیامت کے دن لوگوں کو پیدا کرے گا۔

تفسیر بالقرآن

تخلیقِ انسان کے مراحل:

۱۔ یقیناً ہم نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ (الحجر:۲۶)
۲۔ اللہ نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ (الدھر:۲)
۳۔ اللہ نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ (المومنون:۱۲)
۴۔ حوا کو حضرت آدم سے پیدا فرمایا۔ (النساء:۱)
۵۔ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا فرمایا۔ (الکہف:۳۷)
۶۔ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا۔ (الروم:۲۰)
۷۔ ''اللہ'' نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ، پھر لوتھڑا بنا کر تمہیں پیدا کرتا ہے پھر تم بچے ہوتے ہو۔ (المومن:۶۷)
۸۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہارے جوڑے جوڑے بنائے۔ (فاطر:۱۱)
۹۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنایا، پھر اس سے خون کا لوتھڑا، پھر اس سے بوٹی بنا کر جس طرح چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ (الحج:۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنْ	خَلَقَ	لَكُمْ	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ
اور سے	اس کی نشانیوں	یہ کہ	اس نے پیدا کیا	تمہارے لیے	سے	تمہارے نفسوں

اَزْوَاجًا	لِّتَسْكُنُوْٓا	اِلَيْهَا	وَجَعَلَ	بَيْنَكُمْ	مَّوَدَّةً
بیویاں	تا کہ تم سکون حاصل کرو	ان کی طرف	اور اس نے پیدا کر دی	تمہارے درمیان	محبت

وَّرَحْمَةً ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
اور مہربانی	بلاشبہ	میں	اس	البتہ نشانیاں ہیں	اس قوم کے لیے	جو غور و فکر کرتے ہیں

''اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم اُن سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور شفقت پیدا فرما دی۔ یقیناً اس میں اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: تخلیقِ انسانی کا دارومدار میاں بیوی کے ملاپ پر ہے اس لیے اب میاں بیوی کے تعلقات کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اس کی تسکین اور نسل کو جاری رکھنے کے لیے اسی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ اور اس کے بعد میاں، بیوی کا رشتہ قائم فرمایا۔ اس رشتہ کے تین بنیادی تقاضے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ناپید ہو جائے تو ازدواجی زندگی بے لطف، بے قراری اور ناہمواری کا شکار ہو جاتی ہے ① میاں بیوی کے درمیان پُرسکون ماحول ہونا چاہیے جو باہمی اعتماد کے بغیر ممکن نہیں۔ ② اتحاد اور اعتماد باہمی محبت کے بغیر قائم نہیں ہوتا۔ ③ باہمی محبت و احترام کے لیے لازم ہے کہ ایک دوسرے کیساتھ شفقت و مہربانی کا روّیہ اختیار کیا جائے جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کی کوتاہی کو معاف کیا جانا چاہیے۔

میاں، بیوی کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نتیجہ ہے یہ تعلق جتنا بہتر ہوگا اتنا ہی اچھا اولاد کی تربیت پر اثر پڑے گا میاں بیوی معاشرے کا بنیادی یونٹ ہیں اس یونٹ کو مضبوط اور بہتر سے بہترین ہونا چاہیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں وہ شخص بہتر ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے۔ میاں، بیوی کے رشتہ میں اللہ کی قدرت ملاحظہ فرمائیں کہ کتنے جوڑے ہیں جو نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں بلکہ ان کے خاندان بھی ایک دوسرے کے واقف نہیں ہوتے۔ یہ جوڑا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہوتا ہے۔ اس لیے محاورہ ہے کہ ''رشتے زمین پر نہیں آسمانوں پر طے ہوتے ہیں۔'' جونہی میاں، بیوی کا رشتہ قائم ہوتا ہے تو دونوں خاندانوں میں بھائی چارہ اور میاں، بیوی کے درمیان اس قدر گہرا تعلق قائم ہو جاتا ہے کہ جو بیٹی والدین کے گھر سے باہر ایک رات رہنے کا سوچ نہیں سکتی۔ رشتہ ازواج میں منسلک ہونے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدین کے گھر آئے تو واپس جانے کے لیے بیتاب ہوتی ہے۔ جوں جوں اولاد ہوتی ہے توں توں والدین سے تعلق کم ہوتا چلا جاتا ہے یہ اللہ کی قدرت نہیں تو اور کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی بیویوں کی قدر کیا کرو کیونکہ ''اللہ'' کے حکم سے ان کا وجود اور عزت و ناموس تمہارے لیے جائز قرار پایا ہے۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ»

(رواہ مسلم: باب حَجَّةِ النَّبِیِّ ﷺ)

''جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کے حکم سے تمہاری بیویوں کی شرم گاہیں تمہارے لیے حلال قرار پائی ہیں۔''

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ» (رواہ الترمذی: کتاب المناقب عن رسول اللہ [صحیح])

''وہی شخص اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے لیے بہتر ہے اور میں تم سے اپنے گھر والوں کے بارے میں بہت بہتر ہوں۔''

«عَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاحَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ» (رواہ أبو داؤد: کتاب النکاح، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا [حسن صحیح])

''حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم پر ہماری بیویوں کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا: جب کھانا کھائے تو اسے بھی کھلائے جب کپڑے پہنے تو اسے بھی پہنائے، اسکے منہ پر نہ مارے اور نہ ہی اسے گالی دے اور اسے نہ چھوڑ مگر گھر میں۔''

مسائل

۱۔ میاں، بیوی کا رشتہ ''اللہ'' کی قدرت کی نشانی ہے۔ ۲۔ میاں، بیوی کے درمیان محبت و مہربانی کا معاملہ ہونا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

میاں، بیوی کا تعلق اور حقوق:

۱۔ میاں، بیوی آپس میں لباس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (البقرۃ: ۱۸۷) ۲۔ بیوی نسلِ انسانی کا ذریعہ ہے۔ (النساء: ۱)
۳۔ بیوی سکون کا باعث ہے۔ (الروم: ۲۱) ۴۔ بیوی خاوند کی نائب ہے اور خاوند گھر کا منتظم ہے۔ (النساء: ۳۴)
۵۔ نبھا نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو بہتر طریقے سے رکھنا چاہیے اور اچھے طریقے سے ہی چھوڑنا چاہیے۔ (البقرۃ: ۲۳۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ	اٰيٰتِهٖ	خَلْقُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافُ	اَلْسِنَتِكُمْ
اور سے	اس کی نشانیاں	پیدا کرنا	آسمانوں	اور زمین کا	اور مختلف ہونا	تمہاری زبانوں

وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾
اور تمہارے رنگوں کا	بلاشبہ	میں	اس	البتہ نشانیاں ہیں	علم والوں کے لیے

''آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ''اللہ'' کی نشانیوں میں سے ہیں۔ یقیناً جاننے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔'' (۲۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ کی قدرت کی پانچویں اور چھٹی نشانی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں عظیم تر نشانیاں یہ ہیں کہ اس نے آسمانوں کو ٹھوس صورت میں پیدا کیا اور بغیر ستونوں کے ٹھہرایا اور آسمانِ دنیا کو ستاروں سے خوبصورت بنایا اور شہابِ ثاقب کے ذریعے اس کی حفاظت فرمائی۔ آسمان کو اس طرح قائم فرمایا ہے کہ آج تک نہ کسی طرف جھکا ہے اور نہ ہی کہیں سے اس میں دراڑ واقع ہوئی ہے یہ ابد سے ازل تک جوں کا توں کھڑا ہے اور لوگوں کو دکھائی دیتا رہے گا، زمین پر غور فرمائیں کہ اسے تہہ بہ تہہ سات زمینوں میں تقسیم کیا اور پوری کی پوری زمین پانی پر بچھائی اور ٹھہرائی ہے۔ زمین اپنی وسعت اور وجود کے اعتبار سے اتنی بھاری اور بوجھل ہے کہ اس کے بوجھ کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا پھر اس پر جمادات، نباتات، حیوانات، ٹھہرائے اور اس پر انسان بسائے لیکن اس کے باوجود کروڑوں سالوں سے پانی پر ٹھہری ہوئی ہے۔ نہ کہیں سے دھنسی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی دراڑ پیدا ہوئی ہے۔ اسی طرح غور فرمائیں کہ ایک ہی آب وہوا، ایک جیسی خوراک اور ایک ہی علاقے میں رہنے والے لاکھوں، کروڑوں انسان ایک ہی جیسی زبان (TONGUE) اور آب وہوا رکھتے ہیں مگر بولیاں الگ الگ ہیں۔

اب تک دنیا میں تقریباً 6900 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ویب سائٹ کی معلومات کے مطابق اب تک 60 فی صد لوگ جو زبانیں بولتے ہیں ان کی تعداد تیس ہے۔ جن میں مشہور یہ زبانیں ہیں۔

دنیا میں مشہور زبانوں کے نام اور ان کے بولنے والوں کی تعداد:

۱۔ چینی: 882 ملین ۲۔ ہسپانوی: 325 ملین ۳۔ انگریزی:-312380 ملین
۴۔ عربی: 206-422 ملین ۵۔ ہندی: 181 ملین ۶۔ پُرتگالی: 178 ملین
۷۔ بنگالی: 173 ملین ۸۔ روسی: 146 ملین ۹۔ جاپانی: 128 ملین ۱۰۔ جرمن: 96 ملین
۱۱۔ اُردو بولنے والے اور سمجھنے والے تقریباً پچاس کروڑ سے زائد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ	اٰیٰتِهٖ	مَنَامُكُمْ	بِالَّیْلِ	وَالنَّهَارِ	وَابْتِغَآؤُكُمْ	مِّنْ
اور سے	اس کی نشانیوں	تمہارا سونا	رات	اور دن میں	اور تمہارا تلاش کرنا	سے
فَضْلِهٖ ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾
اس کے فضل	بلاشبہ	میں	اس	البتہ نشانیاں	ان لوگوں کے لیے	وہ سنتے ہیں

''اور اُس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور دن کے وقت تمہارا اُس کے فضل کو تلاش کرنا ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو توجہ سے بات سنتے ہیں۔'' (۲۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ساتویں اور آٹھویں نشانی۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بے شمار اور اَن گنت ہیں لیکن اس کی قدرت کی کچھ ایسی نشانیاں اور نعمتیں ہیں جن سے استفادہ کیے بغیر کوئی آدمی رہ نہیں سکتا ان میں نیند بھی شامل ہے۔ نیک ہو یا بد، چھوٹا ہو یا بڑا، کافر ہو یا مسلمان، نیند ایسی نعمت ہے جسے انسان کی جبلّت میں رکھ دیا گیا ہے کوئی چاہے یا نہ چاہے، نیند کی آغوش میں جانا ہر ایک کی فطری ضرورت اور مجبوری ہے۔ اس فطری ضرورت میں انسان کی زندگی مضمر ہے جوں ہی آدمی نیند کی آغوش میں جاتا ہے تو اس کی جسمانی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ انسان کا غم بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ بالخصوص رات کی نیند انتہائی مفید بنا دی گئی ہے اگر انسان کو دو، تین دن نیند نہ آئے تو اس کا وجود اکڑ جاتا ہے اور وہ چلنے، پھرنے یہاں تک کہ سوچنے، سمجھنے کے قابل نہیں رہتا۔ میڈیکل سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ روشنی کی بجائے آدمی کو اندھیرے میں سونا چاہیے کیونکہ اندھیرے میں سونے سے نہ صرف نیند گہری آتی ہے بلکہ اس سے سکون میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ گہری اور پُرسکون نیند کے ذریعے انسان کی دن بھر میں استعمال کی ہوئی انرجی بحال ہو جاتی ہے اور تھکا ماندہ انسان تازہ دم ہو کر صبح کو اپنے کام کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ رات کی نیند کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد آدمی کو جلد سونا اور صبح جلد اٹھنا چاہیے۔

خوشی کی بات یہ ہے کہ میڈیکل سائنس اس حقیقت تک پہنچ چکی ہے کہ پہلی رات کی نیند رات کے پچھلے پہر کی نیند سے کہیں بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو رات اور دن میں تقسیم کیا ہے۔ رات آرام اور سکون کے لیے ہے، دن کام اور دیگر مصروفیات کے لیے بنایا گیا ہے جس میں انسان اپنے رب کا فضل تلاش کرتا ہے۔ فضل سے مراد خوراک اور دیگر وسائل ہیں۔ رات اور دن میں سے کسی ایک کا وجود نہ ہو یا ان میں کوئی خلل واقع ہو جائے تو انسان ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کا نظام ختم ہو جائے جو لوگ اپنے رب کے ارشادات توجہ سے سنتے اور ان پر غور کرتے ہیں یقیناً وہ ہدایت پاتے ہیں۔

''ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کو ناپسند

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔'' (رواہ البخاری: باب مَا یُکْرَہُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ)

سونے کی دعا:

نبی اکرم ﷺ سونے سے پہلے بہت سی دعائیں پڑھا کرتے تھے یہاں صرف چند کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں جو شخص اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے تین مرتبہ یہ کلمات کہتا ہے۔ ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ'' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں، اگرچہ درختوں کے پتوں کی تعداد کے برابر ہوں، بیشک صحرا کی ریت کے ذروں کے برابر بھی ہوں، اگرچہ دنیا کے دنوں کی تعداد کے برابر ہوں۔'' (رواہ الترمذی: کتاب الدعوات [ضعیف])

سونے کے آداب:

① وضو کرنا۔ ② بسم اللہ پڑھ کر بستر پر جانا۔ ③ لیٹنے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑنا۔ ④ دائیں کروٹ لیٹنا۔ ⑤ دایاں ہاتھ دایاں رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رُخ ہو کر سونا۔ ⑥ مسنون دعائیں پڑھنا۔ ⑦ آیۃ الکرسی، سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات، سورۃ السجدہ اور سورۃ الملک کی تلاوت کرنا ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد اللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا سنت نبوی ہے۔ اس کے بعد

«اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَا» (رواہ البخاری: باب وَضْعِ الْيَدِ الْيُمْنَى تَحْتَ الْخَدِّ الْأَيْمَنِ)

''اے اللہ میں تیرے نام سے ہی مرتا ہوں اور تیرے نام سے ہی جیتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور عظیم نعمتوں میں نیند بہت بڑی نعمت ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے رات آرام اور دن کام کاج کے لیے بنایا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو غور سے سننے والے ہی ہدایت پاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

رات اور دن کے فائدے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو باعثِ سکون اور دن کو کسبِ معاش کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ (القصص: ۷۳)

۲۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم سکون حاصل کرو۔ (یونس: ۶۷)

۳۔ اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے دن اور رات بنائے تاکہ تم تسکین حاصل کرو۔ (القصص: ۸۲)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کو نشانیاں بنایا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱۲)

۵۔ دن، رات، سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ	اٰیٰتِهٖ	یُرِیْكُمُ	الْبَرْقَ	خَوْفًا	وَّ طَمَعًا
اور سے	اس کی نشانیوں	وہ تمہیں دکھاتا ہے	بجلی	ڈرانے	اور امید دلانے کے
وَّیُنَزِّلُ	مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً	فَیُحْیٖ	بِهِ	الْاَرْضَ بَعْدَ
اور وہی نازل کرتا ہے	آسمان سے	پانی	پھر وہ زندہ کرتا ہے	ساتھ اس کے	زمین کو بعد
مَوْتِهَا ؕ	اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾
اس کی موت کے	بلاشبہ	میں	اس	البتہ نشانیاں ہیں	ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں

''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ تمہیں برق دکھاتا ہے۔ جو خوف اور امید لیے ہوتی ہے، اور آسمان سے پانی برساتا ہے۔ پھر اس کے ذریعے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نویں، دسویں اور گیارہویں نشانی۔

انسان کی زندگی اور اس کے رزق کا دارومدار پانی پر ہے اور پانی کا سب سے بڑا ذریعہ بارش ہے اگر ایک مدّت تک بارش نہ ہو تو نہ صرف پہاڑوں میں پھوٹنے والے چشمے خشک ہوجاتے ہیں بلکہ زمین کا پانی بھی اتنا نیچے چلا جاتا ہے کہ اس کا حاصل کرنا لوگوں کے لیے ناممکن بن جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ سمندر سے بخارات اٹھتے ہیں ہوائیں انہیں اٹھا کر فضا میں کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں بخارات بادلوں کی شکل اختیار کرتے ہیں فرشتہ انہیں ہانک کر وہاں لے جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ انہیں برسنے کا حکم صادر فرماتا ہے۔ بارش سے مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے اور اس کے سینے میں چھپے ہوئے بیج اس کی چھاتی پر لہلہانے لگتے ہیں جس میں عقل والوں کے لیے پہلا سبق یہ ہے کہ اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرما کر اپنے حضور کھڑا کرے گا۔ اس آیت میں آسمانی بجلی کے بارے میں خوف اور امید کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ آسمانی بجلی جب زمین پر گرتی ہے تو ہر چیز کو خاکستر کردیتی ہے جب اوپر چڑھتی ہے تو اس کی آواز اس قدر گرج دار اور خوف ناک ہوتی ہے کہ سننے والوں کے کلیجے دھک دھک کرنے لگتے ہیں اور کئی فصلیں ایسی ہیں بالخصوص چنے کی فصل جو البرق کی چمک سے جل کر راکھ ہوجاتی ہے۔ جہاں زمین پر بجلی کے گرنے کے نقصانات ہیں وہاں اس کی وجہ سے ایسی گیسیں زمین پر اترتی ہیں جن میں بے شمار کیمیائی فوائد ہوتے ہیں۔ بجلی کی گرج اور چمک سے خوف کے ساتھ ساتھ بارش برسنے کی امید بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح اس میں اُمید اور خوف دونوں پائے جاتے ہیں۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ أَقْبَلَتْ یَهُودٌ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالُوْا یَا أَبَا الْقَاسِمِ أَخْبِرْنَا عَنِ الرَّعْدِ مَا هُوَ قَالَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ مَعَهٗ مَخَارِیْقُ مِنْ نَارٍ یَسُوْقُ بِهَا السَّحَابَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ فَقَالُوْا فَمَا هٰذَا الصَّوْتُ الَّذِیْ نَسْمَعُ قَالَ زَجْرُهٗ بِالسَّحَابِ إِذَا زَجَرَهٗ حَتّٰی يَنْتَهِيَ إِلٰی حَيْثُ أُمِرَ قَالُوْا صَدَقْتَ»

(رواہ الترمذی: کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الرعد [وھو حدیث صحیح])

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی ﷺ کے پاس آئے انہوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہمیں بجلی کی کڑک کے بارے میں بتائیں کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بادلوں پر مقرر ہے اس کے پاس آگ کے کوڑے ہوتے ہیں وہ ان کے ساتھ بادلوں کو ہانکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے جہاں لے جانے کا حکم دیتا ہے۔ انہوں نے کہا ان میں آواز کیا ہے جو ہم سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: فرشتہ بادلوں کو ہانکتا ہے یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ یہودیوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔''

{ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ } (الرعد:۱۳)

''اور بجلی اس کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے۔''

مسائل

۱۔ آسمانی بجلی بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہے۔ ۲۔ البرق میں خوف اور امید دونوں موجود ہوتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں سے بارش برساتا ہے اور اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔

۴۔ جس طرح ایک مدت کے بعد بارش کے ساتھ زمین سے بیج اُگتے ہیں اسی طرح ہی قیامت کے دن مردوں کو زندہ کیا جائے گا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی ہر قدرت میں عقل مندوں کے لیے نصیحت کا سبق موجود ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

بارش کا نزول اور اس کے فوائد:

۱۔ زمین و آسمان بنانے اور بارش اتارنے والا ''اللہ'' ہے کیا اس کے ساتھ دوسرا الٰہ ہے؟ (النمل:۶۰)

۲۔ آسمانوں و زمین کی پیدائش، دن اور رات کی گردش، سمندر میں کشتیوں کے چلنے، آسمان سے بارش نازل ہونے، بارش سے زمین کو زندہ کرنے، چوپایوں کے پھیلنے، ہواؤں کے چلنے اور بادلوں کے مسخر ہونے میں ''اللہ'' کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ (البقرۃ:۱۶۴)

۳۔ قیامت، بارش کا نازل ہونا اور جو کچھ رحموں میں ہے اور انسان کل کیا کمائے گا اور اُسے کہاں موت آئے گی انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (لقمان:۳۴) ۴۔ برق اپنے رب کی تسبیح پڑھتی ہے۔ (الرعد:۱۳)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمِنْ	اٰیٰتِهٖۤ	اَنْ	تَقُوْمَ	السَّمَآءُ	وَالْاَرْضُ
اور سے	اس کی نشانیوں	یہ کہ	قائم ہے	آسمان	اور زمین
بِاَمْرِهٖ ؕ	ثُمَّ	اِذَا	دَعَاكُمْ	دَعْوَةً ۖ	مِّنَ
اس کے حکم کے ساتھ	پھر	جب	وہ تمہیں پکارے گا	ایک بار پکارنا	سے
الْاَرْضِ ۖ	اِذَاۤ	اَنْتُمْ	تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾	وَلَهٗ	مَنْ
زمین	تو ناگہاں	تم سب	نکل آؤ گے	اور اسی کے لیے ہے	جو ہے
فِی	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	كُلٌّ	لَّهٗ	قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾
میں	آسمانوں	اور زمین	سب	اسی کے لیے	فرماں بردار ہیں

''اور اُسی کی نشانیاں ہیں کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب تمہیں زمین سے پکارے گا، بس ایک ہی پکار سے تم نکل کھڑے ہو گے۔ (۲۵) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اُسی کا ہے اور سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بارہویں نشانی۔

اللہ تعالیٰ کی ذات جس طرح عظیم المرتبت ہے اسی طرح اس کی قدرت اور کام عظیم اور عدیم المثال ہیں۔ زمین و آسمان پر غور فرمائیں کہ آسمان کسی سہارے کے بغیر قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا، زمین پانی پر بچھائی گئی ہے اس کے باوجود نہ اس میں جھول ہے اور نہ ہی کسی مقام سے پانی میں غرق ہوئی ہے۔ زمین و آسمان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہیں اور اس کے حکمِ ثانی تک قائم رہیں گے۔ قیامت کے دن زمین و آسمان کو بدل دیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو صور میں پھونک مارنے کا حکم دے گا اسرافیل کے صور پھونکنے کے ساتھ ہی لوگ اپنے اپنے مدفن سے نکل کھڑے ہوں گے کوئی اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کر پائے گا کیونکہ زمین و آسمانوں میں ہر چیز ''اللہ'' کی مِلک اور اس کے تابعِ فرمان ہے۔ اسی نے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے بالکل آسان ہے کیونکہ وہی زمین و آسمان پر غالب اور بلند و بالا ہے اس کے ہر کام اور حکم میں حکمت پنہاں ہوتی ہے۔

اس فرمان میں یہ واضح پیغام دیا گیا ہے کہ اے انسان غور کر کہ جس زمین پر تیرا ٹھکانہ ہے اور جس آسمان تلے تو زندگی گزارتا ہے وہ اور ان کی ہر چیز اپنے رب کی تابع فرمان ہے مگر تو اس کی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ شریک بنانے میں بھی شرم محسوس نہیں کرتا حالانکہ تو نے مر کر اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَهُوَ	الَّذِیْ	یَبْدَؤُا	الْخَلْقَ	ثُمَّ	یُعِیْدُهٗ	وَهُوَ
اور وہی	جو	پہلی بار پیدا کرتا ہے	مخلوق کو	پھر	وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا	اور وہ

اَهْوَنُ	عَلَیْهِ ؕ	وَلَهُ	الْمَثَلُ	الْاَعْلٰی	فِی	السَّمٰوٰتِ
زیادہ آسان ہے	اس پر	اور اسی کے لیے ہے	مثال	اعلیٰ	میں	آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ	وَهُوَ	الْعَزِیْزُ	الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾
اور زمین	اور وہ	بڑا زبردست	خوب حکمت والا ہے

''وہی تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اُس کے لیے آسان تر ہے اسی کی شان ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں سب سے برتر ہے، غالب اور حکمت والا ہے۔''(۲۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ذاتِ کبریا کی مذکورہ بالا صفات اور قدرتیں ہیں اس کی یہ بھی صفت اور قدرت ہے کہ وہی دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق، زمین و آسمان کی پیدائش، لیل ونہار کی گردش اور اپنی دوسری قدرتوں کا تذکرہ اور شمار کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ جس ذات نے یہ سب کچھ پیدا کیا اسی نے پوری مخلوق اور انسان کو پہلی دفعہ پیدا فرمایا اور وہی اسے دوبارہ زندہ کرنے کے بعد اپنے حضور حاضر کرے گا۔ انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے بالکل آسان کام ہے وہ اپنی ذات اور تخلیق کے حوالے سے اعلیٰ اور بے مثال ہے۔ زمین و آسمانوں میں اس کی ذات اور صفات کی نہ کوئی مثال ہے اور نہ ہوگی وہ ہر اعتبار سے غلبہ رکھنے والا ہے اور اس کے ہر کام میں لاتعداد حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ دوسرے مقام پر مخلوق کو دوبارہ پیدا کرنے کے بارے میں یہ بھی الفاظ استعمال فرمائے ہیں کہ سوچو اور غور کرو کیا پہلی دفعہ مخلوق کو پیدا کرنا مشکل ہے یا دوسری مرتبہ۔ (العنکبوت:۱۹، ۲۰)

''اَلْعَزِیْزُ'' کی صفت لاکر اشارہ کیا کہ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، بادشاہ ہو یا فقیر، نیک ہو یا بد، ڈوب کر مرا ہو یا جل کر جس حالت میں مرا ہو اللہ تعالیٰ غالب ہے کہ اسے دوبارہ زندہ کرے دوبارہ پیدا کرنے میں ''اَلْحَكِیْمُ'' کی حکمت یہ ہے کہ وہ ظالم کو سزا دے اور نیک کو جزا دے۔

مسائل

اللہ تعالیٰ نے اس رکوع میں کائنات کی تخلیق کے حوالے سے اپنی قدرت کی ۱۶ نشانیوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ ''اللہ'' ہی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ ۲۔ اسی نے لوگوں کو زمین پر پھیلایا اور بسایا ہے۔

۳۔ ''اللہ'' ہی نے مردوں سے ان کی بیویوں کو پیدا کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اسی نے میاں بیوی کے درمیان محبت اور مہربانی کا جذبہ پیدا فرمایا ہے۔
۵۔ ''اللہ'' نے ہی زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔ ۶۔ اسی نے لوگوں کی مختلف زبانیں اور رنگتیں بنائی ہیں۔
۷۔ ''اللہ'' ہی نے رات کو باعثِ سکون بنایا ہے۔ ۸۔ اسی نے لوگوں کے لیے دن کو کام کاج کے لیے بنایا ہے۔
۹۔ ''اللہ'' ہی آسمانی بجلی سے لوگوں کو خوف زدہ کرتا اور امید دلاتا ہے۔
۱۰۔ وہی آسمان سے بارش کے ذریعے مردہ زمین کو شاداب کرتا ہے۔ ۱۱۔ ''اللہ'' ہی زمین و آسمانوں کو قائم رکھے ہوئے ہے۔
۱۲۔ وہی لوگوں کو قیامت کے دن زمین سے نکلنے کا حکم دے گا اور لوگ اس کے حکم کے ساتھ ہی نکل کر اس کے حضور کھڑے ہو جائیں گے۔
۱۳۔ زمین و آسمان اسی کی مِلک ہیں اور ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے۔
۱۴۔ ''اللہ'' ہی نے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا، دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے بالکل آسان ہے۔
۱۵۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور تخلیق کے حوالے سے پوری کائنات میں اعلیٰ اور بے مثال ہے۔
۱۶۔ وہی زمین و آسمان میں سب پر غالب اور بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ تعالیٰ'' اعلیٰ اور بے مثال ہے:

۱۔ ''اللہ'' تعالیٰ ہی رب ہے۔ (لانعام:۱۰۲) ۲۔ ''اللہ'' ہر چیز کا خالق ہے۔ (الرعد:۱۶)
۳۔ ''اللہ'' ہی کی ذات ازلی اور ابدی ہے۔ (الحدید:۳) ۴۔ مشرق و مغرب ''اللہ'' کے لیے ہے۔ (البقرۃ:۱۴۲)
۵۔ غنی ہے اور تعریف کیا گیا۔ (فاطر:۳۵) ۶۔ زمین و آسمان پر ''اللہ'' کی بادشاہی ہے۔ (آلِ عمران:۱۸۹)
۷۔ قیامت کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہوگی۔ (الفرقان:۲۶) ۸۔ ''اللہ'' ہر چیز پر گواہ ہے۔ (البروج:۹)
۹۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ ''اللہ'' کی ملکیت ہے اور ''اللہ'' ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران:۱۸۹)
۱۰۔ کیا آپ نہیں جانتے؟ کہ زمین و آسمان کی بادشاہت ''اللہ'' کے لیے ہے۔ (البقرۃ:۱۰۷)
۱۱۔ ''اللہ'' سخت عذاب دینے والا ہے۔ (البقرۃ:۱۶۵) ۱۲۔ اس نے ہمیشہ رہنا اور باقی نے فنا ہو جانا ہے۔ (الرحمٰن:۲۶)
۱۳۔ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے وہ ہر بات سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (الشوریٰ:۱۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ضَرَبَ	لَكُمْ	مَّثَلًا	مِّنْ	اَنْفُسِكُمْ ؕ	هَلْ لَّكُمْ
اس نے بیان کی	تمہارے لیے	ایک مثال	سے	تمہارے نفسوں	کیا تمہارے لیے ہیں
مِّنْ مَّا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُكُمْ	مِّنْ	شُرَكَآءَ	فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ
اس سے جو	مالک بنے	تمہارے دائیں ہاتھ	سے	شریک	اس میں جو ہم نے تم کو رزق دیا
فَاَنْتُمْ	فِيْهِ	سَوَآءٌ	تَخَافُوْنَهُمْ	كَخِيْفَتِكُمْ	اَنْفُسَكُمْ ؕ
کہ تم	اس میں	برابر ہو	تم ان سے ڈرتے ہو	ڈرنے کی طرح	اپنے نفسوں سے

''وہ تمہیں تمہاری ذات سے مثال دیتا ہے کیا تمہارے اُن غلاموں میں سے جو تمہاری ملکیت میں ہیں کچھ غلام ایسے ہیں جو ہمارے دیے ہوئے مال میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔تم اس معاملہ میں ان سے اُس طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں اپنے شریکوں سے ڈرتے ہو۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: پہلی آیات میں توحید کے ایسے دلائل دیے گئے ہیں جس سے ہر انسان کو واسطہ پڑتا ہے اور وہ ان چیزوں سے مستفید ہوتا ہے۔اب انسان کے ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے اس کی نفسانی کیفیت کا حوالہ دیا جاتا ہے۔

اے لوگو! تمہارے لیے تمہارے نفس کی ایک کیفیت پیش کی جاتی ہے اس پر توجہ کرو اور اسے سمجھنے کے لیے اپنی عقل سے کام لو وہ کیفیت اور مثال یہ ہے کہ جن غلاموں کے تم مالک ہو اور جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے اس میں کیا تم اپنے زرخرید غلاموں کو برابر کے شریک کرنے کے لیے تیار ہو؟ تمہارے دلوں کی کیفیت تو یہ ہے کہ تم اپنے مال میں غلاموں کی شراکت کے تصور سے اس طرح کانپتے ہو جس طرح تم پہلے سے وراثت میں شریک رشتہ داروں سے ڈرتے ہو۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں خودداری اور آزادی پیدا کی ہے جس بناء پر انسان زیادہ سے زیادہ اختیارات چاہتا اور اپنے معاملات میں دوسروں کی شراکت اور عمل داری قبول نہیں کرتا۔یہ تو انسان کی طبیعت کی کمزوری اور ضرورت ہے کہ اسے چار و ناچار اپنے معاملات میں دوسروں کو شریک کرنا پڑتا ہے اگر انسان تمام معاملات کو بلا شرکت غیرے چلانے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ایک لمحہ کے لیے بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کے معاملات میں کوئی دخل اندازی کرے۔اس کی طبیعت اور کیفیت کا حوالہ دینے کے بعد اسے احساس دلایا گیا ہے کہ اے انسان تو کمزور اور ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنے محدود اور عارضی اختیارات میں کسی کی شرکت پسند نہیں کرتا۔غور کر! کہ اللہ تعالیٰ خالق، مالک اور بلا شرکت غیرے مخلوق کا بادشاہ ہے وہ کس طرح دوسرے کو گوارا کر سکتا ہے؟ یہ مثال بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگو! اس مثال پر انصاف کے ساتھ غور کرو کہ جن کو تم اللہ کے شریک بناتے ہو وہ کس طرح اللہ کے شریک ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کس طرح گوارا کر سکتا ہے؟ وہ تو بڑا بے نیاز اور غیور ہے اللہ تعالیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾	بَلِ	اتَّبَعَ
اسی طرح	ہم مفصل بیان کرتے ہیں	آیتیں	ان لوگوں کے لیے	جو عقل رکھتے ہیں	بلکہ	اتباع کی

الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْٓا	اَهْوَآءَهُمْ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ ۚ	فَمَنْ	يَّهْدِيْ
ان لوگوں نے	جنہوں نے ظلم کیا	اپنی خواہشات کی	بغیر	علم کے	پھر کون	ہدایت دے

مَنْ	اَضَلَّ	اللّٰهُ ؕ	وَمَا	لَهُمْ	مِّنْ	نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾
جسے	گمراہ کر دیا	اللہ نے	اور نہیں ہے	ان کے لیے	کوئی	مددگار

اس طرح ہم آیات کھول کر پیش کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔(۲۸) مگر ظالم جہالت کی بنا پر اپنے تخیلات کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ایسے شخص کو کون راستہ دکھا سکتا ہے جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو؟ ایسے لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''(۲۹)

مثال اور دلائل دے کر اپنی توحید سمجھاتا ہے تاکہ لوگ عقل وفکر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں لیکن جو لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے وہ بغیر حقیقت جانے اپنے تصورات، خواہشات اور مفادات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ایسے لوگ جان بوجھ کر گمراہ ہو چکے ہیں اور عقل سے کام نہیں لیتے اگر یہ عقل سلیم سے کام لیں تو کبھی شرک کا ارتکاب نہ کریں لیکن یہ حقیقت جاننے کے باوجود اُسے سمجھنے کے لیے تیار نہیں جس وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نہیں دیتا۔مشرکین کا عقیدہ ہے کہ یہ بزرگ قیامت کے دن بھی ہماری مدد کریں گے حالانکہ قیامت کے دن ان کی کوئی بھی مدد نہیں کر سکے گا۔یہ بات فہم القرآن کے کئی مقامات پر عرض ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کو گمراہ کرنے کا صرف اتنا مفہوم ہے کہ جو شخص گمراہی کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی رسّی دراز کر دیتا ہے جس وجہ سے وہ گمراہی میں آگے ہی بڑھتا جاتا ہے ایسے گمراہ شخص کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

مسائل

۱۔ ہر انسان طبعی طور پر اپنے معاملات میں کسی کی شراکت اور دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔

۲۔ انسان عقل سلیم کے ساتھ سوچے تو کبھی شرک نہ کرے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ عقیدہ توحید اور حقائق کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ سمجھنے کی کوشش کریں۔

۴۔ مشرک اور ظالم اپنی جہالت کی بنیاد پر اپنی خواہشات اور تصورات کی پیروی کرتے ہیں۔

۵۔ قیامت کے دن ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَقِمْ	وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ	حَنِيْفًا ؕ	فِطْرَتَ	اللّٰهِ الَّتِيْ
چنانچہ آپ قائم رکھیں	اپنا چہرہ دین کی طرف	یک سو	فطرت	اللہ کی وہ جو
فَطَرَ	النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ	لَا تَبْدِيْلَ	لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ الدِّيْنُ
اس نے پیدا کیے	لوگوں کو اس پر	نہیں ہے تبدیل کرنا	اللہ کی مخلوق کو	یہی دین ہے
الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰	مُنِيْبِيْنَ	اِلَيْهِ
سیدھا اور لیکن	اکثر لوگ	نہیں وہ جانتے	رجوع کرنے والے	اسی کی طرف
وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ وَلَا	تَكُوْنُوْا	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱
اور تم اسی سے ڈرو اور تم قائم رکھو	نماز اور نہ	تم ہو	سے	مشرکوں

''پس اے نبی یک سو ہو کر اپنا رُخ اس دین پر قائم رکھو، یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی، یہی مستقل دین ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۳۰) اللہ کی طرف رجوع کرو، اور اُس سے ڈرو۔ نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔'' (۳۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلے ایک مثال کے ذریعے انسان کی فطرت کو بیدار کرتے ہوئے شرک سے نفرت دلائی اور عقیدہ توحید سمجھایا۔ اس آیت میں یہ باور کروایا ہے کہ توحید فطرت کی آواز ہے اور انسان کو اپنی حقیقی فطرت پر قائم رہنا چاہیے۔

حکم ہوا کہ اپنے آپ کو دین حنیف پر قائم رکھیں یہی فطرت ہے اور اسی فطرت پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔ ''اللہ'' سے ڈرتے ہوئے اسی کی طرف متوجہ رہو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں نہ ہو جاؤ۔ اہل علم نے ان الفاظ کے تین مفہوم بیان کیے ہیں۔

① مشرکین میں نہ ہو جاؤ کا تعلق نماز سے نہیں یہ دونوں حکم الگ، الگ ہیں۔ ② نماز قائم کرو یعنی اخلاص سے نماز پڑھو اور ریاکاری سے بچو کیونکہ ریاکاری کرنا شرک ہے۔

«لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ غَيْرَ اللّٰهِ فِي الصَّلَاةِ وَالْعِبَادَةِ، أَيْ لَا تُصَلُّوْا لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَا تَعْبُدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ» (تفسیر ماتریدی)

''نماز اور دیگر تمام تر عبادات صرف اللہ کی ذات کے لیے خاص ہیں ان میں غیر اللہ کو شامل کر کے مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔''

③ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ان مشرکین میں نہ ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا عملی ثبوت نماز ہے جس کے بارے میں پہلے پارے میں ارشاد ہوا کہ ''نماز قائم کرنا مشکل کام ہے سوائے ان لوگوں کے جو ڈرنے والے ہیں۔'' (البقرہ:۴۵) ''اَلدِّيْنُ'' سے پہلی مراد اللہ کی توحید ہے اس لیے اس کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت اور تقاضے پورے کرنے پر پوری توجہ مرکوز رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی پر لوگوں کو پیدا کیا ہے اگر عقیدہ توحید ٹھیک ہوا اور اس کے تقاضے پورے ہوئے تو سارے کا سارا دین اور نظام ٹھیک رہے گا ''اَلدِّیْنُ'' سے دوسری مراد پورا دین ہے یعنی پورے کے پورے دین پر قائم رہو اور اسے قائم کرو دین ٹھوس دلائل پر قائم ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں یہ ہر اعتبار سے کامل اور اکمل ہے دین کی بنیاد توحید ہے۔ اگر اس میں ذرا سی کھوٹ پیدا ہوگئی تو سارے کا سارا دین مسترد کر دیا جائے گا۔ اس کا اوّلین تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اسی کی اطاعت کا پورا خیال رکھو۔ اس کا دوسرا تقاضا ہے کہ نماز قائم کی جائے اور تیسرا تقاضا زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرنا ہے اور کسی صورت بھی عقیدہ و عمل میں مشرکوں کے ساتھ نہیں ملنا۔ بعض مفکرین کا خیال ہے کہ انسان نے رفتہ رفتہ اپنے رب کو پہچانا ہے حالانکہ قرآن مجید کا واضح ارشاد ہے کہ ''توحید انسانی فطرت کی آواز ہے اور اسی پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے'' (الاعراف: ۱۷۲ تا ۱۷۴)

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَخَذَ اللّٰهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِي عَرَفَةَ فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قُبُلًا قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ»

(رواہ احمد: مسند عبداللہ بن عباس [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے مقام پر آدم علیہ السلام کی پشت سے اس کی تمام اولاد نکالی اور انھیں اپنے سامنے چیونٹیوں کی طرح پھیلایا پھر ان سے کلام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں ارشاد فرمایا کہ کہیں قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے یا تم کہو کہ شرک تو ہمارے آباؤ اجداد نے کیا تھا اور ہم ان کی اولاد تھے کیا تو ہمیں باطل کام کرنے والوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ كَمَثَلِ الْبَهِيمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيمَةَ هَلْ تَرٰى فِيهَا جَدْعَاءَ»

(رواہ البخاری: باب ماقیل فی أولاد المشرکین)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: ہر نومولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح جانور بچے کو جنم دیتا ہے تو کیا تم ان میں کسی کو مقطوع الاعضا پاتے ہو؟''

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ جنت والے جنت اور جہنم والے جہنم میں داخل کیے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہر اُس آدمی کو آگ سے نکال لیا جائے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے۔ فرشتے آگ سے لوگوں کو نکالیں گے جو جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ انہیں نہرِ حیات میں غسل دیا جائے گا وہ ایسے نمو پائیں گے جس طرح سیلاب کے بعد دانہ اُگتا ہے۔'' (رواہ البخاری: کتاب الایمان)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کی فضیلت:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا جائے تو پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (رواہ مسلم: باب الصلواۃ الخمس والجمعۃ...)

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بَعَثَ مُعَاذًا رضی اللہ عنہ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ»

(رواہ البخاری: کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا کہ یمن والوں کو سمجھاؤ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ آپ کی بات مان لیں تو انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اموال میں زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں میں تقسیم کی جائے گی۔''

مسائل

۱۔ ہر حال میں اپنے آپ کو عقیدہ توحید پر قائم رکھیں۔ ۲۔ ہر حال میں دین حنیف پر قائم رہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے۔ ۴۔ اللہ کے دین میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔
۵۔ دین حنیف ٹھوس دلائل پر قائم ہے۔ ۶۔ لوگوں کی اکثریت عقیدہ توحید اور دین حنیف سے بے شعور ہے۔
۷۔ ''اللہ'' سے ڈرتے رہیں نماز قائم کریں اور زکوۃ دیتے رہیں۔ ۸۔ مسلمان کو مشرکوں سے نہیں ہونا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

''اَلدِّیْنُ'' کی اہمیت اور اس کے معانی۔

۱۔ دین کا معنیٰ قانون ہے۔ (یوسف: ۷۶) ۲۔ عبادت کا نام دین ہے۔ (الزمر: ۳)
۳۔ دین کا معنیٰ فرمانبرداری۔ (المومن: ۱۴) ۴۔ الدین بمعنیٰ نظامِ حکومت۔ (المومن: ۲۵)
۵۔ الدین بمعنیٰ دین۔ (التوبۃ: ۲۹) ۶۔ الدین کا معنیٰ تابع بنانا اور تابع ہونا ہے۔ (البقرۃ: ۱۳۱)
۷۔ دین سے مراد جزا و سزا کا دن ہے۔ (الفاتحہ: ۴) ۸۔ دین کا معنیٰ شریعت ہے۔ (النساء: ۱۲۵)
۹۔ دین کا معنیٰ روزِ قیامت۔ (الذریات: ۱۲، الانفطار: ۱۵، ۱۷، ۱۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ	الَّذِیْنَ	فَرَّقُوْا	دِیْنَهُمْ	وَ كَانُوْا	شِیَعًا
سے	ان لوگوں	ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اُنہوں نے	اپنا دین	اور وہ ہو گئے	گروہ

كُلُّ	حِزْبٍ	بِمَا	لَدَیْهِمْ	فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾
ہر	گروہ	اس کے ساتھ جو	ان کے پاس ہے	خوش ہیں

''جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا ہے اور فرقوں میں تقسیم ہو گئے، ہر فرقے کے پاس جو ہے وہ اس پر خوش ہے۔'' (۳۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ کا ''اَلدِّیْنُ'' ایک تھا اور ہے لیکن لوگوں نے ''اَلدِّیْنُ'' کو تقسیم کیا اس وجہ سے فرقہ واریت میں مبتلا ہو گئے۔

عقیدہ توحید وحدتِ فکر دیتا ہے اس کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ جس طرح تمہارا الٰہ ایک ہے اسی طرح تمہیں بھی ایک ہونا چاہیے یہی پورے دین کی فکر ہے لیکن جن لوگوں نے عقیدہ توحید میں ملاوٹ کی اور ''اَلدِّیْنُ'' کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور گروہ بندی کا شکار ہو گئے توحید میں شرک کی آمیزش کرنے اور الدّین کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کی وجہ سے لوگ توحید کی وحدت اور ''اَلدِّیْنُ'' سے دور ہوئے انہیں اس پر افسوس کی بجائے اپنی گروہ بندی پر فخر ہے اور اسی کو اصل دین سمجھتے ہیں ہر کوئی اس پر شاداں اور فرحاں دکھائی دیتا ہے۔

«عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَخَطَّ خَطًّا وَخَطَّ خَطَّیْنِ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَخَطَّ خَطَّیْنِ عَنْ یَّسَارِهٖ ثُمَّ وَضَعَ یَدَهٗ فِی الْخَطِّ الْأَوْسَطِ فَقَالَ هٰذَا سَبِیْلُ اللّٰهِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآیَةَ ﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾»

(رواہ ابن ماجۃ: باب اتباع سنۃ [صحیح])

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی پھر اس کے دائیں اور بائیں مختلف لکیریں کھینچی پھر آپ نے اپنا دست مبارک درمیان کی لکیر پر رکھتے ہوئے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی {وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ}''

''حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودی اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے ان کے ستر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنّت میں جائے گا عیسائی بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کے اکہتر جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں داخل ہوگا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک جنّتی ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی جنت میں جانے والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر چلنے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔'' (رواہ ابن ماجۃ: باب افتراقِ الأُمَم [صحیح])

«یَآ أَیُّھَا النَّاسُ! أَلَآ إِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاکُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی أَعْجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰی أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلٰی أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰی»

(مسند أحمد: کتاب مسند الأنصار، باب حدیث رجل من أصحاب النبی ﷺ [صحیح])

''اے لوگو! خبردار یقیناً تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے خبردار! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، سرخ کو کالے پر اور کالے کو سرخ پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت حاصل نہیں۔''

''حضرت مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے نبی کی سنت۔'' (موطا امام مالک: باب النھی عن القول بالقدر [حسن])

سب سے پہلے امت میں افتراق اور دین میں اختلاف جھوٹی نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب نے پیدا کرنے کی کوشش کی کیونکہ اس کا امت کے ساتھ کوئی ناطہ نہ تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی علیہ السلام کے تربیت یافتہ تھے اس لیے انہوں نے نہ صرف دلائل کی بنیاد پر اس فتنے کا تدارک کیا بلکہ قتال فی سبیل اللہ کے ذریعے اس کا قلع قمع کر دیا اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خارجی فرقہ پیدا ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا مقابلہ کیا جس بنا پر یہ فتنہ زیادہ مدت تک نہ چل سکا۔ اس کے بعد علاقائی طور پر خلقِ قرآن اور جبری طلاق جیسے فتنے پیدا ہوئے مگر اس دور کے آئمہ کرام نے ان فتنوں کو دبا دیا اس دوران سیاسی اختلافات رونما ہوئے اور خلافتِ راشدہ کئی حصوں میں تقسیم ہوئی مگر اعتقادی اور فکری اعتبار سے امت چار سو سال متحد رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم کی تحقیق کے مطابق چوتھی صدی ہجری کے آخر میں امت فکری طور پر چار حصوں میں تقسیم ہوئی۔ آئمہ کرام کے نام پر مستقل طور پر چار فرقے معرضِ وجود میں آئے جو حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی کہلائے۔ ہر کوئی اپنی فقہ اور امام کو حرف آخر سمجھتا ہے۔ اس فرقہ واریت کے باوجود ہر دور میں ایک جماعت توحید و سنت پر قائم رہی اور وہ قیامت تک قائم رہے گی۔

مسائل

۱۔ جن لوگوں نے شرک و بدعت اختیار کیے وہ فرقہ فرقہ ہو گئے۔ ۲۔ ہر گروہ اپنی رسومات اور فقہ پر خوش ہے۔

تفسیر بالقرآن

اتحاد کا حکم:

۱۔ اتحاد اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ (آلِ عمران: ۱۰۳) ۲۔ اتحاد اللہ کی توفیق کا نتیجہ ہے۔ (الانفال: ۶۳)

۳۔ باہمی اختلاف اللہ کا عذاب ہوتا ہے۔ (الانعام: ۶۵) ۴۔ کتاب اللہ کا رشتہ نہ ٹوٹنے والا ہے۔ (البقرۃ: ۲۵۶)

۵۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔ (آل عمران: ۱۰۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا	مَسَّ	النَّاسَ	ضُرٌّ	دَعَوْا	رَبَّهُمْ	مُّنِيْبِيْنَ
اور جب	پہنچتی	لوگوں کو	تکلیف	وہ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	رجوع کرنے والے

اِلَيْهِ	ثُمَّ	اِذَآ	اَذَاقَهُمْ	مِّنْهُ	رَحْمَةً	اِذَا
اسی کی طرف	پھر	جب	وہ چکھاتا ہے انہیں	اپنی طرف سے	رحمت	ناگہاں

فَرِيْقٌ	مِّنْهُمْ	بِرَبِّهِمْ	يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾	لِيَكْفُرُوْا	بِمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ ؕ
کچھ لوگ	ان میں سے	اپنے رب کے ساتھ	شرک کرتے ہیں	تاکہ وہ انکار کریں	اس کا جو	ہم نے انہیں دی

فَتَمَتَّعُوْا وقفة	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾	اَمْ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْهِمْ	سُلْطٰنًا
پس تم فائدہ اٹھالو	پھر عنقریب	تم جان لوگے	کیا	ہم نے نازل کی	ان پر	کوئی دلیل

فَهُوَ	يَتَكَلَّمُ	بِمَا	كَانُوْا	بِهٖ	يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾
کہ وہ	بتلاتی ہو	ساتھ اس کے	وہ ہیں	اس کے ساتھ	شریک ٹھہراتے

''جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور صرف اسے پکارتے ہیں، جب ''اللہ'' اپنی رحمت سے عطا کرتا ہے تو یکا یک ان میں کچھ لوگ شرک کرنے لگتے ہیں۔ (۳۳) تاکہ ہمارے کیے ہوئے احسان کی ناشکری کریں۔ بس فائدہ اٹھاؤ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ (۳۴) کیا ہم نے انہیں کوئی دلیل عطا کی ہے جو شہادت دیتی ہو اُس شرک کی صداقت پر جو یہ کر رہے ہیں۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگ مفاد اور تعصّبات کی خاطر دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرتے اور اس پر خوش ہوتے ہیں ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ انہیں معمولی تکلیف پہنچے تو وہ مخلص ہو کر اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بات ماننے کے دل میں وعدے بھی کرتے ہیں۔ ایک رب کو ماننا اور ہر حال میں اسی کو پکارنا ہی انسان کی فطرت ہے اور ہونی چاہیے۔

اکثر انسانوں کی فطرت ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی تو اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور گڑگڑا کر دعائیں کرتے ہیں کہ الٰہی میری مشکل حل فرما اور مجھے اس تکلیف سے نجات دے دے۔ جب تکلیف رفع ہو جاتی ہے تو اپنے رب سے اس طرح لاتعلق ہو جاتے ہیں جیسے انہوں نے اپنے رب کو پکارا ہی نہیں تھا ان میں سے جو لوگ مشرکانہ عقیدہ رکھتے ہیں انکی حالت اس سے بھی بدتر ہوتی ہے وہ نہ صرف اپنے رب کو بھول جاتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بھی کرتے ہیں پہلے زمانے کے مشرک اکثر ایسا کیا کرتے تھے لیکن آج کلمہ پڑھنے والے بہت سے مشرکوں کا حال یہ ہے کہ انتہائی تکلیف کے وقت بھی اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں۔ ان کو سمجھایا جائے تو اوٹ پٹانگ باتیں بناتے ہیں حالانکہ ان کی باتیں بحث برائے بحث کے سوا کچھ نہیں ہوتیں کیونکہ ان کے پیچھے کوئی معقول دلیل نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اس شرک کو کفر قرار دیتے ہوئے انتباہ کیا ہے کہ جو کچھ ہم نے تمہیں مہلت اور فائدہ دے رکھا ہے اس سے فائدہ اٹھالو تا ہم بہت جلد تمہیں اپنے کفر و شرک کے انجام کا علم ہو جائے گا۔

آخر میں سوالیہ انداز میں فرمایا ہے کہ کیا ہم نے شرک کی کوئی دلیل نازل کی ہے کہ جس کے ساتھ مشرک اپنے شرک کے بارے میں بحث و تکرار کرتے ہیں ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کی حمایت اور تائید میں کوئی دلیل نازل نہیں کی لہٰذا مشرک خواہ مخواہ حجت بازی کرتے ہیں۔

مسائل

۱۔ ہر انسان مصیبت کے وقت اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔

۲۔ اکثر لوگ مصیبت ٹل جانے کے بعد اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

۳۔ کفر و شرک کرنے والوں کو بہت جلد ان کے انجام کا علم ہو جائے گا۔

۴۔ مشرک کے پاس شرک کرنے کی معقول دلیل نہیں ہوتی۔

تفسیر بالقرآن

شرک کی کوئی دلیل نہیں لیکن مشرک پھر بھی شرک کرتے ہیں:

۱۔ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کو پکارتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ (المؤمنون: ۱۱۷)

۲۔ انہوں نے اللہ کے علاوہ کئی معبود بنا لیے ہیں آپ فرمائیں کوئی دلیل لاؤ۔ (الانبیاء: ۲۴)

۳۔ اس کے سوا کوئی اور بھی الٰہ ہے اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔ (النمل: ۶۴)

۴۔ وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی۔ (الحج: ۷۱)

۵۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ (الانعام: ۸۱)

۶۔ بتوں کے الٰہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ (النجم: ۲۳)

۷۔ اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے دلیل آچکی ہے۔ (النساء: ۱۷۵)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو رحمت تو وہ خوش ہوتے ہیں اس کے ساتھ اور اگر انہیں پہنچے

سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝۳۶

کوئی مصیبت بوجہ اس کے جو آگے بھیجا ان کے ہاتھوں نے ناگہاں وہ ناامید ہوجاتے ہیں

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

کیا نہیں انہوں نے دیکھا کہ بے شک اللہ وہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کے لیے وہ چاہتا ہے

وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۳۷

اور وہی تنگ کرتا ہے بلاشبہ میں اس البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں

''جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو وہ اس پر پھول جاتے ہیں اور جب ان کے اپنے کیے کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یکا یک مایوس ہونے لگتے ہیں۔(۳۶) کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ جس کا اللہ چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ یقیناً اس میں عبرت کا سبق ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''(۳۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو رب انسان کو خوشی سے سرفراز اور غم سے دوچار کرتا ہے وہی اس کے رزق پر اختیار رکھتا ہے انسان ان باتوں پر غور کرے تو وہ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے سے باز آجائے۔

اکثر لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ انہیں کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ خود کفیل کرتا ہے تو وہ اس کا شکر ادا کرنے کی بجائے اترانے لگتے ہیں اگر انہیں کسی غلطی یا کمزوری کی وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوجاتے ہیں بالخصوص رزق کے معاملے میں اکثر لوگوں کا یہی وطیرہ ہوتا ہے کہ مال کی فراوانی ہو تو اتراتے ہیں اور مال اللہ کی نافرمانی کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں سمجھایا جائے تو ان کے روّیے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مال کے نشے میں اپنے آپ سے باہر ہوئے جارہے ہیں۔ کاروبار میں نقصان ہو تو ان کی بے بسی دیکھنے والی ہوتی ہے اور اکثر دفعہ ایسی گفتگو کرتے ہیں کہ سننے والا محسوس کرتا ہے کی یہ اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے حالانکہ جو رب تکلیف کے بعد راحت دینے والا ہے وہی رزق کو کشادہ اور کم کرنے والا ہے۔ رزق کا معاملہ چلنے والی ٹریفک کے مانند ہوتا ہے جس میں کبھی تیزی آتی ہے اور کبھی ٹھہراؤ آجاتا ہے اس لیے انسان کو ہر حال میں اپنے رب سے تعلق مضبوط رکھنا چاہیے یہی مسلمان کی شان ہے کیونکہ تکلیف کے بعد سہولت اور سہولت کے بعد تکلیف، کشادگی کے بعد تنگی اور تنگی کے بعد کشادگی اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت عمل میں آتی ہے ایمان دار لوگ اس حکمت سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اپنے رب کے اور قریب ہوجاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک رزق کے بڑھنے اور کم ہونے کا معاملہ ہے دنیا میں کوئی ایسا انسان ہوا ہے اور نہ ہوگا جسے ایک ہی مقدار اور رفتار کے ساتھ رزق مل رہا ہو اگر کوئی زمیندار ہے تو بے شک وہ کتنی ہی محنت اور فصل کی نگرانی کر لے۔ ہر سال اس کی فصل ایک جیسی نہیں ہوتی اگر کاروباری آدمی ہے اور بے شک وہ ارب پتی ہی کیوں نہ ہو اس کے کاروبار میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے حالانکہ کاروباری آدمی کی ہر وقت سوچ اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کے کاروبار میں نقصان کی بجائے منافع ہی ہوتا چلا جائے، اسی طرح ایک مزدور اور غریب آدمی کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہتا ہے کہ کبھی وہ اس قدر تنگ دست ہو جاتا ہے کہ پیٹ پالنے کے لیے مزدوری بھی نہیں ملتی اور کبھی مسلسل مزدوری ملنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ایک حد تک آسودہ دیکھتا ہے۔ رزق میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اور بعض دفعہ انسان کو معلوم نہیں ہوتا کہ میرے رزق میں کمی بیشی کا سبب کیا ہے امیر ہو یا غریب اسے ہر حال میں یہ سوچنا اور عقیدہ اپنانا چاہیے کہ رزق کی کمی، بیشی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں وہی ذات ہے جو ہر کسی کے رزق میں کمی بیشی کرتی ہے اسی عقیدہ کے پیشِ نظر نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

«قُلِ اللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ»

(رواہ الترمذی: باب فی دعاء النبی ﷺ [حسن])

''الٰہی مجھے ہمیشہ حرام سے بچا کر حلال کے ساتھ میری ضرورتیں پوری فرما اور مجھے اپنے خاص فضل کے ساتھ اپنے سوا دوسروں سے بے نیاز کر دے۔''

مسائل

۱۔ اکثر لوگ سہولت کے وقت اتراتے ہیں اور تکلیف کے وقت مایوس ہو جاتے ہیں۔

۲۔ اللہ ہی رزق کشادہ اور کم کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسان کی مختلف حالتیں:

۱۔ انسان ناشکرا ہے۔ (العادیات:۶) ۲۔ انسان جلد باز ہے۔ (بنی اسرائیل:۱۱)

۳۔ اگر انسان کو اللہ اپنی رحمت دے کر چھین لے تو انسان مایوس اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔ (ہود:۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں دیا ہے اس پر نہ اتراؤ کیونکہ اللہ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الحدید:۲۳)

۵۔ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا ہے اور دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے جب اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت ملتی ہے تو اسے بھول جاتا ہے۔ (الزمر:۸)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاٰتِ	ذَا الْقُرْبٰى	حَقَّهٗ	وَالْمِسْكِيْنَ	وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ	ذٰلِكَ
آپ دیں	قرابت دار کو	اس کا حق	اور مسکین	اور مسافر کو	یہ
خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ اللّٰهِ ۫	وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾
بہتر ہے	ان لوگوں کے لیے	جو چاہتے ہیں	اللہ کا چہرہ	اور یہی لوگ	فلاح پانے والے ہیں

''اپنے رشتہ دار اور مسکین و مسافر کو اس کا حق دے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اُن لوگوں کے لیے یہ بہتر ہے اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (۳۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: رزق کی کمی، بیشی کا سبب بیان کرنے کے بعد مال داروں کو مال کے معاملہ میں ان کے فرض سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید بات سے بات نکال کر انسان کی تربیت کا اہتمام کرتا ہے پچھلی آیت میں رزق کی کشادگی اور تنگی کا ذکر ہوا ہے اب ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے رزق کی کشادگی سے نوازے اس کا فرض بنتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال سے لوگوں پر خرچ کرے یہ اس کا غریبوں پر احسان نہیں بلکہ یہ غریبوں کا حق ہے جو اللہ کے دیئے ہوئے مال سے لٹاتا ہے۔ مال دار اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرے جس کی ترتیب بیان فرمائی کہ پہلے قریبی لوگوں سے ابتدا کرے اس کے ساتھ حکم دیا کہ اللہ کی رضا اور اس کے حکم کے مطابق خرچ ہونا چاہیے یقیناً ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو کسی پر احسان جتلانے یا نمود و نمائش کے لیے خرچ نہیں کرتے بلکہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں یہی لوگ فلاح پائیں گے۔ ان کے لیے غریبوں کی دعائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اس سے مال میں برکت اور معاشرہ میں اخوت و ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور آخرت میں جنت عطا ہوگی۔

«عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِبْغُوْنِیْ الضُّعَفَآءَ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِكُمْ» (رواہ ابو داؤد: باب فی الانتصار بر ذل الخیل والضعفۃ [صحیح])

''ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: مجھے بھی اپنے کمزوروں میں شمار کرو کیونکہ تمہاری مدد اور تمہیں رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔''

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ السَّاعِیْ عَلَی الْأَرْمِلَةِ وَالْمِسْكِیْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ أَوِ الْقَائِمِ اللَّیْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ»

(رواہ البخاری: کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الأھل)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیوہ اور مسکین کے ساتھ تعاون کرنے والا اللہ کی راہ میں مجاہد کی طرح ہے یا رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدقہ کرنے کی ترتیب:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے مالک تھے انکے باغات میں بیرحاء نامی باغ ان کا سب سے بہترین مال تھا جو مسجد کے سامنے تھا نبی ﷺ اس میں جاتے اور وہاں سے پانی پیا کرتے تھے جب آیت {لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ} نازل ہوئی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسولِ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب تک تم اپنی محبوب ترین چیز خرچ نہ کرو کبھی نیکی تک نہ پہنچ سکو گے۔ میرے پاس ''بیرحاء'' کا باغ ہے جو میری پوری جائیداد میں میرے نزدیک قیمتی اور عزیز ہے میں اس کے بدلے اللہ کے ہاں نیکی اور آخرت کے خزانے کا خواہشمند ہوں لہٰذا آپ اسے جہاں چاہیں استعمال کریں۔ آپ نے ان کے جذبے کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا: یہ مال بڑا نفع بخش ہے یہ مال بڑا فائدہ مند ہے جو آپ نے کہا میں نے سن لیا۔ تم اسے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کر دو چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے باغ اپنے چچازاد بھائیوں اور عزیزوں میں تقسیم کر دیا۔''

(رواہ البخاری: کتاب تفسیر القرآن، باب لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون)

مسائل

۱۔ اللہ کے دیے ہوئے مال سے خرچ کرنا چاہیے۔ ۳۔ صدقہ کرتے وقت قرآن کی ترتیب کا خیال رکھنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

صدقہ کرنے کا حکم اور اس کا اجر:

۱۔ اللہ کو قرضِ حسنہ دینے کا حکم۔ (المزمل: ۲۰) ۲۔ اللہ اسے سات سو گناہ سے بھی زیادہ بڑھائے گا۔ (البقرہ: ۲۶۱)
۳۔ صدقہ صرف اللہ کی رضا کے لیے دینا چاہیے۔ (البقرۃ: ۲۶۵) ۴۔ صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ہے۔ (الحدید: ۱۱)
۵۔ اللہ تعالیٰ اسے دگنا تگنا کر کے واپس کرے گا۔ (التغابن: ۱۷)
۶۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ (یوسف: ۸۸) ۷۔ مومن اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتا ہے۔ (التوبۃ: ۹۹)
۸۔ مسلمان تنگدستی اور خوشحالی میں خرچ کرتے ہیں۔ (آل عمران: ۱۳۴)
۹۔ جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمھیں اس سے زیادہ دے گا۔ (سبا: ۳۹)
۱۰۔ مومنین اللہ کے راستے میں خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ (الرعد: ۲۲)
۱۱۔ مسلمان کو اس کے دیئے ہوئے صدقہ پر سات سو گنا ثواب دیا جائے گا۔ (البقرۃ: ۲۶۱)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ	اٰتَيْتُمْ	مِّنْ	رِّبًا	لِّيَرْبُوَا۟	فِيْٓ	اَمْوَالِ	النَّاسِ
اور جو کچھ	تم دو	سے	سود	تا کہ وہ بڑھتا رہے	میں	مالوں	لوگوں کے

فَلَا	يَرْبُوْا	عِنْدَ	اللّٰهِ ۚ	وَمَآ	اٰتَيْتُمْ	مِّنْ	زَكٰوةٍ
تو نہیں	وہ بڑھتا	ہاں	اللہ کے	اور جو کچھ	تم دو	سے	زکوٰۃ

تُرِيْدُوْنَ	وَجْهَ	اللّٰهِ	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾
تم چاہتے ہو	چہرہ	اللہ کا	تو یہی لوگ	بڑھانے والے ہیں

''جو تم سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے، اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا، اور جو تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو اس کے دینے والے حقیقت میں اپنے مال بڑھاتے ہیں۔'' (۳۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: پہلی آیت میں صدقہ کرنے کا حکم دیا، اب صدقہ کرنے میں جو چیز رکاوٹ بنتی اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کرتی ہے اس کے بارے میں پہلا حکم۔

اسلامی نظامِ معیشت جن بنیادوں پر قائم ہے اس میں سود کی روک تھام اور زکوٰۃ وصدقات کی ترویج کی بڑی اہمیت ہے۔ مسلمانوں کی معیشت کی ترقی اور اس کا استحکام اسی میں ہے کہ وہ ہر قسم کے معاشی استحصال بالخصوص سود کے لین دین سے پاک ہو سودی معیشت کے پیچھے صرف ایک ہی اصول کارفرما ہوتا ہے کہ مال دینے والے کے مال میں اضافہ ہوتا چلا جائے بے شک دوسرا کنگال سے کنگال ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اس فرمان میں اس سوچ کی نفی کرتے ہوئے سود خوروں کو سمجھایا ہے کہ جو مال تم اضافہ کے لیے دیتے ہوئے اللہ کے ہاں اس میں اضافہ نہیں ہوتا۔ قرآن کے الفاظ کا یہ بھی مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ جو تم لوگوں کی معاشی ترقی کے لیے سود دیتے ہو اس سے ان کے مال میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اور کنگال ہو جاتے ہیں۔ سود کے مقابلے جو تم اللہ کی رضا کی خاطر زکوٰۃ دیتے ہو اس سے غریبوں کے اور تمہارے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا کہ جن برائیوں میں لوگ بُری طرح پھنس چکے ہیں ان سے نکالنے کے لیے پہلے لوگوں کی فکر میں تبدیلی لائی جائے اور پھر تدریجی عمل کے ذریعے ان کو ان برائیوں سے نکالا جائے۔ اسی اصول کے پیش نظر سود کی حرمت سے پہلے سود خوروں کو سمجھایا گیا کہ جو مال تم سود پر دیتے ہو بظاہر تمہیں اس میں بڑھوتری نظر آتی ہے لیکن اس سے برکت اٹھالی جاتی ہے اس لیے سودی نظامِ معیشت ترقی کرنے کی بجائے بالآخر خسارے پر منتج ہوتا ہے۔ جہاں تک سود لینے اور دینے والے کا معاملہ ہے سود لینے والا بظاہر یہ سمجھتا ہے کہ اس سے میری مشکل حل ہو جائے گی لیکن بالآخر وہ پہلے سے بھی زیادہ مقروض اور خستہ حال ہو جاتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سودی معیشت میں برکت نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ سود کو ختم کرنا چاہتا ہے اور صدقات کو فروغ دینا چاہتا ہے (البقرہ:۲۷۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک زکوٰۃ اور صدقہ دینے کا تعلق ہے اس سے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہونی چاہیے۔ زکوٰۃ اور صدقہ سے ایک طرف اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور دوسری طرف جس کو زکوٰۃ یا صدقہ دیا جاتا ہے اس کی مالی معاونت ہونے کے ساتھ اور صدقہ کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے جہاں تک قیامت کا اجر ہے وہ سات سو گنا ہی نہیں۔ دینے والے کے اخلاص اور حلال مال کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے گا اضافہ فرمائے گا۔

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَا نَقَصَ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ» (رواہ مسلم: باب استحباب العفو والتواضع)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا جو بندہ درگزر کرتا ہے اللہ اُسے عزت دیتا ہے اور جو اللہ کی رضا کے لیے عاجزی اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ اُسے بلند کرتا ہے۔''

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے سود کھانے، کھلانے اور گواہی دینے والوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں۔'' (رواہ مسلم: کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربوا وموکلہ)

سود خور کی پہلی سزا یہ ہوگی کہ قبر سے اٹھتے ہی یہ ایسی حرکات کرے گا کہ لوگ اُسے پہچان جائیں گے کہ یہ وہ اللہ کا باغی اور قومی مجرم ہے جو دنیا میں سود کھایا کرتا تھا اس کی حواس باختگی کو شیطان کے خبط کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اندازہ کیجیے جس شخص پر شیطان مسلط ہو جائے کیا اس سے کسی بھلے کام کی توقع کی جا سکتی ہے؟۔ اس پر یہ سزا اس لیے مسلط کی جائے گی کہ یہ دنیا میں کہا کرتا تھا کہ تجارت اور سود میں کوئی فرق نہیں حالانکہ تجارت اور سود میں مماثلت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (البقرۃ: ۲۷۵)

(سود اور تجارت میں فرق سمجھنے کے لیے البقرۃ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔)

مسائل

۱۔ سود سے مال میں اضافہ نہیں ہوتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سودی معیشت سے برکت اٹھا لیتا ہے۔

۳۔ زکوٰۃ اور صدقہ محض اللہ کی رضا کی خاطر دینے چاہیے۔

۴۔ زکوٰۃ اور صدقہ سے لینے اور دینے والے کے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

سود کی حرمت کے بارے میں احکام:

۱۔ سود حرام ہے۔ (البقرۃ: ۲۷۵، آلِ عمران: ۱۳۰) ۲۔ سود خور اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۷۹)

۳۔ اللہ سود کو مٹانا چاہتا ہے۔ (الروم: ۳۹) ۴۔ سود کی حرمت کے بعد سود کھانے کی سخت سزا ہے۔ (البقرۃ: ۲۷۵)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	خَلَقَكُمْ	ثُمَّ	رَزَقَكُمْ	ثُمَّ	یُمِیْتُكُمْ
اللہ	وہ ذات ہے	جس نے پیدا کیا تمہیں	پھر	اس نے رزق دیا تمہیں	پھر	وہ مارے گا تمہیں
ثُمَّ	یُحْیِیْكُمْ ؕ	هَلْ	مِنْ	شُرَكَآىِٕكُمْ	مَّنْ	یَّفْعَلُ
پھر	وہ زندہ کرے گا تمہیں	کیا ہے	سے	تمہارے شریکوں	جو	وہ کر سکے
مِنْ	ذٰلِكُمْ	مِّنْ شَیْءٍ ؕ	سُبْحٰنَهٗ	وَ تَعٰلٰى	عَمَّا	یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾
سے	اس طرح	کچھ بھی	وہ پاک ہے	اور وہ برتر ہے	اس سے جو	وہ شرک کرتے ہیں

''اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیتا ہے پھر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں کوئی ہے جو ان میں سے کوئی کام بھی کر سکتا ہو؟ اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک اور بہت بلند و بالا ہے۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سورۃ الرّوم کی پہلی دس آیات کے بعد مختلف انداز میں مسلسل اللہ کی توحید کے دلائل دیے گئے ہیں اب پھر اسی عنوان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

سابقہ آیات میں یہ بتلایا گیا ہے جب مشرک کو مصیبت پڑتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے مصیبت ٹل جائے تو مشرک اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اللہ ہی نے سب کو پیدا کیا ہے وہی سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، وہی موت دینے والا ہے اور وہی موت کے بعد سب کو زندہ کرے گا کیا کوئی ہے جو ان کاموں میں اس کا شریک ہو؟ یہ ایسے حقائق ہیں جن کا ہر دور کے مشرک اعتراف کرتے آرہے ہیں اور قیامت تک اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے جب ان کاموں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق میں کوئی بھی اس کا شریک نہ تھا نہ ہے اور نہ ہوگا تو پھر مشرک کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ ''اللہ'' ہر قسم کے شرک سے پاک اور اپنی ذات اور صفات کے حوالے سے تمام مخلوقات سے اعلیٰ اور بے مثال ہے۔

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ أُرَاهُ یَقُوْلُ اللّٰهُ شَتَمَنِیْ ابْنُ آدَمَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهُ أَنْ یَشْتِمَنِیْ وَكَذَّبَنِیْ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهُ. أَمَّا شَتْمُهُ فَقَوْلُهُ إِنَّ لِیْ وَلَدًا وَأَمَّا تَكْذِیْبُهُ فَقَوْلُهُ لَیْسَ یُعِیْدُنِیْ كَمَا بَدَأَنِیْ» (رواہ البخاری: باب مَا جَاءَ فِی قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَوَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے اور یہ اس کے لیے لائق نہیں وہ میری تکذیب کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے لائق نہیں اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے اولاد بنا رکھی ہے اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کیا جائے گا جس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح مجھے پہلی بار پیدا کیا گیا ہے۔‘‘

مشرک کا گناہ:

{ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا ۝ } (النساء:۴۸)

’’یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کرنے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے گا اور جو اللہ کے ساتھ شریک بنائے گا اس نے بہتان باندھا اور بہت بڑا گناہ کیا۔‘‘

مسائل

۱۔ ’’اللہ‘‘ ہی سب کو پیدا کرتا ہے اور وہی سب کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔

۲۔ ’’اللہ‘‘ ہی موت دینے والا اور وہی دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔

۳۔ ’’اللہ تعالیٰ‘‘ مشرکوں کے شرکاء اور ان کے بدترین عقیدہ سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

تفسیر بالقرآن

’’اللہ‘‘ ہی خالق، مالک، رازق اور وہی موت وحیات کا مالک ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہی تمام انسانوں اور زمین وآسمانوں کو پیدا فرمایا ہے۔(البقرۃ:۲۲)

۲۔ ’’اللہ‘‘ ہی نے انسان کو بڑی اچھی شکل وصورت میں پیدا فرمایا ہے۔(التین:۴)

۳۔ ’’اللہ‘‘ نے انسان کو ایک نطفے سے پیدا کیا۔(الدھر:۲) ۴۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔(الروم:۲۰)

۵۔ ’’اللہ‘‘ نے ایک ہی جان سے سب انسانوں کو پیدا کیا۔(الاعراف:۱۸۹)

۶۔ ’’اللہ‘‘ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کا ہی حکم چلنا چاہیے۔(الاعراف:۵۴)

۷۔ لوگو! اس رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔(النساء:۱)

۸۔ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے۔(الذّاریات:۵۸) ۹۔ اللہ ہی رزق زیادہ اور کم کرتا ہے۔(سبا:۳۹)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے رزق طلب نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کو رزق دیتا ہے۔(طٰہٰ:۱۳۲)

۱۱۔ ’’اللہ‘‘ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔(البقرۃ:۲۱۲) ۱۲۔ اللہ تعالیٰ مارنے کے بعد زندہ کرے گا۔(البقرۃ:۷۳)

۱۳۔ اللہ تعالیٰ چوپاؤں اور تمام انسانوں کو رزق دیتا ہے۔(العنکبوت:۶۰)

۱۴۔ اللہ ہی مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کرتا ہے۔(آلِ عمران:۲۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظَهَرَ	الْفَسَادُ	فِی	الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ	بِمَا	كَسَبَتْ
بر پا ہوا	فساد	میں	خشکی	اور سمندر	بوجہ جو	کمایا
اَیْدِی	النَّاسِ	لِیُذِیْقَهُمْ	بَعْضَ	الَّذِیْ	عَمِلُوْا
ہاتھوں نے	لوگوں کے	تا کہ وہ چکھائے انہیں	بعض	اس کا جو	انہوں نے عمل کیے
لَعَلَّهُمْ	یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾	قُلْ	سِیْرُوْا	فِی	الْاَرْضِ
شاید کہ وہ	رجوع کریں	فرما دیجیے	تم سیر کرو	میں	زمین
فَانْظُرُوْا	كَیْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الَّذِیْنَ	مِنْ	قَبْلُ ؕ
پھر تم دیکھو	کیسا	ہوا	انجام	جو لوگ	سے	پہلے
كَانَ	اَكْثَرُهُمْ	مُّشْرِكِیْنَ ﴿۴۲﴾
تھے	ان میں سے اکثر	مشرک

''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کے کیے کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا ہے تا کہ اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزا چکھایا جائے شاید کہ وہ باز آ جائیں۔ (۴۱) اے نبی ان سے کہو کہ زمین میں چل کر دیکھو پہلے گزرے ہوئے لوگوں کا کیا انجام ہوا ہے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔'' (۴۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سابقہ آیات میں صدقہ کرنے کا حکم دینے کے ساتھ سود خوری اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے منع کیا گیا ہے اب ان کے نقصانات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید نے انسان کو بار ہا دفعہ یہ حقیقت بتلائی اور سمجھائی ہے کہ اے انسان تیرا خالق، رازق، مالک اور بادشاہ صرف ایک ''اللہ'' ہے۔ جس کا پہلا اور بنیادی تقاضا ہے کہ تم بلاشرکت غیرے میری بندگی کرو اور آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو لیکن انسانوں کی غالب اکثریت نے اپنے رب کی ذات اور اس کے احکام کو فراموش کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کی بالخصوص مالی استحصال کیا جس کا نتیجہ نکلا کہ دنیا امن و امان کی بجائے فتنہ وفساد کا گہوارہ بن گئی یہاں تک کہ بحر و بر میں فساد برپا ہوا، بھائی نے بھائی کا گلا کاٹا، بیٹا باپ کا دشمن بنا میاں اور بیوی کے درمیان تفریق پیدا ہوئی، ماں نے اپنے معصوم بچوں کا گلا گھونٹا، رشتوں کا تقدس پامال ہوا، لوگوں کی عزتیں تار تار ہوئیں، بڑوں کا دل چھوٹوں کی محبت سے خالی ہوا اور چھوٹے بڑوں کے گستاخ ٹھہرے، ایک ملک نے دوسرے پر چڑھائی کی، طاقتور نے کمزور کو پیوند خاک کیا، گھر ویران ہوئے بستیاں اجڑ گئیں، ملک تباہ ہوئے۔ اس طرح انسان کا اپنا ہی کیا اس کے سامنے آیا۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں کو ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیے کا انجام اس لیے دکھاتا ہے تاکہ وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیں لیکن انسان ہے جو سب کچھ دیکھنے اور پانے کے باوجود اپنے رب کی طرف پلٹنے کا نام نہیں لیتا اس کا پہلا اور بنیادی سبب یہ ہے کہ انسان صرف ایک اللہ سے ڈرنے کی بجائے دوسروں سے ڈرتا ہے اس پر توکل کرنے کی بجائے دوسروں پر بھروسہ کرتا ہے اس کے حضور جھکنے کی بجائے خود ساختہ معبودوں کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ اس کا حکم ماننے کی بجائے دوسروں کا حکم مانتا ہے یہی شرک ہے اور اسی کے سبب انسان، انسان بننے کی بجائے حیوان اور درندہ بن جاتا ہے اسی سے نظام بگڑتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے ہلاک کیا اگر یقین نہیں آتا تو انسان دنیا کی تاریخ پڑھے اور چل پھر کر نگاہِ عبرت سے قوموں کے کھنڈرات دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کفر و شرک اور ظلم و ستم کرنے والوں کو کس طرح تباہ کیا۔ اس فرمان کے پہلے مخاطب عرب تھے جنہوں نے ایک دوسرے کا جینا حرام کر رکھا تھا، دوسرے مخاطب ایرانی اور رومی تھے جنہوں نے اس وقت کی دنیا کا امن تہہ بالا کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیا میں اس لیے ان کے اعمال کا کچھ نہ کچھ انجام دکھلاتا ہے تاکہ لوگ اپنے رب کے حضور توبہ کریں اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔

مسائل

۱۔ بحر و بر میں فساد برپا ہونے کا بنیادی سبب ''اللہ'' کی بغاوت اور اس کے ساتھ شرک کرنا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کا انجام دکھاتا ہے تاکہ لوگ تائب ہو جائیں۔
۳۔ دنیا کا جغرافیہ اور تاریخ اقوام کی تباہی پر گواہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

فساد فی الارض کے بنیادی اسباب:

۱۔ فساد بپا کرنے اور بُرے انجام سے دوچار ہونے والوں کی اکثریت مشرک تھی۔ (الروم: ۴۱، ۴۲)
۲۔ فرعون فساد کرنے والا تھا۔ (یونس: ۹۱)
۳۔ زمین میں فساد برپا ہونا لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے (الروم: ۴۱)
۴۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا لین دین میں کمی کے ذریعے زمین میں فساد کرنے کا باعث نہ بنو۔ (الاعراف: ۸۵)
۵۔ انبیاء کی تکذیب کی وجہ سے کفار اللہ کے غضب کے مستحق قرار پائے: (آل عمران: ۱۱۲)
۶۔ منافق فسادی ہیں۔ (البقرۃ: ۱۱) ۷۔ یاجوج و ماجوج فسادی ہوں گے۔ (الکہف: ۹۴)
۸۔ یہودی فساد پھیلانے والے ہیں۔ (المائدۃ: ۶۴) ۹۔ بچوں کو قتل کرنا فساد کرنے کے مترادف ہے۔ (القصص: ۴)
۱۰۔ فسادیوں کی سزا۔ (المائدۃ: ۳۳)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاَقِمْ	وَجْهَكَ	لِلدِّيْنِ	الْقَيِّمِ	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ
پس آپ سیدھا رکھیں	اپنا چہرہ	دین کے لیے	سیدھے	اس سے	پہلے	کہ
يَّاْتِيَ	يَوْمٌ	لَّا	مَرَدَّ	لَهٗ	مِنَ	اللّٰهِ	يَوْمَئِذٍ
آجائے	وہ دن	کہ نہیں	ٹلنا	اس کے لیے	سے	اللہ	اس دن
يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾	مَنْ	كَفَرَ	فَعَلَيْهِ	كُفْرُهٗ ۚ	وَمَنْ
وہ جدا جدا ہوں گے	جس نے	کفر کیا	تو اسی پر ہے	اس کا کفر	اور جس نے
عَمِلَ	صَالِحًا	فَلِاَنْفُسِهِمْ	يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾	لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
عمل کیے	صالح	تو وہ اپنے ہی لیے	وہ کمائی کرتے ہیں	تاکہ وہ جزا دے	ان لوگوں کو جو ایمان لائے
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	مِنْ	فَضْلِهٖ ؕ	اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾
اور انہوں نے عمل کیے نیک	سے	اپنے فضل	بلاشبہ وہ	نہیں	پسند کرتا	کفار کو

''اے نبی اپنا رخ مضبوط دین پر قائم رکھو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹل جانے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے۔(۴۳) جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اور جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں وہ اپنے ہی لیے کرتے ہیں۔(۴۴) اللہ ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔''(۴۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: دنیا کے فساد اور بُرے انجام سے بچنے کے لیے لازم ہے کہ انسان اپنے چہرے کو اللہ ہی کی طرف متوجہ رکھے۔ اسی بنیاد پر ہی انسان دنیا اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

عقیدہ توحید اور دین کی اہمیّت اور اس کی فضیلت کے پیش نظر براہ راست سرور دو عالم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ مشرک جس قدر چاہیں عقیدہ توحید اور دین اسلام کو ناپسند کریں اور اس کی مخالفت کرتے رہیں آپ کو ہر حال میں اپنے چہرے کو اپنے رب کی طرف رکھنا اور دین اسلام پر قائم رہنا چاہیے۔ اس دن سے پہلے جو ہر صورت آ کر رہے گا جو کسی کے انکار یا اقرار سے ٹل نہیں سکتا۔ اس دن سب لوگ جدا جدا ہوں گے کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور جس نے عقیدہ توحید اپنانے کے ساتھ نیک عمل کیے اس کا فائدہ اُسی کو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس دن ایمان دار اور صالح عمل کرنے والوں کو اپنی طرف سے مزید فضل و کرم سے نوازے گا۔ کفار اور مشرکین کو یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی صورت بھی انہیں پسند نہیں کرتا جسے اللہ تعالیٰ پسند نہ کرے اس کا انجام کس طرح اچھا ہو سکتا ہے۔ پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ''اَلدِّیْن'' سے مراد عقیدہ توحید اور پورا دین ہے۔ اس میں دو اشارے پائے جاتے ہیں کہ ہر آدمی کو مرتے دم تک عقیدہ توحید اور دین پر قائم رہنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا عقیدہ اور دین اسلام قیامت تک باقی رہے گا۔

جس طرح قیامت کسی کے ٹالنے سے ٹل نہیں سکتی اسی طرح مخالفوں کی مخالفت کے باوجود دینِ اسلام قیامت تک قائم رہے گا جس کا سرفہرست عنوان عقیدہ توحید ہے جو اس کا انکار کریں گے وہ سزا پائیں گے اور جو اس کا اقرار کریں گے وہ بہترین جزا پائیں گے۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ ''یَمْهَدُوْنَ'' ''مَهَدَ'' سے ہے جس کا معنیٰ ہے بستر بچھانا اور راستہ ہموار کرنا بھی ہے مفہوم یہ ہوا کہ ایماندار لوگ صالح اعمال کے ساتھ دنیا میں رہتے ہوئے جنت کا راستہ ہموار کر رہے ہیں بالفاظ دیگر جنت میں اپنا بستر بچھا رہے ہیں کسی چیز پر چہرہ جمانے سے مراد اس کی طرف کامل توجہ کرنا اور اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کرنا ہے۔

''حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات ارشاد فرمائیں کہ آپ کے بعد کسی سے سوال کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے دوسری روایت میں ہے ''آپ کے علاوہ'' کسی سے پوچھنے کی حاجت نہ رہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس پر قائم ہو جاؤ۔'' (رواہ مسلم: باب جَامِعِ أَوْصَافِ الإِسْلاَمِ)

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللّٰهُ، اللّٰهُ»

(رواہ مسلم: کتاب الایمان)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بے شک رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زمین میں اللہ اللہ کہنے والے لوگ موجود ہوں گے۔''

تفسیر بالقرآن

عقیدہ توحید اور دین اسلام پر ہمیشہ قائم رہنے کا حکم:

۱۔ آج کے دن تمہارے لیے تمہارا دین مکمل ہوا، میں نے اپنی نعمت تم پر تمام کی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے۔ (المائدۃ: ۳)

۲۔ اللہ کے ہاں دین اسلام ہی ہے۔ (آل عمران: ۱۹) ۳۔ اپنے چہرے کو دین حنیف پر سیدھا رکھتے ہوئے چلتے جاؤ۔ (الروم: ۳۰)

۴۔ اللہ نے تمہارے لیے دین کو چن لیا ہے لہٰذا تمہیں اسلام پر ہی موت آنی چاہیے۔ (البقرۃ: ۱۳۲)

۵۔ مجھے اسلام پر موت دے اور نیک لوگوں سے ملا دے۔ یوسف علیہ السلام کی دعا۔ (یوسف: ۱۰۱)

۶۔ کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں۔ (آل عمران: ۸۳)

۷۔ جو شخص اسلام کے علاوہ اور دین تلاش کرتا ہے اس کا دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آل عمران: ۸۵)



محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وَمِنْ	اٰیٰتِهٖۤ	اَنْ	یُّرْسِلَ	الرِّیَاحَ	مُبَشِّرٰتٍ	وَّلِیُذِیْقَكُمْ
اور اس کی نشانیوں سے		یہ کہ	وہ بھیجتا ہے	ہوائیں	خوشخبری دینے والیاں	اور تا کہ وہ تمہیں چکھائے

مِّنْ	رَّحْمَتِهٖ	وَلِتَجْرِیَ	الْفُلْكُ	بِاَمْرِهٖ	وَلِتَبْتَغُوْا
سے	اپنی رحمت	اور تا کہ چلیں	کشتیاں	اس کے حکم سے	اور تا کہ تم تلاش کرو

مِنْ	فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾
سے	اس کے فضل	اور تا کہ تم	شکر کرو

''اُس کی نشانیوں میں سے یہ بھی نشانی ہے کہ وہ خوشخبری دینے کے لیے ہوائیں بھیجتا ہے تا کہ تمہیں اپنی رحمت سے ہمکنار کرے اور اس کے حکم سے کشتیاں چلتی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تم اس کے شکر گزار ہو جاؤ۔'' (۴۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کفار کو اس لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کی ذات کے منکر اور اس کی نعمتوں کے ناشکرے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کے اعمال کے بدلے جزا دینے کے ساتھ اپنے فضل سے مزید نوازے گا اور وہ کفار کو پسند نہیں کرتا جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مومن اللہ کی ذات پر بلاشرکتِ غیرے ایمان لانے کے ساتھ اس کے احکام مانتے ہوئے اس کی نعمتوں پر شکر گزار رہتا ہے، اس کے مقابلے میں کافر اللہ کی ذات اور اس کی صفات کا انکار کرنے کے ساتھ اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے حالانکہ ''اللہ'' کی پہچان کے لیے، اس کی قدرت کی نشانیاں اور اس کی رحمتیں اس قدر ہمہ گیر اور ہمیشہ سے جاری ہیں کہ جس سے سب فائدہ اٹھاتے ہیں، ٹھنڈی ہواؤں پر غور کریں کہ جوں ہی موسم گرما میں چلتی ہیں تو اس سے کافر اور مومن دونوں مسرور ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب بارش برسنے ہی والی ہے بارش ہوتی ہے تو انسان ہی نہیں بلکہ درند پرند یہاں تک کہ کیڑے مکوڑے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح بحری سفر کرنے والے کافر ہوں یا مومن سب کے سب مستفید ہوتے ہیں بادِ موافق سے ان کے سفر کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور وہ بڑے اطمینان کے ساتھ بحری سفر کرتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ جاتے ہیں۔ سفری سہولتیں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کا نتیجہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سمندر میں طلاطم پیدا کر دے اور ہواؤں کو مخالف سمت پر چلا دے تو بادبانی کشتیاں تو درکنار ہزاروں ہارس پاور (HORSE POWER) انجنوں سے چلنے والے جہاز بھی کئی کئی دن تک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عطائیں اس لیے ہیں کہ لوگ اس کا شکر بجالائیں لیکن کافر کفر اور مشرک اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس کا شکر کرو گے تو وہ تمہیں اور زیادہ عنایت کرے گا۔

{ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ﴿۷﴾ } (ابراھیم:۷)

''اور جب تمہارے رب نے اعلان کیا کہ تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو بلاشبہ

میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

«عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَخَذَ بِيَدِهِ وَقَالَ يَا مُعَاذُ وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ وَاللهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ فَقَالَ أُوصِيكَ يَا مُعَاذُ لَا تَدَعَنَّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ تَقُولُ «اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ» (رواه أبو داود: باب فی الإستغفار [صحيح])

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور دو مرتبہ فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں پھر فرمایا: اے معاذ! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات پڑھنے نہ چھوڑنا: الٰہی! اپنے ذکر، شکر اور بہترین طریقے سے عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔''

مسائل

۱۔ ہوائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی رحمت کی نشانیاں ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہی سمندروں میں کشتیاں اور جہاز چلانے والا ہے۔ ۳۔ انسان کو اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

شکر کرنے کا حکم اور اس کے فائدے:

۱۔ لوگو! اللہ کو یاد کرو اللہ تمھیں یاد کرے گا اور اس کا شکر ادا کرو کفر نہ کرو۔ (البقرۃ: ۱۵۲)

۲۔ لوگو! تم اللہ کا شکر ادا کرو اور ایمان لاؤ اللہ بہت ہی قدر دان ہے۔ (النساء: ۱۴۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو وہ تمہیں مزید عطا فرمائے گا۔ (ابراہیم: ۷)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دل، آنکھیں اور کان دیے تاکہ تم شکر کرو۔ (السجدۃ: ۹)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ نعمتیں کھا کر اس کا شکر ادا کرو۔ (البقرۃ: ۱۷۲)

۶۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرو۔ (العنکبوت: ۱۷)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں تمہارے لیے سامانِ زندگی بنائے تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (الاعراف: ۱۰)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو تمہارے لیے مسخر کیا تاکہ تم شکر کرو۔ (الحج: ۳۶)

۹۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ (الزمر: ۶۶)

۱۰۔ میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرتے رہو بالآخر تم نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ (لقمان: ۱۴)

۱۱۔ لوگوں میں بہت کم لوگ شکر ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ (سبا: ۱۳)

وَ لَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	قَبْلِكَ	رُسُلًا	اِلٰى	قَوْمِهِمْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجے	سے	آپ سے پہلے	کئی رسول	طرف	ان کی قوم کی

فَجَآءُوْهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَانْتَقَمْنَا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا ؕ
چنانچہ وہ لائے ان کے پاس	واضح دلائل	تو ہم نے انتقام لیا	سے	لوگوں جنہوں نے جرم کیے	

وَ كَانَ	حَقًّا	عَلَيْنَا	نَصْرُ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾
اور ہے	حق	ہم پر	مدد کرنا	مومنوں کی

''اور ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے جنہوں نے جُرم کیا ہم نے اُن سے انتقام لیا اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر حق تھا۔'' (۴۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں بتلانے اور توحید کا سبق سکھلانے کے لیے اپنے رسول بھیجے۔

پہلے ابرِ کرم کا ذکر کیا اب رحمتِ نبوت کا ذکر کیا جاتا ہے جس طرح بارش سب کے لیے ہوتی ہے اسی طرح نبوت کی دعوت بھی عام اور سب کے لیے ہے۔ جس طرح لوگوں کی اکثریت اپنے رب کی شکر گزار نہیں ہوتی اسی طرح لوگوں کی اکثریت نبوت کی ناقدری کرتی ہے۔

جس طرح بارش سب کے لئے ہوتی ہے اسی طرح نبوت کا فیض بھی سب کے لیے ہوتا ہے جس سے مومن فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی دنیا اور آخرت بہتر بناتے ہیں کافر اس کی مخالفت کر کے دنیا اور آخرت میں نقصان پاتے ہیں حالانکہ ان کے سامنے انبیاء کرام علیہم السلام ٹھوس دلائل اور کھلے معجزات پیش کرتے ہیں لیکن کافر نہ صرف ان کا انکار کرتے ہیں بلکہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ساتھیوں پر ظلم ڈھاتے ہیں جب لوگ ظلم کی حدود پھلانگ جاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ظالموں سے ان کے ظلم کا بدلہ لے کر انبیاء اور مومنوں کو ممتاز کر دیتا ہے ایسا کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

''یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی کریں گے جس دن گواہ کھڑے کیے جائیں گے۔'' (المومن: ۵۱)

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے نوح، ابراہیم، ہود، صالح، شعیب، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور نبی ﷺ کی مدد فرمائی:

۱۔ (البقرۃ: ۲۵۳۔ التوبۃ: ۴۰۔ البقرۃ: ۸۷۔ الشعراء: ۶۵۔ یوسف: ۳۴۔ الاعراف: ۶۴۔ ہود: ۹۴۔ الاعراف: ۸۳)

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	یُرْسِلُ	الرِّیٰحَ	فَتُثِیْرُ	سَحَابًا	فَیَبْسُطُهٗ
اللہ	وہ ذات ہے	جو بھیجتا ہے	ہوائیں	تو وہ اٹھاتی ہیں	بادل	پھر وہ اس کو پھیلاتا ہے

فِی السَّمَآءِ	كَیْفَ	یَشَآءُ	وَ یَجْعَلُهٗ	كِسَفًا	فَتَرَى	الْوَدْقَ
آسمان میں	جس طرح	وہ چاہتا ہے	اور وہ کر دیتا ہے اس کو	ٹکڑے ٹکڑے	پھر آپ دیکھتے ہیں	بارش

یَخْرُجُ	مِنْ	خِلٰلِهٖ ۚ	فَاِذَاۤ	اَصَابَ	بِهٖ	مَنْ	یَّشَآءُ
وہ نکلتی ہے	سے	اس کے درمیان	پھر جب	وہ پہنچاتا ہے	ساتھ اس کے	جس پر	وہ چاہتا ہے

مِنْ	عِبَادِهٖۤ	اِذَا هُمْ	یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۚ	وَ اِنْ	كَانُوْا	مِنْ
سے	اپنے بندوں	اس وقت وہ	وہ خوش ہو جاتے ہیں	اور بلاشبہ	وہ تھے	اس سے

قَبْلِ	اَنْ	یُّنَزَّلَ	عَلَیْهِمْ	مِّنْ	قَبْلِهٖ	لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾
پہلے	کہ	وہ نازل ہو	ان پر	سے	اس سے پہلے ہی	البتہ ناامید

''اللہ'' ہی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور وہ بھاری بادل اُٹھاتی ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے اور انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کرتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکے چلے آتے ہیں۔ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے تو وہ اس وقت خوش ہو جاتے ہیں۔ (۴۸) حالانکہ اُس کے برسنے سے پہلے وہ مایوس ہو رہے تھے۔'' (۴۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبوّت کے بیان کے بعد توحید کے دلائل دیئے جاتے ہیں۔

البقرہ میں نبوت کی مثال بارش کے ساتھ دی گئی ہے اس لئے یہاں نبوت کے ذکر کے بعد بارش کا ذکر کیا جا رہا ہے بارش کائنات کے وجود کے لئے باعث رحمت ہے اور نبوت لوگوں کے وجود اور روح کے لئے باعث رحمت بنائی گئی ہے جس ''اللہ'' نے اپنی پہچان کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے وہی ہوائیں چلاتا ہے جو ابر کرم کو اٹھاتی، فضا میں پھیلاتی اور برساتی ہیں اللہ تعالیٰ بادلوں کو ٹکڑیوں کی صورت میں تقسیم کرتا ہے پھر اسی کے حکم سے بادلوں سے بارش برستی ہے۔ بارش برسنے سے پہلے لوگ مایوسی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے بارش سے سیراب کرتا ہے جن پر بارش برستی ہے وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ بارش اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے اس پر انسان سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ لوگوں کو سیراب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کس طرح بارش کا انتظام کرتا ہے۔ جہاں بارش برستی ہے غور فرمائیں سمندر اس مقام سے کتنی دور ہوتا ہے سمندر کا پانی سورج کی تپش سے بخارات کی صورت میں اُٹھتا ہے جسے ہوائیں اٹھا کر ایک خاص بلندی پر لے جا کر کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں نہ سورج کی تپش سے پانی خشک ہوتا اور نہ ہی ہوا کی گرفت

سے نکل کر نیچے گرتا ہے۔ بادلوں کی شکل میں لاکھوں، کروڑوں ٹن پانی ہوائیں اِدھر اُدھر لیے پھرتی ہیں کیا مجال کہ کوئی بادل جوں کا توں کہیں گر جائے بادل وہاں برستا ہے جہاں اسے اللہ تعالیٰ برسنے کا حکم دیتا ہے۔ اب بارش برسنے کے انداز اور رفتار پر غور فرمائیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کہیں بادل یکدم اپنا پانی بہادے اگر ایسا ہوتا تو بستیوں کی بستیاں غرقاب ہوجاتیں اور زمین پر کوئی چیز باقی نہ رہتی کیا بخارات کا بنانا، ہواؤں کا اٹھانا، بادلوں کو فضا میں اِدھر اُدھر لیے پھرنا، قطرہ قطرہ کرکے پانی برسانا اور اس سے ساری کی ساری فضا اور درختوں کے پتوں کو غسل دینا کیڑے مکوڑوں سے لے کر پرندوں تک پانی پہنچانا کسی حکومت کے بس کا کام ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں (بارش کے بارے میں نبی ﷺ سے یہودیوں کا سوال اور آپ کا جواب اس سورۃ کی آیت ۲۴ کی تفسیر میں دیکھیں۔)

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ أَنَسٌ أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مَطَرٌ قَالَ فَحَسَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَوْبَهُ حَتَّى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا قَالَ لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ تَعَالَى» (رواہ مسلم: باب الدُّعَاءِ فِی الاِسْتِسْقَاءِ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم رسول ﷺ کے ساتھ تھے بارش ہوئی تو آپ نے اپنے جسم سے کپڑا ہٹایا بارش کا پانی آپ کے جسم مبارک کو لگا ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا میں نے ایسے اس لیے کیا کیونکہ بارش اپنے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔''

«عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ» (رواہ ابو داؤد: باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِی الاِسْتِسْقَاءِ [حسن])

''حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بلاشبہ رسول ﷺ جب بارش کے لیے دعا کرتے تو یوں کرتے: اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهِيمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ ''اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو بارش کے ذریعے پانی پلا اور اپنی رحمت کو پھیلاتے ہوئے مردہ زمین کو زندہ کردے''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کے ذریعے بادل اٹھاتا اور پھر اپنے حکم سے لوگوں کو پانی پلاتا ہے۔

۲۔ لوگ بارش برسنے سے خوش ہوجاتے ہیں۔ ۳۔ بارش برسنے سے پہلے انسان کے چہرے پر ناامیدی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں بارش کا ذکر:

(النمل: ۶۰) (الاعراف: ۵۷) (البقرۃ: ۱۶۴) (لقمان: ۳۴) (ہود: ۵۲) (النحل: ۲۲) (نوح: ۱۰۔۱۲) (النور: ۴۳)

فَانْظُرْ	اِلٰٓى	اٰثٰرِ	رَحْمَتِ	اللّٰهِ	كَيْفَ	يُحْيِ	الْاَرْضَ
چنانچہ آپ دیکھیں	طرف	آثار کی	رحمت کے	اللہ کی	کیسے	وہ زندہ کرتا ہے	زمین کو

بَعْدَ	مَوْتِهَا ؕ	اِنَّ	ذٰلِكَ	لَمُحْيِ	الْمَوْتٰى ۚ	وَهُوَ
بعد	اس کی موت کے	بلاشبہ	وہ	یقیناً زندہ کرنے والا ہے	مُردوں کو	اور وہ

عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝۵۰	وَلَئِنْ	اَرْسَلْنَا	رِيْحًا
پر	ہر	چیز	قادر ہے	اور البتہ اگر	ہم بھیج دیں	ایسی ہوا

فَرَاَوْهُ	مُصْفَرًّا	لَّظَلُّوْا	مِنْۢ بَعْدِهٖ	يَكْفُرُوْنَ ۝۵۱
کہ وہ دیکھیں اس کو	زرد پڑنے والی	تو البتہ وہ ہو جائیں	اس کے بعد سے	ناشکری کرنے والے

''اللہ'' کی رحمت کے اثرات دیکھو کہ وہ مُردہ زمین کو کس طرح زندہ کرتا ہے یقیناً وہی مُردوں کو زندگی عطا کرنے والا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(۵۰) اور اگر ہم ایسی ہوا بھیج دیں جس کی تلخی سے وہ اپنی کھیتی کو زرد پائیں تو وہ کفر کرنے والے ہو جائیں۔''(۵۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بارش پر مزید غور کرنے کا حکم۔

پھر اللہ کی رحمت پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ بارش کے بعد مردہ زمین کو کس طرح زندہ کرتا ہے جو ''اللہ'' مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے جس سے کئی قسم کی نباتات اور کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں وہی مُردوں کو زندہ فرمائے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ جن ہواؤں کے ذریعے بارش برساتا ہے اگر انہی ہواؤں کو بادِ صرصر بنا دے جو ہر چیز کو جلا کر رکھ دیں تو انسان ناشکری کرنے کے سوا کیا کر سکتے ہیں؟ قرآن مجید نے کئی مقامات پر بارش سے نباتات اور دیگر چیزوں کی تخلیق کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے کہ جو ذاتِ کبریا بارش کے ذریعے زمین میں پڑی ہوئی مردہ چیزوں کو زندہ کرتی ہے کیا وہ مردہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتی؟ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ جن ہواؤں کے ذریعے بارش برساتا ہے انہیں ہواؤں کے ذریعے لہلہاتی کھیتیوں کو جلا کر خاکستر کر دے اُس کے سوا نہ کوئی بادِ رحمت چلا سکتا ہے اور نہ ہی بادِ صرصر کو روک سکتا ہے گویا کہ اسے مخلوق کی فنا اور بقا پر پورا پورا اختیار حاصل ہے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا هَبَّتْ رِيْحٌ قَطُّ إِلَّا جَثَا النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رَحْمَةً وَلَا تَجْعَلْهَا عَذَابًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا رِيَاحًا وَلَا تَجْعَلْهَا رِيْحًا»

(رواہ البیہقی: باب ذکر مسألۃ اللہ عز وجل [ضعیف الاسناد])

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب بھی تیز ہوا چلتی تو آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے اور دعا

کرتے۔اے اللہ! اسے رحمت بنانا، عذاب نہ بنانا۔اے اللہ! اسے رحمت والی ہوا بنانا، عذاب والی آندھی نہ بنانا۔''

«عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ رضی اللہ عنہ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ اللَّهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ»

(رواہ ابو داؤد: باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الِاسْتِسْقَاءِ [صحیح])

''حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بلاشبہ رسول اللہ ﷺ بارش کے لیے دعا کرتے تو کہتے: (اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ) ''اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کو پانی پلا اور اپنی رحمت پھیلاتے ہوئے مردہ زمین کو زندہ فرما۔''

مسائل

۱۔ بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جب برستی ہے تو اس پر غور کرنا چاہیے۔

۲۔ جس طرح بارش سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مُردوں کو زندہ کرے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے:

۱۔ تم ''اللہ'' سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو وہ آسمان سے تمہارے لیے بارش نازل فرمائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ کر دے گا۔(ہود: ۵۲)

۲۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو وہ معاف کرے گا، بارش نازل فرمائے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں اضافہ فرمائے گا۔(نوح: ۱۰۔۱۲)

۳۔ آسمانوں وزمین کی پیدائش، دن اور رات کی گردش، سمندر میں کشتیوں کے چلنے، آسمان سے بارش نازل ہونے، بارش سے زمین کو زندہ کرنے، چوپایوں کے پھیلنے، ہواؤں کے چلنے اور بادلوں کے مسخر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔(البقرۃ: ۱۶۴)

۴۔ اللہ تعالیٰ پانی سے تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور اور انگور اُگاتا ہے۔(النحل: ۱۱)

۵۔ اللہ تعالیٰ پانی سے ہر قسم کی نباتات پیدا کرتا ہے۔(الانعام: ۹۹)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تاکہ تم طہارت حاصل کرو۔(الانفال: ۱۱)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اُگائے کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟(النمل: ۶۰)

فَاِنَّكَ	لَا	تُسْمِعُ	الْمَوْتٰى	وَ	لَا
پس بلاشبہ آپ	نہیں	سنا سکتے	مُردوں کو	اور	نہیں

تُسْمِعُ	الصُّمَّ	الدُّعَآءَ	اِذَا
آپ سنا سکتے	بہروں کو	پکار	جب

وَلَّوْا	مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾	وَمَآ	اَنْتَ
وہ لوٹ جائیں	پیٹھ پھیر کر	اور نہیں ہیں	آپ

بِهٰدِ	الْعُمْيِ	عَنْ	ضَلٰلَتِهِمْ ؕ	اِنْ
ہدایت دینے والے	اندھوں کو	سے	ان کی گمراہی	نہیں

تُسْمِعُ	اِلَّا	مَنْ
آپ سنا سکتے	مگر	جو

يُّؤْمِنُ	بِاٰيٰتِنَا	فَهُمْ	مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع
ایمان لاتے ہیں	ہماری آیات پر	وہی ہیں	فرماں بردار

ع ۱۳ ۵

''اے نبی آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے نہ بہروں کو اپنی بات سنا سکتے ہیں جو پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہیں۔ (۵۲) اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ آپ صرف انہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں مانتے ہیں۔'' (۵۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں پوری کائنات میں پھیلا رکھی ہیں اور اس نے اپنی توحید کے دلائل کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں لیکن اندھے اور بہرے لوگ اس کی نشانیوں کو غور سے دیکھنے اور دلائل کو توجہ کے ساتھ سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

سرورِ دو عالم ﷺ لوگوں کو دن، رات اللہ کی توحید اور اس کے دین کی دعوت دیتے لیکن کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود اس کی ذات کو بلاشرکتِ غیرے ماننے اور اس کی توحید کے دلائل سننے کے لیے تیار نہ تھے۔ ایسے لوگوں کی حقیقت بتلانے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے فرمایا کہ اے رسول آپ نے اپنے کام میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اگر یہ لوگ حقائق دیکھنے سے اندھے اور سچ سننے سے بہرے ہو چکے ہیں تو آپ کو دلبرداشتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ ایسے اندھوں کو ہدایت دینے والے نہیں ہیں جو ہدایت سے دور بھاگنے والے ہیں، آپ ان لوگوں کی راہنمائی کر سکتے ہیں جو ہمارے ارشادات پر ایمان لانے والے ہیں حقیقتاً یہی لوگ ہماری فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ یہاں اندھے اور بہروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے بارے میں دل کے اندھے اور سچ سننے سے بہرے ہو چکے ہیں۔

{ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ } (القصص:۵۶)

''اے نبی آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔''

یہاں اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ مُردے نہیں سُنتے بیشک یہاں مُردوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو روحانی طور پر مُردہ ہو

چکے ہیں حالانکہ ان کے کان، آنکھیں اور دل موجود ہیں جو (PHYSICALLY) طور پر اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ روحانی حیثیت کھو چکے ہیں اس لیے وہ مردے سن نہیں سکتے۔

مردے نہیں سنتے:

جب کوئی شخص موت کی آغوش میں چلا جائے تو پھر کس طرح سُن، دیکھ اور سوچ سکتا ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردہ قرار دیا ہے کیونکہ مردے نہیں سنتے۔

{ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَاۗءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ } (الاعراف:۱۹۵)

''کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑ سکتے ہیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں فرما دیں اپنے سب شرکاء کو بلا لو، پھر میرے خلاف تدبیر کرو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو یقیناً میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے ہیں۔''

یہ حال صرف بتوں کا نہیں بلکہ قبروں میں مدفون بزرگ کا بھی ہے۔

{ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ } (النحل:۲۰،۲۱)

''اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے، وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ مردے ہیں زندہ نہیں، انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

{ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ } (فاطر:۲۲)

''زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنا سکتا ہے آپ قبروں والوں کو نہیں سنا سکتے۔''

{ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ } (النمل:۸۰)

''آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے نہ ان بہروں تک اپنی آواز پہنچا سکتے جو پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے ہوں۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ مردوں اور بہروں کو نہیں سنا سکتے تھے۔

۲۔ نبی اکرم ﷺ دل کے اندھوں اور ایمان نہ لانے والوں کو ہدایت نہیں دے سکتے تھے۔

۳۔ ہدایت وہی لوگ پاتے ہیں جو دل سے اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر ایمان لاتے ہیں۔

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	ضَعْفٍ	ثُمَّ	جَعَلَ
اللہ	وہ ذات ہے	جس نے پیدا کیا تمہیں	سے	کمزوری	پھر	اس نے بنادی
مِنْۢ	بَعْدِ	ضَعْفٍ	قُوَّةً	ثُمَّ	جَعَلَ	مِنْۢ
سے	بعد	کمزوری کے	قوت	پھر	اس نے بنادی	سے
بَعْدِ	قُوَّةٍ	ضَعْفًا	وَّشَیْبَةً ؕ	یَخْلُقُ	مَا	یَشَآءُ ۚ
بعد	قوت کے	کمزوری	اور بڑھاپا	وہ پیدا کرتا ہے	جو	وہ چاہتا ہے
وَهُوَ	الْعَلِیْمُ	الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾				
اور وہ	خوب جاننے والا	بڑا قدرت والا ہے				

''اللہ وہ ذات ہے جس نے ضعف سے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں کمزور اور بوڑھا کر دیا، جو وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''(۵۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ''رب'' بارش برستا اور ہوائیں چلاتا ہے اس کی مزید صفات ملاحظہ فرمائیں۔

''اللہ'' ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد تمہیں قوت عطا فرمائی اور قوت دینے کے بعد پھر تمہیں کمزوری اور بڑھاپے میں مبتلا کرتا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ ہر بات کا علم رکھنے والا اور ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کے تین مرحلوں کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو پیدائش کے وقت انتہائی کمزور پیدا کرتا ہے۔ انسان اعضاء کے اعتبار سے اس قدر چھوٹا اور کمزور ہوتا ہے کہ وہ نہ چل سکتا ہے نہ اپنے آپ بیٹھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اپنے ہاتھ سے کھا، پی سکتا ہے یہاں تک کہ ابتدائی ایام میں وہ کروٹ بھی نہیں بدل سکتا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اسے اس کی ماں کے ذریعے کھلاتا پلاتا ہے۔ پھر انسان پر ایسا وقت آتا ہے کہ جب یہ اپنی قد و قامت، جسمانی قوت اور فکری صلاحیت کے اعتبار سے عالمِ شباب کو پہنچ جاتا ہے پھر اسی انسان کو اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بڑھاپے میں مبتلا کر دیتا ہے جس کا کوئی علاج نہیں اس فرمان میں انسان کو اس کے تخلیقی مراحل یاد کروائے گئے ہیں تاکہ وہ اپنے خالق کو پہچانے اور اسی کے سامنے سرفگندہ رہنے کی کوشش کرے اور اسی کا قانون تسلیم کرے اور ہر وقت اس کا ذہن رہے کہ میں جو کچھ بھی ہوں اور جو کر رہا ہوں وہ سب کا سب میرے رب کا عطا کردہ ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے اور وہ ہر چیز پر مکمل اختیار رکھتا ہے، میری زندگی کا ہر مرحلہ اس کے قبضے میں ہے اور وہ جب چاہے مجھے پکڑ سکتا ہے۔

{ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ﴿۱۴﴾ } (المؤمنون:۱۲ تا ۱۴)

''یقیناً ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ ٹھہرایا پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنایا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کے ٹکڑے میں تبدیل کیا پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہڈیاں بنایا پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنایا پھر ایک شکل وصورت میں اسے پیدا کیا وہ اللہ برکت والا ہے اور سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو پیدا کرتا پھر جوان کرتا اور اس کے بعد ضعیف اور بوڑھا کرتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسانی زندگی کے مختلف مراحل:

۱۔ یقیناً ہم نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ (الحجر:۲۶)

۲۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ (آل عمران:۵۹)

۳۔ اللہ نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ (المومنون:۱۲)

۴۔ حوا کو آدم سے پیدا فرمایا۔ (النساء:۱) ۵۔ اللہ نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ (الدھر:۲)

۶۔ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا۔ (الروم:۲۰)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہارے جوڑے جوڑے بنائے۔ (فاطر:۱۱)

۸۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنایا، پھر اس سے خون کا لوتھڑا، پھر اس سے بوٹی بنا کر انسان پیدا کیا۔ (الحج:۵)

۹۔ کیا تو اس ذات کا کفر کرتا ہے جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے تجھے آدمی بنایا۔ (الکھف:۳۷)

۱۰۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ، پھر لوتھڑا بنا کر تمہیں پیدا کرتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو۔ پھر تمہیں بوڑھا کرتا اور کچھ تم میں بڑھاپے سے پہلے فوت ہو جاتے ہیں اور کچھ اپنی عمر کو پہنچ جاتے ہیں کیا پھر بھی تم عقل نہیں کرتے۔ (المومن:۶۷)

وَ يَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ	يُقْسِمُ	الْمُجْرِمُوْنَ ۙ	مَا لَبِثُوْا
اور جس دن	قائم ہوگی	قیامت	قسمیں کھائیں گے	مجرم	کہ نہیں وہ ٹھہرے
غَيْرَ	سَاعَةٍ ؕ	كَذٰلِكَ	كَانُوْا	يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾	وَ قَالَ	الَّذِيْنَ
سوائے	ایک گھڑی کے	اسی طرح	تھے	وہ بہکائے جاتے	اور کہا	ان لوگوں نے
اُوْتُوا	الْعِلْمَ	وَ الْاِيْمَانَ	لَقَدْ	لَبِثْتُمْ	فِيْ	كِتٰبِ اللّٰهِ
جو دیے گئے	علم	اور ایمان	البتہ تحقیق	تم ٹھہرے تھے	میں	کتاب اللہ کی

''اور جب قیامت برپا ہوگی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے ہیں، اسی طرح وہ دھوکا کھایا کرتے تھے۔ (۵۵) مگر جو علم اور ایمان والے تھے وہ کہیں گے کہ اللہ کی کتاب میں تو

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ''اللہ'' انسان کو پیدا کرنے، جوان اور بوڑھا کرنے پر قادر ہے وہی قیامت کے دن انسان کو پیدا کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت برپا کرنے کے بعد لوگوں کو زندہ کر کے اپنی بارگاہ میں پیش کرے گا۔ مجرم قیامت کی سختی اور اللہ تعالیٰ کا جلال دیکھ کر قسمیں اٹھا اٹھا کر ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہم دنیا میں ایک لمحہ سے زیادہ نہیں ٹھہرے تھے۔ انہیں بتلایا جائے گا جس طرح تم دنیا میں رہنے کی مدت کو بھول چکے ہو اسی طرح تم قیامت کو فراموش کر چکے تھے جس بنا پر تم سوچتے نہیں تھے کہ کل ہمیں اپنے عقائد اور اعمال کا جواب دینا ہے۔ جب مجرم ایک دوسرے کے سامنے قسمیں کھا رہے ہوں گے تو قیامت پر ایمان والے حضرات لوگ انہیں کہیں گے تم اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی جو اس نے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہے اس کے مطابق دنیا میں رہے یہاں تک کہ قیامت قائم ہوگئی یہی وہ دن ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔ اس دن وہ معذرت پر معذرت کریں گے لیکن ان کی معذرت اور آہ زاریاں قبول نہیں کی جائیں گی۔

{ وَ نَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ } (الزخرف:۷۷)

''وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں موت دے دے مالک جواب دے گا اب یونہی پڑے رہو گے۔''

{ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ } (المؤمنون:۶ تا ۸)

''سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی لونڈیاں ہیں ان کے بارے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں۔ وہ زیادتی کرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد و پیماں کا پاس رکھتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن مجرم دنیا میں رہنے کی مدت کو بھول جائیں گے۔

اِلٰی	یَوْمِ	الْبَعْثِ ۚ	فَهٰذَا	یَوْمُ	الْبَعْثِ	وَلٰكِنَّكُمْ
طرف	دن کی	دوبارہ اٹھنے کے	سو یہی ہے	دن	دوبارہ اٹھنے کا	لیکن تم
كُنْتُمْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾	فَیَوْمَىِٕذٍ	لَّا	یَنْفَعُ	الَّذِیْنَ
تھے تم	نہیں	جانتے	چنانچہ اس دن	نہیں	فائدہ دے گی	ان لوگوں کو
ظَلَمُوْا	مَعْذِرَتُهُمْ	وَلَا	هُمْ	یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾	
جنہوں نے ظلم کیا	ان کی معذرت	اور نہ	ان سے	توبہ قبول کی جائے گی	

تم حشر کے دن تک پڑے رہے ہو، سو یہی حشر کا دن ہے لیکن تم جانتے نہیں تھے۔(۵۶) چنانچہ اس دن ظالموں کی معذرت انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی اور نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔''(۵۷)

۲۔ صاحبِ ایمان لوگ مجرموں کو یاد کروائیں گے یہی قیامت ہے جس کا تم انکار کرتے تھے۔

۳۔ قیامت کے دن مجرموں کو معذرت کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

۴۔ قیامت کے دن مجرموں کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرمین کی حسرتیں اور التجائیں:

۱۔ اسلام کا انکار کرنا منکرین کے لیے حسرت کا باعث ہوگا۔(الحاقۃ:۵۰)

۲۔ مشرکین قیامت کے دن حسرت کا اظہار کریں گے۔(البقرۃ:۱۶۷)

۳۔ قیامت کے دن منکر حسرت وافسوس کریں گے۔(الانعام:۳۱)

۴۔ قیامت کے دن مجرم بُری دوستی پر افسوس کا اظہار کریں گے۔(الفرقان:۲۷تا۲۹)

۵۔ مجرم مٹی کے ساتھ مٹی ہو جانے کی خواہش کریں گے۔(النساء:۴۲، النباء:۴۰)

۶۔ مجرم دنیا میں لوٹنے اور نیک عمل کرنے کی تمنا کریں گے۔(السجدۃ:۱۲)

۷۔ مجرم افسوس کا اظہار کریں گے کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔(الفرقان:۲۸)

۸۔ جہنم کے داروغہ سے درخواستیں کریں گے۔(الزخرف:۷۷)

۹۔ اپنے مرشدوں اور لیڈروں کو دگنی سزا دینے کا مطالبہ کریں گے۔(الاحزاب:۶۸)

۱۰۔ مرید اپنے مرشدوں کو اپنے پاؤں تلے روندنے کا مطالبہ کریں گے۔(السجدۃ:۲۹)

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ

اور البتہ تحقیق ہم نے بیان کر دی لوگوں کے لیے میں اس قرآن سے ہر ایک

مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰیَةٍ لَّیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ

مثال اور البتہ اگر آپ لے آئیں ان کے پاس کوئی نشانی البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ

كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ

جنہوں نے کفر کیا نہیں ہو تم مگر باطل پرست اسی طرح مہر لگاتا ہے

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ

اللہ پر دلوں ان لوگوں کے جو نہیں جانتے پس آپ صبر کریں بلاشبہ

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

وعدہ اللہ کا سچا ہے اور نہ ہلکا بنا دیں آپ کو وہ لوگ جو نہیں یقین رکھتے

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو ہر طرح سے سمجھایا۔ جن لوگوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تم کوئی نشانی لے آؤ، وہ کہیں گے کہ تم جھوٹ پر ہو۔ (۵۸) اللہ اسی طرح اُن لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو بے علم ہیں۔ (۵۹) پس اے نبی صبر کرو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کو ہرگز ہلکا نہ کر دیں وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے۔'' (۶۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مجرموں کی معذرتیں اس لیے قبول نہیں ہوں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین اور اپنی توحید سمجھانے کے لیے قرآن مجید میں ہر طرح کی مثالیں دے کر انہیں سمجھایا ہے لیکن وہ پھر بھی سمجھنے کے لئے تیار نہ تھے۔

اس فرمان کے دو مطالب ہیں ایک طرف قبل از وقت مجرموں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم نے کفر و شرک پر تکرار جاری رکھا تو یاد رکھو وہ دن دور نہیں جب تم اپنے کیے پر معذرتیں کرو گے لیکن تمہاری معذرتوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جائے گا لہٰذا سنبھلنا چاہتے ہو تو آج موقعہ ہے سنبھل جاؤ ورنہ پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ دوسری طرف نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ ان کے سامنے مزید دلائل اور معجزے پیش کریں تو پھر بھی یہ آپ پر جھوٹ کا الزام لگائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ حقیقت کا علم نہیں جاننا چاہتے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر ثبت کر دیتا ہے جس وجہ سے ان کا ہدایت قبول کرنا ممکن نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وہ انہیں ان کے کیے کی ضرور سزا دے گا ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ آپ کو ہلکا کر دیں اس لیے آپ کو صبر کرنا چاہیے۔

''وَلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ'' کا دوسرا معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ لوگ آپ کی ذات اور کام کو ہلکا بنانا چاہتے ہیں جس میں یہ کامیاب نہیں ہو سکتے یعنی دشمن تم کو ایسا کمزور نہ کر پائیں کہ ان کے شور و غوغا سے تم دب جاؤ یا ان کی بہتان و افتراء کی مہم

سے مرعوب ہو جاؤ یا ان کی پھبتیوں اور طعنوں اور تضحیک واستہزاء سے تم پست ہمت ہو جاؤ یا ان کی دھمکیوں اور طاقت کے مظاہروں اور ظلم وستم سے تم ڈر جاؤ یا ان کے دیے ہوئے لالچوں سے تم پھسل جاؤ یا قومی مفاد کے نام پر جو اپیلیں وہ تم سے کر رہے ہیں ان کی بنا پر تم ان کے ساتھ مصالحت کر لینے پر اتر آؤ۔ اس کی بجائے وہ تم کو اپنے مقصد کے شعور میں اتنا ہوشمند اور اپنے یقین وایمان میں اتنا پختہ اور اس عزم میں اتنا راسخ اور اپنے کیرکٹر میں اتنا مضبوط پائیں کہ نہ کسی خوف سے تمہیں ڈرایا جا سکے، نہ کسی قیمت پر تمہیں خریدا جا سکے، نہ کسی فریب سے تم کو پھسلایا جا سکے، نہ کوئی خطرہ یا نقصان یا تکلیف تمہیں اپنی راہ سے ہٹا سکے اور نہ دین میں کسی لین دین کا سودا تم سے چکایا جا سکے یہ سارا مضمون اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت نے اس ذرا سے فقرے میں سمیٹ دیا ہے کہ یہ بے یقین لوگ تم کو ہلکا نہ پائیں۔ اب اس بات کا ثبوت تاریخ کی بے لاگ شہادت دیتی ہے کہ نبی ﷺ دنیا پرویسے ہی بھاری ثابت ہوئے جیسا کہ اللہ اپنے آخری نبی ﷺ کو بھری بھر کم دیکھنا چاہتا تھا۔ آپ ﷺ سے جس نے جس میدان میں بھی زور آزمائی کی۔ اس نے اسی میدان میں مات کھائی اور آخر اس شخصیت عظمیٰ نے وہ انقلاب برپا کر دکھایا جسے روکنے کے لیے عرب کے کفر وشرک نے اپنی ساری طاقت صَرف کر دی اور اپنے سارے حربے استعمال کر ڈالے۔ (تفہیم القرآن جلد ۳)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دین اور اپنی توحید سمجھانے کے لیے کئی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔
۲۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے منکروں کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگا دیتا ہے۔
۳۔ قیامت ہر صورت برپا ہو کر رہے گی۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

نبی اکرم ﷺ کو صبر کرنے کی تلقین:

۱۔ نبی ﷺ کو صبر کا حکم دیا گیا۔ (المعارج:۵)
۲۔ اگر یہ لوگ آپ سے منہ موڑ لیں تو آپ ''اللہ'' پر بھروسہ کریں اسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ (التوبہ:۱۲۹)
۳۔ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجیے۔ (الدھر:۲۴)
۴۔ تکلیف پر صبر کیجیے یقیناً یہ بڑے کاموں میں سے ہے۔ (لقمان:۱۷) ۵۔ صبر کیجیے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (الحج:۵۵)
۶۔ اے نبی ﷺ! کفار کی باتوں پر صبر کیجیے اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں۔ (طٰہٰ:۱۳۰)

سورۃ لقمان کا تعارف

یہ سورت مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی اس کا نام لقمان ہے یہ نام آیت ۱۲ اور ۱۳ میں آیا ہے اس کے چار رکوع اور چونتیس آیات ہیں۔

ربطِ سورۃ: سورۃ الرّوم کا اختتام اس بات پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے قرآنِ مجید میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی ہے لیکن اس کے باوجود کفار قرآن کو من جانب اللہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ اُن کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر ثبت کر دی ہے ایسے لوگوں کے رویے کے معاملے میں جذباتی ہونے کی بجائے صبر سے کام لینا چاہیے۔ سورت لقمان کا آغاز اس فرمان سے ہوا کہ قرآنِ مجید پُرحکمت کتاب ہے اور یہ نیک لوگوں کے لیے رحمت اور ہدایت کا سرچشمہ ہے، نیک لوگوں کے بنیادی اوصاف یہ ہیں کہ وہ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اُن کا آخرت پر مکمل یقین ہے کہ ایک دن آنے والا ہے جب انہیں اپنے کیے کا پورا، پورا حساب دینا ہوگا۔

اس سورۃ کا مرکزی مضمون حضرت لقمان کی وصیتوں پر مشتمل ہے سورت کی ابتداء میں قرآنِ مجید کو کتابِ حکیم کہا گیا ہے جس میں لطیف اشارہ ہے کہ اس سورۃ میں جس شخص کی وصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اپنے دور کا عظیم دانشور تھا۔ کتاب الحکیم کے دو معانی ہیں پُرحکمت کتاب اور ایسی کتاب جس کے ارشادات محکم اور فیصلہ کُن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ حکیم ہدایت اور اس کی رحمت کا سرچشمہ ہے مگر اُن لوگوں کے لیے جو نیک بننا چاہتے ہیں نیک لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ توحید ورسالت پر ایمان رکھنے کے ساتھ نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس سورۃ کے پہلے رکوع میں بتلایا ہے جو فحاشی اور بے حیائی کے ذریعے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتا ہے اُسے ذلیل کر دینے والا عذاب ہوگا۔ اس کے مقابلے جو لوگ ایمان لانے کے بعد صالح اعمال کریں گے ان کے لیے جنتِ نعیم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اپنا ہر وعدہ پورا کرنے پر قدرت رکھتا ہے لہٰذا وہ اپنے وعدے پورے کرے گا اس کی قدرت کا اندازہ کریں کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے ٹھہرایا ہوا ہے اور زمین میں پہاڑ گاڑ دیے ہیں پھر اس زمین پر ہر قسم کے چوپاؤں کو پھیلا دیا ہے وہی آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور اس کے ساتھ نباتات پیدا کرتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اس کے بغیر کوئی بھی کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتا۔

لیکن اس کے باوجود مشرک ''اللہ'' کو ایک الٰہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں جس کی وجہ سے وہ کھلی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔ سورۃ کے دوسرے رکوع میں حضرت لقمان کی گیارہ وصیتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

① انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اس کا فائدہ اُسے ہی ہوگا۔

② جس نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ غنی اور لائقِ حمد ہے۔

③۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو یہ بھی وصیت کی کہ بیٹا ''اللہ'' کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

④۔ میرے بیٹا! جو کچھ زمین و آسمانوں اور صحرا میں موجود ہے وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

⑤۔ میرے بیٹا! اللہ تعالیٰ رائی کے دانے کو بھی جانتا ہے۔

⑥۔ بیٹا! نماز قائم کرو۔

⑦۔ بیٹا! لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے بچے رہو۔

⑧۔ بیٹا! مصیبت میں صبر کرو کیونکہ مصیبت میں صبر کرنا عظیم کاموں میں سے ایک کام ہے۔

⑨۔ بیٹا! تکبر کی وجہ سے لوگوں سے منہ نہ پھیرو اور نہ ہی زمین پر اکڑ کر چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو فخر اور تکبر کرنے والا شخص پسند نہیں ہے۔

⑩۔ بیٹا! چلنے میں میانہ روی اختیار کرو۔

⑪۔ بیٹا! اپنی آواز کو بلا وجہ بلند نہ کرنا کیونکہ سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔

تیسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تسخیر اور تخلیق کا حوالہ دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ اگر درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سات سمندر سیاہی میں تبدیل کر دیئے جائیں تب بھی اللہ کی تعریفات ختم نہیں ہو سکتیں، سورت کے آخر میں لوگوں کو سمجھایا ہے کہ لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ قیامت کے دن ماں باپ اپنی اولاد کو اور اولاد اپنے ماں باپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکیں گے اور یاد رکھو کہ پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو سب کچھ جاننے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

①۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب برپا ہوگی۔

②۔ اللہ تعالیٰ ہی بارش برسانے والا ہے۔

③۔ ''اللہ'' ہی جانتا ہے جو کہ کچھ ماؤں کے رحموں میں ہوتا ہے۔

④۔ کوئی نہیں جانتا کہ اُس نے کل کیا کرنا ہے۔

⑤۔ کسی نفس کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کہاں اور کب واقع ہوگی۔



سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا – ٤
اٰيَاتُهَا – ٣٤

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

الٓمّٓ ①	تِلْكَ	اٰيٰتُ	الْكِتٰبِ	الْحَكِيْمِ ②	هُدًى
الف لام میم	یہ	آیات ہیں	کتاب کی	حکمت والی	ہدایت
وَّرَحْمَةً	لِّلْمُحْسِنِيْنَ ③	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَيُؤْتُوْنَ
اور رحمت ہے	نیکی کرنے والوں کے لیے	جو لوگ	وہ قائم کرتے ہیں	نماز	اور وہ دیتے ہیں
الزَّكٰوةَ	وَهُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	يُوْقِنُوْنَ ④	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى
زکوۃ	اور وہ	آخرت کے ساتھ	وہ	یقین رکھتے ہیں	یہی لوگ	پر
هُدًى	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ⑤	
ہدایت	سے	اپنے رب کی طرف	اور یہی لوگ	وہ	فلاح پانے والے ہیں	

''الف، لام، میم۔(۱) یہ کتابِ حکیم کی آیات ہیں۔(۲) نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔(۳) جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔(۴) یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔''(۵)

فہم القرآن

سورۃ الرّوم کا اختتام اس فرمان پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لوگوں کی راہنمائی کے لیے ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں مگر قرآن کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اس لیے ہم نہیں مانیں گے۔ان کے انکار کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔اے رسول ﷺ! اس پر صبر کیجیے کہ آپ کے مخالف آپ میں ہلکا پن پیدا نہ کردیں۔سورۃ لقمان کی ابتداء قرآن مجید کے تعارف سے ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت کا سرچشمہ بنایا ہے گویا کہ یہی قرآن کچھ لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے اور کچھ کے لیے باعثِ ہدایت ثابت ہوتا ہے ہدایت یافتہ لوگ ہی کامیاب ہونگے۔

الف، لام، میم حروفِ مقطعات ہیں جن کے بارے میں عرض ہو چکا ہے کہ ان کا معنیٰ نبی ﷺ سے ثابت نہیں لہٰذا انہیں اسی طرح ہی پڑھنا چاہیے۔یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں جو نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں ایسے لوگ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں انہیں آخرت کے قائم ہونے پر پورا یقین ہے کہ یہ برپا ہو کر رہے گی اور اس

میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا دی جائے گی یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید کے بے شمار اوصاف جمیلہ کا ذکر کیا ہے ان میں مرکزی اور بنیادی وصف دو ہیں۔ ① قرآن مجید پڑھنے، اس پر غور کرنے اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے سے انسان اپنے رب کی رحمت کا مستحق ٹھہرتا ہے اور دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا ہے قرآن مجید کے بنیادی مضامین میں توحید و رسالت کے بعد تین مضامین ہیں جن کی بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ نماز کو اس کے تقاضوں کے مطابق ادا کرنا، زکوٰۃ کو اس کے اصولوں کے تحت خرچ کرنا اور آخرت پر یقین رکھنا ہے۔ ② یقین کا معنیٰ ہے کہ آدمی زبان سے اقرار اور اس کے مطابق عمل کرتے ہوئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تسلیم کرے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں ایک دن اس کا حساب دینا ہے اسی تصور کے پیش نظر قرآن مجید آخرت کے بارے میں اکثر مقامات پر ایمان کی بجائے یقین کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ انسان کا آخرت پر ایمان و ایقان جس قدر مضبوط ہوگا اسی قدر اس کے اخلاق اور اعمال میں نکھار اور سنوار پیدا ہوگا۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید پُرحکمت، ہدایت اور رحمت کا مرقع ہے۔
۲۔ قرآن مجید سے وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو نیکی کے طالب ہوں گے۔
۳۔ تمام نیکیوں کا انحصار نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور آخرت پر یقین رکھنے میں ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ اور فلاح پانے والے حضرات:

۱۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔ (البقرۃ:۲) ۲۔ قرآن مجید کی آیات واضح ہیں۔ (یوسف:۱)
۳۔ قرآن مجید کی آیات محکم ہیں۔ (ھود:۱) ۴۔ قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے۔ (النساء:۱۷۴)
۵۔ قرآن کریم لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرۃ:۱۸۵) ۶۔ قرآن مجید دلوں کے لیے شفا ہے۔ (یونس:۵۷)
۷۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (آل عمران:۱۳۸)
۸۔ قرآن مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۲)
۹۔ جن وانس مل کر اس جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔ (بنی اسرائیل:۸۸) ۱۰۔ ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ (القدر:۱)
۱۱۔ ہم ہی قرآن مجید کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر:۹)



وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يَّشْتَرِيْ	لَهْوَ	الْحَدِيْثِ	لِيُضِلَّ
اور سے	لوگوں	جو	خریدتا ہے	فضول	باتیں	تاکہ وہ گمراہ کرے

عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ ۖ	وَّيَتَّخِذَهَا	هُزُوًا ؕ
سے	راہ	اللہ کی	بغیر	علم کے	اور وہ اس کو بناتا ہے	مذاق

اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ۝۶	وَاِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِ
یہ لوگ	ان کے لیے	عذاب ہے	ذلیل کرنے والا	اور جب	تلاوت کی جاتی ہیں	اس پر

اٰيٰتُنَا	وَلّٰى	مُسْتَكْبِرًا	كَاَنْ	لَّمْ يَسْمَعْهَا	كَاَنَّ	فِيْٓ
ہماری آیتیں	وہ پھر جاتا ہے	تکبر کرتے ہوئے	گویا کہ	اس نے وہ سنیں ہی نہیں	گویا کہ	میں

اُذُنَيْهِ	وَقْرًا ۚ	فَبَشِّرْهُ	بِعَذَابٍ	اَلِيْمٍ ۝۷
اس کے کانوں	ڈاٹ ہے	اسے خوشخبری دے دیجیے	عذاب کے ساتھ	دردناک

''اور لوگوں میں سے ایسا شخص بھی ہے جو بے ہودہ کلام خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکے اور جہالت کے ساتھ گمراہ کرے اور اس دعوتِ حق کو مذاق بنائے۔ ایسے لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔(۶) اُسے ہماری آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ بڑے گھمنڈ کے ساتھ اس طرح رُخ پھیر لیتا ہے گویا کہ اس نے انہیں سنا ہی نہیں، یا اس طرح کہ اس کے کان بہرے ہیں بس اسے دردناک عذاب کی خوشخبری سنائیں۔''(۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے مگر اس کی ہدایت سے وہی شخص مستفید ہوسکتا ہے جو لغویات سے اجتناب کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہنمائی کے لیے قرآن مجید نازل کیا ہے لیکن لوگوں میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو اچھائی کے مقابلہ میں برائی، نیکی کی بجائے گمراہی کے طلبگار اور پرستار بن جاتے ہیں ایسے لوگوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ لوگوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو برائی کے خریدار ہوتے ہیں اور اپنی جہالت کی بنا پر نا صرف خود گمراہ ہوتے ہیں بلکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے ہٹانے اور گمراہ کرنے میں اپنا مال اور صلاحیتیں صرف کرتے ہیں پھر عملاً یا قولاً اللہ کی آیات کو استہزاء کا نشانہ بناتے ہیں ان کے لیے رسوا کردینے والا عذاب ہوگا۔ اس آیت کا پس منظر ذکر کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ نضر بن حارث نے ایران اور روم سے ایسا لٹریچر درآمد کیا جس میں فحاشی اور بے حیائی کو داستان گوئی کے انداز میں بیان کیا گیا تھا۔ اس نے مکہ معظّمہ میں اسے قرآن مجید کے مقابلے میں عام کرنے کی کوشش کی تاکہ لوگ قرآن مجید کے مقابلے میں ان باتوں اور کاموں میں مصروف رہیں۔ اس کے بارے میں یہاں تک لکھا گیا ہے کہ اس نے فاحشہ عورتوں کی

ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ وہ نوجوان نسل کو اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کریں اس کے ساتھ ہی وہ سرورگرامی علیہ السلام کی ذاتِ اطہر اور قرآن مجید کی مقدس آیات کو استہزاء کا نشانہ بناتا اور لوگوں کے سامنے آیات ربانی کو حقیر بنا کر پیش کرتا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں میں ایسا بیہودہ شخص بھی ہے جو اپنا مال خرچ کر کے بے حیائی خریدتا ہے اور جہالت کی بنیاد پر لوگوں کو اللہ کے راستے سے گمراہ کرتا ہے۔

نضر بن حارث خود حیرہ گیا وہاں سے بادشاہوں کے حالات اور رستم واسفندیار کے قصے سیکھے۔ آپ ﷺ جہاں کہیں بھی جا کر اپنا پیغام سناتے، ابولہب کی طرح پیچھا کرتے ہوئے نضر بن حارث بھی وہاں پہنچ کر یہ قصے سناتا پھر لوگوں سے پوچھتا کہ آخر کس بنا پر محمد ﷺ کا کلام مجھ سے بہتر ہے؟ علاوہ ازیں اس نے چند لونڈیاں بھی خرید رکھی تھیں جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف مائل ہونے لگتا تو وہ کسی لونڈی کو اس پر مسلط کر دیتا مقصد یہ تھا کہ لونڈی اسے کھلائے پلائے اور اس کی سوچ کا رخ موڑ دے اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیرت ابنِ ہشام: جلد ۱)

نیکی کو چھوڑ کر بُرائی اختیار کرنے والا شخص کتنا ہی پڑھا لکھا اور سمجھدار کیوں نہ ہو حقیقت میں وہ جاہل ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دیتا ہے، اسے ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اس شخص کا کردار پیش فرما کر ایک پورے کلچر کی نفی کی گئی ہے۔ افسوس! مسلمان حکومتوں میں شاید ہی کوئی حکومت اور معاشرہ ایسا ہو جو بے حیائی خریدنے اور اسے پھیلانے کے لیے کروڑوں، اربوں ڈالر صرف نہ کر رہے ہوں جسے کلچر، ثقافت اور تفریح کا نام دیا گیا ہے۔ کفار کو چھوڑیں صرف مسلمان ملکوں میں نئی نسل کو اخلاقی اور عملی طور پر تباہ کرنے کے لیے سینکڑوں ٹی وی چینل چل رہے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں بے ہودہ رسائل چھپ رہے ہیں۔ قرآن مجید نے "لَهْوَ الْحَدِيْثِ" کے لیے "اِشْتَرٰى" کا لفظ استعمال کیا ہے "اِشْتَرٰى" عربی زبان میں صرف خرید وفروخت کے لیے استعمال نہیں ہوتا بلکہ یہ کسی چیز کو بدلے میں لینے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے "لَهْوَ" کا لفظ بیہودہ اور بے حیائی کے لیے استعمال ہوتا ہے قرآن مجید نے بے مقصد کام اور بات کو بھی "لَهْوَ" قرار دیا ہے جو شخص لغویات کا عادی ہو جائے اس کے لیے نیکی کی بات سننا بوجھ بن جاتا ہے اور وہ بیہودہ کاموں پر خوش ہوتا ہے یہی حالت اہل مکہ کی تھی انہیں قرآن مجید کی طرف دعوت دی جاتی تو غرور اور تعصب کی بناء پر یوں پیٹھ پھیر جاتے جیسا کہ انہوں نے قرآن سنا ہی نہیں یا ان کے کانوں میں سکہ پڑ چکا ہے ایسے لوگوں کے لیے صرف یہی پیغام ہے کہ انہیں اذیت ناک عذاب کی خوشخبری سنائی جائے۔

لَهْوَ الْحَدِيْثِ:

«عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى بَعَثَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ وَأَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالْأَوْثَانِ وَالصُّلْبِ وَأَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ» (رواہ احمد: باب مسند ابی امامۃ [صحیح])

''سیّدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ اللعالمین اور ھدی اللعالمین بنا کر بھیجا ہے اور میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں باجوں گاجوں، ساز و مضراب، بتوں، صلیبوں اور جاہلیت کے کاموں کو ختم کر دوں۔''

«أَبُو مَالِك الأَشْعَرِی رضی اللہ عنہ وَاللهِ مَا كَذَبَنِی سَمِعَ النَّبِیَ ﷺ يَقُوْلُ لَيَكُوْنَنَّ مِنْ أُمَّتِیْ أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الْخِزَّ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ»

(رواہ البخاری: کتاب الاشربۃ: باب مَا جَاءَ فِيمَنْ يَسْتَحِلُّ الخمرَ وَيُسَمِّيهِ بِغَيرِ اسْمِهِ)

''ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور معازف یعنی آلاتِ موسیقی اور گانے بجانے کو جائز کہیں گے۔''

«عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ»

(رواہ الترمذی: کتاب الزھد [صحیح])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ آدمی کے اسلام کی اچھائی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دے۔''

مسائل

۱۔ جو لوگ اللہ کی آیات سے مذاق کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۲۔ جب کفار کو قرآن کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ اس طرح دکھائی دیتے ہیں جیسے انہوں نے سنا ہی نہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید سے اعراض کرنے کا نتیجہ:

۱۔ قرآن سے اعراض کرنے والے ظالم اور گمراہ ہیں۔ (الکہف: ۵۷)

۲۔ قرآن سے اعراض کرنے والے قیامت کے دن اندھے ہوں گے۔ (طٰہٰ: ۱۲۴، ۱۲۵)

۳۔ اعراض کرنے والوں کو اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ (طٰہٰ: ۱۰۰، ۱۰۱)

۴۔ قرآن کا انکار برے لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔ (البقرۃ: ۹۹) ۵۔ قرآن سے منہ پھیرنے والوں کی سزا۔ (السجدۃ: ۲۲)

۶۔ قرآن سے اعراض کرنے والوں کو آخرت میں دوہرا عذاب ہوگا۔ (بنی اسرائیل: ۷۵)

اِنَّ	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	جَنّٰتُ
بے شک	جولوگ	وہ ایمان لائے	اورانہوں نے عمل کیے	نیک	ان کے لیے	باغات ہیں
النَّعِیْمِ ۙ ۸	خٰلِدِیْنَ	فِیْهَا ؕ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقًّا ؕ
نعمت کے	وہ ہمیشہ رہیں گے	اس میں	وعدہ	اللہ کا	سچا ہے
وَهُوَ	الْعَزِیْزُ	الْحَكِیْمُ ۹
اوروہ	غالب	حکمت والا ہے

''یقیناً جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کیے، اُن کے لیے نعمت والی جنتیں ہیں۔(۸) جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اوروہ غالب اورحکمت والا ہے۔''(۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''عَذَابٌ مُّهِیْنٌ'' پانے والوں کے بعد ''جَنّٰتُ النَّعِیْمِ'' کا انعام پانے والوں کا ذکرِ خیر۔

فہم القرآن میں کئی مقامات پر وضاحت ہوچکی ہے کہ قرآن مجید کا اسلوب ہے کہ اکثر مقام پر جنّت اور جہنم کا بیک مقام ذکر کرتا ہے تاکہ قاریٔ قرآن کے سامنے بیک وقت دونوں قسم کے انجام آجائیں اور وہ غور کرے کہ مجھے کس قسم کے اعمال اختیار کرنے چاہئیں تاکہ میں دنیا وآخرت کی ذلّت سے بچ جاؤں اور اپنے رب کے انعامات کا حقدار ہوجاؤں ایسے لوگوں کو خوشخبری سنائی جارہی ہے جو اپنے رب پر بلاشرکتِ غیرے ایمان لائے اوراس کے بتلائے ہوئے نیک اعمال کرتے رہے وہ نعمتوں والی جنت میں داخل ہوں گے اوراس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ان کے ساتھ ''اللہ'' کا سچا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنا ہر وعدہ پورا کرنے پر غالب اوراس کے ہر حکم اور فیصلے میں اَن گنت حکمتیں ہوتی ہیں۔

جنت کے حسن وجمال کی ایک جھلک:

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْجَنَّةُ مَا بِنَاؤُهَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْیَاقُوتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ یَدْخُلُهَا یَنْعَمُ وَلَا یَبْأَسُ وَیُخَلَّدُ وَلَا یَمُوْتُ لَا تَبْلٰی ثِیَابُهُمْ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُهُمْ»

(رواہ الترمذی: کتاب صفة الجنة [صحیح])

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنّت اس طرح بنائی گئی ہے کہ اس کی ایک اینٹ چاندی کی اوردوسری سونے کی ہے اوراس کا گارا خوشبودار کستوری کا ہے۔اس کے کنکر لولو اور یاقوت کے ہیں اوراس کی مٹی زعفران کی ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ خوش وخرم رہے گا۔اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اسے موت نہیں آئے گی نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی وہ بوڑھا ہوگا۔''

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَآ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ}»

(رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی ان کے متعلق کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔ اگر چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرو {کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپا کے رکھی گئی ہے}۔''

مسائل

۱۔ صاحبِ ایمان اور صالح اعمال کرنے والوں کے لیے نعمتوں والی جنت ہوگی۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ حکیم اور غالب ہے۔

تفسیر بالقرآن

جنّت کی نعمتوں کی ایک جھلک:

۱۔ ہم ان کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ (الحجر: ۴۷۔۴۸)
۲۔ جس جنت کا مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اس کے پھل اور سائے ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ (الرعد: ۳۵)
۳۔ جنت میں بے خار بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبا سایہ، چلتا ہوا پانی اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ (الواقعۃ: ۲۸ تا ۳۰)
۴۔ جنت کے میوے ٹپک رہے ہوں گے۔ (الحاقۃ: ۲۳)
۵۔ جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۱)
۶۔ مومنوں کے ساتھ جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں چار قسم کی نہریں ہوں گی۔ (محمد: ۱۰)
۷۔ جنت میں نیچی نگاہ رکھنے والی حوریں ہوں گی جنہیں کسی جن وانس نے چھوا تک نہیں ہوگا۔ (الرحمٰن: ۵۶)
۸۔ جنت میں محبت کرنے والی ہم عمر حوریں ہوں گی۔ (الواقعہ: ۳۷)

خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	بِغَيْرِ	عَمَدٍ	تَرَوْنَهَا	وَاَلْقٰى	فِي
اس نے پیدا کیے	آسمان (جمع)	بغیر	ستون کے	تم ان کو دیکھتے ہو	اور اس نے گاڑ دیے	میں
الْاَرْضِ	رَوَاسِيَ	اَنْ	تَمِيْدَ	بِكُمْ	وَبَثَّ	فِيْهَا
زمین	پہاڑ	تاکہ	جھک پڑے وہ	تمہارے ساتھ	اور اس نے پھیلائے	اس میں
مِنْ كُلِّ	دَآبَّةٍ ؕ	وَاَنْزَلْنَا	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءً
ہر قسم سے	چوپائے	اور ہم نے اتارا	سے	آسمان	پانی
فَاَنْۢبَتْنَا	فِيْهَا	مِنْ	كُلِّ	زَوْجٍ	كَرِيْمٍ ۝۱۰
پھر ہم نے اگائی	اس میں	سے	ہر	قسم	عمدہ

''اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بنایا جو تمہیں نظر آتے ہیں، اس نے زمین میں پہاڑ جما دیے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائے، اس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیے اور آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسما قسم کی چیزیں اُگائیں۔'' (۱۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ''اللہ'' کفار کو عذابِ الیم دے گا اور ایمان داروں کو جنت عطا فرمائے گا اس کی شان یہ ہے کہ اس نے بغیر ستونوں کے آسمان ٹھہرائے اور بلند و بالا پہاڑ بنائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی دو عظیم قدرتوں اور دو بڑی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے بغیر ستونوں کے ایک دوسرے پر آسمان کھڑے کیے ہیں۔ جن کے بارے میں اب تک سائنسدانوں کا خیال ہے کہ صرف ایک ہی آسمان ہے اور وہ بھی ٹھوس میٹریل سے نہیں بنا بلکہ اکثر سائنسدان کہتے ہیں کہ حدِ نظر کا نام آسمان ہے۔ کچھ سائنسدانوں کا نقطہ نظر ہے کہ آسمان موجود ہے لیکن یہ ٹھوس چھت ہونے کی بجائے ایک دھواں ہے جس تک ہماری نظر نہیں پہنچ سکتی حالانکہ حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں ان کے درمیان فاصلے ہیں اور ان میں دروازے ہیں جن سے ملائکہ زمین پر آتے جاتے ہیں۔ کچھ اہل علم نے یہ بھی ترجمہ اور مفہوم لکھا ہے کہ آسمان کے نیچے ستون ہیں لیکن انسان انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ پہاڑوں کے بارے میں جدید تحقیقات جاننے کے لیے فہم القرآن کی جلد ۳ سورۃ الرّعد آیت: ۳ ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور اس کے ذریعے ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے یہاں "زَوْجٍ كَرِيْمٍ" کے الفاظ استعمال کیے ہیں قرآن مجید نے دنیا کو پہلی بار اس حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ جاندار چیزوں کے نر اور مادہ کی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں جس طرح کھجور کے درخت میں نر اور مادہ ہوتے ہیں اسی طرح دوسرے

درختوں میں بھی نر اور مادہ ہوتے ہیں۔

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا جب آپ کے پاس بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے آپ نے فرمایا' اے بنو تمیم! خوشخبری قبول کرو۔ انہوں نے کہا آپ ہمیں خوشخبری دیتے ہیں، لیکن کچھ ہمیں عطا بھی کریں۔ ان کے بعد اہلِ یمن کے کچھ لوگ آئے آپ نے فرمایا کہ اے اہل یمن! خوشخبری قبول کرو، آپ سے پہلے بنو تمیم نے اسے قبول نہیں کیا انہوں نے کہا ہم قبول کرتے ہیں آپ کی خدمت میں ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تا کہ ہم دین کی سمجھ حاصل کریں اور ہم آپ سے کائنات کی ابتداء کے بارے میں پوچھیں کہ سب سے پہلے کیا چیز تھی؟ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ'' تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اس کا عرش پانی پر تھا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا پھر لوحِ محفوظ میں تمام امور لکھے۔ عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر ایک شخص میرے پاس آیا، اس نے کہا، اے عمران! اپنی اونٹنی تلاش کرو وہ بھاگ گئی ہے میں اسے ڈھونڈنے نکلا اللہ کی قسم مجھے یہ زیادہ پسند تھا کہ اونٹنی چلی جاتی' لیکن میں نہ اٹھتا۔'' (رواہ البخاری: باب قَوْلِہٖ وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمان کھڑے کیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑ گاڑ دیئے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمان سے بارش برساتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ نباتات، پھل اور ہر قسم کا اناج پیدا کرتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ نے نباتات کے بھی جوڑے پیدا کیے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں پہاڑوں کا ذکر:

۱۔ اللہ نے تمہارے لیے سایہ دار چیزیں بنائیں اور اسی نے تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ بنائی ہے۔ (النحل:۸۱)
۲۔ کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ (النباء:۶، ۷)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے۔ (النازعات:۳۲) ۴۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں راستے بنائے ہیں۔ (الانبیاء:۳۱)
۵۔ تم پہاڑوں کو کھود کھود کر خوبصورت گھر بناتے ہو۔ (الشعراء:۱۴۹)
۶۔ اللہ نے زمین کو جائے قرار بنایا اس میں پہاڑ اور دو سمندروں کے درمیان پردہ بنایا۔ (النمل:۶۱)
۷۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کیا اور وہ اسکے ساتھ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ (الانبیاء:۷۹)
۸۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کہ زمین وآسمان کی ہر چیز، چاند، سورج اور ستارے، پہاڑ، درخت اور چوپائے اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ (الحج:۱۸)

هٰذَا	خَلْقُ	اللّٰهِ	فَاَرُوْنِیْ	مَاذَا	خَلَقَ	الَّذِیْنَ
یہ	مخلوق ہے	اللہ کی	پس تم مجھے دکھاؤ	کیا	پیدا کیا ہے	ان لوگوں نے جو

مِنْ دُوْنِهٖ ؕ	بَلِ	الظّٰلِمُوْنَ	فِیْ	ضَلٰلٍ	مُّبِیْنٍ ﴿۱۱﴾ ع
اس کے سوا ہیں	بلکہ	ظالم ہیں	میں	گمراہی	واضح

''یہ ہے اللہ کی تخلیق، مجھے دکھاؤ کہ دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ ظالم لوگ واضح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔''(۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: عظیم نشانیوں اور نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد مشرکین سے سوال۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر ستونوں کے آسمان پیدا کیے اور زمین پر پہاڑ گاڑ دیئے۔ وہی آسمان سے بارش نازل کرتا اور اس کے ساتھ بے شمار عمدہ اناج اور نباتات پیدا کرتا ہے بتاؤ کہ تمہارے خداؤں نے کیا پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خالقِ حقیقی کے ساتھ دوسروں کو معبود بنانے اور مشکل کشا، حاجت روا سمجھنے والے ظالم ہیں اور یہ ظالم کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں دوسرے مقام پر ظالموں سے درج ذیل سوالات کیے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہر دور کے مشرکوں کے پاس اس کے سوا نہ کوئی جواب ہے اور نہ ہوگا حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے، وہی خالق اور مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرک کرنے والوں کو کئی مرتبہ ظالم قرار دیا ہے اس لیے کہ یہ اللہ کی صفات دوسروں میں سمجھتے اور بیان کرتے ہیں ظلم کا معنیٰ ہے کہ کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھا جائے۔

مسائل

۱۔ ساری کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی نے کچھ بھی نہیں پیدا کیا۔
۳۔ مشرک کھلی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرکین سے سوالات:

۱۔ مشرک سے سوال کیا جائے کہ آسمان و زمین سے تمہیں رزق کون دیتا ہے کہتے ہیں اللہ ہی رزق دیتا ہے۔(یونس:۳۱)
۲۔ مشرکین سے پوچھا جائے مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے۔(یونس:۳۴)
۳۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ کہتے ہیں اللہ ہی ہے۔(الزمر:۳۸)
۴۔ مشرکوں سے پوچھا جائے سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون؟ جواباً کہتے ہیں، اللہ ہی ہے۔(المومنون:۸۶۔۸۷)
۵۔ مزید حوالوں کے لیے دیکھیں۔(المومنون:۸۸۔۸۹)(العنکبوت:۶۱)(لقمان:۲۵)

وَلَقَدْ	اٰتَيْنَا	لُقْمٰنَ	الْحِكْمَةَ	اَنِ	اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ	وَمَنْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے دی	لقمان کو	حکمت	یہ کہ	تو شکر کر اللہ کا	اور جو کوئی

يَّشْكُرْ	فَاِنَّمَا	يَشْكُرُ	لِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ	كَفَرَ
شکر کرتا ہے	تو صرف	وہ شکر کرتا ہے	اپنے ہی لیے	اور جس	نے ناشکری کی

فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَنِيٌّ	حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾
تو بلاشبہ	اللہ	بے پروا	قابلِ تعریف ہے

''ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی تھی تا کہ اللہ کا شکر ادا کرے، جو شکر کرے گا اُس کے شکر کا اُسے ہی فائدہ پہنچے گا۔ اور جو کفر کرے گا بلاشبہ اللہ اس سے بے پرواہ ہے کیونکہ وہ لائقِ تعریف ہے۔''(۱۲)

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ہر قسم کے چوپائے پیدا کیے اور پھر اسی سے انسان کے رزق کا بندوبست فرمایا جس پر ہر انسان کو اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے اور یہی عقل مندی ہے اب ایک عقل مند شخص کا عقیدہ اور اس کی دانائی پر مبنی نصیحتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عرب کی تاریخ میں حضرت لقمان ایک جانی پہچانی شخصیت سمجھے جاتے تھے ان کے بارے میں مشہور مؤرخ لکھتے ہیں کہ یہ نسب کے اعتبار سے خالص عربی تھے بعض مؤرخین نے انہیں افریقی نسل قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ عربی النسل تھے۔ ان کا قد چھوٹا، رنگ کالا اور بدن بھاری تھا ظاہری طور پر پُرکشش شخصیت نہ ہونے کے باوجود اپنی دانشمندی کی وجہ سے اس زمانے کی پوری دنیا پر ان کے اقوال حوالے کے طور پر پیش کیے جاتے تھے۔ ان کی دانائی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اس وقت ''اللہ'' کی توحید کو سمجھا اور اس کا پرچار کیا جب دنیا کفر و شرک کے اندھیرے میں بھٹک رہی تھی۔ اہلِ عرب بالخصوص مکہ کے لوگ ان کی دانائی کے بڑے معترف تھے جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے نام پر یہ سورت نازل فرمائی اور ان کے نصائح میں سب سے پہلے یہ نصیحت ذکر فرمائی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں کرتے ہوئے سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا وہ عقیدہ توحید تھا۔

شکر وہ جذبہ ہے جس سے انسان اپنے محسن کو پہچانتا ہے انسان کا سب سے بڑا محسن اس کا خالق ہے۔ اس لیے، حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہنے کی نصیحت فرمائی یہی انسان کے دانشمند ہونے کی پہلی دلیل ہے شکر کے بے شمار فوائد ہیں جن میں چند ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا، مزید ملنے کی گارنٹی اور زوال نعمت سے مامون رہنے کی ضمانت ہے اور یہ رب کی بارگاہ میں نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ اس کے مقابلے میں ناشکری کفر کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی

کسی عبادت اور دین کے کسی عمل کے بارے میں بیک وقت یہ نہیں فرمایا کہ اس کے کرنے سے تم عذاب سے محفوظ رہو گے اور مزید نعمتیں پانے کے حقدار بن جاؤ گے۔ صرف شکر ایسا عمل ہے جس کے بارے میں فرمایا کہ اگر شکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں مزید عطا فرمائے گا (ابراہیم: ۷) اس دوہرے انعام کی وجہ سے شیطان نے سرکشی اور بغاوت کی حدود پھلانگتے ہوئے کہا تھا۔ {وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ} (الاعراف: ۱۷) ''اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔''

شکر ایسا جذبہ اور عمل ہے جس سے انسان کی طبیعت خود بخود اپنے محسن کے ادب واحترام اور اس کی سمع واطاعت کے لیے آمادہ ہوتی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور محبت کے جذبات میں اضافہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذات باری تعالیٰ کے شکریے کو ہر محسن کے شکریے کے ساتھ منسلک فرمایا ہے ((مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ)) ''جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ ''اللہ'' کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔''

آپ ﷺ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اپنے جیسے انسانوں کے چھوٹے چھوٹے احسانات کا شکریہ نہیں ادا کرتا وہ خالق کائنات کے پہاڑوں جیسے اور ان گنت احسانات کا شکریہ کس طرح ادا کر سکتا ہے۔

آپ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ)) (رواہ ابوداؤد: کتاب الصلاۃ [صحیح])

''اے اللہ اپنے شکر اور بہترین انداز سے عبادت کرنے کی توفیق نصیب فرما۔''

''حضرت ابوسعید مقبری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب سے یہ دعا رسول اللہ ﷺ سے یاد کی اس اس وقت سے اسے نہیں چھوڑا۔ (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ أُعْظِمُ شُكْرَكَ وَأُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَأَتَّبِعُ نَصِيحَتَكَ وَأَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ) اے اللہ مجھے سب سے زیادہ شکر گذار، کثرت سے ذکر کرنے، ہدایت کی پیروی کرنے اور نصیحت کی حفاظت کرنے والا بنا دے۔'' (رواہ الترمذی: باب فی الاستعاذۃ [ضعیف])

مسائل

۱۔ عقیدہ توحید اپنانا اور اس کا پرچار کرنا بہت بڑی دانائی ہے۔ ۲۔ شرک بہت بڑی ناشکری ہے۔
۳۔ شکر کا فائدہ انسان ہی کو ہوتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کے کفر کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔
۵۔ اللہ تعالیٰ غنی اور صاحب تعریف ہے۔

تفسیر بالقرآن

شکر کرنے کا حکم:

۱۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ (البقرۃ: ۱۷۲) ۲۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والے لوگوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ (الاعراف: ۵۸)
۳۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والے کو زیادہ عطا کرتا ہے۔ (ابراہیم: ۷) ۴۔ اللہ کے تھوڑے بندے ہی شکر گزار ہوتے ہیں۔ (سباء ۱۳)

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ

اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کے لیے اور وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے بیٹے

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

نہ تو شریک ٹھہرا اللہ کے ساتھ بلاشبہ شرک یقیناً ظلم ہے بہت بڑا

''یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا حقیقت یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔'' (۱۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سب سے بڑی حکمت کی بات یہ ہے کہ انسان اپنے رب پر بلاشرکت غیرے ایمان لائے اور اس کا شکریہ ادا کرے۔ جس نے نعمتوں کا اعتراف کیا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا یقیناً وہ شرک سے بچ جائے گا اور یہی سب سے بڑی دانائی ہے۔

حضرت لقمان کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مفسرین کی غالب اکثریت کی رائے ہے کہ وہ نبی نہیں تھے بلکہ صرف نیک اور انتہائی دانشور انسان تھے۔ اہل عرب نہ صرف ان کی دانشمندی کے قائل تھے بلکہ بوقتِ ضرورت ان کے اقوال کا حوالہ بھی دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اس لیے حضرت لقمان کے ارشادات کا ذکر کیا ہے تاکہ مشرکین مکہ کو معلوم ہو کہ جس توحید کی دعوت سے تم بھاگتے ہو اسی کی تبلیغ حضرت لقمان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لختِ جگر کو جو نصیحتیں اور وصیتیں کیں ان میں سرفہرست یہ وصیت تھی کہ میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ بیٹا یقین جان! کہ سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں کسی کو شریک کرنا ہے ظلم کی تعریف کرتے ہوئے اہل لغت نے لکھا ہے۔

"وَضْعُ الشَّيْءِ غَيْرَ مَحَلِّهٖ" ''کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا دینا۔''

حضرتِ لقمان کی وصیتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے کہ ہم نے لقمان کو یہ حکمت عطا فرمائی تھی جس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں سب سے بڑی حکمت اور عقل کی بات اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھنا، اس پر پکے رہنا اور اس کا پرچار کرنا ہے۔ عقیدہ توحید کے برخلاف نظریہ رکھنا صرف کفر و شرک کی بات نہیں بلکہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی اپنی اولاد کو یہی وصیت فرمائی:

{ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ } (البقرۃ: ۱۳۲، ۱۳۳)

''جب ابراہیم کے رب نے اسے فرمایا کہ فرمانبردار ہو جا اس نے عرض کی میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے

سامنے جھکا دیا ہے ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے، اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرمایا لیا ہے تمہیں موت مسلمان ہونے کی حالت میں آنی چاہیے۔''

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَاغُلَامُ إِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»

(رواہ الترمذی: کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب منه [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک دن میں رسول ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپ نے فرمایا: بچے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں اللہ کو یاد رکھنا وہ تجھے یاد رکھے گا، جب تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے گا تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر، جب تو مدد طلب کرے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر پوری مخلوق تجھے نفع دینے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ اتنا ہی نفع دے سکتی ہے جتنا اللہ نے تیرے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ تجھے نقصان پہنچانے پر تل جائے تو تجھے اتنا ہی نقصان پہنچے گا جتنا تیرے حق میں لکھا گیا ہے، قلمیں اٹھالی گئیں ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''

مسائل

۱۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیّت کی کہ ''بیٹا'' اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ ۲۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

تفسیر بالقرآن

شرک کی قباحتیں:

۱۔ شرک کی ممانعت۔ (البقرۃ:۲۲) ۲۔ شرک بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:۱۳)
۳۔ مشرک ناپاک ہے۔ (التوبۃ:۲۸) ۴۔ مشرکوں کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ (الانعام:۸۸)
۵۔ مشرکوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ (الفتح:۶) ۶۔ مشرکوں پر جنت حرام ہے۔ (المائدۃ:۷۲)
۷۔ شرک معاف نہیں ہوگا۔ (النساء:۴۸) ۸۔ شرکیہ عقیدے کی کوئی دلیل نہیں۔ (المومنون:۱۱۷)
۹۔ شرک سے آدمی ذلیل ہو جاتا ہے۔ (الحج:۳۱) ۱۰۔ بتوں کے الٰہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ (النجم:۲۳)
۱۱۔ اٹھارہ جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کر کے فرمایا اگر یہ شرک کرتے تو ان کے اعمال برباد ہو جاتے۔ (الانعام:۸۸)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا

اور ہم نے وصیت کی انسان کو اس کے والدین کی اٹھائے رکھا اسے اس کی ماں نے کمزوری

عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ

پر کمزوری اور اس کا دودھ چھڑانا ہے میں دو سال یہ کہ تو شکر کر میرا

وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ⑭

اور اپنے والدین کا میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نصیحت کی ہے اُس کی ماں نے اسے اپنے بطن میں کمزوری میں اٹھائے رکھا اور دو سال اُسے دودھ پلاتی رہی۔ اے انسان! میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرنا۔ تجھے میری طرف ہی پلٹ کر آنا ہے۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حقوق اللہ کے بعد سب سے پہلے والدین کے حقوق ہیں اس لیے ان کے بارے میں نصیحت کی جارہی ہے۔

اردو زبان میں وصیّت سے مراد وہ بات ہے جو فوت ہونے والا اپنے ورثاء کو نصیحت کرتا ہے لیکن عربی زبان میں ہر نصیحت کے لیے وصیّت اور نصیحت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی بندگی کے بعد انسان پر سب سے زیادہ حق اس کے والدین کا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں آٹھ (۸) مقامات پر توحید باری تعالیٰ کے ذکر کے بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ والدین میں جس شخصیت کا حق فائق ہے وہ انسان کی ماں ہے کیونکہ ماں اپنے بچے کے لیے بڑی مشقت برداشت کرتی ہے صاحبِ امید ہونے کے بعد بچے کو جنم دینے تک ہر آنے والا دن ماں کے لیے بھاری ہوتا ہے۔ ماں کے لیے بچے کو جنم دینے کا دورانیہ موت وحیات کے مترادف ہوتا ہے۔ اس کے بعد ماں اپنے نونہال کو دو سال تک دودھ پلاتی ہے جس دوران ماں ایسی خوراک نہیں کھا سکتی جس کا بچے کی افزائش پر منفی اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اس طرح ماں پہلے دن سے لے کر بچے کا دودھ چھڑانے تک آزمائش کے دور سے گزرتی ہے۔ اسی لیے احادیث کی مقدس دستاویزات میں باپ سے زیادہ ماں کے حقوق کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اے انسان ہر دم میرا شکر ادا کرنے کے ساتھ اپنے والدین بالخصوص اپنی ماں کا شکر گزار رہنا کیونکہ اس نے تجھے بڑی تکلیف کے ساتھ جنم دیا اور تجھے دو سال دودھ پلایا ہے اور یاد رکھنا بالآخر تجھے میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے آخرت کی یاد دلا کر آدمی کو ایک انتباہ کیا گیا ہے تاکہ اولاد اپنے والدین کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھے، شکر وہ جذبہ ہے جس سے انسان اپنے محسن کی قدر جاننے کے ساتھ اس کی فرمانبرداری میں لذت محسوس کرتا ہے اس لیے شکر گزار ہی نیک ہوتے ہیں۔

''ابتدائی دور میں بے شمار ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن کی مشرکوں کے ساتھ قریبی رشتہ داریاں تھیں۔ مالدار

صحابہ قبل از ایمان مشرک رشتہ داروں کے ساتھ تعاون کرتے تھے لیکن کلمہ پڑھنے کے بعد انہوں نے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ تعاون کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ جس پر یہ فرمان نازل ہوا جس میں وضاحت فرمائی ہے کہ جو کچھ بھی تم اللہ کی رضا کے لیے غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرو گے اس کا پورا پورا اجر عطا کیا جائے گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ اپنی بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا سے، تعاون حاصل کرنے کے لیے مکہ سے مدینہ آئی جس پر اسماء رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتی ہیں کہ میری والدہ مجھ سے مالی تعاون کی امید رکھتی ہے کیا میں مشرکہ والدہ کے ساتھ تعاون کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: تمہیں اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔''

(رواہ البخاری: کتاب الھبۃ وفضلھا، باب الھدیۃ للمشرکین)

«عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ» (رواہ ابو داؤد: کتاب الأدب، باب فی بر الوالدین [صحیح])

''بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں کس سے اچھا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنی ماں سے، پھر اپنی ماں سے، پھر اپنی ماں سے، پھر اپنے باپ سے اور پھر قریبی رشتہ داروں سے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

۲۔ والدین میں والدہ کے حقوق فائق ہیں۔ ۳۔ بچے کی رضاعت کی مدت دو سال ہے۔

تفسیر بالقرآن

والدین کے بارے میں اولاد کو قرآن مجید کی ہدایات:

۱۔ بنی اسرائیل سے والدین کے ساتھ احسان کا عہد لیا گیا۔ (البقرۃ: ۸۳)

۲۔ والدین کے سامنے عاجزی سے رہنا اور ان کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ (بنی اسرائیل: ۲۴)

۳۔ غیر مسلم والدین کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ (لقمان: ۱۵)

۴۔ عیسیٰ علیہ السلام کو والدہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم۔ (مریم: ۳۲)

۵۔ والدین سے نیکی کرنے کا حکم۔ (بنی اسرائیل: ۲۳) ۶۔ والدین کو اُف کہنا اور جھڑکنا جائز نہیں۔ (بنی اسرائیل: ۲۳)

وَ	اِنْ	جَاهَدٰكَ	عَلٰٓى	اَنْ	تُشْرِكَ
اور	اگر	دونوں تیرے لیے کوشش کریں	پر	یہ کہ	تو شریک ٹھہرائے

بِیْ	مَا	لَیْسَ	لَكَ	بِهٖ	عِلْمٌ
میرے ساتھ	جو	نہیں ہے	تجھے	ساتھ اس کے	کوئی علم

فَلَا	تُطِعْهُمَا	وَصَاحِبْهُمَا	فِی	الدُّنْیَا	مَعْرُوْفًا
تو نہ	تو اطاعت کر دونوں کی	اور ساتھی رہ دونوں کا	میں	دنیا	معروف طریقے سے

وَّاتَّبِعْ	سَبِیْلَ	مَنْ	اَنَابَ	اِلَیَّ	ثُمَّ
اور تو اتباع کر	راستہ کی	جس نے	رجوع کیا	میری طرف	پھر

اِلَیَّ	مَرْجِعُكُمْ	فَاُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾
میری طرف	تمہاری واپسی ہے	تو میں تمہیں بتاؤنگا	ساتھ اس کے جو	تم تھے	عمل کرتے

''والدین تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ ماننا۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرمگر پیروی اُس شخص کے راستے کی کرنا جس نے میری طرف رجوع کیا ہے پھر تم سب کو میری طرف ہی پلٹنا ہے، میں تمہیں بتادوں گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔'' (۱۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: والدین کی فرمانبرداری کی حدود۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنم اور احسانات کے حوالے سے انسان پر اس کے والدین کا بہت زیادہ حقوق ہیں لیکن انسان کا حقیقی خالق اور مالک ''اللہ'' ہے۔ اس نے انسانی پیدائش اور افزائش کے لیے والدین کو اپنی تخلیق کا ذریعہ بنایا ہے اس لیے اس نے اپنی بندگی کے بعد ماں باپ کی سمع واطاعت کا حکم دیا ہے لیکن والدین کی اطاعت کی بھی ایک حد مقرر فرمائی ہے بیشک والدین یہودی، عیسائی یا کسی بھی دین پر ہوں ان کی سمع واطاعت کرنے کا حکم ہے۔ اس وقت تک جب تک وہ کفر وشرک کا حکم نہ دیں اگر وہ کفر وشرک، اور بدعات کا حکم دیں تو ان کا حکم ماننا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفر وشرک کی تائید میں کوئی دلیل نازل نہیں کی لہٰذا دنیا کے اچھے معاملات میں والدین کی تابعداری کرنی ہے مگر دین کے معاملہ میں پیروی اس شخص کی کرنی ہے جو ''اللہ'' کے راستے کی طرف بلانے والا ہو بالآخر سب کو ''اللہ'' کی طرف پلٹ کر جانا ہے وہ بتائے گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے ہو۔

«عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ» (شرح السنة للبغوی: باب الطاعة فی المعروف)

''حضرت نواس بن سمعان ﷺ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت کرنا جائز نہیں۔''

''حضرت سماک بن حرب بیان کرتے ہیں میں نے مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنے باپ سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میرے متعلق چار آیات نازل ہوئی ہیں پھر اُنہوں نے اپنی والدہ کا قصہ بیان کیا سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کہنے لگی کیا اللہ نے ماں کے ساتھ نیکی کا حکم نہیں دیا؟ اللہ کی قسم اُس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گی اور نہ پانی پیؤں گی حتی کہ میں مرجاؤں تو جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کرے راوی کہتے ہیں جب سعد اپنی ماں کو کھانا کھلانا چاہتے تو وہ منہ بند کر لیتی۔ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی (اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین سے نیک سلوک کرے اور اگر وہ اس بات کا مطالبہ کریں کہ تو کسی کو میرا شریک ٹھہرائے جسکا تجھے علم نہیں تو ان کی اطاعت نہیں کرنا میری طرف ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے میں تمہیں بتلادوں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔))

(رواہ الترمذی: باب وَمِنْ سُورَةِ الْعَنْكَبُوتِ [صحیح])

اس آیت میں ارشاد ہوا کہ کسی کو ''اللہ'' کا شریک اس لیے نہیں بنانا کیونکہ تجھے اس کا علم نہیں۔ علم اور معرفت کسی چیز کو جاننے کا نام ہے، جس کی بنیاد ٹھوس اور واضح دلیل پر ہونی چاہیے کیونکہ شرک کی واضح اور ٹھوس دلیل نہیں ہوتی اس لیے فرمایا ہے کہ جس کا تو علم نہیں رکھتا اسے اپنے رب کا شریک نہ بنانا اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ اندھیرا اور روشنی برابر نہیں ہو سکتے، عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ (فاطر: ۲۰)

مسائل

۱۔ کفر و شرک میں کسی کی تابعداری کرنا جائز نہیں۔ ۲۔ کافر اور مشرک والدین کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا لازم ہے۔
۳۔ جو شخص اللہ کے راستے کی طرف بلائے اس کی بات ماننا چاہیے۔
۴۔ سب نے ''اللہ'' کی طرف پلٹنا ہے وہی لوگوں کو ان کے اعمال کی خبر دیگا۔

تفسیر بالقرآن

شرک کی کوئی دلیل نہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو کسی کو پکارتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ (المؤمنون: ۱۱۷)
۲۔ انھوں نے اللہ کے علاوہ کئی معبود بنا لیے ہیں آپ فرمائیں کوئی دلیل لاؤ۔ (الانبیاء: ۲۴)
۳۔ اس کے سوا کوئی اور بھی الٰہ ہے اگر تم سچے ہو تو دلیل لاؤ۔ (النمل: ۶۴)
۴۔ کچھ لوگ ''اللہ'' کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی۔ (الحج: ۷۱)
۵۔ لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے حالانکہ اللہ نے شرک کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ (الانعام: ۸۱)
۶۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے اس کی توحید کی دلیل آچکی ہے۔ (النساء: ۱۷۵)

یٰبُنَیَّ	اِنَّهَا	اِنْ	تَكُ	مِثْقَالَ	حَبَّةٍ
اے میرے بیٹے	بلاشبہ وہ	اگر	ہو	برابر	دانہ کے
مِّنْ	خَرْدَلٍ	فَتَكُنْ	فِیْ	صَخْرَةٍ	اَوْ	فِی
سے	رائی	پھر وہ ہو	میں	چٹان	یا	میں
السَّمٰوٰتِ	اَوْ	فِی	الْاَرْضِ	یَاْتِ	بِهَا	اللّٰهُ
آسمانوں	یا	میں	زمین	لے آئے گا	اس کو	اللہ
اِنَّ	اللّٰهَ	لَطِیْفٌ	خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾			
بلاشبہ	اللہ	نہایت باریک بین	خوب باخبر ہے			

''بیٹا کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر۔ کسی چٹان یا آسمانوں یا زمین میں چھپی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ اُسے بھی حاضر کرے گا کیونکہ وہ نہایت باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔''(۱۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو دوسری وصیّت۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو آخرت کی جوابدہی کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا انسان چھپ کر گناہ کرے یا اعلانیہ، رات کو کرے یا دن کی روشنی میں، گناہ بڑا ہو یا چھوٹا، بے شک وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو وہ زمین کی گہرائیوں میں ہو یا پہاڑ کی چوٹی پر یہاں تک کہ آسمانوں میں چھپا ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں ضرور حاضر کرے گا کیونکہ وہ باریک سے باریک چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

جس شخص کا یہ ذہن بن جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر چیز کو دیکھ رہا ہے وہ جب چاہے مجھے پکڑ سکتا ہے اس نے پکڑ لیا تو اس کی پکڑ سے کوئی مجھے چھڑا نہیں سکتا وہ شخص گناہ نہیں کر سکتا اگر بتقاضا بشریت اس سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ زیادہ دیر تک توبہ کے بغیر نہیں رہ سکتا اس لیے قرآن مجید انسان کو یہ عقیدہ اور ذہن دیتا ہے کہ اے انسان تو جہاں کہیں ہو تیرا رب اپنے علم اور اقتدار کے حوالے سے تیرے ساتھ ہوتا ہے۔

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کو اللہ جانتا ہے جب تین آدمی سرگوشی کرتے ہیں اللہ ان کے ساتھ چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ آدمی سرگوشی کرتے ہیں تو اللہ ان کے ساتھ چھٹا ہوتا ہے اس سے کم یا زیادہ ہوں تو اللہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ کہیں بھی ہوں۔ پھر قیامت کے دن جو کام انہوں نے کیے ہیں ان کی ان کو خبر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''(المجادلہ: ۷)

اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے نہیں اپنے علم، اقتدار اور اختیارات کے حوالے سے ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔

{ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝۵۹ } (الانعام:۵۹)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی تر اور خشک دانہ نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

«عَنْ أَبِی سَعِیدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّ رَجُلاً كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللهُ مَالاً فَقَالَ لِبَنِیهِ لَمَّا حُضِرَ أَیَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوا خَیْرَ أَبٍ قَالَ فَإِنِّی لَمْ أَعْمَلْ خَیْرًا قَطُّ، فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِی ثُمَّ اسْحَقُونِی ثُمَّ ذَرُّونِی فِی یَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوا، فَجَمَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَقَالَ مَا حَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهِ» (رواہ البخاری: باب حدثنا ابو الیمان)

''حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ تم سے پہلے ایک آدمی گزرا ہے جسے اللہ نے مال کی فراوانی عطا کی تھی اس نے موت کے وقت اپنے بیٹوں کو کہا میں نے کبھی نیک عمل نہیں کیا جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ کو ہواؤں میں اُڑا دینا، انہوں نے ایسا ہی کیا اللہ عزوجل نے اُسے زندہ کیا، اور پوچھا کہ تجھے اس کام پر کس چیز نے اُبھارا تھا؟ وہ کہنے لگا کہ آپ کے ڈر نے اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنی رحمت میں لے لیا۔''

مسائل

۱۔ انسان جہاں کہیں ہو وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ باریک سے باریک چیز کو جانتا ہے۔
۳۔ قیامت کے دن انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے۔ (ہود:۵) ۲۔ جو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ (البقرہ:۲۱۶)
۳۔ اللہ تعالیٰ کا علم فرشتے بھی نہیں جانتے۔ (البقرہ:۳۰) ۴۔ اللہ تعالیٰ خشکی اور تری کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔ (الانعام:۵۹)
۵۔ ہر گرنے والا پتہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ (الانعام:۵۹) ۶۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے۔ (المومن:۱۹)
۷۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یکساں ہے جو لوگ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں۔ (الرعد:۱۰)
۸۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے۔ (الملک:۱۳)

یٰبُنَیَّ	اَقِمِ	الصَّلٰوۃَ	وَاْمُرْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَانْہَ
اے میرے بیٹے	تو قائم کر	نماز کو	اور حکم کر	نیکی کا	اور تو روک
عَنِ	الْمُنْکَرِ	وَاصْبِرْ	عَلٰی	مَآ	اَصَابَکَ ؕ
سے	بُرے کاموں	اور تو صبر کر	اس پر	جو	تجھے پہنچے
اِنَّ	ذٰلِکَ	مِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ ج	
بلاشبہ	یہ	سے	ہمت	والے کاموں	

''بیٹا نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا، بُرائی سے منع کرنا، اور جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنا یقیناً یہ کام بڑے اہم ہیں۔'' (۱۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی وصیت۔

عظیم باپ اپنے لختِ جگر کو نصیحت پر نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے اے بیٹا آخرت کی فکر کرو، فکرِ آخرت کا تقاضا ہے کہ انسان نیک بن جائے۔ عقیدہ توحید پر کاربند ہونے کے بعد سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے حضور نماز پڑھے نماز نہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبوب عبادت ہے بلکہ یہ عظیم ترین نیکی ہونے کے ساتھ نمازی کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ (العنکبوت: ۴۵) بشرطیکہ اس کو اس کے تقاضوں کے ساتھ ادا کیا جائے۔ نمازی بننے کے ساتھ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے منع کرتے رہنا اسی بات کو ''قرآن مجید'' نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام دیا ہے اگر یہ کام روایتی اور پیشہ کے طور پر نہ کیا جائے تو اس راستے میں مشکلات کا آنا یقینی امر ہے۔ اس پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ساتھیوں کی تاریخ گواہ ہے اس لیے حضرت لقمان فرماتے ہیں بیٹا صبر کے ساتھ مصائب و آلام کو برداشت کرنا یہ بڑے عزم کا کام ہے۔

مسائل

۱۔ نماز قائم کرنا، لوگوں کو اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چاہیے۔

۲۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے راستے میں مصائب پر صبر کرنا بڑے عزم کی بات ہے۔

تفسیر بالقرآن

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت:

۱۔ مؤمن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ (آلِ عمران: ۱۱۴)

۲۔ اے ایمان والو! اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ (التحریم: ۶)

۳۔ تم بہترین امت ہو اس لیے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ (آل عمران: ۱۱۰)

وَ	لَا	تُصَعِّرْ	خَدَّكَ	لِلنَّاسِ	وَ	لَا	تَمْشِ
اور	نہ	تو پھیر	اپنا رخ	لوگوں کے لیے	اور	نہ	تو چل
فِي	الْاَرْضِ	مَرَحًا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ
میں	زمین	اکڑ کر	بلاشبہ	اللہ	نہیں	وہ پسند کرتا
كُلَّ	مُخْتَالٍ	فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾	وَاقْصِدْ	فِيْ	مَشْيِكَ	وَاغْضُضْ
ہر	متکبر	شیخی کرنے والے کو	اور تو میانہ روی اختیار کر	میں	اپنی چال	اور تو پست رکھ
مِنْ	صَوْتِكَ ؕ	اِنَّ	اَنْكَرَ	الْاَصْوَاتِ	لَصَوْتُ	الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع
سے	اپنی آواز	بلاشبہ	بدترین	آوازوں میں سے	البتہ آواز ہے	گدھے کی

''اور لوگوں سے منہ نہ پھیرنا نہ زمین میں اکڑ کر چلنا ''اللہ'' متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔(۱۸) اپنی چال میں اعتدال اختیار کرنا اور اپنی آواز ذرا پست رکھنا، تمام آوازوں سے بُری آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے۔''(۱۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو مزید چار وصیتیں۔

ایک اچھے مسلمان اور بہترین مبلّغ کے لیے لازم ہے کہ وہ ان باتوں کا خیال کرے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمائی ہیں۔ اپنے دور کے عظیم دانشور بیٹے کو اخلاق اور کردار کے حوالے سے سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگوں سے تکبر اور لاپرواہی سے اپنے چہرہ کو نہ پھیرنا، زمین پر اکڑ کر نہ چلنا، یقیناً یہ فخر وغرور کا انداز ہے یاد رکھنا کہ رب ذوالجلال کو فخر وغرور کرنے والے لوگ پسند نہیں جو شخص ان باتوں کا خیال نہیں رکھتا بے شک وہ علمی، مالی، سماجی اور سیاسی لحاظ سے کتنا بڑا کیوں نہ ہو بالآخر لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ متکبر شخص کے سامنے لوگوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں مگر ان کے دل اور زبان اس سے شدید نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔

«وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَافَحَ الرَّجُلُ لَمْ يَنْزِعْ يَدَهٗ مِنْ يَدِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَنْزِعُ يَدَهٗ وَلَا يَصْرِفُ وَجْهَهٗ عَنْ وَجْهِهٖ حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يَصْرِفُ وَجْهَهٗ عَنْ وَجْهِهٖ وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَيْ جَلِيْسٍ لَهٗ» (شرح السنة للبغوی [حسن])

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی سے ہاتھ ملاتے تو آپ اُس کے ہاتھ پیچھے ہٹانے سے پہلے اپنے ہاتھ کو الگ نہ کرتے اور نہ ہی آپ اپنے چہرے کو اُس کے چہرے سے پھیرتے جب تک وہ اپنے چہرے کو خود نہ پھیر لیتا۔ چلنا، اکڑ کر اور نہ ہی آپ ﷺ نے مجلس میں بیٹھے ہوئے اپنے گھٹنوں کو کبھی دراز کیا۔''

چال ڈھال میں میانہ روی:

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو یہ وصیت بھی کرتے ہیں کہ بیٹا اکڑ کر نہ چلنا اکڑ کر نہ چلنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ آدمی بیماروں کی طرح چلے اس کا مفہوم یہ ہے کہ درمیانے انداز اور رفتار میں چلنا چاہیے جس میں تندرستی کے اظہار کے ساتھ تواضع بھی ہونی چاہیے اس میں پیدل چلنا ہی شامل نہیں بلکہ سواری کی رفتار بھی اسی انداز کی ہونی چاہیے بعض لوگ گاڑی ڈرائیو کر رہے ہوں تو اس سپیڈ کے ساتھ گزرتے ہیں کہ پیدل چلنے والے کا کلیجہ کانپ جاتا ہے راستے میں پانی ہو تو راہگیروں کے کپڑے گندے ہو جاتے ہیں ایسے آدمی کو لوگ بد عائیں ہی دیا کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں یہ اصول مسلمہ ہے کہ تیز رفتاری سے ایکسیڈنٹ زیادہ ہوتے ہیں اس لیے آدمی پیدل ہو یا سوار اسے میانہ روی کا خیال رکھنا چاہیے۔

زمین پر اکڑ کر چلنے سے انسان بڑا نہیں ہو جاتا انسان بڑا ہوتا ہے تواضع اور انکساری کے ساتھ۔ جس قدر لوگوں کے ساتھ تواضع اختیار کرے گا اسی قدر ہی ان میں بڑا بنتا جائے گا قرآن مجید میں اکڑ کر چلنے کی یوں مذمت کی گئی ہے۔

{ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝ } (بنی اسرائیل:۳۷)

''اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ زمین کو پھاڑ سکے گا اور نہ اونچائی میں پہاڑوں تک پہنچ پائے گا۔''

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ وَمَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَسْرَعَ فِیْ مَشْیِهٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَاَنَّمَا الْاَرْضُ تُطْوٰی لَهٗ اِنَّا لَنُجْهِدُ اَنْفُسَنَا وَاِنَّهٗ لَغَیْرُ مُكْتَرِثٍ» (رواہ الترمذی: باب فی صفة النبی ﷺ [ضعیف])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا گویا کہ سورج آپ کے چہرے میں رواں دواں ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تیز چلنے والا کسی کو نہیں دیکھا اس طرح دکھائی دیتا تھا گویا کہ آپ کے لیے زمین سکڑ گئی ہے کسی تکلف کے بغیر چلتے تھے ہمیں آپ کے ساتھ ملنے کے لیے تیز چلنا پڑتا تھا۔''

«كَانَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ اِذَا وَصَفَ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ... اِذَا مَشٰی تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا یَمْشِیْ فِیْ صَبَبٍ»

(رواہ الترمذی: باب مَا جَاءَ فِی صِفَةِ النَّبِیِّ ﷺ [ضعیف])

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی صفات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی ﷺ قدرے جھک کر چلتے جیسے ڈھلوان سے نیچے اتر رہے ہوں۔'' (یعنی گردن اکڑا کر نہیں چلتے بلکہ ہلکا سا جھکاؤ لیے ہوئے چلا کرتے ہیں۔)

گفتگو میں میانہ روی رکھیں:

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو پے در پے نصیحتیں کرتے ہوئے سمجھاتے ہیں کہ میرے لختِ جگر اپنی آواز بھی بلا ضرورت بلند نہ کرو۔ خواہ مخواہ اور بلا وجہ اونچی آواز سے بولنا گدھے کی طرح بولنا ہے عقل مندی اور سنجیدگی کا تقاضا ہے کہ آدمی ماحول اور ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے آواز بلند کرے، چاہے وہ کتنا بڑا خطیب کیوں نہ ہو۔ اسے ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں میری آواز اور لب

ولہجہ میں تصنع اور کراہت تو نہیں پائی جاتی یہی اصول نماز میں ہونا چاہیے لاؤڈ اسپیکر کی آواز کا تو بالخصوص خیال رکھنا چاہیے۔

{ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ } (لقمان:۱۹)

''اپنی چال میں اعتدال اختیار کرنا اور اپنی آواز ذرا پست رکھنا، تمام آوازوں سے بُری آواز گدھے کی آواز ہوتی ہے۔''

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیَكَةِ فَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّهَا رَاَتْ مَلَكًا وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَهِیْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ فَاِنَّهٗ رَاٰی شَیْطَانًا» (رواہ البخاری: باب خیر مال المسلم)

''حضرت ابو ہریرہ ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو۔ کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کا ہینگنا سنو تو "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ" پڑھو کیونکہ گدھا شیطان کو دیکھ کر ہینگتا ہے۔''

مسائل

۱۔ لوگوں کے ساتھ متکبرانہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ ۲۔ چال، ڈھال اور بولنے میں میانہ روی ہونی چاہیے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ متکبر اور مغرور آدمی کو پسند نہیں کرتا۔ ۴۔ سب سے مکروہ آواز گدھے کی آواز ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ متکبر اور مغرور آدمی کو پسند نہیں کرتا۔

۱۔ متکبر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ (النحل:۲۳)
۲۔ اللہ تعالیٰ اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (القصص:۷۶)
۳۔ زمین میں اکڑ کر نہ چل! نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی بلندیوں کو پہنچ سکتا ہے۔ (بنی اسرائیل:۳۷)
۴۔ اللہ تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ (لقمان:۱۸)
۵۔ یقیناً اللہ تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ (النساء:۳۶)
۶۔ جو کچھ اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے، اس پر اتراؤ نہیں کیونکہ اللہ فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (الحدید:۲۳)



اَلَمْ	تَرَوْا	اَنَّ	اللّٰهَ	سَخَّرَ	لَكُمْ	مَّا	فِي
کیا نہیں	تم نے دیکھا	کہ بے شک	اللہ نے	مسخر کر دیا ہے	تمہارے لیے	جو	میں
السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي	الْاَرْضِ	وَاَسْبَغَ	عَلَيْكُمْ	نِعَمَهٗ
آسمانوں	اور جو	میں	زمین	اور اس نے پوری کر دیں	تم پر	اپنی نعمتیں
ظَاهِرَةً	وَّبَاطِنَةً ؕ	وَمِنَ	النَّاسِ	مَنْ	يُّجَادِلُ	فِي	اللّٰهِ
ظاہری	اور باطنی	اور سے	لوگوں	جو	جھگڑتے ہیں	میں	اللہ
بِغَيْرِ	عِلْمٍ	وَّلَا	هُدًى	وَّلَا	كِتٰبٍ	مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾
بغیر	علم کے	اور نہیں	ہدایت	اور نہیں	کتاب	روشن

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین و آسمانوں کی تمام چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں، اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی علم، ہدایت یا کوئی روشنی دکھانے والی کتاب نہیں۔'' (۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت لقمان کی وصیتوں میں سرفہرست وصیت ''اللہ'' کی توحید ہے توحید سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کرے۔

کیا انسان اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں اور ہر چیز کو ان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی نعمتیں عطا کر رکھی ہیں کہ ان کا شکر ادا کرنا تو درکنار انہیں شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ انسان اپنے رب کی شکر گزاری اور تابعداری کرنے کی بجائے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے کافر اپنے رب کی ذات کا انکار کرتا ہے اور مشرک اس کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک بنا کر جھگڑا کرتا ہے اگر انہیں سمجھایا جائے تو یہ اپنے رب کی ذات اور صفات کے خلاف من گھڑت دلیلیں ہی نہیں دیتے بلکہ وہ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ کافر اور مشرک کے پاس اپنے باطل عقیدہ کی تائید میں کوئی دلیل نہیں ہوتی یہ لوگ کسی حقیقی علم، آسمانی ہدایت اور کتاب الٰہی کی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں یہاں تک اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تعلق ہے ان میں کھلی نعمتیں تو انسان کے سامنے ہیں آج کے کچھ مدت پہلے انسان جن نعمتوں کا تصور نہیں کر سکتا تھا وہ بھی ظاہر کی جا رہی ہیں کیا آج سے کچھ عرصہ پہلے کا انسان گیس، بجلی، ہوائی جہاز، ٹرانسپورٹ اور بے شمار موجودہ ایجادات کو جانتا تھا؟ کیا ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آنے والے انسانوں کو، کونسی نعمتوں سے نوازنے والا ہے ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت دینِ اسلام ہے جو ہمارے رب نے ہم پر مکمل کر دیا ہے۔ ''آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔'' (المائدۃ: ۳)

وَ	اِذَا	قِیْلَ	لَهُمُ	اتَّبِعُوْا	مَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ
اور	جب	کہا جاتا ہے	ان کے لیے	تم پیروی کرو	جو	نازل کیا	اللہ نے
قَالُوْا	بَلْ	نَتَّبِعُ	مَا	وَجَدْنَا	عَلَیْهِ	اٰبَآءَنَا ؕ	اَوَ
وہ کہتے ہیں	بلکہ	ہم پیروی کریں گے	جو	ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا کو	کیا
لَوْ	كَانَ	الشَّیْطٰنُ	یَدْعُوْهُمْ	اِلٰی	عَذَابِ	السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾	
اگر	تھا	شیطان	وہ بلاتا ان کو	طرف	عذاب کی	جہنم کے	

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی ہے کہتے ہیں کہ ہم تو اُس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا یہ اُنہی کی پیروی کریں گے خواہ شیطان اُن کو بھڑکتی ہوئی آگ ہی کی طرف کیوں نہ بلاتا رہا ہو۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: انسان کا اپنے رب کے ساتھ جھگڑنے کا ایک انداز۔

انسان کا حقائق ٹھکرانے اور اپنے رب کے ساتھ جھگڑنے کا یہ بھی انداز ہے کہ جب اسے یہ بات کہی جاتی ہے کہ صرف اس چیز کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو وہ لوگ کہتے ہیں ہم تو اسی کی اتّباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے گویا کہ یہ اپنے آباء واجداد کی رسومات کو دین سمجھتے ہیں۔ جس کے بارے میں سورۃ البقرہ آیت ۱۷۱ میں یہ ارشاد ہوا کہ ''کیا ان کے باپ دادا دین کے بارے میں کوئی سمجھ اور رہنمائی نہیں رکھتے تھے اس کے باوجود یہ ان کی پیروی کریں گے۔ ایسے لوگوں کی مثال اس شخص کی ہے جو شخص چلّانے کی آواز کے سوا کچھ نہیں سمجھتا یہ بہرے، گونگے، اندھے ہیں یہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ (البقرۃ:۱۷۱) یہاں یہ ارشاد ہوا ہے کیا ان کے باپ دادا کو شیطان جہنم کے عذاب کی طرف بلاتا رہا اور وہ جہنم کے راستے پر ہی چلتے رہے اس کے باوجود یہ لوگ اپنے باپ، دادا کے طریقے پر چلتے رہیں گے؟ اس فرمان میں سمجھانا مقصود یہ ہے کہ دانشمندی کا تقاضا اور جہنم سے بچنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ رہنمائی کے مطابق زندگی بسر کرے اور کسی دوسرے کے پیچھے نہ چلے۔

مسائل

۱۔ اکثر لوگ بلا دلیل اپنے آباء واجداد کی پیروی کرتے ہیں۔ ۲۔ شیطان انسان کو جہنم کے راستے کی دعوت دیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

منکرینِ حق کے بہانے:

۱۔ (الانبیاء:۲) (یونس:۷۶) (ق:۵) (النجم:۲۸) (الزخرف:۳۰) (القصص:۴۸)

وَ	مَنْ	يُّسْلِمْ	وَجْهَهٗٓ	اِلَى	اللّٰهِ	وَهُوَ
اور	جو شخص	وہ مطیع کردے	اپنا چہرہ	طرف	اللہ کی	اور وہ

مُحْسِنٌ	فَقَدِ	اسْتَمْسَكَ	بِالْعُرْوَةِ	الْوُثْقٰى ؕ
نیکوکار ہو	تو تحقیق	اس نے پکڑ لیا	مضبوط	کڑا

وَ اِلَى	اللّٰهِ	عَاقِبَةُ	الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾
اور طرف	اللہ کی	انجام ہے	سب کاموں کا

''جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے اور عملاً نیک ہو اس نے یقیناً مضبوط کڑے کو تھام لیا ہے اور تمام معاملات کا انجام اللہ کے پاس ہے۔'' (۲۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آباؤ اجداد کی تقلید اور اِدھر اُدھر پھرنے کی بجائے آدمی کو اپنے رب کا فرمانبردار ہونا چاہیے۔

قرآن وسنت کے دلائل سے بے اعتنائی کرنا، رسومات اور آباء واجداد کی تقلید کرنا حقیقت میں شیطان کی پیروی کرنا ہے۔ شیطان انسان کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے جہنم سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے چہرے کو اللہ کے حوالے کرے اور نیک کام کرتا رہے جس نے اس فکر وعمل کو اپنا لیا گویا کہ اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جس کا ٹوٹنا ناممکن ہے۔ انسان کو یقین رکھنا چاہیے کہ تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس بات کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اے صاحب ایمان لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس طرح اس سے ڈرنا چاہیے یہاں تک کہ تمہیں موت بھی اس کی تابعداری میں آئے سب مل کر اللہ کی رسی کو تھامے رکھو اور آپس میں تفریق پیدا نہ کرو۔ (البقرہ:۱۰۲، ۱۰۳)

"اَلْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى" کا معنیٰ مضبوط کڑا ہے جسے حدیث میں "حَبْلُ اللّٰه" کہا گیا ہے (البقرۃ:۲۵۶) آدمی جب گرنے یا ڈوبنے لگتا ہے تو وہ کسی نہ کسی چیز کو تھامنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ گرنے اور ڈوبنے سے بچ جائے اگر اس کا ہاتھ مضبوط کڑے (Ring) کو پڑ جائے تو اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ گرنے سے بچ جائے گا۔ یہی حقیقی ایمان کا فائدہ ہے۔ کہ جس آدمی کا اپنے رب پر سچا اور پکا ایمان ہو وہ کسی صورت بھی کفر وشرک کے گڑھے میں نہیں گرتا اس فرمان سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو اپنا ایمان اللہ تعالیٰ پر مضبوط سے مضبوط رکھنا چاہیے ایسا شخص ہر حال میں اپنے رب پر راضی رہتا اور اس سے اجر پاتا ہے۔ اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنے یا حوالے کرنے کا معنیٰ پوری طرح اس کی تابعداری کرنا ہے کیونکہ انسان جب کسی راستے پر چلتا ہے تو اس کے چہرے کا رخ بھی اسی طرف ہوتا ہے نبی ﷺ کو اسی بات کا حکم دیا گیا۔

{ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ } (الروم:۳۰)

''اے نبی یک سو ہو کر اپنا رُخ اس دین پر قائم رکھو، یہی فطرت ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت بدلی نہیں جا سکتی، یہی مستقل دین ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

«كِتَابُ اللهِ هُوَ حَبْلُ اللهِ اَلْمَمْدُوْدُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَي الْاَرْضِ» (جامع الصغیر للألبانی)

''اللہ کی کتاب ہی اللہ کی رسّی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکائی گئی ہے۔''

«عَنْ صُهَيْبٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ» (رواه مسلم: كتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير)

''حضرت صہیب ﷺ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے معاملات عجیب ہیں اس کے تمام معاملات میں خیر ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہے اگر اس کو آسانی ملتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یہ اسکے لیے بہتر ہے اور اگر اسے تکلیف آتی ہے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''

مسائل

۱۔ انسان کو ہر حال میں اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنی چاہیے۔ ۲۔ انسان کو ہر حال میں نیکی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
۳۔ کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرنے والا ہی آخرت میں کامیاب رہے گا۔

تفسیر بالقرآن

محسن کے اوصاف:

۱۔ جس نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیا وہ مُحسن ہے اسے کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ (البقرۃ: ۱۱۲)
۲۔ اللہ کے سامنے جھک جانے والا محسن ہے۔ (لقمان: ۲۲)
۳۔ بے شک اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (یوسف: ۹۰)
۴۔ صبر کرو اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ (ھود: ۱۱۵)
۵۔ اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہوا کرتی ہے۔ (الاعراف: ۵۶)
۶۔ احسان کرو یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (البقرۃ: ۱۹۵)
۷۔ انہیں معاف کیجیے اور درگزر کیجیے یقیناً اللہ محسنین کو پسند فرماتا ہے۔ (المائدۃ: ۱۳)
۸۔ ہم تمہارے گناہ مٹا دیں گے اور عنقریب ہم محسنین کو زیادہ عطا کریں گے۔ (البقرۃ: ۵۸)

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

اور جس نے کفر کیا تو نہ غمناک کرے آپ کو اس کا کفر ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے

فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

پھر ہم ان کو خبر دیں گے اس کی جو انہوں نے کیا بے شک اللہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ہم فائدہ دیتے ہیں ان کو تھوڑا پھر ہم ان کو دھکیل دیں گے طرف عذاب کی سخت

''جو کفر کرتا ہے اُس کا کفر آپ کو غمناک نہ کرے انہیں ہماری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے ہم اُنہیں بتائیں گے کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں اللہ یقیناً دلوں کے راز جانتا ہے۔ (۲۳) ہم انہیں تھوڑی مدت کے لیے فائدہ دے رہے ہیں، بالآخر انہیں سخت عذاب کی طرف دھکیل دیں گے۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس نے کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرنے سے انکار کیا اس کا انجام بدترین ہوگا۔

سرورِ دو عالم ﷺ صبح و شام اس فکر اور کوشش میں رہتے تھے کہ لوگ ہدایت پر گامزن ہو کر اپنے آپ کو جہنم کی ہولناکیوں سے بچالیں لیکن لوگ ہدایت کی طرف آنے کی بجائے گمراہی کی طرف سرپٹ دوڑے جاتے تھے۔ جس پر آپ دل گرفتہ ہو جاتے آپ کو تسلی اور ڈھارس دینے کے لیے ارشاد ہوا کہ ان کے کفر و شرک پر جمے رہنے سے آپ دل گرفتہ نہ ہوں آپ کا کام حق بات پہنچانا ہے جس کا آپ حق ادا کر رہے ہیں انہیں منوانا آپ کا کام نہیں۔

جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں بالآخر انہیں ہماری طرف لوٹنا ہے دنیا میں ہم ان کو فائدہ دیں گے اور پھر انہیں شدید عذاب کی طرف مجبور کر دیں گے آخرت کے مقابلے میں دنیا کا فائدہ مدت اور حیثیت کے اعتبار سے بالکل ہی تھوڑا ہے۔ جہنم کی طرف مجبور کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ جہنمی جہنم کو دیکھ کر آہ و زاریاں کریں گے مگر ملائکہ ان کو ہانک کر اور کسی کو چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔

مسائل

۱۔ داعی کو لوگوں کے کفر و شرک پر دل گرفتہ ہونے کی بجائے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔

۲۔ ہر کسی نے اپنے رب کے حضور پیش ہونا اور اپنے اعمال کا سامنا کرنا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال ہی نہیں بلکہ ان کے دلوں کی حالت بھی جانتا ہیں۔

۴۔ ہر کسی نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ
اور البتہ اگر	آپ پوچھیں ان سے	کس نے	پیدا کیا	آسمانوں	اور زمین کو
لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ ؕ	قُلِ	الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ
تو وہ ضرور کہیں گے	اللہ نے	فرما دیجیے	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں	بلکہ	اکثر ان کے
لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ
نہیں	جانتے	اللہ ہی کے لیے ہے	جو	میں	آسمانوں	اور زمین
اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾		
بے شک	اللہ	وہ	بے پروا ہے	قابلِ تعریف ہے		

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ آپ اس پر ''اللہ'' کا شکر ادا کریں پھر بھی اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۲۵) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے بے شک اللہ بے نیاز اور تعریف والا ہے۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفر و شرک اختیار کرنے والوں سے ایک سوال۔

جو لوگ دنیا کی مختصر مدت اور قلیل فائدے کی خاطر کفر و شرک اختیار کرتے ہیں۔ اس حقیقت کا وہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جن کو ہم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں ان کا زمین و آسمانوں کی تخلیق میں کوئی حصہ نہیں یہ ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمن بھی کیا کرتے تھے۔ اس لیے آپ کو حکم ہوا کہ ان سے استفسار فرمائیں کہ بتاؤ کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ کفارِ مکہ کا جواب تھا کہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس طرح وہ ''اللہ'' کے خالق ہونے کا اقرار کرنے پر مجبور تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اے نبی! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ مشرکوں کے پاس حقیقت تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں مگر اس کے باوجود ان کی اکثریت جہالت کا اظہار کرتی ہے حالانکہ انہیں اسی خالق کی عبادت کرنی چاہیے۔ انہیں یہ بھی بتلائیں کہ زمین و آسمانوں کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب کا سب ''اللہ'' کا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور حمد و ستائش کے لائق ہے اگر تمام کے تمام انسان کفر و شرک پر تل جائیں تو اس کی بادشاہی اور حمد و ستائش میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

«يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا» (رواہ مسلم: باب تحریم الظلم)

''اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے، آخری اور تمام انسان اور جن ایک متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو

میری بادشاہت میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے ،اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور بعد والے ،تمام انسان اور جن ایک فاجر شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو بھی میری بادشاہت میں ذرا برابر کمی نہیں کر سکتے۔''

غنی کا معنیٰ دولتمند، مالدار، مستغنی اور حمید کا معنیٰ تعریف کرنے والا تعریف کیا ہوا ہے۔

مسائل

۱۔ ہر دور کے کافر اور مشرک اقرار کرتے ہیں کہ زمین و آسمانوں کا خالق ''اللہ'' ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ حمد و ستائش کے لائق اور بے نیاز ہے۔

تفسیر بالقرآن

کفّار اور مشرکین کا توحید باری تعالیٰ کا اعتراف کرنا:

۱۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ارض و سماوات کو کس نے پیدا کیا، سورج اور چاند کو کس نے مسخر کر رکھا ہے مشرک ضرور کہیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔(العنکبوت:۶۱)

۲۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً کہیں گے کہ انہیں زبردست اور سب کچھ جاننے والے ''اللہ'' نے پیدا کیا ہے۔(الزخرف:۹)

۳۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ہر چیز پر کس کی بادشاہت ہے؟ جواب دیتے ہیں ''اللہ'' کی بادشاہت ہے۔(المومنون:۸۸۔۸۹)

۴۔ اگر آپ ﷺ ان سے زمین و آسمان کی تخلیق کے بارے میں سوال کریں گے تو اللہ ہی کا نام لیں گے۔(لقمان:۲۵)

۵۔ مشرکین سے پوچھا جائے مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ جواب دیتے ہیں ''اللہ'' ہی پیدا کرنے والا ہے۔(النمل:۶۴)

۶۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ تو کہتے ہیں ''اللہ'' ہی خالق ہے۔(الزمر:۳۸)

۷۔ فرمادیں کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ وہ کہیں گے ''اللہ'' تو فرمادیں پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟(یونس:۳۱)

۸۔ مشرکین سے پوچھا جائے مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ جواب دیتے ہیں ''اللہ'' ہی پیدا کرنے والا ہے۔(یونس:۳۴)

۹۔ مشرکوں سے پوچھا جائے سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون؟ جواباً کہتے ہیں، اللہ ہی مالک ہے۔(المومنون:۸۶۔۸۷)

۱۰۔ مشرکین بھی مشکل کے وقت خالصتاً اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے۔(یونس:۲۲)

وَ	لَوْ	اَنَّ	مَا	فِی	الْاَرْضِ	مِنْ	شَجَرَةٍ
اور	اگر	بے شک	جو	میں	زمین	سے	درخت

اَقْلَامٌ	وَّالْبَحْرُ	یَمُدُّهٗ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ	سَبْعَةُ	اَبْحُرٍ
قلمیں ہوں	اور سمندر	اس کو زیادہ کریں	سے	اس کے بعد	سات	سمندر

مَّا	نَفِدَتْ	كَلِمٰتُ	اللّٰهِ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِیْزٌ	حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾
نہ	ختم ہوں گے	کلمات	اللہ کے	بے شک	اللہ	نہایت غالب	خوب حکمت والا ہے

''زمین میں جتنے درخت ہیں اگر ان کی قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائے پھر مزید سات سمندر سیاہی بن جائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، یقیناً اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔'' (۲۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ''اللہ'' زمین و آسمانوں کا مالک ہر قسم کی تعریف کے لائق ہے کہ اس کی حمد و ستائش کی انتہا نہیں۔

اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ حمد و ثنا کے لائق ہے اگر کافر اور مشرک اللہ کی حمد و ثنا نہیں کرتے تو اسے اس کی کوئی پروا نہیں کیونکہ وہ اس قدر اَن گنت تعریفات کا مالک اور حق دار ہے کہ اگر کائنات کے تمام درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور سات سمندر سیاہی بنا دیئے جائیں، جن و انس، ملائکہ اور ہر جاندار اپنے رب کی حمد لکھنے بیٹھ جائیں تو ساتوں سمندر ختم ہو جائیں، قلمیں گھس گھس کر اپنا وجود کھو بیٹھیں سب کو سات گنا اور بڑھا لیا جائے تو پھر بھی آپ کے رب کی حمد و ثنا ختم نہ ہو پائے گی کیونکہ اس کی نعمتوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ (ابراہیم: ۳۴) اور نہ ہی اس کی مخلوق کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ (المدثر: ۳۱) غور فرمائیں کہ کون ہے جو زمین کے ذرّات اور حشرات، سمندر کے قطرات اور اس کی مخلوقات، پہاڑوں کے سنگرات، زمین و آسمانوں کے ملائکہ کا شمار کر سکے جب ہم خالق کی نعمتوں اور مخلوقات کا شمار نہیں کر سکتے تو حمد و ثنا کا احاطہ اور شمار کس طرح کر سکتے ہیں نہ ہی خالق کی تخلیق کے اوصاف، فوائد اور اس کے حسن و جمال کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ جب انسان اپنے خالق کے سامنے اس قدر بے بس اور اس کا خالق اس قدر تعریفات کے لائق اور اختیارات رکھنے والا ہے تو پھر دوسروں کو اس کا شریک بنانے اور اپنے خالق کی نافرمانی کرنے کا کیا معنیٰ؟

(عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ)) (رواہ مسلم: باب مَا يقَالُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں آپ ﷺ دعا کر رہے تھے۔'' اے اللہ! میں تیری ناراضگی کی بجائے تیری رضا کا طلب گار ہوں، سزا کی بجائے معافی کا خواست گار ہوں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ مجھ میں تیری شایان شان تعریف کرنے کی طاقت و صلاحیتیں نہیں۔''

مَا	خَلْقُكُمْ	وَلَا	بَعْثُكُمْ	اِلَّا	كَنَفْسٍ	وَّاحِدَةٍ ؕ
نہیں ہے	تمہارا پیدا کرنا	اور نہ	تمہارا دوبارہ اٹھانا	مگر	جان کی مانند	ایک

اِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾
بے شک	اللہ	سننے والا	دیکھنے والا ہے

''تمہیں پیدا کرنا اور پھر تم کو اُٹھانا'' اللہ'' کے لیے ایسا ہے جیسے ایک شخص کو پیدا کرنا اور اُٹھانا ہے حقیقت یہ ہے کہ ''اللہ'' سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''(۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس اللہ نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا وہی پوری کائنات کا مالک اور بادشاہ ہے اس کی تعریفات ختم ہونے والی نہیں، وہی دوبارہ پیدا کرنے اور مارنے والا ہے۔

قرآن مجید نے تخلیقِ انسان کا بڑی تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا اور بتایا ہے کہ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا فرما کر بے شمار مرد اور عورتیں پھیلا دیے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نگران ہے۔[النساء:۱] کفار اعتراض کرتے تھے کہ انسان مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے تو پھر اسے کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے قرآن مجید نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں یہاں یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام انسانوں کو پیدا کرنا اور ان کی موت کے بعد اٹھانا ایک انسان کو پیدا کرنے اور اس کو اٹھانے کی طرح ہے کیونکہ وہ کسی کام کے لیے صرف "کُنْ" کہتا ہے اور وہ کام بالکل اس کے حکم کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام لوگوں کو پیدا کرنا ایک انسان کے پیدا کرنے کے برابر ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر بات سننے اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

موت کے بعد جی اٹھنے کے ثبوت:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے مقتول کو زندہ فرمایا۔(البقرۃ:۷۳) ۲۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ فرمایا۔(البقرۃ:۲۵۹)

۳۔ چار پرندوں کو زندہ فرمایا۔(البقرۃ:۲۶۰) ۴۔ اصحابِ کہف کو تین سو سال کے بعد اٹھایا۔(الکہف:۲۵)

۵۔ مزید حوالوں کے لیے دیکھیں: (البقرۃ:۲۴۳) (الاعراف:۱۵۵)(المائدۃ:۱۱۰)

اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	یُوْلِجُ	الَّیْلَ	فِی
کیانہیں	آپ نے دیکھا	بے شک	اللہ	وہ داخل کرتا	رات کو	میں
النَّهَارِ	وَیُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِی	الَّیْلِ	وَسَخَّرَ
دن	اوروہ داخل کرتا ہے	دن کو	میں	رات	اوراس نے مسخر کیا
الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ ۚ	كُلٌّ	یَّجْرِیْ	اِلٰۤی	اَجَلٍ	مُّسَمًّی
سورج	اور چاند کو	ہرایک	وہ چل رہا ہے	طرف	وقت	مقرر
وَّاَنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِیْرٌ ﴿۲۹﴾
اور بے شک	اللہ	ساتھ اس کے جو	تم عمل کرتے ہو	خوب خبردار ہے

''کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر کوئی ایک وقت مقرر تک چلا جا رہا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔'' (۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ''اللہ'' رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا اور نکالتا ہے کیا وہ انسان کو مٹی سے دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

اللہ تعالیٰ انسان کو بار بار اپنی قدرتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اے انسان دیکھ اور غور کر کہ جس زمین پر تیرا بسیرا اور جس آسمان کے نیچے تیرا ڈیرہ ہے، جس لیل و نہار پر تیری زندگی کا انحصار ہے اور جس شمس و قمر کے آنے جانے پر تیری زندگی کے رات دن بنتے ہیں، غور کر کہ کبھی رات کا کچھ حصہ دن میں ضم ہو جاتا ہے اور کبھی دن رات میں کئی کئی گھنٹے گم ہو جاتی ہے، سورج کو دیکھ کہاں سے نکلتا ہے اور کہاں غروب ہوتا ہوا نظر آتا ہے، اب چاند پر توجہ کر کہ وہ پندرہ راتیں کہاں غائب رہتا ہے جب نکلتا ہے تو کس قدر باریک ہوتا ہے اور جب غائب ہونے کو آتا ہے تو چودھویں رات کو کس طرح تاباں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات مقرر کر رکھے ہیں یہ اسی طرح اپنی ڈیوٹی دیتے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گا جو دن سے رات اور رات سے دن نکالتا ہے وہی ''اللہ'' تمہارا حقیقی خالق اور معبود ہے اور وہی تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور اپنے حضور پیش کرے گا بس ہر حال میں اسی کو پکارو، اسی کی بندگی کرو اور اس کی غلامی میں آجاؤ اس کے سوا جنہیں تم پکارتے اور جن کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے اور جن کے حضور سجدے کرتے ہو وہ سب کے سب باطل ہیں اور معبود نہیں ہیں۔ اللہ تمہارے شرکیہ تصورات اور اعمال سے بلند و بالا ہے ہاں یہ بھی یاد رکھو جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس کی اچھی طرح خبر رکھنے والا ہے۔

ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْحَقُّ	وَاَنَّ	مَا
یہ	کہ بے شک	اللہ	وہ	حق ہے	اور بے شک	جن کو
يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ	الْبَاطِلُ ۙ	وَاَنَّ	اللّٰهَ
وہ پکارتے ہیں	سے	اس کے سوا	باطل ہیں	اور بلاشبہ	اللہ
هُوَ	الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾
وہ	بہت بلند	بہت بڑا ہے

''یہ اس لیے ہے یقیناً اللہ ہی حق ہے اور اُسے چھوڑ کر جن کو لوگ پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ ہی بلند و بالا بڑا ہے۔''(۳۰)

{ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ } (یونس:۳۲)

''سو اللہ ہی تمہارا سچا رب ہے۔ پھر سچ کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ بس تم کہاں پھیرے جاتے ہو۔''

مسائل

۱۔ ''اللہ'' ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا اور نکالتا ہے۔

۲۔ ''اللہ'' ہی نے سورج اور چاند کو پیدا کیا اور وہی انہیں مقررہ وقت تک چلائے جا رہا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام معبود باطل ہیں۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے بلند و بالا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرک جن معبودوں کو پکارتے ہیں ان کی حقیقت:

۱۔ کیا تم ان کو معبود مانتے ہو جو نفع و نقصان کے مالک نہیں؟ (الرعد:۱۶)

۲۔ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ (المائدۃ:۷۶)

۳۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان میں مبتلا کرے تو کون تمہیں بچائے گا؟ (الفتح:۱۱)

۴۔ معبودانِ باطل اپنی جانوں کے نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ (الفرقان:۳)

۵۔ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع و نقصان کے مالک نہیں؟ (المائدۃ:۸۶)

۶۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (الاعراف:۱۹۷)

۷۔ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ (الحج:۷۳)

۸۔ اللہ ہی تمہارا ''حقیقی رب'' ہے اس کے بعد کونسا حق ہوگا پھر کہاں بہکے پھر رہے ہو۔ (یونس:۳۲)

اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	الْفُلْكَ	تَجْرِیْ	فِی	الْبَحْرِ
کیا نہیں	آپ نے دیکھا	بے شک	کشتی	وہ چلتی ہے	میں	سمندر
بِنِعْمَتِ	اللّٰهِ	لِیُرِیَكُمْ	مِّنْ	اٰیٰتِهٖ	اِنَّ	فِیْ
نعمت کے ساتھ	اللہ کے	تا کہ وہ تمہیں دکھائے	سے	اپنی نشانیوں	بے شک	میں
ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّكُلِّ	صَبَّارٍ	شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾		
اس	البتہ نشانیاں ہیں	ہر واسطے	بڑے صابر	شکر کرنے والا		

''کیا دیکھتے نہیں ہو کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل سے چلتی ہے تا کہ اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے درحقیقت اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہے۔(۳۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک اور بڑی دلیل جس سے فائدہ اٹھانے کے باوجود لوگ شرک سے توبہ نہیں کرتے۔

قرآن مجید اس بات کی طرف کئی بار توجہ دلاتا ہے کہ سمندروں میں سفر کرنے والے مسافرو! اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھو اور غور کرو کہ تمہارے رب کا کتنا عظیم فضل ہے کہ تم سمندروں میں اس طرح سفر کرتے ہو جیسے خشکی پر غور کرو گے تو تمہیں احساس ہوگا کہ سمندر کا سفر تمہارے پیدل چلنے سے بھی آسان بنا دیا گیا ہے۔ تم بحری جہازوں پر اس طرح بیٹھے سمندر کا نظارہ کرتے اور آپس میں خوش گپیاں مار رہے ہوتے ہو جیسے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہو پھر غور کرو! جس سمندر پر ایک قدم رکھو تو ڈوب جاؤ وہ نہ صرف تمہیں اٹھائے ہوئے ہے بلکہ ٹنوں من بوجھ بھی اپنے آپ پر لادے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں تمہارا خادم بنا ہوا ہے۔ ایک دفعہ پھر توجہ کرو! جو پانی ایک سوئی کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا وہ تمہارے سمیت پورے بیڑے کا بوجھ کس طرح اٹھاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہیں اس لیے دکھاتا ہے تا کہ تم ان پر غور و خوض کرو یقیناً مشکلات پر صبر کرنے اور نعمتوں پر شکر کرنے والے لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں، یعنی صابر لوگ ہر حال میں اپنے رب کا حکم مانتے اور ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں صبر و شکر نہ کرنے والوں کی عادت ہے کہ جب انہیں سائبانوں کی طرح موجیں گھیر لیتی ہیں تو وہ اپنے مشکل کشاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک ''اللہ'' کو پکارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب انہیں نجات دے کر خشکی پر لاتا ہے تو پھر اپنے کفر و شرک پر تکرار اور اصرار کرتے ہیں یہی لوگ عہد توڑنے والے اور ناشکرے ہیں۔ عہد سے مراد ازلی عہد بھی ہے اور وہ عہد بھی جو بھنور میں پھنسے لوگ اپنے رب سے کرتے ہیں کہ اگر یہاں سے بچ گئے تو اپنے رب کی اطاعت کریں گے۔

لغت کے اعتبار سے مخلص کا معنیٰ چُن لینے یا منتخب کرنے والا، ریاکاری یا دکھلاوا نہ کرنے والا، بات کو کھوٹ سے خالی رکھنے والا ہے۔

وَاِذَا	غَشِیَهُمْ	مَّوْجٌ	كَالظُّلَلِ	دَعَوُا	اللّٰهَ
اور جب	انہیں ڈھانپ لیتی ہے	موج	سائبانوں کی مانند	وہ پکارتے ہیں	اللہ کو
مُخْلِصِیْنَ	لَهُ	الدِّیْنَ ۚ	فَلَمَّا	نَجّٰىهُمْ	اِلَى
خالص کرنے والے	اس کے لیے	پکار کو	پھر جب	وہ ان کو نجات دے دیتا ہے	طرف
الْبَرِّ	فَمِنْهُمْ	مُّقْتَصِدٌ ؕ	وَمَا	یَجْحَدُ	بِاٰیٰتِنَاۤ
خشکی کی	تو ان سے کوئی ہی	عہد پر قائم رہتا	اور نہیں	انکار کرتا	ہماری آیات کا
	اِلَّا	كُلُّ	خَتَّارٍ	كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾	
	مگر	ہر	عہد توڑنے والا	ناشکرا	

اور جب ان لوگوں پر موج سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں اور اپنی اطاعت اُسی کے لیے خالص کر لیتے ہیں، جب اللہ انہیں بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو ان میں سے کوئی ہی عہد پر قائم رہتا اور ہماری نشانیوں کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو وعدہ خلافی کرنے والا اور ناشکرا ہے۔'' (۳۲)

مسائل

۱۔ سمندر میں چلنے والے بحری جہاز اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے چلتے ہیں۔
۲۔ سمندر کے سینے پر چلنے والے جہاز اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔
۳۔ مصائب پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرنے والے لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔
۴۔ مشرک مصیبت کے وقت صرف ایک ''اللہ'' کو پکارتا ہے۔ ۵۔ مشرک عہد شکنی کرتا ہے۔
۶۔ مشرک مشکل سے نجات پانے کے بعد اپنے شرک پر اصرار کرتا ہے۔ ۷۔ مشرک اپنے رب کا ناشکرا ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اخلاص کا حکم اور مخلصین کا مقام:

۱۔ نبی ﷺ کو اخلاص کا حکم۔ (الزمر:۱۱) ۲۔ تمام امتوں کو اخلاص کا حکم۔ (الاعراف:۲۹)
۳۔ اخلاص والے مومن ہیں۔ (النساء:۱۴۶) ۴۔ مخلص بندوں پر شیطان قابو نہیں پا سکتا۔ (ص:۸۳)
۵۔ پہلے لوگوں کو اخلاص کا حکم۔ (البینۃ:۵) ۶۔ سب کو خالص اللہ کی عبادت کرنے کا حکم۔ (المومن:۶۵)
۷۔ نبی کریم ﷺ کو مخلص لوگوں کے ساتھ رہنے کی ہدایت۔ (الکہف:۲۸)

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمْ	وَاخْشَوْا	يَوْمًا	لَّا
اے	لوگو!	تم ڈرو	اپنے رب سے	اور ڈرو تم	اس دن سے	نہیں
يَجْزِيْ	وَالِدٌ	عَنْ	وَّلَدِهٖ ۫	وَلَا	مَوْلُوْدٌ	هُوَ
کام آئے گا	باپ	سے	اپنے بیٹے کے	اور نہ	کوئی بیٹا	وہ
جَازٍ	عَنْ	وَّالِدِهٖ	شَيْـًٔا ؕ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ
کام آنے والا	سے	اپنے باپ کے	کچھ بھی	بے شک	وعدہ	اللہ کا
حَقٌّ	فَلَا	تَغُرَّنَّكُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا ۪	وَلَا
سچا ہے	چنانچہ نہ	دھوکے میں ڈال دے تمہیں	زندگی	دنیا والی	اور نہ
يَغُرَّنَّكُمْ	بِاللّٰهِ	الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾
دھوکے میں ڈالے تمہیں	اللہ کی بابت	بہت بڑا دغاباز

''اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے اور اس دن سے ڈرو جب باپ اپنے بیٹے کے کام نہیں آئے گا اور بیٹا اپنے باپ کے کام نہیں آئے گا یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اور نہ دھوکہ باز تم کو اللہ کے معاملے میں دھوکا دے۔'' (۳۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے دراصل وہ اپنے رب سے جھگڑتا ہے انسان کو اپنے رب سے جھگڑنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور قیامت کے عذاب سے بچنا چاہیے۔

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے خوف کھاؤ جس دن باپ اپنے بیٹے کے اور بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام نہیں آئے گا اس دن کو برپا کرنا اور لوگوں سے ان کے اعمال کا حساب لینا اللہ کے ذمہ ہے۔ تمہیں اس دن کے بارے میں دنیا کی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کرے اور نہ ہی شیطان تمہارے رب کے بارے میں تمہیں کسی فریب میں مبتلا کرے۔ قرآن مجید نے یہ بات بار بار کھول کر بیان کی ہے کہ قیامت کے دن نہ سفارش چلے گی نہ فدیہ قبول ہوگا اور نہ ہی کسی قسم کا اثر ورسوخ کام آئے گا۔ حالت یہ ہوگی کہ جونہی کسی مجرم کی گرفتاری عمل میں آئے گی تو اس کے عزیز واقرباء اس سے دور بھاگ جائیں گے یہاں تک کہ بھائی اپنے بھائی سے اور ماں، باپ اپنی اولاد سے دور بھاگ جائیں گے۔ (عبس: ۳۳تا۳۶) یہ صورتحال دیکھ کر مجرم خواہش کرے گا کہ کاش مجھ سے میری اولاد، میری بیوی، میرے بھائی اور میرے خاندان کے افراد اور زمین کے برابر سونا لے کر مجھے چھوڑ دیا جائے۔ (المعارج: ۱۱ تا ۱۴) جس دنیا کی خاطر انسان اللہ اور آخرت کو بھول جاتا

ہے اس دن اس کی کوئی چیز کام نہیں آئے گی اس لیے فرمایا کہ اے لوگو تمہیں دنیا کی زندگی اور شیطان تمہارے رب سے تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔

قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے بسی:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لَا تَعْصِنِي فَيَقُولُ أَبُوهُ فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ ثُمَّ يُقَالُ يَا إِبْرَاهِيمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ))

(رواہ البخاری: باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر سے ملیں گے اس کے چہرے پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے کہیں گے میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ وہ کہے گا کہ آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام فریاد کریں گے کہ اے میرے رب آپ نے قیامت کے دن مجھے ذلیل نا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا میرے باپ سے زیادہ بڑھ کر اور کونسی میرے لئے ذلت ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ کہا جائے گا ابراہیم اپنے پاؤں کی طرف دیکھو۔ دیکھیں گے تو ان کا باپ کیچڑ میں لتھڑا ہوا بجو بن چکا ہوگا جسے ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

لفظ غرور کے دو معانی ہیں۔ ① اگر ''غین'' پر زبر پڑھیں تو اس کا معنیٰ شیطان کا دھوکہ ہوگا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے ''وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ'' کہ شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ نہ دے۔ ② دوسرا معنیٰ ہے دھوکہ، فراڈ۔

مسائل

۱۔ انسان کو اپنے رب سے ڈر کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔ ۲۔ انسان کو دنیا کی زیب و زینت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرم کو کوئی چیز فائدہ نہیں دے گی:

۱۔ کافر زمین کے برابر سونا دے کر بھی جہنم سے نجات نہیں پا سکے گا۔ (آل عمران: ۹۱)

۲۔ قیامت کے دن مجرم کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا۔ (الانعام: ۵۱)

۳۔ کافر بغیر حساب کے جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے۔ (الکہف: ۱۰۵)

۴۔ کافروں کو ان کی جمعیت اور تکبر کام نہیں آئے گا۔ (الاعراف: ۴۸)

اِنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗ	عِلْمُ	السَّاعَةِ ۚ	وَيُنَزِّلُ	الْغَيْثَ ۚ
بے شک	اللہ	اس کے پاس	علم ہے	قیامت کا	اور وہی نازل کرتا ہے	بارش
وَيَعْلَمُ	مَا	فِي	الْاَرْحَامِ ؕ	وَمَا	تَدْرِيْ	نَفْسٌ
اور وہی جانتا ہے	جو کچھ	میں ہے	رحموں	اور نہیں	جانتا	کوئی نفس
مَّاذَا	تَكْسِبُ	غَدًا ؕ	وَمَا	تَدْرِيْ	نَفْسٌۢ
کہ کیا	وہ کمائے گا	کل	اور نہیں	جانتا	کوئی نفس
بِاَيِّ	اَرْضٍ	تَمُوْتُ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾
کہ کس	زمین میں	وہ مرے گا	بے شک	اللہ	خوب جاننے والا	خوب خبردار ہے

''قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ جو ماؤں کے پیٹوں میں ہے۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کرنے والا ہے۔ اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ اس کو موت کس سرزمین میں آئے گی اللہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔'' (۳۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس دن سے لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

یقیناً اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب برپا ہوگی وہی بارش نازل کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ ماں کے رحم میں کیا ہے کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کس جگہ واقع ہوگی۔ یقیناً اللہ ہی سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ انہیں حتمی طور پر کوئی بھی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم:

کتبِ حدیث میں قیامت کے بارے میں بہت سی نشانیوں کا ذکر موجود ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمادیا ہے کہ قیامت جمعہ کے دن واقع ہوگی اور جن لوگوں پر قیامت برپا ہوگی وہ بدترین لوگ ہوں گے۔ قیامت کا آغاز اچانک ہوگا۔ واضح نشانیاں بتلانے کے باوجود قیامت کے برپا ہونے کا سال، مہینہ اور دن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کون سے سال اور مہینے کا کونسا جمعہ ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام کے ایک سوال کے جواب میں یہی فرمایا تھا کہ جس طرح آپ کو معلوم نہیں اسی طرح مجھے بھی خبر نہیں کہ قیامت کب برپا ہوگی۔

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ.....فَقَالَ مَتٰى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ»

(رواہ البخاری: کتاب الایمان باب سؤال جبریل)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انسان کی شکل میں جبرائیل علیہ السلام آئے ..... انہوں نے آپ سے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ نبی ﷺ نے فرمایا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''؟

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَثَوْبُهُمَا بَيْنَهُمَا لَا يَطْوِيَانِهِ وَلَا يَتَبَايَعَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ حَلَبَ لِقْحَتَهُ لَا يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ لُقْمَتَهُ إِلَى فِيهِ وَلَا يَطْعَمُهَا وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَالرَّجُلُ يَلِيطُ حَوْضَهُ لَا يَسْقِي مِنْهُ»

(رواہ احمد: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ [صحیح])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: کپڑا بیچنے اور خریدنے والا کپڑا سمیٹ نہیں سکیں گے کہ قیامت آجائے گی، ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دھو رہا ہوگا وہ اسے پی نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، کھانا کھانے والا لقمہ اپنے منہ میں نہیں ڈال سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، ایک آدمی اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہوگا وہ اس سے پانی نہیں پی سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

«عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ»

(رواہ مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب قرب الساعۃ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی معظم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ قیامت صرف بُرے لوگوں پر قائم ہوگی۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ»

(رواہ مسلم: باب فضل یوم الجمعۃ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دنوں میں سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے جمعہ کے دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، جمعہ کے دن ان کو جنت میں داخل کیا گیا اس دن ان کو جنت سے نکالا گیا اور قیامت بھی جمعہ کے دن برپا ہوگی۔''

رحمِ مادر:

دوسرا شخص تو کجا جنم دینے والی ماں کو علم نہیں ہوتا کہ وہ بیٹا جنم دے گی یا اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوگی کیونکہ ابتدائی ایام میں بیٹی بیٹے کا قطعاً کسی کو علم نہیں ہوتا۔ جہاں تک الٹرا ساؤنڈ یا ایکسرے کا تعلق ہے اس سے اس وقت ہی معلوم ہو سکتا ہے جب مادہ منویہ لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے کیونکہ اس وقت لوتھڑے میں کچھ آثار پیدا ہو جاتے ہیں جس سے کافی حد تک معلوم ہو جاتا ہے کہ پیدا ہونے والا بیٹا ہوگا یا بیٹی تاہم الٹرا ساؤنڈ یا دیگر طریقوں سے رحم کی حالت پوری معلوم کرنا مشکل

ہے بے شک میڈیکل سائنس اپنے عروج پر ہے لیکن اس کے باوجود الٹرا ساؤنڈ اور ایکسرے کے ذریعے معلوم ہونے والی رحمِ مادر کی کیفیت سو فیصد ٹھیک (Perfect) معلوم نہیں ہوتی اس لیے کئی واقعات ایسے ہوئے ہیں اور ہوں گے کہ نتیجہ الٹرا ساؤنڈ کے رزلٹ کے خلاف نکلتا ہے۔ اس طرح یہ حقیقت بھی سو فیصد مسلمہ ہے کسی مشین کے ذریعے معلوم نہیں ہو سکے گا کہ پیدا ہونے والا بچہ نیک ہوگا یا بد، غریب ہوگا یا امیر۔

بارش کب ہوگی:

اس میں کوئی شک نہیں بارش ہونے سے پہلے ہوا کا درجہ حرارت ایک خاص ڈگری تک پہنچنا ضروری ہے جب ہوا کی کیفیت نقطہ انجماد کے قریب پہنچتی ہے تو بارش ہونے کے امکانات غالب دکھائی دیتے ہیں لیکن دنیا میں کتنے واقعات ہیں کہ محکمہ موسمیات نے اپنے طور پر یقینی خبر دی کہ فلاں علاقہ میں فلاں وقت بارش ہوگی مگر وقت آنے پر بارش کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ پھر بارش کا کچھ اندازہ کر لیا جاتا ہے کہ فلاں علاقہ میں اتنی سینٹی میٹر بارش ہوئی لیکن بارش کے قطرات شمار کرنا اور پانی کی مقدار کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا ناممکن ہے اس لیے بارش کے بارے میں پوری معلومات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

کوئی نہیں جانتا کہ کل اس کے ساتھ کیا ہوگا:

انسان نے علم وہنر میں بے انتہا ترقی کی ہے اس نے دریاؤں کے رخ موڑ دیئے سمندروں پر گزرگاہیں بنالیں چاند پر کمندیں ڈالیں ہر ایجاد کی گارنٹی دے ڈالی مگر اسے اپنے بارے میں معلوم نہیں کہ کل اس کے ساتھ کیا واقعات پیش آنے والے ہیں اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کل کی رات اپنے بستر پر لیٹوں گا یا قبر کی لحد میں اتر جاؤں گا۔ انسان کی بے خبری اور بے بسی کا اندازہ لگائیں کہ مستقبل کے اندازے لگانے والا آنے والے کل کے بارے میں نہیں جانتا اس لیے پوری طرح نفی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ انسان نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔

موت کہاں واقع ہوگی:

یہ تو معلوم ہے کہ ہر انسان کا ایک وقت مقرر ہے وقت آنے پر ہر انسان موت کے گھاٹ اتر جائے گا حکیم اور ڈاکٹر کسی حد تک اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس شخص کی موت فلاں بیماری کی وجہ سے ہوگی اور مریض اتنے دن تک زندہ رہ سکے گا لیکن ڈاکٹر قطعی طور پر نہیں بتا سکتے کہ اس کی موت کس دن اور کس وقت واقع ہوگی۔ اسی طرح آج تک نہ کسی کو معلوم ہوا ہے اور نہ ہوگا کہ انسان کی موت کہاں واقع ہوگی اور اسے کس جگہ سپردِ خاک کیا جائے گا یہ ایسی حقیقت ہے جسے نہ کوئی شخص پا سکا ہے اور نہ ہی پا سکے گا۔ قیامت کے آثار کے بارے میں کتاب وسنت میں کافی حد تک معلومات فراہم کر دی گئی ہیں، بارش ہونے کے آثار بھی کافی حد تک واضح ہوتے ہیں، رحم مادر کے بارے میں بھی کسی حد تک آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اس لئے ان تین باتوں کے بارے میں کلیتاً نفی کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔ انسان کے ساتھ کل کیا ہونے والا ہے اور اس کی موت کہاں واقع ہو

گی ان کے بارے میں حتمی طور پر نفی کی گئی ہے حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص ان پانچ باتوں کے بارے میں سو فیصد آگاہی کا دعویٰ نہیں کرسکتا ان کے بارے میں کامل اور اکمل علم صرف ''اللہ'' کی ذات کے پاس ہے اس لیے فرمایا کہ اس کے سوا ان کے بارے میں کوئی قطعی اور یقینی علم نہیں رکھتا۔

مسائل

۱۔ ① قیامت، ② بارش، ③ رحم مادر، ④ کل کیا ہوگا، ⑤ موت کہاں واقع ہوگی۔ ان سب کے بارے میں قطعی علم ''اللہ'' ہی کے پاس ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں:

۱۔ اللہ ہی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (الانعام:۵۹)

۲۔ آپ فرمادیں کہ غیب ''اللہ'' ہی کے پاس ہے۔ (یونس:۲۰)

۳۔ آپ فرمادیں کہ زمین اور آسمانوں کے غیب ''اللہ'' کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (النمل:۶۵)

۴۔ نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ (ھود:۳۱)

۵۔ آپ فرمادیں میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ (الانعام:۵۰)

۶۔ (نبی ﷺ) اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں اپنے لیے بہت سی بھلائیاں جمع کرلیتا۔ (الاعراف:۱۸۸)

۷۔ حضرت ابراہیم کو فرشتوں کے متعلق علم نہ ہوسکا۔ (ھود:۶۹)

۸۔ حضرت لوط فرشتوں کو نہ پہچان سکے۔ (ھود:۷۷)

۹۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک طویل مدت تک یوسف علیہ السلام کے بارے میں بے خبر رہے۔ (یوسف:۸۴ تا ۸۷)

۱۰۔ جنات غیب نہیں جانتے۔ (سبا:۱۴)

۱۱۔ اللہ ہی غیب کا جاننے والا ہے۔ (الجن:۲۶)

۱۲۔ کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے۔ (التوبۃ:۷۸)

۱۳۔ قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ جو ماؤں کے پیٹوں میں ہے۔ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا کرنے والا ہے۔ اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ اس کو موت کس سرزمین میں آئے گی اللہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:۳۴)

سورۃ السّجدۃ کا تعارف

اس سورۃ کا نام السّجدہ ہے یہ نام اس کی پندرہویں آیت میں موجود ہے اس کے تین رکوع اور تیس آیات ہیں۔ یہ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی۔

ربطِ سورۃ: سورۃ لقمان کی آخری آیت میں پانچ باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ان میں سرفہرست قیامت کا ذکر ہے سورۃ السجدۃ میں قرآن مجید کا تعارف کروانے کے بعد قیامت کے بارے میں بتلایا ہے کہ قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کی خیر خواہی کرنے والا اور سفارشی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا تعارف کروانے کے بعد بتلایا ہے کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دن میں پیدا کیا گیا ہے، زمین و آسمانوں کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا اور وہی زمین و آسمانوں کا نظام چلا رہا ہے، بالآخر قیامت برپا کرے گا جس کا دورانیہ پچاس ہزار سال ہوگا قیامت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اسی نے مٹی سے انسان کا وجود بنایا جس میں کان، آنکھ اور دل بنائے۔ اس کے بعد اس میں روح پھونکی وہی لوگوں کو موت دے گا اور سب نے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ جنہوں نے اس کی نافرمانی کی وہ اس کے حضور سر جھکائے فریادیں کریں گے کہ ایک دفعہ ہمیں دنیا میں واپس بھیجا جائے ہم قیامت پر یقین کرتے ہوئے نیک اعمال کریں گے لیکن ان کی فریاد قبول نہیں ہوگی انہیں جہنم میں داخل ہونے کا حکم ہوگا جس میں انہیں ہمیشہ ہمیش کا عذاب دیا جائے گا، ان کے مقابلے میں صاحبِ ایمان اور صالح اعمال کرنے والوں کا اجر و ثواب ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ جنت میں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے، جہنمیوں اور جنتیوں کے اعمال اور انجام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ مومن اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے۔ جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے جہنمی جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو انہیں پھر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا یہ سزا ان کی اس لیے ہوگی کہ وہ اپنے رب کی ذات اور اس کے ارشادات سے اعراض کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ مجرموں سے اس طرح ہی انتقام لیا کرتا ہے۔ ان مجرموں میں آلِ فرعون بھی شامل ہیں جن سے دنیا میں بھی انتقام لیا گیا اور یہ آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

سورت کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر ذکر فرما کر بتلایا ہے کہ ہم نے آلِ فرعون اور ان سے پہلے کتنے لوگ ہلاک کر دیے جن کے واقعات میں اُن لوگوں کے لیے عبرت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو توجہ کے ساتھ سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں جو لوگ حق بات سننا اور اسے قبول نہیں کرتے اُن سے کہہ کر الگ ہو جانا چاہیے کہ تم اپنے انجام کا انتظار کرو اور ہم اپنے نتائج کا انتظار کرتے ہیں۔



سُوْرَةُ السَّجْدَة مَكِّيَّة

رُكُوْعُهَا – ۳
اٰيَاتُهَا – ۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

الٓمّٓ ①	تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	لَا	رَيْبَ	فِيْهِ	مِنْ
الف لام میم	اتارنا	کتاب کا	نہیں	کوئی شک	اس میں	سے
رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ②	اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰىهُ ۚ	بَلْ	هُوَ
رب	تمام جہانوں کے	کیا	وہ کہتے ہیں	اس نے خود اسے گھڑ لیا ہے	بلکہ	وہ
الْحَقُّ	مِنْ	رَّبِّكَ	لِتُنْذِرَ	قَوْمًا	مَّآ	اَتٰىهُمْ
حق ہے	سے	آپ کے رب	تاکہ آپ ڈرائیں	ان لوگوں کو	نہیں	آیا ان کے پاس
مِّنْ نَّذِيْرٍ	مِّنْ قَبْلِكَ	لَعَلَّهُمْ	يَهْتَدُوْنَ ③			
کوئی ڈرانے والا	آپ سے پہلے	شاید کہ وہ	راہ پائیں			

''الف، لام، میم۔(۱) بلاشبہ یہ کتاب رب العامین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔(۲) کیا کہتے ہیں کہ اس شخص نے اِسے خود بنالیا ہے نہیں بلکہ یہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ ایسی قوم کو متنبہ کریں جس کے پاس آپ سے پہلے کوئی متنبہ کرنے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ ہدایت پائیں۔''(۳)

فہم القرآن

سورہ لقمان کے آخر میں ارشاد ہوا کہ قیامت، بارش، ماں کے رحم، انسان نے کل جو کرنا ہے اور جہاں اس نے مرنا ہے ان سب امور کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ وہ علیم اور خبیر ہے جس طرح لوگوں کو معلوم ہے کہ حقیقی اور قطعی علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، انہیں یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے ہی نازل کیا ہے جس کی تنزیل اور تعلیمات میں کوئی شریک نہیں لہٰذا لوگوں کو اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں کرنا چاہیے۔

الف، لام، میم کے بارے میں وضاحت ہو چکی کہ یہ حروفِ مقطعات میں سے ہیں۔ اہل مکہ کا الزام تھا کہ محمد ﷺ نے یہ قرآن اپنی طرف سے بنالیا ہے اس الزام کے کئی جواب دیے گئے ہیں یہاں اس کا پہلا جواب یہ دیا ہے کہ یہ قرآن جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کے ''منزل من اللہ'' ہونے میں ذرہ برابر شک کی گنجائش نہیں ہے گویا کہ یہ شاہی اعلان اور فرمان ہے اسے تسلیم کرو، دوسرا جواب یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ یہ قرآن اس نے اپنی طرف سے بنالیا ہے ایسا ہرگز نہیں۔ یہ تو آپ ﷺ کے رب کی طرف سے حق نازل ہوا ہے حق سے مراد یہ ہے کہ کفار اپنے الزامات میں جھوٹے ہیں اور

تیرے رب کا فرمان حق اور سچ ہے کہ اس قرآن کو جہانوں کے رب نے نازل فرمایا ہے حق کا یہ بھی معنیٰ ہے کہ ''قرآن'' میں جو کچھ بیان ہوا اس میں کسی قسم کی غلط بیانی نہیں اور نہ اس کے کیے ہوئے اعلان کبھی جھوٹ ثابت ہوں گے اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ دنیا اور آخرت میں جوں کا توں پورا ہوگا اور اس پر عمل کرنے والا کبھی نقصان نہیں پائے گا۔ نزول قرآن کا مقصد یہ ہے کہ ان لوگوں کو برے انجام سے ڈرائیں جن کے پاس مدت دراز سے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ یہ لوگ ہدایت پائیں۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں حضرت ھود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے ان کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں مبعوث کیے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد نبی آخر الزماں ﷺ ہی مکہ میں مبعوث کیے گئے قرآن مجید کے پہلے مخاطب اہلِ مکہ تھے اس لیے حکم ہوا کہ انہیں ڈرائیں کیونکہ ان کے پاس اس سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، ڈرانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بُرے عقائد اور کام چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائیں۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔

۲۔ نزولِ قرآن کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس سے رہنمائی حاصل کریں، اور اپنے رب کی نافرمانی سے بچ جائیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصاف حمیدہ کا اختصار:

۱۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔ (البقرۃ:۲) ۲۔ قرآن مجید کی آیات واضح ہیں۔ (یوسف:۱)

۳۔ قرآن مجید کی آیات محکم ہیں۔ (ھود:۱) ۴۔ قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے۔ (النساء:۱۷۴)

۵۔ قرآن کریم لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرۃ:۱۸۵) ۶۔ قرآن مجید دلوں کے لیے شفا ہے۔ (یونس:۵۷)

۷۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (آل عمران:۱۳۸)

۸۔ ہم نے قرآن کو نازل کیا جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔ (بنی اسرائیل:۸۲)

۹۔ ہم ہی قرآن مجید کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (الحجر:۹)

۱۰۔ جن وانس مل کر اس قرآن جیسا قرآن نہیں لا سکتے۔ (بنی اسرائیل:۸۸)

۱۱۔ قرآن مجید رمضان المبارک میں نازل ہوا۔ (البقرۃ:۱۸۵) ۱۲۔ قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ (القدر:۱)



اَللّٰهُ	الَّذِیْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	وَمَا	بَیْنَهُمَا
اللہ	وہ ہے	جس نے پیدا کیا	آسمانوں کو	اور زمین کو	اور جو	ان دونوں کے درمیان ہے

فِیْ	سِتَّةِ	اَیَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰی	عَلَی	الْعَرْشِ ؕ
میں	چھ	دنوں	پھر	وہ مستوی ہوگیا	پر	عرش

مَا	لَكُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	مِنْ وَّلِیٍّ	وَّلَا	شَفِیْعٍ ؕ
نہیں	تمہارے لیے	سے	اس کے سوا	کوئی دوست	اور نہ	کوئی سفارشی

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴

کیا پھر نہیں تم نصیحت حاصل کرتے

''اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُسے چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور اس کے بعد عرش پر جلوہ نما ہوا، اُس کے سوا نہ تمہارا کوئی مددگار ہے اور نہ کوئی اُس کے آگے سفارش کرنے والا، پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔'' (۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآنِ مجید اُس ذاتِ کبریا نے نازل کیا ہے جس نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اُسے چھ دن میں پیدا کیا اور پھر عرشِ بریں پر مستوی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے اسے چھ دن میں پیدا فرمایا پھر جس طرح اس کی شان ہے عرش معلیٰ پر متمکن ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے بارہ میں یہ بھی فرمایا ہے کہ اس ذات نے زمین و آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا اور ان کی تخلیق سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا۔ (ھود: ۷) جہاں تک زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے پیغمبر ﷺ انہیں فرمائیں کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمینوں کو دو دن میں پیدا کیا پھر زمین پر پہاڑ گاڑے اور زمین میں ہر قسم کا رہنے سہنے کا سامان بنایا اور اس میں برکت پیدا فرمائی۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو دھواں کی صورت میں تھا ان کو دو دنوں میں سات آسمان بنایا پھر ہر آسمان کو اس کے متعلقہ امور کا حکم دیا اس کے بعد پہلے آسمان کو ستاروں کے ساتھ خوبصورت بنایا اور اس کی حفاظت کا بندوبست کیا یہ کام اس ذاتِ کبریا نے کئے ہیں جو ہر چیز کو جاننے والا اور ہر کام کرنے پر غالب ہے (حٰمٓ السجدہ: ۹ تا ۱۳) اس کے سوا نہ تمہارا کوئی خیر خواہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی سفارش کرنے والا ہوگا۔ کیا پھر بھی تم سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہو؟ قرآن مجید یہ حقیقت مختلف الفاظ اور انداز میں بیان کرتا ہے کہ لوگو! تم اپنے رب کی خالص عبادت کرو اور کسی اور کو اس کی عبادت میں شریک نہ بناؤ تم دوسروں کو اس لیے اس کی عبادت میں شریک کرتے ہو کہ قیامت کے دن وہ تمہاری سفارش اور مدد کریں

گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی انداز میں بھی کفر وشرک کیا اس کی کوئی سفارش اور خیر خواہی کرنے والا نہیں ہوگا کیا تم اتنی آسان اور کھلی حقیقت سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہو؟

{ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَىٕذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ } (عبس: ۳۳تا۳۸)

''جب کان بہرے کر دینے والی آواز آئے گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ اس دن ہر شخص پر ایسا وقت آپڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہیں ہوگا۔ اس دن کچھ چہرے دَھمک رہے ہوں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمانوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق عرش بریں پر متمکن ہے۔
۳۔ قیامت کے دن کافر اور مشرک کی کوئی خیر خواہی اور سفارش نہیں کر سکے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی سفارش اور خیر خواہی نہیں کر سکے گا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں ہو سکے گی۔ (البقرۃ: ۲۵۵)
۲۔ سفارش بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگی۔ (النبا: ۳۸)
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنی پسند کی بات ہی قبول فرمائیں گے۔ (طٰہٰ: ۱۰۹)
۴۔ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کا حقدار نہیں ہوگا۔ (یونس: ۳)
۵۔ سفارش کا اختیار اسی کو ہوگا جسے الرحمٰن اجازت دے گا۔ (مریم: ۸۷)
۶۔ اگر الرحمٰن نقصان پہنچانا چاہے تو کسی کی سفارش کچھ کام نہیں آئے گی۔ (یٰس: ۲۳)
۷۔ سفارشیوں کی سفارش ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ (المدثر: ۴۸)

يُدَبِّرُ	الْاَمْرَ	مِنَ	السَّمَآءِ	اِلَى	الْاَرْضِ	ثُمَّ
وہ تدبیر کرتا ہے	معاملے کی	سے	آسمان	طرف	زمین کی	پھر

يَعْرُجُ	اِلَيْهِ	فِيْ	يَوْمٍ	كَانَ	مِقْدَارُهٗٓ
وہ چڑھتا ہے	اس کی طرف	میں	دن	ہے	اس کی مقدار

اَلْفَ	سَنَةٍ	مِّمَّا	تَعُدُّوْنَ ۝۵	ذٰلِكَ	عٰلِمُ	الْغَيْبِ
ایک ہزار	سال	اس سے جو	تم شمار کرتے ہو	وہ	جاننے والا ہے	پوشیدہ کو

وَالشَّهَادَةِ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ۝۶
اور ظاہر کو	نہایت غالب	خوب رحم کرنے والا ہے

''وہ آسمان سے زمین تک سب معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کا نتیجہ اُس کے حضور پیش کیا جاتا ہے ایسے دن میں جسکی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔(۵) وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، زبردست اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔''(۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ عرش بریں پر متمکن ہونے کے باوجود پوری کائنات کا مالک اور اس کا نظام چلا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ عرش بریں پر متمکن ہو کر کائنات کے نظام سے لاتعلق نہیں ہوا اور نہ ہی اس نے کائنات کا نظام چلانے کے لیے کچھ ذمہ داریاں دوسروں کو سونپی ہیں ایسا عقیدہ رکھنا بدترین شرک ہے اس کی نفی کے لیے ارشاد ہوا کہ وہ آسمان سے لے کر زمین تک بلاشرکت غیرے پورے کا پورا نظام چلا رہا ہے۔

جو ہستی اتنی زبردست ہے کہ پوری کائنات کو عدم سے وجود میں لائی ہے اور اس کا نظام بلاشرکتِ غیرے چلا رہی ہے اس کے مقابلہ میں تمہارے معبود جنہیں تم سرپرست اور سفارشی سمجھ بیٹھے ہو وہ تمہارے کس کام آسکتے ہیں کیا تمہیں اتنی موٹی حقیقت بھی سمجھ نہیں آتی؟ اُسے کسی کی مشاورت اور معاونت کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جانتا ہے اور ہر اعتبار سے غالب ہے، سب پر غالب ہونے کے باوجود نہایت مہربان ہے۔ پہلی آیت میں تدبیرِ کائنات کے بارے میں ارشاد ہوا کہ جو تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال بنتا ہے تمہارا ہزار سال اس کے ہاں ایک دن کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار سال کے برابر ہونے کا حقیقی معنیٰ کیا ہے اس کے بارے میں اہل تفسیر نے پانچ آراء کا اظہار فرمایا ہے۔

① دنیا میں جو کام ایک ہزار سال کی مدت میں پورے ہونے والے ہوتے ہیں اس کے ہاں یہ مدت ایک دن کے برابر ہے۔

② اللہ تعالیٰ کچھ کام ملائکہ کے حوالے کرتے ہیں۔ جب ہزار سالہ منصوبہ مکمل ہو جاتا ہے تو ملائکہ اس کی رپورٹ اپنے رب کے حضور پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اگلے ایک ہزار سال کا منصوبہ ان کے حوالے کر دیتے ہیں۔

③ اس سے مراد قیامت کا ایک دن ہے جو دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اس طرح قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

④ قرآن پاک نے یہ بات کفار کو بتلائی کہ اگر تم اپنے فکر و عمل سے باز نہ آئے تو تم پر عذاب نازل ہوگا ڈرنے کی بجائے کفار نے اس دن کا مذاق اُڑایا اور مطالبہ کیا کہ اب تک عذاب نازل کیوں نہیں ہوا؟ اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ جس مدت کو تم ایک ہزار سال سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایک دن کے برابر ہے۔ (الحج: ۴۷)

⑤ مفسرِ قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کو متشابہات میں شمار کرتے تھے ان کا فرمان تھا کہ ہمیں اس دن کے بارے میں قیل وقال کرنے کی بجائے خاموشی اختیار کرنا چاہیے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی پوری کائنات کے نظام کو چلا رہا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہونے کے باوجود نہایت مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی کائنات کو بنانے اور اس کے نظام کو چلانے والا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ سب کو پیدا کرنے والا ہے۔ (النساء)

۲۔ اللہ تعالیٰ سب کو پالنے والا ہے۔ (الفاتحہ: ۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا خالق ہے۔ (الانعام: ۱۰۲)

۴۔ اللہ تعالیٰ کائنات کا مالک ہے۔ (یونس: ۳۱)

۵۔ اللہ ہی کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔ (فاطر: ۱۳)

۶۔ اللہ تعالیٰ حاکمِ مطلق ہے۔ (یوسف: ۴۰)

۷۔ اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا ہے۔ (سبا: ۱۵)

۸۔ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کا ہی حکم چلنا چاہیے۔ (الاعراف: ۵۴)

۹۔ تمہارا رب ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں بہک گئے ہو؟ (المومن: ۶۲)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (آل عمران: ۱۰۲)

۱۱۔ اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی اسے دوبارہ لوٹائے گا۔ (یونس: ۴)

الَّذِیْٓ	اَحْسَنَ	كُلَّ	شَیْءٍ	خَلَقَهٗ	وَبَدَاَ	خَلْقَ الْاِنْسَانِ
جس نے	اچھا بنایا	ہر	چیز کو	جسے اس نے پیدا کیا	اور اس نے شروع کی	پیدائش انسان کی

مِنْ	طِیْنٍ ۝۷	ثُمَّ	جَعَلَ	نَسْلَهٗ	مِنْ سُلٰلَةٍ	مِّنْ مَّآءٍ
سے	گارا	پھر	اس نے بنایا	اس کی نسل	سے نطفے	سے پانی

مَّهِیْنٍ ۝۸	ثُمَّ	سَوّٰىهُ	وَنَفَخَ	فِیْهِ	مِنْ	رُّوْحِهٖ
حقیر	پھر	اس نے درست کیا اس کو	اور اس نے پھونکا	اس میں	سے	اپنی روح

وَجَعَلَ	لَكُمُ	السَّمْعَ	وَالْاَبْصَارَ	وَالْاَفْـِٕدَةَ	قَلِیْلًا	مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹
اور اس نے بنائے	تمہارے لیے	کان	اور آنکھیں	اور دل	تھوڑے ہی ہو	جو تم شکر کرتے ہو

''جو چیز بھی اس نے پیدا کی بہت اچھی پیدا فرمائی، اُس نے گارے سے انسان کی تخلیق کی ابتدا کی۔(۷) پھر اس کی نسل ایک ایسے جوہر سے چلائی جو حقیر پانی ہے۔(۸) پھر اس کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی اور تمہیں کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیئے تم تھوڑے ہی شکر گزار ہوتے ہو۔''(۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ''اللہ'' نے زمین و آسمان اور ہر چیز بنائی اور پورے کے پورے نظام کو بلاشرکتِ غیرے چلا رہا ہے اسی نے انسان کو مٹی سے بنایا اور ہر چیز کو نہایت خوبصورت پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی بنائی اور پیدا کی ہے اسے نہایت ہی خوبصورت اور متوازن بنایا ہے۔ پھول کی پتیوں کو دیکھیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کس قدر بھولی بھالی، پیاری، پیاری اور نہایت ہی دلکش ہوتی ہے پتیوں کی تراش، خراش دیکھو تو یوں لگتا ہے کہ کسی خاص ڈائی سے نکالی ہوئی ہیں رنگت پر نظر پڑتی ہے تو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک ہی پتی پر رنگ کے کئی شیڈ ہیں، گلاب کی پتی کا ابتدائی حصہ سفیدی لئے ہوئے ہے اوپر کا حصہ نہایت ہی سرخ رنگ سے مزین ہے، درندوں کو دیکھو شیر کا چہرہ کس قدر بارعب اور جسم کتنا پھرتیلا ہے۔ بلی کے بچے کو دیکھو کتنا بھولا بھالا لگتا ہے یہاں تک کتے کا بچہ بھی پیارا لگتا ہے غرض کہ جو چیز بنائی خوب سے خوب تر بنائی۔ ہر کسی کو اس کی طبع کے مطابق ماحول دیا اور اس کی خوراک کا بندوبست فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر پانی کے ایک قطرہ سے مرد، زن کا سلسلہ چلایا ہر انسان کی ابتدا پانی کے ایک قطرہ سے شروع ہوتی ہے جو عورت کے رحم میں پہنچ کر خون بنتا ہے اس کے بعد لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے پھر اسے ایک وجود بخشا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے پھر اسے سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سوچنے کے لیے دل دیا تاکہ سچائی کو سنے، حقیقت کو دیکھے اور دل کے ساتھ سوچے کہ میں نے کس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنی ہے اور کس کا سب سے زیادہ شکر گزار رہنا ہے لیکن انسانوں کی اکثریت اپنے خالق اور مالک کی ناقدری اور ناشکری کرتے ہیں۔ کان، آنکھیں اور

دل اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو دیے ہیں مگر ان کی اور انسان کی سماعت، بصارت اور سوچ میں بے انتہا فرق ہے اس لیے انسان سے شکر گزار رہنے کا مطالبہ کیا ہے شکر کا جذبہ محسن کی قدر کرنے کا احساس دلاتا ہے اور شکر گزار ہی تابعدار ہوا کرتے ہیں۔

«حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الأَشْعَرِيُّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الأَرْضِ جَاءَ مِنْهُمُ الأَحْمَرُ وَالأَبْيَضُ وَالأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ»

(رواہ ابو داؤد: باب فِی الْقَدَرِ [صحیح])

''حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کی ایک مٹھی سے پیدا فرمایا اسی لیے آدم کی اولاد زمین کی رنگت کے مطابق ہے بعض اُن میں سے سرخ ہیں اور بعض سفید، اور بعض سیاہ اور ان میں کچھ آرام اور سکون سے زندگی بسر کرنے والے ہیں اور کچھ غم زدہ اور کچھ خبیث النفس اور کچھ نیک ہوتے ہیں۔''

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ وَرَفَعَ الْحَدِيثَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ نُطْفَةٌ أَيْ رَبِّ عَلَقَةٌ أَيْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللهُ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقًا قَالَ قَالَ الْمَلَكُ أَيْ رَبِّ ذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الأَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذَلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ» (رواہ مسلم: باب كَيْفِيَةِ الْخَلْقِ الآدَمِيِّ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَكِتَابَةِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ)

''حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے وہ حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہے وہ پوچھتا ہے اے میرے رب! یہ نطفہ ہے، اے میرے رب یہ خون کی پھٹکی ہے۔ اے میرے رب! یہ گوشت کا لوتھڑا ہے آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی کی تخلیق کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اے میرے رب مذکر یا مؤنث، بدبخت یا خوش بخت، اِس کا رزق کتنا ہے، اِس کی عمر کتنی ہے اِسی طرح اس کا نیک اور بد ہونا اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جو چیز پیدا فرماتا ہے نہایت خوبصورت پیدا کرتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی افزائش کا انتظام اسی کے وجود کے ذریعے سے فرمایا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آنکھ، کان اور دل عنایت کیے تاکہ وہ اس کا شکر ادا کرتا رہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا بہت ہی اچھا پیدا کیا:

(البقرۃ: ۲۲) (الروم: ۲۰) (التین: ۴) (الدھر: ۲) (الاعراف: ۱۸۹) (الاعراف: ۵۴) (النساء: ۱)

وَقَالُوْٓا	ءَاِذَا	ضَلَلْنَا	فِی	الْاَرْضِ	ءَاِنَّا	لَفِیْ
اور انہوں نے کہا	کیا جب	ہم مٹ جائیں گے	میں	زمین	کیا بے شک ہم	البتہ میں

خَلْقٍ	جَدِیْدٍ ؕ	بَلْ	هُمْ	بِلِقَآئِ	رَبِّهِمْ	كٰفِرُوْنَ ⑩
پیدائش	نئی	بلکہ	وہ	ملاقات کے ساتھ	اپنے رب کی	انکار کرنے والے ہیں

قُلْ	يَتَوَفّٰىكُمْ	مَّلَكُ	الْمَوْتِ	الَّذِیْ	وُكِّلَ	بِكُمْ
فرما دیجیے	تمہیں فوت کرے گا	فرشتہ	موت کا	جو	مقرر کیا گیا ہے	تم پر

ثُمَّ	اِلٰی	رَبِّكُمْ	تُرْجَعُوْنَ ⑪ ع
پھر	طرف	اپنے رب کی	تم لوٹائے جاؤ گے

''اور وہ لوگ کہتے ہیں جب ہم مٹی میں رَل مِل جائیں گے تو پھر ہم نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے انکاری ہیں۔ (۱۰) انہیں بتلائیں کہ جو موت کا فرشتہ تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ پوری طرح تمہیں اپنے قبضے میں لے لے گا اور پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل وصورت اور صلاحیتوں کے ساتھ پیدا فرمایا ہے تاکہ یہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کا تابعدار اور شکر گزار رہے۔

لیکن انسان کی ناقدری اور ناشکری کی انتہاء ہے کہ قیامت کے منکر کہتے ہیں کہ کیا ہم مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائیں گے تو از سرِ نو پیدا کیے جائیں گے؟ ایسا کہنے والے دراصل اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں انہیں بتلائیں کہ ہاں جو فرشتہ تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہیں موت دے گا پھر تم اپنے رب کے حضور پیش کیے جاؤ گے۔

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَیْتُ ثُمَّ یُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَیُنْبَتُوْنَ كَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَیْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ لَا یَبْلٰی اِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ یُرَكَّبُ الْخَلْقُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ» امتفق علیہ اوَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ یَاْكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِیْهِ یُرَكَّبُ»

(رواہ البخاری: کتاب التفسیر، باب یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: دوسرا صور پھونکنے کا عرصہ ''چالیس'' ہوگا۔ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگردوں نے پوچھا چالیس دن؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں جانتا۔ انہوں نے استفسار کیا چالیس ماہ؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا کوئی جواب نہیں، انہوں نے پھر پوچھا ''چالیس'' سال ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ بھی نہیں کہتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا لوگ یوں اُگیں گے جس طرح انگوری اگتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی دُمچی کے علاوہ ہر چیز مٹی ہو جائے گی قیامت کے دن اسی سے تمام اعضاء کو جوڑا جائے گا۔ (بخاری و مسلم) مسلم میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے تمام اعضاء کو مٹی کھا جائے گی سوائے دُمچی کے انسان اسی سے پیدا ہوا ہے اور اسی سے جوڑا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ قیامت کا انکار کرنا کفر ہے۔ ۲۔ ہر کسی کو موت آنی ہے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے۔

تفسیر بالقرآن

موت کے بعد جی اٹھنے کے دلائل:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے مقتول کو زندہ فرمایا۔ (البقرۃ: ۷۳)

۲۔ حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال کے بعد زندہ فرمایا۔ (البقرۃ: ۲۵۹)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ان کے ذبح کیے ہوئے چار پرندوں کو زندہ فرمایا۔ (البقرۃ: ۲۶۰)

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ (آل عمران: ۴۹، المائدۃ: ۱۱۰)

۵۔ اصحاب کہف کو تین سو سال کے بعد اٹھایا۔ (الکہف: ۲۵)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا۔ (البقرۃ: ۲۴۳)

۷۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنا اور زمین و آسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۴)

۸۔ آپ فرما دیں ''اللہ'' ہی نے تخلیق کی ابتداء کی پھر دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم کہاں بہک گئے ہو؟ (یونس: ۳۴)

۹۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ لوٹائے گا تاکہ نیک و بد کو جزا و سزا مل سکے۔ (یونس: ۴)

۱۰۔ تعجب کے قابل ان کی یہ بات ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ (الرعد: ۵)

۱۱۔ مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا پھر اس کی طرف ہی لوٹائیں جائیں گے۔ (الانعام: ۳۶)

۱۲۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام کو اٹھائے گا اور ہر کسی کو اس کے اعمال کے متعلق بتلائے گا۔ (المجادلۃ: ۶)

وَلَوْ	تَرٰٓى	اِذِ	الْمُجْرِمُوْنَ	نَاكِسُوْا
اور اگر	آپ دیکھیں	جب	مجرم	وہ جھکائے ہوں گے

رُءُوْسِهِمْ	عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ	رَبَّنَآ	اَبْصَرْنَا	وَسَمِعْنَا
اپنے سروں کو	اپنے رب کے سامنے	اے ہمارے رب!	ہم نے دیکھ لیا	اور ہم نے سن لیا

فَارْجِعْنَا	نَعْمَلْ	صَالِحًا	اِنَّا
تو ہمیں واپس بھیج	ہم عمل کریں گے	نیک	بے شک ہم

مُوْقِنُوْنَ ⑫

یقین کرنے والے ہیں

''کاش آپ دیکھیں جب مجرم سر جھکائے اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اچھی طرح دیکھ لیا اور سُن لیا، اب ہمیں واپس بھیج دے تاکہ ہم نیک عمل کریں، یقیناً ہمیں یقین آ گیا ہے۔'' (۱۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگ مر کر جی اٹھنے کا انکار کرتے ہیں قیامت کے دن ان کی حالت دیدنی ہوگی۔

سرورِ دو عالم ﷺ سے منکرینِ قیامت اس بات پر جھگڑا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد کسی نے زندہ نہیں ہونا حالانکہ قرآن مجید نے مرنے کے بعد جی اٹھنے کے درجنوں دلائل دیئے ہیں جن میں ثبوت کے طور پر عزیر علیہ السلام اور ان کے گدھے کا زندہ کیا جانا، ابراہیم علیہ السلام کے سامنے چار پرندوں کا دوبارہ زندہ ہونا، اصحاب کہف کا (۳۰۹) تین سو نو سال بعد جی اٹھنا، موسیٰ علیہ السلام کے سامنے مقتول کا زندہ ہونا بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کا مرنے کے بعد زندہ کیا جانا۔ (البقرہ: ۲۵۹) عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا۔ (المائدہ: ۱۱۰)

اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر صورت لوگوں کو دوبارہ پیدا فرما کر اپنی بارگاہ میں حاضر کرے گا جب منکرین قیامت اس کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو وہ ذلّت اور خوف کی وجہ سے اپنے رب کے سامنے گردنیں جھکائے ہوئے فریاد پر فریاد کریں گے۔ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی آنکھوں سے قیامت دیکھ لی اور سب کچھ اپنے کانوں سے سن لیا ہے اب ہمیں واپس جانے دیجیے تاکہ ہم نیک عمل کریں کیونکہ اب ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ قیامت برحق ہے۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن ذلّت اور خوف کی وجہ سے مجرم سر جھکائے ہوئے ہوں گے۔ ۲۔ مجرم دنیا میں واپس لوٹنے کی فریاد کریں گے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرمین کی فریادیں:

۱۔ جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو واپس لوٹا دے۔ (السجدۃ: ۱۲)

۲۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔ (الفاطر: ۳۷۔ المومنون: ۱۰۷)

وَلَوْ	شِئْنَا	لَاٰتَيْنَا	كُلَّ	نَفْسٍ	هُدٰىهَا
اور اگر	ہم چاہتے	تو ہم دے دیتے	ہر	نفس کو	اس کی ہدایت
وَلٰكِنْ	حَقَّ	الْقَوْلُ	مِنِّيْ	لَاَمْلَـَٔنَّ	جَهَنَّمَ
اور لیکن	ثابت ہو گیا	قول	میری طرف سے	کہ میں ضرور بھروں گا	جہنم
مِنَ	الْجِنَّةِ	وَالنَّاسِ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾	فَذُوْقُوْا	بِمَا
سے	جنّوں	اور انسانوں سے	سب	چنانچہ تم چکھو	بوجہ اس کے جو
نَسِيْتُمْ	لِقَآءَ	يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ	اِنَّا	نَسِيْنٰكُمْ	
تم نے بھلائے رکھا	ملاقات کو	تمہارا اس دن کی	بے شک ہم	نے تم کو بھلا دیا	
وَذُوْقُوْا	عَذَابَ	الْخُلْدِ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾
اور تم چکھو	عذاب	ہمیشہ کا	بہ سبب اس کے جو	تم تھے	عمل کرتے

''ارشاد ہوگا اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے، مگر ہمارا فرمان سچ ثابت ہوا کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔(۱۳) بس اب مزا چکھو اپنی اس حرکت کا جو تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کیا تھا۔ ہم نے بھی تمہیں فراموش کر دیا ہے۔ اب اپنے اعمال کے بدلے میں ہمیشہ کے عذاب کا مزا چکھتے رہو۔''(۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مجرموں کی درخواست کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

مجرموں کو مزید احساس دلانے اور ذلیل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے لیکن میرا فرمان سچ ثابت ہوا کہ میں جہنم کو بہت سے جنوں اور انسانوں سے بھروں گا لہٰذا اب جہنم کا عذاب چکھو اس لیے کہ تم میری ملاقات کو فراموش کر چکے تھے لہٰذا ہم نے بھی تمہیں فراموش کر دیا ہے بس اب تم اپنے کیے کے بدلے میں ہمیشہ کا عذاب سہتے رہو۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین ارشادات فرمائے ہیں۔

① اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام جنّوں اور انسانوں کو ہدایت سے سرفراز کر دیتا۔ چاہنے سے مراد جبراً ہدایت دینا ہے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اچھائی اور برائی کا شعور دے کر یہ اختیار بخشا ہے کہ وہ اچھائی کریں یا برائی کریں۔ جہنم میں داخل ہونے والوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو فراموش کیا اور دنیا کو مقدم سمجھا جس وجہ سے انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

② یہاں مجرمین کے لیے "اَجْمَعِيْنَ" کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے مراد تمام کے تمام نافرمان جن اور انسان ہیں۔

③ اللہ تعالیٰ کا کسی کو فراموش کرنے کا یہ معنیٰ نہیں کہ خاکم بدھن کہ اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے فراموش کرنے کا معنیٰ ہے کہ

اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور ان پر نظر کرم نہیں فرمائے گا۔

«عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُلْقَى عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْجُوعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيثُونَ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيعٍ لاَ يُسْمِنُ وَلاَ يُغْنِي مِنْ جُوعٍ فَيَسْتَغِيثُونَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُونَ بِطَعَامٍ ذِي غُصَّةٍ فَيَذْكُرُونَ أَنَّهُمْ كَانُوا يُجِيزُونَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيثُونَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ إِلَيْهِمُ الْحَمِيمُ بِكَلاَلِيبِ الْحَدِيدِ فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوهِهِمْ شَوَتْ وُجُوهَهُمْ فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُونَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِي بُطُونِهِمْ فَيَقُولُونَ ادْعُوا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَى قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلاَّ فِي ضَلاَلٍ قَالَ فَيَقُولُونَ ادْعُوا مَالِكًا فَيَقُولُونَ (يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ) قَالَ فَيُجِيبُهُمْ (إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ) قَالَ الأَعْمَشُ نُبِّئْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ إِيَّاهُمْ أَلْفَ عَامٍ قَالَ فَيَقُولُونَ ادْعُوا رَبَّكُمْ فَلاَ أَحَدَ خَيْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَيَقُولُونَ (رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ) قَالَ فَيُجِيبُهُمْ (اخْسَئُوا فِيهَا وَلاَ تُكَلِّمُونِ) قَالَ فَعِنْدَ ذَلِكَ يَئِسُوا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَعِنْدَ ذَلِكَ يَأْخُذُونَ فِي الزَّفِيرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ» (رواه الترمذی: باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ [ضعيف])

''حضرت ابو درداء ﷺ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنمیوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی اور وہ بھوک اُس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ مبتلا ہوں گے وہ کھانا طلب کریں گے تو اُنہیں کھانے میں سوکھی گھاس دی جائے گی جس سے نہ موٹے ہونگے اور نہ اُن کی بھوک دور ہوگی وہ کھانا طلب کریں گے تو اُنہیں ایسا کھانا دیا جائے گا جو اُن کے حلق میں اٹک جائے گا وہ کہیں گے کہ دنیا میں جب کھانا حلق میں اٹک جاتا تھا تو ہم پانی کے ساتھ اُسے نیچے اتارتے تھے پانی طلب کریں گے تو انہیں گرم پانی لوہے کے برتنوں میں دیا جائے گا جب اپنے چہروں کے قریب کریں گے تو اُن کے چہرے جھلس جائیں گے اور جب اُسے اپنے پیٹ میں داخل کریں گے تو اُن کے پیٹ کٹ کے رہ جائیں گے وہ جہنم کے داروغے سے فریاد کریں گے اُنہیں جواب دیا جائے گا کیا تمہارے پاس رسول آیات لے کر نہیں آئے تھے؟ جہنمی جواب دیں گے ہاں! فرشتے کہیں گے تم چیختے چلاتے رہو تمہاری فریاد رائیگاں جائے گی۔ وہ کہیں گے ''مالک'' کو پکارو تو جہنمی مالک کو پکاریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہے کہ ہمارے مرنے کا فیصلہ فرما دے اُنہیں جواب دیا جائے گا تم ہمیشہ اِسی میں رہو گے حدیث بیان کرنے والے اعمش نے کہا اُن کو جہنم کے کنٹرولر فرشتے مالک کی طرف سے ایک ہزار سال کے بعد جواب دیا جائے گا دوزخی آپس میں کہیں گے کہ اپنے پروردگار کو پکارو تمہارے رب سے بہتر کوئی نہیں وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی

اور ہم گمراہ ہو گئے اے ہمارے پروردگار ہمیں جہنم سے نکال دے اگر ہم دوبارہ ایسے اعمال کریں تو ظالم ہوں گے اُنہیں جواب دیا جائے گا اِسی دوزخ میں رہو اور ہم سے کوئی بات نہ کرو اب وہ ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے اور آہ وزاریاں کریں گے اور کھانے پینے پر حسرت کا اظہار کریں گے اور واویلا کرتے رہیں گے۔''

مسائل

۱۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو جبراً ہدایت دینا چاہتا تو کوئی شخص گمراہ نہ ہوتا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نافرمان جنّوں اور انسانوں کو جہنم میں داخل کرے گا۔
۳۔ جو لوگ قیامت کو فراموش کریں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں فراموش کر دے گا۔
۴۔ کفار اور مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کی جہنّم میں آہ زاریاں:

۱۔ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے ہم تیری دعوت قبول اور تیرے رسول کی بات کو تسلیم کریں گے۔(ابراہیم: ۴۴)
۲۔ جہنّمی کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو واپس لوٹا دے۔(السجدۃ: ۱۲)
۳۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔(الفاطر: ۳۷)
۴۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال اگر دوبارہ ایسا کریں تو بڑے ظالم ہوں گے۔(المومنون: ۱۰۷)
۵۔ جب بھی جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو دوبارہ لوٹائے جائیں گے۔(السجدۃ: ۲۰)
۶۔ ہر جہنمی کی خواہش ہوگی کہ اُسے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے۔(الانعام: ۲۷ تا ۲۸)
۷۔ اے رب ہمارے! ہمیں یہاں سے نکال ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔(الفاطر: ۳۷)
۸۔ جب بھی ارادہ کریں گے کہ ہم نکلیں جہنم سے تو اس میں واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔(الحج: ۲۲)
۹۔ جہنم سے نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔(البقرۃ: ۱۶۷)
۱۰۔ وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں موت دے دے مالک جواب دے گا اب یونہی پڑے رہو گے۔(الزخرف: ۷۷)
۱۱۔ ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے اور کہیں گے کاش! میں نے رسول کو سمجھا ہوتا۔(الفرقان: ۲۷۔۳۰)
۱۲۔ جب یہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے اس میں ایک تنگ جگہ ٹھونسے جائیں گے تو اپنی موت کو پکاریں گے۔(الفرقان: ۱۳)

اِنَّمَا	یُؤْمِنُ	بِاٰیٰتِنَا	الَّذِیْنَ	اِذَا	ذُكِّرُوْا
صرف	ایمان لاتے ہیں	ہماری آیات پر	وہ لوگ	جب	وہ نصیحت کیے جاتے

بِهَا	خَرُّوْا	سُجَّدًا	وَّسَبَّحُوْا	بِحَمْدِ	رَبِّهِمْ
ان کے ساتھ	وہ گر پڑتے ہیں	سجدہ کرتے ہوئے	اور وہ پاکی بیان کرتے ہیں	حمد کے ساتھ	اپنے رب کی

وَهُمْ	لَا	یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾
اور وہ	نہیں	تکبر کرتے

''ہماری آیات پر تو صرف وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔'' (۱۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' کے احکام اور قیامت کو فراموش کر دینے والوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور قیامت پر یقین رکھنے والوں کا کردار۔

''اللہ'' کے باغیوں اور قیامت کے منکروں کے سامنے بار بار نصیحت پیش کرنے کا کچھ اثر نہیں ہوتا ان کے مقابلے میں جو لوگ اپنے رب پر ایمان رکھتے ہیں اور قیامت کے دن پر یقین کرتے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب بھی انہیں دین کی کوئی بات سمجھائی جائے یا ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا حکم آئے تو وہ قولاً اور عملاً اطاعت کا اظہار کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے میں پڑ کر اس کی حمد وثناء کرتے ہیں جس طرح اللہ کی حمد کرنے کا حکم دیا گیا ہے ایسے لوگ کسی حال میں بھی تکبر کرنے والے نہیں ہوتے ان میں یہ بات بدرجہ اتم پائی جاتی ہے کہ جب انہیں نماز کے لیے بلایا جائے تو وہ اپنے رب کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے اس کی بارگاہ میں قیام وسجود کرنے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

تکبر کا معنیٰ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے تاہم موقع کی مناسبت سے پھر تحریر کیا جاتا ہے۔

«اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ» (رواہ مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ)

''تکبر حق بات کو چھپانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَنْزِيلَ السَّجْدَةِ وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ» (رواہ ابوداؤد: باب مَا يُقْرَأُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ سجدہ اور سورہ دھر کی تلاوت کیا کرتے تھے۔''

نبی محترم ﷺ مشکل ترین وقت میں اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر اس کی مدد کے طلب گار ہوتے تھے غزوہ بدر کے

موقعہ پر اللہ کے حضور ان الفاظ میں عرض گزار ہوئے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ بَدْرٍ اللَّهُمَّ أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ فَقَالَ حَسْبُكَ فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ(سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ)» (رواه البخاری: کتاب المغازی)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن دعا کی۔''اے اللہ میں تیرے عہد اور وعدے کا تجھے واسطہ دیتا ہوں اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری عبادت نہ کی جائے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ بس کیجیے۔ آپ یہ کہتے ہوئے نکلے کہ عنقریب لشکروں کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'' [رواہ البخاری: باب قصۃ غزوۃ بدر)

حالات کا دباؤ اس قدر تھا کہ آپ ﷺ سجدے میں پڑے روتے ہوئے یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے اللہ ہماری نصرت فرما۔

سجدہ تلاوت کی دعا:

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ»

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم [صحیح])

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ قیام اللیل میں سجدہ تلاوت کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ میرا چہرہ اس ذات کا مطیع ہوا جس نے اپنی قدرت سے اسے بنا کر کان اور آنکھیں عطا کیے۔ اللہ تعالیٰ بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''

مسائل

۱۔ ایمان دار لوگ متکبر نہیں ہوتے۔

۲۔ ایمان داروں کے سامنے سجدہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ اپنے رب کے حضور سربسجود ہوتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

تکبر سے بچنے کا حکم:

۱۔ سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا۔ (ص: ۷۴) ۲۔ تکبر کرنا فرعون اور اللہ کے باغیوں کا طریقہ ہے۔ (القصص: ۳۹)

۳۔ تکبر کرنے والے کے دل پر اللہ مہر لگا دیتا ہے۔ (المؤمن: ۳۵) ۴۔ متکبر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ (النحل: ۲۳)

۵۔ اللہ تعالیٰ فخر و غرور کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ (النساء: ۳۶) ۶۔ تکبر کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ (المومن: ۷۶)

۷۔ اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الحدید: ۲۳)

تَتَجَافٰی	جُنُوْبُهُمْ	عَنِ	الْمَضَاجِعِ	یَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	خَوْفًا
الگ ہوتے ہیں	ان کے پہلو	سے	خواب گاہوں	وہ پکارتے ہیں	اپنے رب کو	خوف

وَّطَمَعًا ۫	وَّمِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	یُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾	فَلَا	تَعْلَمُ
اور امید کرتے ہوئے	اور اس میں سے جو	ہم نے انہیں رزق دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	پس نہیں	جانتا

نَفْسٌ	مَّآ	اُخْفِیَ	لَهُمْ	مِّنْ	قُرَّةِ	اَعْیُنٍ ۚ
کوئی نفس	جو	چھپا رکھی گئی	ان کے لیے	سے	ٹھنڈک	آنکھوں کی

جَزَآءًۢ	بِمَا	كَانُوْا	یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾
بدلہ ہے	بسبب اس کے جو	وہ تھے	عمل کرتے

''اُن کی کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور لالچ کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(۱۶) اور جو کچھ اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے چھپا رکھا ہے اسے کوئی نہیں جانتا یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے۔''(۱۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والے لوگ رات کے وقت اٹھ کر بھی اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

نیک لوگوں کے اوصاف حمیدہ میں یہ وصف ضرور شامل ہوتا ہے کہ وہ ساری رات خراٹے لے کر نہیں سوتے جونہی سحری کا وقت قریب ہوتا ہے وہ نیند سے اچاٹ ہوتے ہیں اور اپنے نرم و نازک اور آرام دہ بستروں سے اٹھ کر اپنے رب کے حضور خوف وطمع کی حالت میں فریادیں کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا جس کا کسی کے دل میں خیال بھی پیدا نہیں ہوسکتا یہ ان کے اچھے اعمال کا بدلہ ہوگا یہاں مومن کے دل کی کیفیت کا ذکر خوف اور طمع کے حوالے سے کیا گیا ہے مومن کی یہی حالت ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے اعمال کی طرف نگاہ کرتا ہے تو اسے ''اللہ'' کی پکڑ کا خیال آتا ہے جس پر لرزاں و ترساں ہوتا ہے۔ جب اس کا خیال اللہ تعالیٰ کی بے کراں رحمت کی طرف جاتا ہے تو اس کی امید اپنے رب پر مضبوط ہو جاتی ہے اس کیفیت کی وجہ سے مومن عسر، یسر میں عزیز و اقرباء اور مساکین پر خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی انتہاء دیکھیں مومن اپنی ضرورت کے لئے اپنے رب کو پکارتا ہے تو پھر بھی اسے ثواب دیا جاتا ہے۔

«عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ اِشْتَکٰی فَدَخَلَ عَلَیْهِ النَّبِیُّ ﷺ یَعُوْدُهٗ فَقَالَ کَیْفَ تَجِدُكَ یَا عُمَرُ؟ فَقَالَ أَرْجُوْ وَأَخَافُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اجْتَمَعَ الرَّجَاءُ

وَالْخَوْفُ فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ الرَّجَاءَ وَأَمِنَهُ الْخَوْفَ»

(رواہ البیھقی: باب فی الرجاء من اللہ تعالی [ضعیف])

''سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے پوچھا اے عمر! اپنے آپ کو کیسے محسوس کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا مجھے اُمید بھی ہے اور خوف بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے دل میں امید اور خوف دونوں حالتیں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اس کی امید پوری کر دیتے ہیں اور اسے خوف سے محفوظ فرما لیتے ہیں۔''

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَآ اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ}» (رواہ البخاری: باب ما جاء فی صفة الجنة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ان کے بارے میں کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا اگر پسند کرو تو اس آیت کی تلاوت کرو ''کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپا کے رکھی گئی ہے۔''

نمازِ تہجد کی فضیلت:

عبادات میں سب سے افضل عبادت فرض نماز ہے فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔ جسے نفل نماز قرار دیا گیا ہے نفل کا معنیٰ ہوتا ہے ''زائد چیز''۔ رسول محترم نے نوافل کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن فرض نماز کی کمی نفل نماز سے پوری کی جائے گی۔ تہجد کا لفظ ''جہد'' سے نکلا ہے۔ جس کا معنیٰ محنت اور کوشش کرنا ہے مراد ''نیند کے بعد بیدار ہونا ہے'' ظاہر ہے یہ کام ہمت اور کوشش کے بغیر نہیں ہوتا اس لیے جہد کا لفظ استعمال ہوا ہے کچھ اہل علم ضروری سمجھتے ہیں کہ تہجد کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ کر پڑھنی چاہیے ان کے بقول سونے سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل تہجد شمار نہیں ہوتے لیکن احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آدمی اپنی صحت اور فرصت کے پیش نظر رات کے کسی پہر میں تہجد پڑھ سکتا ہے البتہ تہجد کے لیے افضل ترین وقت آدھی رات کے بعد شروع ہوتا ہے۔

سحری کا وقت حاجات و مناجات اور سکون و اطمینان کے لیے وقت ہے کہ لیل و نہار کا کوئی لمحہ ان لمحات کا مقابلہ نہیں کر سکتا زمین و آسمان کی وسعتیں نورانی کیفیت سے لبریز دکھائی دیتی ہیں ہر طرف سکون و سکوت انسان کی فکر و نظر کو جلا بخشنے کے ساتھ خالقِ حقیقی کی طرف متوجہ کر رہا ہوتا ہے ایک طرف رات اپنے سیاہ فام دامن میں ہر ذی روح کو سلائے ہوئے ہے اور دوسری طرف بندۂ مومن اپنے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لیے

کروٹیں بدلتا ہوا اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ کہیں نیند کی غفلت میں پرنور لمحات گذر نہ جائیں وہ ٹھنڈی راتوں میں یخ پانی سے وضو کر کے رات کی تاریکیوں میں لرزتے ہوئے وجود اور کانپتی ہوئی آواز کے ساتھ شکر و حمد اور فقر و حاجت کے جذبات میں زار و قطار روتا ہوا فریاد کناں ہوتا ہے، وہ آنسوؤں سے اس طرح اپنی ردائے حیات کو دھوڈالتا ہے کہ اس کا دامن گناہوں کی آلودگی سے پاک اور وجود دنیا کی تھکن سے ہلکا ہو جاتا ہے۔ طویل ترین قیام اور دیر تک رکوع و سجود میں پڑا رہنے سے تہجد بندۂ مومن کو ذہنی اور جسمانی طور پر طاقت و توانائی سے ہمکنار کرتی ہے اگر تہجد گزار خورد و نوش میں مسنون طریقوں کو اپنائے تو اس کو کسی قسم کی سیر و سیاحت حتیٰ کہ معمولی ورزش کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ تہجد گزار بندوں کی اس طرح تعریف کرتا ہے۔

{ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝۱۶ }

(السجدة:۱۶)

''وہ اپنے بستروں سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔''

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی كُلَّ لَیْلَةٍ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا حِیْنَ یَبْقٰی ثُلُثُ اللَّیْلِ الْاٰخِرُ یَقُوْلُ مَنْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَسْاَلْنِیْ فَاُعْطِیَهٗ مَنْ یَسْتَغْفِرْنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ» (رواہ البخاری: باب التحریض علی قیام الیل)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب تعالیٰ رات کے آخری حصے میں آسمانِ دنیا پر تشریف لا کر فرماتا ہے: کون ہے جو مجھ سے طلب کرے کہ میں اسکو عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے بخشش اور مغفرت چاہے میں اسکو بخش دوں۔''

تفصیل کے لیے دیکھئے: (میری کتاب آپ ﷺ کا تہذیب و تمدن اور فہم القرآن جلد ۳ صفحہ: ۹۲۹۔ ۹۳۰)

صدقہ کی فضیلت:

«اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَةَ السُّوْءِ»

(رواہ الترمذی: باب ما جآء فی الصدقة [ضعیف])

''صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں پھر اس کو صدقہ کرنے والے کے لیے بڑھاتے رہتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورس کرتا ہے یہاں

تک کہ آدمی کا کیا ہوا صدقہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔'' (رواہ البخاری: باب الصدقة من کسب طیب)

«مَامِنْ مُّسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا فَأَكَلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ دَابَّةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ»

(رواہ البخاری: کتاب الأدب)

''جس مسلمان کے کھیت سے کسی انسان یا جانور نے دانہ کھایا اسے بھی صدقہ کا ثواب ملے گا۔''

«كُلُّ سُلَامَى عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ يُعِينُ الرَّجُلَ فِي دَابَّتِهِ يُحَامِلُهُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا إِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَدَلُّ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ» (رواہ البخاری: کتاب الجهاد والسیر)

''روزانہ ہر جوڑ پر صدقہ ہے کسی آدمی کو سواری دینا یا کسی کے سامان کو سواری پر رکھ لینا صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے نماز کے لیے جاتے ہوئے ہر قدم کا بدلہ صدقہ ہے اور کسی کو راستہ بتلانا صدقہ ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے بندے اپنے رب کے خوف اور اس کی رحمت کی طلب میں رات کے وقت اپنے بستروں سے اٹھ کر اپنے رب کے حضور قیام کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ کے بندے اپنے رب سے ڈرتے بھی ہیں اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھتے ہیں۔

۳۔ اللہ کے بندے عسر، یسر میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جس کا خیال کسی کے دل میں نہیں آ سکتا۔

تفسیر بالقرآن

نماز اور صدقہ کی فضیلت کے چند حوالے:

۱۔ نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بھی بے شک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ (العنکبوت: ۴۵)

۲۔ صدقہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دُگنا تگنا کر کے واپس کرے گا۔ (التغابن: ۱۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک بڑھا دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۶۱) ۴۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب کی کوئی حد نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۲۶۱)

۵۔ صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کو قرض دینا ہے۔ (الحدید: ۱۱) ۶۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ (یوسف: ۸۸)

۷۔ جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ تمھیں اس سے زیادہ دے گا۔ (سبا: ۳۹)

۸۔ مومنین اللہ کے راستے میں خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ (الرعد: ۲۲)

وقف غفلان

اَفَمَنْ	كَانَ	مُؤْمِنًا	كَمَنْ	كَانَ	فَاسِقًا ؕ	لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾
کیا پھر جو	ہے	مومن	اس جیسا ہوسکتا ہے جو	ہے	فاسق	نہیں وہ برابر ہوسکتے

اَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَلَهُمْ جَنّٰتُ
لیکن	جولوگ	وہ ایمان لائے	اورانہوں نے عمل کیے	نیک	توان کے لیے ہیں باغات

الْمَاْوٰى ۘ	نُزُلًا	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾
رہنے کے	بطورِ مہمانی	بدلے میں جو	تھے	وہ عمل کرتے

''کیا یہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو جائے جو فاسق ہو یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔(۱۸) جولوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں اُن کے اعمال کے بدلے اُن کی ضیافت کے لیے جنّتوں کی قیام گاہیں ہیں۔(۱۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آیت ۱۰ تا ۱۷ میں تابعدار اور نافرمانوں کے کردار اور انجام کا ذکر ہوا ہے اب کھلے الفاظ میں اعلان ہوتا ہے کہ تابعدار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے۔

اس سے پہلی آیات میں نافرمانوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے بنا کر اس کو کان، آنکھیں اور دل دیا تاکہ یہ اپنے وجود پر غور کر کے اور ''اللہ'' کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اس کا شکر گزار بننے کی کوشش کرتا رہے اللہ تعالیٰ کے شکر کی حقیقی صورت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے اور آخرت میں کامیاب ٹھہرے لیکن نافرمان اور قیامت کے منکر کہتے ہیں کیا ہمیں مرنے کے بعد پھر اٹھایا جائے گا؟ ایسے لوگوں کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ ہاں! نہ صرف انہیں اٹھایا جائے گا بلکہ جہنم میں بھی جھونکا جائے گا، ان کے مقابلے میں صاحبِ ایمان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جونہی ان کے سامنے ان کے رب کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو یہ تکبر کرنے کی بجائے اپنے رب کے حضور سربسجود ہوتے ہیں رات کو اٹھ اٹھ کر اپنے رب کے حضور خوف اور امید کے جذبات کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں عطا کیا گیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ان کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی گئی ہیں جن کے بارے میں کسی انسان کے دل میں تصور بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔اس تقابل کے بعد اعلان ہوتا ہے کہ مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے ایمان دار اور صاحب کردار لوگوں کے لیے جنت ہے جس میں ان کی مہمان نوازی کی جائے گی اور ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیا جائے گا جو نافرمان ٹھہرے ان کے رہنے کی جگہ جہنم کی دہکتی ہوئی آگ ہے وہ اس سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو ملائکہ انہیں مارتے اور جھڑکیاں دیتے ہوئے جہنم میں دور تک پیچھے دھکیل دیں گے ان کی اذیت اور غم میں اضافہ

وَ اَمَّا	الَّذِیْنَ	فَسَقُوْا	فَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ ؕ	كُلَّمَاۤ	اَرَادُوْۤا
اور لیکن	جن لوگوں نے	فسق کیا	تو ان کا ٹھکانا	آگ ہے	جب بھی	وہ ارادہ کریں گے

اَنْ	یَّخْرُجُوْا	مِنْهَاۤ	اُعِیْدُوْا	فِیْهَا	وَ قِیْلَ	لَهُمْ
یہ کہ	وہ نکلیں	اس سے	لوٹا دیے جائیں گے	اسی میں	اور کہا جائے گا	ان کے لیے

ذُوْقُوْا	عَذَابَ	النَّارِ	الَّذِیْ	كُنْتُمْ	بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۰
تم چکھو	عذاب	آگ کا	وہ جو	تم تھے	جس کو	تم جھٹلاتے

اور جنہوں نے نافرمانی اختیار کی ہے اُن کا ٹھکانا آگ ہے، جب اس سے نکلنا چاہیں گے اُسی میں دھکیل دیے جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا کہ اب آگ کے عذاب کا مزا چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔'' (۲۰)

کرنے کے لیے فرشتے اعلان کریں گے کہ بس تم جہنم کی آگ میں جلتے رہو کیونکہ تم قیامت اور جہنم کو جھٹلایا کرتے تھے۔

مسائل

۱۔ مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔

۲۔ مومنوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور انہیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دی جائے گی۔

۳۔ فاسقوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا انہیں کہا جائے گا کہ ہمیشہ آگ کے عذاب میں مبتلا رہو۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں کی جزا اور جہنمیوں کی سزا:

۱۔ جنت میں جنتیوں کو ہر نعمت میسر ہوگی جس کی وہ چاہت کریں گے۔ (الانبیاء: ۱۰۲)

۲۔ جنت کے میوے ٹپک رہے ہوں گے۔ (الحاقۃ: ۲۳) ۳۔ یقیناً متقی نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔ (الطور: ۱۷)

۴۔ جنت میں سونے اور لؤلو کے زیور پہنائے جائیں گے۔ (فاطر: ۳۳)

۵۔ جنتی سبز قالینوں اور مسندوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ (الرحمٰن: ۷۶)

۶۔ جنتیوں کو شرابِ طہور دی جائے گی۔ (الدھر: ۲۱) ۷۔ جہنمیوں کو پیپ اور لہو پلایا جائے گا۔ (ابراہیم: ۱۶)

۸۔ جہنمیوں کو آگ کے ستونوں سے باندھ دیا جائے گا۔ (الھمزہ: ۹۰)

۹۔ جہنمیوں کے جسم بار بار بدلے جائیں گے تاکہ انہیں پوری پوری سزا دی جا سکے۔ (النساء: ۵۶)

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ	مِّنَ	الْعَذَابِ	الْاَدْنٰى
اور ہم ضرور چکھائیں گے انہیں	سے	عذاب	کمتر

دُوْنَ	الْعَذَابِ	الْاَكْبَرِ	لَعَلَّهُمْ
پہلے	عذاب	بڑے	تا کہ وہ

يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾

لوٹیں

''بڑے عذاب سے پہلے ہم انہیں دنیا میں چھوٹے عذاب کا مزا چکھاتے رہیں گے، شاید وہ اپنی روش سے باز آجائیں۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرنے والوں کی آخرت سے پہلے دنیا میں سزا۔

جو لوگ اپنے رب کے احکام کا انکار کرتے ہیں اور قیامت کے حساب و کتاب کو جھٹلاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان سے اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعراض کرنے والا شخص بڑا ظالم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مجرموں سے انتقام لیں گے قیامت کو انہیں بڑا عذاب ہوگا لیکن دنیا میں بھی چھوٹے چھوٹے عذابوں کے ساتھ ان سے انتقام لیا جاتا ہے۔ کافر اور مشرک آخرت کے عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے لیکن دنیا کے چھوٹے عذاب سے انہیں اکثر اوقات اس لیے نجات دی جاتی ہے تا کہ یہ اپنے رب کی طرف لوٹ آئیں۔ آخرت اور دنیا کے عذاب میں یہ فرق ہے کہ آخرت کا عذاب کافر، مشرک پر ہلکا نہیں ہوگا۔ لیکن دنیا کے عذاب میں سزا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی شامل ہوتی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے عذاب سے نجات پانے کے لیے اس کی طرف رجوع کریں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما کر قیامت کے بڑے عذاب سے بچا لے اس طرح دنیا کے عذاب میں شفقت کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے۔ بڑے عذاب سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔

مسائل

۱۔ جو شخص اللہ کی آیات کو جھٹلاتا ہے وہ بڑا ظالم ہے۔ ۲۔ ظالموں سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انتقام لیتا ہے۔
۳۔ دنیا میں سزا دینے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تا کہ بندہ اپنے رب سے معافی مانگ لے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے چھوٹے عذاب دیتا ہے تا کہ لوگ اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔
۵۔ دنیا کے عذاب میں اللہ تعالیٰ کی شفقت پنہاں ہوتی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ

اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے اسے نصیحت کی گئی آیات کے ساتھ اس کے رب کی پھر

اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

اس نے اعراض کیا اس سے بلاشبہ ہم سے مجرموں انتقام لینے والے ہیں

۲ ع ۱۱ ۱۵

''اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ سمجھایا جائے اور وہ ان سے منہ پھیر لے، ایسے مجرموں سے ہم انتقام لیں گے۔'' (۲۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیا میں ہلکے پھلکے عذاب اس لیے دیتا ہے تاکہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور اس کی رحمت کے حقدار بن جائیں مگر ظالم لوگ پھر بھی اعراض کیے رکھتے ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم لوگوں کو بڑا عذاب دینے سے پہلے اس لیے چھوٹے، چھوٹے عذاب دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیں لیکن ظالم لوگ نہ نصیحت قبول کرتے ہیں اور نہ ہی وہ چھوٹے، چھوٹے عذابوں سے ڈرتے ہیں جب لوگوں کی یہ حالت ہو جائے تو پھر ظالموں سے انتقام لیا جاتا ہے اور ایک طرف ان کے گناہوں کی سزا دی جاتی اور دوسری طرف مظلوموں کا بدلہ چکایا جاتا ہے تاکہ دنیا کا نظام درہم برہم ہونے سے بچ جائے اور مظلوموں کو ریلیف دیا جائے۔ اسی اصول کے پیش نظر قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ مدین، آلِ فرعون اور دیگر اقوام پر عذاب نازل ہوئے اور انہیں نیست و نابود کر کے دوسری اقوام کو کردار ادا کرنے کا موقعہ دیا گیا۔

مسائل

۱۔ جو قوم مسلسل اعراض کا (ردّیہ) اختیار کرے اس پر بڑا عذاب نازل کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ظالموں سے دنیا میں بھی انتقام لیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ظالم اقوام پر نازل ہونے والے عذاب:

۱۔ قومِ نوح طوفان کے ذریعے ہلاک ہوئی۔ (الاعراف: ۱۳۶) ۲۔ عاد زبردست آندھی کے ذریعے ہلاک ہوئے۔ (الحاقۃ: ۶)
۳۔ قومِ عاد کو تند و تیز آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔ (الحاقۃ: ۶) ۴۔ ثمود زوردار دھماکے کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔ (الحاقۃ: ۵)
۵۔ قومِ لوط کی بستی کو الٹ کر ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ (الحجر: ۷۴)
۶۔ ہم نے اوپر والی سطح کو نیچے کر دیا اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسا دی جو تہہ بہ تہہ تھے خاص نشان لگے ہوئے۔ (ھود: ۸۲)

وَ لَقَدْ	اٰتَیْنَا	مُوْسَی	الْكِتٰبَ	فَلَا	تَكُنْ	فِیْ
اورالبتہ تحقیق	ہم نے دی	موسیٰ کو	کتاب	لہٰذا نہ	آپ ہوں	میں
مِرْیَةٍ	مِّنْ	لِّقَآىِٕهٖ	وَ جَعَلْنٰهُ	هُدًی	لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۳﴾
شک	سے	اس کی ملاقات	اور ہم نے بنایا اس کو	ہدایت	بنی اسرائیل کے لیے
وَ جَعَلْنَا	مِنْهُمْ	اَىِٕمَّةً	یَّهْدُوْنَ	بِاَمْرِنَا	لَمَّا	صَبَرُوْا ؕ
اور ہم نے بنائے	ان میں سے	پیشوا	وہ رہنمائی کرتے	ہمارے حکم سے	جب	انہوں نے صبر کیا
وَ كَانُوْا	بِاٰیٰتِنَا	یُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	یَفْصِلُ
اور تھے وہ	ہماری آیتوں پر	یقین رکھتے	بلاشبہ	آپ کا رب	وہ	فیصلہ کرے گا
بَیْنَهُمْ	یَوْمَ	الْقِیٰمَةِ	فِیْمَا	كَانُوْا	فِیْهِ	یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾
ان کے درمیان	دن	قیامت کے	اس میں جو	وہ تھے	اس میں	اختلاف کرتے

''یقیناً ہم موسیٰ کو کتاب دے چکے ہیں لہٰذا اُس کے ملنے پر تمہیں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے، اُس کتاب کو ہم نے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا تھا۔ (۲۳) اور جب انہوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے اور وہ ہمارے ارشادات پر یقین رکھتے تھے۔ (۲۴) یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے۔'' (۲۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں سے انتقام لیا ان میں آلِ فرعون بھی شامل ہیں اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مختصر ذکر کرنے کے بعد آلِ فرعون کے انجام کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جس میں بنی اسرائیل کے لیے راہنمائی تھی اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ایسے راہنما مقرر فرمائے جو اس کے حکم کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کرتے مگر لوگوں نے ان کی راہنمائی قبول کرنے کی بجائے ان کی مخالفت کی اور انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں جس پر راہنماؤں نے صبر سے کام کیا کیونکہ وہ اپنے رب کے ارشادات پر یقین رکھنے والے تھے کہ انہیں تکلیفوں کے بدلے ضرور اجر سے نوازا جائے گا جن لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقرر کردہ راہنماؤں سے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا، بنی اسرائیل میں ائمہ مقرر کرنے سے مراد انبیاء عظام علیہم السلام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث کیے اور ان سے مراد وہ بارہ رہنما بھی ہو سکتے ہیں جنہیں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے

نائب کے طور پر بارہ قبیلوں کا نقیب مقرر کیا تھا یہاں پہلی آیت میں {فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ} کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ کفار اپنے رب کی ملاقات یعنی قیامت کے دن کے بارے میں شک میں ہیں لیکن اے نبی ﷺ آپ کو اپنے رب کی ملاقات پر کامل یقین رہنا چاہیے کہ اس دن آپ کے اور آپ کے مخالفوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ بعض اہل علم نے ان الفاظ کا یہ بھی معنیٰ لیا ہے کہ اس ملاقات سے مراد نبی اکرم ﷺ کی معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہونے والی ملاقات ہے۔

«عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ اُنَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفِدَ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ مَا یَکُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَّسْتَعِفَّ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللّٰہُ وَمَنْ یَّتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَآءً ھُوَ خَیْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ» (رواہ البخاری: باب الصبر عن محارم اللہ)

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انصار کے کچھ لوگوں نے رسول ﷺ سے مال کیلئے سوال کیا آپ ﷺ نے ان کو مال دیا حتیٰ کہ جو مال آپ کے پاس تھا ختم ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس جتنا مال ہو میں دینے سے انکار نہیں کروں گا لیکن جو شخص سوال کرنے سے خود کو بچائے اللہ تعالیٰ بھی اسے بچائے گا اور جو بے نیازی اختیار کریگا اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیگا جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر عنایت فرمائے گا کوئی شخص صبر سے بہتر اور فراخی والے تحفہ سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں دیا گیا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی جو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا سرچشمہ تھی۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لیے دینی رہنما مبعوث فرمائے۔ ۳۔ قوم کے راہنما کو صابر ہونا چاہیے۔
۴۔ رہنما کو اللہ تعالیٰ پر یقین ہونا چاہیے کہ اُسے ضرور بہترین بدلہ دیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

صبر کے فوائد:

۱۔ اللہ کی رفاقت اور دستگیری صبر کرنے والوں کے لیے ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۲)
۲۔ صبر اور نماز کے ذریعے اللہ کی مدد طلب کرو۔ (البقرۃ: ۱۵۲) ۳۔ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔ (الزمر: ۱۰)
۴۔ بے شک جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا انہیں کوئی خوف اور حزن و ملال نہیں ہوگا۔ (الاحقاف: ۱۳)

اَوَ	لَمْ	یَهْدِ	لَهُمْ	كَمْ	اَهْلَكْنَا
کیا	نہیں	واضح ہوا	ان کے لیے	کتنی	ہم نے ہلاک کر دیا

مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنَ	الْقُرُوْنِ	یَمْشُوْنَ	فِیْ	مَسٰكِنِهِمْ ؕ
ان سے پہلے	سے	امتوں	وہ چلتے پھرتے تھے	میں	ان کے گھروں

اِنَّ	فِیْ	ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ ؕ	اَفَلَا	یَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾
بے شک	میں	اس	البتہ نشانیاں ہیں	کیا پھر نہیں	وہ سنتے

''اور کیا ان پر واضح نہیں ہوا کہ ان سے پہلے ہم کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں اس میں ضرور نشانیاں ہیں کیا پھر بھی یہ توجہ سے نہیں سنتے۔''(۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حق اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اختلاف کرنے والوں کا انجام۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اختلاف کرنے والے فرعون، ہامان، قارون اور ان کے ساتھیوں کا جو انجام ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جن لوگوں نے اختلاف کیا ان کا حشر دیکھنا چاہو تو دنیا کی تاریخ پڑھو اور چل پھر کر ان کے مقامات دیکھو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جن کے اقتدار کا پھریرا چار سو لہرا رہا تھا۔ ربِ ذوالجلال کا حکم نازل ہوا تو ان کا نام ونشان مٹا دیا گیا۔ قومِ عاد، قومِ صالح اور قومِ مدین عرب کے علاقہ میں بستیں تھیں مکہ والے تجارت کے لیے سفر کرتے تو ان کے کھنڈرات سے گزرتے تھے۔ ان کے واقعات میں عبرت کے بہت سے اسباق ہیں مگر ان لوگوں کے لیے جو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے اور نصیحت پانے کے لیے سنتے ہیں۔ قرن سے مراد کسی قوم کے اقتدار کا دورانیا، ایک نسل یا ایک صدی شمار کیا جاتا ہے۔

مسائل

۱۔ تباہ ہونے والی اقوام اپنے سے بعد والی اقوام کے لیے نشانِ عبرت ہیں۔ ۲۔ قوموں کے انجام میں عبرت پائی جاتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اقوام کی تباہی:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اقوام کو تباہ کیا۔(الانعام:۶)۲۔ جب تم سے پہلے لوگوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔(یونس:۱۳)
۳۔ قومِ نوح طوفان کے ذریعے ہلاک ہوئی۔(الاعراف:۶۔۱۳)۴۔ ثمود زوردار آواز کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔(الحاقۃ:۵)
۵۔ عاد زبردست آندھی کے ذریعے ہلاک ہوئے۔(الحاقۃ:۶)۶۔ آلِ فرعون کو سمندر میں ڈبو دیا گیا۔(یونس:۹۰)

اَوَ	لَمْ	یَرَوْا	اَنَّا	نَسُوْقُ	الْمَآءَ	اِلَی الْاَرْضِ
کیا	نہیں	انہوں نے دیکھا	بے شک ہم	چلاتے ہیں	پانی کو	طرف زمین کی
الْجُرُزِ	فَنُخْرِجُ	بِهٖ	زَرْعًا	تَاْكُلُ	مِنْهُ	اَنْعَامُهُمْ
چٹیل	پھر ہم نکالتے ہیں	ساتھ اس کے	کھیتی	کھاتے ہیں	اس سے	ان کے چوپائے
وَ اَنْفُسُهُمْ ؕ	اَفَلَا	یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾	وَ یَقُوْلُوْنَ	مَتٰی	هٰذَا	الْفَتْحُ
اوران کے نفس	کیا پھر نہیں	وہ دیکھتے	اور وہ کہتے ہیں	کب ہوگا	یہ	فیصلہ

''اور کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ایک بے آب وگیاہ زمین کی طرف پانی بہا لے جاتے ہیں اور پھر زمین سے فصل اُگاتے ہیں۔ جس سے ان کی جانوروں کو بھی چارہ ملتا ہے اور یہ خود بھی کھاتے ہیں کیا انہیں کچھ نہیں سمجھ آتا۔ (۲۷) یہ لوگ کہتے ہیں کہ فیصلہ کب ہوگا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: پہلی اقوام کے جرائم میں ایک جرم یہ بھی تھا کہ وہ قیامت کے دن زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے یہاں تاریخی اور جغرافیائی نشانیوں کی نشاندہی کرنے کے بعد بارش سے سبق حاصل کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں اقوام کے تباہ شدہ کھنڈرات سے عبرت حاصل کرنے کی طرف اشارہ ہے اور اب بارش اور اس کے پانی سے اُگنے والی نباتات پر غور کرنے کی طرف دعوت دی گئی ہے دیکھو اور غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح بارش نازل کرتا ہے اور پھر اس پانی سے زمین کو سیراب کرتا اور فصلیں اگاتا ہے اس سے تمہارے چوپائے بھی کھاتے اور تم بھی اپنی خوراک حاصل کرتے ہو لیکن پھر بھی تم عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے!

بارش بذات خود اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ اور اس کی رحمت کا سرچشمہ ہے اس سے کیڑے مکوڑے، درند، پرند، چوپائے اپنے حسب حال اور ضرورت کے مطابق مستفید ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے نباتات، انگوریاں اور فصلیں پیدا کرتا ہے جس سے دوسری مخلوق کے ساتھ چوپائے اور انسان اپنی روزی حاصل کرتے ہیں۔ بارش کے فوائد ذکر کرنے کے ساتھ یہ بتانا مقصود ہے کہ بارش کی وجہ سے زمین سے نباتات اُگتی ہے اسی طرح ایک دن آئے گا جب تمہاری موت کے بعد تمہیں بھی اٹھالیا جائے گا یہ لوگ سب کچھ سُننے اور دیکھنے کے باوجود آپ سے سوال کرتے ہیں کہ فیصلے کا دن کب آئے گا؟ اس سوال کے پہلے بھی جواب دیئے گئے ہیں یہاں صرف یہ بتلایا ہے کہ آپ انہیں فرمادیں کہ جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں یہ قیامت دیکھنے کے بعد ایمان لائیں گے لیکن ان کا ایمان اس دن انہیں فائدہ نہیں دے گا اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی اگر یہ لوگ اس پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں تو آپ ان کا خیال چھوڑ دیں آپ بھی انتظار فرمائیں اور یہ بھی انتظار کریں۔

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾	قُلْ	يَوْمَ	الْفَتْحِ	لَا يَنْفَعُ
اگر	ہوتم	سچے	فرمادیجیے	دن	فیصلے کا	نہیں نفع دے گا

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِيْمَانُهُمْ	وَلَا	هُمْ	يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾
ان لوگوں کو	جنہوں نے کفر کیا	ان کا ایمان لانا	اور نہ ہی	وہ	مہلت دیے جائیں گے

فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	وَانْتَظِرْ	اِنَّهُمْ	مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع
آپ اعراض کریں	ان سے	اور آپ انتظار کریں	بلاشبہ وہ	منتظر ہیں

اگر تم سچے ہو۔(۲۸) انہیں بتلائیں کہ فیصلے کے دن ایمان لانا اُن کے لیے سود مند نہیں ہوگا جنہوں نے کفر کیا ہے اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔(۲۹) بس انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور انتظار کرو یہ بھی انتظار کریں۔''(۳۰)

اللہ تعالیٰ چاہے گا تو دنیا میں ان کی پکڑ کرے گا ورنہ قیامت کے دن ان سے ضرور پوچھا جائے گا۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن کفار کا ایمان لانا انہیں کچھ فائدہ نہیں دے گا۔

۲۔ ضدی لوگوں کے ساتھ الجھنے کی بجائے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

ہٹ دھرم اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا حکم:

۱۔ نبی ﷺ کو جاہلوں سے اعراض کی ہدایت تھی۔(اعراف:۱۹۹)

۲۔ موسیٰ علیہ السلام نے جہالت سے پناہ مانگی۔(البقرۃ:۶۷)

۳۔ حضرت نوح کو جہالت سے بچنے کا حکم۔(ھود:۴۶)

۴۔ جاہلوں سے بحث کی بجائے اجتناب اور اعراض کرنا چاہیے۔(الفرقان:۶۳)

۵۔ اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر جمع فرما دیتا پس آپ جاہلوں میں سے نہ ہوں۔(الانعام:۳۵)

۶۔ آپ ﷺ جاہلوں سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں کیونکہ اللہ ہی نگہبان ہے۔(النساء:۸۱)

۷۔ جہالت کے بارے میں حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔(ھود:۴۷)

سورۃ الاحزاب کا تعارف

الاحزاب کا لفظ اس سورت کی بیسویں آیت میں آیا ہے اس کے نو رکوع اور تہتر آیات ہیں یہ سورۃ مدینہ طیبہ اور اس کے گردونواح میں نازل ہوئی ہے اس سورۃ کے مرکزی مضامین یہ ہیں۔

ربطِ سورۃ: سورۃ السجدہ کے اختتام میں فرمایا کہ منکرینِ حق سے بحث وتکرار کرنے کی بجائے ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ الاحزاب کے آغاز میں بتلایا ہے کہ کفار اور منافقین کے پیچھے چلنے کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا اور اس سے ڈرنا چاہیے۔

اس سورۃ کا نام الاحزاب ہے جو ''حِزْبٌ'' کی جمع ہے حزب کا معنی ہے گروہ۔ غزوۂ خندق میں مکہ والوں کے ساتھ اور بھی بہت سے گروہ شامل تھے اس لیے اس سورت کا نام الاحزب رکھا گیا۔

اہلِ مکہ کسی صورت بھی مسلمانوں کا وجود تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ غزوہ احد کے بعد ان کی یہ حالت ہو چکی تھی کہ وہ دن رات سوچتے تھے کہ مسلمانوں کو کس طرح ملیا میٹ کیا جائے۔ اُحد کی جزوی کامیابی کے بعد ان کے حوصلے بڑھ گئے اس لیے انہوں نے مکہ کے اردگرد رہنے والے قبائل کو یکجا کیا اور اس کے ساتھ مدینے کے یہودیوں اور منافقوں سے ساز باز کی اور طے کیا کہ سب مل کر مدینہ پر اس طرح حملہ کریں کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے ختم کر دیا جائے۔ اس کے لیے دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں۔ نبی معظم ﷺ کو جونہی اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر باہمی مشورے سے مدینہ کی خالی جانب خندق کھودنے کا انتظام کیا۔

① ۔ نبی علیہ السلام کے حوالے سے آپ اور تمام مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی گئی کہ کفار اور منافقین کے پیچھے لگنے کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کرنا اور ہر حال میں ''اللہ'' پر بھروسہ کرنا ہے۔

② ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اس نے ہر انسان کے سینے میں ایک ہی دل بنایا ہے۔ جس میں بیک وقت ایک ہی خوف اور فکر سما سکتی ہے اگر تم واقعی اپنے دلوں میں ایک ہی رب کی اطاعت کا جذبہ لیے ہوئے ہو تو یاد رکھو اپنی خواہشات کے پیچھے لگنے کی بجائے صرف اپنے رب کے حکم کے پیچھے لگو اور اس سے ڈرو اس کا حکم ہے کہ تمہارے کہنے پر تمہاری بیویاں تمہاری مائیں نہیں بن جاتیں اور نہ ہی تمہارے متبنّٰی بیٹے تمہارے حقیقی بیٹے بن سکتے ہیں اس لیے انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارا کرو۔

③ ۔ مرتبہ اور محبت کے اعتبار سے ''اللہ'' کا نبی مومنوں کے نزدیک ان کی جانوں سے زیادہ محترم اور محبوب ہے اور ہونا چاہیے اسی بنا پر صرف نبی ﷺ کی شان ہے کہ اس کی بیویاں عام عورتوں کی طرح نہیں بلکہ وہ تمہاری ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔

④ ۔ غزوۂ احزاب کی کیفیت اور اس کے حالات کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد حکم دیا کہ اللہ کا رسول ہر حال میں تمہارے

لیے اسوۂ حسنہ بنایا گیا ہے لہٰذا ہر حال میں تمہیں اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنی چاہیے۔

⑤۔ نبی ﷺ کی بیویوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو اس لیے تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہوئے مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ بننا چاہیے جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا وہ اپنے رب سے بڑا اجر پائے گا بڑا اجر پانے کے لیے ضروری ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو آخری فیصلہ تصور کریں جس نے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو آخری فیصلہ تسلیم نہ کیا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوگا۔

⑥۔ اس سورۃ کے پانچویں رکوع کے آخر میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر ہوا ہے جن کا آپس میں نباہ نہ ہو سکا۔ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی عدت پوری ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ایک اور رسم کا خاتمہ کرنے کے لیے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور ساتھ ہی اس بات کی وضاحت فرمائی کہ محمد ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں جب آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تو زید رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ کی بہو کس طرح ہو سکتی ہے؟ نبی علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کا اعزاز اور مقام دے کر نبوت کے سلسلے کو ہمیشہ کے لیے مکمل کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کی ذمہ داری ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اور ہدایت کے چمکتے ہوئے سورج ہیں۔

⑦۔ اس سورۃ کے چھٹے اور ساتویں رکوع میں ان رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے ساتھ آدمی نکاح کر سکتا ہے اور آٹھویں رکوع میں ازواجِ مطہرات اور مومن عورتوں کو پردہ کرنے کا طریقہ اور اس کا فائدہ ذکر کیا ہے۔

سورۃ الاحزاب کے اختتام میں خلافت کی امانت کا ذکر کیا ہے جس کو اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑوں نے بھی معذرت کر لی تھی مگر انسان نے اپنی جہالت کی وجہ سے اسے اٹھا لیا اور اس جہالت کا نتیجہ ہے کہ کچھ لوگ منافق ہوئے اور کچھ مشرک ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن عذاب دے گا اور جن مومن بندوں اور عورتوں نے اس امانت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی مگر بتقاضائے بشریت ان سے خطائیں سرزد ہو گئیں اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے گا کیونکہ وہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا - ۹
اٰيَاتُهَا - ۷۳

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اتَّقِ	اللّٰهَ	وَلَا	تُطِعِ	الْكٰفِرِيْنَ
اے	نبی	آپ ڈریں	اللہ سے	اور نہ	آپ اطاعت کریں	کافروں
وَالْمُنٰفِقِيْنَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا ۝۱	وَّاتَّبِعْ
اور منافقوں کی	بلاشبہ	اللہ	ہے	خوب جاننے والا	بڑا حکمت والا	اور آپ پیروی کریں
مَا	يُوْحٰٓى	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ
جو	وہ وحی کی جاتی ہے	آپ کی طرف	سے	آپ کے رب	بے شک	اللہ	ہے
بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	خَبِيْرًا ۝۲	وَّتَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ ؕ	
ساتھ اس کے جو	تم کرتے ہو	خبردار	اور آپ توکل کیجیے	پر	اللہ	
وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا ۝۳				
اور کافی ہے	اللہ	کارساز				

''اے نبی ''اللہ'' سے ڈرو، کفار اور منافقین کی اطاعت نہیں کرنا حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہر بات جاننے والا اور حکیم ہے۔(۱) اُس بات کی پیروی کرو جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جاتی ہے جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔(۲) اللہ پر توکل کرو وہ پوری طرح کارساز ہے۔''(۳)

فہم القرآن

سورۃ السّجدۃ کا اختتام اس فرمان پر ہوا کہ ہٹ دھرم لوگوں سے اعراض کرنا چاہیے الاحزاب کا آغاز اس بات سے کیا کہ ہٹ دھرم اور جاہلوں سے صرف اعراض ہی نہیں کرنا بلکہ ان کی مخالفت کو بھی خاطر میں نہیں لانا اس لیے اے نبی ﷺ آپ کو ہر حال میں وحی الٰہی کی اتباع کرنا ہے۔

مکہ معظمہ میں آپ کے مخالف مشرکین تھے مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ کا واسطہ، یہود اور منافقوں سے پڑا جو صبح وشام آپ کے خلاف سازشیں کرتے اور نئے سے نیا الزام لگاتے اور اسے پھیلاتے رہتے تھے مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے متبنّٰی بیٹے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے ساتھ کیا تا کہ مسلم معاشرے میں طبقاتی اونچ نیچ ختم کی جاسکے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ذہنی طور پر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کرنے کے حق میں نہ تھی مگر اللہ

کے نبی ﷺ کا حکم سمجھ کر آمادہ ہوگئیں لیکن معاشرتی امتیاز اور طبیعتیں نہ ملنے کی وجہ سے نباہ مشکل ہوا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ گاہے گاہے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گھریلو حالات عرض کرتے نبی ﷺ پیار اور محبت سے سمجھاتے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکتا ہے نباہ کرنا چاہیے اس کوشش کے باوجود رشتہ ٹوٹ جاتا ہے جونہی یہ رشتہ منقطع ہوا ''اللہ'' کا حکم ہوا کہ اے نبی ﷺ آپ زینب کو اپنے حرم میں شامل کرلیں تاکہ زینب کی دلجوئی کے ساتھ ایک اور رسم کا خاتمہ ہو سکے اس زمانے میں لوگ متبنّٰی بیٹے کی بیوی کو حقیقی بہو کا درجہ دیتے تھے متبنّٰی کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنا آپ ﷺ کے لیے بڑی آزمائش اور مخالفوں کے لیے پراپیگنڈہ کا ایسا بہانہ تھا جس کا دفاع کرنا اس وقت کے حالات کے مطابق انتہائی مشکل تھا اس لیے اس سورۃ کی ابتدا ہی ان الفاظ سے ہوئی کہ اے نبی ﷺ کفار اور مشرکین کے پیچھے لگنے کی بجائے آپ کو صرف ''اللہ تعالیٰ'' سے ڈرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہر قسم کے حالات کو اچھی طرح جانتا ہے اور اس کے ہر حکم میں حکمت پائی جاتی ہے اس لیے آپ کو اپنے رب کی وحی کی پیروی کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور معاملات سے اچھی طرح باخبر ہے اسی پر بھروسہ کریں وہ ہر معاملے میں آپ کو کافی ہے یعنی اسے معلوم ہے کہ میں نے اپنے بندے کا دفاع کس طرح کرنا ہے جب وہ کسی کی حفاظت اور دفاع کا فیصلہ کرتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا بال برابر بھی نقصان نہیں کرسکتی۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن حارثہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت لے کر آئے آپ نے حضرت زید کو فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو نہ چھوڑو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ اگر کسی چیز کو چھپانے والے ہوتے تو آپ اس بات کو چھپاتے راوی بیان کرتے ہیں سیدہ زینت رضی اللہ عنہا اسی بنیاد پر نبی ﷺ کی دوسری ازواج مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے اہل وعیال نے کیے لیکن میرے نکاح کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فرمایا ہے۔'' (رواہ البخاری: باب وکان عرشہ علی الماء)

مسائل

۱۔ مسلمان کو صرف ایک ''اللہ'' سے ڈرنا اور اسی کے حکم کی اتباع کرنا چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال سے اچھی طرح باخبر ہے۔

۳۔ اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے جو اس پر بھروسہ کرتا ہے ''وہ'' اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

نبی علیہ السلام اور تمام انسانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم:

''اے نبی ''اللہ'' سے ڈرو۔ (الاحزاب:۱) ۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ خاص مجھ ہی سے ڈرو۔ (البقرۃ:۴۱) (الطلاق:۱۰) (المائدۃ:۱۰۰) (الاحزاب:۷۰) (النساء:۱) (المائدۃ:۵۷) (الحجرات:۱۰) (آل عمران:۱۰۲) (المائدۃ:۹۶)

مَا	جَعَلَ	اللّٰهُ	لِرَجُلٍ	مِّنْ	قَلْبَيْنِ	فِيْ جَوْفِهٖ ۚ
نہیں	بنائے	اللہ نے	کسی انسان کے لیے	سے	دو دلوں	میں اس کے سینے
وَمَا	جَعَلَ	اَزْوَاجَكُمُ	الّٰٓـِٔيْ	تُظٰهِرُوْنَ	مِنْهُنَّ	اُمَّهٰتِكُمْ ۚ
اور نہیں	اس نے بنایا	تمہاری بیویوں کو	وہ جو	تم ظہار کرتے ہو	ان سے	تمہاری مائیں
وَمَا	جَعَلَ	اَدْعِيَآءَكُمْ	اَبْنَآءَكُمْ ؕ	ذٰلِكُمْ	قَوْلُكُمْ	
اور نہیں	اس نے بنایا	تمہارے لے پالک	بیٹے تمہارے	یہ	تمہارا کہنا	
بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ	وَاللّٰهُ	يَقُوْلُ	الْحَقَّ	وَهُوَ يَهْدِي	السَّبِيْلَ ۝۴	
اپنی زبانوں سے	اور اللہ	وہ کہتا ہے	حق	اور وہی ہدایت دیتا ہے	راستے کی	

''اللہ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے، نہ اس نے تمہاری اُن بیویوں کو مائیں بنایا ہے جن سے تم ظِہار کرتے ہو اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو تم اپنی زبان سے نکال دیتے ہو، مگر اللہ وہ فرماتا ہے جو حقیقت پر مبنی ہوتا ہے اور وہی صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ (۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی اکرم ﷺ کو ''اللہ'' پر توکل کرنے کی تلقین کرنے کے بعد مسلم معاشرے سے رسومات کو ختم کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے ہی لوگوں کی مخالفت کی پروہ کیے بغیر رسومات کا خاتمہ کیا کرتے ہیں۔

عرب معاشرہ میں متبنّیٰ بیٹے کو حقیقی بیٹے کا درجہ دینا اور جذبات میں آکر اپنی بیوی کو ماں کہہ بیٹھنا حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا ان الفاظ اور رسومات کے خلاف کرنا اس طرح تھا جیسے کوئی شخص خودکشی کرنے کا اعلان کردے۔ لوگوں کے دلوں سے ان رسومات کو کھرچ ڈالنے کے لیے ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے کہ ایک دل میں اپنے رب کا خوف رکھے اور دوسرے دل میں لوگوں کا خوف سمایا رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کے سینے میں ایک ہی دل رکھا ہے تو اس کے دل میں ایک ہی ذات کا خوف اور اس کے حکم کا احترام ہونا چاہیے لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہیں انہیں سن لینا چاہیے کہ اس طرح ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں اور جن لے پالکوں کو تم اپنا بیٹا قرار دیتے ہو وہ تمہارے حقیقی بیٹوں کا درجہ نہیں حاصل کرسکتے یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں یعنی تمہارے اپنے الفاظ اور محبت کے جذبات ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے وہی سچ ہے اور وہ ہر معاملے میں سیدھے راستے کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ اس کا حکم ہے کہ تم اپنے لے پالک بچوں کو ان کے حقیقی باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ ''اللہ'' کے نزدیک یہی انصاف کی بات ہے اگر تمہیں ان کے باپوں کا نام معلوم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں اس

اُدْعُوْهُمْ	لِاٰبَآىِٕهِمْ	هُوَ	اَقْسَطُ	عِنْدَ	اللّٰهِ ۚ
تم انہیں پکارو	ان کے باپوں کے لئے	وہ	زیادہ انصاف والا ہے	نزدیک	اللہ کے
فَاِنْ	لَّمْ	تَعْلَمُوْٓا	اٰبَآءَهُمْ	فَاِخْوَانُكُمْ	فِی
پھر اگر	نہ	تم جانو	ان کے باپ	تو وہ تمہارے بھائی ہیں	میں
الدِّیْنِ	وَمَوَالِیْكُمْ ؕ	وَلَیْسَ	عَلَیْكُمْ	جُنَاحٌ	فِیْمَآ
دین	اور تمہارے دوست	اور نہیں	تم پر	کوئی گناہ	اس میں جو
اَخْطَاْتُمْ	بِهٖ ۙ	وَلٰكِنْ	مَّا	تَعَمَّدَتْ	قُلُوْبُكُمْ ؕ
تم چوک جاؤ	ساتھ اس کے	اور لیکن	وہ جو	ارادہ کیا	تمہارے دلوں نے
وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِیْمًا ۝۵		
اور ہے	اللہ	بڑا بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا		

منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کے نام سے پکارا کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے، اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ اُن کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور ساتھی ہیں تم جو بات نادانستہ طور پر کہو اس پر کوئی گرفت نہیں، لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے۔ جسے تم دلی طور پر کرتے ہو اللہ درگزر کرنے والا مہربان ہے۔'' (۵)

معاملے میں جو تم سے پہلے غلطی ہوگئی اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے اگر تم دانستہ طور پر غلطی کرو گے تو اس پر مواخذہ کیا جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں یہ فرمان نازل ہونے سے پہلے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنّٰی زید کو زید بن محمد کہتے تھے (رواہ البخاری: کتاب السیف) جونہی یہ حکم نازل ہوا تو ہم اسے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کے نام سے پکارنے لگے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے رہنے والے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روم کے رہنے والے تھے جس وجہ سے رومی کہلائے چھوٹی عمر میں دشمن کے ہاتھ چڑھ گئے انہیں خود بھی معلوم نہ تھا کہ ان کے باپوں کے نام کیا ہیں۔ (بخاری: کتاب المناقب) لوگوں کو اس بات پر الجھن ہوتی تھی کہ ضرورت کے وقت انہیں کس کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے اس پر یہ حکم نازل ہوا کہ جن کے باپ تمہیں معلوم نہیں وہ دینی اعتبار سے تمہارے بھائی اور دوست ہیں آپ انہیں بھائی اور دوست کہہ کر پکار سکتے ہیں، اسی طرح کسی کو پیار سے بھائی اور بیٹا بھی کہا جا سکتا ہے لیکن وہ حقیقی بھائیوں اور بیٹوں کا درجہ نہیں پا سکتے۔

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ الْمُتَتَابِعَةُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

(رواه أبو داؤد: باب فی الرجل ینتمی الخ [صحیح])

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے باپ کو اپنا باپ بنانے کا دعویٰ کیا یا کسی نے اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کے آقا کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا اس پر قیامت کے دن تک ''اللہ'' کی لعنت برستی رہے گی۔''

«عَنْ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ، فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ» (رواه البخاری: باب مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ)

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اپنے باپ کا علم ہونے کے باوجود کسی دوسرے شخص کی طرف اپنی نسبت کی اس پر جنت حرام ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ ۲۔ بیوی کو ماں کہنے سے وہ اپنے خاوند کی ماں نہیں بن جاتی۔
۳۔ متبنّٰی تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بن سکتے۔ ۴۔ اللہ کا ہر فرمان سچ ہے اور وہ سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔
۵۔ اپنے لے پالکوں کو ان کے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔
۶۔ جن کے باپ کا نام تم نہیں جانتے وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔
۷۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا نہایت ہی مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ راہنمائی فرمانے والا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پا سکتا۔ (الاعراف: ۴۳)
۲۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ (الانعام: ۱۶۱)
۳۔ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔ (الحج: ۵۴)
۴۔ ہم نے قوم ثمود کی راہنمائی کی مگر انہوں نے ہدایت کے بدلے جہالت پسند کی۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۷)
۵۔ ہدایت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت قرار دے۔ (البقرۃ: ۱۲۰)
۶۔ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص: ۵۶)
۷۔ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۳)
۸۔ کسی کا ہدایت پانا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ (الحجرات: ۱۷)

اَلنَّبِیُّ	اَوْلٰی	بِالْمُؤْمِنِیْنَ	مِنْ	اَنْفُسِهِمْ	وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ
نبی	زیادہ حق دار ہے	مومنوں کا	سے	ان کے نفسوں	اوراس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں
وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ	بَعْضُهُمْ	اَوْلٰی	بِبَعْضٍ	فِیْ	كِتٰبِ
اور رشتے دار	بعض ان کے	زیادہ حق دار ہیں	بعض کے	میں	کتاب
اللّٰهِ	مِنَ	الْمُؤْمِنِیْنَ	وَالْمُهٰجِرِیْنَ	اِلَّاۤ	اَنْ تَفْعَلُوْۤا
اللہ کی	سے	مومنوں	اور مہاجروں	مگر	یہ کہ تم کرو
اِلٰۤی	اَوْلِیٰٓـئِكُمْ	مَّعْرُوْفًا ؕ	كَانَ	ذٰلِكَ	فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶
طرف	اپنے دوستوں کے	کوئی بھلائی	ہے	یہ	میں کتاب لکھا ہوا

''بلاشبہ نبی اہلِ ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں، مگر ''اللہ'' کی کتاب کے مطابق عام مومنین ومہاجرین کی نسبت ان کے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، البتہ اپنے رفیقوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو تو کر سکتے ہو یہ حکم قرآن میں لکھا ہوا ہے۔''(۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلے نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو کسی کو اپنا بیٹا قرار دینے سے منع کیا گیا ہے اب نبی اکرم ﷺ کا امّت کے ساتھ رشتہ اور مسلمانوں کے آپس میں رشتے کی وضاحت کی گئی ہے۔

اس فرمان میں یہ بتلایا ہے کہ سرور دو عالم ﷺ کا اپنی امّت کے ساتھ اور امّت کا اپنے نبی ﷺ کے ساتھ کیا رشتہ ہے یہ ایسا رشتہ ہے جو تمام رشتوں سے زیادہ مقدس اور مقدم ہے اور ہونا چاہیے۔ سرور دو عالم ﷺ اپنے ساتھیوں کے لیے خود ان کی جانوں سے زیادہ خیر خواہ ہیں لہٰذا مومنوں کے لیے بھی نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ محبوب اور مقدم ہونے چاہیں۔

اس خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ کی بیویاں اسی طرح مومنوں کے لیے حرام ہیں جس طرح ان کی اپنی مائیں ان پر حرام ہیں یہ معاملہ نبی کریم ﷺ کے سوا دنیا میں اور کسی کے ساتھ نہیں ہے اس سلسلہ میں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ازواجِ مطہرات صرف اسی معنٰی میں امّہات المومنین ہیں کہ ان کی تعظیم وتکریم مسلمانوں پر واجب ہے اور ان کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا تھا باقی احکام میں وہ ماں کی طرح نہیں ہیں مثلاً ان کے حقیقی رشتہ داروں کے سوا باقی سب مسلمان اُن کے لیے غیر محرم تھے جن سے پردہ واجب تھا ان کی صاحبزادیاں مسلمانوں کے لیے بہنیں نہیں تھیں ورنہ ان سے بھی مسلمانوں کا نکاح حرام ہوتا ان کے بھائی اور بہنیں مسلمانوں کے لیے خالہ اور ماموں کے حکم میں نہ تھے۔ ان سے کسی غیر رشتہ دار مسلمان کو وہ میراث نہیں پہنچتی تھی جو ایک شخص کو اپنی ماں سے پہنچتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید کی رو سے یہ مرتبہ تمام ازواج نبی ﷺ کو حاصل ہے جن میں لامحالہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں لیکن ایک گروہ نے جب حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کو مرکز دین بنا کر سارا نظام دین انہی کے گرد گھما دیا اور اس بنا پر دوسرے بہت سے صحابہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ہدفِ لعن وطعن بنایا، تو ان کی راہ میں قرآن مجید کی یہ آیت حائل ہوگئی جس کی رو سے ہر اس شخص کو انہیں اپنی ماں تسلیم کرنا پڑتا ہے جو ایمان کا مدعی ہو آخر کار اس مشکل کو رفع کرنے کے لیے یہ عجیب وغریب دعویٰ کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات میں سے جس کو چاہیں آپ کی زوجیت میں باقی رکھیں اور جسے چاہیں آپ کی طرف سے طلاق دے دیں۔ ابو منصور احمد بن ابو طالب طبرسی نے کتاب الاحتجاج میں یہ بات لکھی ہے اور سلیمان بن عبداللہ البحرانی نے اسے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«يَا اَبَا الْحَسَنِ اَنَّ هٰذَا الشَّرَفَ بَانٍ مَادُمْنَا عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَيَّتُهُنَّ عَصَتِ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعْدِىْ بِالْخُرُوْجِ عَلَيْكَ فَطَلِّقْهَا مِنَ الْاَزْوَاجِ وَاسْتَقِطْهَا مِنْ شَرَفِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ»

''اے ابوالحسن! یہ شرف تو اسی وقت تک باقی ہے جب تک ہم لوگ اللہ کی اطاعت پر قائم رہیں لہٰذا میری بیویوں میں سے جو بھی میرے بعد تیرے خلاف خروج کر کے اللہ کی نافرمانی کرے اسے طلاق دے دیجیو اور اس کو امہات المؤمنین کے شرف سے ساقط کر دیجیو۔''

اصولِ روایت کے اعتبار سے تو یہ روایت سراسر بے اصل ہے اگر آدمی اسی سورۂ احزاب کی آیت ۲۸۔۲۹ اور ۵۱۔۵۲ پر غور کرے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت قرآن کے بھی خلاف پڑتی ہے کیونکہ آیت ''تخییر'' کے بعد جن ازواجِ مطہرات نے ہر حال میں رسول اللہ ﷺ ہی کی رفاقت کو اپنے لیے پسند کیا تھا انہیں طلاق دینے کا اختیار حضور ﷺ کو باقی نہ رہا تھا۔

علاوہ بریں ایک غیر متعصب آدمی اگر محض عقل ہی سے کام لے کر اس روایت کے مضمون پر غور کرے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ انتہائی لغو اور رسول پاک ﷺ کے حق میں سخت توہین آمیز افترا ہے رسول کا مقام تو بہت بالاتر و برتر ہے ایک معمولی شریف آدمی سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنی وفات کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دینے کی فکر کرے گا اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے داماد کو یہ اختیار دے جائے گا کہ اگر کبھی تیرا اس کے ساتھ جھگڑا ہو تو میری طرف سے تو اسے طلاق دے دیجیو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اہل بیت کی محبت کے مدعی ہیں ان کے دلوں میں صاحب البیت کی عزت و ناموس کا پاس کتنا کچھ ہے اور اس سے بھی گزر کر خود اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا وہ کتنا احترام کرتے ہیں۔ (تفہیم القرآن: جلد ۴)

نبی کریم ﷺ کا امّت کے ساتھ تعلق اور محبت:

{ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ }

(التوبۃ:۱۲۸)

''بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت شاق گزرتا ہے، تمہاری بھلائی کے بارے میں بہت خواہش رکھتا ہے، ایمان والوں پر بہت شفقت کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔''

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ»

(رواه البخاری: کتاب الایمان)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

مواخاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم:

ہجرت کے بعد مہاجروں کی آبادکاری کا مسئلہ بہت اہم تھا نبی اکرم ﷺ نے اس مسئلہ کو یوں حل فرمایا آپ ﷺ نے انس رضی اللہ عنہ کے گھر مہاجر اور انصار کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا یہ رشتہ اس قدر مضبوط اور محترم ہوا کہ مواخاتی بھائی ایک دوسرے کی وراثت میں حصہ دار بن گئے جب مسلمانوں کی حالت بہتر ہوگئی تو اس قانون کو ختم کر دیا گیا اور حکم ہوا کہ کتاب اللہ میں جن وارثوں کی تفصیل دی گئی وہی رشتہ دار ہی ایک دوسرے کی وراثت میں حقدار ہوں گے البتہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہوسکتا ہے اور کسی کے حق میں اپنے مال سے تیسرے حصہ تک وصیت کی جاسکتی ہے البتہ جو وراثت میں حصہ دار ہے اس کے لیے مال والا وصیت نہیں کرسکتا۔

«عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِي خُطْبَتِهٖ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدْ أَعْطٰى لِكُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهٗ، فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ»

(رواه الترمذی: بَابُ إِذَا نَزَلَ الْعَدُوُّ عَلٰى حُكْمِ رَجُلٍ [صحيح])

''حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق مقرر فرما دیا ہے اس لیے اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کے لیے ان کی ذات سے مقدم ہیں۔ ۲۔ ازواج مطہرات امت کی مائیں ہیں۔
۳۔ مومن ایک دوسرے سے ان کے غیر مسلم رشتہ داروں سے زیادہ قریب ہیں اور ہونے چاہئیں۔

تفسیر بالقرآن

نبی ﷺ کا امت کے ساتھ رشتہ اور تعلق:

۱۔ بلاشبہ نبی اہلِ ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہے اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں، مگر ''اللہ'' کی کتاب کے مطابق عام مومنین ومہاجرین کی نسبت ان کے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں، البتہ اپنے رفیقوں کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہو تو کرسکتے ہو یہ حکم قرآن میں لکھا ہوا ہے۔ (الاحزاب: ۶)

وَاِذْ	اَخَذْنَا	مِنَ	النَّبِيّٖنَ	مِيْثَاقَهُمْ	وَمِنْكَ	وَمِنْ
اور جب	ہم نے لیا	سے	انبیاء	ان سے عہد	اور آپ سے	اور سے
نُّوْحٍ	وَّاِبْرٰهِيْمَ	وَمُوْسٰى	وَعِيْسَى	ابْنِ	مَرْيَمَ ۠	وَاَخَذْنَا
نوح	اور ابراہیم	اور موسیٰ	اور عیسیٰ	بیٹے	مریم کے	اور ہم نے لیا
مِنْهُمْ	مِّيْثَاقًا	غَلِيْظًا ۙ۝	لِّيَسْـَٔلَ	الصّٰدِقِيْنَ	عَنْ	صِدْقِهِمْ ۚ
ان سے	عہد	بڑا پختہ	تاکہ پوچھے	سچے لوگوں کو	کے متعلق	ان کی سچائی
وَاَعَدَّ	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا	اَلِيْمًا ۝۸			
اور اس نے تیار کیا	کافروں کے لیے	عذاب	دردناک			

''اور جب ہم نے سب انبیاء سے پختہ عہد لیا تھا۔ آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی (۷) تاکہ سچے لوگوں سے ان کا رب ان کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سابقہ آیات میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں اور مخالفت کرنے والے جس قدر چاہیں حق کی مخالفت کرنے پر تل جائیں اے پیغمبر ﷺ آپ نے لوگوں تک حق پہنچانا اور ہر حال میں حق پر قائم رہنا ہے اس حوالے سے آپ کے سامنے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ارشاد ہوا کہ ہم نے انبیاء کرام، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور آپ ﷺ سے عہد لیا ہے کہ ہر حال میں لوگوں تک حق پہنچانا اور اس پر قائم رہنا ہے اس بارے میں آپ اور دوسرے انبیاء سے سوال کیا جائے گا لہٰذا لوگوں کے حق کے بارے میں جذبات کچھ بھی ہوں لیکن آپ کو حق کا پیغام پہنچانا ہوگا جو لوگ سچائی کا انکار کریں گے ان کے لیے اذیت ناک عذاب تیار کیا گیا ہے۔ یہاں سچائی سے مراد ہر قسم کی سچائی ہے جس میں پہلی سچائی جس کا عہد لیا گیا وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا اور اس کا پرچار کرنا ہے دوسری سچائی اور عہد یہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے پہلے نبی کی تائید کرے گا اور لوگوں تک حق بات پہنچائے۔

{ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ }

(الاعراف:۶،۷)

''جن کی طرف رسول بھیجے گئے ہم ان سے ضرور پوچھیں گے اور رسولوں سے بھی ضرور سوال کریں گے۔ پھر ان کے سامنے علم کے ساتھ بیان کریں گے اور ہم غائب نہ تھے۔''

«عَنْ أَبِي سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُدْعٰى نُوْحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهٗ

هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُدْعٰى قَوْمُهٗ فَيُقَالُ لَهُمْ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَتَانَا مِنْ نَّذِيْرٍ أَوْ مَآ أَتَانَا مِنْ أَحَدٍ قَالَ فَيُقَالُ لِنُوْحٍ مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهٗ قَالَ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ {وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا}»[مسند أحمد: مسند أبی سعید الخدری [صحیح]]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلا کر پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے میرا پیغام پہنچایا تھا؟ وہ جواب دیں گے ہاں پھر ان کی قوم کو بلا کر پوچھا جائے گا کیا نوح علیہ السلام نے میرا پیغام پہنچایا تھا وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ کی گواہی کون دے گا؟ وہ کہیں گے، محمد ﷺ اور اس کی امّت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ {اسی طرح ہم نے تمہیں امّتِ وسط بنایا ہے}۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ وہ حق پر قائم اور حق کا پرچار کرتا رہے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سچ پر قائم رہنے والوں سے سوال کرے گا اور سچ کا انکار کرنے والوں کو سزا دے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا انبیاء کرام علیہم السلام سے جواب طلب فرمانا اور کفّار کو سزا دینا:

۱۔ ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جنکی طرف رسول بھیجے گئے اور رسول سے بھی جواب طلب کیا جائیگا۔ (الاعراف:۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ سچوں سے ان کی سچائی کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔ (الاحزاب:۸)

۳۔ کفار کے لیے دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر انکا ہماری طرف لوٹنا ہوگا پھر ہم انہیں سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ (یونس:۷۰)

۴۔ ہم ان کی کہی ہوئی بات لکھ لیں گے اور ان کے عذاب کو بڑھا دیا جائے گا۔ (مریم:۷۹)

۵۔ وہ لوگ جو دین کو کھیل تماشا بناتے ہیں اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا، قیامت کے دن ہم ان کو بھلا دیں گے۔ (الاعراف:۵۱)

۶۔ قیامت کے دن ہم انہیں فراموش کر دیں گے جس طرح وہ قیامت کی ملاقات کو بھول گئے کیونکہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔ (الاعراف:۵۱)

۷۔ ان کے کفر کی وجہ سے ہم انہیں شدید ترین عذاب چکھائیں گے۔ (یونس:۷۰)

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
اے	لوگو جو!	ایمان لائے ہو	تم یاد کرو	احسان	اللہ کا	تم پر

اِذْ جَآءَتْكُمْ	جُنُوْدٌ	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	رِيْحًا	وَّجُنُوْدًا	لَّمْ	تَرَوْهَا ؕ
جب آئے تھے تم پر	لشکر	تو ہم نے بھیجی	ان پر	آندھی	اور ایسے لشکر	نہیں	تم نے دیکھا ان کو

وَكَانَ	اللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرًا ۚ ۹
اور ہے	اللہ	ساتھ اس کے جو	تم کر رہے تھے	خوب دیکھنے والا

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اُس نے تم پر کیا ہے جب تم پر لشکر چڑھ آئے تو ہم نے اُن پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں، جو تم اس وقت کر رہے تھے اللہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ (۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اصولی اور بنیادی ہدایات دینے کے بعد اب اس سورۃ کے عنوان اور واقعات پر خطاب شروع ہوتا ہے۔

قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں کہ جس میں واقعات کو انہی ترتیب کے ساتھ بیان کیا جائے جس طرح وہ رونما ہوئے ہوں۔ قرآن مجید بنیادی طور پر ہدایت کی کتاب ہے جس میں انسان کی زندگی کے بارے میں کامل اور اکمل ہدایات کا انتظام کیا گیا ہے یہی وجہ ہے قرآن کسی واقعے کو محض واقعاتی انداز میں بیان نہیں کرتا اس لیے غزوہ احزاب کا خلاصہ بیان کرنے سے پہلے بنیادی ہدایات دی گئیں اور مسلمانوں کو یہ احساس دلایا گیا کہ دشمن کے اس قدر ہمہ جہت حملہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کامیابی عنایت فرمائی۔ یہ ''اس'' کا انعام تھا جس کو تمہیں یاد رکھنا چاہیے لہٰذا وہ وقت یاد کرو کہ جب تمہارا دشمن ہر جانب سے تم پر حملہ آور ہو چکا تھا جس سے تمہاری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آ چکے تھے تم میں کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مختلف قسم کے گمان کیے اور اس موقعہ پر مومنوں کو پوری طرح ہلایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو سخت آندھی میں پھنسایا اور ایسے لشکروں کے ساتھ پسپا کیا جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے یاد رکھو کہ جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے پوری طرح دیکھنے والا ہے۔

غزوہ خندق میں کفار کے لشکر کی کیفیت:

حزب کی جمع احزاب ہے جو مختلف قسم کے لوگوں اور لشکر پر بولا جاتا ہے اس جنگ میں مشرکین مکہ، یہودیوں کے مختلف گروہ اور دیگر قبائل نے حصہ لیا اس لیے اسے غزوہ احزاب کہا جاتا ہے مدینہ کے منافقین سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے لیکن انہوں نے دشمن کے ساتھ ساز باز کرتے ہوئے مسلمانوں کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی کوشش کی اس لشکر کی تیاری کے لیے مشرکین مکہ اور عرب کے یہودیوں نے آپس میں مل کر دیگر قبائل کو اکسایا اور اپنے ساتھ ملایا اس طرح دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے رسول معظم ﷺ بھی حالات پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے اس لیے آپ نے دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے مدینہ کے دفاع کا بندوبست فرما لیا۔

اِذْ جَآءُوْكُمْ	مِّنْ	فَوْقِكُمْ	وَمِنْ	اَسْفَلَ	مِنْكُمْ	وَاِذْ زَاغَتِ
جب وہ آئے تھے تم پر	سے	تمہارے اوپر	اور سے	نیچے	تم سے	اور جب پھر گئی تھیں
الْاَبْصَارُ	وَبَلَغَتِ	الْقُلُوْبُ	الْحَنَاجِرَ	وَتَظُنُّوْنَ	بِاللّٰهِ	الظُّنُوْنَا ⑩
آنکھیں	اور پہنچ گئے تھے	دل	حلقوں تک	اور تم گمان کرتے تھے	اللہ کے بارے میں	گمان کرنا
هُنَالِكَ	ابْتُلِيَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	وَزُلْزِلُوْا	زِلْزَالًا	شَدِيْدًا ⑪
وہاں	آزمائے گئے	مومن (جمع)	اور وہ ہلائے گئے	ہلایا جانا	نہایت سخت

جب دشمن اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے جب خوف کے مارے آنکھیں پتھرا گئیں، کلیجے منہ کو آ گئے، اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرتے تھے۔ (۱۰) اُس وقت ایمان لانے والے خوب آزمائے گئے اور پوری طرح ہلا دیے گئے۔" (۱۱)

خندق کی کھدائی:

آپ ﷺ نے اپنے رفقاء کرام سے مشورہ کیا کہ مدینہ کا دفاع کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر اتفاق کیا گیا نبی ﷺ نے مدینہ کی خالی جانب خندق کی کھدائی کا کام شروع کیا دس، دس آدمیوں کا گروپ بنا کر انہیں چالیس، چالیس ہاتھ خندق کھودنے پر مامور کیا جو کھدائی آپ ﷺ کے حصہ میں آئی آپ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کی کھدائی میں مصروف ہو گئے سخت ترین حالات کے باوجود صحابہ رضی اللہ عنہم خندق کھودتے ہوئے درج ذیل شعر پڑھ رہے تھے۔

«نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا» (رواه البخاری: باب التَّحْرِيضِ عَلَى الْقِتَالِ)

"ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے موت تک محمد ﷺ کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی۔

جس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ آخرت کی بھلائی اور دنیا کی کامیابی کی دعا دیتے۔

«اللَّهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ، فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ»

(رواه البخاری: باب التَّحْرِيضِ عَلَى الْقِتَالِ)

"اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے مہاجرین اور انصار کو معاف فرما"

اس دوران کئی واقعات پیش آئے جن میں سرفہرست دو واقعات ہیں:

آپ ﷺ کا اپنے پیٹ پر پتھر باندھنا:

معاشی تنگی کا حال یہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی افراد ایسے تھے جو کئی کئی دن بھوکے رہ کر خندق کی کھدائی میں مصروف تھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ بھوک سے مجبور ہو کر رسول مکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر عرض کرتا ہے کہ بھوک کی وجہ سے اس نے اپنی کمر کو سیدھا رکھنے کے لیے اپنے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا ہے نبی کریم ﷺ نے اس کے اطمینان کی خاطر اپنے پیٹ سے قمیض اٹھائی، صحابہ رضی اللہ عنہم یہ دیکھ کر حیران اور غمزدہ ہو گئے کہ سرور دو عالم ﷺ نے اپنے پیٹ پر

دو پتھر باندھے ہوئے ہیں اس کے باوجود لوگوں سے بڑھ کر خندق کی کھدائی میں مصروف ہیں۔(رواہ الترمذی: باب مَا جَاءَ فِی مَعِیشَةِ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ [ضعیف])

چٹان کا واقعہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک دستہ کے حصہ میں خندق کا جو ٹکڑا آیا جس میں ایسا پتھر تھا جسے دس صحابہ مل کر بھی نہ توڑ سکے صحابہ رضی اللہ عنہم مایوس ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ آپ اپنا کدال لے کر خندق کے اس حصہ میں اترے اور اس زور سے پے در پے تین دفعہ کدال مارا جس سے چنگاریاں نکلیں اور چٹان کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوشخبری سنانا:

''آپ ﷺ نے ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے فرمایا: مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور میں یہاں کھڑے ہو کر ملک شام کے سرخ محلات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر اللہ کا نام لیتے ہوئے پتھر پر ضرب لگائی جس سے وہ مزید ٹوٹ گیا اور آپ نے اللہ اکبر کہتے ہوئے فرمایا: مجھے ملکِ فارس کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم میں یہاں کھڑے ہو کر مدائن اور اس کے سفید محلات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے تیسری بار اللہ کا نام لیکر ضرب لگائی اور پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آپ ﷺ نے اللہ اکبر کے کلمات کہتے ہوئے فرمایا: مجھے ملک یمن کی چابیاں عنایت کر دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم میں صنعاء کے دروازوں کو یہاں کھڑے ہو کر دیکھ رہا ہوں۔'' (رواہ احمد: مسند براء بن عازب [ضعیف])

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی تیز آندھی اور غیر مرئی لشکر کے ساتھ مدد فرمائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑی شدید آزمائش سے آزمایا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں کامیاب فرمایا:

۱۔ بدر میں مشرکین پسپا ہوئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ (آلِ عمران: ۱۲۳ تا ۱۲۷)

۲۔ اُحد میں پہلے مسلمان غالب رہے۔ (آل عمران: ۱۵۲) ۳۔ تبوک میں مسلمان کامیاب ٹھہرے۔ (التوبہ: ۸۸)

۴۔ ۸ ہجری کو اہلِ مکہ مغلوب ہوئے اور مسلمان کامیاب ہوئے۔ (الفتح: ۱)

۵۔ غزوۂ حنین میں مشرک شکست کھا گئے اور مسلمان امن میں رہے۔ (التوبۃ: ۲۶)

۶۔ جنگِ خندق میں اہل مکہ اور دیگر قبائل کو شکست ہوئی۔ (الاحزاب: ۲۵ تا ۲۷)

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

اور جب کہہ رہے تھے منافق (جمع) اور جو لوگ میں اُن کے دلوں روگ ہے

مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ

نہیں ہم سے وعدہ کیا اللہ اور اس کے رسول نے مگر فریب اور جب کہا

طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ

ایک گروہ نے ان میں سے اے مدینہ والو! نہیں ٹھہرنے کی جگہ تمہارے لیے لہٰذا تم لوٹ جاؤ

وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا

اور اجازت مانگتا تھا ایک فریق ان میں سے نبی سے وہ کہتے تھے بے شک ہمارے گھر

عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

غیر محفوظ ہیں اور نہیں وہ غیر محفوظ نہیں وہ چاہتے تھے مگر بھاگنے کا

''اور جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہیں تھے۔(۱۲) جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ اے یثرب کے لوگو! اب ٹھہرنے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں۔ پلٹ چلو، مگر ان کا ایک فریق نبی سے یہ کہہ کر رخصت مانگ رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر خطرے میں نہیں تھے مگر وہ تو بھاگنا چاہتے تھے۔(۱۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: غزوہ احزاب میں منافقوں کا کردار۔

منافقت دل کی بیماری ہے جس کے اثرات انسان کے اخلاق اور کردار پر مرتب ہوتے ہیں بالخصوص اسلام اور مسلمانوں پر مشکل وقت آئے تو منافق کی منافقت ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی ایسے موقعہ پر منافق کی ہمدردیاں کفار اور مشرکین کے ساتھ ہوا کرتی ہیں، غزوہ احد کے موقع پر منافقوں نے نبی اکرم ﷺ کا اس وقت ساتھ چھوڑا جب کفار اُحد کے مقام پر پڑاؤ ڈال چکے تھے غزوہ احزاب کے موقع پر بھی منافقوں کی ہمدردیاں مدینہ کے یہودیوں اور اہل مکہ کے ساتھ تھیں منافقوں نے دیکھا کہ مدینہ پر دس ہزار کا لشکر اُمڈ آیا ہے اور مسلمان اپنے بچاؤ کے لیے خندق کھودنے پر مجبور ہو گئے ہیں، مدینہ کے یہودی بھی نبی اکرم ﷺ سے کیے ہوئے عہد کو توڑ چکے ہیں تو منافقوں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے اور انہیں محاذ سے واپس لانے کے لیے یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تم سے جو فتح کا وعدہ کیا ہے وہ سراسر دھوکہ اور فراڈ ہے۔ منافق مسلمانوں کو یہ بھی کہتے کہ خندق چھوڑو اور اپنے گھروں کو واپس لوٹ چلو، دکھلاوے کے طور پر جو

وَلَوْ	دُخِلَتْ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ	اَقْطَارِهَا	ثُمَّ	سُئِلُوا
اور اگر	داخل کر دیے جاتے	ان پر	سے	اس کے اطراف	پھر	وہ مطالبہ کئے جاتے
الْفِتْنَةَ	لَاٰتَوْهَا	وَمَا	تَلَبَّثُوْا	بِهَآ	اِلَّا	يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾
فتنے کا	تو وہ ضرور اسے اپنا لیتے	اور نہ	توقف کرتے	ساتھ اس کے	مگر	معمولی
وَلَقَدْ	كَانُوْا	عَاهَدُوا	اللّٰهَ	مِنْ	قَبْلُ	لَا يُوَلُّوْنَ
اور البتہ تحقیق	وہ تھے	انہوں نے عہد کیا	اللہ سے	اس سے	پہلے	نہیں وہ پھیریں گے
الْاَدْبَارَ ؕ	وَكَانَ	عَهْدُ	اللّٰهِ	مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾		
پیٹھیں	اور ہے	عہد	اللہ کا	باز پرس کیا جانے والا		

اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آئے ہوتے اور اُس وقت انہیں فتنے کی طرف دعوت دی جاتی تو یہ اُس میں جا پڑتے اور مشکل ہی سے وہ فتنہ میں شریک ہونے سے تامل کرتے۔ (۱۴) ان لوگوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ یہ پیٹھ نہیں پھیریں گے، اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی پوچھ گچھ ہوگی۔'' (۱۵)

منافق نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ان کی حالت یہ تھی کہ وہ ٹولیوں کی صورت میں آپ ﷺ کی خدمت میں درخواست کر رہے تھے کہ ہمیں میدان جنگ سے واپس جانے دیں کیونکہ مدینہ میں ہمارے گھروں کو شدید خطرہ ہے حالانکہ ان کے گھروں کو کوئی خطرہ نہیں تھا وہ صرف جنگ سے فرار چاہتے تھے یاد رہے کہ نبی معظم ﷺ نے مدینہ میں سب کے گھروں کی حفاظت پر کچھ لوگ مامور کر رکھے تھے۔ اس کے باوجود منافق اپنے گھر غیر محفوظ ہونے کا بہانہ بنا کر آپ سے اجازت لیتے رہے ان کے دل کی کیفیت یہ تھی کہ اگر دشمن کی فوج مدینہ میں گھس کر ان سے تعاون چاہتی تو معمولی توقف کے بعد منافق ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے پر تیار ہو جائے۔ انہیں وارننگ دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری بدعہدی کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس کرے گا۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ» (رواه البخاری: باب علامة المنافق)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔'' (رواه البخاری: باب علامة المنافق)

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هٰذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هٰذِهِ مَرَّةً» (رواه مسلم: كتاب صفات المنافقين وأحكامهم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان پھرتی ہے کبھی ایک ریوڑ کی طرف جاتی ہے کبھی دوسرے کی طرف۔''

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' ناحق کسی جان کو قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاکدامن' مومن' بے خبر عورتوں پر تہمت لگانا۔'' (رواہ البخاری: باب قول اللہ تعالیٰ إن الذین یأکلون أموال الیتامی ظلما)

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا قَالَ لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَّآ أَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ» (رواہ احمد: مسند أنس بن مالک)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرماتے تو اکثر فرماتے کہ جو امانت دار نہیں وہ ایمان دار نہیں اور جو بدعہد ہے وہ دین دار نہیں۔''

«عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَآءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ»

(رواہ مسلم: باب تحریم الغدر)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن انسان کی دُبر کے نزدیک جھنڈا ہوگا دوسری روایت میں ہے ہر عہد شکن کے لیے قیامت کے دن جھنڈا ہوگا جو اس کی عہد شکنی کے مطابق بلند کیا جائے گا، خبردار! سربراہِ مملکت سے بڑھ کر کسی کی عہد شکنی بڑی نہیں ہوتی۔''

مسائل

۱۔ منافق جھوٹے بہانے بنا کر مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ ۲۔ منافق مسلمانوں میں انتشار اور بددلی پیدا کرتا ہے۔
۳۔ منافق وعدہ خلافی کرتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کرنے والے کو ضرور پوچھے گا۔

تفسیر بالقرآن

عہد کو پورا کرنے کا حکم:

۱۔ اللہ کے بندے وعدہ ایفاء کرتے ہیں۔ (البقرۃ: ۱۷۷) ۲۔ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔ (الانعام: ۱۵۲)
۳۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایماندار اپنا عہد پورا کرتے ہیں۔ (الرعد: ۲۰) ۴۔ اللہ کے عہد کا ایفاء ضروری ہے۔ (النحل: ۹۱)
۵۔ قیامت کے دن ایفائے عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔ (الاسراء: ۳۴) ۶۔ اے ایمان والوں عہد پورے کرو۔ (المائدہ: ۱)
۷۔ جو اللہ کا وعدہ پورا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ (البقرۃ: ۴۰)

قُلْ	لَّنْ	يَّنْفَعَكُمُ	الْفِرَارُ	اِنْ	فَرَرْتُمْ	مِّنَ	الْمَوْتِ
فرمادیجیے	ہرگزنہیں	نفع دے گاتمہیں	بھاگنا	اگر	تم بھاگو	سے	موت
اَوِ	الْقَتْلِ	وَاِذًا	لَّا	تُمَتَّعُوْنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾	قُلْ
یا	قتل سے	اورتب	نہیں	تم فائدہ پہنچائے جاؤ گے	مگر	تھوڑا	فرمادیجیے
مَنْ	ذَا	الَّذِیْ	يَعْصِمُكُمْ	مِّنَ	اللّٰهِ	اِنْ	اَرَادَ
کون ہے	وہ	جو	بچائے گاتمہیں	سے	اللہ	اگر	وہ ارادہ کرے
بِكُمْ	سُوْٓءًا	اَوْ	اَرَادَ	بِكُمْ	رَحْمَةً ؕ	وَلَا يَجِدُوْنَ
تمہارے ساتھ	برائی کا	یا	وہ ارادہ کرے	تمہارے ساتھ	رحمت کا	اورنہیں وہ پائیں گے

''اے نبی انہیں فرماؤ اگر تم موت یا قتل سے بھاگنا چاہو تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس کے بعد تمہیں زندگی کا فائدہ اٹھانے کا تھوڑا ہی موقع مل سکے گا۔(۱۶) ان سے فرمائیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکتا ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا وہ تم پر مہربانی کرنا چاہے تو کون اس کی رحمت کو روک سکتا ہے

فہم القرآن

ربطِ کلام: منافقین کو مزید دو چیلنج۔

اس سے پہلے منافقین کو یہ وارننگ دی گئی کہ تمہاری وعدہ خلافی کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم سے ضرور باز پرس کرے گا اب ان کے بارے میں نبی ﷺ کو فرمایا ہے کہ ان سے فرما دیجیے اگر تم موت یا میدانِ جنگ میں مارے جانے سے ڈرتے ہو تو اس بھاگنے کا تمہیں معمولی فائدہ ہوگا کیونکہ بالآخر تم موت سے بچ نہیں پاؤ گے۔ انہیں یہ بھی فرما دیجیے کہ جس نقصان سے بچنے کے لیے تم جنگ سے فرار اور بدعہدی کرتے ہو اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نقصان پہنچانے کا فیصلہ کر لے تو دنیا کی کونسی طاقت تمہیں اس سے بچا سکتی ہے اگر تم پر اپنی رحمت فرمانا چاہے تو کون اس کی رحمت کو ہٹا سکتا ہے یہ لوگ نقصان کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہیں پا سکتے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تعلق ہے وہ مومنوں کے لیے خاص ہے۔ منافق منافقت سے توبہ کیے بغیر اللہ کی رحمت کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ منافقوں کو خوب جانتا ہے جو مسلمانوں کو جہاد سے روکتے ہیں اور خود بھی جہاد کے لیے نہیں نکلتے۔

نبی کریم ﷺ کی ابن عباس کو نصیحت:

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَاغُلَامُ إِنِّیْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ

لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلِيًّا	وَّلَا	نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾	قَدْ
اپنے لیے	سے	سوا	اللہ کے	دوست	اور نہ	کوئی مددگار	تحقیق
يَعْلَمُ	اللّٰهُ	الْمُعَوِّقِيْنَ	مِنْكُمْ	وَالْقَآئِلِيْنَ		لِاِخْوَانِهِمْ	
جانتا ہے	اللہ	روکنے والوں کو	تم میں سے	اور کہنے والوں کو		اپنے بھائیوں سے	
هَلُمَّ	اِلَيْنَا ۚ	وَ	لَا	يَاْتُوْنَ	الْبَاْسَ	اِلَّا	قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾
آؤ	ہماری طرف	اور	نہیں	وہ آتے	لڑائی کو	مگر	تھوڑی دیر

اللہ کے مقابلے میں وہ کوئی حامی و مددگار نہیں پا سکتے۔ (۱۷) یقیناً اللہ تم میں سے اُن کو خوب جانتا ہے جو رُکاوٹیں ڈالنے والے ہیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ آؤ ہماری طرف جو لڑائی میں حصہ لیتے بھی ہیں تو بس نام گنانے کے لیے۔'' (۱۸)

فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»

(رواه الترمذی: کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب منه [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک دن میں رسول ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپ نے فرمایا: بچے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں۔ اللہ کو یاد رکھنا وہ تجھے یاد رکھے گا، جب تو اللہ کو یاد کرے گا تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر، جب مدد طلب کرے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر پوری مخلوق تجھے کچھ نفع دینے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ اتنا ہی نفع دے سکتی ہے جتنا اللہ نے تیرے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ تجھے نقصان پہنچانے پر تل جائے تو تجھے اتنا ہی نقصان پہنچے گا جتنا تیرے حق میں لکھا گیا ہے، قلمیں اٹھالی گئیں ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

مسائل

۱۔ طبعی یا غیر طبعی موت کا ایک دن مقرر ہے۔ ۲۔ ''اللہ'' کی پکڑ سے کوئی طاقت بچا اور چھڑا نہیں سکتی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کسی پر اپنی رحمت فرمانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا انسان کا کوئی مددگار اور خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں:

(البقرة: ۱۰۷) (الاحزاب: ۱۷) (هود: ۱۳) (التوبة: ۷۴) (السجدة: ۴) (التوبة: ۴۰) (آل عمران: ۱۶۰) (الکهف: ۴۳)

اَشِحَّةً	عَلَيْكُمْ ۚ	فَاِذَا	جَآءَ	الْخَوْفُ	رَاَيْتَهُمْ	يَنْظُرُوْنَ
بخیل	تم پر	پھر جب	آتا ہے	خوف	تو آپ دیکھتے ہیں ان کو	وہ دیکھتے ہیں
اِلَيْكَ	تَدُوْرُ	اَعْيُنُهُمْ	كَالَّذِيْ	يُغْشٰى	عَلَيْهِ	مِنَ
آپ کی طرف	گھومتی ہیں	ان کی آنکھیں	مانند اس کے	غشی طاری ہو	اس پر	سے
الْمَوْتِ ۚ	فَاِذَا	ذَهَبَ	الْخَوْفُ	سَلَقُوْكُمْ	بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ	
موت	پھر جب	دور ہو جاتا ہے	خوف	تو تم پر چڑھ چڑھ کر بولتے ہیں	تیز زبانوں سے	
اَشِحَّةً	عَلَى	الْخَيْرِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَمْ	يُؤْمِنُوْا	فَاَحْبَطَ اللّٰهُ
وہ حریص	پر	مال	یہی لوگ ہیں	نہیں	وہ ایمان لائے	چنانچہ اللہ نے ضائع کر دیے
اَعْمَالَهُمْ ؕ	وَكَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾	
ان کے عمل	اور ہے	یہ	پر	اللہ	بہت آسان	

''جو بخل سے کام لیتے ہیں خطرہ درپیش ہو تو آنکھیں پھیر پھیر کر آپ کی طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو۔ جب خطرہ ٹل جاتا ہے تو یہی لوگ فائدے کی خاطر قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں لیے آپ کے پاس آتے ہیں یہ لوگ ہرگز ایمان والے نہیں اسی لیے اللہ نے ان کے سارے اعمال ضائع کر دیے اور اللہ کے لیے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔(۱۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: منافق کی ایک اور بُری عادت اور اس کے بزدل ہونے کی انتہاء۔

منافق ابن الوقت اور مفاد کا بندہ ہوتا ہے اس لیے کسی اچھے کام پر مال خرچ کرنے کا حوصلہ نہیں پاتا نہ صرف خود بخیل ہوتا ہے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی بخل پر آمادہ کرتا ہے یہی حالت منافقین مدینہ کی تھی وہ اپنے رشتہ دار مخلص مسلمانوں کو جہاد پر مال خرچ کرنے سے روکتے تھے مال کی محبت کی وجہ سے انسان بخل کرتا ہے اور بخیل آدمی دوسروں کی نسبت موت سے زیادہ ڈرتا ہے یہی حال مدینہ کے منافقین کا تھا۔ جن کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا گیا کہ ان کی طرف دیکھو اور غور کرو کہ جب انہیں تم جہاد کے لیے کہتے ہو تو ان کی آنکھیں پھٹ جاتی ہیں جیسے مرنے والا ایک ہی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جب جہاد کا خوف جاتا رہتا ہے تو پھر ان کی زبانیں قینچی کی طرح چلتی ہیں اور یہ مال غنیمت لینے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر مطالبہ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں کہ ان کے اعمال ضائع کر دے۔ منافق اس حد تک بزدل ہو چکے ہیں کہ اپنے گھروں میں جانے کے باوجود خیال کرتے ہیں کہ ابھی تک کفار کے لشکر واپس نہیں گئے اگر کفار کے لشکر واپس آ جائیں تو ان کی خواہش ہوگی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر دیہاتوں میں نکل جائیں اور وہاں جا کر

يَحْسَبُوْنَ	الْاَحْزَابَ	لَمْ	يَذْهَبُوْا ۚ	وَاِنْ	يَّاْتِ	الْاَحْزَابُ
وہ گمان کرتے ہیں	لشکروں کو	نہیں	وہ گئے	اور اگر	آ جائیں	لشکر (جمع)
يَوَدُّوْا	لَوْ	اَنَّهُمْ	بَادُوْنَ	فِي	الْاَعْرَابِ	يَسْاَلُوْنَ
تو وہ خواہش کریں گے	کاش	بے شک وہ	صحرانشین ہوں	میں	دیہاتیوں	وہ پوچھتے ہیں
عَنْ	اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ	وَلَوْ	كَانُوْا	فِيْكُمْ	مَّا	قٰتَلُوْٓا	اِلَّا	قَلِيْلًا ۝۲۰
سے	تمہاری خبروں	اور اگر	وہ ہوتے	تم میں	نہ	وہ لڑتے	مگر	تھوڑا

ع ۲ ۱۲ ۱۸

وہ سمجھ رہے ہیں کہ حملہ آور لشکر ابھی نہیں گئے، اور اگر حملہ آور پھر آ جائیں تو ان کا جی چاہتا ہے کہ اس موقع پر یہ کہیں صحرا میں بدوؤں کے درمیان جا بیٹھیں اور وہیں سے تمہارے حالات پوچھتے رہیں، اگر یہ تمہارے درمیان رہیں بھی تو لڑائی میں مشکل ہی حصہ لیں گے۔" (۲۰)

تمہارے بارے میں معلومات لیتے رہیں کیونکہ یہ تمہارے ساتھ رہ کر لڑنے کے لیے تیار نہیں "اَشِحَّةٌ" کی جمع "شیح" ہے جس کا معنیٰ بہت زیادہ بخل کرنا اور لوگوں کو خیر کے کاموں سے روکنا ہے۔

مسائل

۱۔ منافق بزدل اور بخیل ہوتا ہے۔ ۲۔ منافق کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ ۳۔ حقیقت میں منافق جہاد سے تہی دامن ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے:

۱۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے یہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ (ابراہیم: ۱۹۔۲۰)

۲۔ اگر اللہ چاہے تو تم کو فنا کر کے دوسری مخلوق لے آئے یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں۔ (فاطر: ۱۶۔۱۷)

۳۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔ (انساء: ۱۳۳)

۴۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے لے آئے۔ (الانعام: ۱۳۳)

۵۔ اے ایمان والو! اگر تم دین سے پھر جاؤ تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ (المائدۃ: ۵۴)

۶۔ زمینوں، آسمانوں کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ (آلِ عمران: ۱۸۹)

۷۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرہ: ۲۰) ۸۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (البروج: ۱۶)

۹۔ ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔ (الحج: ۴۱) ۱۰۔ ہر کام اللہ کے سپرد کرنا چاہیے۔ (البقرۃ: ۲۱۰)

۱۱۔ اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی بادشاہی ہے۔ (الشوریٰ: ۴۹)

۱۲۔ اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے معاف کرے گا۔ (الفتح: ۱۴)

لَقَدْ	كَانَ	لَكُمْ	فِيْ	رَسُوْلِ	اللّٰهِ	اُسْوَةٌ
البتہ تحقیق	ہے	تمہارے لیے	میں	اللہ کے	رسول	نمونہ
حَسَنَةٌ	لِّمَنْ	كَانَ	يَرْجُوا	اللّٰهَ	وَالْيَوْمَ
بہترین	اس کے لیے جو	ہے	وہ امید رکھتا	اللہ کی	اور دن
الْاٰخِرَ	وَذَكَرَ	اللّٰهَ	كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾
آخرت والے کی	اور اس نے یاد کیا	اللہ کو	بہت زیادہ

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی بہترین نمونہ ہے، بشرطیکہ جو شخص اللہ اور یومِ آخرت کے بارے میں امید رکھتا ہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والا ہو۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مسلمانوں حالات جیسے بھی ہوں تمہارے لیے رسول ﷺ کی ذات ہی اسوہ حسنہ ہے اور ہونی چاہیے۔

اس فرمان کی اہمیت اور فرضیت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ سابقہ آیات کا خلاصہ ذہن میں رکھا جائے تاکہ اس فرمان کی اہمیت اور فرضیت کا تصور پوری طرح اجاگر ہو جائے اس تصور سے ہی ایک مسلمان کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھل سکتی ہے غزوہ احزاب جسے تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں غزوہ خندق لکھا جاتا ہے اس کے خوف ناک اور بھیانک منظر کی تصویر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ موسم نقطہ انجماد سے نیچے گر چکا ہے جس وجہ سے سردی اس قدر زیادہ اور ناقابل برداشت ہے کہ خیموں میں بیٹھے ہوئے مجاہدوں کی بغلیں بج رہی ہیں۔ خیمے سے باہر نکلنے کے خیال ہی سے جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

۲۔ سرور دو عالم ﷺ نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم روٹی کے خشک ٹکڑے اور بوسیدہ گوشت کھانے پر مجبور ہیں اور کچھ نے کمر سیدھی رکھنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔

۳۔ مدینہ میں منافقین کی سازشیں اپنے عروج پر ہیں۔

۴۔ یہودیوں نے آپ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا بقائے باہمی کا معاہدہ توڑ کر حملہ آوروں کے ساتھ ساز باز کر لی ہے۔ اور عورتوں کے کیمپ پر دھاوا بولنے کے لیے تیاری کر چکے ہیں۔

۵۔ مدینہ میں چند مسلمان رہ گئے ہیں باقی مسلمان خندق کی حفاظت اور اپنے دفاع میں رات دن مصروف ہیں۔

۶۔ دشمن پوری قوت کے ساتھ بار بار خندق عبور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

۷۔ مسلمانوں کی دفاعی پوزیشن اس قدر کمزور ہے کہ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اِدھر اُدھر توجہ نہیں کر سکتے جس وجہ سے سرور دو عالم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں آدھی رات کے وقت پڑھنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

۸۔ پچیس دن سے دشمن دس ہزار سورماؤں کے ساتھ مدینے کی چھوٹی سی ریاست کا محاصرہ کیے ہوئے ہے مدینہ میں کسی چیز کا آنا ناممکن ہو چکا ہے جس وجہ سے بچے بھوک سے بلک بلک کر روتے ہیں۔

۹۔ خوف وہراس اور دشمن کے دباؤ کی وجہ سے مسلمانوں کے کلیجے منہ کی طرف آچکے ہیں جس کا نقشہ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

{ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ } (الاحزاب: ۱۰)

''جب آنکھیں پتھرا گئیں اور دل گلے میں اٹک گئے۔''

حالات کے اس تناظر میں حکم ہوتا ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کا رسول ﷺ تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ خاص طور پر اس شخص کے لیے نمونہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی امید، آخرت کے حساب وکتاب پر یقین اور ہر حال میں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا ہے۔ اس فرمان میں اُسوہ حسنہ سے مراد رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی خاص پہلو مراد نہیں بلکہ آپ ﷺ کی پوری حیات مبارکہ امت کے لیے عظیم اور حسین نمونہ ہے جس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ حالات کتنے پرفتن ہوں مسائل اور مصائب کا طوفان سر سے گزر چکا ہو مشکلات پہاڑوں کی مانند سامنے کھڑی ہوں، کلیجہ حلق میں آکے اٹک چکا ہو بادِ مخالف طوفان کی شکل اختیار کر جائے غربت اپنی انتہاء کو پہنچ جائے، موت آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سامنے کھڑی ہو ان حالات میں بھی مسلمان کے لیے اسوہ رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی اسوہ قابل عمل نہیں ہو سکتا البتہ اس پر وہی شخص ایمان لائے گا اور عمل کرے گا جو اپنے رب کی ملاقات کی امید، آخرت پر یقین اور اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرنے والا ہے ''اللہ'' کی یاد دل اور زبان سے بھی ہو اور مسلمان کا عمل بھی اس کی شہادت دیتا ہو۔

مسائل

۱۔ رسول ﷺ مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ ۲۔ ہر حال میں اللہ کی ذات اور اس کے فرمان کو یاد رکھنا چاہیے۔

۳۔ جو شخص اللہ، آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ ہر صورت رسول اللہ ﷺ کو اپنا اُسوہ بنائے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کو کثرت کے ساتھ یاد کرنے کے فائدے:

۱۔ اللہ کا ذکر صبح اور شام کثرت سے کرو۔ (آل عمران: ۴۱)

۲۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد زمین میں نکل جاؤ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ (الجمعۃ: ۱۰)

۳۔ ایام تشریق میں اللہ کو زیادہ یاد کرو۔ (البقرۃ: ۲۰۳) ۴۔ جب حج کے مناسک ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو۔ (البقرۃ: ۱۹۸)

۵۔ جنگ کے دوران اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ (الانفال: ۴۵)

۶۔ اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والوں کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ (الاحزاب: ۳۵)

۷۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ (البقرۃ: ۱۵۲)

وَلَمَّا	رَاَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	الْاَحْزَابَ ۙ	قَالُوْا	هٰذَا	مَا
اور جب	دیکھا	مومنوں نے	جماعتوں کو	انہوں نے کہا	یہ ہے	جس کا

وَعَدَنَا	اللّٰهُ	وَرَسُوْلُهٗ	وَصَدَقَ	اللّٰهُ	وَرَسُوْلُهٗ ۫	وَمَا
وعدہ کیا ہم سے	اللہ	اور اس کے رسول نے	اور سچ کہا	اللہ	اور اس کے رسول نے	اور نہیں

زَادَهُمْ	اِلَّاۤ	اِیْمَانًا	وَّتَسْلِیْمًا ﴿۲۲﴾	مِنَ	الْمُؤْمِنِیْنَ
زیادہ کیا ان کو	مگر	ایمان	اور فرماں برداری میں	سے	مومنوں

رِجَالٌ	صَدَقُوْا	مَا	عَاهَدُوا	اللّٰهَ	عَلَیْهِ ۚ
وہ مرد	انہوں نے سچا کر دیا	جو	انہوں نے عہد کیا تھا	اللہ سے	اس پر

''اور سچے مومنوں نے جب حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو پکار اُٹھے کہ یہ وہی بات ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اللہ اور اس کے رسول کی بات سچی ہے'' اللہ نے اُن کے ایمان اور ان کی اطاعت کو مزید بڑھا دیا۔ (۲۲) ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو سچا کر دکھایا ہے۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: رسول اکرم ﷺ کا نمونہ پیش کرنے اور اس کی اہمیت اجاگر کرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کردار پیش کیا جاتا ہے۔

"اَلْمُؤْمِنُوْنَ" سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے جنہوں نے موسم کی شدت، افراد کی قلت، انتہائی غربت، دشمن کا خوف، داخلی، خارجی مصائب اور مسائل کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ کا اس یقین کے ساتھ ساتھ دیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو بھی ہمارے ساتھ وعدہ کیا وہ سچ ثابت ہوا اور ہوگا۔ مصائب اور مسائل نے ان کے ایمان میں کمزوری پیدا کرنے کی بجائے اضافہ ہی کیا ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے مال وجان کی قربانی دے کر اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کر دیا ہے جو باقی ہیں وہ اپنے عہد پر قائم رہتے ہوئے شہادت کا انتظار کر رہے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ قول وفعل میں سچے لوگوں کو ان کی سچائی کی جزا دے گا اور منافقت پر قائم رہنے والوں کو سزا دے گا اگر منافق اپنی منافقت سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

آپ ﷺ ہر حال میں سب مسلمانوں کے لیے واجب الاتباع نمونہ ہیں:

جنگ کی سب سے زیادہ ذمہ داری سپہ سالار پر ہوتی ہے غزوہ خندق میں مسلمانوں کے سپہ سالار رسول معظم ﷺ تھے۔ دشمن کی کثرت مسلمانوں کی تعداد اور خوراک کی قلت، حالات کی سنگینی نبی ﷺ کے پائے ثبات میں ذرہ بھر بھی لغزش

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا

چنانچہ کچھ ان میں سے جس نے پوری کردی اپنی نذر اور کچھ ان میں سے جو وہ انتظار کر رہے ہیں اور نہیں

بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ

انہوں نے تبدیلی کی تبدیلی کرنا تاکہ بدلہ دے اللہ سچے لوگوں کو ان کی سچائی کا

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور وہ عذاب دے منافقوں کو اگر وہ چاہے یا وہ توجہ کرے ان پر بے شک اللہ

كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

ہے بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا

ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی اس کا انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے اپنے روّیے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (۲۳) تاکہ اللہ سچے لوگوں کو اُن کی سچائی کی جزا دے وہ چاہے تو منافقوں کو سزا دے اور چاہے تو اُن کی توبہ قبول فرمائے، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (۲۴)

پیدا نہ کر سکی۔ اس لئے حکم ہوا کہ مسلمانو! تمہارا کردار بھی ایسا ہی ہونا چاہیے اور تمہیں رسول اللہ ﷺ کی ذات کو بطور نمونہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ جنگ میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں رسول کی ذات تمہارے لیے نمونہ ہونی چاہیے اس مختصر جملہ میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کو تمام مسلمانوں پر لازم اور واجب قرار دیا گیا ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا نام میرے چچا انس بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا وہ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر نہ ہو سکے اور یہ بات ان پر بہت شاق گزرتی تھی اور اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! اب اگر آپ ﷺ کے ساتھ حاضر ہونے کا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں کیا کچھ کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر وہ ڈر گئے اور ان الفاظ کے علاوہ کچھ اور لفظ کہنا مناسب نہ تھا جب اگلے سال احد کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے تو انہیں راستے میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے پوچھا ابو عمرو کہاں جاتے ہو؟ انس رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ ''واہ میں تو احد کی دوسری طرف سے جنت کی خوشبو پا رہا ہوں چنانچہ وہ بڑی جرأت سے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے اور ان کے جسم پر ضربوں، نیزوں اور تیروں کے اسّی (۸۰) سے زیادہ زخم پائے گئے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر نے کہا کہ ''میں اپنے بھائی کی نعش کو صرف اس کے پوروں سے پہچان سکی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (رواہ ترمذی: ابواب التفسیر [صحیح])

حُیی بن اخطب نے بنو قریظہ کو کس طرح بدعہدی پر آمادہ کیا:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ایسی مدد فرمائی کہ عام لڑائی کی نوبت ہی نہ آنے دی اور کفار کے محاصرہ کو اٹھانے کے لیے یخ

بستہ ہوا اور فرشتے بھیج دیئے یہود اور مکہ کے اتحادیوں میں پھوٹ ڈال دی نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن بدحواس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بھلا اللہ کی زبردست قوت کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے؟

بنوقینقاع اور بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد مدینہ میں بنوقریظہ کا قبیلہ ہی باقی رہ گیا تھا یہ قبیلہ دوسروں کی نسبت قدرے شریف اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والا تھا۔ جب بنونضیر کو خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا گیا اور جنگِ احزاب کی تیاریاں شروع ہو گئیں تو بنو نضیر کا رئیس حُیی بن اخطب رات کی تاریکیوں میں بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا کعب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ حُیی مجھے مسلمانوں سے عہد شکنی پر آمادہ کرنے کے لیے آیا ہے لہٰذا اس نے دروازہ ہی نہ کھولا حُیی نے اس سے کچھ چکنی چپڑی باتیں کیں تو آخر اس نے دروازہ کھول دیا حُیی کہنے لگا کعب میں تمہارے پاس زمانے کی عزت اور چڑھتا ہوا سمندر لے کر آیا ہوں مکہ والوں نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کا صفایا کیے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے اس کے جواب میں جو کچھ کعب نے کہا وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ اس نے کہا حُیی واللہ تم میرے پاس زمانے کی ذلت اور برسا ہوا بادل لے کر آئے ہو جو صرف گرج چمک رہا ہے تم پر افسوس مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں نے محمد ﷺ میں صدق وصفا کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ (ابن ہشام) مگر حُیی نے کعب کو سبز باغ دکھا دکھا کر بالآخر بدعہدی پر مجبور کر لیا وہ کہنے لگا اگر قریش محمد ﷺ کا خاتمہ کیے بغیر ہی واپس چلے گئے تو میں بھی تمہارے ساتھ قلعہ بند ہو جاؤں گا اور واپس نہیں جاؤں گا جو انجام تمہارا ہو گا وہی میرا ہو گا اس شرط پر کعب بھی اتحادیوں میں شامل ہو گیا۔

یہود کا انجام اور ان کے متعلق سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

یہودیوں کے پاس وافر مقدار میں راشن موجود تھا اور انہوں نے مسلمانوں سے بچاؤ کے لیے ڈیڑھ ہزار تلواریں، دو ہزار نیزے تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں بھی تیار کر رکھی تھیں مگر وقت پر کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی انہوں نے صرف ۲۵ دن کے محاصرہ کے بعد اس شرط پر ہتھیار ڈال دیے کہ ان کے حق میں جو بھی فیصلہ ان کے حلیف سعد بن معاذ کریں گے وہ انہیں منظور ہو گا حالانکہ ان کے پاس قلعہ میں اس قدر راشن موجود تھا کہ اگر وہ چاہتے تو پورا سال قلعہ بند رہ کر آسانی سے گزارا کر سکتے تھے مگر ان کے خوف زدہ ضمیر نے انہیں جلد ہی بے چین کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا۔

بنوقریظہ کا انجام:

«عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ هُوَ ابْنُ مُعَاذٍ، بَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَكَانَ قَرِيبًا مِنْهُ، فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ، فَلَمَّا دَنَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ، فَجَلَسَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ إِنَّ هَؤُلاَءِ نَزَلُوا عَلَى حُكْمِكَ، قَالَ فَإِنِّي

أَحْكُمُ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ، وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ، قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ»

(رواه البخاری: باب إذا نزل العدو على حكم رجل)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب بنوقریظہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا ثالث تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو اپنے پاس بلایا، وہ گدھے پر سوار ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ آگے بڑھ کر اپنے سردار کا استقبال کرو، سعد آئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوکر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد سے فرمایا کہ بنوقریظہ کے لوگ آپ کو اپنا فیصل تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا فیصلہ ہے کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کے بچوں کو غلام بنالیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سعد تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا فیصلہ دیا ہے۔''

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنگِ احزاب میں کاری زخم لگا تھا جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ظاہر ہے۔

مسائل

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر حال میں اپنے رب سے کیے ہوئے وعدے پورے کیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اپنے قول وفعل میں سچے مسلمانوں کو جزائے خیر دے گا۔

۳۔ منافقت سے تائب ہونے والے کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

سچائی اور اس کی جزا:

۱۔ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی وہی سچے ہیں۔ (الحشر: ۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے گا۔ (الاحزاب: ۲۴)

۳۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ نبیوں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔ (النساء: ۶۹)

۴۔ قیامت کے دن سچے لوگوں کو ان کی سچائی کا صلہ دیا جائے گا۔ (المائدۃ: ۱۱۹)

۵۔ سچے مومن وہ ہیں جو اپنے مال اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ (الحجرات: ۱۵)

۶۔ اے ایمان والو سچے لوگوں کا ساتھ دو۔ (التوبۃ: ۱۱۹)

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ

اورلوٹادیا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفرکیا ساتھ ان کے غصے کے نہیں انہوں نے حاصل کی کوئی بھلائی

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵ ج

اورکافی ہے اللہ مومنوں کو لڑائی میں اور ہے اللہ بڑا طاقتور نہایت غالب

''اللہ نے کفار کا منہ پھیر دیا وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اور اپنے دل میں جلن لیے ہوئے واپس پلٹ گئے، اور مومنوں کی طرف سے اللہ ہی لڑنے کے لیے کافی ہوگیا۔ اللہ زبردست بڑی قوت والا ہے۔ (۲۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: رسول معظم ﷺ کے اُسوہ کی اہمیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کردار بیان کرنے کے بعد احزاب میں شریک ہونے والے کفار کی ہزیمت کا ذکر۔

کفار، یہود اور ان کے حلیف اس نیت کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے کہ مدینہ کی ننھی منی ریاست کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے اور مسلمانوں کو تہس نہس کر دیا جائے گا، اس کے لیے انہوں نے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ بھی ساز باز کر لی۔ اہل مکہ نے تقریباً ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا اور بار بار خندق عبور کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن ناکام رہے اس کے باوجود انہوں نے مسلمانوں پر اس قدر دباؤ قائم رکھا کہ ایک دن نبی علیہ السلام اور آپ کے رفقاء کو ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نماز بروقت پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ آپ ﷺ نے چاروں نمازیں نصف رات کے قریب بالترتیب ادا کیں بالآخر اللہ تعالیٰ نے بادو باراں کے شدید ترین طوفان کے ذریعے مسلمانوں کی مدد فرمائی جس سے کفار کے خیمے اُکھڑ گئے یہاں تک کہ چولہوں پر پڑی ہنڈیاں اُلٹ گئیں اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی کمک بھیجی جنہوں نے کفار کو بھاگنے پر مجبور کر دیا اس طرح کفار پوری دنیا میں ذلیل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دُو بدو جنگ کرنے سے بچالیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نہایت طاقتور اور زبردست ہے۔ غزوہ احزاب کی واپسی کے موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

«الآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ» (رواہ البخاری: باب غَزْوَۃُ الخَنْدَقِ)

''اب ہم کفار پر یلغار کریں گے وہ ہم پر یلغار نہیں کر سکیں گے ہم ہی ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کے موقع پر نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد فرمائی اور کفار کو ذلیل کیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور اور ہر اعتبار سے غالب ہے۔

وَ اَنْزَلَ	الَّذِیْنَ	ظَاهَرُوْهُمْ	مِّنْ	اَهْلِ	الْكِتٰبِ	مِنْ
اوراس نے اتارا	ان لوگوں کو	ان کی مدد کی تھی جنہوں نے	سے	اہل	کتاب	سے

صَیَاصِیْهِمْ	وَ قَذَفَ	فِیْ	قُلُوْبِهِمُ	الرُّعْبَ	فَرِیْقًا	تَقْتُلُوْنَ
ان کے قلعوں	اوراس نے ڈال دیا	میں	ان کے دلوں	رعب	ایک گروہ	تم قتل کرتے تھے

وَ تَاْسِرُوْنَ	فَرِیْقًا ﴿۲۶﴾	وَ اَوْرَثَكُمْ	اَرْضَهُمْ	وَ دِیَارَهُمْ
اورتم قید کرتے تھے	ایک گروہ کو	اوراس نے وارث بنادیا تمہیں	ان کی زمین کا	اوران کے گھروں کا

وَ اَمْوَالَهُمْ	وَ اَرْضًا	لَّمْ	تَطَـُٔوْهَا ؕ	وَ كَانَ	اللّٰهُ
اوران کے مال کا	اورزمین	نہیں	تم نے روندا اس کو	اور ہے	اللہ

ع ۳ ۱۹

عَلٰی	كُلِّ	شَیْءٍ	قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾ ع
پر	ہر	چیز	قادر

اوراہل کتاب میں سے جن لوگوں نے حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا، اللہ انہیں اُن کے قلعوں سے اُتار لایا اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا ان میں ایک گروہ کو تم قتل کر رہے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کر رہے تھے۔ (۲۶) اللہ نے تمہیں اُن کی زمین اور اُن کے گھروں اور اُن کے اموال کا وارث بنادیا اور وہ علاقہ تمہیں عطا کیا جسے تم نے پامال نہیں کیا، اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (۲۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: غزوہ خندق کا نتیجہ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وسطوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کا یہودیوں پر رعب اور دبدبہ ڈال دیا۔ نبی علیہ السلام نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو آپ نے مدینہ کے یہودیوں سے بقائے باہمی کی بنیاد پر امن کا معاہدہ کیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی مدینہ پر حملہ آور ہوگا تو ہم مل کر اس کا دفاع کریں گے لیکن یہودی اس معاہدے پر قائم نہ رہے اور ان کی ہمدردیاں ہمیشہ اہلِ مکہ کے ساتھ رہیں اور خفیہ طور پر اہلِ مکہ کو مسلمانوں کے حالات بتلاتے رہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر انہوں نے باضابطہ طور پر مکہ والوں کے ساتھ خفیہ معاہدہ کیا اور ان میں کچھ لوگوں نے مسلمان خواتین کو پریشان کرنے کی کوشش کی۔ رسول اکرم ﷺ غزوہ خندق سے ظہر کے وقت مدینہ پہنچے اور آپ ﷺ اپنی بیوی حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل فرما رہے تھے کہ جبریلِ امین تشریف لائے اور فرمایا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں لیکن ملائکہ نے ابھی تک نہیں ڈالے آپ ہتھیار پہنیں اور بنوقریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کریں نبی علیہ السلام نے غسل سے فارغ ہوتے ہی یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کا اعلان کیا اور تین ہزار صحابہ کے ساتھ یہودیوں کے علاقہ کی ناکہ بندی کرلی یہودیوں نے کچھ

دن قلعہ بند ہو کر گزارے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر مسلمانوں کا رعب ڈال دیا آپ نے یہودیوں کے سامنے تین تجاویز پیش کیں۔ لیکن انہوں نے کوئی تجویز قبول نہ کی بالآخر یہودیوں نے آپ ﷺ کے سامنے اس شرط پر ہتھیار ڈال دیئے کہ جو فیصلہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کریں گے ہمیں قبول ہوگا آپ نے سعد کو فیصل تسلیم فرمایا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں کو قیدی بنا لیا جائے لہٰذا جن لوگوں نے عہد شکنی کی تھی انہیں قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی زمینوں اور گھروں کا مالک بنا دیا جس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ جن یہودیوں نے عہد شکنی کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا تم نے ان میں کچھ کو قیدی بنایا اور کچھ کو قتل کر دیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے گھروں اور زمینوں کا مالک بنایا حالانکہ تم نے اس زمین پر قدم بھی نہیں رکھا تھا ایسا اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (تفصیل کے لیے سیرت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بنو قریضہ کے بارے میں یہ فیصلہ سنایا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید میں رکھا جائے اور ان کی جائیداد کو تقسیم کر دینا چاہیے۔ نبی ﷺ نے سعد کے فیصلہ کے مطابق عملدرآمد کروایا۔

جب سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے والوں کے درمیان فیصلہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ تو نے بادشاہوں جیسا فیصلہ کیا ہے۔ (رواہ البخاری: باب اذا نزل العدو علی حکم رجل)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ ۲۔ مسلمانوں نے کچھ یہودیوں کو قتل کر دیا اور باقی کو قیدی بنا لیا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہودیوں کے قلعوں اور زمینوں کا وارث بنا دیا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (البقرۃ: ۲۰)
۲۔ اللہ آسمانوں و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران: ۲۹)
۳۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی اور نکلتی ہے۔ (الحدید: ۴)
۴۔ اللہ تعالیٰ آسمانون و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ (المجادلۃ: ۷)
۵۔ اللہ تعالیٰ حاضر اور غیب کو جاننے والا ہے۔ (الرعد: ۹)
۶۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائیگا وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۸)

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	اِنْ	كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ
اے	نبی	فرمادیجیے	اپنی بیویوں کو	اگر	ہوتم	تم چاہتی

الْحَيٰوةَ	الدُّنْيَا	وَزِيْنَتَهَا	فَتَعَالَيْنَ	اُمَتِّعْكُنَّ	وَاُسَرِّحْكُنَّ
زندگی	دنیاوالی	اوراس کی زیب وزینت	تو آؤ	میں تمہیں کچھ سامان دوں	اورتمہیں رخصت کروں

سَرَاحًا	جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾	وَاِنْ	كُنْتُنَّ	تُرِدْنَ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَالدَّارَ
رخصت کرنا	اچھا	اوراگر	ہوتم	چاہتی	اللہ	اوراس کے رسول کو	اورگھر

الْاٰخِرَةَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	اَعَدَّ	لِلْمُحْسِنٰتِ	مِنْكُنَّ	اَجْرًا	عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾
آخرت والا	تو بلاشبہ	اللہ نے	تیارکیا ہے	نیکی کرنے والیوں کے لیے	تم میں سے	اجر	بہت بڑا

''اے نبی! اپنی بیویوں سے فرمادیں، اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے کر اچھے طریقے سے رُخصت کرتا ہوں۔(۲۸) اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو جان لو کہ اللہ نے نیکوکاروں کے لیے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آیت ۲۱ میں نبی کریم ﷺ کو امت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے اس کے بعد غزوہ احزاب کا اختتام اور انجام بیان کیا اب اہل بیت کے حوالے سے نبی کریم کا اُسوہ بیان کیا جاتا ہے۔

اے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے فرماؤ کہ اگر تم دنیا اور اسکی آرائش وزیبائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں حسب توفیق دے کر اچھے طریقے کے ساتھ رخصت کرتا ہوں اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو پسند کرتی ہو تو یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے لیے بہترین اجر تیار کر رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی امّت کے باپ تھے اور ازواج مطہرات گھریلو خواتین تھیں انہیں کیا معلوم کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاشی حالات کیسے ہیں یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک سربراہ کو اپنے ساتھیوں اور آئندہ نسلوں کے لیے نمونہ بننا ہوتا ہے، چند آیات پہلے یہ حقیقت بیان ہو چکی ہے کہ رسول اکرم ﷺ تمام مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ بنائے گئے ہیں ظاہر بات ہے کہ نمونہ کامل اور اکمل تو وہی ذات ہو سکتی ہے جس کا ظاہر، باطن، گھریلو اور پبلک زندگی کا ایک ایک لمحہ امّت کے لیے مثال ہو۔ امہات المومنین نے جب آپ سے کئی بار مال کا مطالبہ کیا تو آپ کو یہ بات اس قدر ناگوار گزری کہ آپ ایک مہینہ کے لیے ان سے الگ تھلگ ہو گئے۔ یہاں تک کہ یہ بات مشہور ہو گئی کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَآءَ هَا حِيْنَ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ يُّخَيِّرَ اَزْوَاجَهٗ فَبَدَاءَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَّكَ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكَ اَنْ تَسْتَعْجِلِيْ حَتّٰى

تَسْتَأْمِرِیْ اَبَوَیْكِ وَقَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَیَّ لَمْ یَكُوْنَا یَأْمُرَانِیْ بِفِرَاقِهٖ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِلٰی تَمَامِ الْاٰیَتَیْنِ فَقُلْتُ لَهٗ فَفِیْ اَیِّ هٰذَا اَسْتَأْمِرُ اَبَوَیَّ فَاِنِّیْ اُرِیْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ)) (رواہ البخاری: کتاب التفسیر باب قولہ یاایھا النبی قل لازواجک)

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنی بیویوں کو اختیار دے دیں تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تیرے سامنے ایک معاملہ رکھنے لگا ہوں اس میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ کو علم تھا کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدا ہونے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیں دو آیات تلاوت کیں میں نے عرض کی کہ کیا اس بارے میں، میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو ترجیح دیتی ہوں۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ اپنی ذات اور اپنے گھر والوں کے لیے دنیا کی زیبائش پسند نہیں کرتے تھے۔

۲۔ میاں، بیوی کے درمیان علیحدگی احسن طریقہ سے ہونی چاہیے۔

۳۔ نیک بیوی کے لیے لازم ہے کہ وہ دنیا کی بجائے آخرت کو پسند کرے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں کے لیے بہترین اجر تیار کر رکھا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا بہترین صلہ دے گا۔ (التوبۃ:۱۲۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ صابر لوگوں کو ان کے صبر کی بہترین جزا دے گا۔ (النحل:۹۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ نیکوں کو ان کے اعمال سے بہتر جزا دے گا۔ (العنکبوت:۷)

۴۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مزید اجر عطا کرے گا۔ (النور:۳۸)

۵۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کے اعمال سے بہتر صلہ عطا کریں گے۔ (النحل:۹۷)

۶۔ اللہ صبر کرنے والوں اور توکل کرنے والوں کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ (العنکبوت:۵۹)

۷۔ ایمان لانے والوں، نماز قائم کرنے والوں اور زکوٰۃ دینے والوں کے لیے اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے۔ (البقرۃ:۲۷۷)

۸۔ اللہ پر ایمان لانے والوں اور توکل کرنے والوں کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ (الشوریٰ:۳۶)

۹۔ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا۔ (الزمر:۱۰)

۱۰۔ ہم ایمان لانے والوں کو ان کا اجر دیں گے۔ (الحدید:۲۷)

يٰنِسَآءَ	النَّبِيِّ	مَنْ	يَّاْتِ	مِنْكُنَّ	بِفَاحِشَةٍ
اے بیویو!	نبی کی	جو	آئے گی	تم میں سے	بری حرکت کو
مُّبَيِّنَةٍ	يُّضٰعَفْ	لَهَا	الْعَذَابُ	ضِعْفَيْنِ ؕ	وَكَانَ
صریح	دوگنا دیا جائے گا	اس کے لیے	عذاب	دوگنا	اور ہے
ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرًا ۝۳۰		
یہ	پر	اللہ	بہت آسان		

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جس کسی نے فحش حرکت کی اُسے دوہرا عذاب دیا جائے گا۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔''(۳۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی مکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی ازواج کا کردار امت کی عورتوں کے لیے نمونہ ہونا چاہئے اس لیے آپ کی ازواج کو حکم ہوا۔

سادگی اور شرم وحیاء کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ کی ازواج کو براہِ راست مخاطب کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کا مقام عام عورتوں جیسا نہیں وہ تو امہات المومنین ہیں اس لحاظ سے امّہات المؤمنین تمام عورتوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں لہٰذا ان کا کردار بھی اعلیٰ ہونا چاہیے تھا۔ یہاں یہ مفہوم لینے کی ہرگز اجازت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی سے کردار اور حیا کے حوالے سے کسی گراوٹ کا خدشہ تھا ایسا سوچنا بھی گناہ ہے بتلانا مقصود یہ ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو سادگی میں مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ بننا ہے اسی طرح انہیں کردار اور حیا میں بھی نمونہ بننا ہے کیونکہ اولاد اپنی ماں سے زیادہ متاثر ہوتی ہے بالخصوص بیٹیاں ماں کے نقش قدم پر چلتی ہیں اس لیے امّہات المؤمنین کو اپنی روحانی اولاد کے لیے نمونہ بننا چاہیے اس کے ساتھ یہ بھی بیان کردیا گیا کہ اگر نبی ﷺ کی ازواج سے کسی اخلاقی گراوٹ کا اظہار ہوگا تو انہیں سزا بھی دوگنی ہوگی انہیں عذاب دینا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں جس کا معنیٰ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی عظمت اور حرمت تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکے گی۔ اس سے یہ مسئلہ خود بخود نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی حرمت اور واسطے کا کوئی بوجھ نہیں ہے ہاں ازواج مطہرات میں سے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری اور نیک عمل کرے گی ان کے لیے اجر بھی دوگنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے اس فرمان میں یہ اصول اشارۃً بتلایا گیا ہے کہ معاشرے کے بڑے لوگ اور قوموں کے راہنماؤں کی وجہ سے لوگ بگڑتے اور سنورتے ہیں اس لیے انہیں اپنی اور دوسروں کی سزا بھی بھگتنا پڑے گی اگر یہ نیک ہوں گے تو ان کی وجہ سے لوگوں میں سنوار پیدا ہوگا ہے اگر یہ برے ہوں گے تو قوم میں برائی پیدا ہوگی اس لئے انہیں قوم کے لئے نمونہ بننا چاہیے اس میں ماں، باپ، استاد اور مذہبی رہنما بھی شامل ہیں۔ اسی بات کو نبی ﷺ نے اپنے ایک خط میں یوں تحریر فرمایا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد دنیا کے اکثر حکمرانوں کو خطوط لکھے جن میں انہیں اسلام کی دعوت دی ان میں ایک خط روم کے بادشاہ ہرقل کو لکھا جس میں اسلام کی دعوت دینے کے بعد تحریر کروایا کہ اگر تو مسلمان نہ ہوا تو

«فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْأَرِيسِيِّينَ» (رواه البخاری: باب دعاء النبی ﷺ إلى الإسلام والنبوة)

''میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کرو تو سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دوہرا اجر عطا کرے گا اگر آپ نے اعراض کیا تو آپ کی رعایا کا گناہ بھی آپ پر ہوگا۔''

روم کی اکثر آبادی زراعت پیشہ تھی اس لیے آپ ﷺ نے ہرقل کی عوام کے لیے ''اَلْاَرِیْسِیِّیْنَ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

مسائل

۱۔ بڑے لوگوں کو دوگنا عذاب ہوگا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی بڑے کو عذاب دینا مشکل نہیں۔

۳۔ جو بڑے لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کریں گے انہیں دوگنے اجر سے نوازا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

بڑے مجرموں کو دوگنا عذاب ہوگا:

۱۔ جہنم میں داخل ہونے والے اپنے سے پہلوں کو دیکھ کر کہیں گے ہمیں گمراہ کرنے والے یہی لوگ تھے انہیں دوگنا عذاب دیا جائے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہر ایک کے لیے دوگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ (الاعراف: ۳۸۔۳۹)

۲۔ اے ہمارے پروردگار ان کو دوگنا عذاب دے اور ان کو لعنت سے دوچار کر۔ (الاحزاب: ۶۸)

۳۔ انہیں دنیا اور آخرت میں دوہرا عذاب ہوگا۔ (بنی اسرائیل: ۷۵)

۴۔ مجرموں کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کے سوا کچھ نہیں۔ (البقرۃ: ۸۵)

۳۔ کفار کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں برا عذاب ہے۔ (البقرۃ: ۱۱۴)

۴۔ کافروں کے لیے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ (المائدۃ: ۴۱)

۵۔ کفار کے لیے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کو سخت عذاب دے گا۔ (الحج: ۹)

وَمَنْ	يَّقْنُتْ	مِنْكُنَّ	لِلّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَتَعْمَلْ
اور جو	اطاعت کرے	تم میں سے	اللہ	اور اس کے رسول کی	اور وہ عمل کرے

صَالِحًا	نُّؤْتِهَآ	اَجْرَهَا	مَرَّتَيْنِ ۙ	وَاَعْتَدْنَا
نیک	ہم دیں گے اسے	اس کا اجر	دو مرتبہ	اور ہم نے تیار کیا ہے

لَهَا	رِزْقًا	كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾
اس کے لیے	رزق	عزت والا

''اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور نیک عمل کرے گی ہم اسے دوگنا صلہ دیں گے اور ہم نے اس کے لیے رزقِ کریم تیار کر رکھا ہے۔'' (۳۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ازواجِ مطہرات کا مقام اور اجر و ثواب۔

اکیسویں پارے کا اختتام اس فرمان پر ہوا کہ اے نبی کی ازواج! اگر تم میں سے کسی نے بے حیائی کا ارتکاب کیا تو اسے دوگنی سزا دی جائے گی ہاں جو تم میں ''اللہ'' اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اسے دوہرا ثواب اور بہترین رزق دیا جائے گا کیونکہ تمہارا مقام عام مسلمان عورتوں جیسا نہیں بلکہ تم ان سے ممتاز مقام کی حامل ہو۔ اس لئے کہ تمہارے گھروں میں ''اللہ'' کی آیات کا نزول ہوتا ہے اور اس کے رسول شب و روز تمہارے گھروں میں تشریف فرما ہوتے ہیں لہٰذا تمہیں ہر حال میں ''اللہ'' اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا اور مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ بننا چاہیے۔

دینِ اسلام کی اشاعت اور اس کی ترقی پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح دکھائی دیتی ہے کہ دین کا بیشتر حصہ بالخصوص نبی کی ازدواجی اور گھریلو زندگی کے مسائل امہات المؤمنین کے ذریعے ہی امت تک پہنچے ہیں اسی لیے نبی کریم ﷺ کو چار بیویوں کی قید سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ازواجِ مطہرات کو معلوم تھا کہ ہمارے فرائض مسلمان خواتین سے بہت زیادہ ہیں اس لیے نبی ﷺ کی ہر بیوی نے اپنے خاندان میں تبلیغِ دین کے لیے محنت فرمائی اور اپنے عزیز و اقرباء کو آپ ﷺ کی پاکیزہ زندگی سے آگاہ کیا جس کے نتیجہ میں اُن کے خاندان کے لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ کی ازواجی زندگی اسلام کی ہمہ جہت ترقی میں بہترین ذریعہ ثابت ہوئی۔ قرآن مجید نے امہات المؤمنین کے حوالے سے یہ اصول واضح فرمایا ہے کہ جس شخص کی ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے اگر وہ دین کی اشاعت میں محنت کرے گا تو اس کا اجر بھی دوگنا ہوگا۔ اسی اصول کے پیشِ نظر نبی معظم ﷺ نے ''ہرقل'' کو یہ تحریر فرمایا تھا۔

«فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الإِسْلاَمِ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الأَرِيسِيِّينَ» (رواه البخاری: باب دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى الإِسْلاَمِ وَالنُّبُوَّةِ)

''میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرلے تو سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھے دوہرا اجر عطا کرے گا اگر تو نے اعراض کیا تو تیری رعایا کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔''

«عَنْ جَرِيْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا فِي صَدْرِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ» (رواه مسلم: باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة او كلمة طيبة وانها حجاب من النار)

''حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم دن کے پہلے پہر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں نیکی کی ابتدا کی جب تک لوگ اس پر عمل کرتے رہیں گے اسے اپنا اور دوسروں کے برابر ثواب ملتا رہے گا جبکہ لوگوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے کام کی بنیاد رکھی اس کو اپنا بھی اور اس پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوتا رہے گا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔''

«عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْاَمَةُ، فَيُعَلِّمُهَا فَيُحْسِنُ تَعْلِيْمَهَا، وَيُؤَدِّبُهَا فَيُحْسِنُ اَدَبَهَا، ثُمَّ يُعْتِقُهَا فَيَتَزَوَّجُهَا فَلَهُ اَجْرَانِ، وَمُؤْمِنُ اَهْلِ الْكِتَابِ، الَّذِيْ كَانَ مُؤْمِنًا، ثُمَّ آمَنَ بِالنَّبِيِّ ﷺ، فَلَهُ اَجْرَانِ، وَالْعَبْدُ الَّذِيْ يُؤَدِّيْ حَقَّ اللهِ، وَيَنْصَحُ لِسَيِّدِهٖ» (رواه البخاری: باب فضل من أسلم من أهل الكتابين)

''حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کو نبی مکرم ﷺ کا فرمان بیان کرتے ہوئے سنا سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: تین طرح کے افراد کو دوہرا اجر عطا کیا جائے گا ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کے پاس لونڈی ہو اس نے اسے اچھی طرح تعلیم دی اور اس کو ادب سکھایا اچھے انداز سے اس کی تربیت کی پھر وہ اس کو آزاد کردے اور اس سے نکاح کرلے دوسرا یہود و نصاریٰ کا وہ شخص جو اپنے دین میں پکا تھا اور بعد ازاں نبی ﷺ پر ایمان لے آیا اس کے لیے بھی دوہرا اجر ہے تیسرا وہ شخص جو غلام ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہوئے اپنے مالک کے کام اور خدمت میں بھی اس کا خیر خواہ رہتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات کو دوگنا اجر عنایت فرمائے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ازواجِ مطہرات کو رزقِ کریم سے سرفراز کرے گا۔

۳۔ ازواجِ مطہرات کا مقام اور مرتبہ امت کی خواتین سے بلند و بالا ہے۔

يٰنِسَآءَ	النَّبِيِّ	لَسْتُنَّ	كَاَحَدٍ	مِّنَ	النِّسَآءِ	اِنِ
اے بیویو!	نبی کی	تم نہیں ہو	کسی ایک کی مانند	سے	عورتوں	اگر
اتَّقَيْتُنَّ	فَلَا	تَخْضَعْنَ	بِالْقَوْلِ	فَيَطْمَعَ	الَّذِيْ	فِيْ
تم تقویٰ اختیار کرو	تو نہ	تم نزاکت اختیار کرو	بات چیت میں	کہ طمع کرنے لگے	وہ جو	میں
قَلْبِهٖ	مَرَضٌ	وَّقُلْنَ	قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا ﴿٣٢﴾		وَقَرْنَ
اس کے دل	روگ	اور تم کہو	بات	معقول		اور تم ٹھہری رہو
فِيْ	بُيُوْتِكُنَّ	وَلَا	تَبَرَّجْنَ	تَبَرُّجَ	الْجَاهِلِيَّةِ	الْاُوْلٰى
میں	اپنے گھروں	اور نہ	تم زیب وزینت ظاہر کرو	زینت ظاہر کرنا	جاہلیت کی	پہلی

''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو۔ کہ جو شخص دل کی خرابی میں مبتلا ہو وہ اُمید لگا بیٹھے۔ صاف سیدھی بات کیا کرو۔ (۳۲) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور دورِ جاہلیت کی طرح سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔

فہم القرآن

ربط کلام: بے حیائی سے بچنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ عورت غیر محرم سے بات کرتے ہوئے اپنی زبان میں نزاکت لانے کی بجائے اخلاق کے اندر رہ کر بے اعتنائی کا اظہار کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام اخلاق اور اچھی گفتگو کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن عورت کا غیر محرم کے ساتھ اخلاق یہ ہے کہ وہ اس سے بات کرتے ہوئے اپنی زبان میں نسبتاً بے اعتنائی کا اظہار کرے تاکہ جس شخص کے دل میں بے حیائی کا مرض ہے وہ غلط توقعات وابستہ نہ کرے تاہم اس ہدایت کا یہ معنیٰ نہیں کہ عورت غیر محرم سے بات کرتے ہوئے سخت الفاظ استعمال کرے یا ایسا انداز اختیار کرے جس میں بدخلقی پائی جائے اس کی اجازت نہیں ہے۔ مسلمان عورتوں کو بے حیائی سے بچنے اور مسئلہ کی اہمیّت جتلانے کے لیے امہات المؤمنین کو مخاطب کیا گیا ہے تاکہ مسلمان عورتوں کو احساس ہو کہ اہم ضرورت کے وقت ہم نے غیر محرم سے کس طرح بات کرنی ہے عورتوں کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں کیونکہ عورت بازارِ حسن یا مارکیٹ کا مال نہیں بلکہ گھر کی محافظ، وقار اور ملکہ ہے اگر عورت صحیح معنوں میں گھر کی ذمہ داری نبھائے تو اسے سخت مجبوری کے سوا گھر سے نکلنے کی فرصت کہاں ملتی ہے۔ پابندی کا یہ مطلب نہیں کہ عورت رشتہ داروں اور اپنی سہیلیوں کے ہاں نہیں جاسکتی یا مجبوری کے تحت کوئی کاروبار نہیں کرسکتی۔

عورت پر ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنے پر پابندی نہیں، پابندی اس بات پر ہے کہ جب گھر سے نکلنا پڑے تو حسن و جمال کی نمائش کرتے ہوئے نہ نکلے۔ اسے قرآن مجید نے دورِ جاہلیت کا نکلنا قرار دیا ہے۔

وَ اَقِمْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ اٰتِيْنَ	الزَّكٰوةَ	وَ اَطِعْنَ	اللّٰهَ
اور تم قائم کرو	نماز	اور تم ادا کرو	زکوٰۃ	اور تم اطاعت کرو	اللہ
وَ رَسُوْلَهٗ ؕ	اِنَّمَا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيُذْهِبَ	عَنْكُمُ
اور اس کے رسول کی	صرف	چاہتا ہے	اللہ	کہ وہ دور کردے	تم سے
الرِّجْسَ	اَهْلَ	الْبَيْتِ	وَ يُطَهِّرَكُمْ	تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾	
ناپاکی	اے والو	گھر	اور وہ پاک کردے تمہیں	پاک کرنا	

نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو ''اللہ'' چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والوں سے ہر قسم کی غلاظت کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کردے۔'' (۳۳)

حدیث شریف میں عورت کو یہاں تک ہدایت کی گئی ہے کہ اگر وہ باجماعت نماز ادا کر رہی ہو تو امام کے بھولنے کی صورت میں کوئی مرد لقمہ نہ دے پائے تو عورت لقمہ دینے کی بجائے اپنے الٹے ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو اس کی غلطی سے متنبہ کرے۔ (رواہ البخاری: باب التصفیق للنساء) اس سے اندازہ فرمائیں کہ دین غیر محرم عورت اور مرد کے اختلاط کو کس قدر ناپسند کرتا ہے چہ جائیکہ عورت ٹی وی، ریڈیو، کیبل اور اخبارات میں آکر پورے ناز نخرے کے ساتھ لوگوں کے سامنے اپنے انگ انگ کی نمائش کرے۔ قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں باوقار طریقے کے ساتھ رہیں جس کے لیے "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کا معنیٰ قرار اور وقار کیا گیا ہے یعنی اپنے گھر میں قرار پکڑو اور وقار کے ساتھ رہو اور نماز پڑھو، زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اسکے رسول کی تابعداری میں لگی رہو۔

"تَبَرُّجْ" کا معنی بے پردگی اور خوبصورتی کا اظہار کرنا ہے اسی طرح "تَبَرُّجْ" کا معنیٰ ابھار اور نمایاں ہونا ہے۔

اہل بیت اور ان کا مقام

پاکستان میں شیعہ اور بریلوی حضرات فکر و عمل کے اعتبار سے ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں ان کی اصلاح کے لئے مولانا پیر کرم شاہ صاحب بریلوی کی تفسیر سے من وعن اقتباس تحریر کیا جاتا ہے:

اس آیت کا سیاق و سباق دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آیت کے اس جملہ (اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ) میں بھی وہی مخاطب ہیں جن سے پہلے اور بعد میں خطاب ہو رہا ہے اور وہ ازواجِ مطہرات ہیں اور اہلِ بیت سے بھی ازواج مراد ہیں۔

فرقہ وارانہ تعصب سے بلند اور خالی الذہن ہو کر اگر ان آیات کا مطالعہ کیا جائے تو ان آیات کا یہی مفہوم ہے جو بلا تکلف سمجھ آتا ہے یعنی خدانہ بھلا کرے فرقہ ورانہ تعصبات کا کہ وہ حق فہمی کی راہ میں پہاڑ بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں شیعہ حضرات کو اس بات پر اصرار ہے کہ اہلِ بیت میں ازواجِ مطہرات داخل نہیں اس سے مراد فقط حضراتِ خمسہ ہیں یعنی امام المرسلین ﷺ،

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدہ فاطمہ طاہرہ اور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لیے جو دلائل انہوں نے پیش کیے ہیں وہ پیشِ خدمت ہیں انہیں پڑھیے! سنجیدگی سے ان پر غور کیجیے اور از روئے انصاف یہ فیصلہ کیجیے کہ راہِ حق سے کون بہک گیا ہے وہ فرماتے ہیں:

① اس جملہ میں ضمیریں مذکر ذکر کی گئی ہیں "عَنْكُمُ" اور "يُطَهِّرَكُمْ" اگر ان کا مرجع ازواجِ مطہرات ہوتیں تو مؤنث کی ضمیریں ذکر کی جاتیں۔ "عَنْكُمُ" کی بجائے "عَنْكُنَّ" آجاتا اور "يُطَهِّرَكُمْ" کی بجائے "يُطَهِّرَكُنَّ" ہوتا۔

② آیت کے اس حصہ میں "بَيْتِ" واحد مذکور ہے یہ چیز ازواج کی نفی کرتی ہے کیونکہ جہاں ان کے گھروں کا ذکر ہے وہاں بیت کی جمع بیوت مذکور ہے جیسے "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" اور "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" ہیں۔

③ اس سلسلہ میں جو بڑی وزنی بات انہوں نے کہی ہے کہ "اِنَّمَا" حصر کے لیے آتا ہے یعنی جو چیز اس کے بعد مذکور ہے اس کے لیے یہ فعل ثابت ہے اور جو مذکور نہیں اس سے یہ فعل منفی ہے نیز ارادہ کی دو قسمیں ہیں وہ ارادہ جس کی مراد کا پایا جانا یا نہ پایا جانا مستلزم نہیں، دوسرا وہ ارادہ جس کے ساتھ مراد کا پایا جانا ضروری ہے یعنی ایسا ارادہ جس پر "تَطْهِيْرًا" اور "اَذْهَابِ رِجْسَ" ضرور مرتب ہوگا اس مقام پر ارادہ "محصّنہ" نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا ارادہ تو ہر مومن کے لیے ہے کہ وہ ہر ناپاکی سے منزّہ ہو، ظاہری اور باطنی نجاستوں سے اس کا دامن حیات پاک ہو۔ اہلِ بیت کی اس میں کوئی خصوصیت نہیں حالانکہ یہ مقام مدح اہلِ بیت کا ہے یہاں تو کسی ایسی چیز کا ذکر ہونا چاہیے جو ان کے ساتھ مخصوص ہو اور وہ ارادہ کا دوسرا معنیٰ ہے جس سے ان حضرات کی عصمت ثابت ہوتی ہے لیکن ازواجِ مطہرات کی عصمت کا کوئی بھی قائل نہیں یہاں وہی لوگ مراد ہوں گے جن کی عصمت ثابت ہے اور وہ حضرات خمسہ ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ یہاں اہلِ بیت سے مراد ازواج نہیں ہیں امید ہے کہ یہ دلیل پیچ در پیچ آپ نے سمجھ لی ہوگی۔

④ کتبِ اہلِ سنت میں بھی ایسی احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ بیت سے مراد ازواج نہیں بلکہ حضراتِ خمسہ ہیں شیخ الطائفہ طوسی نے التبیان میں اور شیخ طبرسی نے مجمع البیان میں اور اسی فرقہ کے دوسرے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں یہی دلائل پیش کیے ہیں آیئے! ان دلائل کا بنظرِ انصاف جائزہ لیں۔

ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر ازواج مراد ہوتیں تو ضمیریں مؤنث کی ذکر کی جاتیں اسکے لیے گزارش ہے کہ آیت کے اس حصہ میں اہلِ بیت کا لفظ استعمال ہوا ہے یہ لفظ مذکر ہے اگرچہ معنیٰ مؤنث ہے اور عربی زبان میں بسا اوقات معنیٰ کا لحاظ نہیں رکھا جاتا صرف لفظ کے مطابق ضمیر ذکر کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں سورۃ ہود کی آیت ۷۱، ۷۲، ۷۳ ملاحظہ فرمایئے! جہاں فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہیں حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کا مژدہ سنا رہے ہیں پاس ہی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی ہیں آپ وفورِ مسرت سے ہنس پڑی ہیں ساتھ ہی اظہارِ تعجب کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔ (يٰوَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ) یعنی میں بوڑھی اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے کیا میرے ہاں بچہ پیدا ہوگا؟ بڑی عجیب وغریب بات ہے فرشتے حضرت سارہ علیہا السلام کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں (قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ) اے حضرت خلیل علیہ السلام کی

رفیقہ حیات ! کیا تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر تعجب کر رہی ہو اے اہلِ بیت ! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ "تَعْجَبِيْنَ" مؤنث کا صیغہ ہے لیکن بعد میں اہلِ بیت کے لفظ کے پیشِ نظر "عَلَيْكُمْ" میں مذکر کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ آپ دور کیوں جاتے ہیں اسی صفحہ کی پہلی آیت میں "مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ" پر غور کیجیے۔ "يَّقْنُتْ" مذکر کا صیغہ ہے لیکن بلا اختلاف اس سے مراد ازواج ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ "مَنْ تَقْنُتْ" ہوتا لیکن "مَنْ" کے لفظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے "يَّقْنُتْ" فرمایا گیا۔ اس لیے شیعہ حضرات کا یہ استدلال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

دوسری دلیل کے بارے میں عرض ہے کہ ازواجِ مطہرات کے حجروں کی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت تو یہ ہے کہ امّہات المومنین کی قیام گاہیں ہیں دوسری حیثیت یہ ہے کہ ان حجروں میں نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات اقامت گزیں ہیں جب ان حجروں کا ذکر ازواج کی قیام گاہوں سے ہو تو انہیں جمع ذکر کیا جاتا اور جب آپ ﷺ کی نسبت سے ہو تو واحد "وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" میں ہر زوجہ محترمہ کو حکم ہے کہ وہ اپنے اپنے حجرہ میں ٹھہرے اسی طرح "مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ" میں بھی ہر بی بی کا حجرہ مراد ہے کیونکہ وحی کا نزول مختلف حجرات میں ہوتا تھا لیکن اہلِ البیت میں "بَيْتِ" سے مراد آپ ﷺ کی قیام گاہ ہے اس لیے اس کو واحد ذکر کیا گیا۔

تیسرا استدلال بھی بڑا انوکھا ہے آپ کی دلیل کا دارومدار اس بات پر ہے کہ یہ مقام مدح اہلِ بیت ہے۔ حالانکہ یہ مقام مقامِ مدح نہیں بلکہ مقام موعظت و ارشاد ہے جو باتیں اور جو خوبیاں اہلِ بیت کو اپنانی چاہئیں اور جس ضابطہ حیات کی انہیں پابندی کرنا چاہیے اس کا تفصیلی ذکر ہو رہا ہے اس لیے اس دلیل کی بنیاد ہی درست نہیں نیز عصمت انبیاء کا عقیدہ تو متفقہ عقیدہ ہے لیکن دوسرے حضرات کی عصمت آپ کا اپنا مفروضہ ہے اس پر دلیل کی عمارت کیسے تعمیر کی جاسکتی ہے نیز اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہاں سے عدمِ عصمت ثابت ہوتی ہے ورنہ تحصیل لاحاصل لازم آئے گی یعنی جو ہستیاں پہلے ہی معصوم اور ہر طرح کے رِجس سے منزّہ اور مبرّہ ہیں ان کے متعلق یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پاک اور طاہر کرنا چاہتا ہے اس کا کوئی مطلب نہیں، اس کے علاوہ اگر اہلِ سنت کی عصمت کا ذکر ہی بطور مدح کرنا مقصود ہوتا تو آیت یوں ہونی چاہیے تھی۔ "اِنَّمَا اَرَادَ اللّٰهُ اَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيْرًا"۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ آیت اس طرح نہیں ہے۔

ان صاحبان نے چوتھی دلیل یہ پیش کی ہے کہ اہلسنت کی کتب میں بھی بکثرت ایسی احادیث ہیں جو اکابر صحابہ ابو سعید خدری، انس بن مالک، واثلہ بن اسقع، امّ المومنین عائشہ اور امّ المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ بیت سے مراد حضراتِ خمسہ ہیں اور ازواج اہلِ بیت میں داخل نہیں اس کے متعلق گزارش ہے کہ وہ احادیث جن میں یہ مذکور ہے کہ یہ آیت فقط ان حضراتِ قدسی صفات کے حق میں نازل ہوئی ان کے راوی مجروح اور ساقط الاعتبار ہیں جن کی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے اور جن کے راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں ان میں کوئی تخصیص مذکور نہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ امّہات المومنین اور یہ حضرات سب اہلِ بیت میں شامل ہیں اور یہی حق ہے اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔

کچھ لوگوں نے اہلِ بیت کے لفظ کو نبی علیہ السلام کی ازواج کے لیے مخصوص کر دیا ہے حالانکہ حدیث کی روشنی میں اہلِ بیت

میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ حضرت علی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔

«عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ فِي بَيْتِي أُنْزِلَتْ (إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا) قَالَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى فَاطِمَةَ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَقَالَ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ قَالَ بَلَى إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى» (رواه البیهقی: باب الدلیل علی ان ازواجه ﷺ من اهل بیته فی الصلوة علیهن [صحیح])

''حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ حضرت امّ سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا میں اہلِ بیت میں شامل نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ!''

مخصوص نظریہ رکھنے والے ایک فرقہ کی ستم ظریفی مولانا مودودی رحمہ اللہ کا ارشاد:

مولانا مرحوم کی کتاب خلافت ملوکیت کے حوالے سے کچھ اہل علم کا خیال ہے کہ مولانا صاحب کا رجحان اہل تشیع کی طرف ہے اس لیے ان کی تحریر پیش خدمت ہے۔

ایک گروہ نے اس آیت کی تفسیر میں صرف اتنا ہی ستم نہیں کیا کہ ازواجِ مطہرات کو ''اہلِ بیت'' سے خارج کر کے صرف حضرت علی، فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے لیے اس لفظ کو خاص کر دیا بلکہ اس پر مزید ستم یہ کیا کہ اس کے الفاظ ''اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے'' سے یہ نتیجہ نکال لیا کہ حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد انبیائے کرام علیہم السلام کی طرح معصوم ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ "رِجْس" سے مراد خطا اور گناہ ہے اور ارشادِ الٰہی کی رو سے یہ "اَهْلَ الْبَيْتِ" اس سے پاک کر دیئے گئے ہیں حالانکہ آیت کے الفاظ یہ نہیں ہیں کہ تم سے گندگی دور کر دی گئی اور تم بالکل پاک کر دیئے گئے بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تم سے گندگی کو دور کرنا اور تمہیں پاک کر دینا چاہتا ہے سیاق و سباق بھی نہیں بتاتا کہ یہاں مناقبِ اہلِ بیت بیان کرنے مقصود ہیں بلکہ یہاں تو اہلِ بیت کو نصیحت کی گئی ہے کہ تم فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو اس لیے کہ اللہ تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے بالفاظِ دیگر مطلب یہ ہے کہ تم فلاں رویہ اختیار کرو گے تو پاکیزگی کی نعمت تمہیں نصیب ہوگی ورنہ نہیں تا ہم اگر "يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا" کا مطلب یہ لے لیا جائے کہ اللہ نے ان کو معصوم کر دیا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ وضو، غسل اور تیمم کرنے والے سب مسلمانوں کو معصوم نہ مان لیا جائے کیونکہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ" ''مگر اللہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دے (المائدۃ:۶) (تفہیم القرآن: جلد ۴)

«عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي» (رواه الترمذی: باب مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ [صحیح])

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقعہ خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے: اے لوگو! میں تمہارے لیے ایسی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم ان کو تھامے رکھو گے تو یقیناً تم گمراہی سے محفوظ رہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرا میرے اہل بیت کی عزت وتکریم۔''

«عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الآخَرِ كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا»

(رواہ الترمذی: بَابُ مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ [صحیح])

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے لیے ایسی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم ان کو تھامے رکھو گے تو تمہیں کوئی چیز گمراہ نہیں کر سکے گی۔ ایک اللہ کی کتاب جس کا ایک سرا آسمانوں میں ہے اور دوسرا زمین پر۔ دوسرا میرے اہل بیت کی عزت وتکریم یہ دونوں قیامت کے دن میرے پاس حوضِ کوثر پر پہلے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے، اب غور کرنا میرے بعد ان دونوں کے ساتھ تم کیا سلوک کرتے ہو۔''

مسائل

۱۔ نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کا مقام ومرتبہ کے اعتبار سے امّت کی تمام عورتوں اعلیٰ ہیں۔
۲۔ نبی ﷺ کی بیویوں کو حکم دیا گیا کہ اپنی آواز میں لطافت پیدا کرنے سے پرہیز کریں۔
۳۔ نبی ﷺ کی بیویوں کو اپنی زیب وزینت ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
۴۔ نبی ﷺ کی بیویوں کو نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو پاک کرتا ہے:

۱۔ پاک وہی ہے جسے اللہ پاک کرے۔ (النساء:۴۹) ۲۔ حضرت یوسف کی پاک دامنی کا انتظام فرمایا۔ (یوسف:۳۱)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہود کے الزام سے پاک کیا۔ (الاحزاب:۶۹)
۴۔ عیسیٰ نے گود میں اپنی والدہ کی پاکدامنی کا اعلان فرمایا۔ (مریم:۳۰)
۵۔ اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (التوبۃ:۱۰۸)
۶۔ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو لڑکپن میں دانائی عطا فرمائی تھی اور اپنی جناب سے پاکیزگی اور شفقت عطا فرمائی تھی وہ پرہیزگار تھے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے، سرکش اور نافرمان نہیں تھے۔ (مریم:۱۲ تا ۱۴)
۷۔ جس نے اپنے آپ کو پاک کرلیا وہ فلاح پا گیا۔ (الاعلیٰ:۱۴)

وَاذْكُرْنَ	مَا	يُتْلٰى	فِيْ	بُيُوْتِكُنَّ	مِنْ
اور تم یاد کرو	جو	پڑھی جاتی ہیں	میں	تمہارے گھروں	سے
اٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَالْحِكْمَةِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	
آیات	اللہ کی	اور حکمت	بے شک	اللہ	
كَانَ	لَطِيْفًا	خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾			
ہے	نہایت باریک بین	بڑا باخبر			

ع ۴

جو تمہارے گھروں میں ''اللہ'' کی آیات اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھا کرو یقیناً اللہ باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے۔'' (۳۴)

فہم القرآن

ربط کلام: نبی اکرم ﷺ کے گھر کا ماحول۔

آیت ۲۸ سے لے کر مختلف انداز میں نبی اکرم ﷺ کے گھر والوں کو خطاب کیا جا رہا ہے اس موقعہ پر آخری حکم ہوا کہ پاک صاف ماحول میں رہتے ہوئے ''اللہ'' کی آیات اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں وحی کی صورت میں پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو اور ان کی تلاوت کیا کرو، ہمیشہ عقیدہ اپناؤ کہ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے اس فرمان میں یہ بات کھل گئی ہے کہ اہلِ بیت میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج بدرجہ اولیٰ شامل ہیں کیونکہ وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں نازل نہیں ہوتی تھی جب آپ ﷺ گھر میں ہوتے تو وحی امہات المؤمنین کے حجروں میں ہی نازل ہوا کرتی تھی۔

اکثر اہل علم اور مفسرین نے حکمت کے معانی فہم وفراست، علم وحلم، عدل وانصاف، حقیقت اور سچائی تک پہنچنا اور دین کی سمجھ حاصل کرنا بیان کیے ہیں اس کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ ضَمَّنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَي صَدْرِهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ»

(رواہ البخاری: باب ذِکْرِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے مجھے اپنے گلے لگایا اور میرے لیے دعا کی کہ اے اللہ! اسے قرآن کا فہم عطا فرما۔''

«عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ، فَوَاللّٰهِ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ يَنْزِلُ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِيْ لِحَافِهَا لَيْسَ عَائِشَةَ قُلْتُ لَا جَرَمَ، وَاللّٰهِ لَا أُؤْذِيْكَ فِيْهَا أَبَدًا»

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی [حسن])

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے عائشہ کے بارے میں پریشان نہ کرنا۔ اللہ کی قسم!

عائشہ کے علاوہ تم میں سے کوئی ایسی بیوی نہیں جس کے بستر میں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہو۔ میں نے کہا کوئی شک نہیں اللہ کی قسم! میں عائشہ کے بارے میں آپ کو کبھی پریشان نہیں کروں گی۔''

گھر میں نماز اور تلاوت کرنے کا حکم:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لاَ تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ»

(رواہ مسلم: باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ وجوازھا فی المسجد)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔''

«عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَى مَسْجِدَ بَنِي عَبْدِ الأَشْهَلِ فَصَلَّى فِيهِ الْمَغْرِبَ فَلَمَّا قَضَوْا صَلاَتَهُمْ رَآهُمْ يُسَبِّحُونَ بَعْدَهَا فَقَالَ هَذِهِ صَلاَةُ الْبُيُوتِ» (رواہ ابو داؤد: باب رکعتی المغرب أین تصلیان [حسن])

''سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں آپ نے مغرب کی نماز پڑھی۔ جب انہوں نے فرض نماز مکمل کی تو آپ ﷺ نے انہیں نفل پڑھتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا: یہ گھروں میں پڑھی جانے والی نماز ہے، یعنی نفلی نماز گھر میں پڑھنی زیادہ افضل ہے۔''

مسائل

۱۔ گھر میں قرآن مجید کی تلاوت اور حدیث شریف کا تذکرہ کرنا چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نہایت مہربان اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

تلاوتِ قرآن اور اس کی حکمت:

۱۔ قرآن کی تلاوت کا حق ادا کرنا چاہیے۔ (البقرۃ: ۱۲۱) ۲۔ قرآن کی تلاوت کے وقت تدبر کرنا چاہیے۔ (النساء: ۸۲)

۳۔ سحری کے وقت تلاوت کرنا افضل ہے۔ (الاسراء: ۷۸)

۴۔ اللہ کے بندے رات کو اٹھ اٹھ کر قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ (آلِ عمران: ۱۱۳)

۵۔ ایمانداروں کے دل اللہ کے ذکر سے سہم جاتے ہیں جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ (الانفال: ۲)

۶۔ جن کو کتاب دی گئی وہ اس کی تلاوت اسی طرح کرتے ہیں جس طرح تلاوت کرنے کا حق ہے۔ (البقرۃ: ۱۲۱)

اِنَّ	الْمُسْلِمِيْنَ	وَالْمُسْلِمٰتِ	وَالْمُؤْمِنِيْنَ	وَالْمُؤْمِنٰتِ	وَالْقٰنِتِيْنَ
بے شک	مسلمان مرد	اور مسلمان عورتیں	اور مومن مرد	اور مومن عورتیں	اور فرمانبردار مرد

وَالْقٰنِتٰتِ	وَالصّٰدِقِيْنَ	وَالصّٰدِقٰتِ	وَالصّٰبِرِيْنَ	وَالصّٰبِرٰتِ
اور فرمانبردار عورتیں	اور راست باز مرد	اور راست باز عورتیں	اور صبر کرنے والے مرد	اور صبر کرنے والی عورتیں

وَالْخٰشِعِيْنَ	وَالْخٰشِعٰتِ	وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ	وَالْمُتَصَدِّقٰتِ	وَالصَّآئِمِيْنَ
اور ڈرنے والے مرد	اور ڈرنے والی عورتیں	اور صدقہ دینے والے مرد	اور صدقہ دینے والی عورتیں	اور روزے دار مرد

''یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزے دار مرد

فہم القرآن

ربط کلام: اللہ تعالیٰ کی آیات کو یاد کرنے اور اس کی نازل کردہ حکمت کا تقاضا ہے کہ مسلمان مرد اور خواتین میں درج ذیل اوصاف کا ہونا ضروری ہے جن حضرات میں یہ اوصاف ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا اور انہیں اجرِ عظیم عطا کرے گا۔

اس آیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ امہات المومنین میں سے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! قرآن مجید میں بار بار مردوں کو ہی مخاطب کیا گیا ہے عورتوں کو مخاطب کیوں نہیں کیا جاتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں مومن مردوں اور عورتوں کو نہ صرف یکساں طور پر مخاطب کیا گیا ہے بلکہ اس میں ایک سچے اور پکے مسلمان مرد اور عورت کے کردار کا خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے ان اوصاف کا حامل مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، امیر ہو یا غریب، عربی ہو یا عجمی، گورا ہو یا کالا، حکمران ہو یا محکوم جس میں بھی یہ اوصاف ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور اسے اجرِ عظیم سے نوازے گا۔

① **مسلمان:**

اسلام کا معنیٰ سلامتی اور تابعداری ہے اسلام کا جامع تصور یہ ہے۔

''ابراہیم کو اس کے رب نے فرمایا کہ فرمانبردار ہو جا اس نے عرض کی کہ میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے سامنے جھکا دیا ہے۔ (البقرۃ:۱۳۱) ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرمالیا ہے تمہیں موت اسلام کی حالت میں آنی چاہیے۔'' (البقرہ:۱۳۲)

② **مومن:**

مومن کا معنیٰ ہے ایمان دار کچھ اہل علم نے مسلم اور مومن کے الفاظ کو ایک دوسرے کا مترادف قرار دیا ہے۔

وَالصّٰٓئِمٰتِ	وَالْحٰفِظِيْنَ	فُرُوْجَهُمْ	وَالْحٰفِظٰتِ
اور روزے دار عورتیں	اور حفاظت کرنے والے مرد	اپنی شرمگاہوں کی	اور حفاظت کرنے والی عورتیں
وَالذّٰكِرِيْنَ	اللّٰهَ	كَثِيْرًا	وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ	اَعَدَّ	اللّٰهُ
اور ذکر کرنے والے مرد	اللہ کا	کثرت سے	اور ذکر کرنے والی عورتیں	تیار کی ہے	اللہ نے
لَهُمْ	مَّغْفِرَةً	وَّاَجْرًا	عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾
ان کے لیے	مغفرت	اور اجر	بہت بڑا

اور روزے دار عورتیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں ان کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔'' (۳۵)

حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلم اور مومن کے درمیان درجہ بندی کے لحاظ سے بڑا فرق ہے مسلمان وہ ہے جو اسلام کے ظاہری ارکان پر واجبی طور پر عمل کرتا ہے مومن وہ ہے جو ارکانِ اسلام پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ایک تڑپ اور لگن کے ساتھ نیکی کے معاملات میں دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے مومن کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی سے بھی محروم نہ رہے گویا کہ وہ اسلام کے ہر پہلو پر پوری طرح عمل کرنے کی فکر میں رہتا ہے اسی لیے قرآن مجید نے عام مسلمانوں کو یوں خطاب فرمایا:

''دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں اے پیغمبر! انہیں فرما دیں کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہو کہ ہم مسلمان ہیں ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کمی نہیں کرے گا کیونکہ اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ ایمان دار تو وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں پھر اس میں شک نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور نفسوں کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں یہی لوگ مومن ہیں۔'' (الحجرات: آیت ۱۴۔۱۵)

③ قَانِتٌ:

مرد کے لیے قَانِتِيْنَ اور عورت کے لیے قَانِتٰتِ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس سے مراد وہ شخص اور عورت ہے جو دل کی اتھاہ گہرائیوں کے ساتھ قولاً اور فعلاً اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرتے ہوئے طبیعت میں سکون محسوس کرے نماز کے بارے میں بالخصوص یہ حکم دیا گیا ہے

{ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿٢٣٨﴾ } (البقرۃ:۲۳۸) ''اللہ کے سامنے عاجزی سے کھڑے ہوا کرو۔''

④ اَلصَّادِقُ:

ہر حال میں ''اَلصِّدْقَ'' اختیار کرنے والے کو اَلصَّادِقُ کہا جاتا ہے یعنی ایسا مسلمان جو اپنے قول اور فعل کے ساتھ

اسلام کی صداقت کا ترجمان ہو ایک مسلمان کو قولاً اور فعلاً اسلام کا ترجمان بنتے ہوئے اس بات کا بھی التزام کرنے کا حکم ہے کہ وہ ہمیشہ سچے لوگوں کا ساتھ دے۔

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۱۹ } (التوبہ:۱۱۹)

''اے مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کا ساتھ دیا کرو۔''

⑤ صَابِرٌ:

صبر بے بسی اور بے کسی کا نام نہیں صبر قوت برداشت، قوتِ مدافعت کو بحال رکھنے اور طبیعت کو شریعت کا پابند بنانے کا نام ہے۔ دشمن کے مقابلے میں جرات، بہادری دکھانا بھی صبر میں شامل ہے صابر کو آخرت میں بغیر حساب کے جنت میں داخلہ نصیب ہوگا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رفاقت و دستگیری حاصل ہوگی۔

{ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳ } (البقرۃ:۱۵۳)

''اللہ کی رفاقت اور دستگیری صبر کرنیوالوں کے لیے ہے۔''

⑥ خَاشِعِيْنَ:

''خَاشِعِيْنَ'' ''خَاشِعٌ'' کی جمع ہے مسلمان کی کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں خشیت الٰہی نہ پائی جائے۔ خشیت دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے رب کی نافرمانی اور اس کی گرفت سے ڈرتا رہتا ہے جس میں یہ صفت ہوگی وہ مسلمان ہر وقت اپنے اخلاق اور اعمال کا محاسبہ کرے گا ان لوگوں کی یوں تعریف کی گئی ہے۔

{ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ } (المومنون:۲)

''مومن اپنی نماز میں خشیت اختیار کرتے ہیں۔''

⑦ مُتَصَدِّقٌ:

''مُتَصَدِّقٌ'' حقیقت میں وہ شخص ہوتا ہے جو عسر اور یسر میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہتا ہے کیونکہ صحیح معنوں میں مسلمان وہ ہے جو اپنے سے کمزور مسلمان کے ساتھ تعاون کرے قرآن مجید نے اس بات کو متقین کی ایک صفت کے طور پر ہی نہیں لیا بلکہ اسے ایمان کی مبادیات میں شامل کیا ہے۔

{ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۳۴ } (آل عمران:۱۳۴)

''متقین عُسر، یُسر میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے۔''

{ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ } (البقرۃ:۳)

''جو لوگ غیب پر ایمان لاتے، نماز قائم کرتے اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

⑧ اَلصَّوْمُ:

"اَلصَّوْم" کا مطلب سحری سے لے کر مغرب تک روزہ رکھنا ہے روزہ اس بات کا بالفعل احساس دلاتا ہے کہ بھوک اور تنگ دستی کی سختیاں غریب کی زندگی پر کیا اثرات مرتب کرتی ہیں روزے سے گناہ معاف ہونے کے ساتھ دوسرے سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِي، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ، وَفَرْحَةٌ حِينَ يَلْقَى رَبَّهُ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ المِسْكِ))

(رواہ البخاری: بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى (يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللهِ))

''حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا بندہ میرے لیے روزہ رکھتا ہے، محض میری خاطر اپنی خواہشات کو قربان کرتا ہے اور اپنا کھانا، پینا چھوڑتا ہے اس لیے اس کی جزا بھی میں خود دوں گا۔ روزہ دار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری خوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے وقت نصیب ہوگی اور روزے دار کے منہ کی بُو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔''

⑨ عفت وعصمت کی حفاظت کرنے والے:

قرآن مجید میں ایسے احکام نازل ہوئے ہیں اگر مسلمان ان کی پاسداری کریں تو مسلم معاشرہ میں ہر کسی کی عزت وعفت محفوظ رہ سکتی ہے۔ تفصیل سے بیان کرنے کی بجائے یہاں صرف دو حوالے پیش کیے جاتے ہیں جس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلام کس طرح لوگوں کی عفت کی حفاظت کرتا ہے۔

''اے پیغمبر ﷺ! مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے اللہ کو ان کے سب کاموں کی خبر ہے۔ اے پیغمبر مومن عورتوں سے بھی کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو بچا کر رکھیں اور اپنی سج دھج کو ظاہر نہ کیا کریں۔'' (النور: ۳۰، ۳۱)

''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ یہ برائی اور بہت بُرا راستہ ہے۔ (بنی اسرائیل: ۳۲)

''سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (رواہ البخاری: باب حِفظِ اللِّسَانِ)

⑩ اَلذَّاكِرِيْن:

"اَلذّٰكِرِيْنَ وَّ الذّٰكِرٰتِ" سے مراد مخصوص لوگ نہیں جو مجالس پڑھنے کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔ "اَلذّٰكِرِيْنَ وَّ الذّٰكِرٰتِ" سے مراد وہ خوش قسمت اور بانصیب لوگ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں۔

ذکر کے بارے میں فہم القرآن جلد ۱ آیت ۱۵۲ میں قدرے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے

کہ ذکر سے مراد اللہ کا نام، صفات اور ذات کا ذکر کرنا اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ذکر کے تصور کو اس قدر وسعت سے بیان فرمایا ہے۔

«اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ»

(رواه أبو داؤد: كتاب المناسک، باب فی الرمل [ضعيف])

''یقیناً! بیت اللہ کا طواف' صفا و مروہ کی سعی اور شیاطین کو کنکریاں مارنا ''اللہ'' کا ذکر بلند کرنے کے لیے ہیں۔''

«عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ اَحْيَانِهِ» (رواه مسلم: باب ذكر الله تعالى فی حال)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔''

«عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِیْ يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِیْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَيِّتِ» (رواه البخاری: باب فضل ذكر الله عزوجل)

''حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان کرتے ہیں کہ اپنے ''رب'' کا ذکر کرنے والے کی مثال زندہ اور نہ کرنے والے کی مثال مردہ شخص کی ہے۔''

مسائل

۱۔ صالح اعمال کے حوالے سے مسلمان مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے صالح مردوں اور عورتوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا اور اجرِ عظیم عطا فرمانے والا ہے:

۱۔ اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے معاف کرے گا۔ (الفتح: ۱۴)

۲۔ اللہ توبہ کرنے والوں کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے بے شک اللہ معاف کرتا اور رحم فرماتا ہے۔ (التوبۃ: ۹۹)

۳۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں معاف کر دے؟ وہ غفور اور رحیم ہے۔ (النور: ۲۲)

۴۔ جو سچے دل سے تائب ہو جائے ایمان کے ساتھ اعمال صالح کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا کیونکہ اللہ معاف کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ (الفرقان: ۷۰)

۵۔ جو توبہ کرے اور اصلاح کرے تیرا رب بڑا غفور اور رحیم ہے۔ (النحل: ۱۱۹)

۶۔ اللہ جلد پکڑنے والا غفور اور رحیم ہے۔ (الانعام: ۱۶۵)

۷۔ گناہ گار کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (الزمر: ۵۳)

۸۔ اللہ ان کو ان کے اعمال سے بہتر صلہ عطا فرمائے گا۔ (الزمر: ۳۵)

وَمَا	كَانَ	لِمُؤْمِنٍ	وَّلَا مُؤْمِنَةٍ	اِذَا	قَضَى
اور نہیں	ہے	مومن کے لیے	اور نہ مومنہ کے لئے	جب	فیصلہ کردے
اللّٰهُ	وَرَسُوْلُهٗٓ	اَمْرًا	اَنْ	يَّكُوْنَ	لَهُمُ
اللہ	اور اس کا رسول	کسی معاملے کا	یہ کہ	ہو	ان کے لیے
الْخِيَرَةُ	مِنْ	اَمْرِهِمْ ؕ	وَمَنْ	يَّعْصِ	اللّٰهَ
اختیار	سے	ان کے معاملے	اور جو کوئی	نافرمانی کرے گا	اللہ کی
وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ	ضَلَّ	ضَلٰلًا	مُّبِيْنًا ؕ ﴿٣٦﴾	
اور اس کے رسول کی	تو تحقیق	وہ گمراہ ہوگیا	گمراہ	واضح	

''کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دیں تو پھر اُسے اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔'' (٣٦)

فہم القرآن

ربط کلام: اس سے پہلی آیت میں مذکور اوصافِ حمیدہ کا تقاضا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن کہلوانے کا حق نہیں رکھتا جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو اپنے لیے قطعی اور آخری فیصلہ تسلیم نہیں کرتا۔

نبی علیہ السلام نے معاشرے میں سماجی اونچ نیچ ختم کرنے کے لیے اپنے متبنّیٰ بیٹے زید کے لیے حضرت زینب کا رشتہ طلب کیا زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے قریبی رشتہ داروں نے اسے ناپسند جانا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم قریش کے رؤسا ہیں اور زید ایک آزاد کردہ غلام ہے۔ حضرت زینب آپ کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھی انہوں نے نکاح کے پیغام کے ردِعمل میں یہ الفاظ کہے کہ "اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ نَسَبًا" میں زید سے نسب کے لحاظ سے اعلیٰ ہوں اس پر یہ فرمان نازل ہوا۔

کہ کسی مومن مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کریں تو پھر اسے اس معاملے میں فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوگا جونہی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حضرت زینب اور اس کے رشتہ داروں نے اسے سُنا تو انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے آکر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت زید کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا تاہم ان کا آپس میں نباہ نہ ہو سکا جس کا ذکر اگلی آیت میں کیا گیا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا ازواجی زندگی میں عجب واقعہ:

«عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ زَوَّجَ أُخْتَهُ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فَكَانَتْ عِنْدَهُ مَا كَانَتْ ثُمَّ طَلَّقَهَا تَطْلِيقَةً لَمْ يُرَاجِعْهَا حَتَّى انْقَضَتِ الْعِدَّةُ فَهَوِيَهَا وَهَوِيَتْهُ ثُمَّ خَطَبَهَا مَعَ الْخُطَّابِ فَقَالَ لَهُ يَا لُكَعُ أَكْرَمْتُكَ بِهَا وَزَوَّجْتُكَهَا فَطَلَّقْتَهَا وَاللّٰهِ لَا تُرَاجِعُ إِلَيْكَ أَبَدًا آخِرُ مَا عَلَيْكَ قَالَ فَعَلِمَ اللّٰهُ حَاجَتَهُ إِلَيْهَا وَحَاجَتَهَا إِلَى بَعْلِهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى {وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ} إِلَى قَوْلِهِ {وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ} فَلَمَّا سَمِعَهَا مَعْقِلٌ قَالَ سَمْعًا لِرَبِّي وَطَاعَةً ثُمَّ دَعَاهُ فَقَالَ أُزَوِّجُكَ وَأُكْرِمُكَ»

(رواہ الترمذی: کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ [صحیح])

''حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسلمانوں میں سے ایک آدمی کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کی وہ اس کے ہاں کچھ عرصہ رہی پھر اس کے خاوند نے اسے ایک طلاق دی اور عدت گزر گئی لیکن رجوع نہ کیا کچھ عرصہ بعد میاں بیوی ایک دوسرے کو چاہنے لگے اس آدمی نے نکاح کے لیے آدمی بھیجا تو معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا، کمینے! میں نے تیری عزت کرتے ہوئے اپنی بہن کے ساتھ شادی کی اور تو نے اسے طلاق دے دی۔ اللہ کی قسم! اب یہ کبھی بھی تیرے پاس نہیں لوٹے گی یہ آخری بار تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں میاں بیوی کی خواہش کے پیشِ نظر آیت نازل فرمائی {وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ} جب معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی تو فرمایا میں نے اپنے رب کی بات سنی اور اسے مان لیا۔ انہوں نے اس آدمی کو بلایا اور کہا میں تیرا نکاح کرتا ہوں اور تیری عزت بھی کروں گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

۲۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والا واضح طور پر بھٹک جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر مؤمن اور مؤمنہ پر فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم تسلیم کرے:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ (الانفال: ۴۶)

۲۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (آل عمران: ۱۳۲)

۳۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ (محمد: ۳۳)

۴۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو۔ (المائدۃ: ۹۲)

۵۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور صاحبِ امر کی اطاعت کرو۔ (النساء: ۵۹)

وَاِذْ	تَقُوْلُ	لِلَّذِيْٓ	اَنْعَمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِ
اور جب	آپ فرمادیں	اس کے لیے جو	انعام کیا	اللہ نے	اس پر

وَاَنْعَمْتَ	عَلَيْهِ	اَمْسِكْ	عَلَيْكَ	زَوْجَكَ	وَاتَّقِ
اور تو نے انعام کیا	اس پر	کہ تو روکے رکھ	اپنے ہاں	اپنی بیوی کو	اور تو ڈر

اللّٰهَ	وَتُخْفِيْ	فِيْ	نَفْسِكَ	مَا	اللّٰهُ
اللہ سے	اور آپ چھپا رہے تھے	میں	اپنے دل	جو	اللہ

مُبْدِيْهِ	وَتَخْشَى	النَّاسَ ۚ	وَاللّٰهُ	اَحَقُّ
ظاہر کرنے والا تھا اسے	اور آپ ڈر رہے تھے	لوگوں سے	اور اللہ	زیادہ حق دار

اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ
یہ کہ آپ ڈریں اس سے

''اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے کہ جس پر اللہ نے اور آپ نے احسان کیا تھا کہ ''اللہ سے ڈر اور اپنی بیوی کو نہ چھوڑ'' اس وقت آپ اپنے دل میں ایک بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھولنا چاہتا تھا، آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

فہم القرآن

ربط کلام: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اب بتلایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے تابع رہ کر میاں اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے جس کی مثال حضرت زینب اور حضرت زید کے حوالے سے پیش کی گئی ہے۔

اس سورۃ مبارکہ کی آیت پانچ کی تشریح میں عرض کیا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ نبی کریم ﷺ کے غلام تھے جسے آپ نے آزاد فرما کر اپنا متبنّٰی بنالیا تھا زید بن حارثہ کا تعلق قبیلہ کلب سے تھا جب آٹھ سال کے ہوئے تو ان کی والدہ انہیں ننھال لے گئی وہاں دشمن قبیلے نے ان کے ننھال پر حملہ کر دیا۔ دشمن دوسرے آدمیوں کے ساتھ زید بن حارثہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے طائف کے قریب عکاظ کی منڈی میں اسے فروخت کر دیا خریدنے والے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے زید کو اپنی پھوپھی خدیجہ کو دے دیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے ہوا تو انہوں نے زید کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اس طرح زید رضی اللہ عنہ کے بخت جاگ اٹھے اور زید اس ہستی کے غلام ٹھہرے جس کی غلامی پر آزادی بھی ناز کرتی ہے اور جس کی غلامی پر پوری دنیا قربان کی جاسکتی ہے۔

زید رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً پندرہ سال کی ہو چکی تھی جب اس کے والد اور چچا کو معلوم ہوا کہ ہمارا بچہ مکہ میں ہے وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اس وقت تک آپ ختمِ نبوت کے تاج سے سرفراز نہیں ہوئے تھے گویا کہ آپ محمد بن عبداللہ کے نام سے

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ

پھر جب پوری کر لی زید نے اس سے حاجت ہم نے آپ کا نکاح کر دیا اس سے تاکہ

لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ

نہ ہو پر مومنوں کوئی حرج میں بیویوں منہ بولے بیٹوں کی

اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

جب وہ پوری کرلیں ان سے حاجت اور ہے حکم اللہ کا کیا ہوا

پھر جب زید نے اپنی بیوی سے حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے۔ جب ان سے وہ اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں، اور اللہ کے حکم پر عمل ہونا چاہیے تھا۔'' (۳۷)

پہچانے جاتے تھے۔ زید کے والد اور چچا نے آپ سے پورا ماجرہ عرض کیا اور نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ اسکی والدہ اس کی جدائی میں نڈھال ہو چکی ہے آپ جو قیمت لینا چاہتے ہیں ہم سے وصول کر لیں اور ہمارا بچہ ہمارے حوالے کر دیں آپ نے فرمایا کہ زید کو بلا کر پوچھتا ہوں اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو میں آپ سے اس کے عوض ایک دمڑی بھی لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ زید کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ زید ان بزرگوں کو جانتے ہو؟ زید نے عرض کی کہ ہاں یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں آپ نے فرمایا کہ زید یہ تجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں اگر تم جانا چاہتے ہو تو میں تجھے خوشی سے اجازت دیتا ہوں زید نے ایک مرتبہ اپنے باپ اور چچا کو دیکھا اور پھر نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی اور عرض کی کہ آقا میں آپ کا دامن چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتا، نہ معلوم زید کے والد اور چچا نے کس کس انداز میں ان کو سمجھایا ہو گا جس کا اندازہ کرنا ہمارے لیے مشکل ہے۔

زید کی وفا شعاری اور فدا کاری کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے حرم مکہ میں جا کر زید کی نہ صرف آزادی کا اعلان کیا بلکہ قریش کے معززین کے سامنے یہ بھی اعلان فرمایا کہ گواہ رہنا زید میرا بیٹا ہے۔ اس کے بعد زید کو زید بن محمد کے نام سے بلایا جاتا تھا یہ واقعہ نبوت سے تقریباً پندرہ سال پہلے کا ہے جب آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر تیس سال تھی۔ نبوت کی تصدیق کرنے والوں میں زید رضی اللہ عنہ کا چوتھا نام ہے۔ پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دوسرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تیسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

معاشرے میں اونچ نیچ ختم کرنے کے لیے نبوت کے چوتھے سال نبی اکرم ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا حق مہر بھی اپنی طرف سے ادا فرمایا اور کچھ گھریلو سامان بھی دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور جناب زید رضی اللہ عنہ کے درمیان وہ ہم آہنگی اور یگانگت پیدا نہ ہو سکی جو ازواجی زندگی کا جزو لازم ہے چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے

زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارہ ہو چکا تھا کہ جب زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے اور زینب رضی اللہ عنہا اپنی عدت پوری کر لے تو آپ نے اس سے نکاح کرنا ہوگا۔ جس کے بارے ارشاد ہوا کہ ہم نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا تا کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی قدغن نہ رہے۔ وضاحت کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نہ تمہارے منہ بولے لڑکے تمہارے حقیقی بیٹے بن سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی بیویاں تمہاری حقیقی بہو ہو سکتی ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوف زدہ تھے کہ اگر میں نے زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو منافق اور یہود و نصاریٰ بدتمیزی کا طوفان برپا کر دیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہو کو اپنے نکاح میں لے لیا ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ آپ کو حق بات پر عمل کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہی حقدار ہے کہ بندہ اسی سے ڈرتا رہے۔

جہاں تک حضرت زید رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا تعلق ہے اس سے بڑا انعام کیا ہو سکتا ہے کہ جو در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خاص فضل سے اسے سرورِ دو عالم کی چوکھٹ کا خادم ہونے کا شرف بخشا اور نبی کے خاندان کا داماد بنایا۔

مسائل

۱۔ اچھے خاندان سے ازواجی تعلق قائم ہونا اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوتا ہے۔

۲۔ حق کے بارے میں آدمی کو لوگوں سے ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ہی ڈرنا چاہیے۔

۳۔ متبنّٰی کی بہو سے نکاح کرنا جائز ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم عمل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

آدمی کو صرف ''اللہ تعالیٰ'' سے ڈرنا چاہیے:

۱۔ اے عقل مندو اللہ سے ڈر جاؤ۔ (الطلاق:۱۰) ۲۔ اللہ سے ڈر جاؤ اے عقل مندو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (المائدۃ:۱۰۰)

۳۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صاف گوئی اختیار کرو۔ (الاحزاب:۷۰)

۴۔ اے لوگو اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا ہے۔ (النساء:۱)

۵۔ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں ان میں صلح کروا دو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الحجرات:۱۰)

۷۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ (آل عمران:۱۰۲)

۸۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو۔ (التغابن:۱۶)

۹۔ اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ (البقرۃ:۴۰)

مَا	كَانَ	عَلَى	النَّبِيِّ	مِنْ حَرَجٍ	فِيْمَا
نہیں	ہے	پر	نبی	کوئی حرج	اس بات میں جو
فَرَضَ	اللّٰهُ	لَهٗ ؕ	سُنَّةَ	اللّٰهِ	فِي	الَّذِيْنَ
فرض کیا	اللہ نے	اس کے لیے	دستور	اللہ کا	میں	ان لوگوں جو
خَلَوْا	مِنْ قَبْلُ ؕ	وَ	كَانَ	اَمْرُ	اللّٰهِ
گزر گئے	اس سے پہلے	اور	ہے	حکم	اللہ کا

''نبی پر کسی ایسے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہو، یہی تمام انبیاء کے معاملہ میں اللہ کا طریقہ رہا ہے جو پہلے گزر چکے ہیں اور اللہ کا حکم

فہم القرآن

ربطِ کلام: پہلے فرمان کا تتمہ۔

اللہ تعالیٰ کا ہر حکم تعمیل کے لیے ہوتا ہے جس بنا پر سب سے پہلے اس پر نبی عمل کرتا ہے لہٰذا کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم پر عمل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس کرے۔ اللہ تعالیٰ کا پہلے انبیاء کے بارے میں بھی یہی طریقہ رہا ہے۔ اس کا حکم قطعی ہوا کرتا ہے یعنی اس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں پس وپیش کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے۔ یہی پیغمبروں کی شان ہے کہ ان پر جو احکام نازل ہوئے انہوں نے لوگوں کی ملامت اور طعن وتشنیع کی پروا کیے بغیر انہیں من وعن اپنی امتوں تک پہنچایا اور اس پر عمل کر کے دکھلایا۔ اے نبی ﷺ آپ کو بھی اسی طرح کرنا چاہیے۔ یہاں تک لوگوں کی مخالفت کا تعلق ہے آپ اس سے بے پروا ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہر حال میں کافی ہوگا۔

قرآن مجید کے دوسرے مقام پر آپ ﷺ کو یوں مخاطب فرمایا گیا ہے۔

''اے پیغمبر! جو آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے لوگوں تک پہنچا دیجیے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا ''اللہ'' ہی تجھے لوگوں کی تکلیف سے محفوظ رکھے گا۔ وہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ: ۶۷)

حضرت حسن بصری کی والدہ حضرت ام المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں حسن بصری رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پرورش پائی وہ اس آیت کی تصریح میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ عہد اللہ تعالیٰ نے بالواسطہ امت محمدیہ کے علماء سے بھی لیا ہے کہ وہ حق کو چھپانے کی بجائے اسے ہر حال میں بیان کرتے رہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا اپنا کردار یہ تھا کہ وہ حجاج بن یوسف پر سرِ عام تنقید کرتے ایک دن حجاج نے انہیں بلا کر تلوار لہراتے ہوئے پوچھا کہ آپ میرے بارے میں یہ

قَدَرًا	مَّقْدُوْرًا ﴿٣٨﴾	الَّذِيْنَ	يُبَلِّغُوْنَ	رِسٰلٰتِ	اللّٰهِ
اندازہ	مقرر کیا ہوا	جو لوگ	پہنچاتے ہیں	پیغامات	اللہ کے
وَيَخْشَوْنَهٗ	وَلَا	يَخْشَوْنَ	اَحَدًا	اِلَّا	اللّٰهَ ؕ
اور وہ ڈرتے ہیں اس سے	اور نہیں	وہ ڈرتے	کسی سے	سوائے	اللہ کے
وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا ﴿٣٩﴾			
اور کافی ہے	اللہ	حساب لینے والا			

قطعی فیصلہ ہوتا ہے۔(۳۸) یہ اُن لوگوں کے لیے اللہ کا طریقہ ہے جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اُسی سے ڈرتے ہیں اور ''اللہ'' کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔''(۳۹)

یہ باتیں کرتے ہیں؟ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے وہی باتیں حجاج کے روبرو کہتے ہوئے فرمایا کہ ہاں جب تک تم ان جرائم سے باز نہیں آؤ گے میں تمہیں ٹوکتا رہوں گا۔اس کے بعد انہوں نے مذکورہ آیات کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے سچ بولنے کا وعدہ لیا ہے جس کی پاسداری کرنا ہمارا فرض ہے۔(تفسیر رازی)

مسائل

۱۔''اللہ'' کے پیغمبر صرف ''اللہ'' ہی سے ڈرتے تھے۔

۲۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنے بندے کے لیے کافی ہے۔

۱۔ جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اسے کافی ہوتا ہے۔(الطلاق:۳)

۲۔ احد کے غازیوں نے کہا ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہی ہمیں کافی ہے۔(آل عمران:۱۷۳)

۳۔ میرے بندوں پر شیطان کی کوئی دلیل کارگر نہیں ہوگی اور تیرا رب تجھے کافی ہے۔(بنی اسرائیل:۶۵)

۴۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اللہ ولی اور مددگار کافی ہے۔(النساء:۴۵)

۵۔ ان سے اعراض کیجیے اور اللہ پر توکل کیجیے اللہ کارساز کافی ہے۔(النساء:۸۱)

۶۔ اللہ ہی کے لیے آسمان وزمین کی بادشاہت ہے اور اللہ کارساز کافی ہے۔(النساء:۱۷۱)

۷۔ اللہ پر توکل کیجیے، وہ کارساز کافی ہے۔(الاحزاب:۳)

مَا	كَانَ	مُحَمَّدٌ	اَبَآ	اَحَدٍ	مِّنْ	رِّجَالِكُمْ	وَلٰكِنْ
نہیں	ہیں	محمد	باپ	کسی کے	سے	تمہارے مردوں	اور لیکن ہیں

رَّسُوْلَ	اللّٰهِ	وَخَاتَمَ	النَّبِيّٖنَ ؕ	وَكَانَ	اللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾
رسول	اللہ کے	اور خاتم	النبیین	اور ہے	اللہ	ہر	چیز کو	خوب جاننے والا

ع ۵ ۶ ۲

''لوگو! محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبوت سے متعلقہ مسائل بیان کرنے اور نبی ﷺ کے فرضِ منصبی کا ذکر کرنے کے بعد اب مردوں سے نبی ﷺ کا تعلق اور آپ کی رفعتِ شان اور مقام کا بیان ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں تھیں ان میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے آپ ﷺ کی چار بیٹیاں ہوئیں جن کے اسمائے گرامی زینب، رقیہ، امّ کلثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے تین بیٹے ہوئے جن کے اسمائے گرامی قاسم، ابراہیم، طیب ہیں۔

آپ ﷺ کے تینوں بیٹے اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے سے پہلے فوت ہو چکے تھے ان کے بعد آپ کے ہاں کوئی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ محمد ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں آپ ''اللہ'' کے رسول اور خاتم المرسلین ہیں اللہ تعالیٰ ہر بات اور کام کو اچھی طرح جانتا ہے۔ ① اللہ تعالیٰ اس حکمت کو جانتا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کے بیٹوں کو کیوں حیات نہیں رکھا۔ ② اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت محمد ﷺ خاتم المرسلین ہیں جو بہت بڑا مقام اور مرتبہ ہے مگر تم نبی ﷺ کی شوکت وعظمت کو پوری طرح نہیں جانتے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کے نبی کا کیا مقام ہے۔ ③ جب حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں تو زید کی بیوی آپ کی بہو کیسے بن گئی۔ ④ خاتم المرسلین ہونے کی حیثیت سے آپ کا فرض ہے کہ آپ ہر چیز کی حلّت اور حرمت واضح کریں۔

آپ ﷺ سے پہلے سلسلہ نبوت اس لیے جاری رکھا گیا کہ درج ذیل ضرورتوں میں سے کوئی ایک ضرورت باقی رہتی تھی آپ کی تشریف آوری کے بعد اب کسی بات اور نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اب کیوں نبی کی ضرورت نہیں؟

① پہلے نبی کو کلی طور پر جھٹلا دیا جائے تو اس کی تائید کے لیے دوسرے نبی کی ضرورت ہوتی ہے:

بے شک کچھ لوگوں نے نبی ﷺ کو جھٹلا دیا لیکن آپ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے مکی دور سے لے کر اب تک رہے ہیں

اور قیامت تک رہیں گے۔ آپ ﷺ کی امت قیامت کے دن تمام امتوں سے زیادہ ہوگی۔

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں امید کرتا ہوں کہ جنتیوں میں چوتھائی تعداد تمہاری ہوگی ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ جنتیوں میں تمہاری تعداد تیسرا حصہ ہوگی ہم نے اللہ اکبر کہا پھر آپ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم جنت والوں میں نصف ہو گے ہم نے اللہ اکبر کہا آپ نے فرمایا: تمہارا تناسب لوگوں میں ایک سیاہ بال کی طرح ہے جو سفید رنگ کے بیل پر ہو یا سفید بال کی مانند جو سیاہ رنگ کے بیل پر ہو۔'' (رواہ البخاری: باب قصة یأجوج و مأجوج)

② پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں نامکمل تھیں آپ کا دین کامل اور اکمل ہے اس لیے آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے:

{ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا } (المائدۃ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا''

③ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی لائی ہوئی کتب مسخ ہو گئیں، اس لیے ایک کتاب اور نبی کی ضرورت تھی لہٰذا آپ مبعوث کیے گئے:

پہلے انبیاء کی شریعتیں نہ مکمل تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک کے بعد دوسرا نبی مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید اپنی زبر، زیر کے ساتھ محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا یہاں تک کہ آپ ﷺ کی احادیث اور ان کے بیان کرنے والے راویوں کے نام اور کوائف بھی محفوظ کر لئے گئے ہیں۔ اس لئے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں۔

{ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ } (الحجر:۹)

''یقیناً ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

{ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ } (النحل:۴۴)

''اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت اتاری، تا کہ آپ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کریں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تا کہ وہ غور و فکر کریں۔''

④ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام مخصوص قوم اور زمانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے لیکن آپ کو ﷺ قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کے لیے رسول بنایا گیا ہے اس لیے اب کسی نبی کی ضرورت نہیں:

{ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا } (الاعراف:۱۵۸)

''فرمادیں اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

«عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي، كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَلَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَمَسْجِدًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ صَلَّى حَيْثُ كَانَ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ»(رواہ مسلم: کِتَابُ المَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاةِ)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ ① پہلے انبیاء کو ان کی مخصوص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کالے اور گورے کے لیے رسول بنایا ہے۔ ② میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی رسول کے لیے حلال نہیں تھا۔ ③ میرے لیے ساری زمین مسجد بنادی گئی ہے، اب جہاں بھی نماز کا وقت ہوجائے اُسی جگہ نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ ④ ایک مہینے کی مسافت پر ہونے کے باوجود دشمن مجھ سے لرزاں رہتا ہے۔ ⑤ مجھے قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کا حق دیا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ نبی ﷺ مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ۲۔ حضرت محمد ﷺ خاتم المرسلین ہیں۔
۳۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔

تفسیر بالقرآن

آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت کے چند دلائل:

۱۔ اے رسول اعلان فرمائیں کہ ''اللہ'' نے مجھے تمام لوگوں کے لیے رسول منتخب فرمایا ہے۔ (الاعراف: ۱۵۸)
۲۔ رسول اللہ پوری دنیا کے رسول ہیں۔ (سباء: ۲۸) ۳۔ رسول اللہ مبشر اور نذیر ہیں۔ (الاحزاب: ۴۵)
۴۔ رسول اللہ پوری دنیا کے لیے رحمت ہیں۔ (الانبیاء: ۱۰۷)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو نبوت اور حکمت عنایت فرمائی۔ (الجمعہ: ۲)
۶۔ آپ ﷺ کی نبوت مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ (آلِ عمران: ۱۶۴)
۷۔ رسول اللہ خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب: ۴۰)
۸۔ رسول اللہ پوری انسانیت کے لئے بشیر ونذیر ہیں۔ (سبا: ۲۸)

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اذْكُرُوا	اللّٰهَ	ذِكْرًا
اے	لوگو	جوایمان لائے	تم یاد کرو	اللہ کو	یاد کرنا

كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾	وَّسَبِّحُوْهُ	بُكْرَةً	وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾
بہت زیادہ	اورتم اس کی تسبیح بیان کرو	صبح	اورشام

''اے لوگو! جوایمان لائے ہواللہ کو کثرت سے یاد کرو۔(۴۱) اور صبح وشام اس کی تسبیح پڑھتے رہو۔''(۴۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے امّتِ محمدیہ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ اس کو نبی کریم ﷺ جیسا عظیم الشّان، عدیم المثال رحمتِ عالم اور ختم المرسلین نبی عطا فرمایا جس پر امّت کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے شکر کا تقاضا ہے ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے۔

ذکر ایسی عبادت ہے جس کے بارے میں حکم ہوا ہے کہ اسے کثرت کے ساتھ کیا کرو یہاں ذکر کے دو مخصوص اوقات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو کیونکہ ہر انسان کی زندگی صبح وشام سے ہی عبارت ہے۔ ہر انسان ہر صبح اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے اور شام کو اس کی دن بھر کی سرگرمیوں کا اختتام ہوتا ہے اس لحاظ سے دونوں اوقات بڑے اہم ہیں ان اوقات میں ''اللہ'' کے ذکر کی خاص اہمیت اور فضیلت ہے۔ نبی اکرم ﷺ خاص طور پر صبح وشام اذکار کیا کرتے تھے۔ حدیث کی مقدس دستاویزات میں آپ ﷺ کے اذکار موجود ہیں جن کو یاد کرنا اور پڑھنا چاہیے یہاں صرف ذکر کی فضیلت کے بارے میں آپ کے تین ارشادات لکھے جاتے ہیں۔

«أَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ» (رواہ أبو داؤد: کتاب الصلاۃ [صحیح])

''الٰہی! اپنے ذکر، شکر اور بہترین طریقے سے عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔''

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَا مَعَ عَبْدِيْ حَيْثُمَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ» (رواہ البخاری: کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک الخ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں، وہ جہاں بھی میرا ذکر کرے اور جب بھی اس کے ہونٹ میرے ذکر میں حرکت کریں۔''

«عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِيْ يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِيْ لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ» (رواہ البخاری: باب فَضْلِ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ)

''حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان کرتے ہیں کہ اپنے رب کا ذکر کرنے والے کی مثال زندہ شخص کی ہے اور نہ ذکر کرنے والے کی مثال مُردہ کی ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ ۲۔ اللہ کا ذکر بالخصوص صبح وشام کرنا لازم ہے۔

هُوَ الَّذِیْ	یُصَلِّیْ	عَلَیْكُمْ	وَمَلٰٓئِكَتُهٗ	لِیُخْرِجَكُمْ	مِّنَ
وہی	رحمت بھیجتا ہے	تم پر	اور اس کے فرشتے	تا کہ وہ نکالے تمہیں	سے

الظُّلُمٰتِ	اِلَى	النُّوْرِ ؕ	وَكَانَ	بِالْمُؤْمِنِیْنَ	رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾	تَحِیَّتُهُمْ
اندھیروں	طرف	روشنی کی	اور ہے	مومنوں پر	بہت رحم کرنے والا	ان کی دعا ہوگی

یَوْمَ	یَلْقَوْنَهٗ	سَلٰمٌ ۚۖ	وَاَعَدَّ	لَهُمْ	اَجْرًا	كَرِیْمًا ﴿۴۴﴾
جس دن	وہ ملیں گے اس کو	سلام	اور اس نے تیار کیا	ان کے لیے	اجر	عزت والا

''وہی تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے ملائکہ تمہارے لیے دعا کرتے ہیں تا کہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے اللہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔ (۴۳) جس دن اس سے ملیں گے تو اُن کا استقبال سلام سے کیا جائے گا اور اُن کے لیے اللہ نے بڑا باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔'' (۴۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' کا ذکر لازم ہے اور اس کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چھ فوائد کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول:

«عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَلاَئِكَةً فُضُلاً یَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ یَجْتَمِعُونَ عِنْدَ الذِّكْرِ فَإِذَا مَرُّوا بِمَجْلِسٍ عَلاَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ حَتَّى یَبْلُغُوا الْعَرْشَ فَیَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ أَیْنَ جِئْتُمْ فَیَقُولُونَ مِنْ عِنْدِ عَبِیدٍ لَكَ یَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ وَیَتَعَوَّذُونَ بِكَ مِنَ النَّارِ وَیَسْتَغْفِرُونَكَ فَیَقُولُ یَسْأَلُونِی جَنَّتِی هَلْ رَأَوْهَا فَكَیْفَ لَوْ رَأَوْهَا وَیَتَعَوَّذُونَ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ فَكَیْفَ لَوْ رَأَوْهَا فَإِنِّی قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَیَقُولُونَ رَبِّنَا إِنَّ فِیهِمْ عَبْدَكَ الْخَطَّاءَ فُلاَناً مَرَّ بِهِمْ لِحَاجَةٍ لَهُ فَجَلَسَ إِلَیْهِمْ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أُولَئِكَ الْجُلَسَاءُ لاَ یَشْقَى بِهِمْ جَلِیسُهُمْ» (رواہ مسلم: باب فَضْلِ مجالِسِ الذِّكْرِ)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ذکر کی مجالس کے متلاشی رہتے ہیں جہاں ذکر ہوتا ہے ملائکہ وہاں جمع ہوتے ہیں جب اُن کا کسی ایسی مجلس کے پاس گذر ہوتا ہے تو فرشتے ایک دوسرے کے اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں تم کہاں سے آئے ہو حالانکہ اللہ کو علم ہے کہ وہ کہاں سے آئے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں۔ ''اللہ'' تیرے بندوں کے ہاں سے آئے ہیں، وہ تجھ سے تیری جنت کے طلب گار ہیں اور تیری جہنم سے پناہ مانگتے

ہیں اور تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں وہ مجھ سے جنت مانگ رہے تھے کیا اُنہوں نے جنت کو دیکھا ہے اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو اُن کی کیفیت کیا ہو؟ اور وہ جہنم سے پناہ مانگ رہے ہیں اگر وہ جہنم کو دیکھ لیں تو اُن کی حالت کیا ہو؟ میں نے اُنہیں معاف کر دیا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! اُن میں ایک فلاں گناہگار بھی ہے جو اپنی ضرورت کے تحت آیا اور وہاں بیٹھ گیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اِس مجلس میں بیٹھنے والے ایسے نیک بخت ہیں کہ اُن کی وجہ سے اِسے رحمت سے محروم نہیں کیا جاتا۔''

ملائکہ کی دعائیں:

جب کوئی شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے تو نہ صرف اس پر ربِ کریم کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے بلکہ اس دورانیہ میں ملائکہ اسکے لیے دعا گو رہتے ہیں۔

ذکر کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور ملائکہ اس کے لیے خیر و برکت کی دعائیں کرتے ہیں، ذکر کرنے سے انسان شیطان کے تسلط سے نجات پاتا ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اسے ہر ظلمت سے نکال کر نورِ بصیرت اور نورِ شریعت عطا کرتا ہے۔

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شیطان انسان کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔'' (رواہ البخاری: تعلیقاً)

ذکر کا یہ معنیٰ نہیں کہ انسان زبان سے ''اللہ، اللہ'' کرتا رہے اور عمل کی دنیا میں جو چاہے کرتا پھرے۔ ایسے شخص کو دنیا میں ذکر کرنے کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا لیکن قیامت کے دن اسے کچھ نہیں ملے گا ذکر کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ انسان شرک و بدعت سے اجتناب کرے اور اپنے آپ کو اپنے رب کے تابع کر دے ایسے شخص کو دنیا میں ذکر کے فوائد سے سرفراز کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے ربِ کریم نے اجرِ کریم تیار کر رکھا ہے۔

مسائل

اس آیت میں بیان ہونے والے ذکر کے چھ فوائد:

۱۔ ذکر کرنے والے پر اللہ کا فضل نازل ہوتا ہے۔ ۲۔ ذکر کرنے والے کے لیے ملائکہ دعائیں کرتے ہیں۔
۳۔ ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ظلمت سے نکال کر نورِ ہدایت نصیب کرتا ہے۔
۴۔ موت کے وقت ملائکہ اسے سلام کرتے ہیں۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے۔
۶۔ ذکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٤٥﴾

اے نبی بلاشبہ ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾

اور بلانے والا طرف اللہ کی اس کے حکم سے اور چراغ روشن

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا

اور آپ خوشخبری دیں مومنوں کو بے شک ان کے لیے سے اللہ فضل

كَبِيْرًا ﴿٤٧﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ

بہت بڑا اور نہ آپ اطاعت کریں کافروں اور منافقوں کی اور نظر انداز کر دیجیے

اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٤٨﴾

ان کی ایذا رسانی اور آپ توکل کریں پر اللہ اور کافی ہے اللہ کارساز

''اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے، بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (۴۵) اللہ کے حکم کے مطابق اُس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنایا ہے۔ (۴۶) جو لوگ آپ پر ایمان لائیں اُن کو بشارت دیں کہ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ (۴۷) کفار اور منافقین کے پیچھے نہ چلیں اور ان کی ایذا کو نظر انداز کر دیں اور اللہ پر بھروسہ کریں وہ ہر اعتبار سے کافی ہے۔'' (۴۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی آخر الزمان ﷺ لوگوں کو ''اللہ'' کی یاد دلانے اور اس کی توحید کی شہادت دینے کے لیے مبعوث کیے گئے۔

نبی معظم ﷺ کو اس لیے مبعوث فرمایا گیا تاکہ آپ لوگوں کو ''اللہ'' کے حکم کے مطابق ''اللہ'' کی طرف بلائیں اور ''اللہ'' کی توحید کی دعوت اور شہادت دیں اور لوگوں کو ''اللہ'' کی یاد کی تلقین کریں جو لوگ اس دعوت کو قبول کریں انہیں دنیا و آخرت میں کامیابی اور اللہ تعالیٰ کے عظیم فضل کی خوشخبری سنائیں جو اس دعوت کا انکار کریں انہیں ان کے بُرے انجام سے ڈرائیں اور جو لوگ دعوت کے راستے میں رکاوٹ بنیں وہ کافر ہوں یا منافق انہیں انکے حال پر چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا مشن جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مشن کو کامیاب فرمائے گا کیوں کہ وہ ہر اعتبار سے اپنے بندے کے لیے کافی ہے۔ یہاں نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کو سراجِ منیر قرار دیا گیا ہے یعنی ہدایت کا چمکتا ہوا سورج۔ جس سے کفر و شرک کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور نورِ ہدایت سے فضا منور ہوگئی گویا کہ آپ نورِ ہدایت تھے نورِ مجسم نہیں تھے اس حقیقت کے باوجود کچھ علماء نے اپنے باطل عقیدہ کی بناء پر نبی اکرم ﷺ کو نورِ مجسم لکھا ہے حالانکہ نوعِ ذات کے اعتبار سے آپ انسان تھے اور حضرت آدم کی اولاد میں شامل ہیں جو شخص آپ کے پیکرِ خاکی کو نورِ مجسم کہتا ہے وہ کفر و شرک کی بات کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید نے

بار بار آپ ﷺ کو بشر کہا ہے:

{ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝ } (الکہف: ۱۱۰)

''اے نبی فرمادیں میں تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور عبادت میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔''

کچھ مفسرین نے اس جہالت کا مظاہرہ کیا ہے کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے نبی اکرم ﷺ اس کے عمل پر گواہ ہوتے ہیں اور قیامت کے دن لوگوں کے ہر عمل پر شہادت دیں گے حالانکہ عقل و نقل کے لحاظ سے یہ بات سو فیصد غلط ہے یہ ایسا عقیدہ اور بات ہے کہ جس کا کوئی صحابی رضی اللہ عنہ بھی قائل نہیں تھا۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو توحید کی شہادت اور حق کی گواہی دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا۔
۲۔ آپ ﷺ مومنوں کو خوشخبری دینے والے اور کفار اور منافقوں کو انتباہ کرنے والے تھے۔
۳۔ آپ ﷺ نورِ مجسم نہیں بلکہ نورِ ہدایت تھے۔ ۴۔ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے تھے۔
۵۔ کفار اور منافقوں کی مخالفت کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنے فضلِ عظیم کی بشارت دیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

نبی اکرم ﷺ کی عظمت و شان:

۱۔ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کافر ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (البقرۃ: ۱۰۴)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ (الفتح: ۸)
۳۔ آپ ﷺ کا منصب لوگوں پر شہادت قائم کرنا ہے۔ (المزمل: ۱۵)
۴۔ آپ ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے۔ (النساء: ۴۱)
۵۔ رسول کریم ﷺ شاہد اور مبشر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (الاحزاب: ۴۵)

نبی اکرم ﷺ بشر تھے:

۱۔ آپ ﷺ اعلان فرمائیں کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ (الکہف: ۱۱۰)
۲۔ نبی آخر الزماں ﷺ کا اعتراف کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں۔ (الکہف: ۱۱۰، حٰمٓ السجدۃ: ۶)
۳۔ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر جیسا تم کھاتے ہو، ویسا وہ کھاتا ہے۔ (المومنون: ۳۳)

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِذَا	نَكَحْتُمُ	الْمُؤْمِنٰتِ
اے	لوگو جو	ایمان لائے	جب	تم نکاح کرو	مومن عورتوں سے
ثُمَّ	طَلَّقْتُمُوْهُنَّ	مِنْ قَبْلِ	اَنْ	تَمَسُّوْهُنَّ	
پھر	تم طلاق دے دو ان کو	اس سے پہلے	کہ	تم چھوؤ ان کو	
فَمَا	لَكُمْ	عَلَيْهِنَّ	مِنْ عِدَّةٍ	تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ	
تو نہیں	تمہارے لیے	ان پر	کوئی عدّت	کہ تم شمار کرو اس کو	
فَمَتِّعُوْهُنَّ	وَسَرِّحُوْهُنَّ	سَرَاحًا	جَمِيْلًا ﴿٤٩﴾		
بس تم فائدہ دو ان کو	اور رخصت کر دو ان کو	رخصت کرنا	اچھا		

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدّت نہیں ہے جسے تم شمار کرتے ہو انہیں کچھ فائدہ پہنچاؤ اور اچھے طریقے سے رخصت کر دو۔'' (۴۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں۔ اس لئے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ کفار اور مشرکین کی بات ماننے کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کی بات مانیں اس حکم کا تقاضا یہ ہے کہ اگر تم اپنی بیویوں کو چھوئے بغیر طلاق دے دو تو انہیں رخصت کرتے ہوئے بہترین سلوک کرو گویا کہ گھریلو معاملات میں بھی نبی کریم ﷺ کا حکم ماننا فرض ہے۔

ارشاد ہوا کہ اے صاحبِ ایمان لوگو! تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اگر انہیں چھونے سے پہلے طلاق کی نوبت پیش آجائے تو تمہاری بیویوں پر عدّت گذارنے کی کوئی پابندی نہیں۔ وہ جب چاہیں طلاق کے بعد آگے نکاح کر سکتی ہیں البتہ خاوندوں پر لازم ہے کہ جب انہیں رخصت کریں تو بہتر سے بہتر طریقے سے رخصت کیا کریں بہتر طریقے سے رخصت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رخصت کرتے وقت اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور دیں تاکہ ان کی دلجوئی ہونے کے ساتھ جس اعتماد اور تعلق کی بناء پر رشتہ قائم ہوا تھا اسے کم سے کم نقصان پہنچے۔

یہاں "مَسّ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے مراد بیوی سے خلوت کرنا ہے خاوند اپنی منکوحہ سے جماع کر لے تو طلاق دینے کی صورت میں پورے کا پورا حق مہر ادا کرنا ہوگا اور اگر مباشرت یعنی جماع نہیں کیا تو آدھا حق مہر ادا کرنا ہوگا بشرطیکہ حق مہر مقرر ہو چکا ہو یعنی واضح ہونا چاہیے کہ کتنا ادا کرنا ہے جماع سے پہلے طلاق دی جائے تو حق مہر نہ مقرر ہونے کی صورت میں

کچھ نہ کچھ دے کر بیوی کو رخصت کرنا چاہیے، اچھے طریقے سے رخصت کرنے کا یہ بھی معنیٰ ہے کہ بیوی پر الزام نہیں لگانا چاہیے اگر مباشرت سے پہلے خاوند فوت ہو جائے تو عورت پر کوئی عدت نہیں ہوگی۔

«عَنْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ ﷺ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ ﷺ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلَ يُفْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا» (رواه مسلم: باب تحريم إفشاء سر المرأة)

''عبدالرحمٰن بن سعد ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کی مخصوص باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ نکاح کے لیے مسلمان عورت کو ترجیح دینا چاہیے۔

۲۔ جماع سے پہلے طلاق کی صورت میں عورت کے لیے عدت نہیں ایسی صورت میں رجوع نہیں ہو سکتا البتہ عقد ثانی ہو سکتا ہے۔

۳۔ حق مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں بیوی کو رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ معاف فرمانے اور رحم کرنے والا ہے:

۱۔ اے نبی! میرے بندوں کو بتاؤ کہ میں بخشنے اور رحم کرنے والا ہوں اور میرا عذاب بھی دردناک ہے۔ (الحجر: ۴۹ تا ۵۰)

۲۔ ''اللہ'' توبہ کرنے والوں کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے بے شک اللہ معاف کرتا اور رحم فرماتا ہے۔ (التوبۃ: ۹۹)

۳۔ ''اللہ'' توبہ کرنے والوں کو معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ (التوبۃ: ۲۷)

۴۔ جو سچے دل سے تائب ہو جائے ایمان کے ساتھ اعمال صالح کرتا رہے اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا کیونکہ اللہ معاف کرنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ (الفرقان: ۷۰)

۵۔ گناہ گار کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ (الزمر: ۵۳)

۶۔ جو توبہ کرے اور اصلاح کرے آپ کا رب غفور اور الرّحیم ہے۔ (النحل: ۱۱۹)

۷۔ ''اللہ'' جلد پکڑنے والا اور غفور الرّحیم ہے۔ (الانعام: ۱۶۵)

۸۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے یقیناً وہ غفور الرّحیم ہے۔ (النور: ۲۲)

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	اِنَّآ	اَحْلَلْنَا	لَكَ	اَزْوَاجَكَ	الّٰتِيْٓ
اے	نبی	بے شک ہم نے	حلال کر دیں	آپ کے لیے	آپ کی بیویاں	وہ جو
اٰتَيْتَ	اُجُوْرَهُنَّ	وَمَا	مَلَكَتْ	يَمِيْنُكَ	مِمَّآ
آپ نے ادا کر دیے	ان کے مہر	اور جو	مالک ہوا	آپ کا دایاں ہاتھ	اس سے جو
اَفَآءَ	اللّٰهُ	عَلَيْكَ	وَبَنٰتِ	عَمِّكَ	وَبَنٰتِ
بطور غنیمت	اللہ نے	آپ پر	اور بیٹیاں	آپ کے چچا کی	اور بیٹیاں
عَمّٰتِكَ	وَبَنٰتِ	خَالِكَ	وَبَنٰتِ	خٰلٰتِكَ	الّٰتِيْ
آپ کی پھوپھیوں کی	اور بیٹیاں	آپ کے ماموؤں کی	اور بیٹیاں	آپ کی خالاؤں کی	وہ جو
هَاجَرْنَ	مَعَكَ ۫	وَامْرَاَةً	مُّؤْمِنَةً	اِنْ	وَّهَبَتْ	نَفْسَهَا	لِلنَّبِيِّ
انہوں نے ہجرت کی	آپ کے ساتھ	اور عورت	مومنہ	اگر	وہ ہبہ کرے	اپنے آپ کو	نبی کے لئے

''اے نبی ہم نے آپ کے لیے آپ کی بیویاں حلال کر دیں جن کے مہر آپ نے ادا کیے ہیں اور لونڈیوں میں سے جو آپ کی مِلک میں آچکی ہیں اور تمہاری چچا زاد اور پھوپھی زاد اور ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے، اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کر دیا ہے۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح مومنوں کو حکم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرتے ہوئے اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اسی طرح سرورِ دوعالم ﷺ کے لیے بھی ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی بیویوں کے حقوق کا خیال رکھیں تاہم آپ کو اپنی بیویوں کے بارے میں کچھ رعایت دی گئی ہے تاکہ فریضہ نبوت کی ادائیگی میں گھریلو حالات رکاوٹ نہ بن جائیں۔ (الاحزاب: ۵۱، ۲۹، ۲۸)

① مسئلہ کی اہمیّت کے پیشِ نظر اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کی ذات کو مخاطب کرتے ہوئے ازواجی مسائل ذکر کیے گئے ہیں جس میں ازواجی زندگی میں نبی ﷺ کے امتیازات کا ذکر کیا گیا ہے اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو حق مہر کی پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اس لیے پہلے وضاحت فرمادی کہ آپ ﷺ کے لیے وہ عورتیں بھی حلال ہیں جن کا آپ حق مہر ادا کر دیں اور آپ کے لیے مالِ غنیمت میں آنے والی لونڈیاں بھی حلال ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن۔ جیسے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دی نبی اکرم ﷺ نے وحی آنے

اِنْ	اَرَادَ	النَّبِيُّ	اَنْ	يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ	خَالِصَةً
اگر	ارادہ کرے	نبی	یہ کہ	وہ اسے اپنے نکاح میں لے آئے	خاص

لَّكَ	مِنْ	دُوْنِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ	قَدْ	عَلِمْنَا
آپ کے لیے ہے	سے	سوائے	مومنوں کے	تحقیق	ہم نے جان لیا

مَا	فَرَضْنَا	عَلَيْهِمْ	فِيْٓ	اَزْوَاجِهِمْ	وَمَا
جو	ہم نے فرض کیا	ان پر	میں	ان کی بیویوں کے بارے	اور جو

مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُمْ	لِكَيْلَا	يَكُوْنَ	عَلَيْكَ	حَرَجٌ ۭ
مالک ہوئے	ان کے دائیں ہاتھ	تا کہ نہ	ہو	آپ پر	کوئی تنگی

وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ۝۵۰
اور ہے	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا

اگر نبی اسے نکاح میں لینا چاہے یہ رعایت خالصتاً آپ کے لیے ہے، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں، ہم کو معلوم ہے کہ عام مومنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ہم نے کیا حدود مقرر کی ہیں، آپ کو مستثنیٰ کیا تا کہ آپ کو تنگی نہ ہو اور اللہ غفور و رحیم ہے۔'' (۵۰)

پر ان سے نکاح کیا لیکن رسومات کے پجاریوں نے اسے پراپیگنڈہ کا ذریعہ بنا کر آپ کے خلاف ہرزہ سرائی کی حالانکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے حرم میں داخل فرمایا تھا جس کا ذکر اسی سورۃ کی آیت ۳۷ میں ہو چکا ہے اب پھر ضروری سمجھا گیا کہ ایک دفعہ پھر وضاحت کر دی جائے جس طرح دوسرے مردوں کے لیے یہ رشتے حلال ہیں اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے لیے بھی یہ رشتے حلال ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے پیغمبر ﷺ آپ کے لیے آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں حلال ہیں اور وہ مومن عورت بھی آپ کے لیے حلال ہے جو اپنے آپ کو آپ کے لیے وقف کرتی ہے بشرطیکہ آپ اس سے نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں یہ آپ کے لیے خصوصی رعایت ہے کہ آپ حق مہر کے بغیر کسی مومنہ سے نکاح کر سکتے ہیں۔ البتہ کوئی مومن حق مہر مقرر کیے بغیر نکاح نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مومنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں کیا چیز فرض قرار دی ہے۔ نبی ﷺ کو حق مہر سے اس لیے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے تا کہ آپ کو کسی قسم کا مالی بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق مہر کی رخصت کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کا حسبِ استطاعت حق مہر ادا فرمایا۔ آیتِ مبارکہ میں

حلال رشتوں کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ پر یہ شرط عائد فرمائی گئی کہ بے شک یہ عورتیں آپ کے لیے حلال قرار دی گئی ہیں لیکن آپ ان عورتوں کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی ہے بے شک انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو یا آپ کے بعد۔

اس آیت میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ چار بیویوں کی پابندی صرف مومنوں کے لیے ہے نبی اکرم ﷺ کو اس تعداد سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ آپ ﷺ کو جسمانی اور نفسیاتی طور پر چار سے زیادہ بیویوں کی ضرورت تھی سبب یہ ہے کہ آپ کے ذمے جو مشن لگایا گیا تھا اس کا تقاضا تھا کہ آپ کے ذاتی اور خاندانی تعلقات وسیع تر ہوں تا کہ دین کی دعوت تھوڑے عرصے میں زیادہ سے زیادہ پھیل سکے چنانچہ یہی کچھ ہوا کہ آپ کے ازواجی رشتوں کی بنا پر عرب کے بڑے بڑے قبائل میں دین بڑی سرعت سے پھیل گیا۔

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ پر حق مہر کی پابندی نہ تھی۔
۲۔ نبی اکرم ﷺ چار بیویوں کی پابندی سے مستثنیٰ تھے۔
۳۔ مخصوص حالات میں شریعت کی پابندیوں کے ساتھ لونڈی رکھنا جائز ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں بیویوں کے حقوق:

۱۔ عورتوں کو ان کا حق مہر خوشی سے ادا کیا جائے۔ (النساء: ۴) ۲۔ بیویوں پر بے جا سختی نہ کی جائے۔ (النساء: ۱۹)
۳۔ بیویوں کو تکلیف نہ دی جائے۔ (الطلاق: ۶) ۴۔ حقِ زوجیت ادا کیا جائے۔ (النساء: ۳)
۵۔ حق مہر واپس نہیں لینا چاہیے۔ (النساء: ۲۰) ۶۔ بچے کی وجہ سے ماں کو تکلیف نہ دی جائے۔ (البقرۃ: ۲۳۳)
۷۔ اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم چار بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو ایک بیوی یا ایک لونڈی ہی کافی ہے۔ (النساء: ۳)
۸۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں نکاح میں ہوں تو سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے۔ (النساء: ۱۲۹)
۹۔ طلاق دینے کے بعد جب مدت پوری ہو جائے تو بیوی کو اچھے طریقے سے رخصت کیا جائے یا اچھے انداز سے رکھا جائے۔ (البقرۃ: ۲۳۱)

تُرْجِيْ	مَنْ	تَشَآءُ	مِنْهُنَّ	وَتُـْٔوِيْٓ	اِلَيْكَ
آپ موقوف کردیں	جس کو	آپ چاہیں	ان میں سے	اور آپ جگہ دیں	اپنے پاس
مَنْ	تَشَآءُ ؕ	وَمَنِ	ابْتَغَيْتَ	مِمَّنْ	عَزَلْتَ
جس کو	آپ چاہیں	اور جسے	آپ چاہیں	ان سے جس کو	آپ نے علیحدہ کر دیا تھا
فَلَا	جُنَاحَ	عَلَيْكَ ؕ	ذٰلِكَ	اَدْنٰٓى	اَنْ	تَقَرَّ
تو نہیں	کوئی گناہ	آپ پر	یہ	زیادہ قریب ہے	یہ کہ	ٹھنڈی ہوں
اَعْيُنُهُنَّ	وَلَا	يَحْزَنَّ	وَيَرْضَيْنَ	بِمَآ	اٰتَيْتَهُنَّ
ان کی آنکھیں	اور نہ	وہ غمگین ہوں	اور وہ راضی ہوں	اس پر جو	آپ انہیں دیں
كُلُّهُنَّ ؕ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ ؕ
سب کی سب	اور اللہ	وہ جانتا ہے	جو کچھ ہے	میں	تمہارے دلوں

''آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہیں اپنے آپ سے الگ کر دیں جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں اور جسے چاہیں الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلائیں۔ اس معاملہ میں آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے، ہوسکتا ہے اس طرح اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور جو کچھ بھی آپ اُنہیں کو دیں گے اس پر وہ راضی رہیں گی اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: ازواج مطہرات کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کو مزید اختیارات۔

نبوت کے فرائض کی انجام دہی کے لیے نبی معظم ﷺ کو حق مہر اور بعض ازواجی پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا تاکہ آپ ایک حد تک گھریلو ماحول سے آزاد ہو کر دعوت کا کام جاری رکھ سکیں، آپ کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ جس بیوی کو چاہیں اسے اپنے سے الگ رکھیں اور جیسے چاہیں اپنے ساتھ رکھیں اور جس کو چاہیں الگ رکھنے کے بعد اپنے پاس بلالیں گویا کہ جس بیوی سے جیسا برتاؤ کرنا چاہیں کریں آپ پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بفرض محال اگر کسی بیوی کے ساتھ کوئی کمی، بیشی ہو جاتی ہے تو وہ اسے محسوس نہ کرے اس طرح ہر بیوی یہ سوچ کر مطمئن رہے گی کہ یہ نبی کریم ﷺ کا احسان ہے کہ آپ نے مجھے اپنے حرم میں رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کی حالت سے واقف ہے اور سب کو جاننے کے باوجود حوصلے والا ہے۔ اس رعایت کا یہ بھی مقصد تھا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کی باہمی رقابت سے بے نیاز ہو جائیں اس رعایت کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ازراہِ شفقت ہر بیوی کے لیے باری مقرر کی اور اسکی پابندی فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ آخری بیماری میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت طلب فرمائی کہ مجھے عائشہ

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ

اور ہے اللہ خوب جاننے والا نہایت بُردبار نہیں حلال آپ کے لیے

النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ

عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ آپ بدل لیں ان کے مقابلے

مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا

سے بیویوں اگرچہ آپ کو اچھا لگے ان کا حسن مگر جو

ع ۲۲/۲ مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

مالک ہوا آپ کا دایاں ہاتھ اور ہے اللہ پر ہر چیز خوب نگران

اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حوصلے والا ہے۔ (۵۱) اس کے بعد آپ کے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں کرلیں خواہ اُن کا حسن آپ کو کتنا ہی اچھا لگے البتہ لونڈیاں رکھنے کی آپ کو اجازت ہے، اللہ ہر چیز پر نگراں ہے۔'' (۵۲)

کے گھر میں رہنے کی اجازت ہونی چاہیے تمام ازواجِ مطہرات نے خوشی سے اجازت دی کیونکہ وہ آپ ﷺ کی خوشی کو اپنی خوشی سے مقدم جانتی تھیں اور یہ بات اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ آپ ﷺ کا ہمیں اپنے حرم میں شامل فرمانا ہم پر ایسا احسان ہے جس کا بدلہ چکانا ہم میں سے کسی کے بس کا روگ نہیں یہی وجہ ہے ایلاء کے موقع پر جب آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات کو دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا موقعہ دیا تو تمام ازواج نے بیک زبان عرض کی کہ ہم دنیا کے مال و متاع کے مقابلے میں آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتی ہیں۔

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ آلَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نِسَائِهِ وَكَانَتِ انْفَكَّتْ رِجْلُهُ فَأَقَامَ فِي مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً، ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ آلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ» (رواہ البخاری: باب قَوْلِ النَّبِي ﷺ إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک ماہ کے لیے ایلاء کیا آپ کے پاؤں کو موچ آئی اور آپ نے بالا خانے میں انتیس راتیں بسر کیں پھر آپ نیچے تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کی اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے ایک مہینہ کے لیے ایلاء کیا تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''

نبی معظم ﷺ نے اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ رہنے یا الگ ہونے کا کلی اختیار دیا تو ازواجِ مطہرات نے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کو ترجیح دی کسی ایک بیوی نے بھی آپ ﷺ سے الگ ہونا گوارہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس محبت

اور تعلق کو نبی ﷺ کے حق میں قبول فرمایا اور نبی کریم ﷺ کو پابند کیا کہ اے نبی ﷺ آپ نے اپنی بیویوں کے ایثار، اخلاص اور اپنے ساتھ پُرخلوص تعلق کو جانچ لیا ہے لہٰذا اس کے بعد آپ کو اختیار نہیں کہ آپ کسی ایک بیوی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کوئی اور بیوی لے آئیں بے شک وہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہو۔ البتہ لونڈیاں رکھنے کی آپ کو اجازت ہے، ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی نگرانی کرنے والا ہے۔

مسائل

۱۔ نبی ﷺ کو اپنے بیویوں کے بارے میں کلّی اختیار حاصل تھا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والا اور ہر چیز پر نگران ہے:

۱۔ جو بھی تم عمل کرتے ہو وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ (یونس:۶۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو جاننے والا ہے۔ (یٰس:۷۹)

۳۔ جو لوگ جہالت کی وجہ سے برائی کرتے ہیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں اللہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے اور حکمت والا ہے۔ (النساء:۱۷)

۴۔ اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو یقیناً اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (النساء:۳۲)

۵۔ جو کچھ تم اللہ کے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرتے ہو اللہ اُس کو جاننے والا ہے۔ (النساء:۳۹)

۶۔ قیامت کا، بارش کے نازل ہونے کا، اور جو کچھ رِحموں میں ہے اور انسان کل کیا کمائے گا اور اُسے کہاں موت آئے گی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ (لقمان:۳۴)

۷۔ اللہ تعالیٰ بحر و بر اور ہر گرنے والے پتے کو جانتا ہے۔ (الانعام:۵۹)

۸۔ فرشتوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھلایا ہے اور تو جاننے والا حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:۳۲)

۹۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ عرض کریں گے جب تو نے مجھے فوت کر لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر ایک پر گواہ ہے۔ (المائدۃ:۱۱۷)

۱۰۔ بے شک میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (ھود:۵۷) ۱۱۔ اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (الشوریٰ:۶)

۱۲۔ اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (آل عمران:۱۰۲)

۱۳۔ اللہ پر توکل کرو، اللہ بہترین کارساز ہے۔ (الاحزاب:۳) ۱۴۔ تیرا رب ہر چیز کی حفاظت کرنے والا ہے۔ (سبا:۲۱)

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَدْخُلُوْا	بُيُوْتَ	النَّبِيِّ	اِلَّآ
اے	لوگو	جو ایمان لائے ہو	نہ	تم داخل ہو	گھروں میں	نبی کے	مگر
اَنْ	يُّؤْذَنَ	لَكُمْ	اِلٰى	طَعَامٍ	غَيْرَ	نٰظِرِيْنَ	اِنٰىهُ ۙ
یہ کہ	اجازت دی جائے	تمہارے لیے	طرف	کھانے کی	نہ	دیکھنے والے	اس کے برتن
وَلٰكِنْ	اِذَا	دُعِيْتُمْ	فَادْخُلُوْا	فَاِذَا	طَعِمْتُمْ	فَانْتَشِرُوْا	
اور لیکن	جب	تم بلائے جاؤ	پس داخل ہو جاؤ	پھر جب	تم کھا چکو	تو تم منتشر ہو جاؤ	
وَلَا	مُسْتَاْنِسِيْنَ	لِحَدِيْثٍ ؕ	اِنَّ	ذٰلِكُمْ	كَانَ	يُؤْذِي	النَّبِيَّ
اور نہ	دل لگا کے بیٹھے رہو	بات کے لیے	بلاشبہ	تمہاری یہ بات	ہے	ایذا دیتی	نبی کو
فَيَسْتَحْيٖ	مِنْكُمْ ۫	وَاللّٰهُ	لَا	يَسْتَحْيٖ	مِنَ	الْحَقِّ ؕ	
پس وہ حیا کرتا ہے	تم سے	اور اللہ	نہیں	وہ شرم کرتا	سے	حق	

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو نہ کھانے کے وقت کا انتظار کیا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، مگر جب کھانا کھا لو تو اُٹھ جایا کرو باتیں کرنے میں نہ لگے رہا کرو۔ تمہاری یہ حرکت نبی کو تکلیف دیتی ہے مگر وہ حیا کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: ازواجی زندگی کے اصول بتلانے کے ساتھ مسلمانوں کو آدابِ معاشرت سمجھائے گئے ہیں یہاں دورِ جاہلیت کی ایک اور رسم کے خاتمے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس فرمان کے نازل ہونے سے پہلے کچھ مسلمان نبی کریم ﷺ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہو جاتے اور بن بلائے مہمان بن جایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ اپنی حیا کے پیشِ نظر انہیں کچھ نہیں کہتے تھے اس پر یہ فرمان نازل ہوا کہ اے صاحب ایمان لوگو! نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو اور نہ ہی بن بلائے مہمان بننے کی کوشش کیا کرو۔ جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔ خواہ مخواہ باتیں کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے گھر میں بیٹھے رہنے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے آپ اپنی حیا کی وجہ سے تمہیں اٹھنے کے لیے نہیں کہتے جبکہ اللہ تعالیٰ حق بات بتلانے میں حیا نہیں کرتا۔

جب نبی اکرم ﷺ کے اہلِ خانہ سے کوئی چیز لینا مقصود ہو تو ان سے پردہ میں رہ کر مانگا کرو یہ تمہارے لیے نہایت پاکیزہ طریقہ ہے اور نبی اکرم ﷺ کے اہلِ خانہ کے لیے بھی بہتر ہے۔ اے مسلمانو! ایسی ہر حرکت سے اجتناب کرو جس سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، رسول ﷺ کی بیویاں تمہارے لیے محترم ہیں جن کے ساتھ تمہارا کبھی نکاح نہیں ہو سکتا۔ نبی اکرم ﷺ

وَاِذَا	سَاَلْتُمُوْهُنَّ	مَتَاعًا	فَسْـَٔلُوْهُنَّ	مِنْ	وَّرَآءِ	حِجَابٍ ؕ
اور جب	تم سوال کرو ان سے	چیز کا	پس تم سوال کرو ان سے	سے	پیچھے	پردے کے
ذٰلِكُمْ	اَطْهَرُ	لِقُلُوْبِكُمْ	وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ	وَمَا	كَانَ	
یہ	زیادہ پاکیزہ ہے	تمہارے دلوں کے لیے	اور ان کے دلوں کے لیے	اور نہیں	ہے	
لَكُمْ	اَنْ	تُؤْذُوْا	رَسُوْلَ	اللّٰهِ	وَلَآ	اَنْ	تَنْكِحُوْٓا
تمہارے لیے	یہ کہ	تم ایذا دو	رسول کو	اللہ کے	اور نہ	یہ کہ	تم نکاح کرو
اَزْوَاجَهٗ	مِنْۢ	بَعْدِهٖٓ	اَبَدًا ؕ	اِنَّ	ذٰلِكُمْ	كَانَ
اس کی بیویوں سے	سے	اس کے بعد	کبھی بھی	بے شک	تمہارا یہ	ہوگا
عِنْدَ	اللّٰهِ	عَظِيْمًا ﴿٥٣﴾	اِنْ	تُبْدُوْا	شَيْـًٔا	اَوْ
نزدیک	اللہ کے	بڑا گناہ	اگر	تم ظاہر کرو	کوئی چیز	یا
تُخْفُوْهُ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمًا ﴿٥٤﴾
تم چھپاؤ اسے	تو بلاشبہ	اللہ	ہے	ہر	چیز کو	خوب جاننے والا

اگر نبی کی بیویوں سے تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے رہ کر مانگا کرو، یہ تمہارے اور اُن کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ بہتر طریقہ ہے۔ تمہارے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور یہ بھی جائز نہیں کہ نبی کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ (۵۳) تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ کو ہر بات کا علم ہوتا ہے۔'' (۵۴)

کے ساتھ امت کے رشتے کا ذکر کرتے ہوئے اسی سورت کی آیت ۶ میں ارشاد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں ظاہر ہے کہ ماں کے ساتھ کسی صورت میں بھی بیٹا نکاح نہیں کر سکتا ایسا سوچنا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔

امّت کے لوگوں کو مزید انتباہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپائے رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے مسلمانوں کو معاشرت کے عظیم اور بہترین آداب سکھلائے گئے ہیں اگر مسلمان معاشرہ میں ان آداب کا خیال رکھا جائے تو بہت سی اخلاقی بیماریوں کا از خود قلع قمع ہو سکتا ہے۔ اس حکم کے مطابق غیر محرم عورتوں سے ہر سطح پر ہر قسم کا اختلاط ناجائز ہے افسوس! اس کے باوجود آج کے نام ونہاد دانشور سکولوں، کالجز، یونیورسٹیوں اور دفاتر میں مرد وزن کا اختلاط جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ اس کے مضمرات نے معاشرے کو اخلاقی طور پر تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

«عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ ﷺ قَالَ كَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو شُعَيْبٍ، وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِي طَعَامًا أَدْعُو رَسُولَ اللهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَدَعَا رَسُولَ

اللهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ وَهَذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ قَالَ بَلْ أَذِنْتُ لَهُ»

(رواه البخاری: باب الرَّجُلِ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ)

''ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری جس کا نام ابوشعیب تھا اس کا ایک غلام قصاب تھا ابوشعیب نے اپنے غلام کو کہا میرے لیے کھانا تیار کرو تا کہ میں نبی اکرم ﷺ اور پانچ آدمیوں کو دعوت دوں ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سمیت پانچ آدمیوں کو دعوت دی نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک اور آدمی چل پڑا۔ آپ ﷺ نے ابوشعیب کو فرمایا کہ آپ نے پانچ آدمیوں کو دعوت پر بلایا ہے لیکن یہ آدمی اپنے طور پر آ گیا ہے اگر چاہتا ہے تو اسکو اجازت دے اور اگر نہیں چاہتا ہے تو اسے واپس کر دے ابوشعیب نے کہا کہ میں اسے اجازت دیتا ہوں۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ لَوْ أَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ، فَخَذَفْتَهُ بِعَصَاةٍ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ جُنَاحٌ»

(رواه البخاری: باب مَنْ أَخَذَ حَقَّهُ أَوِ اقْتَصَّ دُونَ السُّلْطَانِ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی بندہ اجازت طلب کیے بغیر کسی کے گھر میں جھانکے اور گھر والا لکڑی کے ساتھ اُس کی آنکھ پھوڑ دے تو لکڑی مارنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔''

مسائل

۱۔ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا گناہ ہے۔ ۲۔ کسی کے ہاں بن بلائے مہمان بن بیٹھنا جائز نہیں۔
۳۔ دعوت کھانے کے بعد خواہ مخواہ میزبان کے گھر بیٹھے رہنا ادب کے منافی ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ ۵۔ غیر محرم عورتوں سے اختلاط حرام ہے۔
۶۔ کسی کے اہلِ خانہ سے کوئی چیز لینا مطلوب ہو تو اسے پردے میں رہ کر سوال کرنا چاہیے۔
۷۔ امہات المومنین کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا اور ان کے بارے میں بدکلامی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔
۸۔ ازواجِ مطہرات امت کی مائیں تھیں اس لیے ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں تھا۔

تفسیر بالقرآن

نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اہلِ خانہ کا احترام فرض ہے:

۱۔ آپ ﷺ کو دور سے آواز نہ دی جائے۔ (الحجرات: ۴) ۲۔ آپ ﷺ کی آواز سے اونچی آواز نہ کی جائے۔ (الحجرات: ۲)
۳۔ آپ ﷺ سے آگے قدم نہ اٹھایا جائے۔ (الحجرات: ۱) ۴۔ آپ ﷺ کی مکمل اتباع کی جائے۔ (محمد: ۳۳)
۵۔ نبی معظم ﷺ کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہیں ہونا چاہیے۔ (الاحزاب: ۵۳)

لَا	جُنَاحَ	عَلَيْهِنَّ	فِيْٓ	اٰبَآئِهِنَّ	وَلَآ	اَبْنَآئِهِنَّ
نہیں	کوئی گناہ	ان عورتوں پر	میں	اپنے باپوں	اور نہ	اپنے بیٹوں میں
وَلَآ	اِخْوَانِهِنَّ	وَلَآ	اَبْنَآءِ	اِخْوَانِهِنَّ	وَلَآ	اَبْنَآءِ	اَخَوٰتِهِنَّ
اور نہ	اپنے بھائیوں میں	اور نہ	بیٹوں میں	اپنے بھائیوں کے	اور نہ	بیٹوں میں	اپنی بہنوں میں
وَلَا	نِسَآئِهِنَّ	وَلَا	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُنَّ ۚ	وَاتَّقِيْنَ	اللّٰهَ ؕ
اور نہ	اپنی عورتوں میں	اور نہ	جو	مالک ہوئے	ان کے دائیں ہاتھ	اور تم ڈرو	اللہ سے
اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	شَهِيْدًا ﴿٥٥﴾
بے شک	اللہ	ہے	پر	ہر	چیز	گواہ

''ازواجِ نبی کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے باپ ان کے بیٹے، ان کے بھائی، ان کے بھتیجے، ان کے بھانجے، ان کی میل جول کی عورتیں اور ان کے غلام گھروں میں آئیں، اے عورتو! تمہیں اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا چاہیے اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔'' (۵۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلی آیت میں پردے کا ذکر ہوا، اب ان رشتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس سے پہلی آیت میں ازواجِ مطہرات کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ پردے میں رہ کر ان سے سوال کیا کریں بظاہر یہ حکم امہات المومنین کے متعلق دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں امت کی ماؤں کو مخاطب کر کے پوری امت کی عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا ہے جس میں یہ وضاحت موجود نہ تھی کہ کون سے مردوں سے پردہ نہیں کرنا چاہیے۔ اب ان رشتوں کی وضاحت کی جاتی ہے جن سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یاد رہے کہ اگر خاوند، باپ اور بھائی کے علاوہ ہر کسی سے پردہ کرنا عورت کے لیے واجب ہوتا تو اس سے عورت ایک طرح کی قیدی بن کر رہ جاتی اسلام نے جائز حد تک عورت کو آزادی عطا فرمائی ہے اس لیے یہ حکم نازل ہوا کہ عورتوں پر اپنے باپوں اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھتیجوں، اپنے بھانجوں، اپنی عورتوں اور غلاموں سے کوئی پردہ نہیں عورتوں کو ہر حال میں اللہ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے۔

''وَلَا نِسَآئِهِنَّ'' کے بارے میں اہل علم کے تین موقف ہیں۔ ① عورت کو عورت سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ② مسلمان عورت کو غیر رشتہ دار عورتوں سے پردہ کرنا چاہیے۔ ③ مسلمان عورتوں کو ان عورتوں سے بھی پردہ کرنا چاہیے جو معاشرے میں بے حیائی پھیلاتی ہیں تاکہ ان کے ساتھ نفرت کا اظہار کرنے کے ساتھ ان کے شر سے بچا جا سکے۔

«كَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ إِلَى أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رضی اللہ عنہ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ نِسَاءً مِنْ نِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ يَدْخُلْنَ الْحَمَّامَاتِ وَمَعَهُنَّ نِسَاءُ أَهْلِ الْكِتَابِ فَامْنَعْ ذَلِكَ.....»

(رواه البيهقي: باب مَا جَاءَ فِي إِبْدَاءِ المسلِمَةِ زِينَتَهَا لِنِسَائِهَا دُونَ الْكَافِرَاتِ قَالَ اللهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ [أَوْ نِسَائِهِنَّ] [موقوف عن علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب])

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ مسلمان عورتیں اہلِ کتاب کی عورتوں کے ساتھ حمام میں اکٹھی غسل کرتی ہیں لہٰذا میں اس سے منع کرتا ہوں۔''

پردہ کی اہمیت:

«عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتِ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ»

(رواه الترمذي: باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الدُّخُولِ عَلَى الْمُغِيبَاتِ [صحيح])

''جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: جب کوئی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہے تو شیطان صفت لوگ اس کو اپنی نظروں کا نشانہ بناتے ہیں۔''

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا ہے ایک گروہ وہ ہے جن کے ہاتھوں میں بیل کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے اور وہ ان کوڑوں کے ساتھ بلا جواز لوگوں کو ماریں گے، اور دوسرا گروہ اُن عورتوں کا ہے جنہوں نے بظاہر لباس پہنا ہوا ہوگا لیکن حقیقت میں ان کے بدن ننگے ہوں گے وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور مٹک مٹک کر چلنے والی ہوں گی ان کے سر لمبی گردنوں والے اونٹوں کی کوہانوں کی طرح اٹھے ہوئے ہوں گے وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی بلکہ جنت کی خوشبو کو بھی نہ پاسکیں گی جبکہ جنت کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے سے محسوس کی جائے گی۔''

(رواه مسلم: باب النَّارَ يَدْخُلُهَا الْجَبَّارُونَ وَالْجَنَّةَ يَدْخُلُهَا الضُّعَفَاءُ)

مسائل

۱۔ عورت کو باپ، بیٹے، بھائی، بھتیجے، اور بھانجے سے پردہ نہیں۔

۲۔ جس طرح نسبی رشتوں سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اسی طرح رضاعی رشتوں سے بھی پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ" (رواه البخاري: باب مَا يَحِلُّ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ... ''رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کے لحاظ سے حرام ہیں۔

اِنَّ	اللّٰهَ	وَمَلٰٓئِكَتَهٗ	يُصَلُّوْنَ	عَلَى	النَّبِيِّ ؕ
بلاشبہ	اللہ	اوراس کے فرشتے	وہ رحمت بھیجتے ہیں	پر	نبی
يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	صَلُّوْا	عَلَيْهِ	وَسَلِّمُوْا	تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾
اے	لوگوجو	ایمان لائے ہو	تم درود بھیجو	اس پر	اورتم سلام بھیجو	سلام بھیجنا

''اللہ اوراس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والوتم بھی نبی پر درود وسلام بھیجو۔'' (۵۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آیت ۵۴ میں نبی علیہ السلام کو آپ کی ذات اور ازواج مطہرات کے حوالے سے ایذاء پہنچانے سے منع کیا گیا ہے یہاں بین السطور یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ نبی کی ذات اقدس کو کسی اعتبار سے معمولی نہ سمجھو، آپ ﷺ کی ذات اس قدر اعلیٰ مقام کی حامل اور واجب الاحترام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی آپ پر درود بھیجتے ہیں اس لیے نبی کو تکلیف دینے سے باز آؤ اور آپ کے لیے درود پڑھا کرو۔

سرورِ دو عالم ﷺ کے مخالفین آپ کو ہر وقت اذیّت پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مراتب کو بلند کرنے اور آپ کے مخالفین کو رسوا کرنے کے لیے آپ کو ایسا اعزاز بخشا جو کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا وہ یہ کہ ربِّ کریم اور ملائکہ آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ یہی حکم مومنوں کو دیا گیا ہے کہ وہ بھی اللہ کے نبی ﷺ پر درود بھیجا کریں یہ اعزاز آپ کو اس وقت عطا کیا گیا جب آپ کی عظمت اور دین کی سربلندی دیکھ کر منافق اور یہود و نصاریٰ ہر قسم کی ہرزہ سرائی کرنے کے ساتھ آپ کے خلاف کئی قسم کی سازشیں کر رہے تھے۔ ① اللہ تعالیٰ کا آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا یہ معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ذاتِ اقدس پر لگاتار اپنی رحمتوں کا نزول فرماتا ہے۔ ② ملائکہ کے درود کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب کے حضور التجائیں اور دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس پر مسلسل اپنی رحمت فرما اور آپ کی دعوت کو کامیاب فرما۔ ③ مومنوں کے درود کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے دعائیں کرتے رہیں کہ بارِ الٰہا نبی کریم کی ذاتِ اقدس پر ہر وقت اپنی رحمتوں کا نزول فرمانے کے ساتھ آپ کی دعوت کو ترقی عطا فرما۔

درود آپ ﷺ کے احسانات کا اعتراف، آپ کی قربت و محبت کا وسیلہ، غموں اور پریشانیوں سے نجات کا ذریعہ، گناہوں کی معافی، بلندیٔ درجات اور روزِ محشر آپ کی سفارش کا ذریعہ ہے مگر شرط یہ ہے کہ درود کے الفاظ وہ ہونے چاہییں جو آپ ﷺ نے اپنی ذاتِ اقدس کے لیے پسند فرمائے ہیں۔

جامع اور بہترین درود التحیات میں پڑھا جانے والا درودِ ابراہیم ہے جس پر پوری امت کا اتفاق ہے ایسا درود جس میں الفاظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہو وہ درود کہلوانے کا حقدار نہیں ہوسکتا آج کل درود ہزاری، لکھی اور بے شمار مصنوعی

درود تیار کیے گئے ہیں جو نبی محترم ﷺ کی ذات کے شایانِ شان نہیں اور من گھڑت ہیں ان سے پرہیز لازم ہے۔

درود پڑھو! ضرور پڑھو! مگر مسنون پڑھو

آپ ﷺ کے شرف و کمال کی انتہا ہے کہ خالق کائنات نے کسی کام کا حکم اس نسبت کے ساتھ نہیں دیا کہ یہ کام میری ذاتِ عظیم بھی کر رہی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو بھی کرنا چاہیے۔ یہ آپ ﷺ کی صفت اور شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود پاک کا حکم دیتے ہوئے اس عمل کا آغاز اپنی ذات سے فرمایا ہے۔

درود پڑھنے کی فضیلت اور نہ پڑھنے والے کی مذمت:

(قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرًا) (مسلم: باب الصلوة على النبی)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

(عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْبَخِيْلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ) (رواه الترمذی: باب فی فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله بعباده [صحيح])

''حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے لیکن وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔''

صلوٰۃ کا معنی رحمت، دعا اور تعریف و توصیف کرنا ہے اور سلام کا معنی سلامتی ہے مفہوم یہ ہوا کہ ہمیشہ آپ ﷺ کا نام اور کام سلامت رہے پھر بھی سلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی خیر و عافیت اور سلامتی کا اہتمام قیامت تک کر دیا گیا ہے درود پاک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے مخالف آپ کے کام اور نام کو نیچا نہیں دکھا سکیں گے کیونکہ آپ کا تذکرہ آسمانوں سے اوپر عرش معلیٰ پر خالق کائنات فرما رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں عزت و عظمت کی ان بلندیوں پر فائز ہوں گے جو کائنات میں کسی کے نصیب اور حصہ میں نہیں آسکتیں۔

مسائل

۱۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجتا ہے۔ ۲۔ تمام ملائکہ اللہ کے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

۳۔ ایمانداروں کو بھی آپ ﷺ پر درود بھیجنا چاہئے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا معنی اس کا اپنی رحمتوں کا نزول فرمانا ہے۔

۵۔ ملائکہ اور ایمانداروں کا درود اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا ہے کہ وہ نبی آخر الزمان ﷺ پر اپنی رحمتوں کا مسلسل نزول فرماتا رہے۔

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ	اللّٰهَ	وَ رَسُوْلَهٗ	لَعَنَهُمُ
بلاشبہ	جولوگ	ایذا پہنچاتے ہیں	اللہ	اوراس کے رسول کو	ان پرلعنت کی
اللّٰهُ	فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَاَعَدَّ	لَهُمْ
اللہ نے	میں	دنیا	اورآخرت	اوراس نے تیارکیاہے	ان کے لیے
عَذَابًا	مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾	وَالَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	
عذاب	رسواکرنے والا	اورجولوگ	ایذا پہنچاتے ہیں	مومن مردوں	
وَالْمُؤْمِنٰتِ	بِغَيْرِ	مَا	اكْتَسَبُوْا	فَقَدِ	احْتَمَلُوْا
اورمومن عورتوں کو	بغیراس کے	جو	انہوں نے کمایا	تویقیناً	انہوں نے اٹھایا
بُهْتَانًا	وَّاِثْمًا	مُّبِيْنًا ﴿٥٨﴾			
بہتان	اورگناہ	کھلا			

''جولوگ اللہ اوراس کے رسول کو اذّیت دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے، اوران کے لیے ذلیل کردینے والا عذاب تیار کررکھا ہے۔(۵۷) اور جولوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر ان کی غلطی کے تکلیف دیتے ہیں انہوں نے بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا وبال اپنے آپ پرلیا ہے۔''(۵۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ ایک طرف اپنے محبوب پیغمبر ﷺ پر درود وسلام بھیجتا ہے اور دوسری جانب ان لوگوں پر پھٹکار کرتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی گستاخیاں کرتے ہیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اللہ تعالیٰ بلاوجہ تکلیف دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس فرمان میں سب سے پہلے اپنی ذاتِ کبریاء کے بارے میں فرمایا کہ جولوگ ''اللہ'' کو تکلیف دیتے ہیں ''اللہ'' ان پرلعنت پھٹکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو "فِيْ نَفْسِهٖ" کوئی چیز تکلیف نہیں دے سکتی بالفرض کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی باغی اور سرکش ہوجائے تو رائی کے دانے سے ہزاروں گنا کم بھی اللہ تعالیٰ کو تکلیف نہیں پہنچا سکتے وہ کائنات کی خیر وشر سے کامل اور اکمل طور پر بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینے سے مراد اس کے رسول اور مومن بندوں اور بندیوں کو تکلیف دینا ہے۔

گستاخوں کی گستاخی اور بدفطرت لوگوں کی خباثت واضح اور ان کے جرم کی سنگینی بتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اذّیت کو اپنے ساتھ منسوب فرمایا ہے تاکہ گستاخ لوگ جرم کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے نبی ﷺ کی گستاخی کرنے سے باز

آ جائیں۔ جہاں تک نبی ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا تعلق ہے کفار، مشرکین، منافق اور یہود و نصاریٰ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن اس کے باوجود نبی ﷺ پورے حوصلے کے ساتھ اپنی دعوت کو پھیلاتے رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں وہ کامیابی اور شہرتِ دوام عنایت فرمائی جو آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد قیامت تک کسی کو حاصل نہیں ہوگی۔

جس طرح دینِ اسلام کے مخالفوں نے نبی ﷺ کو اذیتیں پہنچائیں اسی طرح ہی انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو ہر قسم کی تکالیف دیں حالانکہ صحابہ اور صحابیات کا کوئی گناہ نہیں تھا جس بناء پر دشمن انہیں تکلیف دیتے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ طاہرہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دامنِ پاک پر دھبہ لگانے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دامن کو پاک صاف رکھا۔ جن لوگوں نے حضرت عائشہ پر الزام لگایا اور نبی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مومن خواتین و حضرات کو اذیت پہنچائی۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان پر لعنت برساتا ہے اور آخرت میں انہیں ذلیل کر دینے والا عذاب دے گا۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ قَالَ مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ» (رواه البخاری: باب التواضع)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللهِ وَمَاهُنَّ قَالَ اَلشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ»

(رواه البخاری: کتاب الوصایا)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچ جاؤ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی جان کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاکدامن، مومن، بے خبر عورتوں پر تہمت لگانا۔''

مسائل

۱۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی گستاخیاں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے۔

۲۔ جو لوگ پاک دامن مومن خواتین و حضرات کو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل کر دینے والا عذاب دے گا۔

۳۔ پاک دامن مومن خواتین و حضرات کو اذیت اور تکلیف پہنچانا مومنانہ شیوہ نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	وَبَنٰتِكَ	وَنِسَآءِ
اے	نبی	فرما دیجیے	اپنی بیویوں کے لیے	اور اپنی بیٹیوں	اور عورتوں
الْمُؤْمِنِيْنَ	يُدْنِيْنَ	عَلَيْهِنَّ	مِنْ	جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ	ذٰلِكَ
مومنوں کی	وہ لٹکا لیا کریں	اپنے اوپر	سے	اپنی چادروں	یہ
اَدْنٰٓى	اَنْ	يُّعْرَفْنَ	فَلَا	يُؤْذَيْنَ ؕ	وَكَانَ
زیادہ قریب ہے	اس کے کہ	وہ پہچان لی جائیں	تو نہ	وہ ایذا دی جائیں	اور ہے
اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾	لَئِنْ	لَّمْ	يَنْتَهِ
اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا	البتہ اگر	نہ	باز آئیں اس سے
الْمُنٰفِقُوْنَ	وَالَّذِيْنَ				
منافق (جمع)	اور وہ لوگ				

اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے فرماؤ کہ اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر لٹکا یا کریں، یہ نہایت مناسب ہے تاکہ وہ پہچانی نہ جائیں اور نہ ستائی جائیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور نہایت مہربانی فرمانے والا ہے۔(۵۹) اگر منافقین اور وہ لوگ

فہم القرآن

ربطِ کلام: مومن عورتوں کو اوباش لوگوں کی شرارتوں سے بچانے کے لیے پردے کا حکم اور اس کا طریقہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ کے مشرکین اللہ کے رسول ﷺ کے انتہا درجہ کے مخالف تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کی مخالفت میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی لیکن اس کے باوجود وہ خاندانی روایات کا خیال رکھتے ہوئے کسی حد تک اخلاقی اقدار کا احترام کرتے تھے یہ اخلاقی پاسداری کا نتیجہ تھا کہ ہجرت کے موقع پر انہوں نے رات بھر آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیے رکھا لیکن دیواریں پھلانگ کر آپ کے گھر داخل نہ ہوئے کہ اس طرح خواتینِ خانہ کی بے حرمتی ہوگی اور عرب میں ہماری بدنامی ہو گی، ان کے مقابلے میں مدینہ کے یہود اور منافقین کی اخلاقی گراوٹ کا یہ حال تھا کہ انہیں جونہی موقعہ ملتا وہ مسلمان عورتوں کو پریشان کرنے کی کوشش کرتے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر اور مسلمان خواتین کی ناموس کو بچانے کے لیے ہمیشہ کے لیے یہ قانون جاری ہوا کہ اے پیغمبر ﷺ! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومن خواتین کو حکم دیں کہ جب وہ گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے چہروں پر چادریں لٹکا کر گھونگھٹ نکال لیا کریں اس طرح وہ عام عورتوں سے ممتاز ہوں گی اور اوباش آدمی ان پر دست درازی کرنے سے گھبرائے گا۔ اس سے پہلے پردہ کے بارے میں جو کوتاہی سرزد ہوگئی اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے گا کیونکہ وہ انتہائی شفقت فرمانیوالا ہے۔ اس کے باوجود منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں شرارت اور بے حیائی کا مرض ہے اگر وہ تہمت طرازی اور بے حیائی پھیلانے سے باز نہ آئیں تو ہم مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ تھوڑی مدت ہی مدینہ میں ٹھہر سکیں گے۔ وہ جہاں بھی ہوں گے ان پر پھٹکار ہوگی اور جہاں پائے جائیں گے قتل کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ان

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ

میں ان کے دلوں روگ ہے اور جھوٹی افواہیں اڑانے والے میں مدینے ہم آپ کو ضرور مسلط کر دیں گے

بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٦٠

ان پر پھر نہیں وہ آپ کے پاس رہ سکیں گے اس میں مگر تھوڑی

مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝٦١

پھٹکارے ہوئے جہاں بھی وہ پائے جائیں وہ پکڑ لیے جائیں اور قتل کر دیے جائیں قتل کیا جانا

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ

طریقہ اللہ کا میں ان لوگوں جو گزر گئے اس سے پہلے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۝٦٢

اور ہرگز نہیں آپ پائیں گے طریقہ کے لیے اللہ کے تبدیلی

جن کے دلوں میں خرابی ہے اور جو مدینہ میں سنسنی خیز افواہیں پھیلاتے ہیں، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمہیں اُٹھائیں گے پھر وہ اس شہر میں تمہارے ساتھ مشکل سے رہ سکیں گے۔ (٦٠) ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بُری طرح قتل کیے جائیں گے۔ (٦١) یہ اللہ کا طریقہ ہے پہلے سے ایسے لوگوں کے معاملے میں چلا آرہا ہے اور آپ اللہ کے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔'' (٦٢)

سے پہلے مجرموں کے ساتھ یہی سلوک اور قانون تھا۔ اے نبی ﷺ آپ ''اللہ'' کے قانون میں کبھی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

پردے کے بارے میں اس سورۃ کی آیت ۵۳ میں اور سورۃ نور کی آیت ۳۱ میں تفصیلی احکام گزر چکے ہیں یہاں صرف یہ بات عرض کی جائے گی کہ قرآن مجید نے پردہ کے لیے جلابیب کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ اہلِ علم نے گھونگھٹ کیا ہے جو لوگ چہرے کے پردے کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ انسان کا چہرہ ہی اس کی پہچان، اس کے حسن و جمال اور جذبات کا ترجمان ہوتا ہے اگر کسی عورت کا چہرہ ناپسند ہو تو کوئی آدمی اس عورت کی طرف راغب نہیں ہوتا اس لیے عورت کے لیے چہرے کا پردہ کرنا فرض ہے نبی اکرم ﷺ کا طریقہ تھا کہ سفر کے دوران جب کوچ کرتے تو ایک آدمی کو پیچھے چھوڑتے تاکہ قافلے کی گری پڑی چیز کو اٹھائے اور اس کے مالک تک پہنچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر ''صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے۔ وہ صبح کے وقت میرے ٹھکانہ پر پہنچ گئے انہوں نے مجھے سوئے ہوئے دیکھا اور پہچان لیا کیونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ صفوان رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا میں نے اُٹھ کر فوراً اپنا چہرہ چادر کے ساتھ ڈھانپ لیا۔ معلوم ہوا کہ اس آیت کا

یہی مفہوم امہات المومنین سمجھتی تھیں۔ ان کا فرمان ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے صفوان رضی اللہ عنہ سے افسوس کے کلمات کے علاوہ ان سے کوئی بات نہیں سنی۔'' (رواہ البخاری: باب حدیث الافک)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے ثابت ہوا کہ چہرے کا پردہ لازم ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ چہرے کے پردے کی مخالفت کرتے ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ اگر عورت نے چہرے کا پردہ نہیں کرنا تو پھر مرد اور عورت کے لباس میں کیا فرق رہ جاتا ہے کیونکہ ہر دور میں مرد تہبند اور قمیص پہننے کے ساتھ اپنے سر پر دستار یا ٹوپی پہنتے آرہے ہیں۔

اگر عورت نے پوری سنجیدگی کے ساتھ شرعی پردہ کیا ہوا اور اس کی چال ڈھال میں شرافت اور متانت ہو تو اوباش آدمی اس کی طرف بڑھنے سے گھبراتا ہے کیونکہ پردہ میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے ایک رعب اور وقار رکھا ہے جو لوگ باحیا اور پردہ نشین عورتوں کے بارے میں تہمت درازی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر پھٹکار کرتا ہے یاد رہے کہ مسلمان معاشرے میں اخلاقی قدریں اتنی بلند ہونی چاہیے کہ اوباش آدمی جہاں جائے اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اوباش لوگوں کو گرفتار کرے اور انہیں قرار واقعی سزا دے ہجرت کے بعد اور مدینہ کے ابتدائی دور میں کچھ غیر مسلم اوباش بازار میں چلتے وقت مسلمان عورتوں کو تنگ کرنے لگے تو نبی ﷺ نے یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لاَ تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلاَ النَّصَارَى بِالسَّلاَمِ فَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ»

(رواہ مسلم: باب النہی عن ابتداء اہل الکتاب بالسلام و کیف یرد علیہم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام میں پہل نہ کرو! جب ان میں سے کوئی راستے میں ملے تو اس کو تنگ راستے کی طرف مجبور کیا کرو!''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں اور بیٹیوں کے ساتھ مسلمان عورتوں کو بھی پردے کا حکم دیا گیا ہے۔
۲۔ پردہ مومن عورتوں کی پہچان اور شان ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر بالقران

عورتوں کو پردے اور حیا کا حکم:

۱۔ اے نبی! مومن مردوں سے فرمائیں کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔ (النور: ۳۰، ۶۰)
۲۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اللہ'' چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والوں سے ہر قسم کی غلاظت کو دور کرے اور تمہیں پوری طرح پاک کر دے۔ (الاحزاب: ۳۳)

يَسْـَٔلُكَ	النَّاسُ	عَنِ	السَّاعَةِ ؕ	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا
آپ سے پوچھتے ہیں	لوگ	متعلق	قیامت کے	فرما دیجیے	صرف	اس کا علم
عِنْدَ	اللّٰهِ ؕ	وَمَا	يُدْرِيْكَ	لَعَلَّ	السَّاعَةَ
پاس	اللہ کے	اور کیا	آپ کو بتلاتی ہے	شاید کہ	قیامت
تَكُوْنُ	قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾	اِنَّ	اللّٰهَ	لَعَنَ	الْكٰفِرِيْنَ
وہ ہو	قریب	بلاشبہ	اللہ نے	لعنت کی	کافروں پر
وَاَعَدَّ	لَهُمْ	سَعِيْرًا ۙ﴿٦٤﴾	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا ۚ
اور اس نے تیار کی	ان کے لیے	بھڑکتی ہوئی آگ	وہ ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ
لَا يَجِدُوْنَ	وَلِيًّا	وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ ۚ
نہیں وہ پائیں گے	کوئی دوست	اور نہ کوئی مددگار

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ فرمائیں اسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ تمہیں کیا خبر شاید کہ وہ قریب آچکی ہو۔ (٦٣) اللہ نے یقیناً کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی گئی ہے۔ (٦٤) جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کسی کو حامی اور مددگار نہیں پائیں گے۔'' (٦٥)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جن لوگوں کے دلوں میں منافقت اور بے حیائی کی بیماری ہے حقیقت یہ ہے کہ وہ قیامت پر یقین نہیں رکھتے۔ اگر ان کا قیامت پر یقین ہو تو وہ بے حیائی اور منافقت سے باز آجائیں۔

اگر منافقین کا قیامت پر سچا ایمان ہو تو وہ ایسی حرکات سے اجتناب کریں۔ ان کا قیامت پر یقین نہیں ہے اس لیے یہ لوگ معاشرے میں بے حیائی پھیلاتے ہیں رسول کریم ﷺ سے بار بار سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی اس پر آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ دلائل کے تکرار کی بجائے آپ اس موقعہ پر بس اتنا فرمائیں کہ قیامت کے برپا ہونے کا دن صرف اللہ ہی جانتا ہے، انہیں یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ تمہیں کیا خبر! کہ قیامت قریب ہی آپہنچی ہو جس طرح منافقوں اور بے حیاؤں پر دنیا میں اللہ کی لعنت برستی ہے اسی طرح ہی ان پر قیامت کے دن پھٹکار ہوگی اور ان کے لیے جہنم کی آگ تیار کی گئی یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہاں نہ ان کے دوست کام آئیں گے اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

قیامت قریب آچکی ہے یہ زمین وآسمانوں پر بھاری ہوگی:

{ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ

اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ﴿۲﴾ } (الانبیاء:۱،۲)

''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت آتی ہے اس کو مشکل سے سنتے ہیں اور کھیل کود میں پڑے رہتے ہیں۔''

{ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ۚ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ } (الاعراف:۱۸۷)

''آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کب واقع ہوگی؟ فرما دیں اس کا علم میرے رب کے پاس ہے اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا وہ آسمانوں اور زمین پر بھاری ہوگئی ہے اور تم پر اچانک آئے گی۔''

جہنم کی آگ:

{ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾ } (الھمزہ:۹) ''لمبے لمبے ستونوں میں۔''

{ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ } (المرسلات:۳۳) ''گویا کہ وہ طاقتور اونٹ ہیں۔''

مسائل

۱۔ منافقین کو قیامت کے قائم ہونے پر یقین نہیں۔ ۲۔ قیامت ہر صورت برپا ہو کر رہے گی۔
۳۔ قیامت کے منکروں پر اللہ کی لعنت برستی ہے۔ ۴۔ منکرینِ قیامت کے لیے جہنم کی آگ بھڑکائی جا چکی ہے۔
۵۔ جہنم میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے برپا ہونے کے دلائل:

۱۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟۔ (المومن:۱۶)
۲۔ قیامت کے دن اللہ ہی کی بادشاہی ہوگی۔ (الفرقان:۲۶)
۳۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ لوٹائے گا تاکہ نیک و بد کو جزا و سزا مل سکے۔ (یونس:۴)
۴۔ اللہ تعالیٰ کا قیامت قائم کرنے کا وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (النحل:۳۸)
۵۔ اے لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت ہی سخت ہوگا۔ (الحج:۱)
۶۔ قیامت کے دن اللہ ہی فیصلے صادر فرمائے گا۔ (الحج:۵۶) ۷۔ قیامت کے دن کوئی کسی کو فائدہ نہیں دے سکے گا۔ (الانفطار:۱۹)

يَوْمَ	تُقَلَّبُ	وُجُوْهُهُمْ	فِي	النَّارِ	يَقُوْلُوْنَ	يٰلَيْتَنَآ
جس دن	الٹ پلٹ کیے جائیں گے	ان کے چہرے	میں	آگ	وہ کہیں گے	اے کاش!
اَطَعْنَا	اللّٰهَ	وَاَطَعْنَا	الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾	وَقَالُوْا	رَبَّنَآ
ہم نے اطاعت کی ہوتی	اللہ کی	اور ہم نے اطاعت کی ہوتی	رسول کی	اور وہ کہیں گے	اے ہمارے رب
اِنَّآ	اَطَعْنَا	سَادَتَنَا	وَكُبَرَآءَنَا	فَاَضَلُّوْنَا
بے شک ہم نے	اطاعت کی	اپنے سرداروں کی	اور اپنے بڑوں کی	تو انہوں نے گمراہ کیا ہمیں
السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾	رَبَّنَآ	اٰتِهِمْ	ضِعْفَيْنِ	مِنَ	الْعَذَابِ
راستے سے	اے ہمارے رب!	تو دے ان کو	دُگنا	سے	عذاب
وَالْعَنْهُمْ	لَعْنًا	كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾
اور لعنت کر ان پر	لعنت	بہت بڑی

''جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے اُس وقت وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔(٦٦) وہ آہ زاریاں کرتے ہوئے کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی اور انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔(٦٧) اے ہمارے رب ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر۔''(٦٨)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کی جہنم میں حالت اور فریادیں۔

جہنمیوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا جہنمی جہنم کی آگ سے منہ باہر نکال کر آہ وزاریاں کرتے ہوئے کہیں گے ہائے کاش! ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے سرداروں اور بڑوں کی پیروی کی اور گمراہ ہوئے۔ اے ہمارے رب ہماری درخواست ہے کہ ہمارے سیاسی اور مذہبی پیشواؤں کو دوگنا عذاب دیں اور ان پر بڑی سے بڑی پھٹکار کریں۔

قرآن مجید کے دوسرے مقام پر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی فریاد کے جواب میں فرمائے گا کہ تم سب کو دوگنا عذاب ہے لیکن تمہیں معلوم نہیں۔(الاحزاب:٣٨)

فہم القرآن جلد دوم سورۃ الاعراف کی آیت ٣٨ میں وضاحت موجود ہے کہ انہیں دوگنا عذاب کیوں دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لوگ خود بھی گمراہ تھے اور اپنی اولاد اور آنے والی نسلوں کی گمراہی کا سبب بھی بنے اس لیے حکم ہوگا کہ سب کے لیے دوگنا عذاب ہے اور تم سب کے سب جہنم میں جلتے رہو گے۔ اب تمہاری کوئی بھی مدد نہیں کر سکے گا یہاں تک کہ شیطان بھی انہیں کہہ

دے گا کہ آج میں تمہارا کچھ نہیں کرسکتا۔(ابراہیم:۲۲)

«عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَنَّهُ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا يَرْضَاهَا اللهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا»

(رواہ الترمذی: بَابُ مَاجَاءَ فِي الْأَخْذِ بِالسُّنَّةِ وَاجْتِنَابِ الْبِدَعِ [ضعیف])

''حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنت کو اس کے مٹ جانے کے بعد زندہ کیا اسے اس نیکی کا اجر بھی اور بعد میں عمل کرنے والوں کے برابر بھی اجر ملے گا لیکن ان کے اجر میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ جس نے ایسا طریقہ رائج کیا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں اسے اس کا گناہ ہوگا اور بعد میں اس کا ارتکاب کرنے والوں کا گناہ بھی اسے ملے گا ان کے گناہوں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ جہنمی جہنم میں آہ وزاریاں کرتے ہوئے اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔

۲۔ جہنمی اپنے بڑوں پر پھٹکار بھیجیں گے۔ ۳۔ گناہ کرنے والوں کو اپنے اور دوسروں کے گناہوں کی بھی سزا ملے گی۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کا ایک دوسرے پر پھٹکار کرنا:

۱۔ اللہ تعالیٰ اس دن انہیں جمع کرے گا اور وہ خیال کریں گے گویا کہ وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی ہی ٹھہرے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔(یونس:۴۵)

۲۔ جب سارے جہنم میں جمع ہوجائیں گے تو پچھلے پہلوں کے بارے میں کہیں گے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ (الاعراف:۳۸)

۳۔ تم پر اللہ کی مار تمہاری وجہ سے اس مصیبت کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے۔(ص:۶۰)

۴۔ اے کاش آپ ظالموں کو دیکھتے جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے کی بات کا جواب دیں گے۔(سبا:۳۱)

۵۔ جب وہ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور بڑوں کو کہیں گے کہ یقیناً ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا ہم سے آگ کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو؟''(المومن:۴۷)

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ
اے	لوگو جو	ایمان لائے ہو	نہ	تم ہو جانا	ان لوگوں کی طرح

اٰذَوْا	مُوْسٰى	فَبَرَّاَهُ	اللّٰهُ	مِمَّا	قَالُوْا ؕ
جنہوں نے ایذا دی	موسیٰ کو	پھر اس کو بری کر دیا	اللہ نے	اس سے جو	انہوں نے کہا

وَ كَانَ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾
اور تھا	نزدیک	اللہ کے	بڑے رتبے والا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت دی تھی اللہ نے ان کی کہی ہوئی باتوں سے موسیٰ کی برأت فرمائی اور موسیٰ اللہ کے ہاں بڑے معزز تھے۔''(٦٩)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس خطاب کا آغاز آیت ۵۳ سے ہوا تھا جس میں مسلمانوں کو تعلیم دی گئی کہ اے مسلمانو! نبی اکرم ﷺ کے ہاں بن بلائے مہمان نہ بنا کرو اس طرح مہمان بننے سے نبی ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اب اس خطاب کا اختتام مومنوں کو آداب سکھلانے پر کیا جا رہا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اے ایمان والو! کہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں جیسا کردار اختیار نہ کرنا انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر کرم فرمایا انہیں ان لوگوں کی یاوہ گوئی سے بچا لیا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے ہاں بڑے وجیہہ تھے وجیہہ کا معنیٰ ہے جمال اور جلال رکھنے والا اور بڑی عزت کا مالک۔

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَ كَانَ مُوْسٰى عليہ السلام يَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسٰى أَنْ يَّغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهٗ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَخَرَجَ مُوْسٰى فِيْ إِثْرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَأْسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهٗ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا» (رواہ البخاری: کتاب الغسل، باب من اغتسل عریانا وحدہ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل کے لوگ ننگے نہاتے اور ایک دوسرے کو دیکھا کرتے تھے لیکن موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہی غسل کرتے تھے یہودیوں نے کہا اللہ کی قسم موسیٰ ہمارے ساتھ اس وجہ سے نہیں نہاتے کیونکہ ان کے خصیتین میں بیماری ہے۔ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام اپنے کپڑے پتھر پر رکھ کر غسل کر رہے تھے تو پتھر کپڑے لے کر چل نکلا موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ اے پتھر! میرے

کپڑے دے دے یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو برہنہ حالت میں دیکھ کر کہا: اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کو کوئی تکلیف نہیں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے پکڑ کر پتھر کو مارنا شروع کر دیا۔''

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے منفی کردار کا حوالہ دے کر نبی ﷺ کی گستاخی سے روکا گیا ہے اور اسے کفر قرار دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کو حکم:

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ }

(البقرة:١٠٤)

''اے ایمان والو! تم "رَاعِنَا" نہ کہو بلکہ "اُنْظُرْنَا" کہو اور سنو! کافروں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

«قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابَهٗ جُلِدَ»

(رواه الطبرانی فی الصغیر صفحه ٢٣٦ جلد ١ [حسن])

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نبی کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو گالی دے اسے کوڑے مارے جائیں۔''

(تفصیل جاننے کے لیے البقرۃ آیت ١٠٤ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔)

مسائل

١۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی ایذا سے محفوظ فرمایا۔ ٢۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی برأت کا اہتمام کیا۔

٣۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی صاحبِ جمال اور کمال پیغمبر تھے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کرام علیہم السلام کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک:

١۔ آدم علیہ السلام کو اللہ نے خلیفہ بنایا۔ (البقرۃ:٣٠)

٢۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا۔ (النساء:١٢٥)

٣۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے سب سے بڑا حکمران بنایا۔ (ص:٣٥)

٤۔ داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں خلیفہ بنایا۔ (ص:٢٦)

٥۔ داؤد علیہ السلام کو اللہ نے دانائی عطا فرمائی۔ (ص:٢٠) ٦۔ یعقوب علیہ السلام کو اللہ نے صبر جمیل عطا فرمایا۔ (یوسف:٨٣)

٧۔ یوسف علیہ السلام کو اللہ نے حکمرانی اور پاک دامنی عطا فرمائی۔ (یوسف:٣١)

٨۔ ادریس علیہ السلام کو اللہ نے مقامِ علیا سے سرفراز کیا۔ (مریم:٥٧) ٩۔ نبی ﷺ رحمۃ العالمین ہیں۔ (الانبیاء:١٠٧)

١٠۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ہم کلامی کا شرف بخشا۔ (طٰہٰ:١٢ تا ١٤) ١١۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ قرار دیا۔ (النساء:١٧١)

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَقُوْلُوْا	قَوْلًا
اے	لوگو جو	ایمان لائے ہو	تم ڈرو	اللہ سے	اور تم کہو	بات

سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾	يُّصْلِحْ	لَكُمْ	اَعْمَالَكُمْ	وَيَغْفِرْ	لَكُمْ
سیدھی	وہ درست کردے گا	تمہارے لیے	تمہارے عمل (جمع)	اور وہ بخش دے گا	تمہارے لیے

ذُنُوْبَكُمْ ؕ	وَمَنْ	يُّطِعِ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	فَقَدْ
تمہارے گناہ	اور جو کوئی	وہ اطاعت کرے	اللہ کی	اور اس کے رسول کی	تو یقیناً

فَازَ	فَوْزًا	عَظِيْمًا ﴿٧١﴾
وہ کامیاب ہوا	کامیاب ہونا	بہت بڑا

''اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور بات ٹھیک کیا کرو۔ (۷۰) اللہ تمہارے اعمال درست کرے گا اور تمہاری غلطیوں سے درگزر فرمائے گا، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔'' (۷۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جاری خطاب کی ابتدا میں مومنوں کو ایک دوسرے کو اذیت دینے سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں اسی فرمان کا تتمہ ہو رہا ہے۔

اے مومنو! ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ایک دوسرے سے ہمیشہ صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔ اگر تم صاف اور سیدھی بات کا طریقہ اپناؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کردار کی اصلاح فرمائے گا جس کے بدلے تمہارے گناہ معاف کیے جائیں گے تمہارے رب کی طرف سے یہ کھلی اور عام دعوت ہے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی پائے گا یہ آیات ان آیات میں شامل ہیں جنہیں نبی اکرم ﷺ خطبہ نکاح میں پڑھا کرتے تھے ان میں تین ہدایات دی گئی ہیں۔

① انسان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ ② ہمیشہ صاف اور سیدھی بات کرنی چاہیے۔

③ ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اور اسی میں کامیابی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ سے ڈرنے کا حکم اور اس کے فائدے:

۱۔ لوگ اللہ سے ڈرنے کے بجائے لوگوں سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ (النساء: ۷۷)

۲۔ اللہ سے خلوت میں ڈرنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔ (یٰسین: ۱۱)

۳۔ لوگوں سے ڈرنے کے بجائے اللہ سے ہی ڈرنا چاہیے۔ (آلِ عمران: ۱۷۵)

(البقرہ: ۱۸۹۔ الاحزاب: ۷۰۔ المائدۃ: ۱۰۰۔ الحجرات: ۱۰۔ النساء: ۱)

اِنَّا	عَرَضْنَا	الْاَمَانَةَ	عَلَى	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَالْجِبَالِ
بلاشبہ ہم نے	پیش کیا	اس امانت کو	پر	آسمانوں	اور زمین	اور پہاڑوں
فَاَبَيْنَ	اَنْ	يَّحْمِلْنَهَا	وَاَشْفَقْنَ	مِنْهَا	وَحَمَلَهَا
تو انہوں نے انکار کر دیا	یہ کہ	وہ اُٹھائیں اس کو	اور وہ ڈر گئے	اس سے	اور اس کو اٹھالیا
الْاِنْسَانُ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	ظَلُوْمًا	جَهُوْلًا ﴿٧٢﴾	لِّيُعَذِّبَ	اللّٰهُ
انسان نے	یقیناً وہ	ہے	بڑا ظالم	بہت بڑا جاہل	تا کہ عذاب دے	اللہ
الْمُنٰفِقِيْنَ	وَالْمُنٰفِقٰتِ	وَالْمُشْرِكِيْنَ	وَالْمُشْرِكٰتِ	وَيَتُوْبَ	اللّٰهُ
منافق مردوں	اور منافق عورتوں کو	اور مشرک مردوں	اور مشرک عورتوں کو	اور رجوع فرمائے	اللہ
عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ	وَكَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾ ع
پر	مومن مردوں	اور مومن عورتوں	اور ہے	اللہ	بہت بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا

''ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا وہ اس سے ڈر گئے، اور اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے مگر انسان نے اُسے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ (۷۲) اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے گا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اللہ درگزر کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا ہے۔'' (۷۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی وہ کامیابی پائے گا اور وہی امانت کا حق ادا کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے اس امانت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن انہوں نے اسے اٹھانے سے معذرت کی کیونکہ وہ احساس ذمہ داری سے ڈر گئے لیکن انسان نے اسے اٹھالیا بے شک انسان بڑا ظالم اور جاہل ہے۔ اہلِ علم کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ "اَلْاَمَانَة" سے مراد خلافت کی ذمہ داریاں ہیں یہ ایسا اختیار اور ذمہ داری ہے کہ آسمانوں نے اپنی وسعت و بلندی، زمین نے اپنی جسامت اور کشادگی، پہاڑوں نے اپنی بلندیوں اور مضبوطی کے باوجود عرض کی کہ بارِالٰہا ہم یہ اختیار لینے سے آپ کے حضور معذرت کرتے ہیں ہم تو صرف آپ کی سمع و اطاعت کرتے رہیں گے جب یہ امانت انسان کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے کمزور ہونے کے باوجود اسے اٹھالیا جس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں اپنی حد سے آگے بڑھنا، بلا سوچے سمجھے کئی کام کر گزرنا

اور منصب کے شوق میں ذمہ داری پر ذمہ داری اٹھانے کی حرص موجود ہے یہ جہالت اور ظلم کی ایک قسم ہے اسی سبب انسان اپنے آپ اور دوسروں پر ظلم اور جہالت کا ارتکاب کرتا ہے جب کسی کو کچھ اختیار ملتے ہیں تو وہ یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتا کہ میں اس منصب کا حق ادا کر سکوں گا یا نہیں۔ بے شمار انسان منصب، شہرت، مفادات اور اختیارات کے شوق میں ذمہ داری پر ذمہ داری اٹھائے جاتے ہیں اس طرح ذمہ داری اٹھانے والا ایک طرف اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے اور دوسری طرف اپنے اقتدار اور اختیار سے تجاوز کر کے دوسروں پر ظلم ڈھاتا ہے اور اپنے رب کا باغی بن جاتا ہے یہ انسان کی بہت جہالت اور بڑا ظلم ہے۔

جن لوگوں نے اپنے رب کے عطا کردہ اختیارات سے تجاوز یا جان بوجھ کر تساہل کیا اور جن لوگوں نے منافقت کی یا اپنے رب کی ذات اور اسکی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرایا وہ مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ انہیں سزا دے گا۔ جنہوں نے خدائی اختیارات کو امانت و دیانت اور پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کیا اللہ تعالیٰ ان کی کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا کیونکہ وہ نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔

«عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي ؟ قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي، ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةُ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا» (رواه مسلم: باب كَرَاهَةِ الْإِمَارَةِ بِغَيْرِ ضَرُورَةٍ)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے کوئی عہدہ نہیں دیتے؟ آپ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر! یقیناً تو کمزور آدمی ہے اور یہ عہدہ امانت ہے جو بلاشبہ قیامت کے دن رسوائی اور ذلت کا باعث ہوگا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے حق کو سوچ سمجھ کر استعمال کیا اور ذمہ داریوں کو صحیح طور پر نبھایا۔''

«عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ وَلِيَ ثَلَاثَةً لَقِيَ اللهَ مَغْلُولَةً يَمِينُهُ فَكَّهُ عَدْلُهُ أَوْ غَلَّهُ جَوْرُهُ» (مسند شامیین [ضعیف جداً])

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو تین افراد پر امیر مقرر کیا گیا اور اس نے عدل و انصاف کی بجائے ظلم و ستم سے کام لیا تو قیامت کے دن اس کا دایاں ہاتھ بندھا ہوا ہوگا۔''

«عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ قَوْمِي فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ أَمِّرْنَا يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَهُ فَقَالَ إِنَّا لَا نُوَلِّي هٰذَا مَنْ سَأَلَهُ وَلَا مَنْ حَرَصَ عَلَيْهِ»

(رواه البخاری: کتاب الأحکام، باب مایکرہ من الحرص علی الإمارۃ)

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے قبیلے کے دو آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے دونوں میں سے ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی عہدہ دیجیے اور دوسرے نے بھی ایسا ہی مطالبہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً ہم ایسے شخص کو عہدہ نہیں دیتے جو عہدہ طلب کرے اور نہ ہی ایسے شخص کو عہدہ دیتے ہیں جو عہدے کا حریص ہوتا ہے۔''

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ» (رواه البخاری: كتاب الجمعة، باب جمعة فی القری والمدن)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور وہ اپنی ذمہ داری کا جواب دہ ہے۔''

مسائل

۱۔ اَلْاَمَانَةُ سے مراد خلافت کی ذمہ داری ہے۔

۲۔ انسان اختیارات کے بارے میں بڑا ظالم اور جاہل واقع ہوا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسان کی فطرتی کمزوریاں:

۱۔ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (النساء: ۲۸) ۲۔ انسان جلد باز ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱۱)

۳۔ انسان فطرتاً جلد باز ہے۔ (الانبیاء: ۳۷) ۴۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۰)

۵۔ یقیناً انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ (العادیات: ۶) ۶۔ بے شک انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔ (ابراہیم: ۳۴)

سورۃ سبا کا تعارف

سورۃ سبا مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کا نام اس کی آیت پندرہ میں موجود ہے اس کے چھ رکوع اور چون (۵۴) آیات ہیں۔

ربطِ سورۃ: سورۃ احزاب کا اختتام اس ارشاد پر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے گا، مومن مردوں اور مومن عورتوں کو معاف فرمائے گا کیونکہ وہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ سورۃ سبا کا آغاز ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' سے ہو رہا ہے جس میں مومنوں کو کھلا اشارہ دیا ہے کہ گناہوں کی معافی پر انہیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اس لیے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے اور ہر چیز اُسی کی تعریف کرتی ہے کیونکہ وہ حکیم اور خبیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ حقیقت بتلانے کے بعد فرمایا ہے کہ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہو رہا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور جو کچھ اس سے اترتا ہے، زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے اور وہ ہر چیز کی حرکات و سکنات سے آگاہ ہوتا ہے، سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود لوگوں کو معاف کرتا اور ان پر مہربانی فرماتا ہے۔ اس کی مہربانی سے حقیقی اور دائمی فائدہ اُٹھانے کی بجائے لوگ کفر کرتے ہیں اور کفار کہتے ہیں کہ قیامت قائم نہیں ہوگی اور نہ ہی ہم نے کسی کے سامنے پیش ہونا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے اور پھر اسے بنانا اور اٹھانا ناممکن ہے۔

حالانکہ قیامت کا قائم ہونا لازم ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ان کی نیکی کی جزا دے اور بُرے لوگوں کو اُن کی بُرائی کی سزا دے یہ بیان کرنے کے بعد دو عظیم پیغمبروں کے اقتدار اور اختیار کا ذکر کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی مضبوط حکومت عطا فرمائی تھی جس پر انہوں نے اپنے رب کا شکر ادا کیا یہاں تک سلیمان علیہ السلام موت کے وقت بھی اپنے رب کے حضور دست بستہ کھڑے تھے کہ اجل نے انہیں آلیا، پھر قومِ سبا کی خوشحالی اور ترقی کا ذکر فرمایا لیکن قومِ سبا اپنے رب کی شکر گزار ہونے کی بجائے ناشکری ثابت ہوئی جس کے نتیجے میں اُن کی ہر چیز تباہ کر دی گئی اور اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے انہیں کوئی نہ بچا سکا۔

اللہ تعالیٰ نے قومِ سبا کے ذکر کے بعد مشرکوں کو چیلنج دیا ہے کہ جنہیں تم حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہو وہ زمین و آسمانوں میں ایک ذرّہ کے مالک نہیں اور نہ ہی زمین و آسمانوں کی تخلیق میں اُن کی شراکت تھی اور نہ ہے۔ اُن کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اس کے حضور کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے اُن کا اپنا یہ حال ہوگا کہ وہ خوف کے مارے ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟ اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے باوجود مشرک عقیدۂ توحید سمجھنے کے لیے تیار نہیں تو ان سے پوچھو کہ تمہارے شریکوں نے اب تک کیا پیدا کیا ہے؟

جولوگ قیامت پر یقین نہیں کرتے ان کا یہ بھی حال ہوگا کہ وہ قیامت کے دن ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے مگر اُن کا آپس میں جھگڑنا انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف عابد اور معبود، چھوٹے اور بڑے مجرم کو سوال کرے گا بلکہ ملائکہ سے بھی استفسار فرمائے گا کیا یہی لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ ملائکہ عرض پیش کریں گے۔ ہمارے رب! آپ تو ہر قسم کے شرک سے پاک ہیں درحقیقت یہ لوگ ہمارا نام لے کر جنات کی عبادت کرتے تھے اور یہ جنات کو ہی اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے۔ سورت کے آخر میں نبی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے مخاطبین کو کھلے الفاظ میں فرمائیں کہ تم اکیلے اکیلے یا آپس میں مل کر سوچو اور بتاؤ کہ کیا مجھے کسی قسم کا جنون ہوا ہے؟ میں تو تمہیں شدید عذاب سے ڈرانے والا ہوں ایک مرتبہ پھر سوچو کہ کیا میں اس دعوت پر تم سے کسی قسم کا مطالبہ کرتا ہوں جس بنا پر تم میری مخالفت کیے جا رہے ہو۔ میرا اجر میرے رب کے ذمہ ہے اور وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے، انہیں کھلے الفاظ میں بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ باطل پر حق کو غالب کرتا ہے اور وہ ہر صورت حق کو غالب فرمائے گا۔

اگر اس کے باوجود نہیں مانتے تو وقت آئے گا آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن یہ ایمان لانے کا اظہار کریں گے مگر اس وقت انہیں ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

وہ بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن فی الفور گرفتار کر لیے جائیں گے وہ اپنے ایمان کا اظہار کریں گے اور یہ توقع لیے ہوئے ہوں گے شاید انہیں جہنم سے نجات مل جائے لیکن ان کے اور ان کی تمناؤں کے درمیان جہنم کی آگ حائل کر دی جائے گی جس طرح ان سے پہلے جہنمیوں کے درمیان حائل ہو چکی ہوگی کیونکہ یہ لوگ دنیا میں ایمان لانے کے بارے میں شک کا شکار تھے۔

سُوْرَةُ سَبَإٍ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا - ٦
اٰيَاتُهَا - ٥٤

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْ	لَهٗ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ
سب تعریفیں	اللہ کے لیے ہیں	وہ ذات	اسی کے لیے ہے	جو کچھ	میں آسمانوں
وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَلَهُ	الْحَمْدُ	فِي	الْاٰخِرَةِ ؕ
اور جو کچھ	میں زمین	اور اسی کے لیے ہیں	سب تعریفیں	میں	آخرت
وَهُوَ	الْحَكِيْمُ	الْخَبِيْرُ ①			
اور وہ	نہایت حکمت والا	خوب خبردار ہے			

''تمام تعریفیں اس ''اللہ'' کے لیے ہیں جو زمین و آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت میں بھی اُسی کی حمد ہوگی بڑا حکمت والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''(۱)

فہم القرآن

''اَلْاَحْزَابِ'' کے آخر میں فرمایا کہ منافقین اور مشرکین کو ان کے کیے کی ٹھیک ٹھیک سزا دینا اور ایمانداروں کی کمزوریوں کو معاف کرتے ہوئے ان پر اپنا کرم فرمانا اللہ کی بخشش اور مہربانی کا نتیجہ ہے۔ سورۃ سبا کا آغاز اس ارشاد سے ہو رہا ہے کہ مومنوں کو ہر حال میں اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

عربی زبان میں ''ال'' کا لفظ کئی معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن میں استغراق بھی شامل ہے استغراق کا معنٰی ہے جس میں ہر چیز کا احاطہ کرلیا جائے گویا کہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کا معنٰی یہ ہے کہ ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے۔ تعریف بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ۔ مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پھول کے حسن و جمال کی تعریف کرتا ہے تو دراصل یہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیونکہ پھول کو حسن و جمال دینے والا صرف ''اللہ'' ہے، کیونکہ جو خوبی اور صفت مخلوق میں پائی جاتی ہے حقیقت میں وہ اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اس لیے اس کی ذات کو کوئی مانے یا نہ مانے، ہر شخص شعوری یا غیر شعوری طور پر نہ صرف اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کی تعریف بھی کرتا ہے فرق یہ ہے کہ شعوری طور پر اپنے رب کو مان کر اس کی تعریف کرنے والا اجر پائے گا اور جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور عادتاً اس کی تعریف کرتا ہے وہ آخرت کے اجر سے محروم ہوگا۔

حمد کے لفظ میں شکر اور تعریف دونوں کا تصور پایا جاتا ہے اس لحاظ سے یہاں الحمد کا معنٰی ہے کہ تمام تعریفات اس ''اللہ'' کے لیے ہیں جو زمین و آسمانوں کی ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ دنیا میں بھی تعریف اس کے لیے ہے اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف کی جائے گی۔ اس نے جو چیز بھی پیدا فرمائی اور جو بھی حکم دیا اس میں لاتعداد حکمتیں ہیں وہ انسان کے ایک

ایک لمحے سے واقف اور اپنی مخلوق کے تمام حالات سے ہر وقت باخبر رہتا ہے۔

حمد کی فضیلت:

«عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ» (رواہ مسلم: کتاب الزہد والرقائق، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر)

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے معاملات عجیب ہیں اس کے تمام معاملات میں خیر ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہے اگر اسے آسانی ملتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یہ اسکے لیے بہتر ہے اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ»

(رواہ البخاری: کتاب التوحید)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دو کلمے رحمان کو بڑے پسند ہیں، زبان سے ادا کرنے میں آسان اور وزن کے لحاظ سے بھاری ہیں۔ "سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ"

''حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ذکر کرتے ہیں کہ پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے، ''الحمد للہ'' کے الفاظ میزان کو بھر دیتے ہیں۔'' (رواہ مسلم: باب فَضْلِ الْوُضُوءِ)

مسائل

۱۔ ہر قسم کی حمد وستائش اللہ کے لیے ہے جو زمین وآسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی ہر چیز حمد وثنا بیان کرتی ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت مضمر ہوتی ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتی ہے:

۱۔ تمام تعریفیں جہانوں کو پالنے والے ''رب'' کے لیے ہیں۔ (الانعام: ۴۵)

۲۔ اللہ کی حمد وثنا بیان کرنا مومنوں کی صفت ہے۔ (التوبہ: ۱۱۲) ۳۔ زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ (الحدید: ۱)

۴۔ بجلی کی کڑک اور فرشتے بھی اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (الرعد: ۱۳)

۵۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)

۶۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں اور مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (الشوریٰ: ۵)

يَعْلَمُ	مَا يَلِجُ	فِي	الْاَرْضِ	وَمَا	يَخْرُجُ
وہ جانتا ہے	جو داخل ہوتا ہے	میں	زمین	اور جو	وہ نکلتا ہے

مِنْهَا	وَمَا	يَنْزِلُ	مِنَ	السَّمَآءِ	وَمَا	يَعْرُجُ
اس سے	اور جو	جو اترتا ہے	سے	آسمان	اور جو	چڑھتا ہے

فِيْهَا ؕ	وَهُوَ	الرَّحِيْمُ	الْغَفُوْرُ ۝٢
اس میں	اور وہ	نہایت رحم کرنے والا	بہت بخشنے والا ہے

''جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس کی طرف چڑھتا ہے ہر چیز کو ''اللہ'' جانتا ہے اور وہ رحیم اور غفور ہے۔'' (۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کے باخبر ہونے کی انتہا۔

اس سے پہلی آیت کے ابتدائی الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا ذکر ہوا ہے ایک یہ کہ ہر چیز اس کی حمد وثنا میں رطب اللّسان ہے اور دوسری یہ کہ وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ مالک کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ اپنی مملوک کی زبان کو جانتا ہو اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ کونسی چیز کہاں اور کس حالت میں ہے۔ یہاں انسان کو یہ حقیقت سمجھانے کے لیے بتلایا گیا ہے کہ ''اللہ'' وہ ہے جو سب کچھ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ آسمان سے کیا نازل ہوتا ہے اور کیا اوپر جاتا ہے، یہ بات بتلا کر انسان کو یہ عقیدہ سمجھایا ہے کہ اے انسان جس طرح ہر چیز اپنے خالق کی حمد وشکر میں لگی ہوئی ہے تجھے بھی اپنے رب کی حمد وشکر میں رطب اللّسان رہنا چاہیے۔ اے انسان! تجھے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تیرا رب جانتا ہے جو تو زبان سے کہتا ہے اور جو تیرے اعضاء سے صادر ہوتا ہے یہ اس کی مہربانی ہے کہ وہ تیری خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ نہایت رحم فرمانے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

{ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝٨ } (الرعد:٨)

''اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ اٹھائے ہوئے ہے اور رحم جو کچھ کم کرتے ہیں اور جو زیادہ کرتے ہیں اور اس کے ہاں ہر چیز کا اندازہ مقرر ہے۔''

''میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:١٥٦)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو زمین سے باہر نکلتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس کی طرف چڑھتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ بہت رحم کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَا	تَاْتِيْنَا	السَّاعَةُ ؕ
اور کہا	ان لوگوں نے	جنہوں نے کفر کیا	نہیں	آئے گی ہم پر	قیامت
قُلْ	بَلٰى	وَرَبِّيْ	لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ	عٰلِمِ	الْغَيْبِ ۚ
فرما دیجیے	کیوں نہیں	میرے رب کی قسم	وہ تم پر ضرور آئے گی	جو جاننے والا ہے	غیب کو
لَا يَعْزُبُ	عَنْهُ	مِثْقَالُ	ذَرَّةٍ	فِي	السَّمٰوٰتِ
نہیں پوشیدہ رہتی	اس سے	برابر	ذرّہ کے	میں	آسمانوں
وَلَا	فِي	الْاَرْضِ	وَلَآ	اَصْغَرُ	مِنْ ذٰلِكَ	وَلَآ	اَكْبَرُ
اور نہ	میں	زمین	اور نہ	چھوٹی	اس سے	اور نہ	بڑی

''منکرین کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی؟ فرمادیں کہ قسم ہے میرے رب کی جو عالم الغیب ہے قیامت تم پر آکر رہے گی'' اللہ '' سے کوئی ذرّہ برابر چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں، نہ ذرّے سے بڑی اور نہ اُس سے چھوٹی

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح صرف ''اللہ'' ہی جانتا ہے کہ جو کچھ زمین سے نکلتا ہے اور جو اس میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اُوپر چڑھتا ہے۔ قیامت کب قائم ہوگی یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے لوگوں کو ایک وقت تک مہلت دے رکھی جس سے منکرینِ قیامت غلط فائدہ اٹھا کر اپنی ہٹ دھرمی سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب انسان مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے گا تو اسے کس طرح اٹھایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ انہیں اپنے رب کی قسم اٹھا کر بتلائیں کہ مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ قیامت ہر صورت برپا ہو کر رہے گی یہ اعلان اس رب کی طرف سے ہے جس سے زمین و آسمانوں میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وہ ہر چھوٹی، بڑی چیز کو جانتا ہے اور اس نے ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں درج کر رکھا ہے۔ کفار کا خیال تھا اور ہے کہ آج تک کروڑوں، اربوں انسان مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو چکے ہیں ان میں آگ میں جل کر مرنے والے بھی ہیں اور پانی میں ڈوب کر جان دینے والے بھی جنہیں مچھلیوں نے کھالیا ان سب کو کیسے زندہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے اور بھی جواب دیئے ہیں۔

یہاں قیامت کے قیام کی ایک عقلی دلیل دی ہے کہ قیامت برپا کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ صاحب کردار ایمانداروں کو بہترین جزا دے اور ان کی خطائیں معاف کرے اور ان کو بہترین نعمتوں سے نوازے۔ ان کے مقابلے میں جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو حقیر جانا اور ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھا انہیں اذیت ناک عذاب دیا جائے گا۔

اِلَّا	فِيْ	كِتٰبٍ	مُّبِيْنٍ ۙ﴿٣﴾	لِيَجْزِيَ	الَّذِيْنَ
مگر	میں	کتاب	واضح	تاکہ وہ بدلہ دے	ان لوگوں کو جو
اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ
ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	یہی لوگ	ان کے لیے	مغفرت ہے
وَّرِزْقٌ	كَرِيْمٌ ﴿٤﴾	وَالَّذِيْنَ	سَعَوْ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا
اور رزق ہے	اچھا	اور جو لوگ	انہوں نے کوشش کی	میں	ہماری آیات
مُعٰجِزِيْنَ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مِّنْ	رِّجْزٍ	اَلِيْمٌ ﴿٥﴾
عاجز کرنے والے	یہ لوگ	ان کے لیے ہے	عذاب	سے	رسوائی	دردناک

سب کچھ کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔(۳) قیامت اس لیے آئے گی کہ اللہ ان لوگوں کو جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے مغفرت اور رزقِ کریم ہے۔(۴) اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کی ان کے لیے بدترین اور اذیت ناک عذاب ہوگا۔''(۵)

منکرینِ قیامت ہمیشہ سے یہی دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب انسان مٹی کے ساتھ مٹی ہوجائے گا تو دوبارہ کس طرح زندہ کیا جائے گا۔قرآن مجید نے مختلف مقامات پر اس بات کی تردید اور قیامت برپا ہونے کے درجنوں ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ انبیاء کے ذریعے اس کے عملی تجربے پیش کیے ہیں۔مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں چار پرندوں کو ذبح کروانے کے بعد انہیں زندہ کرنا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ایک مقتول کا زندہ ہوکر اپنے قاتلوں کا نام بتلانا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو زندہ کیا جانا، حضرت عزیر علیہ السلام اور ان کا گدھا سو سال کے بعد زندہ کیے گئے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا۔اتنے ٹھوس دلائل اور واضح حقائق پیش کرنے کے باوجود جو لوگ قیامِ قیامت کو نہیں مانتے انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے:

{ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ } (الانعام:۵۹)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی تر اور خشک دانہ نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

{ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ } (لقمان:١٦)

''بیٹا کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو، کسی چٹان یا آسمانوں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو اللہ تعالیٰ اُسے لے آئے گا کیونکہ وہ نہایت باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔''

مسائل

١۔ اللہ کی قسم! قیامت ہر صورت برپا ہوگی۔ ٢۔ زمین و آسمانوں میں کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔
٣۔ قیامت اس لیے برپا کی جائے گی تاکہ ایمان داروں کو جزا ملے اور انکار کرنے والوں کو سزا دی جائے۔

تفسیر بالقرآن

مرنے کے بعد زندہ ہونے کے ثبوت:

١۔ آپ فرمادیں کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التغابن:٧)
٢۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اٹھائے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ صادر فرمائے۔ (الانعام:٦٠)
٣۔ ''اللہ'' مردوں کو اٹھائے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الانعام:٣٦)
٤۔ قیامت کے دن ''اللہ'' سب کو اٹھائے گا پھر ان کے اعمال کی انہیں خبر دے گا۔ (المجادلۃ:٦ تا ١٨)
٥۔ موت کے بعد تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔ (ھود:٧)
٦۔ یقیناً قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ (الانعام:١٢)
٧۔ آپ فرمادیں تمہارے پہلے اور پچھلوں کو ضرور اکٹھا کیا جائے گا۔ (الواقعۃ:٤٧ تا ٥٠)
٨۔ پھر ہم تمہیں تمہاری موت کے بعد اٹھائیں گے۔ (البقرۃ:٥٦)
٩۔ جس دن تم سب کو جمع ہونے والے دن میں اللہ تعالیٰ جمع کرے گا۔ (التغابن:٩)
١٠۔ جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا۔ (المائدۃ:١٠٩)
١١۔ یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تم کو اور تم سے پہلوں کو بھی جمع کرلیا ہے۔ (المرسلات:٣٨)



وَيَرَى	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ
اور دیکھتے ہیں	وہ لوگ جو	دیے گئے	علم	وہ جو	نازل کیا گیا
اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	هُوَ	الْحَقَّ ۙ	وَيَهْدِيْٓ
آپ کی طرف	سے	آپ کے رب	وہ	حق ہے	اور وہ ہدایت کرتا ہے
اِلٰى	صِرَاطِ	الْعَزِيْزِ	الْحَمِيْدِ ۝٦		
طرف	راستے کی	نہایت غالب	لائق حمد وثنا کے		

''اے نبی صاحبِ علم جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ بالکل حق ہے اور قرآن غالب اور تعریف والے رب کا راستہ دکھاتا ہے۔''(٦)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت برپا ہونے کے بارے میں ایک اور ثبوت۔

کسی بھی حقیقت کو جاننے کے لیے دنیا میں جو ثبوت اور دلائل پائے جاتے ہیں ان میں یہ بات ہمیشہ سے مسلّمہ رہی ہے کہ پیش آمدہ مذہبی مسئلہ کے بارے اس دور کے منصف مزاج اہلِ علم کا نقطہ نظر کیا ہے اگر صحیح اور ٹھوس علم رکھنے والے لوگ اس بات کی تائید کریں تو سمجھ دار لوگ اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ جہاں تک قیامت برپا ہونے کا عقیدہ ہے اس کے بارے میں ہر دور کے دانش ور اور اہلِ علم یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور رکھیں گے کہ قیامت ہر صورت برپا ہوگی کیونکہ عقل کا بھی یہ تقاضا ہے کہ قیامت قائم ہونی چاہیے تاکہ ہر کسی کو اس کے کیے کی جزا یا سزا مل سکے۔

قرآن مجید نے اسی فکر کی بنیاد پر منکرینِ قیامت کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر تمہیں قیامت کے برپا ہونے کے بارے میں شک ہے تو اپنے دور کے اہلِ علم سے استفسار کیجیے وہ یقیناً تمہیں بتلائیں گے کہ جس قرآن سے تمہیں قیامت برپا ہونے کے دلائل دیئے جاتے ہیں وہ حقیقتاً آپ کے رب کی طرف سے سچ اور حق بن کر نازل ہوا ہے قرآن کو نازل کرنے والا کائنات کی ہر چیز پر غالب اور ہر لحاظ سے تعریف کے لائق ہے۔ اور قرآن صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

اہلِ علم سے مراد صحابہ رضی اللہ عنہم اور وہ حضرات ہیں جو اہلِ کتاب کے نیک علماء ہیں اور جن پر ان کے ہم عصر اور ہم مکتب لوگ اعتماد کرتے تھے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے ممتاز علماء میں سے تھے اور حقیقت پسند تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور عبداللہ بن سلام نے آپ میں وہ نشانیاں دیکھیں جو تورات میں نبی آخر الزماں کی بتلائی گئی ہیں آپ سے چند سوالات پوچھنے کے بعد وہ اسلام لے آئے اور رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی سرشت سے آگاہ کیا، جس پر یہود ان کے دشمن بن گئے بعد ازاں زنا کے ایک مقدمہ میں یہود نے تورات سے رجم کی آیت کو چھپانا چاہا تو

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی نشاندہی کر کے یہود کو شرمندہ کیا۔

(رواہ ابوداؤد: کتاب الحدود، باب فی رجم الیھودیین [صحیح])

«عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ رَأَيْتُ قَالَ رُؤْيَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَأَنْتَ عَلَى الإِسْلاَمِ حَتَّى تَمُوتَ» (رواہ البخاری: کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن سلام)

''قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو ایک خواب آیا جس کی تعبیر رسول اللہ ﷺ نے یہ بتلائی کہ عبداللہ بن سلام آخر دم تک اسلام پر ثابت قدم رہیں گے۔''

مسائل

۱۔ ہر دور کے اہلِ علم قیامت آنے کی تصدیق کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

۲۔ اہلِ علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو تورات، انجیل اور قرآن مجید کو تسلیم کرتے ہیں۔

۳۔ ''اللہ'' ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ۴۔ قیامت ہر صورت قائم ہو کر رہے گی۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' ہی ہدایت دینے والا ہے:

۱۔ ہدایت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت قرار دے۔ (البقرۃ: ۱۲۰) ۲۔ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص: ۵۶)

۳۔ ''اللہ'' جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۳) ۴۔ ہدایت پر چلانا انبیاء کی ذمہ داری نہیں۔ (البقرۃ: ۲۷۲)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پا سکتا۔ (الاعراف: ۴۳)

۶۔ جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (الرعد: ۳۳)

۷۔ کسی کا ہدایت پانا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ (الحجرات: ۱۷) ۸۔ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے۔ (الکہف: ۱۷)

۹۔ اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۲) ۱۰۔ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (ابراہیم: ۴)

۱۱۔ جسے اللہ گمراہ کر دے کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا۔ (الاعراف: ۱۸۶)

۱۲۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور (ہدایت دینے والا) ہے۔ (النور: ۳۵)

۱۳۔ اللہ ہی اندھیرے اور روشنی پیدا کرنے والا ہے۔ (الانعام: ۱)

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	هَلْ	نَدُلُّكُمْ	عَلٰى
اور کہا	ان لوگوں نے	جنہوں نے کفر کیا	کیا	ہم رہنمائی کریں تمہاری	پر
رَجُلٍ	يُّنَبِّئُكُمْ	اِذَا	مُزِّقْتُمْ	كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ	اِنَّكُمْ
آدمی	وہ تمہیں خبر دیتا ہے	جب تم ریزہ، ریزہ کر دیے جاؤ گے	بالکل ریزہ، ریزہ کیے جانا		یقیناً تم
لَفِيْ	خَلْقٍ	جَدِيْدٍ ۚ ⑦	اَفْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا
البتہ میں	پیدائش	نئی	کیا اس نے باندھا ہے	پر	اللہ	جھوٹ
اَمْ	بِهٖ	جِنَّةٌ ؕ	بَلِ	الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ
یا	اس کو	جنون ہے	بلکہ	جو لوگ	نہیں	ایمان رکھتے
بِالْاٰخِرَةِ	فِي	الْعَذَابِ	وَالضَّلٰلِ	الْبَعِيْدِ ⑧		
آخرت پر	میں	عذاب	اور گمراہی میں	دور والی		

''منکرینِ قیامت کہتے ہیں ہم تمہیں اس شخص کے متعلق بتائیں جو خبر دیتا ہے کہ جب تمہارے جسم کا ریزہ ریزہ ہو چکا ہوگا اس وقت تم ازسرِنو پیدا کیے جاؤ گے۔ (۷) یہ شخص اللہ کے نام پر جھوٹ بولتا ہے یا دیوانہ ہو گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اور پرلے درجے کے گمراہ ہیں۔'' (۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: منکرینِ قیامت کی سب سے بڑی دلیل اور اس کا ردّ۔

منکرینِ قیامت ہمیشہ سے یہ دلیل دیتے آئے ہیں کہ جب انسان مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے گا تو اسے دوبارہ کس طرح زندہ کیا جائے گا۔ نبی آخر الزمان ﷺ کے سامنے یہی دلیل ایک شخص نے دی جس نے اپنے ہاتھ پر ایک مردہ انسان کی بوسیدہ ہڈی رکھ کر اسے مسلتے ہوئے کہا کہ اے محمد ﷺ اس خاک میں کون جان پیدا کرے گا؟ جس کا تفصیلی جواب سورۃ یٰس کی آخری پانچ آیات میں دیا گیا ہے لیکن پھر بھی منکرینِ قیامت لوگوں کو اپنا ہم فکر رکھنے کے لیے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہیں ایسا شخص نہ دکھلائیں جو اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ جب تم مر کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تمہیں ازسرِنو پیدا کر لیا جائے گا ہمارے خیال کے مطابق یہ شخص اللہ پر جھوٹ بولتا ہے یا پھر اسے پاگل پن کا مرض لاحق ہو چکا ہے۔

کفار کے بے ہودہ الفاظ اور پراپیگنڈہ کے جواب میں یہاں صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں اور انہیں ہر صورت عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ دنیا میں ان کے لیے عذاب یہ ہے کہ بعض بھلے کام کرنے کے باوجود ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر پانے سے مایوس ہوتے

ہیں، ان کی صرف یہی سزا نہیں بلکہ آخرت کے منکر ہونے کی وجہ سے یہ موت سے بھی ڈرتے ہیں اگر ان کا مقابلہ مجاہدینِ اسلام سے ہو تو آخرت کے انکار کی وجہ سے یہ بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جہاں تک آخرت کے عذاب کا معاملہ ہے یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں رکھے جائیں گے۔ ایسے لوگوں کی گمراہی کو اس دور کی گمراہی کہا گیا ہے کہ انسان بنیادی طور پر دو ہی وجہ سے ہدایت کی جستجو کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت میں اپنے اعمال کی جوابدہی کا تصور یہی دو سبب انسان کو حقیقت پر غور کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ منکرینِ قیامت کا ذہن ان دونوں باتوں سے خالی ہوتا ہے جس وجہ سے ان کا ہدایت پانا بعید از قیاس قرار دیا گیا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوسرا صور پھونکنے کا عرصہ چالیس ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگردوں نے پوچھا چالیس دن؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں جانتا۔ انہوں نے استفسار کیا چالیس ماہ؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا میرا کوئی جواب نہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا چالیس سال ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ بھی نہیں کہتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا۔ لوگ یوں اُگیں گے جس طرح انگوری اگتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی دُمچی کے علاوہ ہر چیز مٹی ہو جائے گی۔ قیامت کے دن اسی سے تمام اعضاء کو جوڑا جائے گا۔'' (رواہ مسلم: باب مَابَین النَّفْخَتَین)

مسائل

۱۔ منکرینِ قیامت دنیا اور آخرت میں سزا پائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

گمراہ لوگ:

۱۔ جو ایمان کو کفر کے ساتھ بدل دے وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔ (البقرۃ:۱۰۸)

۲۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔ (النساء:۱۱۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس نے کفر کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء:۱۳۶)

۴۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہو گیا۔ (الاحزاب:۳۶)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثال کے ساتھ فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں۔ (البقرۃ:۲۶)

۶۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پامال کرنے والا سیدھے راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (المائدۃ:۱۲)

۷۔ کفار سے دلی دوستی رکھنے والا سیدھی راہ سے دور چلا جاتا ہے۔ (الممتحنۃ:۱)

۸۔ دین کے معاملات میں غلو کرنے والا سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ (المائدۃ:۷۷)

۹۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے والا سیدھے راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (ابراہیم:۳۰)

اَفَلَمْ	يَرَوْا	اِلٰى	مَا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا خَلْفَهُمْ
کیا پھر نہیں	انہوں نے دیکھا	طرف	جو	ان کے سامنے ہے	اور جو ان کے پیچھے ہے
مِّنَ	السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ ؕ	اِنْ	نَّشَاْ	نَخْسِفْ بِهِمُ
سے	آسمان	اور زمین	اگر	ہم چاہیں	ہم دھنسا دیں ان کو
الْاَرْضَ	اَوْ	نُسْقِطْ	عَلَيْهِمْ	كِسَفًا	مِّنَ السَّمَآءِ ؕ
زمین میں	یا	ہم گرا دیں	ان پر	ٹکڑے	سے آسمان
اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّكُلِّ	عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۹ ع
بے شک	میں	اس	البتہ نشانی ہے	ہر کے لیے	بندے رجوع کرنے والے

''کیا انہوں نے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا جو انہیں آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے، ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کا ایک ٹکڑا ان پر گرا دیں درحقیقت اس دھمکی میں ہر اُس بندے کے لیے سبق ہے جو ''اللہ'' کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔'' (۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: گمراہ لوگوں کو انتباہ۔

یہاں منکرینِ قیامت کو اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیا یہ لوگ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ انہیں اوپر نیچے اور آگے پیچھے سے زمین و آسمان نے گھیر رکھا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کفر کی وجہ سے انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا کر انہیں تہس نہس کر دے اگر یہ غور کریں تو اس انتباہ میں ان کے لیے بڑی عبرت ہے۔ لیکن اس انتباہ سے وہی لوگ متنبہ ہوتے ہیں جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنیوالے ہیں۔

آسمان کے حوالے سے ڈراتے ہوئے انہیں بتایا ہے کہ جس آسمان کی چھت کے تلے تم اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتے اور اپنی موت کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتے ہو اگر یہی تم پر ٹوٹ پڑے تو تم اس سے بچ نہیں سکتے گویا کہ تم ہر وقت مقیّد ہو اور تم کسی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر نہیں ہو اس لیے اس سے ڈرو اور حقائق کو تسلیم کر کے اپنے آپ کو اسکی گرفت سے بچاؤ اگر تم نصیحت حاصل کرنا چاہتے ہو۔

{ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝۸۱ } (القصص:۸۱)

''آخر کار ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر کوئی اس کی مدد کرنے والا نہ تھا جو اللہ کے مقابلہ میں

اس کی مدد کرتا اور نہ وہ اپنی مدد آپ کر سکا۔''

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ» (رواہ البخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ایک دفعہ ایک شخص تکبر کے ساتھ چادر گھسیٹ کر چل رہا تھا تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا وہ قیامت تک زمین میں دھنستا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ انسان زمین و آسمان کے درمیان مقیّد ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ انسان کو زمین میں دھنسانے اور اس پر آسمان کا ٹکڑا گرانے پر قادر ہیں۔

۳۔ عبرت حاصل کرنے والے کے لیے زمین و آسمان میں بے شمار عبرت کے آثار موجود ہے۔

تفسیر بالقرآن

زمین میں دھنسائے جانا اور آسمان سے آفت آنا:

۱۔ کیا وہ لوگ بے فکر ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ (النحل: ۴۵)

۲۔ اگر اللہ کا ہم پہ احسان نہ ہوتا تو ہم زمین میں دھنسا دیے جاتے۔ (القصص: ۸۲)

۳۔ کیا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تمہیں دریا کے کنارے زمین میں دھنسا دے یا تم پر تند و تیز آندھی بھیج دے۔ (بنی اسرائیل: ۶۸)

۴۔ ان کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا کسی پر تند ہوا بھیجی، کسی کو ہولناک آواز نے آلیا، کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ کو غرق کر دیا۔ (العنکبوت: ۴۰)

۵۔ کیا بستیوں والے بے فکر ہو گئے ہیں کہ اللہ کا عذاب رات کے وقت اپنی لپیٹ میں لے لے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ (الاعراف: ۹۵)

۶۔ جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے ان کی بستی کو الٹا دیا اور ان پر پتھروں کی بارش برسا دی۔ (ھود: ۸۲)

۷۔ قومِ لوط کو ایک سخت آواز نے پکڑ لیا۔ (الحجر: ۷۳) ۸۔ قومِ لوط پر کنکر کے پتھر برسائے گئے۔ (الذاریات: ۳۳)

۹۔ ہم نے قومِ لوط پر پتھروں کی بارش نازل کی دیکھیے مجرموں کا انجام کیسے ہوا۔ (الاعراف: ۸۴)

وَلَقَدْ	اٰتَيْنَا	دَاوٗدَ	مِنَّا	فَضْلًا ؕ	يٰجِبَالُ
اور البتہ تحقیق	ہم نے عطا کی	داؤد کو	اپنی طرف سے	فضیلت	اے پہاڑو!
اَوِّبِيْ	مَعَهٗ	وَالطَّيْرَ ۚ	وَاَلَنَّا	لَهُ	الْحَدِيْدَ ۙ﴿١٠﴾	اَنِ
تم تسبیح دہراؤ	اس کے ساتھ	اور پرندے	اور ہم نے نرم کر دیا اس کے لیے	لوہا		یہ کہ
اعْمَلْ	سٰبِغٰتٍ	وَّقَدِّرْ	فِي	السَّرْدِ	وَاعْمَلُوْا	صَالِحًا ؕ
بنا تو	کشادہ	اور اندازہ کر	میں	کڑیاں ملانے	اور تم سب عمل کرو	نیک
اِنِّيْ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿١١﴾			
بے شک میں	ساتھ اس کے جو	تم کرتے ہو	خوب دیکھنے والا ہوں			

''اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا تھا اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا کہ داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھا کریں ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔(۱۰) اور ہدایت کی کہ زِرہیں بناؤ اور ان کے حلقے ٹھیک ٹھیک انداز سے جوڑو۔ اے آل داؤد نیک عمل کرو جو کچھ تم کرتے ہو اس کو میں یقیناً دیکھ رہا ہوں۔''(۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' کی طرف رجوع کرنے والے بندے کے لیے زمین و آسمان میں بہت سے نشانِ عبرت ہیں ''اللہ'' کی طرف رجوع کرنے والوں میں حضرت داؤد علیہ السلام سرفہرست ہیں اس لیے اس موقعہ پر ان کا تذکرہ ضروری سمجھا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بہت سی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام بیت اللحم کے رہنے والے قبیلہ یہودہ کے ایک نوجوان تھے فلسطینیوں کے خلاف ایک معرکے میں جالوت جیسے کڑیل اور جری دشمن کو قتل کیا جس بنا پر بنی اسرائیل میں مقبول ہوئے اور طالوت کی وفات کے بعد پہلے موجودہ الخلیل میں یہودیوں کے حکمران بنائے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد بنی اسرائیل نے مل کر ان کو اپنا بادشاہ منتخب کیا اور انہوں نے یروشلم کو فتح کر کے اسے اسرائیل کا دارالحکومت بنایا ان کوششوں سے پہلی مرتبہ ایک فلسطین میں اسلامی سلطنت قائم ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک سپاہی کے درجے سے اٹھا کر نہ صرف ملک کا حکمران بنایا بلکہ تاجِ نبوت اور زبور جیسی پُرتاثیر کتاب عطا فرمائی جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت کرتے تو نہ صرف پرندے مسحور ہو جاتے بلکہ جہاں تک ان کے پڑھنے کی آواز جاتی پہاڑ بھی جھوم اٹھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنا فضل ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دے رکھا تھا کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر اپنے رب کی تسبیح بیان کیا کرو اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا تا کہ داؤد علیہ السلام ایسی زرہیں

بنائیں جن کی کڑیاں مضبوط ہونے کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی ہوں اور پہننے والے کو کسی قسم کی الجھن محسوس نہ ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ اقتدار اور طاقت کے نشہ سے بچتے ہوئے صالح اعمال کرتے رہنا اور ہر دم یاد رکھنا کہ تمہارا رب تمہیں ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کا نغمہ سرا ہونا، پرندوں کا جھوم اٹھنا اور انکے ہاتھ میں لوہے کا نرم ہوجانا، یہ ان کے معجزاتی عمل تھے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ صرف پہاڑوں اور پرندوں پر یہ کیفیت نہ ہوتی بلکہ ہر چیز پر یہی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ (تفسیر کبیر)

«عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهُ: يَا أَبَا مُوسَى لَقَدْ أُوتِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ» (رواه البخاری: كتاب فضائل القران: بَابُ حُسْنِ الصَّوْتِ بِالقِرَاءَةِ لِلْقُرْآنِ)

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوموسیٰ تمہاری آواز اس قدر سریلی اور خوبصورت ہے گویا کہ تمہیں لحنِ داؤد علیہ السلام عطا کیا گیا ہے۔''

مسائل

۱۔ مسلمانوں کو صنعت وحرفت میں ترقی کرنا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوہے میں طاقت اور برکت رکھی ہے۔
۳۔ اقتدار اور قوت حاصل ہوجانے کے بعد آدمی کو نیک اعمال سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور قرآن مجید میں ان کا تذکرہ:

۱۔ داؤد علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ (الانعام: ۸۴)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہت اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ (البقرۃ: ۲۵۱)
۳۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی۔ (النساء: ۱۶۳) ۴۔ اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا۔ (ص: ۲۶)
۵۔ ہم نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم عطا فرمایا۔ (النمل: ۱۵) ۶۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنے فضل سے نوازا۔ (سبا: ۱۰)
۷۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کو حمد وثنا کے لیے مسخر کر دیا۔ (الانبیاء: ۷۹)
۸۔ ہم نے داؤد علیہ السلام کی سلطنت مضبوط کی اور انہیں فیصلہ کن خطاب کا ملکہ دیا۔ (ص: ۲۰)

وَلِسُلَيْمٰنَ	الرِّيْحَ	غُدُوُّهَا	شَهْرٌ	وَّرَوَاحُهَا	شَهْرٌ ۚ
اور سلیمان کے لیے	ہوا کو	اس کا صبح کا چلنا	ایک ماہ تھا	اور اس کا شام کا چلنا	ایک ماہ تھا
وَاَسَلْنَا	لَهٗ	عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ	وَمِنَ	الْجِنِّ	مَنْ
اور ہم نے بہا دیا	اس کے لیے	پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ	اور سے	جن	جو
يَّعْمَلُ	بَيْنَ يَدَيْهِ	بِاِذْنِ	رَبِّهٖ ؕ	وَمَنْ	يَّزِغْ
کام کرتے تھے	اس کے سامنے	حکم سے	اس کے رب	اور جو	سرکشی کرے گا
مِنْهُمْ	عَنْ	اَمْرِنَا	نُذِقْهُ	مِنْ	عَذَابِ	السَّعِيْرِ ﴿١٢﴾
ان میں سے	سے	ہمارے حکم	ہم اس کو چکھائیں گے	سے	عذاب	بھڑکتی آگ کے

''اور ہم نے ہوا کو سلیمان کے لیے مسخر کر دیا صبح کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی مسافت تک اور شام کے وقت اس کا چلنا ایک مہینے کی مسافت تھا اور ہم نے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ اس کے لیے بہا دیا اور جن اُس کے تابع کر دیے جو اپنے رب کے حکم سے اس کے سامنے کام کرتے تھے ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا اس کو ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔'' (۱۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور اقتدار عطا فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کے حضور یہ درخواست پیش کی۔ ''اے میرے رب! مجھے ایسا اقتدار عطا فرما کہ اس جیسا اقتدار میرے بعد کسی شخص کو حاصل نہ ہو۔'' (صٓ:۳۵)

اس دعا کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر اختیار دیا کہ وہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک دو مہینوں کی مسافت طے کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تانبے کا چشمہ جاری کیا اور جنات کو ان کے تابع فرما دیا۔ جو اللہ کے حکم کے مطابق ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے اگر کوئی جن اس کی حکم عدولی کرتا تو اسے آگ کا عذاب دیا جاتا۔ ہوا پر اختیار دینے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے مفسرین نے دو طرح کی تشریح کی ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی تکنیک سکھلائی گئی جس کی بنیاد پر وہ ہوا پر کنٹرول کرتے تھے اس وجہ سے ان کے بحری بیڑے ہر موسم میں اس قدر تیز رفتاری سے سمندر میں چلتے کہ وہ صبح سے شام تک اتنی منزلیں عبور کر جاتے جتنا سفر ایک سُبک رفتار گھوڑا مہینے میں طے کرتا ہے۔ گویا کہ موسم کی ناہمواری دن کی تپش اور رات کے اندھیرے ان کے بحری بیڑوں کے سامنے رکاوٹ نہیں بن سکتے تھے۔ دوسرے مفسرین کا خیال ہے کہ انہوں نے ایسا تخت تیار کیا تھا کہ

جس پر بیٹھ کر وہ صبح وشام دو مہینوں کی مسافت طے کر جایا کرتے تھے جس کے بارے میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ضرور ایسا ہوائی جہاز تیار کیا ہوگا جسے صبح وشام اتنی مسافت عبور کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آتی تھی۔ جہاں تک ان کے لیے تانبے کا چشمہ جاری کرنے کا معاملہ ہے عین ممکن ہے کہ انہیں زمین سے معدنیات کے نکالنے کا علم اور طریقہ بھی سکھلایا گیا ہو۔ ان کے ملک میں جو معدنیات کے ذخائر نکلے ان میں تانبے کی معدنیات سرِفہرست تھی۔

تانبا وہ معدنی قوت ہے جو ایٹم بم میں بھی استعمال ہوتا ہے زمین سے تانبا نکالنے اور پھر اس سے مختلف قسم کی مصنوعات تیار کرنے کے لیے جنات کو ان کے تابع کر دیا گیا تھا اگر کوئی جن اپنی ڈیوٹی سے کوتاہی کرتا تو اسے آگ کے کوڑوں سے سزا دی جاتی آگ کے کوڑے انسانوں پر برسانا ہماری شریعت میں حرام قرار دیا گیا لیکن جنات کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے اس لیے انہیں آگ کے کوڑوں سے سزا دی جاتی تھی۔

''حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے آپ قضائے حاجت کے لیے علیحدہ ہوئے اچانک ہمیں ایک فاختہ اور اس کے دو بچے نظر آئے ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا فاختہ نے پھڑ پھڑانا شروع کر دیا رسول اللہ ﷺ واپس آئے اور آپ نے فاختہ کو پریشان دیکھ کر پوچھا کہ اس کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے پریشان کیا ہے اس کے بچوں کو چھوڑ دو۔ اسی طرح آپ ﷺ نے کچھ چیونٹیوں کو جلا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ ان کو کس نے جلایا ہے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے جلایا ہے۔ آپ نے فرمایا: آگ کا عذاب اللہ رب العزت کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔''

(رواہ ابو داؤد: باب فِی کَرَاہِیَةِ حَرْقِ الْعَدُوِّ بِالنَّار [صحیح])

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تانبے کی معدنیات عطا فرمائیں۔

تفسیر بالقرآن

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیات:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو غیر معمولی بادشاہت عطا فرمائی۔ (الانبیاء:۷۹)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو تانبے کے چشمے عطا فرمائے۔ (سبا:۱۲)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو صنعت وحرفت میں کمال عطا فرمایا۔ (سبا:۱۳)
۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو فہم وفراست عطا کی۔ (الانبیاء:۷۹)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا۔ (الانبیاء:۸۱)

يَعْمَلُوْنَ	لَهٗ	مَا	يَشَآءُ	مِنْ مَّحَارِيْبَ	وَتَمَاثِيْلَ
وہ بناتے تھے	اس کے لیے	جو	وہ چاہتا	عالیشان عمارتوں سے	اور مجسمے

وَجِفَانٍ	كَالْجَوَابِ	وَقُدُوْرٍ	رّٰسِيٰتٍ ؕ	اِعْمَلُوْٓا	اٰلَ دَاوٗدَ
اور لگن	حوضوں جیسے	اور دیگیں	ایک جگہ پر جمی ہوئیں	تم عمل کرو	اے آل داؤد

شُكْرًا ؕ	وَقَلِيْلٌ	مِّنْ	عِبَادِيَ	الشَّكُوْرُ ⑬
شکر کرنے ہوئے	اور بہت تھوڑے	سے	میرے بندوں	شکر گزار ہیں

''سلیمان کے لیے جو کچھ وہ چاہتا محلات، تصویریں، بڑے بڑے لگن جیسے حوض اور اپنی جگہ سے نہ ہلنے والی بھاری دیگیں بناتے تھے اے آل داؤد نیک عمل اور شکر ادا کرو، میرے بندوں میں بہت کم شکر گزار ہیں۔'' (۱۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: گزشتہ سے پیوستہ۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جو کام جنات کرتے ان میں بڑے بڑے حفاظتی قلعے بھی تعمیر کیا کرتے تھے جن پر بہترین قسم کے نقش ونگار بنائے جاتے اور ایسی دیگیں بنائی جاتیں جنہیں ایک جگہ نصب کر کے بیک وقت ہزاروں لوگوں کا کھانا تیار کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی خوشحالی اور عروج واقبال سے نوازتے ہوئے یہ حکم دیا اے داؤد اور اس کے گھر والو! تمہیں ان انعامات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یاد رکھو! کہ اللہ کے شکر گزار بندے تھوڑے ہی ہوا کرتے ہیں۔

قلعے:۔ قرآن مجید سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دفاع کے طور پر وسیع قلعے تعمیر کرنے کی ابتداء حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ہوئی۔

تَمَاثِيْلَ: ''تِمْثَالٌ'' کی جمع ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل معانی ہیں۔ ① ''تِمْثَالٌ'' عربی زبان میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی قدرتی شے کے مشابہ بنائی جائے۔ ② ''تِمْثَالٌ'' نام ہے ہر اس مصنوعی چیز کا جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیز کے مانند بنائی گئی ہو۔ ③ ''تِمْثَالٌ'' ہر اس تصوّر کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز کی صورت کے مماثل ہو خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان۔

طشت اور دیگیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی رعایا پر بڑے مہربان اور فیاض تھے، انہوں نے پورے ملک میں معذوروں، مسافروں اور غریبوں کے لیے ریسٹورنٹ بنائے ہوئے تھے جہاں صبح وشام بڑے بڑے عوامی دسترخوان بچھائے جاتے جن پر ہزاروں لوگ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اس لیے کھانا پکانے کے لیے غیر معمولی قسم کی دیگیں اور اچھے خاصے تالاب کی مانند طشت تیار کیے

جاتے تھے تا کہ لوگوں کے لیے بروقت اور وافر کھانا تیار ہو سکے اور وہ پوری آزادی کے ساتھ کھا سکیں۔

تصویر کشی حرام ہے:

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ قَتَلَهُ نَبِيٌّ أَوْ قَتَلَ نَبِيًّا وَإِمَامُ ضَلَالَةٍ وَمُمَثِّلٌ مِّنَ الْمُمَثِّلِيْنَ»

(مسند احمد: باب مسند عبداللہ بن مسعود [حسن])

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو نبی نے قتل کیا یا اس نے نبی کو قتل کیا اور گمراہ امام اور تصویریں بنانے والے کو عذاب ہوگا۔''

«عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ»

(رواہ مسلم: کتاب الجنائز)

''ابوالھیاج اسدی کہتے ہیں مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں؟ جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا جاؤ ہر تصویر کو مٹا دو اور جو اونچی قبر نظر آئے اسے برابر کر دو۔''

کون سی تصویر جائز ہے؟

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ وَقَالَ إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ» (رواہ مسلم: باب لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا صورۃ)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہر تصویر بنانے والا آگ میں جلے گا ہر تصویر کو ایک نفس کی شکل دی جائے گی اور تصویر بنانے والے کو اس کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر تو ضرور تصویر بنانا چاہتا ہے تو درخت یا اس چیز کی تصویر بنا جس میں جان نہ ہو۔''

مسائل

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے جنات بڑے بڑے قلعے، طشت اور دیگیں تیار کیا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی رعایا پر بڑے مہربان اور فیاض تھے۔

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے اہل وعیال اپنے رب کا شکر ادا کرنے والے تھے۔

فَلَمَّا	قَضَيْنَا	عَلَيْهِ	الْمَوْتَ	مَا	دَلَّهُمْ	عَلٰى
پھر جب	ہم نے فیصلہ کر دیا	اس پر	موت کا	نہیں	بتلائی ان کو	پر
مَوْتِهٖٓ	اِلَّا	دَآبَّةُ الْاَرْضِ	تَاْكُلُ	مِنْسَاَتَهٗ ۚ	فَلَمَّا	
اس کی موت	مگر	زمین کا کیڑا	وہ کھا رہا تھا	اس کی لاٹھی	پھر جب	
خَرَّ	تَبَيَّنَتِ	الْجِنُّ	اَنْ	لَّوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ
وہ گر پڑا	جان لیا	جنوں نے	یہ کہ	اگر	وہ ہوتے	وہ جانتے
الْغَيْبَ	مَا	لَبِثُوْا	فِي	الْعَذَابِ	الْمُهِيْنِ ۝١٤	
غیب	نہ	وہ پڑے رہتے	میں	عذاب	ذلیل کرنے والے	

''پھر ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کیا جنوں کو اس کی موت کی خبر دینے والی گھن کے سوا کوئی چیز نہ تھی جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا۔ جب سلیمان گر پڑا تو جنوں پر یہ بات واضح ہوئی کہ اگر وہ غیب کے جاننے والے ہوتے تو ذلت آمیز عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: دنیا کے عظیم حکمران اور اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ۔

دنیا میں جو شخص آیا ہے اسے بالآخر یہاں سے جانا ہے بے شک وہ بادشاہ ہو یا فقیر، نیک ہو یا بد یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر بھی دنیا سے کوچ کر گئے مفسرین نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری دور میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع کروائی جسے یہودی ہیکل سلیمانی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر جاری تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ آپ کی موت کا وقت قریب آ پہنچا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حجرے میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے طویل قیام کے لیے لاٹھی کے سہارے پر کھڑے تھے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی جس کے متعلق بتلایا جا رہا ہے کہ جب ہم نے ان کی موت کا فیصلہ کیا یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام فوت ہو گئے تو فوت ہونے کے باوجود جنات کو انکی موت کی خبر نہ ہو پائی وہ اسی طرح ہی تعمیر اور مشکل کاموں میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ جس لاٹھی کے سہارے پر کھڑے ہو کر سلیمان علیہ السلام عبادت کر رہے تھے اسے دیمک نے چاٹ لیا اور حضرت کا جسد اطہر زمین پر گر پڑا۔ اب جنوں کو پتہ چلا کہ ہمارا بادشاہ تو فوت ہو چکا ہے۔ جنات کی فطرت کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ اگر جنات کو پہلے سے معلوم ہو جاتا تو وہ کبھی بھی مشکل کام میں مصروف نہ رہتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جنات بھی غیب نہیں جانتے۔ سلیمان علیہ السلام کا وجودِ اطہر کتنا عرصہ جوں کا توں کھڑا رہا اسکے بارے میں غیر مستند حوالوں سے لکھا گیا ہے کہ انکا وجود چار مہینے یا ایک سال تک کھڑا رہا (واللہ اعلم) جس میں اللہ تعالیٰ کی یہ بھی حکمت تھی

کہ مسجد اقصیٰ کی تکمیل ہو جائے۔

«عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وُعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رضی اللہ عنہما قَالَتْ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا فَقُلْتُ يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَتْ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَّى يَقُولُ كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ» (رواه البخاری: باب مَا جَاءَ فِي وَبَاءِ الْمَدِينَةِ)

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما کو شدید بخار ہو گیا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ان کے ہاں گئی اور ان کی تیمارداری کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر انسان اپنے گھر میں صبح کرتا ہے اور موت جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

«عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ خَطَّ النَّبِيُّ ﷺ خَطًّا مُرَبَّعًا، وَخَطَّ خَطًّا فِي الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْهُ، وَخَطَّ خُطُطًا صِغَارًا إِلَى هَذَا الَّذِي فِي الْوَسَطِ، مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي فِي الْوَسَطِ وَقَالَ هَذَا الإِنْسَانُ، وَهَذَا أَجَلُهُ مُحِيطٌ بِهِ أَوْ قَدْ أَحَاطَ بِهِ وَهَذَا الَّذِي هُوَ خَارِجٌ أَمَلُهُ، وَهَذِهِ الْخُطُطُ الصِّغَارُ الأَعْرَاضُ، فَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا، وَإِنْ أَخْطَأَهُ هَذَا نَهَشَهُ هَذَا»

(رواه البخاری: باب فِي الأَمَلِ وَطُولِهِ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے چوکور خط کھینچا اور ایک خط اُس کے درمیان میں سے کھینچا جو چوکور خط سے باہر نکلا ہوا تھا اور اُس کے اردگرد چھوٹے چھوٹے اور خط کھینچے آپ نے فرمایا: درمیان والا خط انسان ہے اور چاروں طرف سے اُس کی اجل اُسے گھیرے ہوئے ہے اور یہ جو خط باہر نکل رہا ہے یہ اُس کی حرص ہے اور جو چھوٹے چھوٹے خطوط ہیں یہ اُس کی خواہشات ہیں اگر ایک سے بچتا تو دوسری خواہش اس کا دامن تھام لیتی ہے۔''

مسائل

۱۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کوئی بچ پایا اور نہ بچ پائے گا۔ ۲۔ جنات غیب نہیں جانتے۔

تفسیر بالقرآن

موت ہر ذی روح کا مقدر ہے:

۱۔ ہر شے فنا ہو جائے گی۔ (الرحمٰن: ۲۶، القصص: ۸۸) ۲۔ قلعہ بند ہونے کے باوجود موت کسی کو نہیں چھوڑتی۔ (النساء: ۷۸)
۳۔ موت کی جگہ اور وقت مقرر ہے۔ (الاعراف: ۳۴) ۴۔ سب کو موت آنی ہے۔ (الانبیاء: ۳۵)
۵۔ پہلے انبیاء فوت ہوئے۔ (آل عمران: ۱۴۴) ۶۔ رسول اللہ ﷺ بھی موت سے ہمکنار ہوئے۔ (الزمر: ۳۰)

لَقَدْ	كَانَ	لِسَبَإٍ	فِيْ	مَسْكَنِهِمْ	اٰيَةٌ ۚ	جَنَّتٰنِ
البتہ تحقیق	تھی	سبا کے لیے	میں	ان کی بستی	ایک نشانی	دو باغ
عَنْ	يَّمِيْنٍ	وَّشِمَالٍ ؕ	كُلُوْا	مِنْ	رِّزْقِ	رَبِّكُمْ
طرف سے	دائیں	اور بائیں	تم کھاؤ	سے	رزق	اپنے رب کے
وَاشْكُرُوْا	لَهٗ ؕ	بَلْدَةٌ	طَيِّبَةٌ	وَّرَبٌّ
اور تم شکر کرو	اس کے لیے	شہر ہے	پاکیزہ	اور رب ہے
غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾	فَاَعْرَضُوْا	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	سَيْلَ	الْعَرِمِ
بڑا بخشنے والا	پھر انہوں نے اعراض کیا	تو ہم نے بھیج دیا	ان پر	سیلاب	بند

''سبا کیلئے اُن کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی دو باغ دائیں اور بائیں تھے اپنے رب کا رزق کھاؤ اور شکر بجالاؤ اسی کیلئے عمدہ و پاکیزہ شہر اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا۔(۱۵) مگر وہ منہ موڑ گئے آخر کار ہم نے اُن پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت سلیمان علیہ السلام بے پناہ وسائل کے حامل، زبردست حکمران اور انتہائی ترقی یافتہ مملکت کے سربراہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے یہاں تک کہ موت کے وقت بھی اپنے رب کا شکر کرنے میں مشغول تھے ان کے بعد ایک نافرمان ترقی یافتہ قوم کا کردار۔

قومِ سبا کا علاقہ موجودہ یمن کی سرزمین تھی سبا ایک شخص کا نام تھا جس کے دس بیٹے تھے اس سے دس قبیلے معرضِ وجود میں آئے اس قوم کے عروج وزوال کا دور صدیوں پر محیط ہے، ایک وقت تھا کہ اقتدار اور اختیار اور تہذیب وتمدن کے حوالے سے اس قوم کا طوطی بولتا تھا اور روم اور یونان کی تہذیبیں ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں اس قوم کا آب پاشی کا نظام نہایت ہی مربوط اور منظم تھا اس قوم نے بارش کا پانی ذخیرہ کرنے کے لیے بند بنا رکھے تھے، ان کا دارالخلافہ مآرب تھا۔ سب سے مضبوط بند اسی جگہ تعمیر کیا گیا جو سدِ مآرب کے نام سے معروف تھا ان کی مملکت میں اکثر راستوں کے دونوں طرف باغات کا لامتناہی سلسلہ پھیلا ہوا تھا سفر کرنے والے کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ باغات کی سیر کر رہا ہے۔

آبپاشی کا نظام اور قوم کی مسلسل محنت کی وجہ سے ہزاروں میلوں پر پھیلا ہوا علاقہ حسن وجمال کا پیکر دکھائی دیتا تھا اس ملک کی فصلوں میں انگور، کھجور، دارچینی اور بخارات کے درخت کثرت سے پائے جاتے تھے صبح اور شام کے وقت باغات کی بھینی بھینی خوشبو پورے علاقے کو معطر کر دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو ''بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ'' قرار دیا ہے، رزق کی فراوانی اور وسائل کی بہتات کی وجہ سے یہاں کے لوگ عیش وعشرت کی زندگی میں اس قدر مست ہوئے کہ انہوں نے خالقِ حقیقی کو اس

وَبَدَّلْنٰهُمْ	بِجَنَّتَيْهِمْ	جَنَّتَيْنِ	ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ	وَّاَثْلٍ
اور ہم نے بدلے میں دیے ان کو	ان کے دو باغوں کے عوض	دو باغ	کسیلے میوے والے	اور کچھ جھاؤ کے درخت
وَّشَيْءٍ	مِّنْ	سِدْرٍ	قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾	ذٰلِكَ
اور کچھ	سے	بیری	تھوڑے	یہ
بِمَا	كَفَرُوْا ۭ	وَهَلْ	نُجٰزِيْٓ	اِلَّا
بہ سبب اس کے جو	انہوں نے کفر کیا	اور نہیں	ہم سزا دیتے	مگر

جزَيْنٰهُمْ
ہم نے سزا دی ان کو

الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾
ناشکرے کو

اور ان کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دیے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔(۱۶) یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا جو اُن کو ہم نے دیا اور ناشکرے انسان کے سوا ایسا بدلہ ہم اور کسی کو نہیں دیتے۔''(۱۷)

طرح فراموش کر دیا جیسے ان کا کوئی خالق ہی نہ ہو۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا مگر اس قوم نے فخر وغرور کی بناء پر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ جس مآرب نامی مضبوط ڈیم پر قوم فخر کرتی اور اس کے بل بوتے پر ترقی کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارشوں کا ایسا سلسلہ جاری کیا کہ ڈیم پانی کو برداشت نہ کر سکا اور وہ اس طرح پھٹ پڑا جیسے خربوزہ پھٹ جاتا ہے، اوپر سے بارشیں اور نیچے سے بند ٹوٹنے کی وجہ سے اس قدر تباہ کن سیلاب آیا کہ جس کا قوم تصور بھی نہیں کر سکتی تھی فصلیں تباہ ہوگئیں ملک کا وسیع علاقہ ریت اور بھل کی وجہ سے دلدل بن گیا اور آبپاشی کا نظام درہم برہم ہوگیا، بڑے بڑے محلات میں ناقابل مرمت دراڑیں واقع ہوگئیں جن کی تعمیر نو کی کوئی صورت کارگر ثابت نہ ہوئی جس سرزمین پر باغات مہکتے تھے اور فصلیں لہلہایا کرتی تھیں وہاں خاردار جھاڑیاں اور اس طرح کی جڑی بوٹیاں پیدا ہوئیں کہ ملک ایک بھیانک جنگل کا منظر پیش کرنے لگا خاردار جھاڑیوں میں کہیں کہیں خودرو بیریوں کے درخت اُگ پڑے۔ ان بیروں پر یہ قوم ایک عرصہ تک اپنا پیٹ بھرنے پر مجبور ہوئی۔

جو ملک اپنی ترقی کے حوالے سے دوسری اقوام کے لیے ایک نمونہ تھا وہی عبرت کا مجسمہ بنا جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ قوم سبا کو یہ سزا ان کی ناشکری کی وجہ سے دی گئی جو صرف ان کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہر ناشکرے کو ایسی ہی سزا دیا کرتا ہے۔

«عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى الْمِنْبَرِ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْقَلِيلَ لَمْ يَشْكُرِ الْكَثِيرَ وَمَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللهِ شُكْرٌ وَتَرْكُهَا كُفْرٌ وَالْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَالْفُرْقَةُ عَذَابٌ» (رواہ احمد: مسند نعمان بن بشیر [حسن صحیح])

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: جس نے

چھوٹی نعمت پر اللہ کا شکر ادا نہ کیا وہ بڑی نعمت پر شکر ادا نہیں کر سکتا اور جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اس کا شکر کرنے کے مترادف ہے اور جس نے ان نعمتوں کو استعمال نہ کیا گویا اس نے ناشکری کی جماعت اللہ کی رحمت کا باعث ہے اور تفرقہ بازی اللہ کا عذاب ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی شکر کی دعا:

«اَللّٰهُمَّ أَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ» (رواہ ابو داؤد: کتاب الصلاۃ [صحیح])

''الٰہی! اپنے ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔''

مسائل

۱۔ قومِ سبا کو ان کی ناشکری کی وجہ سے تباہ کر دیا گیا۔ ۲۔ قومِ سبا کا بڑا ڈیم ہی ان کی تباہی کا سبب ثابت ہوئے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ناشکرے لوگوں کو دنیا اور آخرت میں سزا دے گا۔

تفسیر بالقرآن

ناشکری اور کفر کے نقصانات:

۱۔ اگر تم اس کی ناشکری کرو گے تو اللہ تعالیٰ غنی اور لائقِ تعریف ہے۔ (ابراہیم: ۸)

۲۔ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اگر ناشکری کرو تو اس کا عذاب بڑا سخت ہے۔ (ابراہیم: ۷)

۳۔ اللہ تمہیں عذاب نہیں دے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ (النساء: ۱۴۷)

۴۔ بستی والوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان پر بھوک اور خوف مسلط کر دیا۔ (النحل: ۱۱۲)

۵۔ جو شخص شکر کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو ناشکری کرتا ہے میرا رب اس سے بے پروا ہے۔ (النمل: ۴۰)

۶۔ اگر انسان پر اس کے کرتوتوں کی وجہ سے مصیبت آ جائے تو ناشکری کرتا ہے۔ (الشوریٰ: ۴۸)

۷۔ بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکرا ہے۔ (ابراہیم: ۳۴) ۸۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۰)

۹۔ اللہ تعالیٰ انسانوں پر فضل فرماتا ہے لیکن ان کی اکثریت شکر ادا نہیں کرتی۔ (یونس: ۶۰)

۱۰۔ اگر انسان کو اللہ رحمت دے کر چھین لے تو یہ مایوس اور ناشکرا ہو جاتا ہے۔ (ہود: ۹)



وَجَعَلْنَا	بَيْنَهُمْ	وَبَيْنَ	الْقُرَى	الَّتِيْ	بٰرَكْنَا
اور ہم نے بنادیں	ان کے درمیان	اور درمیان	بستیوں کے	جو	ہم نے برکت رکھی تھی
فِيْهَا	قُرًى	ظَاهِرَةً	وَّقَدَّرْنَا	فِيْهَا	السَّيْرَ ؕ
اس میں	کچھ بستیاں	ظاہر	اور ہم نے مقرر کردیا	اس میں	چلنے کو
سِيْرُوْا	فِيْهَا	لَيَالِيَ	وَاَيَّامًا	اٰمِنِيْنَ ⑱	
تم چلو	اس میں	راتوں	اور دن کو	امن سے	

''اور ہم نے اُن کے اور اُن بستیوں کے درمیان جنہیں ہم نے برکت عطا کی تھی، نمایاں اور بستیاں بسادیں اور اُن میں سفر کی مسافتیں ایک اندازے پر رکھ دی تھیں کہ ان راستوں پر تم رات دن پورے امن کے ساتھ چلو پھرو۔(۱۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قومِ سبا کا تمدّن۔

قومِ سبا اپنے دور میں نظامِ آبپاشی اور زراعت میں ہی خود کفیل اور ترقی یافتہ نہ تھی بلکہ تہذیب وتمدّن کے اعتبار سے بھی اپنی مثال آپ اور باکمال تھی۔ اس کے اکثر شہر اور بستیاں شاہراؤں پر واقع تھے جس سے سفر آسان، محفوظ اور مسافروں کو کھانے پینے اور قیام میں کوئی دقت پیش نہیں آیا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تعمیر وترقی کی ایسی صلاحیتیں عطا فرمائیں تھیں جنہیں بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے ٹھیک منصوبہ بندی کے ساتھ تعمیراتی کام کیے اور شہروں کے بہترین نقشے بنائے جس سے عوام کو ہر قسم کی سہولت میسر تھی عوام پُرسکون اور عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے، چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ پُرسکون زندگی اور ملک کی ترقی پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے لیکن انہوں نے شکر کی بجائے ناشکری کا رویہ اختیار کیا اور اس قدر بغاوت کی اور کہنے لگے اے ہمارے رب! ہمارے شہروں کے درمیان مسافت پیدا کردے۔

اس طرح انہوں نے آبادی کی کثرت اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنے لیے بوجھ جانا اور انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ترقی اور خوشحالی کو ان کے لیے وبال بنایا اور شدید سیلاب کے ذریعے انہیں تہس نہس کردیا جو طویل عرصہ تک اپنے بعد آنیوالی اقوام کے لیے عبرت کا باعث بن گئے۔ قومِ سبا کی تاریخ اور آثار اس شخص کے لیے سامانِ عبرت ہیں جو مشکلات پر صبر اور خوشحالی پر اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ انہوں نے زبان ہی سے یہ دعا کی ہو کہ ''اللہ'' ہماری بستیوں کو ایک دوسرے سے دور کردے دراصل جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے وہ زبانِ حال اور اپنے بُرے کردار کے ذریعے یہ ثابت کرتا ہے کہ الٰہی میں ان نعمتوں کا مستحق نہیں ہوں۔ امام رازی نے لکھا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل نے من وسلویٰ کے بارے میں اکتاہٹ کا اظہار کیا اور پیاز وغیرہ کا مطالبہ کیا تھا اسی طرح ہی قومِ سبا نے یہ مطالبہ کیا تھا یا پھر وہ تکبر کے طور پر کہنے لگے کہ ہمارے باغات تباہ

فَقَالُوْا	رَبَّنَا	بٰعِدْ	بَيْنَ	اَسْفَارِنَا	وَ ظَلَمُوْٓا
پس انہوں نے کہا	اے ہمارے رب!	دوری پیدا کردے	درمیان	ہمارے سفر کے	اور انہوں نے ظلم
اَنْفُسَهُمْ	فَجَعَلْنٰهُمْ	اَحَادِيْثَ	وَ مَزَّقْنٰهُمْ	كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ	
اپنے آپ پر	ہم نے انہیں بنادیا	افسانے	اور ہم نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا ان کو	پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کرنا	
اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّكُلِّ	صَبَّارٍ	شَكُوْرٍ ⑲
بلاشبہ	اس میں	البتہ نشانیاں ہیں	ہر ایک کے لئے	صبر کرنے والے	شکر کرنے والے

مگر انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کردے انہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہم نے انہیں افسانہ بنا کر رکھ دیا اور انہیں بالکل تتر بتر کر ڈالا، یقیناً اس میں نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہے۔'' (۱۹)

نہیں ہو سکتے اور ہمارے سفر مشکل نہیں تکبر کے نتیجے میں ہی ان کا سب کچھ تباہ کر دیا گیا۔ (اللہ اعلم)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ سبا کو بہت سی برکات سے نوازا تھا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ سبا کو سفر و حضر میں ہر قسم کی سہولت عنایت فرمائی تھی۔

۳۔ قومِ سبا نے شکر کی بجائے کفر کا راستہ اختیار کیا جس وجہ سے انہیں تہس نہس کر دیا گیا۔

تفسیر بالقرآن

نشاناتِ عبرت سے سبق سیکھنے والے لوگ:

۱۔ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (یوسف: ۷)

۲۔ انبیاء کے قصے برحق ہیں مومنین کے لیے اس میں نصیحت ہے۔ (ھود: ۱۲۰)

۳۔ یہ قصے برحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ (آل عمران: ۶۲)

۴۔ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے قصے میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے۔ (یوسف: ۱۱۱)

۵۔ انبیاء کے واقعات میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے تابع داروں کے لیے تسلی کا سامان ہے۔ (ہود: ۱۲۰)

۶۔ رات اور دن کے مختلف ہونے، آسمان سے رزق اتارنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (الجاثیۃ: ۵)

۷۔ بے شک دن اور رات کے مختلف ہونے میں اور جو کچھ اللہ نے زمین و آسمان میں پیدا کیا ہے، اُس میں ڈرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (یونس: ۶)

وَلَقَدْ	صَدَّقَ	عَلَيْهِمْ	اِبْلِيْسُ	ظَنَّهٗ	فَاتَّبَعُوْهُ
اور البتہ تحقیق	سچ کر دکھایا	ان پر	ابلیس نے	اپنا خیال	انہوں نے پیروی کی اس کی
اِلَّا	فَرِيْقًا	مِّنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٠﴾	وَمَا	كَانَ	لَهٗ
سوائے	ایک فریق	سے	مومنوں	اور نہیں	تھا	اس کے لیے
عَلَيْهِمْ	مِّنْ سُلْطٰنٍ	اِلَّا	لِنَعْلَمَ	مَنْ	يُّؤْمِنُ
ان پر	کوئی زور	مگر	تاکہ ہم جان لیں	کون	ایمان رکھتا ہے
بِالْاٰخِرَةِ	مِمَّنْ	هُوَ	مِنْهَا	فِيْ	شَكٍّ ؕ	وَرَبُّكَ
آخرت پر	اس سے کون	وہ	اس سے ہے	میں	شک	اور آپ کا رب
عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	حَفِيْظٌ ﴿٢١﴾ ع		
پر	ہر	چیز کے	خوب نگران ہے		

''اُن کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا اور مومنوں کی جماعت کے سوا سب نے ابلیس کی پیروی کی۔(۲۰) ابلیس کو اُن پر کوئی اختیار نہیں تھا مگر یہ اس لیے ہوا کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کو ماننے والا ہے اور کون اس کے بارے میں شک میں پڑا ہوا ہے۔ آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو مصیبت پر صبر نہیں کرتا اور اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ شیطان کی بات کو سچ کر دکھاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی ہمیشہ اکثریت رہی ہے۔

ابلیس غیب کا علم نہیں جانتا تھا لیکن وہ سمجھتا تھا کہ جن عناصر پر حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا گیا ہے وہ باہم متصادم ہیں جس بنا پر آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کو گمراہ کرنا آسان ہوگا اس کے علاوہ ابلیس جنّات کو بھی دیکھ چکا تھا کہ ان کی اکثریت گمراہ ہو چکی ہے۔ ابلیس کے اسی گمان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ابلیس نے اپنے گمان کو سچ کر دکھایا کہ مومنوں کی جماعت کے علاوہ باقی سب لوگ اس کی پیروی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسا اختیار نہیں دیا جس سے وہ اپنی طاقت کے زور پر لوگوں کو گمراہ کر سکے شیطان کو صرف یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے جھوٹے وعدوں، مکر و فریب اور برے اعمال کو فیشن کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کر سکے، اسی بنیاد پر شیطان سچے اور پکے ایمان داروں کے سوا دوسرے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا اختیار اس لیے دیا ہے کہ شیطان کے ذریعے امتیاز ہو سکے کہ کون شخص آخرت پر سچا اور پکا ایمان

رکھتا ہے اور کون آخرت کے بارے میں شک کا شکار ہوتا ہے۔ اے پیغمبر ﷺ! آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔ آخرت پر ایمان کا اس لیے حوالہ دیا ہے کہ آخرت پر یقین رکھنے والا شخص بالآخر سیدھے راستے پر آجاتا ہے کیونکہ اسے احساس ہوتا ہے کہ میں نے اپنے اعمال کا اپنے رب کے حضور جواب دینا ہے۔

نگران کی صفت بیان فرما کر یہ واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے یعنی اس سے کوئی بات اور چیز پوشیدہ نہیں لیکن اس کے باوجود لوگوں کی آزمائش کرنے اور مومنوں سے گمراہوں کو جدا کرنے کے لیے اس نے شیطان کو ایک حد تک اختیار دے رکھا ہے جس بنا پر وہ ایسے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے جن کا آخرت پر سچا اور پکا ایمان نہیں ہوتا۔ جس آدمی کا جس قدر آخرت کی جوابدہی کے بارے میں سچا اور پکا ایمان ہوگا وہ اسی قدر ہی شیطان کے پھندوں سے محفوظ رہے گا کیونکہ شیطان کو اس طرح کا اختیار اور غلبہ نہیں دیا گیا کہ جس بنا پر وہ لوگوں کو گمراہ کر سکے اس لیے قیامت کے دن جہنمیوں کے سامنے شیطان اپنے بارے میں اس بات کا اظہار کرے گا کہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا تھا وہ سچ تھا اور جو وعدہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا تھا وہ جھوٹا تھا اور میرا تم پر کوئی زور نہ تھا بس میں نے تمہیں گمراہی کی دعوت دی جسے تم نے قبول کرلیا اب مجھے ملامت کرنے کی بجائے اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں اور نہ ہی تم میری مدد کرسکتے ہو۔ دنیا میں جو تم مجھے اللہ کا شریک بناتے رہے ہو میں اس کا انکار کرتا ہوں یقیناً ظالموں کے لیے اذیت ناک عذاب ہے (ابراہیم: ۲۲)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ سچا ہے اور شیطان کے تمام وعدے جھوٹے ہیں۔
۲۔ قیامت کے دن شیطان لوگوں کے ہر قسم کے شرک سے انکار کردے گا۔
۳۔ انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو کوئی تسلط نہیں دیا۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لیے اذیت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا ہر وعدہ سچا ہے اور شیطان کے تمام وعدے جھوٹے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بات سے کسی کی بات سچی نہیں ہوسکتی۔ (النساء: ۸۷) ۲۔ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (آل عمران: ۹)
۳۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے کہ تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (لقمان: ۳۳)
۴۔ جو اللہ کا وعدہ پورا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ (البقرۃ: ۴۰)
۵۔ شیطان کا وعدہ فریب ہے۔ (بنی اسرائیل: ۶۴) ۶۔ شیطان مفلسی سے ڈراتا اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۶۸)
۷۔ شیطان بُرے اعمال فیشن بنا دیتا ہے۔ (النحل: ۶۳) ۸۔ لوگو! شیطان تمہارا دشمن ہے اسے اپنا دشمن سمجھو۔ (فاطر: ۶)

قُلِ	ادْعُوا	الَّذِيْنَ	زَعَمْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ۚ	لَا
آپ فرمادیں	تم بلاؤ	ان لوگوں کو	تم نے گمان کیا	سے	سوا	اللہ کے	نہیں
يَمْلِكُوْنَ	مِثْقَالَ	ذَرَّةٍ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَلَا	فِي	الْاَرْضِ
وہ اختیار رکھتے	برابر	ذرّہ کے	میں	آسمانوں	اور نہ	میں	زمین
وَمَا	لَهُمْ	فِيْهِمَا	مِنْ شِرْكٍ		وَّمَا	لَهٗ	
اور نہیں	ان کے لیے	ان دونوں میں	کوئی حصہ		اور نہیں	اس کے لیے	
مِنْهُمْ	مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾		وَلَا	تَنْفَعُ		الشَّفَاعَةُ	
ان سے	کوئی مددگار		اور نہیں	نفع دے گی		کوئی سفارش	

''اے نبی مشرکین سے فرمائیں کہ مشرکو! اپنے اُن معبودوں کو بلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھتے ہو، وہ زمین و آسمانوں میں ذرّہ برابر چیز کے مالک نہیں نہ وہ آسمان وزمین کی ملکیت میں شریک ہیں اور نہ ہی اُن میں کوئی اللہ کا مددگار ہے۔(۲۲) اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہوسکتی۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: شیطان کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ انسان سے شرک کروائے، مشرک یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بزرگوں کو اپنی خدائی میں شریک کر رکھا ہے جس کی تردید کی گئی ہے۔

اے پیغمبر ﷺ! ان لوگوں کو فرمائیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے اور پکارتے ہیں کہ وہ انہیں اپنی مدد کے لیے بلائیں، انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ زمین و آسمان میں ایک ذرہ کے برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی ان میں کسی چیز میں حصہ دار ہیں اور نہ ہی ان میں کوئی اللہ تعالیٰ کا معاون اور مددگار تھا اور ہے اور نہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کی خدائی میں رائی کے دانے کے برابر بھی حصہ دار نہیں تو وہ اس کے حضور سفارش کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وہی سفارش کر پائے گا جسے وہ اجازت عنایت کرے گا۔ ہر دور کے مشرکوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی عبادت اور ریاضت سے خوش ہو کر انہیں کچھ اختیارات دے رکھے ہیں اس لیے اگر بزرگ کسی کے حق میں سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی سفارش کو مسترد نہیں کر پاتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ایسا اختیار نہیں دیا البتہ جن بزرگوں کو اللہ تعالیٰ سفارش کا حق دے گا وہ بھی کسی کے حق میں اتنی ہی سفارش کریں گے جتنی اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔

سفارش کرنے والے اور جن کے حق میں سفارش کی جائے گی وہ ڈر کے مارے بڑی آہستہ آواز اور چپکے سے وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ ربِ ذوالجلال نے اس سفارش کا کیا جواب دیا ہے؟ سفارش کرنے والا اور جس کے حق میں

عِنْدَهٗۤ	اِلَّا	لِمَنْ	اَذِنَ	لَهٗ ؕ	حَتّٰۤى
اس کے پاس	سوائے	اس شخص کے لیے	اجازت دے	اسے (اللہ)	یہاں تک کہ

اِذَا	فُزِّعَ	عَنْ	قُلُوْبِهِمْ	قَالُوْا	مَاذَا ۙ	قَالَ
جب	گھبراہٹ دور کردی جاتی	سے	ان کے دلوں	انہوں نے کہا	کیا	کہا

رَبُّكُمْ ؕ	قَالُوا	الْحَقَّ ۚ	وَهُوَ	الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾
تمہارے رب نے	انہوں نے کہا	حق	اور وہ	بہت بلند	بہت بڑا ہے

سوائے اُس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو۔ حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ سفارش کرنے والے سے پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا وہ کہیں گے کہ ٹھیک جواب ملا ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے۔'' (۲۳)

سفارش کی جائے گی وہ خوف کے مارے ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ہمارا رب جو حکم صادر فرمائے گا وہ ہر حال میں حق اور عدل پر مبنی ہوگا کیونکہ وہ ظلم کرنے سے مبرّا اور ہر قسم کے شرک سے بلند و بالا ہے۔ بعض مفسرین نے اس گفتگو کو ملائکہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ ملائکہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہر اعتبار سے حق اور سچ ہے یہاں دونوں مفہوم لینے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

مسائل

۱۔ کائنات کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک اور معاون نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔

۲۔ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے ساتھ جس کو پکارتے ہیں وہ ذرہ برابر بھی کسی چیز کے مالک نہیں ہیں۔

۳۔ مشرک جن کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی سفارش کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے حضور صرف وہی سفارش کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے مشرکوں کے تصورات سے بلند و بالا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کرنے کے آداب:

۱۔ کون ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ (البقرۃ:۲۵۵) ۲۔ قیامت کے دن سفارش کام نہ آئے گی۔ (البقرۃ:۲۵۴)

۳۔ کافر اور مشرک کو کوئی سفارش فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ (المدثر:۴۸) ۴۔ کافروں کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا۔ (انعام:۵۱)

۵۔ ظالموں کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی۔ (المومن:۱۸) ۶۔ بزرگ اور سردار بھی سفارش نہیں کریں گے۔ (الروم:۱۳)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ

پوچھیں کون تم کو رزق دیتا ہے سے آسمانوں اور زمین فرما دیجیے

اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّاۤ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ

اللہ اور بلاشبہ ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا میں

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا

گمراہی واضح فرما دیجیے نہیں تم پوچھے جاؤ گے اس کی بابت جو ہم نے جرم کیا

وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا

اور نہ ہم پوچھے جائیں گے اس کی بابت جو تم عمل کرتے ہو فرما دیجیے جمع کرے گا ہم سب کو ہمارا رب

''اے نبی ان سے پوچھیں کون تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کہو ''اللہ'' ہی رزق دیتا ہے اب یقیناً ہم سے اور تم میں سے کوئی ایک ہی ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ (۲۴) ان سے فرمادیں جو گناہ ہم نے کیے اس کی جواب طلبی تم سے نہیں ہو گی اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی جواب طلبی ہم سے نہیں کی جائے گی۔ (۲۵) فرمادیں کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: مشرک کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جن بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے کچھ اختیار دے رکھے ہیں وہ ان کے رزق کے بارے میں بھی اختیار رکھتے ہیں۔

مشرک کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جب تک کسی بت یا قبر پر نذرانہ پیش نہ کیا جائے اس وقت تک ہمارے رزق میں اضافہ نہیں ہوسکتا اس لیے مشرک سمجھتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ اسے مل رہا ہے وہ ان بزرگوں کی طفیل ملتا ہے۔ اسی بناء پر بت پرست بتوں کے سامنے، فوت شدگان کے مزارات پر جھکنے والے اور حضرت خضر کو حاجت روا سمجھنے والے دریاؤں اور سمندروں میں نذرانے ڈالتے ہیں۔ یہاں تک کہ کلمہ پڑھنے والوں کی ایک اچھی خاصی تعداد یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اگر ہم نے پیر عبدالقادر جیلانی کے نام پر گیارہویں پیش نہ کی تو وہ ناراض ہو کر ہمارے رزق میں کمی کر دیں گے۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں سے کئی مرتبہ سوال کیا ہے کہ بتلاؤ اللہ تعالیٰ کے سوا کون رزق دینے اور اس میں کمی کرنے والا ہے؟

اس کے جواب میں ہر دور کے مشرک یہ اقرار کرتے آرہے ہیں کہ رزق دینا اور اس میں کمی بیشی کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اس اقرار کے باوجود مشرک اپنے عقیدہ سے تائب ہونے اور شرک کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے یہی مشرکینِ مکہ کی کیفیت تھی جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ ان سے سوال کریں کہ تمہیں زمین و آسمان سے رزق کون دیتا ہے؟ کون تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ کون زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ

ثُمَّ	يَفْتَحُ	بَيْنَنَا	بِالْحَقِّ ؕ	وَهُوَ الْفَتَّاحُ	الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾
پھر	وہ فیصلہ کرے گا	ہمارے درمیان	حق کے ساتھ	اور وہی ہے خوب فیصلہ کرنے والا	خوب جاننے والا

قُلْ	اَرُوْنِيَ	الَّذِيْنَ	اَلْحَقْتُمْ	بِهٖ	شُرَكَآءَ
فرما دیجیے	دکھاؤ مجھے	ان کو جنہیں	تم نے ملا دیا	اس کے ساتھ	شریکوں کو

كَلَّا ؕ	بَلْ	هُوَ	اللّٰهُ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾
ہرگز نہیں	بلکہ	وہی	اللہ	خوب غالب	نہایت حکمت والا ہے

پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرمائے گا وہ زبردست حاکم ہے سب کچھ جانتا ہے۔(۲۶) ان سے فرمادیں کہ مجھے دکھاؤ تو سہی وہ کون ہیں جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا رکھا ہے۔ ''اللہ'' کا ہرگز کوئی شریک نہیں وہ زبردست اور دانا ہے۔''(۲۷)

پیدا کرتا ہے؟ کون پوری کائنات کو چلا رہا ہے۔(یونس:۳۱)

ان کا جواب تھا کہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے اور سارے کام چلا رہا ہے۔ ان سے فرمائیں کہ پھر تم شرک سے باز کیوں نہیں آتے؟ حالانکہ اللہ ہی تمہارا سچا رب ہے۔ اس کے باوجود تم کیوں بہکے جا رہے ہو؟ دراصل آپ کے رب کا فرمان نافرمانوں کے بارے میں سچ ثابت ہوا کہ وہ سب کچھ سمجھنے کے بعد ایمان نہیں لائیں گے۔(یونس:۳۱ تا ۳۳)

پھر ارشاد ہوا کہ مشرکین سے استفسار کریں کہ بتاؤ کون مخلوق کو پہلی بار پیدا کرنے والا ہے اور پھر اسے اپنی طرف لوٹائے گا اور کون آسمان اور زمین سے تمہیں رزق دیتا ہے کیا ''اللہ'' کیساتھ کوئی اور بھی شامل ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اس کی دلیل پیش کرو۔(النمل:۶۴)

سورت روم میں اس مسئلے کو یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہستی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیتا ہے، پھر تمہیں موت دے گا موت کے بعد پھر تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان کاموں میں کوئی کام کر کے دکھائے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مشرکانہ عقیدہ سے مبرّا اور باطل تصورات سے بالاتر ہے۔ کیونکہ ہر دور کا مشرک اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے، لہٰذا اس مقام پر فرمایا کہ آپ خود ہی جواب دیں کہ ''اللہ'' ہی زمین و آسمان سے رزق دینے والا ہے۔ اب ان سے پوچھیں کہ بتلاؤ ہم میں سے کون سیدھے راستے پر ہے اور کون گمراہ ہو چکا ہے، یہ جانتے ہیں کہ ہم بھٹکے ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود یہ لوگ حقائق تسلیم نہیں کرتے لہٰذا انہیں فرمادیں کہ ہمارے گناہوں پر تمہیں پکڑ نہیں ہوگی اور نہ تمہارے جرائم کے بارے میں ہم سے سوال نہیں ہوگا۔ انہیں پھر فرمادیں کہ جس قیامت کا تم انکار کرتے ہو ہمارا رب اس دن سب کو جمع فرما کر ہمارے اور تمہارے درمیان حق اور عدل کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا یقیناً وہ بہترین فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

ایک مرتبہ پھران سے مطالبہ کریں کہ مجھے وہ لوگ دکھاؤ جن کوتم نے اللہ کا شریک بنارکھا ہے ظاہر ہے کہ یہ انہیں کبھی پیش نہیں کرسکتے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات اوراس کے کاموں میں کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہوگا۔ وہی ہر چیز پر غالب ہے اوراس کے ہر فرمان اور کام میں حکمت ہوتی ہے۔

مسائل

۱۔ ہر دور کا مشرک اس بات کا اقرار کرتا رہا اور کرتا رہے گا کہ صرف ''اللہ'' ہی رزق دینے والا ہے۔

۲۔ ہر شخص اپنے عقیدہ وعمل کا ذمہ دار ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کو اپنے حضور جمع فرما کر حق اور عدل کے ساتھ فیصلہ فرمادے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ بہترین فیصلہ کرنیوالا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۵۔ ہر دور کا مشرک کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ثابت کرسکا ہے اور نہ ہی کبھی ثابت کرسکے گا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے اوراس کے ہر فرمان اور کام میں حکمت ہوتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر دور کے مشرک سے سوالات:

۱۔ مشرک سے سوال کیا جائے کہ آسمان وزمین سے کون رزق دیتا ہے کہتے ہیں اللہ ہی رزق دیتا ہے۔ (یونس:۳۱)

۲۔ مشرکین سے پوچھا جائے مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے۔ (یونس:۳۴)

۳۔ اگران سے پوچھا جائے کہ زمین وآسمان کا خالق کون ہے؟ کہتے ہیں اللہ ہی خالق ہے۔ (الزمر:۳۸)

۴۔ مشرکوں سے پوچھا جائے سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ ہی مالک ہے۔ (المومنون:۸۶۔۸۷)

۵۔ اگران سے پوچھا جائے کہ ہر چیز پر بادشاہت کس کی ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ کی بادشاہی ہے۔ (المومنون:۸۸۔۸۹)

۶۔ اگرتو ان سے پوچھیں کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور کس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے مسخر کیے ہیں فرمائیں کہ پھر کہاں سے بہکائے جارہے ہیں۔ (العنکبوت:۶۱)

وَمَآ	اَرْسَلْنٰكَ	اِلَّا	كَآفَّةً	لِّلنَّاسِ	بَشِيْرًا
اور نہیں	ہم نے بھیجا آپ کو	مگر	تمام	انسانوں کے لیے	خوشخبری دینے والا
وَّنَذِيْرًا	وَّلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾
اور ڈرانے والا	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے

''اور اے نبی ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اگر مشرکین ''اللہ'' کی توحید قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو اے نبی ﷺ! آپ اپنا کام کرتے جائیں کیونکہ آپ صرف مکہ والوں کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے رسول بنائے گئے ہیں۔

اس فرمان میں ایک طرف نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر آپ کے مخاطبین آپ کی دعوت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو آپ کو دل برداشتہ ہونے کی بجائے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کسی ایک بستی، قوم یا نسل کے لیے رسول منتخب نہیں کیا۔ آپ ہر دور کے تمام انسانوں کے لیے رسول منتخب کیے گئے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان پر وقت آئے گا کہ ان کی اولادیں ایمان لائیں گی اگر وہ بھی ایمان قبول نہیں کرتیں تو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کو ہدایت سے سرفراز فرمادے گا آپ کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اس پر ایمان لائیں گے وہ دنیا میں کامیاب اور آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ جنہوں نے اس کا انکار کیا وہ دنیا میں نقصان اٹھائیں گے اور آخرت میں اذیت ناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ آپ کی دعوت سراسر لوگوں کی خیر خواہی کے لیے ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کی غالب اکثریت اسے جاننے اور ماننے کے لیے تیار نہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء مبعوث کیے گئے وہ محدود علاقے اور مخصوص وقت کے لیے نبی بنائے گئے تھے۔ صرف آپ ﷺ کی ذات ایسی ہے جسے قیامت تک کے لیے ہر علاقے اور نسل کے لیے رسول منتخب کیا گیا ہے۔

''اے پیغمبر اعلان فرمادیں کہ اے لوگو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول بنایا گیا ہوں۔'' (الاعراف:۱۵۸)

«بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ» (رواہ احمد [صحیح])

''میں کالے اور گورے سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''

تفسیر بالقرآن

نبی علیہ السلام کی عالمگیر نبوت:

۱۔ رسول اللہ ﷺ پوری دنیا کے رسول ہیں۔ (الاعراف:۱۵۸) ۲۔ نبی علیہ السلام سب کے رسول ہیں۔ (سباء:۲۸)
۳۔ رسول اللہ ﷺ مبشر اور نذیر ہیں۔ (الاحزاب:۴۵) ۴۔ آپ ﷺ رحمتِ دو عالم ہیں۔ (الانبیاء:۱۰۷)
۵۔ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب:۴۰)

وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾
اور وہ کہتے ہیں	کب ہے	یہ	وعدہ	اگر	ہو تم	سچے

قُلْ	لَّكُمْ	مِّيْعَادُ	يَوْمٍ	لَّا	تَسْتَاْخِرُوْنَ	عَنْهُ
فرما دیجیے	تمہارے لیے	وعدہ	دن کا	نہ	تم پیچھے رہ سکو گے	اس سے

سَاعَةً	وَّلَا	تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع
ایک گھڑی	اور نہ	تم آگے بڑھ سکو گے

''یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔(۲۹) فرما دیں کہ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جسے تم نہ پیچھے کر سکتے ہو اور نہ اُسے ایک گھڑی پہلے لا سکتے ہو۔''(۳۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا آپ لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈراتے تو کفار اس بات کا مذاق اُڑاتے اور کہتے ہیں بتاؤ کہ قیامت کب آئے گی؟

سرورِ دو عالم ﷺ نے قرآن مجید کی روشنی میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ قیامت ہر صورت قائم ہو کر رہے گی۔ لیکن منکرینِ قیامت ہر قسم کے دلائل کو مسترد کرتے ہوئے بار بار مطالبہ کرتے تھے کہ جس قیامت کے برپا ہونے کا آپ تذکرہ کرتے ہیں اور اسے اپنے رب کا وعدہ قرار دیتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو بتائیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ کیونکہ اس سوال کے متعدد جواب دیئے جا چکے ہیں اس لیے اس موقعہ پر آپ ﷺ کو فقط یہ حکم ہوا کہ آپ انہیں یہ فرمائیں کہ قیامت کا دن متعین ہے جب وہ دن آئے گا تو نہ تم اسے ٹال سکو گے اور نہ تم اسے پہلے لا سکتے ہو۔ بالفاظ دیگر قیامت کا برپا کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے جس کا اس نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے کسی کے ٹالنے سے وہ دن ٹل نہیں سکتا اور کسی کے مطالبے پر وہ پہلے نہیں آ سکتا البتہ جس دن کے لیے تم عجلت کا مظاہرہ کرتے ہو وہ زمین و آسمان پر بھاری ہوگا۔(الاعراف:۱۸۷)

تفسیر بالقرآن

قیامت کا ایک دن مقرر ہے:

۱۔ یقیناً قیامت کے دن اللہ تمھیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔(الانعام:۱۲)

۲۔ آپ فرما دیں تمھارے پہلے اور آخر والے ضرور اکٹھے کیے جائیں گے۔(الواقعۃ:۴۷ تا ۵۰)

۳۔ جس دن ''اللہ'' رسولوں کو جمع کرے گا۔(المائدۃ:۱۰۹) ۴۔ آپ فرما دیں کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔(التغابن:۷)

۵۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب کو اٹھائے گا پھر ان کے اعمال کی انہیں خبر دے گا۔(المجادلۃ:۶ تا ۱۸)

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَنْ	نُّؤْمِنَ	بِهٰذَا	الْقُرْاٰنِ
اور کہا	ان لوگوں نے	جنہوں نے کفر کیا	ہرگز نہیں ہم ایمان لائیں گے		ساتھ اس	قرآن کے
وَلَا	بِالَّذِيْ	بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ	وَلَوْ	تَرٰٓى	اِذِ الظّٰلِمُوْنَ
اور نہ	اس کے ساتھ جو	اس سے پہلے ہے	اور اگر	آپ دیکھیں	جب ظالم لوگ
مَوْقُوْفُوْنَ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ۚۖ	يَرْجِعُ	بَعْضُهُمْ	اِلٰى
کھڑے کیے جائیں گے	پاس	اپنے رب کے	وہ لوٹا رہا ہوگا		ان کا بعض	طرف
بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ ۚ	يَقُوْلُ الَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	لِلَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا
بعض کی	بات کو	کہیں گے	وہ لوگ	جو کمزور سمجھے جاتے تھے	ان لوگوں کے لیے جو	انہوں نے تکبر کیا

'' کافر کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن کو ہرگز نہیں مانیں گے اور نہ اس سے پہلے آئی ہوئی کسی کتاب کو تسلیم کریں گے کاش تم ان کا حال اُس وقت دیکھو جب ظالم اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے تو اُس وقت ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے جو لوگ دنیا میں کمزور تھے وہ بڑوں سے کہیں گے

فہم القرآن

ربطِ کلام: منکرینِ قیامت کی ہٹ دھرمی کی انتہا اور اس کا جواب۔

توحید و رسالت اور قیامت کے دلائل سُننے اور ان کے سامنے جھکنے کی بجائے منکرین قیامت اپنی ہٹ دھرمی کی بنیاد پر کہا کرتے ہیں کہ ہم نہ اس قرآن کو ماننے کے لیے تیار ہیں اور نہ ہی اس سے پہلی کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں ظاہر ہے جو شخص کسی دلیل کو ماننے اور کھلی حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو اسے سمجھانا اور منوانا مشکل ہو جاتا ہے یہی کیفیت منکرین قیامت کی تھی اس لیے ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اے پیغمبر ﷺ! اب تو یہ لوگ پوری ڈھٹائی کے ساتھ انکار کیے جاتے ہیں، کاش! آپ اس وقت ان کا حال دیکھیں جب ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اس وقت یہ لوگ اپنے کفر کو ایک دوسرے کے ذمے لگائیں گے ماتحت لوگ اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ اگر تم رکاوٹ نہ بنتے تو ہم ضرور ایمان لانے والوں میں شامل ہوتے۔

گویا کہ مرید اپنے پیروں، ورکر اپنے لیڈروں اور ماتحت اپنے حاکموں کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کریں گے۔ اس کے جواب میں پیر، لیڈر اور حاکم اپنے ماتحتوں سے کہیں گے کیا ہم نے تمہیں اس ہدایت سے روکا تھا جو تمہارے پاس آئی تھی؟ ایسا ہرگز نہیں تم تو خود ہی مجرم تھے یعنی تم پہلے سے ہی دین کے باغی اور قیامت کے منکر بنے ہوئے تھے۔

لَوْ	لَآ	اَنْتُمْ	لَكُنَّا	مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣١﴾	قَالَ	الَّذِيْنَ
اگر	نہ ہوتے	تم	تو یقیناً ہم ہوتے	مومن	کہا	ان لوگوں نے
اسْتَكْبَرُوْا	لِلَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْٓا	اَنَحْنُ	صَدَدْنٰكُمْ	عَنِ	
جنہوں نے تکبر کیا	ان سے جو	کمزور سمجھے جاتے تھے	کیا ہم نے	روک دیا تھا تمہیں	سے	
الْهُدٰى	بَعْدَ	اِذْ	جَآءَكُمْ	بَلْ	كُنْتُمْ	مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣٢﴾
ہدایت	بعد اس کے	جب	وہ تمہارے پاس آ گئی تھی	بلکہ	تم تھے	مجرم

کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔(۳۱) بڑے کمزور(ر) کو جواب دیں گے کیا ہم نے تمہیں اُس ہدایت سے روکا تھا؟ جو تمہارے پاس آئی تھی تم تو خود ہی مجرم تھے۔''(۳۲)

مسائل

۱۔ ہٹ دھرم لوگ کسی دلیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

۲۔ حق کا انکار کرنیوالے لوگ ایک دوسرے کو مجرم ٹھہرائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

جہنّمیوں کا آپس میں تکرار کرنا:

۱۔ جہنم میں مرید، پیروں اور ورکر، لیڈروں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے کیا تم اللہ کے عذاب کا کچھ حصہ دور کر سکتے ہو؟ (ابراہیم:۲۱)

۲۔ جب جہنمی اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔(الاعراف:۳۸)

۳۔ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کا انکار کریں گے اور ایک دوسرے پر پھٹکار کریں گے۔(العنکبوت:۲۵)

۴۔ وہ آہ زاریاں کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی اور انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔(الاحزاب:۶۷)

۵۔ اے رب ان کو دوہرا عذاب دیں اور ان پر سخت لعنت کریں۔(الاحزاب:۶۸)

۶۔ قیامت کے دن پیروکار کہیں گے اگر دنیا میں جانا ہمارے لیے ممکن ہو تو ہم تم سے براءت کا اظہار کریں گے۔(البقرۃ:۱۶۷)

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	لِلَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	بَلْ	مَكْرُ
اور کہا	ان لوگوں نے	کمزور سمجھے جاتے تھے	ان سے جو	بڑے بنتے تھے	بلکہ	چال
الَّيْلِ	وَالنَّهَارِ	اِذْ	تَاْمُرُوْنَنَآ	اَنْ	نَّكْفُرَ	بِاللّٰهِ
رات	اور دن کی	جب	تم ہمیں حکم دیتے تھے	یہ کہ	ہم کفر کریں	اللہ کے ساتھ
وَنَجْعَلَ	لَهٗٓ	اَنْدَادًا ؕ	وَاَسَرُّوا	النَّدَامَةَ	لَمَّا
اور ہم ٹھہرائیں	اس کے لیے	شریک	اور وہ چھپائیں گے	ندامت	جب
رَاَوُا	الْعَذَابَ ؕ	وَجَعَلْنَا	الْاَغْلٰلَ	فِيْٓ	اَعْنَاقِ	الَّذِيْنَ
وہ دیکھیں گے	عذاب	اور ہم ڈال دیں گے	طوق	میں	گردنوں	ان لوگوں کی
كَفَرُوْا ؕ	هَلْ	يُجْزَوْنَ	اِلَّا	مَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿٣٣﴾
جنہوں نے کفر کیا	نہیں	وہ بدلہ دیے جائیں گے	مگر	اسی کا جو	وہ تھے	عمل کرتے

''کمزور لوگ بڑوں سے کہیں گے کہ ہماری گمراہی کا سبب تمہاری شب و روز کی چالاکی تھی جو تم ہم سے کیا کرتے تھے تاکہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرائیں، یہ لوگ عذاب دیکھیں گے تو اپنے دلوں میں پچھتائیں گے اور ہم منکرین کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے وہ نہیں بدلہ دیئے جائیں گے مگر اپنے اعمال کے مطابق۔'' (۳۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن مجرموں کا آپس میں تکرار اور کمزور لوگوں کا بڑے لوگوں کو جواب۔

تابع لوگ اپنے مطاع لوگوں کی بات کو رد کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہرگز نہیں! بلکہ تمہاری صبح وشام کی چالاکیاں تھیں کہ تم نے اپنے مکروفریب سے ہمیں ایسے راستے پر چلایا کہ ہم اللہ کیساتھ کفر کرتے اور دوسروں کو اس کا شریک بناتے رہے۔ صبح و شام کے مکروفریب سے مراد پیروں کے گھور کھ دندھے، لیڈروں کی چالبازیاں اور علمائے سوء کی بدعات ورسومات ہیں جن کے لیے سیاست دان سیاست اور مذہبی پیشوا مذہب کے نام پر عوام کو قابو رکھتے ہیں۔ اس طرح ماتحت لوگ اپنے کفر وشرک کو بڑوں کے ذمے لگائیں گے اور خود اپنی براءت کا اظہار کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاسی رہنما عوام کو کفر اور بے دینی کے کاموں میں مبتلا کرتے ہیں، بُرے علماء اور پیر بظاہر کفریہ حرکات کی دعوت نہیں دیتے لیکن دین کے نام پر بنائی ہوئی رسومات اور بدعات سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جھوٹی کرامات سنا، سنا کر مریدوں سے کفر وشرک کے کام کرواتے اور نذرانے وصول کرتے ہیں۔

جب بڑے اور چھوٹے، حاکم اور محکوم، پیر اور مرید، علماء اور مقتدی جہنم کا عذاب دیکھیں گے تو ان کے چہروں پر پریشانی عیاں ہوگی بڑے لوگ اس لیے پریشان ہوں گے کہ دنیا میں جو ہم لوگوں سے وعدے کیا کرتے تھے وہ جھوٹے ثابت ہوئے چھوٹے اس لیے پریشان ہوں گے کہ ہم نے اپنی حماقت کی بنیاد پر ان پر بھروسہ کیا جبکہ آج یہ ہماری طرح ہی مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے اسی سوچ و بچار میں مبتلا ہوں گے تو اچانک ملائکہ ان کی گردنوں میں طوق پہنا دیں گے اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالتے ہوئے کہیں گے کہ یہ تمہارے کفر و شرک کا بدلہ ہے اس حالت میں گھسیٹ کر انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

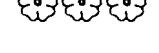
مسائل

۱۔ قیامت کے دن جہنمی اپنی گمراہی کو ایک دوسرے کے ذمہ لگائیں۔
۲۔ جہنمیوں کو محشر کے میدان میں طوق اور بیڑیاں پہنائی جائیں گی۔
۳۔ جہنمیوں کو ان کے کفر و شرک کی پوری پوری سزا دی جائے گی۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا:

۱۔ قیامت کے دن مجرموں کو باہم زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ (ابراہیم: ۴۹)
۲۔ قیامت کے دن کفار کو طوق پہنا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (الحاقۃ: ۳۰۔۳۱)
۳۔ بدترین لوگوں کو منہ کے بل جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (الفرقان: ۳۴)
۴۔ قیامت کے دن مجرموں کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ (المعارج: ۴۴)
۵۔ قیامت کے دن مجرموں کو دھکتی ہوئی آگ میں داخل کیا جائے گا۔ (الغاشیۃ: ۴)
۶۔ جہنمیوں کو آگ کا لباس پہنا کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ (الحج: ۱۹)
۷۔ جو شخص برے اعمال کے ساتھ آیا اسے اوندھے منہ جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (النمل: ۹۰)
۸۔ اللہ کے ساتھ کسی اور الہ کو پکارنے والا جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ (بنی اسرائیل: ۳۹)
۹۔ منافق جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار پڑتی رہے گی۔ (التوبۃ: ۶۸)



وَ	مَآ	اَرْسَلْنَا	فِيْ	قَرْيَةٍ	مِّنْ	نَّذِيْرٍ	اِلَّا
اور	نہیں	ہم نے بھیجا	میں	کسی بستی	کوئی	ڈرانے والا	مگر
قَالَ	مُتْرَفُوْهَآ	اِنَّا	بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ
کہا	اس کے خوشحال لوگوں نے	بلاشبہ ہم	ساتھ اس کے جو	تم بھیجے گئے ہو	اس کے ساتھ
كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾	وَقَالُوْا	نَحْنُ	اَكْثَرُ	اَمْوَالًا	وَّاَوْلَادًا
انکار کرنے والے	اور انہوں نے کہا	ہم	زیادہ ہیں	مال کے لحاظ سے	اور اولاد کے لحاظ سے
وَّمَا	نَحْنُ	بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾
اور نہیں	ہم	عذاب دیے جائیں گے

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا ہو کہ جو دعوت تم لے کر آئے ہو اس کو ہم نہیں مانتے۔ (۳۴) انہوں نے یہی کہا کہ ہم تم سے زیادہ مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کی گمراہی میں مال دار طبقہ کا کردار۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے جس بستی میں بھی لوگوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈرانے والا بھیجا وہاں کے مال دار طبقے نے ہمیشہ انہیں کہا کہ جس دعوت کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے انکار کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتے اور کہتے تھے کہ ہم اس ڈرانے والے اور اس کی اتباع کرنے والوں سے مال اور افرادی قوت میں زیادہ ہیں اور ہم کسی صورت عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے، یہی سوچ اور کردار مکہ والوں کا تھا وہ اپنی افرادی قوت اور مال پر اتراتے ہوئے نبی علیہ السلام کو طعنہ دیا کرتے تھے کہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو اور تیری پیروی کرنے والے حق پر ہیں تو پھر تمہیں دنیا کا مال و دولت کیوں نہیں دیا گیا؟ تمہارے بقول اگر ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُرے اور مغضوب ہیں تو ہم پر عذاب نازل کیوں نہیں ہوتا؟ تمہارے بار بار اعلان کرنے کے باوجود ہم پر عذاب نازل نہیں ہوا تو اس کا صاف مطلب ہے کہ اللہ ہم پر راضی ہے اس لیے اس نے ہمیں مال و دولت، وقار اور اقتدار دے رکھا ہے اور قیامت کے دن بھی ہمیں سزا نہیں دی جائے گی۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِالسُّوْقِ دَاخِلًا مِّنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَهٗ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهٗ فَأَخَذَ بِأُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ أَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهٖ قَالَ أَتُحِبُّوْنَ أَنَّهٗ لَكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ

حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيهِ لِأَنَّهُ أَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ» (رواه مسلم: كتاب الزهد والرقائق)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانب سے بازار میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے آپ ایک مردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزرے آپ نے اس کے ایک کان کو پکڑ کر پوچھا کون اسے ایک درہم کے بدلے لینا پسند کرے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم تو اسے کسی چیز کے بدلے بھی لینا نہیں چاہتے اس کا ہم کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اسے پسند کرتے ہو کہ یہ بکری کا بچہ تمہارا ہوتا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو کان چھوٹے ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا جاتا۔ اب تو یہ مُردہ ہے اس لیے ہم اسے کیسے پسند کریں آپ نے فرمایا: جیسے تمہارے نزدیک یہ بکری کا مردہ بچہ بڑا ہی حقیر ہے، اللہ کی قسم! اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔''

مسائل

۱۔ مال دار طبقہ کی اکثریت نے ہمیشہ انبیائے کرام کی دعوت کو ٹھکرایا ہے۔
۲۔ مال دار لوگوں کی اکثریت اپنے مال اور افرادی قوت پر اترایا کرتی ہے۔
۳۔ بے دین اور مال دار لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم پر گرفت نہیں ہوگی۔

تفسیر بالقرآن

مال دار لوگوں کا کردار اور مال کی حقیقت:

۱۔ جو کچھ زمین میں ہے وہ باعثِ آزمائش ہے۔ (الکہف: ۷)
۲۔ دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں قلیل اور حقیر ہے۔ (التوبۃ: ۳۸)
۳۔ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے۔ (العنکبوت: ۶۴) ۴۔ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)
۵۔ لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی معمولی فائدہ ہے۔ (الرعد: ۲۶)
۶۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ (الحدید: ۲۰)
۷۔ دنیا کی زندگی کی مثال آسمان سے نازل ہونے والی بارش کی طرح ہے۔ (یونس: ۲۴)
۸۔ مالدار بخل کو اپنے لیے اچھا خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے لیے بُرا ہے۔ (آل عمران: ۱۸۰)
۹۔ اللہ کی آیات کے مقابلے میں پوری دنیا حقیر ہے۔ (البقرۃ: ۱۷۴)

قُلْ	اِنَّ	رَبِّيْ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ
فرمادیجیے	بلاشبہ	میرارب	وہ کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کے لیے	وہ چاہتا ہے
وَيَقْدِرُ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾	وَمَآ
اور وہ تنگ کرتا ہے	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں	جانتے	اور نہیں
اَمْوَالُكُمْ	وَلَآ	اَوْلَادُكُمْ	بِالَّتِيْ	تُقَرِّبُكُمْ	عِنْدَنَا	زُلْفٰٓى
تمہارے مال	اور نہ	تمہاری اولاد	جو	تمہیں قریب کردے	ہمارے پاس	درجے میں
اِلَّا	مَنْ	اٰمَنَ	وَعَمِلَ	صَالِحًا ۫	فَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ
مگر	جو	ایمان لایا	اس نے عمل کیے	نیک	تو یہی لوگ	ان کے لیے

ع ۲ ۱۰

''اے نبی ان سے فرمادیں کہ میرا رب جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے کم کر دیتا ہے مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔(۳۶) نہیں ہے تمہاری دولت اور تمہاری اولاد جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو، ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے یہی لوگ ہیں جن کے لیے

فہم القرآن

ربط کلام: بے دین مال دار طبقہ کا جواب اور دنیا کے رزق کی حقیقت۔

مال دار آدمی کا آہستہ آہستہ یہ ذہن بن جاتا ہے کہ مال کی فراوانی میری محنت اور ذہانت کا نتیجہ ہے بالخصوص وہ مال دار طبقہ جنہیں کئی نسلوں سے مال کی کشادگی حاصل ہو اور وہ من مانی کی زندگی گزار رہے ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی رسی دراز کردی جاتی ہے تو وہ یقین کر بیٹھتے ہیں کہ یہ مال ہماری اور ہمارے بڑوں کی محنت اور ذہانت کا صلہ ہے، انہیں یہ حقیقت باور کروانے کے لیے نبی علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ آپ انہیں بتلائیں کہ رزق کی کشادگی اور اس کا کم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ انسان کو صرف محنت اور ذہانت کی بنیاد پر رزق کی کشادگی حاصل نہیں ہوتی یہ تو اللہ کی حکمت ہے کہ جسے چاہے رزق کی فراخی سے سرفراز کرے اور جس کا چاہے رزق کم کردے لیکن لوگوں کی اکثریت اس حقیقت سے لاعلم ہوتی ہے یعنی اس پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔

لوگو! مال اور اولاد پر اترانے کی بجائے اپنے رب کا شکر ادا کرو اور اس کی فرمانبرداری میں زندگی بسر کرو جس مال پر اتراتے ہو یہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی نشانی نہیں۔ مال اور اولاد اکثر دفعہ انسان کو اپنے رب سے دور کردیتے ہیں ہاں وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ضرور قریب ہوگا بے شک وہ مال دار ہو یا غریب جو حقیقی طور پر ایمان لائے اور صالح اعمال کرتا رہے، ایسے لوگوں کے لیے ان کے اعمال کا دوگنا بدلہ ہوگا اور وہ جنت کے بالا خانوں میں پُرسکون رہیں گے۔ سکون کا ذکر فرما کر

جَزَآءُ الضِّعْفِ	بِمَا	عَمِلُوْا	وَهُمْ	فِي	الْغُرُفٰتِ
دوگنا بدلہ ہے	بہ سبب اس کے جو	انہوں نے عمل کیے	اور وہ	میں	بالا خانوں
اٰمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾	وَالَّذِيْنَ	يَسْعَوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا	مُعٰجِزِيْنَ
امن والے ہوں گے	اور جو لوگ	کوشش کرتے ہیں	میں	ہماری آیتوں	عاجز کرنے کی
اُولٰٓئِكَ	فِي	الْعَذَابِ	مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٨﴾		
یہی لوگ	میں	عذاب	حاضر کیے جائیں گے		

اُن کے عمل کا دوہرا ثواب ہے اور وہ بلند و بالا محلات میں سکون سے رہیں گے۔(۳۷) اور جو لوگ ہماری آیات کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔''(۳۸)

اشارہ کیا ہے کہ ضروری نہیں کہ دنیا کا مال اور اولاد انسان کے لیے سکون کا باعث ہو اکثر دفعہ مال اور اولاد بے سکونی کا باعث ہوتے ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور احکام کو حقیر سمجھتے ہیں ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ انہیں جہنم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا جس میں یہ ناقابلِ برداشت اذیت پائیں گے۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن نیک اور بد لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا ملے گی۔

۲۔ نیک لوگ جنت میں امن و سلامتی کے ساتھ رہیں گے۔ ۳۔ کفار جہنم میں ہمیشہ رسوا ہوتے رہیں گے۔

تفسیر بالقرآن

مال اور اولاد آزمائش ہیں:

۱۔ مال اور اولاد دنیا کی نمائش ہیں باقی رہنے والے نیک اعمال ہیں۔(الکہف:۴۶)

۲۔ قیامت کے دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔(الشعراء:۸۸)

۳۔ جان لو کہ مال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔(الانفال:۲۸)

۴۔ اے ایمان والو تمہیں مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔(المنافقون:۹)

۵۔ مال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔(التغابن:۱۵)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے مال اور جان کے بدلے جنت کا وعدہ کیا ہے۔(التوبۃ:۱۱۱)

قُلْ	اِنَّ	رَبِّيْ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ
فرمادیجیے	بے شک	میرا رب	وہ کشادہ کرتا ہے	رزق	جس کے لیے	وہ چاہتا ہے
مِنْ	عِبَادِهٖ	وَيَقْدِرُ	لَهٗ ؕ	وَمَآ	اَنْفَقْتُمْ
سے	اپنے بندوں	اور وہ تنگ کرتا ہے	اس کے لیے	اور جو	تم خرچ کرو گے
مِّنْ شَيْءٍ	فَهُوَ	يُخْلِفُهٗ ۚ	وَهُوَ	خَيْرُ	الرّٰزِقِيْنَ ﴿٣٩﴾
کوئی چیز	تو وہ	بدلہ دے گا اس کا	اور وہ	سب سے بہتر	رزق دینے والا ہے

''اے نبی انہیں بتلائیں کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تھوڑا دیتا ہے جو تم خرچ کرو گے وہ اس کا بدلہ دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' (۳۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بے دین مالداروں کا انجام بتلانے کے بعد اب پھر مال کی حقیقت بتلائی جارہی ہے۔

دنیا پرست لوگوں کے دلوں میں یہ بات سما جاتی ہے کہ مال واسباب اور اقتدار ہماری محنت اور ذہانت کا نتیجہ ہے یہ لوگ اس غلط فہمی کا بھی شکار ہو جاتے ہیں کہ کسی کو مال اور اقتدار کا ملنا اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جسے چاہے رزق کشادہ عطا فرمائے اور جس کا چاہے رزق تنگ کر دے یہ اس کی اپنی حکمت ہے کہ دنیا میں اقتدار اور اسباب اکثر ان لوگوں کے پاس رہے ہیں جو اس کے نافرمان اور اس کے بندوں پر ظلم کرنے والے تھے اور ہیں، ان کے مقابلے میں جو لوگ اپنے رب سے ڈر ڈر کر زندگی گزارنے والے ہوتے ہیں نہ صرف اکثر اُن کی گزران تنگ ہوتی ہے بلکہ ہمیشہ ظالموں کے ظلم کا شکار رہتے ہیں۔ ظالموں کے رزق کو بڑھانا اور نیک لوگوں کا رزق کم رکھنا یہ منعمِ حقیقی کی مشیّت پر منحصر ہے وہ جس کا چاہے رزق کم کرے اور جس کا چاہے بڑھاتا چلا جائے یہ اس کی مرضی ہے اس میں کسی کا عمل دخل نہیں اور نہ ہی اس کے ہاں یہ کسی کے اچھا اور بُرا ہونے کا معیار ہے البتہ جو نیک لوگ اس کی رضا کے لیے خرچ کریں گے وہ اس کا بدلہ پائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ صرف حلال چیزوں سے صدقہ قبول فرماتا ہے تو اللہ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لیتے ہوئے شرف قبولیت بخشتے ہیں پھر اس کو اس طرح بڑھاتے ہیں جس طرح کہ تم اپنے بچھڑے کی پرورش کر کے اسے بڑا کرتے ہو۔ یہاں تک کہ ایک کھجور کا ثواب پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''

(رواہ البخاری: باب الصَّدَقَةِ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ)

وَيَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيْعًا	ثُمَّ	يَقُوْلُ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اَهٰٓؤُلَآءِ
اور جس دن	وہ اکٹھا کرے گا	ان سب کو	پھر	وہ کہے گا	فرشتوں کے لیے	کیا یہی لوگ ہیں
اِيَّاكُمْ	كَانُوْا	يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾	قَالُوْا	سُبْحٰنَكَ	اَنْتَ	وَلِيُّنَا
خاص تمہاری	جو تھے	وہ عبادت کرتے	وہ کہیں گے	تو پاک ہے	تو ہی	ہمارا کارساز ہے
مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ	بَلْ	كَانُوْا	يَعْبُدُوْنَ	الْجِنَّ ۚ	اَكْثَرُهُمْ	
ان کے ماسوا	بلکہ	وہ تو تھے	وہ عبادت کرتے	جنوں کی	ان میں سے اکثر	

''اور جس دن ''اللہ'' تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے۔؟ (۴۰) ملائکہ جواب دیں گے کہ تو پاک ہے ہمارا تعلق ان سے نہیں آپ سے ہے یہ ہماری نہیں بلکہ جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان میں سے اکثر

فہم القرآن

ربطِ کلام: سابقہ آیات میں مال کو کفر وشرک کا ایک سبب قرار دیا ہے جس پر اترا کر لوگ کفر وشرک کا ارتکاب کرتے ہیں اس کے بعد مال کا انجام ذکر کیا اور اس کے ساتھ ہی نیکو کار مخیر حضرات کا تذکرہ فرمایا کہ وہ جو خرچ کرتے ہیں انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اب ان مشرکوں کا عقیدہ اور انجام ذکر کیا جاتا ہے جو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔

مشرکین میں ہمیشہ سے ایک طبقہ ایسا رہا ہے جو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتا اور ان سے مدد طلب کرتا ہے ان کا کہنا ہے کہ قیامت کے دن ملائکہ ہماری سفارش کریں گے قیامت کے دن ان لوگوں کے سامنے ملائکہ کو کھڑا کر کے سوال کیا جائے گا کہ بتلاؤ یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے اور تمہارا ان کے ساتھ کیا واسطہ تھا؟ ملائکہ دست بستہ ہو کر عرض کریں گے کہ بارالٰہا آپ تو ہر قسم کے شرک سے پاک اور مبرّا ہیں جہاں تک ہمارا معاملہ ہے۔ ہمارا مشرکوں سے کیا واسطہ، ہمارے مالک تو آپ ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے نام پر جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور انکا جنات پر ہی ایمان تھا ملائکہ کی برأت کے بعد رب ذوالجلال اعلان فرمائیں گے کہ آج تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو نفع اور نقصان دینے کا اختیار نہیں رکھتا اس کے بعد حکم صادر ہوگا کہ انہیں جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں جھونک دیا جائے کیونکہ یہ جہنم کو جھٹلایا کرتے تھے۔

یاد رہے کہ ملائکہ کو ''اللہ'' کی بیٹیاں قرار دینے اور ان کی عبادت کرنے والے صرف مکہ اور عرب کے مشرک ہی نہ تھے بلکہ آج بھی جاپان، فرانس اور دیگر ممالک میں کروڑوں لوگ ایسے ہیں جو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی عبادت کرتے اور ان سے مدد مانگتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ملائکہ ہمارے سفارشی ہوں گے۔

بِهِمْ	مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾	فَالْيَوْمَ	لَا	يَمْلِكُ	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ
انہی پر	ایمان رکھتے تھے	پس آج	نہیں	اختیار رکھتا	تمہارا بعض	بعض کے لیے
نَّفْعًا	وَّلَا	ضَرًّا ؕ	وَنَقُوْلُ	لِلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
نفع کا	اور نہ	نقصان کا	اور ہم کہیں گے	ان لوگوں کے لیے	جنہوں نے ظلم کیا
ذُوْقُوْا	عَذَابَ	النَّارِ	الَّتِيْ	كُنْتُمْ	بِهَا	تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾
تم چکھو	عذاب	آگ کا	وہ جو	تم تھے	اسے	جھٹلاتے

انہی پر ایمان لائے ہوئے تھے۔(۴۱)اس وقت ہم کہیں گے کہ آج تم میں سے کوئی کسی کو نہ فائدہ پہنچانے اور نقصان دینے کا اختیار نہیں رکھتا اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''(۴۲)

«كَانُوْا إِذَا نَزَلُوْا الْوَادِيَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الْوَادِيْ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهِ، فَتَقُوْلُ الْجِنُّ مَا نَمْلِكُ لَكُمْ وَلَا لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعاً» (تفسیر الطبری: سورۃ الجن)

''عرب لوگ جاہلیت میں جب کسی جنگل یا وادی میں سفر کرتے تو آوازیں دیتے کہ ہم اس جنگل کی چیزوں کے شر سے سردار جن سے پناہ مانگتے ہیں۔جن آگے سے جواب دیتے کہ ہم نہ تمہارے اور نہ اپنے نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ مشرکوں میں ایک طبقہ ہمیشہ سے ملائکہ اور جنّات کی عبادت کرتا آرہا ہے۔
۲۔ قیامت کے دن ملائکہ اپنے ساتھ کیے گئے شرک سے برأت کا اظہار کریں گے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے پاک اور مبرّا ہے۔ ۴۔ مشرکوں کو جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا۔
۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا اور آخرت میں کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن ملائکہ کی حالت:

۱۔ قیامت کے دن تمام فرشتے اور جبرائیل علیہ السلام اپنے رب کے روبرو قطار میں کھڑے ہوں گے۔(النبا:۳۸)
۲۔ قیامت کے دن فرشتے صف بنا کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے۔(الفجر:۲۲)
۳۔ قیامت کے دن فرشتے جنتیوں کو سلام پیش کرتے ہوئے انہیں جنت میں داخل کریں گے۔(الرعد:۲۳،۲۴)
۴۔ قیامت کے دن ملائکہ اپنے ساتھ کیے گئے شرک کا انکار کردیں گے۔(سبا:۴۱)

وَ	اِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	قَالُوْا
اور	جب	تلاوت کی جاتی ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	واضح	تو وہ کہتے ہیں

مَا	هٰذَآ	اِلَّا	رَجُلٌ	يُّرِيْدُ	اَنْ	يَّصُدَّكُمْ
نہیں	یہ	مگر	ایک ایسا آدمی	وہ چاہتا ہے	یہ کہ	وہ تمہیں روک دے

عَمَّا	كَانَ	يَعْبُدُ	اٰبَآؤُكُمْ ۚ	وَقَالُوْا	مَا
ان سے	تھے	وہ عبادت کرتے	تمہارے باپ دادا	اورانہوں نے کہا	نہیں

هٰذَآ	اِلَّآ	اِفْكٌ	مُّفْتَرًى ؕ	وَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
یہ	مگر	ایک جھوٹ	گھڑا ہوا	اور کہا	ان لوگوں نے	جنہوں نے کفر کیا

لِلْحَقِّ	لَمَّا	جَآءَهُمْ ۙ	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾
حق کی بابت	البتہ جب	وہ آیا ان کے پاس	نہیں	یہ	مگر	جادو	واضح

''ان لوگوں کو جب ہماری واضح آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تو بس یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اُن معبودوں سے ہٹا دے جن کی تمہارے باپ دادا عبادت کرتے آئے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بنایا ہوا جھوٹ ہے۔ ان کے سامنے حق آیا تو کہنے لگے یہ تو واضح طور پر جادو ہے۔'' (۴۳)

فہم القرآن

ربط کلام: توحید کی دعوت کے مقابلے میں مشرکین کا ردّعمل۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کی آیات مشرکینِ مکہ کو پڑھ کر سنائی جاتیں تو ان کے کئی قسم کے ردّعمل ہوا کرتے تھے کبھی آپ ﷺ کو مجنون اور جادوگر قرار دیتے اور کبھی جادوزدہ کہتے تھے کبھی جھوٹا ہونے کا الزام لگاتے اور لوگوں کو باور کرانے کی کوشش کرتے کہ یہ آدمی اپنی طرف سے آیات بنا بنا کر ہمیں اپنے آباء واجداد کے طریقۂ عبادت سے ہٹانا چاہتا ہے، جب دیکھتے کہ ہمارے تمام الزامات اور ہتھکنڈوں کے باوجود لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوتے جارہیں تو یہ لوگ قرآن مجید کو کھلا جادو قرار دے دیتے ان کے جواب میں ارشاد ہوا کہ اس سے پہلے ان کی طرف نہ کوئی کتاب نازل کی گئی اور نہ ہی کوئی رسول ان کے پاس بھیجا گیا ہے اس وجہ سے یہ لوگ بلا دلیل اپنی جہالت پر قائم ہیں دراصل یہ لوگ اپنی مالداری کی بنا پر حقائق کو جھٹلائے جارہے ہیں حالانکہ انہیں پہلے لوگوں کے مقابلے میں دنیا کے مال کا عشر وعشیر بھی نہیں دیا گیا، ان سے پہلے لوگوں نے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب کی جنہیں ہولناک عذاب نے آلیا جس سے انہیں بچانے والا کوئی نہیں تھا۔

وَمَآ	اٰتَيْنٰهُمْ	مِّنْ	كُتُبٍ	يَّدْرُسُوْنَهَا	وَمَآ
اور نہیں	ہم نے دیں ان کو	سے	کتابوں	کہ وہ انہیں پڑھتے ہوں	اور نہیں

اَرْسَلْنَآ	اِلَيْهِمْ	قَبْلَكَ	مِنْ	نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾	وَكَذَّبَ	الَّذِيْنَ
ہم نے بھیجا	ان کی طرف	آپ سے پہلے	کوئی	ڈرانے والا	اور جھٹلایا	ان لوگوں نے جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ	وَمَا	بَلَغُوْا	مِعْشَارَ	مَآ	اٰتَيْنٰهُمْ
ان سے پہلے تھے	اور نہیں	وہ پہنچے	دسواں حصہ	جو	ہم نے ان کو دیا

فَكَذَّبُوْا	رُسُلِيْ ۖ	فَكَيْفَ	كَانَ	نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾
پس انہوں نے جھٹلایا	میرے رسولوں کو	تو کیسا	ہوا	میرا عذاب

نہ ہم نے ان لوگوں کو کوئی کتاب دی کہ یہ اسے پڑھتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی متنبہ کرنے والا بھیجا گیا۔ (۴۴) ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں جو کچھ ہم نے انہیں دیا تھا اس کے عشرِ عشیر تک بھی نہیں پہنچے جب انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میری سزا کتنی سخت تھی۔'' (۴۵)

مسائل

۱۔ اکثر لوگ حقائق کے باوجود اپنے آباء واجداد کے طریقہ پر قائم رہتے ہیں۔
۲۔ لوگ بلا دلیل انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا کرتے تھے۔
۳۔ اہلِ مکہ کے پاس قرآن مجید اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی کتاب اور نبی نہیں آیا تھا۔
۴۔ کسی قوم کو دنیا کے مال واسباب عذاب سے نہیں بچا سکتے۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کے مال واسباب کی حیثیت:

۱۔ مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں باقی رہنے والے نیک اعمال ہیں۔ (الکہف:۴۶)
۲۔ قیامت کے دن مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ (الشعراء:۸۸)
۳۔ جان لو کہ مال، اولاد تمھارے لیے آزمائش ہیں۔ (الانفال:۲۸)
۴۔ اے ایمان والو تمھیں مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں۔ (المنافقون:۹)

قُلْ	اِنَّمَآ	اَعِظُكُمْ	بِوَاحِدَةٍ ۚ	اَنْ	تَقُوْمُوْا	لِلّٰهِ
فرمادیجیے	صرف	میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں	ایک کی	یہ کہ	تم کھڑے ہوجاؤ	اللہ کے لیے
مَثْنٰى	وَفُرَادٰى	ثُمَّ	تَتَفَكَّرُوْا ۗ	مَا	بِصَاحِبِكُمْ	مِّنْ
دودو	اورایک ایک	پھر	تم غور کرو	نہیں	تمہارے ساتھی میں	سے
جِنَّةٍ ۭ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	نَذِيْرٌ	لَّكُمْ
دیوانگی	نہیں	وہ	مگر	ڈرانے والا	تمہیں
بَيْنَ يَدَيْ	عَذَابٍ	شَدِيْدٍ ﴿٤٦﴾
پہلے	عذاب سے	سخت

''اے نبی ان سے فرمائیں کہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر سوچو کہ تمہارے صاحب میں کوئی پاگل پن ظاہر ہوتا ہے وہ تو سخت عذاب آنے سے پہلے تمہیں متنبہ کرنے والا ہے۔''(۴۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: منکرینِ حق کو پے در پے پانچ استفسارات کرنے کے بعد سمجھایا ہے کہ عذابِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اپنے قول و کردار پر غور کرو۔

قرآن مجید اپنی دعوت کو جبر سے منوانے کی بجائے لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اس لیے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ انہیں فرمائیں کہ اللہ کے لیے دو، دو یا اکیلے اکیلے ہو کر سوچو کہ کیا مجھے جنون ہو گیا ہے؟ میں تو تمہیں سخت عذاب سے متنبہ کر رہا ہوں کہ اگر تم اسی روش پر چلتے رہے تو شدید عذابِ میں مبتلا کیے جاؤ گے اور تمہیں کوئی بھی بچانے والا نہیں ہوگا۔ نبی کریم ﷺ لوگوں کی اصلاح اور فلاح کے لیے رات دن ایک کیے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود لوگ بالخصوص اہلِ مکہ آپکی دعوت پر غور کرنے کی بجائے آپ کو مجنون کہتے حالانکہ آپ نے ان میں چالیس سال کا عرصہ گزارا تھا جب صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر سرِ عام دعوت پیش کی تو سب سے پہلے یہ سوال کیا تھا کہ بتاؤ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جواب میں لوگوں نے بیک زبان ہو کر کہا تھا کہ ہم نے آپ کو ہر اعتبار سے سچا اور امین پایا ہے۔ (سیرت ابن ہشام) مگر اس کے باوجود کبھی آپ ﷺ کو مجنون کہتے اور کبھی جادوگر قرار دیتے تھے حالانکہ بیت اللہ میں حجرِ اسود نصب کرنے کے وقت تمام لوگ آپ کی عقل و دانش کو خراجِ تحسین پیش کر چکے تھے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَابَنِيْ فِهْرٍ يَابَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ

الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَاهُوَ فَجَاءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَئَيْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ» (رواہ البخاری: باب وانذر عشیرتک الاقربین)

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں'' تو نبی ﷺ نکلے اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئے، آپ پکارنے لگے، اے بنوفہر! اے بنوعدی! اسی طرح آپ نے قریش کے تمام قبائل کو مخاطب کیا یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور جو شخص نہ آسکا تو اس نے معلوم کرنے کے لیے کہ کیا معاملہ ہے اپنا نمائندہ بھیج دیا ابولہب اور قریش کے لوگ بھی آئے۔ آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ، اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی اوٹ سے ایک لشکر نکل رہا ہے دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ایک لشکر وادی سے نکل کر تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا اور کہا کہ ہم نے آپ کے بارے میں ہمیشہ سچائی کا تجربہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اس شدید عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہیں پیش آنے والا ہے یہ سن کر ابولہب کہنے لگا، تباہ ہو جائے کیا تو نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی ''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے۔''

مسائل

۱۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بار بار غور و فکر کی دعوت دی۔

۲۔ اہلِ مکہ آپ ﷺ کی دانشمندی کا اعتراف کرنے کے باوجود آپ کو مجنون کہتے تھے۔

۳۔ آپ ﷺ لوگوں کو عذابِ شدید سے متنبہ فرمایا کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

نبی کریم ﷺ پر لگائے گئے الزامات:

۱۔ نبی کریم ﷺ کو کفار جادوگر کہا کرتے تھے۔ (یونس: ۲)

۲۔ کفار آپ ﷺ کو کاہن اور مجنون کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ کاہن اور مجنون نہیں ہیں۔ (الطور: ۲۹)

۳۔ آپ ﷺ کو کفار شاعر کہتے تھے۔ (الطور: ۳۰) ۴۔ نبی اکرم ﷺ کو کفار جادوگر اور کذّاب کہتے تھے۔ (ص: ۴)

۵۔ آپ ﷺ پر کفار الزام لگاتے تھے کہ آپ قرآن مجید خود بنا لیتے ہیں۔ (النحل: ۱۰۱)

۶۔ کفار نے انبیاء علیہم السلام کو جادوگر اور مجنوں قرار دیا۔ (الذّاریات: ۵۲)

قُلْ	مَا	سَاَلْتُكُمْ	مِّنْ	اَجْرٍ	فَهُوَ	لَكُمْ
فرمادیجیے	جو	میں نے مانگا تم سے	سے	اجر	تو وہ	تمہارے لیے
اِنْ	اَجْرِيَ	اِلَّا	عَلَى	اللّٰهِ ۚ	وَهُوَ	عَلٰى
نہیں	میرا صلہ	مگر	پر	اللہ	اور وہ	پر
كُلِّ	شَيْءٍ	شَهِيْدٌ ﴿٤٧﴾	قُلْ	اِنَّ	رَبِّيْ	يَقْذِفُ
ہر	چیز کے	گواہ ہے	فرمادیجیے	بلاشبہ	میرا رب	وہ القا کرتا ہے
بِالْحَقِّ ۚ	عَلَّامُ	الْغُيُوْبِ ﴿٤٨﴾	قُلْ	جَآءَ	الْحَقُّ
حق بات	خوب جانتا ہے	پوشیدہ باتیں	فرمادیجیے	آ گیا	حق

''اِن سے فرمادیں اگر میں نے تم سے کوئی صلہ مانگا ہے تو وہ اپنے پاس رکھو۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر نگران ہے۔(۴۷) ان سے فرمائیں کہ میرا رب مجھ پر حق کا القا کرتا ہے اور وہ تمام خفیہ باتوں کو جاننے والا ہے۔(۴۸) اعلان فرمائیں کہ حق آ گیا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: گمراہ آدمی کی حماقت کی ایک وجہ اس کا مفاد اور لالچ ہوا کرتا ہے نبی معظم ﷺ کو لوگوں سے کوئی دنیوی مفاد نہیں تھا جس بنا پر کفار کے سامنے حق بیان کرتے ہوئے چار استفسار کیے گئے ہیں۔

اے پیغمبر ﷺ! انہیں فرمادیں کہ کیا میں نے تم سے اس دعوت کے کام پر کسی قسم کا مطالبہ کیا ہے جس بنا پر تم مجھے مجنون کہتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں کسی لالچ کے پیشِ نظر تمہارے نظریات کی مخالفت کرتا ہوں؟ ہرگز نہیں میرا مقصد تمہاری اصلاح کرنا ہے لہٰذا اپنا مال اپنے پاس رکھو۔ میرا صلہ میرے رب کے ذمہ ہے جو میرے اور تمہارے احوال کو اچھی طرح جانتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ میرا رب مجھ پر حق نازل کرتا ہے جسے میں من وعن تم تک پہنچا رہا ہوں اور اللہ سے کسی کا کوئی معاملہ اور بات پوشیدہ نہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے غیب کو جانتا ہے۔ یاد رکھو! حق آشکارہ ہو چکا ہے کہ معبودانِ باطل نے نہ پہلی بار کسی چیز کو پیدا کیا اور نہ دوسری مرتبہ کسی کو پیدا کر سکتے ہیں ان حقائق کے باوجود تم اپنے نقطہ نظر کے مطابق مجھے بھٹکا ہوا سمجھتے ہو تو اس کا وبال مجھ پر ہوگا اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس وحی کا نتیجہ ہے جو میری طرف میرا رب بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بات فوری طور پر سننے والا ہے یہ آپ کے بارے میں ایک سوال کا جواب ہے ورنہ آپ ﷺ حق پر تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ یٰس میں قسم کھا کر فرمایا ہے۔

{ يٰسٓ ۚ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ؕ﴿٤﴾ } (یٰس: ۱ تا ۴)

''یٰسٓ۔ اے سردار قسم ہے قرآن حکیم کی یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں اور سیدھے راستے پر ہیں۔''

وَمَا	يُبْدِئُ	الْبَاطِلُ	وَمَا	يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾	قُلْ
اور نہیں	ابتدا کرتا	باطل	اور نہ	وہ اعادہ کرتا ہے	فرما دیجیے
اِنْ	ضَلَلْتُ	فَاِنَّمَآ	اَضِلُّ	عَلٰى	نَفْسِىْ ۚ
اگر	میں بہکا ہوا ہوں	تو صرف	میں بہکتا ہوں	پر	اپنی جان
وَاِنِ	اهْتَدَيْتُ	فَبِمَا	يُوْحِىْٓ	اِلَىَّ	رَبِّىْ ؕ
اور اگر	میں ہدایت پر ہوں	تو بہ سبب اس کے جو	وحی کرتا ہے	میری طرف	میرا رب
	اِنَّهٗ	سَمِيْعٌ	قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾		
	بے شک وہ	خوب سننے والا	نہایت قریب ہے		

اب باطل کے لیے کچھ نہیں ہوسکتا۔(۴۹) کہیں کہ اگر میں گمراہ ہوگیا ہوں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس وحی کی بناء پر ہوں جو میرا رب مجھ پر نازل فرماتا ہے وہ سُننے والا ہے اور قریب تر ہے۔''(۵۰)

ان آیات میں قل کہہ کر چار باتیں آپ ﷺ کی زبان سے کہلوائی گئی ہیں۔

① میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ ② جو کچھ میں تمہیں پہنچاتا ہوں وہ ''اللہ'' ہی کا نازل کردہ ہے۔

③ حق یہ ہے کہ معبودانِ باطل نہ پہلی بار پیدا کر سکتے ہیں اور نہ دوسری بار ④ یقیناً میں اپنے رب کی ہدایت پر ہوں۔

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ دعوت کے بدلے میں کچھ نہیں لیتے تھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر بات سے باخبر ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہی آپ ﷺ پر حق نازل فرمایا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہر بات فی الفور سنتا ہے۔

۵۔ نبی اکرم ﷺ حق پر قائم اور لوگوں تک حق پہنچانے والے تھے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر انسان کے قریب ہے اور اس کی ہر بات سننے والا ہے:

۱۔ بے شک میرا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔(آل عمران:۳۸) ۲۔ بیشک اللہ دعاؤں کو سننے والا ہے۔(ابراہیم:۳۹)

۳۔ اللہ سے ڈرجاؤ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(الحجرات:۱) ۴۔ اللہ تعالیٰ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔(ق:۱۶)

۵۔ اللہ تعالیٰ انسان کے قریب ہے اور ہر کسی کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔(البقرۃ:۱۸۶)

وَ	لَوْ	تَرٰٓى	اِذْ	فَزِعُوْا	فَلَا	فَوْتَ
اور	کاش!	آپ دیکھیں	جب	وہ گھبرائے ہوئے ہوں گے	تو نہ	بچ سکیں گے بھاگ کر

وَاُخِذُوْا	مِنْ	مَّكَانٍ	قَرِيْبٍ ۙ﴿۵۱﴾	وَّقَالُوْٓا	اٰمَنَّا
اور وہ پکڑ لیے جائیں گے	سے	جگہ	نزدیک	اور وہ کہیں گے	ہم ایمان لے آئے

بِهٖ ۚ	وَاَنّٰى	لَهُمُ	التَّنَاوُشُ	مِنْ	مَّكَانٍ	بَعِيْدٍ ۚ﴿۵۲﴾
ساتھ اسکے	اور کہاں ہوگا	ان کے لیے	حاصل کرنا	سے	جگہ	دور

وَّقَدْ	كَفَرُوْا	بِهٖ	مِنْ قَبْلُ ۚ
اور تحقیق	انہوں نے کفر کیا	اس کے ساتھ	اس سے پہلے

''کاش آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب یہ لوگ گھبرائے ہوئے پھر رہے ہوں گے اور کہیں بچ کر نہ جا سکیں گے، بلکہ قریب سے ہی پکڑ لیے جائیں گے۔(۵۱) اُس وقت یہ کہیں گے کہ ہم اُس پر ایمان لے آئے، حالانکہ دور نکلی ہوئی چیز کس طرح ہاتھ آسکتی ہے۔(۵۲) یہ اس سے پہلے کفر کر چکے تھے۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفر وشرک پر قائم رہنے والوں کا انجام۔

کفار اور مشرکین جہنم کو دیکھتے اور ہانپتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے پسینے چھوٹ جائیں گے اور ان کے کلیجے منہ کو آجائیں گے وہ اپنے طور پر بھاگنے کی کوشش کریں گے ابھی بھاگنے کا سوچ ہی رہے ہوں گے کہ ملائکہ ان کی گردنیں دبوچتے ہوئے ان کے گلے میں جہنم کے طوق ڈال دیں گے اور ان کے پاؤں میں بیڑیاں پہنا دیں گے۔ انہیں کوڑوں سے ہانکتے ہوئے جہنم کی طرف دھکیل دیں گے۔ اس صورتِ حال میں جہنمی حسرت بھرے الفاظ اور انداز میں فریاد کریں گے کہ اب ہم ایمان لاتے ہیں کیونکہ ہم نے وہ سب کچھ دیکھ اور پالیا ہے جس کی ہم تکذیب کیا کرتے تھے لیکن اس وقت ایمان لانے کا مقام اور موقع کہاں ہوگا ایمان ان سے بہت دور ہوگا یعنی انہیں ایمان لانے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے لیے دنیا کی زندگی میں پورا پورا موقعہ دیا گیا تھا لیکن انہوں نے اپنے اندھے پن کی وجہ سے اس موقعہ کو کھو دیا، اب دار العمل کی بجائے دار الامتحان ہوگا اور اس کا نتیجہ بھگتنے کا وقت اور مقام ہوگا اس وقت ان کی امیدوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے جہنمیوں کے درمیان حائل کر دیا گیا کیونکہ یہ لوگ اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے بارے میں بے یقینی کا شکار تھے جو لوگ دنیا میں بے چینی کا شکار تھے آخرت میں ان کے اضطراب کی کوئی حد نہ ہوگی۔

کچھ مفسرین نے ان آیات کو دنیا کے عذاب پر منطبق کیا ہے کہ جب ایسے لوگوں پر اللہ کا عذاب آتا ہے تو وہ اس وقت

وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ

اور وہ پھینکتے رہے بن دیکھے سے جگہ دور اور حائل کردی جائے گی ان کے درمیان

وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ

اور درمیان جو وہ چاہیں گے جیسے کیا گیا ان جیسے کام کرنے والوں کے ساتھ اس سے پہلے

اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾ ع

بلاشبہ وہ تھے میں شک اضطراب میں ڈالنے والے

ع ۹ ۶ ۱۲

اور بلاوجہ دور دور کی کوڑیاں لایا کرتے تھے۔ (۵۳) جس چیز کی یہ تمنا کر رہے ہوں گے اس سے محروم کر دیے جائیں گے جس طرح ان کے پیش رَو محروم ہو چکے، کیونکہ یہ بڑے گمراہ کُن شک میں پڑے ہوئے تھے۔'' (۵۴)

بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں پاتے وہ ایمان لانے کا اظہار کرتے ہیں لیکن ان کا ایمان قبول نہیں کیا جاتا جس شک میں مبتلا ہوتے ہیں اسی حالت میں موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں اور اسی انجام کو پہنچ جاتے ہیں جس انجام سے ان کے پیش رو دوچار ہوئے تھے۔

مسائل

۱۔ مجرم جہنم کا عذاب دیکھ کر گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کر رہے ہوں گے تو انہیں جکڑ لیا جائے گا۔

۲۔ مجرم ایمان لانے کی خواہش کا اظہار کریں گے لیکن انہیں موقعہ نہیں دیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

مجرموں کی خواہش اور آرزوئیں:

۱۔ جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو واپس لوٹا دے۔ (السجدۃ: ۱۲)

۲۔ جہنمی جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو دوبارہ لوٹا دیے جائیں گے۔ (السجدۃ: ۲۰)

۳۔ جب بھی ارادہ کریں گے کہ ہم جہنم سے نکلیں تو اس میں واپس لوٹائے جائیں گے۔ (الحج: ۲۲)

۴۔ اے رب ہمارے! ہمیں یہاں سے نکال ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔ (فاطر: ۳۷)

۵۔ اے رب ہمارے! ہم کو یہاں سے نکال اگر دوبارہ ایسا کریں تو بڑے ظالم ہوں گے۔ (المؤمنون: ۱۰۷)

سورۃ فاطر کا تعارف

سورۃ فاطر مکہ کی سرزمین پر نازل ہوئی اس کا نام اس کی پہلی آیت کا تیسرا لفظ ہے یہ سورت پانچ رکوعات اور پینتالیس آیات پر مشتمل ہے۔

ربطِ سورۃ: سورۃ سبا کے اختتام میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ آخرت کے بارے میں شک کرتے ہیں، وقت آئے گا کہ وہ آخرت پر ایمان لائیں گے لیکن اس وقت ایمان لانے کا انہیں کچھ فائدہ نہیں ہوگا وہ بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن فوراً گرفتار کر لیے جائیں گے سورۃ فاطر کی ابتداء ''اللہ'' کی حمد سے ہوئی ہے اور ملائکہ کی قوت کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ کچھ ملائکہ کے دو دو پر ہیں کچھ کے تین تین اور کچھ ملائکہ چار پروں والے ہیں اور جبریل امین علیہ السلام کے بارے میں اللہ کے نبی نے فرمایا ہے کہ "لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ" (رواه البخاری: کتاب بداء الخلق ،باب اذا قال احدکم آمین والملائکة فی السماء) ان کے چھ سو پَر ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اپنی مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور وہ ہر کام کرنے پر پوری قوت اور اختیار رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی تخلیق کا ذکر کرنے کے بعد اپنے اختیارات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت سے سرفراز کرے اور جسے چاہے اپنی رحمت سے محروم رکھے نہ اس کی رحمت کو کوئی روک سکتا ہے اور نہ اُسے جبراً کوئی حاصل کر سکتا ہے وہ ہر اعتبار سے غالب اور حکمت والا ہے یہ اُس کی رحمت کا ہی انداز ہے کہ وہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے کم کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں لیکن اس کے باوجود لوگ دوسروں کو معبود بناتے ہیں۔ قیامت قائم کرنے کے بارے میں اُس کا وعدہ برحق ہے اس دن کفار کو شدید عذاب ہوگا اور نیک لوگوں کو اجرِ عظیم دیا جائے گا۔

سورۃ کے دوسرے رکوع میں انسان کی تخلیق کے مراحل کا ذکر فرما کر واضح کیا ہے کہ انسان کن مراحل سے گزر کر پیدا ہوتا ہے، اس کے بعد بتلایا کہ سمندر میں میٹھے اور کڑوے پانی کا اکٹھا چلنا، سمندر سے مچھلیوں اور موتیوں کا نکلنا، رات اور دن کا ایک دوسرے کے کچھ حصہ پر غالب آنا اور چاند اور سورج کا اپنی اپنی ڈیوٹی پر وقت مقرر کے مطابق چلتے رہنا، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں عظیم نشانیوں کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہی تمہارا ''اللہ'' ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور سب کچھ اُسی کا ہے جن کو اللہ کے ساتھ پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی میں پڑے ہوئے پردے کے برابر بھی اختیارات نہیں رکھتے یہاں تک کہ وہ تمہاری فریاد بھی نہیں سُن سکتے جن کو تم اپنے رب کا شریک بناتے ہو وہ قیامت کے دن اپنے ماننے والوں کا انکار کریں گے لہٰذا لوگو! اِدھر اُدھر جانے کی بجائے صرف اپنے رب سے مانگا کرو، وہ غنی اور صاحبِ تعریف ہے اور تم سب اس کے در کے فقیر ہو اگر وہ چاہے تو سب کو ختم کر کے نئی مخلوق پیدا کر دے وہ ایسا کرنے پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے اور نہ ہی قیامت کے دن کوئی اس کے کام میں دخل انداز ہو سکے گا یہاں تک کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اس حقیقت سے آگاہ

کرنے کے بعد توحید اور کفر کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس طرح اندھا اور دیکھنے والا، اندھیرا اور روشنی، دھوپ اور سایہ، زندہ اور مُردے برابر نہیں ہوتے یہی موحد اور مشرک کا آپس میں فرق ہے۔

اتنا فرق ہونے کے باوجود لوگ ''اللہ'' کی توحید کو ماننے اور آپ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو آپ ﷺ کو دل چھوٹا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی جھٹلایا گیا ہے یہ لوگ حقیقت میں مُردہ ہو چکے ہیں آپ مُردوں کو نہیں سُنا سکتے۔ اس کے بعد بارش، پہاڑوں اور چوپاؤں کا ذکر فرما کر اشارۃً سمجھایا ہے کہ جس طرح بارش سے مختلف قسم کی نباتات نکلتی ہیں اور پہاڑوں کی مختلف اقسام اور رنگ ہوتے ہیں، چوپاؤں اور انسانوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اسی طرح لوگوں کے مزاج میں فرق ہوتا ہے کچھ لوگ نرم اور سلیم الفطرت ہوتے ہیں جو حق بات کو جلد قبول کر لیتے ہیں اور کچھ ان میں سے سخت طبیعت اور بدمزاج ہوتے ہیں جو حق بات کو قبول کرنے کی بجائے اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں البتہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی علم سے نوازا ہے وہ اپنے رب سے ڈرنے اور اس کی طرف رجوع کرنے والے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے کیونکہ وہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

سورت کے آخری دو رکوع میں دیگر مسائل بتلانے کے بعد مشرکوں کو چیلنج دیا ہے کہ اگر تمہارے بنائے ہوئے شریکوں کے پاس اُن کی پیدا کردہ کوئی چیز ہو یا کوئی اور دلیل ہو تو وہ پیش کرو حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا بُردبار اور بخشنہار ہے اگر وہ لوگوں کو اُن کے گناہوں کی وجہ سے پکڑنے پر آئے تو زمین پر کوئی چیز باقی نہ رہے لیکن اُس نے لوگوں کو ایک وقت تک مہلت دے رکھی ہے یقیناً وہ اپنے بندوں کی ہر وقت نگرانی کرنے والا ہے۔



سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَكُوْعُهَا – ٥
اٰيَاتُهَا – ٤٥

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	فَاطِرِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	جَاعِلِ
تمام تعریفیں	اللہ کے لیے ہیں	جو پیدا کرنے والا ہے	آسمانوں	اور زمین کو	بنانے والا
الْمَلٰٓئِكَةِ	رُسُلًا	اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ	مَّثْنٰى	وَثُلٰثَ	
فرشتوں کو	قاصد	پروں والے	دو دو	اور تین تین	
وَرُبٰعَ ؕ	يَزِيْدُ	فِي	الْخَلْقِ	مَا	يَشَآءُ ؕ
اور چار چار	وہ زیادہ کرتا ہے	میں	پیدائش	جو	وہ چاہتا ہے
اِنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ①
بلاشبہ	اللہ	پر	ہر	چیز	خوب قادر ہے

''اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے، جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پر ہیں، وہ اپنی مخلوق کی بناوٹ میں جس طرح چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''(۱)

فہم القرآن

تمام تعریفات ''اللہ'' ہی کے لیے ہیں جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا اور وہی ملائکہ کو پیغام رساں بنانے والا ہے اسی نے ملائکہ کو دو دو، تین تین اور چار چار پَر عطا فرمائے ہیں وہ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ ہر کام کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس لیے بھی تعریف کا مستحق ہے۔

ملائکہ کی تخلیق کے بیان کے فوراً بعد ''يَزِيْدُ'' کا لفظ لا کر یہ واضح فرمایا کہ ملائکہ صرف چار چار پَر رکھنے والے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے ملائکہ بھی پیدا فرمائے ہیں جن کا وجود سینکڑوں پَروں پر مشتمل ہے اس کی تخلیق میں جمود اور ٹھہراؤ نہیں بلکہ وہ مخلوق در مخلوق پیدا کرنیوالا ہے۔ زمین کی طرف دیکھیے جو نباتات آج سے ایک صدی پہلے موجود نہ تھی آج وہ بھی دکھائی دے رہی ہیں نا معلوم قیامت تک کون کون سی نباتات زمین سے برآمد ہونے والی ہیں۔ یہی حالت معدنیات کی ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے آسمان کی طرف کسی لطیف ترین دوربین سے دیکھیں تو عقل حیران رہ جائے گی کہ لاکھوں کی تعداد میں مٹنے والے سیاروں کی جگہ دوسرے سیارے نمودار ہو رہے ہیں آسمان کے بارے میں ارشاد ہے کہ ہم نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم ہی انہیں وسعت دینے والے ہیں۔ (الذّاریات: ۴۷) ملائکہ کی تخلیق کے ذکر میں ارشاد ہے کہ انہیں پیغام رسانی کے لیے بنایا

گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا نظام چلانے کے لیے ملائکہ کو مختلف قسم کی ذمہ داریاں دے رکھی ہیں جو انتہائی تابع فرمان خادم کی حیثیت سے اپنے خالق کے حکم پر عمل درآمد کرتے ہیں انکی ذمہ داریوں میں پیغام رسانی کا ذکر فرما کر انسانوں کو یہ احساس دلایا ہے کہ تمہاری تمام حرکات وسکنات کو ملائکہ نہ صرف نوٹ کرتے ہیں بلکہ وہ اُسے اپنے رب کے حضور پیش بھی کرتے ہیں، ملائکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام کے کارکنان ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو براہ راست دیکھنے والا اور جاننے والا ہے۔ "قَدِيْرٌ" کا لفظ استعمال فرما کر مشرکوں کے اس عقیدہ کی نفی کی گئی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خدائی میں ملائکہ کو بھی کچھ اختیار دے رکھے ہیں ایسا ہرگز نہیں کیونکہ وہ پوری کائنات میں بلاشرکتِ غیرے کامل اور مکمل اختیار رکھنے والا ہے۔

«عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى جِبْرِيلَ وَلَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ»

(رواه البخاری: کتاب بداء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکة فی السماء)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اس کے چھ سو پَر تھے۔''

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں ملائکہ کا تذکرہ اور ان کے کام:

۱۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی گواہی دیتے ہیں۔ (النساء:۱۶۶)

۲۔ قرآن مجید میں ۴ فرشتوں کا نام آیا ہے۔ جبرائیل، میکائیل، ملک الموت، اور جہنم کا کنٹرولر فرشتہ مالک۔ (البقرۃ، ۹۸، السجدۃ:۱۱، الزخرف:۷۷)

۳۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام ملائکہ کے سردار ہیں۔ (نبا:۳۸) ۴۔ جبریل علیہ السلام مقرب ترین فرشتہ ہے۔ (النجم:۸)

۵۔ جبریل علیہ السلام طاقتور فرشتہ ہے۔ (النجم:۵) ۶۔ جبریل علیہ السلام دیانت دار فرشتہ ہے۔ (الشعراء:۱۹۳)

۷۔ جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے قلبِ اطہر پر قرآن اتارا ہے۔ (البقرۃ:۹۷)

۸۔ (اسرافیل) قیامت کے دن صور پھونکے گے۔ (الزمر:۶۸) ۹۔ جہنم کے کنٹرولر فرشتے کا نام مالک ہے۔ (الزخرف:۷۷)

۱۰۔ قیامت کے دن ۸ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ (الحاقۃ:۱۷)

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کے عرش کو ملائکہ اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ مومنوں کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔ (المؤمن:۷)

۱۲ فرشتے جنت پر معمور ہیں۔ (الزمر:۷۳) ۱۳۔ فرشتے جہنم پر ڈیوٹی کر رہے ہیں۔ (الزمر ۷۱)

۱۴۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (البقرۃ:۳۰) ۱۵۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دیتے ہیں۔ (ہود:۶۹)

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے نافرمانوں کو عذاب دیتے ہیں۔ (ہود:۷۷)

۱۷۔ ملائکہ لوگوں کے اعمال کو درج کرتے ہیں۔ (انفطار:۱۱)

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے مسلمانوں کی مدد کرتے ہیں۔ (آل عمران:۱۲۴، ۱۲۵)

مَا	يَفْتَحِ	اللّٰهُ	لِلنَّاسِ	مِنْ	رَّحْمَةٍ	فَلَا
جو	کھول دے	اللہ	لوگوں کے لیے	سے	رحمت	تو نہیں

مُمْسِكَ	لَهَا ۚ	وَمَا	يُمْسِكْ ۙ	فَلَا	مُرْسِلَ
کوئی بند کرنے والا	اسے	اور جو	وہ بند کر دے	تو نہیں ہے	کوئی نازل کرنے والا

لَهٗ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ ؕ	وَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ②
اس کے لیے	سے	اس کے بعد	اور وہ	نہایت غالب	خوب حکمت والا ہے

''اللہ'' لوگوں کے لیے اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے سوا کوئی کھولنے والا نہیں، وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔'' (۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قادرِ قدیر کے اختیارات کی ایک اور جھلک پر غور کریں۔

مشرکین میں سے ایک گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو کچھ اختیارات دے رکھے ہیں یہاں اس عقیدہ کی کھلے الفاظ میں نفی کرتے ہوئے سمجھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ یا کسی ذات کو رائی کے دانے کے برابر بھی اپنی خدائی میں اختیارات نہیں دیئے وہ کسی کو اپنی رحمت سے سرفراز کرنا چاہے تو اس کی رحمت کو کوئی روکنے والا نہیں اگر وہ اپنی رحمت کو روک لے تو اسے کوئی نازل کرنے والا نہیں ہے وہ اپنے حکم اور فیصلے نافذ کرنے پر غالب ہے۔ پوری طرح غلبہ حاصل ہونے کے باوجود اس کے ہر کام اور حکم میں حکمت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا کہ وہی دینے اور عطا فرمانے والا ہے یہ ایسا عقیدہ اور فکر ہے جس سے انسان نہ صرف مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے بلکہ در در کی ٹھوکریں کھانے سے بھی بچ جاتا ہے۔ اس کے اخلاق اور معاملات میں اخلاص کا پہلو غالب رہتا ہے وہ کسی کے ساتھ ہمدردی اس لیے نہیں کرتا کہ آنے والے کل کو یہ اُسے ضرور فائدہ پہنچائے گا وہ کسی بڑے کو سلام کرتا ہے تو اس کے دل میں یہ خوف نہیں ہوتا کہ اگر اس نے اسے سلام نہ کیا تو یہ اُسے کسی چیز سے محروم کر دے گا کیونکہ اس کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جو چیز میرا رب مجھے عطا کرنا چاہے گا اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس چیز کو اس نے روک لیا اسے کوئی دے نہیں سکتا اسی عقیدہ کو تازہ اور پختہ رکھنے کے لیے نبی اکرم ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے اپنا سر اُٹھاتے تو پڑھتے، اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں آسمانوں و زمین کے درمیان خلاء جتنی اور اس کے بعد جتنی تو چاہتا ہے، تو اُس ثناء کا سب سے زیادہ اہل ہے اور اُس بزرگی کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے جو ثناء اور عظمت تیرے لیے بندہ بیان کرتا ہے ہم تیرے ہی بندے ہیں اے اللہ! جو چیز تو عطاء کرنا چاہیے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز تو روک لے اُس کو

کوئی عطا کرنے والا نہیں تجھ سے بڑھ کر کوئی عظمت والا اور نفع دینے والا نہیں۔''

(رواہ مسلم: باب مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ)

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمًا، فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ، اِحْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»

(رواہ الترمذی أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ: باب منه [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک دن میں رسولِ کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپ ﷺ نے فرمایا: بچے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں، اللہ کو یاد رکھنا وہ تجھے یاد رکھے گا، جب تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے گا تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر، جب تو مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر پوری مخلوق تجھے کچھ نفع دینے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ اتنا ہی نفع دے سکتی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ رکھا ہے اگر وہ تجھے نقصان پہنچانے پر تل جائے تو تجھے اتنا ہی نقصان پہنچے گا جتنا تیرے حق میں لکھا گیا ہے، قلمیں اٹھالی گئیں ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہوتی ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کسی پر کرم فرمائے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔
۴۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محروم کرنا چاہے تو کوئی اسے دے نہیں سکتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے غالب ہے۔

تفسیر بالقرآن

زمین اور آسمان اللہ ہی کی ملکیت ہیں:

۱۔ ''اللہ'' ہی کے لیے زمین و آسمان کی ملکیت ہے۔ (البقرۃ: ۱۰۷) ۲۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے۔ (آل عمران: ۲۶)
۳۔ ''اللہ'' جسے چاہتا ہے حکومت دیتا ہے۔ (آل عمران: ۲۶) ۴۔ ''اللہ'' جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے۔ (آل عمران: ۲۶)
۵۔ اللہ ہی کیلئے زمین و آسمان کی بادشاہی ہے۔ (الشوریٰ: ۴۹) ۶۔ بابرکت ہے وہ ذات جسکے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ (الملک: ۱)
۷۔ اللہ ہی کے لیے زمین و آسمان کی ملکیت ہے وہ جسے چاہے معاف کرے گا۔ (الفتح: ۱۴)



يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ ؕ	هَلْ
اے	لوگو!	تم یاد کرو	نعمت کو	اللہ کی	تم پر	کیا ہے

مِنْ خَالِقٍ	غَيْرُ	اللّٰهِ	يَرْزُقُكُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ
کوئی خالق	سوائے	اللہ کے	وہ تمہیں رزق دیتا ہے	سے	آسمان

وَالْاَرْضِ ؕ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	فَاَنّٰى	تُؤْفَكُوْنَ ۝٣
اور زمین	نہیں ہے	کوئی معبود	مگر	وہی	تو کہاں	تم بہکائے جاتے ہو

اے لوگو! تم پر جو اللہ کے انعامات ہیں انہیں یاد رکھو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو اس کے سوا کوئی معبود نہیں آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو۔'' (۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو رحمت اور نعمتوں سے نوازنے والا ہے اس کے سوا کوئی کسی کو ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی عطا نہیں کرسکتا وہی منعمِ حقیقی اور خالقِ کل ہے اس کا ارشاد ہے کہ لوگو! میری نعمتوں کو یاد رکھا کرو جس انسان کا یہ عقیدہ پختہ ہو جائے کہ مجھے صرف اللہ ہی نوازنے والا ہے، وہی میرا رازق اور خالق ہے تو پھر اس کے حاشیہ خیال سے یہ بات نکل جاتی ہے کہ مجھے کوئی اور بھی نواز سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ لوگوں سے استفسار فرماتا ہے کہ بتاؤ اللہ کے سوا تمہارا کوئی اور بھی خالق ہے جو تمہیں زمین و آسمان سے رزق فراہم کرتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں جب اس کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں تو پھر کس بنیاد پر تم دوسروں کو داتا و دستگیر، حاجت روا، مشکل کشا کہتے اور سمجھتے ہو؟

یاد رہے کہ یہاں الٰہ کا لفظ خالق اور رازق کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق اور رازق نہیں تو پھر اس کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ دوسروں کو ملا کر کیوں گمراہی میں بھٹکتے ہو؟

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا انسان کو کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت بھی عطا نہیں کرسکتا۔

۲۔ اللہ ہی کائنات کا خالق اور رازق ہے۔ ۳۔ اس کے سوا زمین و آسمان میں کچھ بھی کوئی دینے والا نہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو داتا، دستگیر اور لجپال کہنے والا راہِ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے۔

وَاِنْ	يُّكَذِّبُوْكَ	فَقَدْ	كُذِّبَتْ	رُسُلٌ	مِّنْ قَبْلِكَ ؕ
اور اگر	وہ آپ کو جھٹلاتے ہیں	تو تحقیق	جھٹلائے گئے	کئی رسول	آپ سے پہلے

وَاِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ۝٤
اور طرف	اللہ کی	لوٹائے جاتے ہیں	سب معاملات

''اے نبی اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔'' (۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی توحید کی وجہ سے ہی لوگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور توحید کی وجہ سے ہی مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو جھوٹا ہونے کا الزام دیا۔

اعلانِ توحید سے پہلے اہلِ مکہ رسول کریم ﷺ کو ''الصادق'' اور ''الامین'' کے القاب کے ساتھ مخاطب کیا کرتے تھے۔ لیکن جونہی آپ ﷺ نے توحید کی دعوت کا آغاز فرمایا تو وہ لوگ نہ صرف آپ کے مخالف ہوئے بلکہ انہوں نے آپ کو جھوٹا قرار دیا جس پر آپ کا رنجیدہ ہونا فطری بات تھی۔ حقیقت بتلانے اور آپ کو تسلی دینے کے لیے ارشاد ہوا کہ آپ کو جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں آپ سے پہلے انبیاء کو بھی جھٹلایا گیا لہٰذا گھبرانے اور افسردہ خاطر ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ہر کسی نے لوٹ کر اسی کے حضور پیش ہونا ہے۔ ان الفاظ میں آخرت کا عقیدہ سمجھاتے ہوئے ایک انتباہ کیا گیا ہے کہ دنیا میں جو چاہو کر لو بالآخر تم نے ہمارے حضور حاضر ہونا ہے۔

سورۃ الانعام آیت ۳۳ میں آپ ﷺ کو اس طرح تسلی دی گئی کہ ہم جانتے ہیں کہ ان کی ہرزہ سرائی آپ کو پریشان کرتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ظالم آپ کو نہیں بلکہ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ سورۃ الانعام آیت ۳۴ میں آپ ﷺ کو یہ بتلا کر تسلی دی گئی کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے لیکن انہوں نے اس تکذیب پر صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی اے پیغمبر ﷺ! آپ کے رب کے ارشادات تبدیل نہیں ہوا کرتے یقیناً آپ کے پاس پہلے انبیاء علیہم السلام کے حالات پہنچ چکے ہیں۔

«عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ إِنِّي لَقَائِمٌ بِسُوْقِ الْمَجَازِ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ لَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا، وَرَجُلٌ يَتْبَعُهُ يَرْمِيْهِ بِالْحِجَارَةِ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ كَذَّابٌ فَلَا تُصَدِّقُوْهُ، فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا ؟ قَالَ هٰذَا غُلَامٌ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ الَّذِيْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَفْعَلُ بِهِ هٰذَا ؟ قَالَ هٰذَا عَمُّهُ عَبْدُ الْعُزّٰى»

(رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ: باب قدوم طارق بن عبد اللہ وأصحابہ علی النبی ﷺ وقول المرأۃ التی کانت معہم فی رسول اللہ ﷺ [صحیح])

''طارق بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے مجاز نامی بازار میں کھڑا تھا جب ایک آدمی بازار میں داخل ہوا اور وہ جبہ پہنے ہوئے تھا وہ کہہ رہا تھا اے لوگو! اس بات کا اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں فلاح پا جاؤ گے۔ دوسرا آدمی اُس کے پیچھے پیچھے اُسے پتھر مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا لوگو! اِس جھوٹے کی بات کو نہ مانوں میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ اُس نے کہا یہ بنی ہاشم کا ایک فرد ہے جو اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہتا ہے میں نے کہا جو اُس کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے وہ کون ہے؟ اُس نے کہا یہ اُس کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب) ہے۔''

مسائل

۱۔ نبی کریم ﷺ اور ان سے پہلے انبیاء کو جھٹلایا گیا۔ ۲۔ بالآخر ہر کام کا انجام اللہ کے ہاں پیش ہوتا ہے

تفسیر بالقرآن

آپ ﷺ اور آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ لوگوں کا سلوک:

۱۔ اگر انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا ہے تو آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے گئے ہیں۔ (آل عمران: ۱۸۴)

۲۔ آپ کو اگر انہوں نے جھٹلا دیا ہے آپ فرما دیں میرے لیے میرے عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے۔ (یونس: ۴۱)

۳۔ اگر انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا ہے تو آپ فرما دیں تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔ (الانعام: ۱۴۷)

۴۔ اگر انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا ہے تو جھٹلائے گئے ان سے پہلے حضرت نوح اور دوسرے انبیاء۔ (الحج: ۴۲)

۵۔ وہ لوگ جو ہماری آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ان کی تکذیب کرتے ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (البقرۃ: ۳۹)

۶۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ ان کے پاس سے گذرتے تھے تو وہ ان سے مذاق کرتے۔ (ہود: ۳۸)

۷۔ قوم نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ (العنکبوت: ۳۷)

۸۔ یہ لوگ آپ سے مذاق کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (التوبۃ: ۷۹)

۹۔ جب وہ ہماری نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت: ۱۴)

۱۰۔ جب بھی ان کے پاس رسول آیا تو وہ اُس کا مذاق اُڑاتے۔ (الحجر: ۱۱)

۱۱۔ جب بھی ان کے پاس آپ سے پہلے رسول آئے تو انہوں نے انہیں جادوگر اور مجنوں قرار دیا۔ (الذّاریات: ۵۲)

۱۲۔ لوگوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جب بھی رسول آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ استہزاء کیا۔ (یٰس: ۳۰)

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	فَلَا
اے	لوگو!	بے شک	وعدہ	اللہ کا	سچا ہے	پس نہ
تَغُرَّنَّكُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا وقفة	وَلَا	يَغُرَّنَّكُمْ		بِاللّٰهِ
تمہیں دھوکے میں ڈالے	زندگی	دنیا والی	اور نہ	تم کو دھوکے میں ڈالے		اللہ کے بارے
الْغَرُوْرُ ۝٥	اِنَّ	الشَّيْطٰنَ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	فَاتَّخِذُوْهُ	عَدُوًّا ؕ
دھوکے باز	بے شک	شیطان	تمہارا	دشمن ہے	لہٰذا تم اس کو بناؤ	دشمن
اِنَّمَا	يَدْعُوْا	حِزْبَهٗ	لِيَكُوْنُوْا	مِنْ	اَصْحٰبِ	السَّعِيْرِ ۝٦ ؕ
صرف	وہ بلاتا ہے	اپنے گروہ کو	تاکہ وہ ہوں	سے	اہل	جہنم

''اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ برحق ہے دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ تمہیں شیطان اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔(۵) حقیقت یہ ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اسے تم اپنا دشمن سمجھو، وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ اس کے پیچھے لگنے والے جہنمیوں میں شامل ہو جائیں۔''(۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سب نے ''اللہ'' کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہ ایک اعلان ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں کے ساتھ وعدہ ہے جو ہر صورت پورا ہوگا۔

ہر کسی نے اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا اور پکا ہے کہ بالآخر تمہیں اپنے اعمال کے ساتھ میرے حضور پیش ہونا ہے لہٰذا دنیا کے دھندوں اور مفادات میں پھنس کر اپنے رب کے وعدے کو بھول نہ بیٹھنا اور نہ ہی اپنے رب کے بارے میں شیطان کے فریب میں آنا شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اسے دشمن ہی سمجھنا اور اس سے بچتے رہنا وہ اپنے پیچھے چلنے والوں کو جہنم کی طرف ہی بلاتا اور دھکیلتا ہے۔ دوسرے مقام پر شیطان کی شیطنت سے بچانے کے لیے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ اے آدم کی اولاد! شیطان تمہیں اس طرح نہ پھسلا دے جس طرح تمہارے ماں، باپ آدم اور حوا علیہما السلام کو پھسلا کر جنت سے نکلوا دیا تھا۔ جنت میں انکا لباس اُتر گیا اور وہ جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنی شرمگاہوں کو چھپاتے رہے خبردار! شیطان اور اس کے چیلے تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔(الاعراف:۲۸)

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ مَعَ إِحْدَى نِسَائِهِ فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَدَعَاهُ فَجَاءَ فَقَالَ يَا فُلَانُ هَذِهِ زَوْجَتِي فُلَانَةُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ كُنْتُ أَظُنُّ بِهِ فَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ بِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ»(رواہ مسلم: باب بَيَانِ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ لِمَنْ

رَئِيَ خَالِيًا بِامْرَأَةٍ وَكَانَتْ زَوْجَةً أَوْ مَحْرَمًا لَهُ أَنْ يَقُولَ هَذِهِ فُلَانَةُ لِيَدْفَعَ ظَنَّ السَّوْءِ بِهِ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ اپنی بیویوں میں سے کسی کے ساتھ کھڑے تھے وہاں سے ایک آدمی کا گذر ہوا آپ نے اسے بلا کر فرمایا: اے فلاں یہ میری فلاں بیوی ہے اس نے عرض کی آپ کے متعلق کون ایسا گمان کر سکتا ہے؟ نہ ہی میں نے ایسا سوچا ہے۔ آپ نے فرمایا: شیطان خون کی گردش کی طرح آدمی پر اثر انداز ہوتا ہے۔''

شیطان سے بچنے کا حکم اور دعا:

''حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دو آدمیوں نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپس میں گالی گلوچ کی اور ہم آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے دونوں میں سے ایک شدید غصے میں تھا اور دوسرے کو برا بھلا کہہ رہا تھا جس وجہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: میں ایسی بات جانتا ہوں اگر وہ اسے پڑھ لے تو اس سے اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ وہ پڑھے: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ''میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا کیا تم نبی ﷺ کا فرمان نہیں سنتے ہو؟ اس شخص نے کہا میں پاگل تو نہیں ہوں۔ (اس کا مقصد تھا کہ میں نے آپ کا فرمان سُن لیا ہے اور اس پر عمل کرتا ہوں)''

(رواہ البخاری: کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے کہ قیامت برپا ہو کر رہے گی۔ ۲۔ دنیا کے مال و اسباب پر دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شیطان کے مغالطوں سے بچنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کی حقیقت:

۱۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ (الرّعد:۲۶)
۲۔ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں نہایت مختصر ہے۔ (التوبۃ:۳۸)
۳۔ دنیا کی زندگی تھوڑی ہے اور آخرت متقین کے لیے بہتر ہے۔ (النّساء:۷۷)
۴۔ یقیناً دنیا کی زندگی عارضی فائدہ ہے اور آخرت کا گھر ہی اصل رہنے کی جگہ ہے۔ (المؤمن:۳۹)
۵۔ دنیا کا فائدہ قلیل ہے۔ (النساء:۷۷) ۶۔ اللہ کی آیات کے مقابلے میں پوری دنیا حقیر ہے۔ (البقرۃ:۱۷۴)

اَلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ ۬	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
وہ لوگ	جنہوں نے کفر کیا	ان کے لیے	عذاب ہے	سخت	اور جو لوگ	ایمان لائے

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّاَجْرٌ	كَبِيْرٌ ۝
اور انہوں نے عمل کیے	نیک	ان کے لیے	مغفرت	اور اجر ہے	بہت بڑا

''جن لوگوں نے کفر کیا اُن کے لیے سخت ترین عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔'' (۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: شیطان کے پیچھے لگنے اور قیامت کے دن کو جھٹلانے کا انجام شیطان سے بچنے اور آخرت پر ایمان لانے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کا انعام۔

قرآن مجید اپنے اسلوب کے مطابق یہاں بھی نیکی اور بدی، اچھائی اور برائی کا نتیجہ بیک مقام ذکر کرتا ہے تاکہ قرآن کے قاری کو فی الفور معلوم ہو کہ برائی کا انجام کیا ہوگا اور اچھائی کا کیا صلہ ملے گا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کفر وشرک کیا اور قیامت کی تکذیب کی انہیں جہنم میں شدید عذاب دیا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول پر حقیقتاً ایمان لائے اور صالح اعمال کرتے رہے ان کی بشری کوتاہیوں کو معاف کرتے ہوئے انہیں اجرِ عظیم سے نوازا جائے گا۔

جنّت اور جہنّم کا موازنہ:

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا» (رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وأنها مخلوقة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یقیناً اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا ستر واں حصہ ہے عرض کیا گیا کہ اللہ کے رسول! جلانے کے لیے یہی آگ کافی نہیں تھی؟ آپ نے فرمایا: اس آگ سے وہ اُنہتر حصے زیادہ گرم ہے ان میں سے ہر حصے کی گرمی دنیا کی آگ جیسی ہے۔''

«وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ» (رواہ البخاری: باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر کوئی سوار اس کے سایہ میں سو سال چلتا رہے، تب بھی اسکا سایہ ختم نہ ہو سکے گا اور یقیناً تم میں سے کسی ایک شخص کی جنّت میں کمان

کے برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔''

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ تَعَالٰى أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَآ أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ}»

(رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی ان کے متعلق کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔ اگر چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرو۔ {کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپا کے رکھی گئی ہے}۔''

مسائل

۱۔ کفر و شرک کرنے والوں کو شدید عذاب دیا جائے گا۔

۲۔ سچے ایمان کے مطابق صالح اعمال کرنے والوں کو اجرِ کبیر سے سرفراز کیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

بُرے لوگوں کی سزا اور نیک لوگوں کی جزا:

۱۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال: ۷ تا ۸)

۲۔ بُرائیوں میں مرنے والے کے لیے جہنم ہے۔ (البقرۃ: ۸۱)

۳۔ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اس کا بدلہ جہنم ہے۔ (النازعات: ۳۷)

۴۔ شیطان اور اس کے پیروکاروں کو جہنم کی سزا دی جائے گی۔ (بنی اسرائیل: ۶۳)

۵۔ جو ایک نیکی کرے گا اس کو دس نیکیوں کا بدلہ ملے گا جو برائی کرے گا اس کی سزا صرف اتنی ہی ہوگی۔ (الانعام: ۱۶۰)

۶۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ ظاہر کامیابی ہے۔ (الجاثیۃ: ۳۰)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا ہے۔ (الانبیاء: ۸۶)

۸۔ قیامت کے دن نیک لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے اس میں ان کی دعا سلام ہوگا۔ (ابراہیم: ۲۳)

۹۔ قیامت کے دن نیک لوگوں کے چہروں پر ذلت اور نحوست نہیں ہوگی اور وہ جنت میں رہیں گے۔ (یونس: ۲۶)

اَفَمَنْ	زُيِّنَ	لَهٗ	سُوْٓءُ	عَمَلِهٖ	فَرَاٰهُ
کیا وہ شخص	مزّین کر دیا گیا	اس کے لیے	بُرا	اس کا عمل	سو وہ اس کو دیکھتا ہے
حَسَنًا ؕ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	يُضِلُّ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَيَهْدِيْ
اچھا	پس بے شک	اللہ	وہ گمراہ کرتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور وہ ہدایت دیتا ہے
مَنْ	يَّشَآءُ ۪ ۙ	فَلَا	تَذْهَبْ	نَفْسُكَ	عَلَيْهِمْ	حَسَرٰتٍ ؕ
جسے	وہ چاہتا ہے	تو نہ	جاتی رہے	آپ کی جان	ان پر	افسوس کرتے ہوئے
اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌۢ	بِمَا	يَصْنَعُوْنَ ⑧	
بلاشبہ	اللہ	خوب جاننے والا ہے	اس کو جو	وہ کرتے ہیں	

''کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا بُرا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اے نبی ان لوگوں پر افسوس کرتے ہوئے اپنی جان نہ کھو بیٹھیں۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔''(۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کے جہنم میں جانے کی بنیادی وجہ۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر یہ حقیقت واضح کی ہے کہ شیطان انسان کے سامنے اس کے بُرے اعمال کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے جو لوگ فکری اور عملی طور پر گمراہ ہو چکے ہوتے ہیں انہیں ایسے اعمال اور حرکات بہت اچھی لگتی ہیں جیسا کہ ہمارے دور میں بے شمار نوجوان ہیں جو عورتوں کی طرح لمبے لمبے بال رکھتے ہیں اور الٹی سلائی والے لباس پہنتے ہیں دیکھنے والے کو ان کی شکل وصورت اور لباس اس قدر مکروہ نظر آتے ہیں کہ شریف آدمی دوبارہ دیکھنا گوارا نہیں کرتا لیکن ایسے نوجوانوں کو بالکل حیا نہیں آتی بلکہ وہ اس تہذیب پر فخر کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر دور اور معاشرے میں فیشن کے نام پر نئے سے نئے ڈیزائن اپنائے جاتے ہیں جو دیکھنے میں انتہائی بُرے لگتے ہیں لیکن شیطان بُرے لوگوں کے لیے ایسے کاموں کو فیشن بنا دیتا ہے۔

ابتدا میں یہ باتیں کچھ لوگوں کے ضمیر پر بوجھ ہوتی ہیں لیکن آہستہ آہستہ شیطان ان کے ضمیر پر اس طرح مسلّط ہو جاتا ہے کہ جو کام کل انہیں بُرے محسوس ہوتے تھے چند دنوں کے بعد وہی کام ان کے لیے خوبصورت بن چکے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو گمراہی میں کھلا چھوڑ دیتا ہے کیونکہ یہ ہدایت کے مقابلے میں گمراہی، اچھائی کے بدلے برائی پسند کرنے والے ہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو اس سے ہدایت چاہتا ہے اسے ہدایت مل جاتی ہے اور جو گمراہی کا طلبگار رہتا ہے اسے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس اصول کے پیش نظر اللہ تعالیٰ گمراہی اور ہدایت کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔

اے پیغمبر ﷺ! ہدایت واضح ہونے کے باوجود ان لوگوں نے اپنے لیے گمراہی کو پسند کرلیا ہے تو آپ کو ان کی حالت پر حد سے زیادہ غمگین نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ انہیں خبردار کرتے رہیں کہ جو کچھ یہ کہتے اور کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح آگاہ ہے گویا کہ ان الفاظ میں ان کے لیے ایک انتباہ ہے تاکہ یہ لوگ اپنے افکار واعمال پر نظر ثانی کریں۔

{ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ } (الکھف:۶)

''شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔''

{ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ } (الشعراء:۳)

''اے نبی شاید آپ اس غم میں اپنی جان کھودیں گے اس لیے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

مسائل

۱۔ بُرے لوگوں کے لیے شیطان ان کے اعمال خوبصورت بنادیتا ہے۔ ۲۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔
۳۔ بُرے لوگوں کے اعمال پر حد سے زیادہ افسردہ نہیں ہونا چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے پوری طرح واقف ہے۔

تفسیر بالقرآن

شیطان کن لوگوں کے لیے ان کے اعمال خوبصورت بنادیتا ہے:

۱۔ ظالموں کے دل سخت ہوگئے اور شیطان ان کے اعمال کو مزین کرکے دکھاتا ہے۔ (الانعام:۴۳)
۲۔ اکثر مشرکین کے لیے قتل اولاد کا عمل مزین کردیا۔ (الانعام:۱۳۷)
۳۔ اللہ کے علاوہ سورج کو سجدہ کرنے والوں کے برے اعمال کو شیطان نے ان کے لیے مزین کردیا۔ (النمل:۲۴)
۴۔ قوم عاد وثمود کے اعمال بد کو شیطان نے مزین کردیا۔ (العنکبوت:۳۸)
۵۔ ہر گروہ کے بداعمال کو شیطان نے ان کے لیے مزین کردیا۔ (الانعام:۱۰۹)
۶۔ شیطان نے کہا کہ میں ضرور انکے اعمال ان کے سامنے مزین کرکے پیش کروں گا اور انہیں گمراہ کرونگا۔ (الحجر:۳۹)
۷۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کے اعمال ان کے لیے مزیّن کیے جاتے ہیں۔ (یونس:۱۲)
۸۔ انہوں نے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیا ان کے لیے بُرے اعمال مزین کردیئے گئے۔ (التوبۃ:۳۷)
۹۔ کفار کے لیے ان کی تدابیر کو مزین کردیا گیا تو انہوں نے اللہ کی راہ سے روکنا شروع کردیا۔ (الرعد:۳۳)

وَاللّٰهُ	الَّذِيْٓ	اَرْسَلَ	الرِّيٰحَ	فَتُثِيْرُ	سَحَابًا
اور اللہ	وہ ہے	جس نے بھیجی	ہوائیں	چنانچہ وہ اٹھاتی ہیں	بادل

فَسُقْنٰهُ	اِلٰى	بَلَدٍ	مَّيِّتٍ	فَاَحْيَيْنَا	بِهِ
تو ہم اسکو ہانک لے جاتے ہیں	طرف	شہر کی	مردہ	پھر ہم زندہ کرتے ہیں	ساتھ اس کے

الْاَرْضَ	بَعْدَ	مَوْتِهَا ؕ	كَذٰلِكَ	النُّشُوْرُ ۝۹
زمین کو	بعد	اس کی موت کے	اسی طرح	دوبارہ اٹھایا جانا ہے

''اور اللہ ہی ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادل اُٹھاتی ہیں پھر ہم اسے ایک اُجاڑ علاقے کی طرف لے جاتے ہیں اور اُس سے زمین کو شاداب کرتے ہیں جو پہلے ویران تھی اسی طرح لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔''(۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بُرے اعمال پر خوش ہونے والے لوگ درحقیقت آخرت کو بھول جاتے ہیں ایسے لوگوں کو ان کے مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ثبوت بارش کے حوالے سے دیا اور سمجھایا گیا ہے۔

دنیا میں بے شمار ایسے لوگ ہیں جو اعتقاداً یا عملاً آخرت کے منکر ہوتے ہیں اعتقادی طور پر آخرت کا انکار کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ جب انسان مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے گا تو پھر اسے کس طرح زندہ کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ سوچو اور دیکھو! کہ جب بارش کا نام و نشان نہیں ہوتا اور لوگ بارش کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہوتے ہیں فصلیں ویران اور جڑی بوٹیاں گل سڑ جاتی ہیں۔ جس سے نہ صرف صحراء اور بیاباں بھیانک منظر پیش کرتے ہیں بلکہ شہروں میں بسنے والے ہزاروں لوگ کئی قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں شہروں کی چہل پہل پر مردگی چھا جاتی ہے۔ ایسی صورتِ حال میں اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سینکڑوں میلوں سے بادلوں کو اٹھا کر ایسے مقامات پر بارش برساتی ہیں جہاں کی زمین مردہ ہو چکی ہوتی ہیں یعنی اس پر کوئی چیز نہیں اُگاتی۔ بارش کے بعد وہی مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے جہاں صحراء نظر آتا تھا وہاں ہریالی اور سبزہ دکھائی دیتا ہے غور کرو کہ جو اللہ مردہ زمین سے نباتات پیدا کرتا ہے وہی قیامت کے دن اس زمین سے مردوں کو زندہ کرے گا۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَيُنْبَتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَيْءٌ لَا يَبْلٰى

اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) (متفق علیہ اوَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَاكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيْهِ يُرَكَّبُ)

(رواہ مسلم: باب مَابَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوصور پھونکنے کا عرصہ چالیس ہوگا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگردوں نے کہا چالیس دن؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا انہوں نے استفسار کیا چالیس ماہ ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا میں یہ نہیں کہتا انہوں نے پھر پوچھا چالیس سال ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ بھی نہیں کہتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا۔ لوگ یوں اُگیں گے جس طرح انگوری اگتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی دمچی کے علاوہ ہر چیز بوسیدہ ہوجائے گی۔ قیامت کے دن اسی سے تمام اعضاء کو جوڑا جائے گا۔ (بخاری ومسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے تمام اعضاء کو مٹی کھاجائے گی۔ لیکن دمچی کو نہیں کھائے گی انسان اس سے پیدا کیا جائے گا اور اُسی سے جوڑا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کے ذریعے بادلوں کو چلاتا اور بارش برساتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو بارش کے بعد زندہ کرتا ہے۔ ۳۔ قیامت کے دن اسی طرح ہی مردوں کو زندہ کیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو دوبارہ پیدا کرے گا:

۱۔ آپ فرمادیں کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التغابن: ۷)

۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اٹھائے گا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ صادر فرمائے۔ (الانعام: ٦٠)

۳۔ اللہ تعالیٰ تمام مردوں کو اٹھائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (الانعام: ٣٦)

۴۔ ''اللہ'' ہی قیامت کے دن سب کو اٹھائے گا پھر ان کے اعمال کی انھیں خبر دے گا۔ (المجادلۃ: ٦ تا ١٨)

۵۔ یقیناً قیامت کے دن اللہ تمھیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ (الانعام: ١٢)

٦۔ آپ فرمادیں تمھارے پہلے اور آخر والے سب کو ضرور اکٹھا کیا جائے گا۔ (الواقعۃ: ٤٧ تا ٥٠)

۷۔ پھر ہم تمھیں تمھاری موت کے بعد اٹھائیں گے۔ (البقرۃ: ٥٦)

۸۔ آپ فرمادیں اللہ ہی نے تخلیق کی ابتداء کی پھر دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم کہاں بہک گئے ہو؟ (یونس: ٣٤)

۹۔ ''اللہ'' ہی نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الروم: ١١)

مَنْ	كَانَ	يُرِيْدُ	الْعِزَّةَ	فَلِلّٰهِ	الْعِزَّةُ	جَمِيْعًا ؕ
جو شخص	ہے	چاہتا	عزت	پس اللہ کے لیے	عزت ہے	ساری
اِلَيْهِ	يَصْعَدُ	الْكَلِمُ	الطَّيِّبُ	وَ الْعَمَلُ	الصَّالِحُ
اسی کی طرف	چڑھتی ہیں	باتیں	پاکیزہ	اور عمل	صالح
يَرْفَعُهٗ ؕ	وَ الَّذِيْنَ	يَمْكُرُوْنَ	السَّيِّاٰتِ	لَهُمْ	عَذَابٌ
وہی اسے اوپر اٹھاتا ہے	اور جو لوگ	چالیں چلتے ہیں	بُری	ان کے لیے	عذاب ہے
شَدِيْدٌ ؕ	وَ مَكْرُ	اُولٰٓئِكَ	هُوَ	يَبُوْرُ ⑩
سخت	اور چال	ان لوگوں کی	وہ	وہ نابود ہوگی

''جو عزت چاہتا ہے عزت تو ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے پاکیزہ کلمات اور نیک عمل کو وہی اوپر اٹھاتا ہے جو لوگ بُری چالیں چلتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کا مکر غارت ہونے والا ہے۔'' (۱۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اسی طرح وہی عزت اور ذلّت کا مالک ہے۔

انسان کا وقار اور اقبال اسی میں ہے کہ وہ قیامت کے قائم ہونے کا عقیدہ اپنے ذہن میں ہر دم تازہ اور قائم رکھے اور اس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ جس انسان کا آخرت کے بارے میں عقیدہ اٹھ جاتا ہے وہ بے ہودہ اور بُرے کاموں میں عزت تلاش کرتا ہے، یہی سوچ اور رویہ اہلِ مکہ کا تھا وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے اس نبی کی دعوت تسلیم کر لی تو لوگوں کی نظروں میں ہمارا وقار ختم ہو جائے گا۔ اسی کے پیشِ نظر نبی ﷺ کی مخالفت کے درپے رہتے تھے انہیں اور ان کے حوالے سے دنیا بھر کے لوگوں کو یہ عقیدہ بتلایا اور سمجھایا جا رہا ہے کہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو ایک خاک نشین کو آسمان کی بلندیوں سے ہمکنار کر دے اور چاہے تو بادشاہ کو اس کے بُرے اعمال کی وجہ سے گلی کے تنکوں سے ہلکا کر دے۔ وہی عزت اور ذلّت دینے پر قادر ہے، اسی کی طرف پاکیزہ کلمات اور صالح اعمال اٹھائے جاتے ہیں جو انسان کی حقیقی عزت اور اس کے لئے جنت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ جو شخص پاکیزہ خیالات، اچھے کلمات، اعلیٰ اخلاق اور صالح کردار کا حامل ہوتا ہے وہی اللہ کی بارگاہ میں عزت پاتا ہے جو لوگ دین حنیف کے مقابلے میں بری تدبیریں کرتے ہیں نا صرف ان کے مکر و فریب ناکام ہو جائیں گے بلکہ انہیں شدید عذاب سے بھی دوچار کیا جائے گا کلمہ طیبہ سے مراد عقیدہ توحید ہے جس بنیاد پر آدمی ذہنی پستی سے نکل کر فکر و کردار کی بلندی حاصل کرتا ہے وہ کسی کی تکریم اس لیے نہیں کرتا کہ اس سے مجھے عزت ملے گی۔ اس کا ایمان ہوتا ہے کہ عزت اور ذلّت صرف ''اللہ'' کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں تک ''حق'' کے

خلاف مکروفریب کرنے والوں کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی حقیر بنا دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکروفریب کو پسند نہیں کرتا اور آخرت میں مکروفریب کرنے والوں کو شدید عذاب دیا جائے گا۔

«عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَيَبْلُغَنَّ هَذَا الأَمْرُ مَا بَلَغَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَلاَ يَتْرُكُ اللهُ بَيْتَ مَدَرٍ وَلاَ وَبَرٍ إِلاَّ أَدْخَلَهُ اللهُ هَذَا الدِّينَ بِعِزِّ عَزِيزٍ أَوْ بِذُلِّ ذَلِيلٍ عِزًّا يُعِزُّ اللهُ بِهِ الإِسْلاَمَ وَذُلاًّ يُذِلُّ اللهُ بِهِ الْكُفْرَ وَكَانَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ يَقُولُ قَدْ عَرَفْتُ ذَلِكَ فِي أَهْلِ بَيْتِي لَقَدْ أَصَابَ مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمُ الْخَيْرُ وَالشَّرَفُ وَالْعِزُّ وَلَقَدْ أَصَابَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ كَافِرًا الذُّلُّ وَالصَّغَارُ وَالْجِزْيَةُ» (رواہ احمد: مسند تمیم داری [صحیح])

''حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا: دین اسلام وہاں تک پہنچے گا جہاں تک رات کا اندھیرا اور دن کا اجالا پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کچے پکے مکان کو نہیں چھوڑے گا مگر دین کو وہاں داخل فرمائے گا۔ معزز کو عزت دے گا اور ذلیل کو مزید ذلیل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ معزز کو دینِ اسلام کے ساتھ عزت دے گا اور ذلیل کو مزید ذلت کفر سے ملے گی۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے میں اپنے خاندان میں سے ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو دین کی وجہ سے معزز ہوئے اور بھلائی حاصل کی اور جو کافر تھے ان پر ذلت اور حقارت مسلط کر دی گئی اور وہ جزیہ دینے پر مجبور ہوئے۔''

مسائل

۱۔ ہر قسم کی عزت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ۲۔ مکّار لوگوں کے مکروفریب بالآخر ناکام ہو جاتے ہیں۔
۳۔ عقیدہ توحید اور صالح کردار کے سبب ہی انسان حقیقی عزت پا سکتا ہے۔
۴۔ دین کے خلاف مکروفریب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ شدید ترین عذاب دے گا۔

تفسیر بالقرآن

مکروفریب کی ناکامیاں:

۱۔ ان کے مکر کا انجام دیکھیں ہم نے مکر کرنے والوں اور ان کی قوم کو ہلاک کر دیا۔ (النّمل: ۵۱)
۲۔ عنقریب جرائم اور مکروفریب کرنے والوں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (الانعام: ۱۲۴)
۳۔ ان سے پہلے لوگ بھی مکروفریب کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ (الرّعد: ۴۲)
۴۔ عیسائیوں نے تدبیر کی اللہ نے وہ تدبیر انہی پر لوٹا دی اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ (آل عمران: ۵۴)
۵۔ انہوں نے آپ ﷺ کے خلاف سازش کی اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش ناکام بنا دی۔ (الانفال: ۳۰)

وَاللّٰهُ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	مِنْ	نُّطْفَةٍ
اور اللہ	اس نے تمہیں پیدا کیا	سے	مٹی	پھر	سے	نطفے

ثُمَّ	جَعَلَكُمْ	اَزْوَاجًا ؕ	وَمَا	تَحْمِلُ	مِنْ اُنْثٰى
پھر	اس نے تم کو بنایا	جوڑے جوڑے	اور نہیں	حاملہ ہوتی	کوئی مادہ

وَلَا	تَضَعُ	اِلَّا	بِعِلْمِهٖ ؕ	وَ	مَا	يُعَمَّرُ
اور نہ	وہ جنتی ہے	مگر	اس کے علم کے ساتھ	اور	نہیں	عمر دیا جاتا

مِنْ مُّعَمَّرٍ	وَّلَا	يُنْقَصُ	مِنْ	عُمُرِهٖۤ	اِلَّا
کوئی عمر دیا جانے والے	اور نہ	کمی کی جاتی ہے	سے	اس کی عمر	مگر

فِيْ	كِتٰبٍ ؕ	اِنَّ	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ﴿١١﴾
میں	کتاب	بلاشبہ	یہ	پر	اللہ	نہایت آسان ہے

''اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے پھر تمہارے جوڑے جوڑے بنائے کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے سب کچھ کرنا اللہ کے لیے آسان کام ہے۔'' (۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مرنے کے بعد قیامت کے دن جی اٹھنے کی دوسری دلیل۔

اس آیت سے دو آیات پہلے "بَعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ" کو بارش اور مردہ زمین سے تشبیہ دی گئی ہے یہاں انسان کی مرحلہ وار تخلیق کے حوالہ سے انسان کو دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے۔ مرنے کے بعد جی اٹھنے کا انکار کرنے والو! ذرا اپنی تخلیق پر غور کرو کہ جس ''اللہ'' نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہاری موت کے بعد تمہیں اٹھائے گا اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفے کو تمہاری تخلیق کا ذریعہ بنایا، پھر تمہارے درمیان میاں بیوی کا ناطہ جوڑا۔ کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ کسی کو زیادہ یا تھوڑی عمر ملنا بھی کسی کے اختیار میں نہیں عمر میں کمی، بیشی کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور سب کچھ اس کے ہاں لوحِ محفوظ میں تحریر ہے یہ تمام معاملات اور اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں جنہیں بروئے کار لانا اللہ تعالیٰ کے لیے نہایت ہی آسان ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں آٹھ کاموں کا ذکر کیا گیا ہے جن کی تفصیلات قرآن مجید کے کئی مقامات پر بیان ہوئی ہیں۔ ① اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر مٹی کے جوہر سے انسان کی تخلیق کا سلسلہ شروع کیا۔ ② ہر انسان جوہرِ حیات یعنی نطفے سے تخلیق پاتا ہے۔

③اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لیے میاں بیوی کا رشتہ قائم فرمایا۔④اللہ تعالیٰ حاملہ کے حمل سے پوری طرح واقف ہوتا ہے۔⑤ کسی کو زیادہ یا تھوڑی عمر دینا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔⑥اللہ تعالیٰ نے ہر بات لوحِ محفوظ پر درج کر رکھی ہے۔⑦اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی کام کرنا مشکل نہیں۔

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ وَرَفَعَ الْحَدِيثَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ نُطْفَةٌ أَيْ رَبِّ عَلَقَةٌ أَيْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ اللهُ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقًا قَالَ قَالَ الْمَلَكُ أَيْ رَبِّ ذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذَلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ» (رواه مسلم: باب كَيْفِيَةِ الخلقِ الآدَمِيِّ فِي بطنِ أُمِّهِ وَكِتَابَةِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ)

''حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے وہ حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کیا ہے وہ پوچھتا ہے اے میرے رب! یہ نطفہ ہے اے میرے رب! یہ جما ہوا خون ہے اے میرے رب: یہ گوشت کا لوتھڑا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کی تخلیق کا فیصلہ فرماتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتہ کہتا ہے اے میرے رب مذکر یا مؤنث بد بخت یا خوش بخت اس کا رزق کتنا ہے اس کی عمر کتنی ہے اسی طرح سب کچھ انسان کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔''

مرفوع حدیث کی تعریف:

وہ امور جو رسول اللہ ﷺ سے منقول اور مروی ہوں ان کو مرفوع کہا جاتا ہے اور جو صحابہ کرام سے منقول ہوں ان کا نام حدیث موقوف رکھا گیا اور جو تابعین سے منقول ہوں ان کا نام حدیث مقطوع رکھا گیا۔

تفسیر بالقرآن

انسان کی تخلیق کے مراحل:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔(آل عمران:۵۹) ۲۔ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔(المومنون:۱۲)
۳۔ اللہ نے انسان کو کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا۔(الحجر:۲۷) ۴۔حضرت حوا کو آدم سے پیدا کیا۔(النساء:۱)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔(النحل:۴) ۶۔ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔(الدھر:۲)
۷۔ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔(النساء:۱)
۸۔ اللہ نے انسانوں میں سے ہی ان کی بیویاں بنائیں اور ان سے بچے پیدا فرمائے۔(النحل:۷۲)
۹۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہارے جوڑے جوڑے بنائے۔(فاطر:۱۱)
۱۰۔ کیا تو اس ذات کا کفر کرتا ہے جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے تجھے آدمی بنایا۔(الکھف:۳۷)
۱۱۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنایا، پھر اس سے خون کا لوتھڑا، پھر اس سے بوٹی بنا کر انسان بنایا۔(الحج:۵)

وَمَا	يَسْتَوِي	الْبَحْرٰنِ ۚ	هٰذَا	عَذْبٌ	فُرَاتٌ
اور نہیں	برابر	دو دریا	یہ	میٹھا	خوب میٹھا

سَآئِغٌ	شَرَابُهٗ	وَهٰذَا	مِلْحٌ	اُجَاجٌ ؕ	وَمِنْ
آسان	اس کا پینا	اور یہ	کھارا	سخت کڑوا	اور سے

كُلٍّ	تَاْكُلُوْنَ	لَحْمًا	طَرِيًّا	وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ	حِلْيَةً
ہر ایک	تم کھاتے ہو	گوشت	تازہ	اور تم نکالتے ہو	زیورات

تَلْبَسُوْنَهَا ۚ	وَتَرَى	الْفُلْكَ	فِيْهِ	مَوَاخِرَ	لِتَبْتَغُوْا
جنہیں تم پہنتے ہو	اور آپ دیکھیں گے	کشتیاں	اس میں	پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں	تا کہ تم تلاش کرو

مِنْ	فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ⑫
سے	اس کے فضل	اور تا کہ تم	شکر کرو

''اور دونوں سمندر یکساں نہیں ہیں ایک میٹھا اور پیاس بجھانے والا ہے، پینے میں خوش ذائقہ ہے اور دوسرا کھاری ہے سخت کڑوا مگر تم دونوں سے تازہ گوشت حاصل کرتے ہو اور پہننے کے لیے زیبائش کا سامان نکالتے ہو، اور سمندر میں دیکھتے ہو کہ کشتیاں اُسے چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔'' (۱۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو ہوائیں چلاتا اور بارش برساتا ہے، وہی عزت کا مالک ہے اور اسی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر ایک نطفے سے انسان کی تخلیق کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ ہی سمندر کے میٹھے اور کڑوے پانی کو اکٹھا چلانے والا ہے وہ اپنی قدرتوں اور نعمتوں کا اس لیے تذکرہ کرتا ہے تا کہ تم ان کا احساس کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ کیا کفار نے غور نہیں کیا کہ زمین و آسمان باہم ملے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا اور اسی نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا فرمائی کیا پھر بھی تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ (الانبیاء: ۳۰) جس پانی سے زندہ مخلوق کو پیدا کیا گیا ہے اس پانی کی بنیادی طور پر دو اقسام ہیں ایک میٹھا اور خوش ذائقہ ہے دوسرا اتنا کھاری ہے جو حلق کو زخمی کر دیتا ہے۔ سورۃ الرحمٰن آیت ۱۹ تا ۲۰ میں یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ دو سمندر ہیں ایک میٹھا اور دوسرا کھاری، دونوں ایک ہی جگہ بہہ رہے ہیں لیکن آپس میں خلط ملط نہیں ہوتے کیوں کہ ربِ رحمٰن نے دونوں کے درمیان دکھائی نہ آنے والا پردہ حائل کر رکھا ہے جو ایک دوسرے کو ملنے نہیں دیتا؟ پردے سے مراد وہ اجزا بھی ہو سکتے ہیں جو دونوں پانیوں میں الگ

الگ ہوتے ہیں جو دونوں پانیوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتے۔ (اللہ اعلم) لوگو! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی نا قدری کرو گے غور کرو! کہ ایک سمندر کا پانی اتنا نمکین اور کڑوا ہے کہ حلق سے گزر نہیں سکتا لیکن اسی پانی میں پیدا ہونے اور پلنے والی مچھلیاں جن کا تم گوشت کھاتے ہو ان میں کسی قسم کی کڑواہٹ نہیں پائی جاتی آخر یہ کس کی قدرت کا نتیجہ ہے کہ عمر بھر کڑوے پانی میں رہنے والی مچھلی کا گوشت نہ صرف کڑواہٹ سے پاک ہے بلکہ خوراک کے اعتبار سے انتہائی مفید ہے جس میں دل کو تکلیف دینے والی چکناہٹ نہیں پائی جاتی ہے۔

بے شک انسان نے تیز سے تیز رفتار ہوائی جہاز اور مواصلات کے ذرائع تیار کر لئے ہیں مگر آج بھی پوری دنیا کی تجارت کا بیشتر حصہ بحری جہازوں اور کشتیاں کا محتاج ہے۔ اسی طرح سب سے قیمتی ہیرے، جوہرات سمندر سے نکالے جاتے ہیں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کے پانی کو کھاری اور میٹھا بنایا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کی تہہ میں ہیرے جواہرات پیدا فرمائے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کو سمندر کے سینے پر جہاز چلانے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

تفسیر بالقرآن

پانی اور اس کے فوائد:

۱۔ ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندگی بخشی۔ (الانبیاء:۳۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ پانی سے تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور اور انگور اُگاتا ہے۔ (النحل:۱۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تاکہ تم طہارت حاصل کرو۔ (الانفال:۱۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اُگائے ہیں۔ (النمل:۶۰)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے پانی سے ہر قسم کی نباتات کو پیدا کیا ہے۔ (الانعام:۹۹)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے مختلف انواع کے پھل پیدا فرمائے۔ (فاطر:۲۷)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ذریعے تمہیں پھلوں سے رزق عطا فرمایا: (البقرۃ:۲۲)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے تمام نباتات کو پانی کے ذریعے پیدا کیا۔ (طٰہٰ:۵۳)

۹۔ پانی کے ذریعے ہی بنجر زمین زرخیز ہوتی ہے۔ (النحل:۶۵)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی اور مٹی سے پیدا کیا۔ (الطارق:۶)

۱۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برکت والا پانی نازل فرما کر اسکے ذریعے بہت سے سرسبز و شاداب باغات پیدا کیے ہیں۔ (ق:۹)

يُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي	النَّهَارِ	وَيُوْلِجُ	النَّهَارَ
وہ داخل کرتا ہے	رات کو	میں	دن	اور وہ داخل کرتا ہے	دن کو
فِي	الَّيْلِ ۙ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ ۭ	كُلٌّ
میں	رات	اور اس نے مسخر کر دیا	سورج	اور چاند کو	ہر ایک
يَّجْرِيْ	لِاَجَلٍ	مُّسَمًّى ۭ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ
چل رہا ہے	وقت کے لیے	مقرر	یہی تمہارا	اللہ	تمہارا رب ہے
لَهُ	الْمُلْكُ ۭ	وَالَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهٖ
اسی کے لیے	بادشاہی ہے	اور جن کو	تم پکارتے ہو	سے	اس کے سوا
مَا	يَمْلِكُوْنَ	مِنْ	قِطْمِيْرٍ ﴿١٣﴾		
نہیں	وہ اختیار رکھتے	سے	کھجور کی گٹھلی کے پردے کی		

''وہ دن میں رات اور رات میں دن کو داخل کرتا ہے، چاند اور سورج کو اُسی نے مسخر کر رکھا ہے ہر کوئی وقت مقرر تک چلا جا رہا ہے، وہی اللہ تمہارا رب ہے بادشاہی اُسی کی ہے اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے پردے کے بھی مالک نہیں ہیں۔'' (۱۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: میٹھے اور کڑوے پانی، مچھلیوں، کشتیوں اور جوہرات کے ذکر کے بعد رات اور دن کا ذکر کیونکہ رات اور دن بھی قدرت کی بڑی، بڑی نشانیوں میں سے عظیم نشانی ہیں اور اسی سے ہی زندگی کا نظام ترتیب پاتا ہے۔

قرآن مجید میں کئی بار ذکر ہوا ہے کہ لیل و نہار کی گردش، سورج اور چاند کا آنا جانا اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں۔ بنیادی طور پر دن اور رات کا تعلق سورج اور چاند کی گردش کے ساتھ ہے سورج اور چاند کے بارے میں سورہ یٰس میں فرمایا ہے کہ نہ سورج چاند کو پا سکتا ہے اور نہ چاند سورج کے ساتھ مل سکتا ہے دونوں اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں، رات اور دن کے آنے، جانے میں سورج کا مرکزی کردار ہے جونہی سورج طلوع ہوتا ہے تو رات کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور جب سورج غروب ہوتا ہے تو رات کا اندھیرا پلٹ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا نظام اس طرح بنایا اور چلایا ہے کہ کبھی دن رات پر ایک حد تک غلبہ پاتا ہے اور کبھی رات دن کے ایک حصے کو اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے۔ نہ دن رات کے کچھ حصہ پر یکدم غلبہ پاتا ہے اور نہ رات یکبارگی دن کو اپنے دامن میں لپیٹتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لیے ایک رفتار اور نظام الاوقات مقرر کر رکھا ہے۔ سائنسدان کی ریسرچ کے مطابق کھربوں سال سے یہ سلسلہ جاری ہے لیکن آج تک لیل و نہار کی آمد و رفت میں خلل واقع نہیں ہوا یہ سلسلہ

مضبوط نظم کے ساتھ قیامت تک جاری رہے گا اس میں قدرت کی سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انہیں بنانے اور چلانے والا صرف ایک ''اللہ'' ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے ساتھ اور کوئی چلانے والے ہوتے تو بالیقین اس نظام میں کوئی نہ کوئی خلل واقع ہوتا کیونکہ اسے چلانے والا ایک ہی الٰہ ہے اس لیے یہ نظام منظم طریقے کے ساتھ جاری وساری ہے جو قیامت تک اس طرح ہی چلتا رہے گا، جہاں تک سورج کی روشنی اور اس کی تپش کے فوائد ہیں اور چاند کی چاندنی اور اس کے فائدے ہیں وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ کوئی ان کا شمار نہیں کر سکتا اور یہی حال رات اور دن کے فوائد کا ہے جن سے ہر آدمی مستفید ہوتا ہے اپنی نعمتوں سے مستفید کرنے والا اور لوگوں کی زندگی ترتیب دینے والا صرف ایک اللہ ہے اور وہی لوگوں کا رب اور بادشاہ ہے لیکن لوگوں کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا خیر خواہ اور مددگار سمجھتے ہیں حالانکہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے ساتھ پکارا جاتا ہے وہ کھجور کی گٹھلی کے پردے کے برابر بھی اختیارات نہیں رکھتے۔ ''قِطْمِيْرٌ'' کھجور کے اس پردے کو کہا جاتا ہے جو اس کی گٹھلی کے درمیان لکیر میں پایا جاتا ہے یہ پردہ اس قدر باریک اور نازک ہوتا ہے کہ اکثر اوقات کھجور کے گودے کے ساتھ ہی چمٹا رہتا ہے اور دیکھنے والے کو دکھائی نہیں دیتا گویا کہ بہت ہی حقیر اور کمزور ہوتا ہے مگر مشرک ان لوگوں کو خدا کی خدائی میں شریک کرتے ہیں جن کے پاس اتنا بھی اختیار نہیں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کا مالک ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہی نے چاند اور سورج کو مسخر فرمایا ہے۔
۴۔ چاند اور سورج اپنے اپنے وقت اور مدار میں چلے جا رہے ہیں۔
۵۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کو پیدا کرنے اور ان کی ضروریات پوری کرنیوالا ہے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خدائی میں کسی کو کھجور کی گٹھلی کے پردے کے برابر بھی اختیار نہیں دیا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی میں کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں دیا:

۱۔ ہر کام کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔ (الحج:۴۱) ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرہ:۲۰)
۳۔ ''اللہ'' پیدا کرتا ہے اور مختار کل ہے دوسروں کو کوئی اختیار نہیں ہے اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ (القصص:۶۸)
۴۔ قیامت کے دن آسمانوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا، اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (الزمر:۶۷)

اِنْ	تَدْعُوْهُمْ	لَا	يَسْمَعُوْا	دُعَآءَكُمْ ۚ	وَلَوْ
اگر	تم پکارو ان کو	نہیں	وہ سنیں گے	تمہاری پکار	اور اگر

سَمِعُوْا	مَا	اسْتَجَابُوْا	لَكُمْ ؕ	وَيَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	يَكْفُرُوْنَ
وہ سن بھی لیں	نہیں	وہ جواب دیں گے	تمہیں	اور دن	قیامت کے	وہ انکار کر دیں گے

بِشِرْكِكُمْ ؕ	وَلَا	يُنَبِّئُكَ	مِثْلُ	خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾
تمہارے شرک کا	اور نہیں	وہ خبر دے گا آپ کو	مانند	خوب خبردار کی

''اگر انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سن نہیں سکتے اور اگر سن لیں تو اس کا تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے ایسی خبر تمہیں ''اللہ'' کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو مشرکین پکارتے ہیں ان کی حیثیت۔

قرآن مجید بار بار ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو نہ پکارا جائے مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ سے بھی مدد مانگتا ہے اور اس کے ساتھ بتوں، فوت شدگان، جنات، ملائکہ یا کسی اور غیر مری طاقت سے بھی امداد طلب کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام، رکوع، سجدہ اور نذر و نیاز پیش کرتا ہے اسی طرح ہی دوسروں کے سامنے جھکتا اور نذرانے پیش کرتا ہے گویا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ دوسروں کی عبادت کرتا اور ان کو پکارتا ہے۔

قرآن مجید اس بات سے بھی روکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ پکارا جائے پہلے طریقہ کے لیے "وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ" کے الفاظ آئے ہیں اور دوسرے کے لیے "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" یا "مِنْ دُوْنِهٖ" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جس کا صاف معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد طلب نہیں کرنی چاہیے۔ بے شک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا حضرت عزیر علیہ السلام یا کوئی فوت شدہ ہستی تمام فوت شدگان کے بارے میں یہی ارشاد ہے کہ وہ نہیں سنتے بفرضِ محال اگر وہ سن بھی لیں تو وہ تمہاری فریاد کا جواب نہیں دے سکتے۔ قیامت کے دن جب ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ اپنے پکارنے والوں کا انکار کر دیں گے اگر سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے یہ الفاظ لا کر ثابت کیا ہے کہ وہ کسی صورت بھی نہ سن سکتے ہیں اور نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔

لوگو! سنو اور سوچو! تمہارا رب تمہیں شرک کے بارے میں کس طرح بار بار روکتا ہے اور اسے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اس علیم و خبیر کے سوا کوئی تمہیں اس طرح نہ سمجھا سکتا، نہ بتلا سکتا ہے اور تمہاری خیر خواہی کر سکتا ہے۔

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ

عَذَابًا لَوْ كَانَتْ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا أَكُنْتَ مُفْتَدِيًا بِهَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ قَدْ أَرَدْتُ مِنْكَ أَهْوَنَ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ أَحْسَبُهُ قَالَ وَلَا أُدْخِلَكَ النَّارَ فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ)) (رواه مسلم: كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب طَلَبِ الْكَافِرِ الْفِدَاءَ بِمِلْءِ الْأَرْضِ ذَهَبًا)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جہنمیوں میں سے کم ترین عذاب پانے والے جہنمی سے فرمائے گا کہ اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے تیرے پاس ہو۔ تو کیا اسے فدیہ کے طور پر دینے کے لیے تیار ہے؟ وہ کہے گا جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے بھی ہلکی بات کا مطالبہ کیا تھا جب تو آدم کی پُشت میں تھا وہ یہ کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھے جہنم میں داخل نہ کرتا مگر تو شرک سے باز نہ آیا۔''

مسائل

١۔ فوت شدگان کسی کی بات نہیں سنتے اور نہ ہی جواب دے سکتے ہیں۔
٢۔ قیامت کے دن فوت شدگان اپنے آپ کو شریک بنانے کی نفی کریں گے۔
٣۔ اللہ تعالیٰ بار بار لوگوں کو شرک کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا اس کے سوا کسی اور کو پکارنا شرک ہے:

١۔ بس ایک الٰہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کو نہ پکارو۔ (القصص:٨٨)
٢۔ اللہ ہی کو پکارو وہی تکلیف دور کرتا ہے۔ (الانعام:٤١)
٣۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ (یونس:١٠٦)
٤۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں صرف اسی کو پکارو (المومن:٦٥)
٥۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو نا پکارو اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں مگر وہی ہے۔ (القصص:٨٨)
٦۔ وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں خالصتاً اسی کو پکارو۔ (المومن:٦٥)
٧۔ سب کو صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ صرف ایک اللہ کو پکارو۔ (البینۃ:٥)
٨۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکاریں ورنہ آپ عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (الشعراء:٢١٣)
٩۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ (النساء:٣٦)
١٠۔ مومنو! اللہ کو اخلاص کے ساتھ پکارو اگرچہ کفار کے لیے یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔ (المومن:١٤)

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اَنْتُمُ	الْفُقَرَآءُ	اِلَى	اللّٰهِ ۚ	وَاللّٰهُ
اے	لوگو!	تم سب	محتاج ہو	طرف	اللہ کی	اور اللہ

هُوَ	الْغَنِيُّ	الْحَمِيْدُ ﴿١٥﴾	اِنْ	يَّشَاْ	يُذْهِبْكُمْ	وَيَاْتِ
وہی	بے نیاز	لائق حمد وثناء ہے	اگر	وہ چاہے	تمہیں لے جائے	اور وہ لے آئے

بِخَلْقٍ	جَدِيْدٍ ۙ﴿١٦﴾	وَمَا	ذٰلِكَ	عَلَى	اللّٰهِ	بِعَزِيْزٍ ﴿١٧﴾
مخلوق	نئی	اور نہیں	یہ	پر	اللہ	مشکل

''لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو، اللہ، غنی اور حمید ہے۔ (۱۵) وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر نئی مخلوق لے آئے۔ (۱۶) ایسا کرنا اللہ کے لیے مشکل نہیں۔'' (۱۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' ہی کی بادشاہی ہے۔ اس کی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں طالب اور مطلوب سب کے سب اسی کے در کے فقیر ہیں۔

اے لوگو! تم تمام کے تمام اپنے رب کی بارگاہ کے فقیر ہو اور اللہ غنی ہے، ساری کائنات اسی کی ثناء خواں اور محتاج ہے وہ چاہے تو تمہیں ختم کر کے نئی مخلوق پیدا کر دے وہ اتنا بڑا فیصلہ کرنے اور اسے نافذ کرنے پر قادر ہے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی بڑی بڑی قدرتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جن کو ''اللہ'' کی خدائی میں شریک سمجھتے ہو وہ تو ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ ہی تمہاری دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اب ارشاد فرمایا کہ جن سے تم مانگتے ہو یا جنہیں تم اپنے رب کی ذات اور اختیارات میں شریک سمجھتے ہو وہ اور تم سب کے سب اپنے رب کے در کے فقیر اور محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے غنی ہے اس کے خزانوں میں نہ کمی واقع ہوئی ہے اور نہ ہوگی، اسے نہ کسی کے تعاون کی ضرورت ہے اور نہ ہوگی، تمام کی تمام مخلوق اس کے خزانوں سے فیض یاب ہو رہی ہے اور اس کی شکر گزار ہے۔ اے انسانو! اگر تم اس کے شکر گزار نہیں بنتے تو اسے تمہاری نافرمانی اور ناقدری کرنے کی کوئی پروا نہیں کیونکہ وہ ہر ضرورت سے بے نیاز ہے اور اس کی ہر کوئی تعریف کر رہا ہے۔ ہاں! اگر وہ تمہیں ختم کرنے کا فیصلہ کر لے اور تمہاری جگہ کوئی دوسری مخلوق لے آئے تو تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے کیونکہ وہ اپنے فیصلے نافذ کرنے پر کلی طور پر غالب ہے تاریخ کے دریچوں میں جھانک کر دیکھو! اس نے تم سے پہلے کتنی اقوام کو صفحۂ ہستی سے مٹایا اور ان کی جگہ پر دوسروں کو بسایا مٹنے والوں کو بچانے والا کوئی نہ تھا اور نہ ہی وہ خود اپنے آپ کو بچا سکے۔

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندو! تم میں

سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت سے سرفراز کروں بس تم مجھ سے ہدایت مانگو، میں تمہیں ہدایت دوں گا تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں پس تم مجھ سے مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔ میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں پس تم مجھ سے پہناوا طلب کرو میں تمہیں پہناؤں گا۔ میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو، میں تمام گناہوں کو بخش دینے والا ہوں لہٰذا مجھ سے بخشش طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا۔ میرے بندو! تم مجھے نقصان اور نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میرے بندو! تمہارے تمام اگلے پچھلے' جن وانس سب سے زیادہ متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو وہ میری سلطنت میں ذرّہ بھر اضافہ نہیں کر سکتے۔ میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے جن وانس بدترین فاسق وفاجر انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو وہ میری حکومت میں کوئی کمزوری پیدا نہیں کر سکتے۔ میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے' جن وانس سب کھلے میدان میں اکٹھے ہو جائیں پھر وہ مجھ سے مانگنے لگیں اور میں ہر کسی کی منہ مانگی مرادیں پوری کر دوں تو میرے خزانوں میں اتنی کمی بھی واقع نہیں کر سکتے جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے کمی واقع ہوتی ہے۔''

(رواہ مسلم: کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ غنی ہے تمام لوگ اس کے محتاج اور فقیر ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے تعریف کے لائق ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے نافذ کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے کتنی اقوام کو نیست ونابود کیا:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حق کی تکذیب کرنے والوں کو انکے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر کے دوسری قوم کو پیدا فرمایا۔ (الانعام:٦)
۲۔ بستی والوں نے جب ظلم کیا اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ (الکہف:٥٩)
۳۔ قوم عاد نے جھٹلایا تو اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ (الشعراء:١٣٩)
۴۔ قوم تبّع اور ان سے پہلے مجرموں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ (الدخان:٣٧)
۵۔ قوم عاد کو تند وتیز ہوا کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔ (الحاقۃ:٦)
۲۔ آل فرعون نے ''اللہ'' کی آیات کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کیوجہ سے ہلاک کر دیا۔ (الانفال:٥٤)
۷۔ کیا وہ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی بڑے مجرموں کو ہلاک کر دیا۔ (القصص:٧٨)
۸۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی طرف وحی کی کہ ظالموں کو ضرور ہلاک کرے گا۔ (ابراہیم:١٣)

وَلَا	تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزْرَ	اُخْرٰى ؕ	وَاِنْ
اور نہیں	بوجھ اٹھائے گا	کوئی بوجھ اُٹھانے والا	بوجھ	دوسرے کا	اور اگر
تَدْعُ	مُثْقَلَةٌ	اِلٰى	حِمْلِهَا	لَا	يُحْمَلْ	مِنْهُ
دو بلائے گا	کوئی بوجھ لدا شخص	طرف	اپنے بوجھ کی	نہیں	اٹھایا جائے گا	اس سے
شَيْءٌ	وَّلَوْ	كَانَ	ذَا قُرْبٰى ؕ	اِنَّمَا	تُنْذِرُ	الَّذِيْنَ
کچھ بھی	اگرچہ	وہ	قریبی رشتہ دار ہو	صرف	آپ ڈراتے ہیں	ان لوگوں کو جو
يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَيْبِ	وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ ؕ	وَمَنْ
ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	بن دیکھے	اور وہ قائم کرتے ہیں	نماز	اور جو
تَزَكّٰى	فَاِنَّمَا	يَتَزَكّٰى	لِنَفْسِهٖ ؕ	وَاِلَى	اللّٰهِ	الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾
پاک ہوگیا	تو صرف	وہ پاک ہوتا ہے	اپنے ہی لیے	اور طرف	اللہ کی	لوٹ کر جانا ہے

''کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا، اور اگر کوئی بوجھ اٹھانے والا اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے کسی کو کہے گا تو اس کے بوجھ کا ایک معمولی حصہ بھی اٹھانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، آپ صرف انہی لوگوں کو متنبہ کر سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم کرتے ہیں، جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ اپنے لیے ہی کرتا ہے۔ سب کو اللہ کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے۔''(۱۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو دنیا میں اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے وہ آخرت میں بھی کسی کی ذمہ داری نہیں اٹھائیں گے۔

مشرکین کا عقیدہ ہے کہ جن بزرگوں کے حضور ہم نذر و نیاز پیش کرتے ہیں وہ قیامت کے دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے چھڑا لیں گے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والوں پر یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اس دن کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا جو شخص بوجھ تلے دبا ہوگا وہ بڑی آہ وزاری کے ساتھ اپنے اقرباء اور احباب کو آواز پر آواز دے گا لیکن اس کا بوجھ اٹھانے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوگا یہاں تک کہ باپ بیٹے سے، بھائی اپنے بھائی سے، ماں اپنے جگر گوشوں سے، بیٹیاں اپنی مامتا سے دور بھاگ جائیں گی۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ بالخصوص ان لوگوں کو قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرائیں جو اپنے رب سے اس کو دیکھے بغیر ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں جس نے اپنے آپ کو گناہ کی غلاظت سے پاک رکھا اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور بالآخر ہر کسی نے اپنے رب کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے۔ قرآن مجید نے گناہوں کے لیے بوجھ

کا لفظ استعمال کیا ہے یہ ایسا بوجھ ہوگا کہ جس کے تلے مجرم دبا ہوا ہوگا وہ اپنے عزیز واقربا اور جاننے والوں کو مدد کے لیے بار بار پکارے گا لیکن کوئی بھی اس کی مدد کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ اس صورتِ حال سے وہی لوگ بچ سکیں گے جو اپنے رب پر فی الحقیقت ایمان رکھنے والے اور نماز کی پابندی کرنے والے ہیں۔

یاد رہے کہ گناہوں کا آخرت میں ہی بوجھ نہیں ہوگا دنیا میں بھی اس کا بوجھ ہوتا ہے جس وجہ سے انسان پریشان ہوتا ہے اور کئی انسان گناہ کے بوجھ اور شرمندگی کی وجہ سے خودکشی کر لیتے ہیں۔ جو پہلے گناہوں سے بھی بڑا گناہ ہے۔

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردیوں کے موسم میں باہر تشریف لے گئے درختوں سے پتے گر رہے تھے آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا جس سے ٹہنی کے پتے زمین پر گر پڑے فرمایا: ابوذر! میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! حاضر ہوں آپ نے فرمایا: مسلمان جب اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی گر جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر گئے ہیں۔'' (مسند احمد: کتاب مسند الأنصار، باب حدیث أبی ذر رضی اللہ عنہ [ضعیف])

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مال اس کی گردن میں گنجا سانپ بنا کر ڈال دیگا۔ پھر آپ نے کتاب اللہ سے اس آیت کی تلاوت کی {وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ}''

(رواہ الترمذی: کتاب: تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ آلِ عمران [صحیح])

مسائل

۱۔ انسان کے گناہ قیامت کے دن بوجھ بن جائیں گے۔ ۲۔ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اور نماز قائم کرنے والے ہی گناہوں سے بچا کرتے ہیں۔
۴۔ بالآخر ہر کسی نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا:

۱۔ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۔ فاطر: ۱۸)
۲۔ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (الزمر: ۷) ۳۔ خبردار کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (النجم: ۳۸)
۴۔ انسان جو بھی کرتا ہے اس کا بوجھ اسی پہ ہے کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (الانعام: ۱۶۴)
۵۔ ہر ایک اپنے معاملے کا خود ذمہ دار ہے۔ (البقرہ: ۱۴۱) ۶۔ قیامت کے دن دوست کام نہیں آئیں گے۔ (البقرہ: ۲۵۴)

وَمَا	يَسْتَوِي	الْاَعْمٰى	وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾	وَلَا	الظُّلُمٰتُ
اور نہیں	برابر	اندھا	اور دیکھنے والا	اور نہ	اندھیرے
وَلَا	النُّوْرُ ﴿٢٠﴾	وَلَا	الظِّلُّ	وَلَا	الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾
اور نہ	روشنی	اور نہ	سایہ	اور نہ	دھوپ

''اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے۔(۱۹) نہ اندھیرے اور روشنی برابر ہیں۔(۲۰) چھاؤں اور دھوپ ایک جیسی نہیں۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: عقیدۂ توحید اور دین سے انحراف کرنے والا درحقیقت اندھا ہوتا ہے اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بصیرت اور بصارت اس لیے عطا فرمائی ہے کہ وہ اپنے رب کو پہنچانے اور اس کی فرمانبرداری اختیار کرے جو انسان اپنے رب کو فراموش کر دیتا ہے درحقیقت وہ اندھا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت اور ضمیر کی آواز کو فراموش کر کے دل کی روشنی کھو بیٹھتا ہے۔

ضمیر کی روشنی اور کائنات کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے خالق، مالک اور رازق کو پہچانے اور اس کی فرمانبرداری میں زندگی بسر کرے۔ پہلی بات کا نام عقیدہ توحید ہے اور دوسری بات کا نام دین ہے جو اس پر عمل کرتا ہے وہ بینا ہے اور جس نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا وہ اندھا ہے بینا نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ نور کی بجائے اپنے توہمات اور معاشرے کی رسومات کی تاریکی میں زندگی بسر کرتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں یہ استفسار فرمایا ہے کہ بتاؤ اندھا اور بینا، اندھیرے اور روشنی، چھاؤں اور دھوپ برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ برابر نہیں ہو سکتے جب یہ برابر نہیں ہو سکتے تو آدمی کو اندھے پن کی بجائے بصیرت کیساتھ اندھیروں سے نکل کر روشنی میں چلنا چاہیے اور اسے دھوپ کی بجائے سائے کو ترجیح دینا چاہیے۔ یہی عقلِ سلیم کا تقاضا ہے اس کا ہر شخص کو خیال اور احترام کرنا چاہیے تاکہ دنیا میں دردر کی ٹھوکروں سے بچ جائے اور آخرت میں اپنے رب کی بارگاہ میں سرخرو ہو جائے۔ یہاں اندھا پن، اندھیرے اور دھوپ سے پہلی مراد شرک ہے اور ''التوحید'' کو بصیرت، النور اور ٹھنڈا سایہ قرار دیا گیا ہے جس سے انسان کو دنیا میں سکون، روشنی اور بصیرت حاصل ہوتی ہے اور موت کے بعد لمحہ بہ لمحہ اسے اپنے رب کی دست گیری اور اس کی طرف سے نور میسّر ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

التوحید اور شرک کا موازنہ:

۱۔ توحید سب سے بڑی سچائی ہے۔(المائدۃ:۱۱۹، النساء:۸۷، ۱۲۲) ۲۔ شرک سب سے بڑا جھوٹ ہے۔(ھود:۱۸)
۳۔ توحید سب سے بڑی گواہی ہے۔(آل عمران:۱۸، الانعام:۱۹، الروم:۳۰) ۴۔ توحید عدل ہے۔(آل عمران:۱۸)
۵۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔(لقمان:۱۳) ۶۔ توحید دانائی ہے۔(بنی اسرائیل:۳۹) ۷۔ شرک بیوقوفی ہے۔(الجن:۴)

وَمَا	يَسْتَوِي	الْاَحْيَآءُ	وَلَا	الْاَمْوَاتُ ؕ	اِنَّ
اور نہیں	برابر ہو سکتے	زندے	اور نہ	مردے	بے شک
اللّٰهَ	يُسْمِعُ	مَنْ	يَّشَآءُ ۚ	وَمَآ	اَنْتَ
اللہ	وہ سناتا ہے	جسے	وہ چاہتا ہے	اور نہیں	تو
بِمُسْمِعٍ	مَّنْ	فِي	الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾	اِنْ	اَنْتَ
سنانے والا	جو ہیں	میں	قبروں	نہیں ہے	تو
اِلَّا	نَذِيْرٌ ﴿٢٣﴾	اِنَّآ	اَرْسَلْنٰكَ	بِالْحَقِّ	بَشِيْرًا
مگر	ڈرانے والے	بلاشبہ ہم نے	بھیجا تجھ کو	حق کے ساتھ	خوشخبری دینے والا
وَّنَذِيْرًا ؕ	وَاِنْ	مِّنْ اُمَّةٍ	اِلَّا	خَلَا	فِيْهَا
اور ڈرانے والا	اور نہیں	کوئی امت	مگر	گزرا	اس میں
نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾					
ڈرانے والا					

''اور نہ زندہ اور مُردے برابر ہیں اللہ جسے چاہتا ہے سُنا دیتا ہے، اے نبی جو قبروں میں مدفون ہیں آپ اُن کو نہیں سُنا سکتے (۲۲) آپ تو بس خبردار کرنے والے ہیں۔ (۲۳) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی اُمت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: شرک اور التوحید کا ایک موازنہ جاری ہے۔

جس طرح اندھا اور بینا، اندھیرے اور روشنی، دھوپ اور سایہ برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح زندہ اور مردہ برابر نہیں ہوتے یہاں توحید اور شرک کے درمیان موازنہ فرما کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ توحید کا عقیدہ رکھنے والے زندہ ہیں اور شرک میں مبتلا ہونے والے مردہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اُسے سننے کی توفیق بخشتا ہے اے نبی ﷺ! آپ قبروں میں دفن لوگوں کو نہیں سنا سکتے آپ تو لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کے نتیجہ سے ڈرانے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ آپ حق قبول کرنے والوں کو خوشخبری سنائیں اور انکار کرنے والوں کو ان کے انجام سے ڈرائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی امت ایسی نہیں چھوڑی جن میں ڈرانے والا مبعوث نہ کیا ہو یہ بات ''فہم القرآن'' کے کئی مقامات پر بیان ہو چکی ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت دو نتائج پر مبنی ہے تسلیم کرنے والوں کے لیے آپ ﷺ بشیر تھے اور انکار کرنے والوں کے لیے آپ نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ اس نے ہر زمانے کے لوگوں میں اپنا رسول مبعوث فرمایا جو لوگوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈراتا اور ایمان والوں کو ان کے روشن مستقبل کی خوشخبری دیا کرتا تھا ہر زمانے

اور ہر امت میں رسول بھیجنے کا یہ مفہوم ہے کہ جہاں اور جب تک نبی کی شریعت اصل حالت میں موجود رہتی ہے اس وقت تک وہاں نبی مبعوث نہیں کیا جاتا جب پہلے نبی کی شریعت اپنی حالت میں نہیں رہتی یا اسے کلیتاً جھٹلا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس نبی کے دور اور علاقے میں ایک اور نبی مبعوث فرماتا رہا تا آنکہ خاتم المرسلین مبعوث کر دیئے گئے اب قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا کیونکہ دین مکمل ہوا جو اصل حالت میں ہمیشہ رہے گا اور آپ ﷺ کی امت کے علماء یہ فرض ادا کرتے رہیں گے۔ آیت ۲۲ میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ نبی مکرم ﷺ بھی مردوں کو نہیں سنا سکتے تھے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنوا سکتا ہے جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں بدر کے مردوں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ أَخَذَ يُحَدِّثُنَا عَنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَيُرِينَا مَصَارِعَهُمْ بِالْأَمْسِ قَالَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ إِنْ شَاءَ اللهُ غَدًا قَالَ عُمَرُ وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا أَخْطَئُوا تِيكَ فَجُعِلُوا فِي بِئْرٍ فَأَتَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ فَنَادَى يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَإِنِّي وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي اللهُ حَقًّا فَقَالَ عُمَرُ تُكَلِّمُ أَجْسَادًا لَا أَرْوَاحَ فِيهَا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنْهُمْ»

(رواہ مسلم: کتاب الجنائز، باب عَرْضِ مَقْعَدِ المیتِ من الجنة او النارِ علیه)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر میں تھے وہ ہمیں اہل بدر کے متعلق بتانے لگے کہ رسول ﷺ نے وہ جگہیں ہمیں دکھائیں جہاں اگلے دن کافروں نے قتل ہونا تھا آپ نے فرمایا: اللہ نے چاہا تو فلاں فلاں کے قتل ہونے کی یہ یہ جگہ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ کافر مقررہ جگہوں سے ذرا برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں قتل ہوئے انہیں کنویں میں پھینک دیا گیا کنویں کے پاس نبی ﷺ آئے اور انہیں آواز دیتے ہوئے فرمایا: اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچ پایا ہے بلاشبہ میرے رب نے میرے ساتھ جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچ پایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے لاشوں کو مخاطب فرمایا: حالانکہ یہ مر چکے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: جو میں انہیں کہہ رہا ہوں یہ آپ سے زیادہ سن رہے ہیں۔''

تفسیر بالقرآن

مردے نہیں سُنتے:

۱۔ اللہ جسے چاہے سنا سکتا ہے جو قبروں میں ہیں آپ ﷺ ان کو نہیں سنا سکتے۔ (فاطر: ۲۲۔ النمل: ۸۰)

۲۔ آپ ﷺ بہروں کو نہیں سنا سکتے۔ (یونس: ۴۲)

۳۔ مدفون نہیں سنتے وہ قیامت کے دن اپنے پکارنے والوں کا انکار کریں گے۔ (فاطر: ۱۴)

وَ	اِنْ	يُّكَذِّبُوْكَ	فَقَدْ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ
اور	اگر	وہ تجھ کو جھٹلاتے ہیں	تو تحقیق	جھٹلایا تھا	ان لوگوں نے	ان سے پہلے تھے

جَآءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	وَبِالزُّبُرِ	وَبِالْكِتٰبِ	الْمُنِيْرِ ﴿٢٥﴾
آئے ان کے پاس	ان کے رسول	واضح دلائل کے ساتھ	اور صحیفوں کے ساتھ	اور کتاب کے ساتھ	روشن

ثُمَّ	اَخَذْتُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	فَكَيْفَ	كَانَ	نَكِيْرِ ﴿٢٦﴾
پھر	میں نے پکڑ لیا	ان لوگوں کو	انہوں نے کفر کیا	تو کیسے	ہوا	میرا عذاب

''اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے بھی جھٹلا چکے ہیں، اُن کے پاس اُن کے رسول کھلے دلائل، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔(۲۵) پھر جن لوگوں نے نہ مانا اُن کو میں نے پکڑ لیا اور دیکھ لو کہ میری پکڑ کیسی سخت تھی۔''(۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: توحید و رسالت کا پیغام واضح ہو جانے کے باوجود اگر کفار آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو اے پیغمبر ﷺ! یہ واقعہ صرف آپ کے ساتھ ہی پیش نہیں آیا آپ سے پہلے لوگوں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ بڑی محنت اور دلسوزی کے ساتھ لوگوں کو سمجھاتے مگر لوگ اسے قبول کرنے کی بجائے اتنی ہی سختی کے ساتھ آپ کی مخالفت کا اظہار کرتے۔ اس صورتِ حال پر دل گرفتہ ہونا انسانی فطرت کا تقاضا ہے جس بنا پر آپ ﷺ افسردہ خاطر ہو جاتے۔ قرآن مجید نے آپ کی ڈھارس اور تسلی کے لیے کئی انداز اختیار کیے گئے ہیں جن میں سے ایک انداز یہ ہے کہ اے نبی علیہ السلام! آپ کو حد سے زیادہ دل گرفتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی منکرین حق نے تکذیب کا رویہ اختیار کیا تھا حالانکہ یہ رسول بڑے بڑے معجزات، بھرپور دلائل، صحیفے اور روشن کتاب دے کر بھیجے گئے تھے لیکن حق کا انکار کرنے والوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کی دعوت کو مسترد کیا۔ جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کی سخت گرفت کی اور انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کیا۔ اہلِ علم نے کتاب سے مراد تورات لی ہے جو نزولِ قرآن سے پہلے آسمانی کتابوں میں سب سے واضح اور مدلل کتاب ہے۔

مسائل

۱۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے انبیاء کو بھی جھٹلایا گیا تھا۔

۲۔ انبیائے کرام علیہم السلام معجزات واضح، دلائل اور روشن کتابوں کے ساتھ مبعوث کیے گئے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے منکرینِ حق کو ان کے انکار اور استکبار کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا۔

اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ
کیا نہیں	تو نے دیکھا	بلاشبہ	اللہ	اس نے نازل کیا	سے آسمان
مَآءً ۚ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ	ثَمَرٰتٍ	مُّخْتَلِفًا	اَلْوَانُهَا ؕ
پانی	پھر ہم نے نکالے	اس کے ذریعے	پھل	مختلف ہیں	ان کے رنگ
وَمِنَ	الْجِبَالِ	جُدَدٌۢ	بِيْضٌ	وَّحُمْرٌ	مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا
اور میں	پہاڑوں	گھاٹیاں	سفید	اور سرخ	مختلف ہیں ان کے رنگ
وَغَرَابِيْبُ	سُوْدٌ ﴿٢٧﴾	وَمِنَ	النَّاسِ	وَالدَّوَآبِّ	وَالْاَنْعَامِ
اور بہت گہرے	سیاہ	اور سے	لوگوں	اور جانوروں	اور چوپایوں
مُخْتَلِفٌ	اَلْوَانُهٗ	كَذٰلِكَ ؕ	اِنَّمَا	يَخْشَى	اللّٰهَ
مختلف ہیں	ان کے رنگ	اسی طرح	صرف	ڈرتے ہیں	اللہ
مِنْ	عِبَادِهِ	الْعُلَمٰٓؤُا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾
سے	اس کے بندوں	علماء	بلاشبہ	اللہ	خوب غالب بہت بخشنے والا ہے

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور پھر ہم اس سے طرح طرح کے پھل نکالتے ہیں جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اور پہاڑوں میں بھی سفید، سرخ اور گہری سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں۔ جن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ (۲۷) اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اُس سے ڈرتے ہیں بے شک اللہ زبردست درگزر کرنے والا ہے۔'' (۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: توحید کا انکار کرنے اور حق بات کو ٹھکرانے والوں کو غور وفکر کی دعوت۔

کیا توحید کا انکار اور حق بات کو ٹھکرانے والے اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح آسمان سے بارش برساتا ہے پھر اس کے ذریعے مختلف قسم کے پھل پیدا کرتا ہے جن کے رنگ آپس میں نہیں ملتے۔ اسی ذات نے پہاڑ پیدا کیے ہیں جن میں سفید، سرخ اور نہایت ہی کالے رنگ کے پہاڑ ہوتے ہیں، اسی ذات نے انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کے مختلف رنگ اور جسم بنائے جو اس کی قدرت کا پتہ دیتے ہیں۔ لوگوں میں وہی صاحب علم جو لوگ اپنے رب سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کام پر غالب اور بخشنے والا ہے۔

سورۃ الرّعد کی آیت ۳، ۴ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پھل کے جوڑے پیدا کیے اور زمین کو مختلف قطعات میں تقسیم فرمایا ہے جو اپنے مزاج کے مطابق مختلف قسم کے پھل پیدا کرتی ہے حالانکہ ان کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے لیکن انگور اور کھجور رنگ اور ذائقہ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح پہاڑ ہیں جو مختلف رنگ لیے ہوئے ہیں بعض پتھر قیمت کے اعتبار سے اس قدر بیش بہا ہیں کہ غریب آدمی ان کے حصول کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کے رنگ اور مزاج کی طرف توجہ کریں تو انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ ایک ہی ماں باپ کی اولاد شکل وصورت، عادات اور خصائل کے اعتبار سے آپس میں مختلف ہوتے ہیں یہی صورتِ حال چوپایوں اور جانوروں میں پائی جاتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عظیم مظاہر ہیں جن کا ادراک وہی لوگ کر پاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی علم سے سرفراز فرمایا ہے۔ حقیقی علم سے مراد وہ معرفت ہے جس کے سبب انسان اپنے رب کو پہچانتا ہے اور اس کی نافرمانی سے بچتا ہے ایسے شخص سے بتقاضائے بشریت کوتاہی سرزد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔

ان آیات میں لوگوں کے مزاج کی نشاندہی کی گئی ہے بارش اور نباتات کا ذکر فرما کر ثابت کیا ہے کہ بارش کا پانی تو ایک ہی ہوتا مگر اس کے ذریعے اُگنے والی نباتات مختلف ہوتی ہیں۔ یہی معاملہ ہدایت کا ہے ہدایت تو ایک ہے مگر اس کے ردِعمل مختلف ہوتے ہیں کچھ لوگ اس سے صراطِ مستقیم پاتے ہیں اور کچھ مزید گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس بات کو مزید سمجھنے کے لیے پہاڑوں پر غور فرمائیں کچھ سخت ہوتے اور کچھ نرم کچھ کالے ہوتے اور کچھ سفید جس طرح پہاڑوں کے رنگ مختلف اور ان میں نرم اور سخت ہوتے ہیں اسی طرح ہدایت کے بارے میں لوگوں کے مزاج اور ردّعمل مختلف ہوتے ہیں البتہ جو لوگ حقیقی علم رکھتے ہیں وہ اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں۔

«عَنْ سُفْيَانَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ أَرْبَابُ الْعِلْمِ؟ قَالَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْلَمُونَ قَالَ فَمَا أَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوبِ الْعُلَمَاءِ؟ قَالَ الطَّمَعُ» (رواہ الدارمی: باب صِيَانَةِ الْعِلْمِ [ضعيف])

''حضرت سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ حقیقی عالم کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا وہ لوگ جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں پھر انہوں نے عرض کی کہ کون سی چیز علماء کے دلوں سے علم کو نکال دے گی کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا دنیا کا لالچ۔''

تفسیر بالقرآن

حقیقی علم کا تقاضا اور اس کے فضائل:

۱۔ اس بات کا علم حاصل کریں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ (محمد: ۱۹)

۲۔ کیا علم والا اور علم نہ رکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں۔ (الزمر: ۹)

۳۔ اللہ تعالیٰ علم کی بنیاد پر لوگوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔ (المجادلۃ: ۱۱)

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَتْلُوْنَ	كِتٰبَ	اللّٰهِ	وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
بلاشبہ	جولوگ	تلاوت کرتے ہیں	کتاب کی	اللہ کی	اوروہ قائم کرتے ہیں نماز
وَ اَنْفَقُوْا	مِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	سِرًّا	وَّعَلَانِيَةً	يَّرْجُوْنَ
اوروہ خرچ کرتے ہیں اس سے جو		ہم نے ان کو دیا	پوشیدہ	اورعلانیہ	وہ امید کرتے ہیں
تِجَارَةً	لَّنْ	تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾	لِيُوَفِّيَهُمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَيَزِيْدَهُمْ
تجارت کی	ہرگز نہیں	نقصان پہنچاتی	تاکہ ان کو پورا دے	ان کے اجر	اوروہ زیادہ دے اُن کو
مِّنْ	فَضْلِهٖ ؕ	اِنَّهٗ	غَفُوْرٌ	شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾	
سے	اپنے فضل	بے شک وہ	بہت بخشنے والا	ازحد قدردان ہے	

''جولوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں علانیہ اور خفیہ طور پر خرچ کرتے ہیں یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز نقصان نہیں ہے۔(۲۹) تاکہ اللہ اُن کو پورے کا پورا اجر دے اور مزید اپنے فضل سے بھی ان کو عطا فرمائے بے شک اللہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔''(۳۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حقیقی علم کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچانے اور اس سے ڈر کر زندگی بسر کرے۔ علم اور تقویٰ! کتاب اللہ کی تلاوت سے حاصل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ انسان یقین اور غور وفکر کے ساتھ کتاب اللہ کی تلاوت کرے۔

حقیقی عالم وہ ہوتا ہے جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتا، اس پر غور وفکر کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوتا ہے عمل میں افضل ترین عمل یہ ہے کہ مسلمان پانچ وقت نماز ادا کرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے اس سے پوشیدہ اور ظاہری طور پر خرچ کرتا رہے اس امید اور یقین کیساتھ کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ لین دین کر رہا ہے یہ ایسی سوداگری ہے جس میں اسے کبھی نقصان نہیں ہوگا۔ اخلاص اور سنتِ نبوی کے مطابق خرچ کرنے والے لوگ اپنے اعمال اور انفاق کا نہ صرف پورا پورا اجر پائیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عظیم فضل اور اجر سے سرفراز فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی کمی، کوتاہی کو معاف کرنے والا اور اس کی نیکی کا قدردان ہے۔

اسی بات کو دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو! میں تمہیں ایسی سوداگری بتلائے دیتا ہوں جو تمہیں ''عذاب الیم'' سے نجات دے گی وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے لیے اپنے مال اور جان سے اس کے دین کی سربلندی کے لیے محنت کرتے رہو۔ یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے بشرطیکہ تم اسے جان لو، اس تجارت کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تمہیں ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے سے نہریں جارہی ہیں

انہیں جنتِ عدن کے بہترین محلات میں ٹھہرایا جائے گا یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم دنیا میں بھی کامیاب ہو گے جو تمہارے لیے پسندیدہ بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کو خوشخبری ہے۔ (الصف: ۱۰ تا ۱۳)

اس بات کو ایک اور انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں اور ان کے مالوں کے بدلے میں جنت کا سودا کر لیا ہے۔ مومن اللہ کے راستے میں قتال کرتے ہیں جن میں کچھ شہید ہوتے ہیں اور باقی غازی بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کا ذکر تورات، انجیل اور قرآن میں کیا ہے جسے وہ ہر صورت پورا کرے گا کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی وعدہ ایفاء کرنے والا نہیں۔ اے مومنو! تمہیں اس تجارت پر خوش ہونا چاہیے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (التوبۃ: ۱۱۱)

نماز کا فائدہ:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَالَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ» (رواہ مسلم: باب الصلواۃ الخمس والجمعۃ إلی الجمعۃ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا جائے تو پانچ نمازیں اور پہلا جمعہ دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔''

صدقہ کرنے کا فائدہ:

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيتَةَ السَّوْءِ» (رواہ الترمذی: باب ماجاء فی فضل الصدقۃ [حسن غریب])

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔''

تفسیر بالقرآن

صاحبِ علم کے اوصاف:

۱۔ علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ (الزمر: ۹) ۲۔ یقیناً اللہ سے علماء ہی زیادہ ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)

۳۔ اللہ تعالیٰ ایمانداروں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔ (المجادلۃ: ۱۱)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم عطا کیا۔ (النمل: ۱۵)

۵۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں جنہیں علم والے ہی سمجھتے ہیں۔ (العنکبوت: ۴۳)

۶۔ راسخ العلم اللہ کی آیات کا انکار کرنے کی بجائے ان پر ایمان لاتے ہیں۔ (آل عمران: ۷)

وَالَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	مِنَ	الْكِتٰبِ	هُوَ
اور جو	ہم نے وحی کی	آپ کی طرف	سے	کتاب	وہ
الْحَقُّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ
حق ہے	تصدیق کرنے والی ہے	اس کی جو	اس سے پہلے ہے	بے شک	اللہ
بِعِبَادِهٖ	لَخَبِيْرٌۢ	بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾	ثُمَّ	اَوْرَثْنَا	الْكِتٰبَ	الَّذِيْنَ
اپنے بندوں کے ساتھ	خوب خبردار	خوب دیکھنے والا ہے	پھر	ہم نے وارث بنایا	کتاب کا	ان لوگوں کو

''اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے وہ حق ہے، اُن کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے تھیں، یقیناً اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔ (۳۱) پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنا دیا

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کے فضل کی یہ انتہا ہے کہ وہ اپنے بندوں میں کچھ بندوں کو اپنی کتاب کا وارث بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا جس کے ''من جانب اللہ'' ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ قرآن واقعتا حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا یہ بات حقیقی اور ٹھوس دلائل پر مبنی ہے۔ اس کے ارشادات سچے ہیں اس کی تعلیمات پہلی آسمانی کتابوں کی تائید کرتی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہر بات سے باخبر اور ان کے ہر کام کو دیکھنے والا ہے۔ وہی لوگوں میں سے اپنے بندوں کو اپنی کتاب کا وارث بنانے والا ہے جن میں سے کچھ اپنے آپ پر زیادتی کرنے والے ہیں کچھ ان میں میانہ رو ہیں اور کچھ ان میں سے اپنے رب کی توفیق سے نیکیوں میں دوسروں سے آگے نکل جانے والے ہیں، جن لوگوں کو نیکی میں سبقت کرنے کی توفیق مل جائے ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور اسے لوگوں تک پہنچانا آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اس پر عمل کرنا اور لوگوں تک پہنچانا امتِ محمدیہ کی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو صرف نیکی کرنے کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ جس معاشرے اور قوم میں نیکی اور اچھائی کے کاموں میں مسابقت کا جذبہ مفقود ہو جائے وہ معاشرہ اور قوم بالآخر مردہ ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو مردگی سے بچانے اور اقوام عالم کی قیادت پر فائز کرنے کے لیے کئی بار حکم دیا کہ اچھائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو یہی ترقی کا راز اور اجتماعی زندگی کا جوہر ہے یہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تین طبقات میں شمار فرمایا ہے۔

① مسلمان ہیں مگر ان سے کبیرہ گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں نبی علیہ السلام کی کتابِ مبین کے وارث ہونے کے باوجود

اصْطَفَيْنَا	مِنْ	عِبَادِنَا ۚ	فَمِنْهُمْ	ظَالِمٌ	لِّنَفْسِهٖ ۚ	وَمِنْهُمْ
ہم نے چن لیا	سے	اپنے بندوں میں	پھر بعض ان سے	ظلم کرنے والے	اپنے آپ پر	اور ان سے

مُّقْتَصِدٌ ۚ	وَمِنْهُمْ	سَابِقٌۢ	بِالْخَيْرٰتِ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ ؕ
میانہ رَو ہیں	اور ان سے	سبقت کرنے والے	نیکیوں میں	حکم سے	اللہ کے

ذٰلِكَ	هُوَ الْفَضْلُ	الْكَبِيْرُ ؕ ﴿٣٢﴾	
یہ	وہ فضل ہے	بہت بڑا	

جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، اب کوئی ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی درمیانی راہ پر چلنے والا ہے، اور کوئی اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے، یہ بہت بڑا فضل ہے۔'' (۳۲)

انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یہاں ظلم سے مراد چھوٹے بڑے گناہ ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔

② مسلمانوں میں دوسرا طبقہ وہ ہے جو فرائض پورے کرتا ہے اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے لیکن نفلی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لیتا اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اپنے بندوں میں شمار فرمایا ہے۔

③ امتِ محمدیہ کا آخری اور بہترین طبقہ وہ ہے جو فرائض کو بطریق احسن انجام دینے کے ساتھ ساتھ نفلی کاموں میں بھی دوسرے مسلمانوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے، ایسے لوگ نیکی کے معاملہ میں امتِ محمدیہ کا سرخیل اور ہراوّل دستہ ہیں۔ جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری امت کے امام اور پیش رو ہیں اور ان کے بعد ان کی ادائیں پوری امت سے افضل ہیں۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ،ثُمَّ يَجِيءُ مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَتُهُمْ أَيْمَانَهُمْ وَأَيْمَانُهُمْ شَهَادَتَهُمْ»

(رواه البخاری: باب مَا يُحْذَرُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَالتَّنَافُسِ فِيهَا)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر ان کے بعد والے، پھر جو ان کے بعد والے۔ اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی ان کی قسم پر اور انکی قسم ان کی شہادت پر سبقت لے جائے گی۔'' (یعنی انہیں جھوٹی قسم اور گواہی کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔)

کچھ مفسرین نے تین طبقات سے مراد اہلِ کتاب لیے ہیں ان میں سے ایک طبقہ کھل کر دین کی مخالفت کر کے اپنے آپ پر ظلم ڈھا رہا ہے، دوسرا طبقہ مسلمانوں کی مخالفت تو کرتا ہے لیکن اخلاقی حدود سے تجاوز نہیں کرتا، تیسرا طبقہ وہ ہے جو تمام قسم کے

تحفظات اور مخالفتوں کی پروا کیے بغیر دینِ اسلام کو قبول کرتا ہے۔

«عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ» (رواه البخاری: کتاب العلم، باب من یرد اللہ به خیرا یفقه فی الدین)

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر خواہی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ مجھے عنایت فرمانے والا ہے۔''

{يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝} (البقرۃ:۲۶۹)

''وہ جسے چاہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر عطا کر دی گئی نصیحت تو صرف عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں اپنے بندوں کو اپنی کتاب کا وارث بنایا ہے۔
۲۔ مسلمانوں میں سب سے بہترین طبقہ وہ ہے جو نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کرنیوالا ہے۔
۳۔ نیکی میں سبقت کرنیوالے پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

نیکیوں میں سبقت کرنے کا حکم اور سبقت کرنے والوں کی فضیلت:

۱۔ اللہ کی مغفرت اور جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرو۔ (الحدید:۲۱)
۲۔ نیکی کے حصول میں جلدی کرو۔ (البقرۃ:۱۴۸)
۳۔ نیکیوں میں سبقت کرنے والے سب سے اعلیٰ ہوں گے۔ (فاطر:۳۲)
۴۔ اللہ کی جنت اور بخشش میں سبقت کرو۔ (آل عمران:۱۳۳)
۵۔ سبقت کرنے والے اللہ کے مقرب ہوں گے۔ (الواقعہ:۱۰،۱۱)
۶۔ نیکی کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے۔ (آل عمران:۱۴۸)
۷۔ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔ (الاعراف:۵۶)
۸۔ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور نیکی کرنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے۔ (المائدۃ:۹۳)

جَنّٰتُ	عَدْنٍ	يَّدْخُلُوْنَهَا	يُحَلَّوْنَ	فِيْهَا	مِنْ	اَسَاوِرَ
باغات	ہمیشہ رہنے کے	وہ ان میں داخل ہوں گے	وہ پہنائے جائیں گے	ان میں	سے	کنگن

مِنْ	ذَهَبٍ	وَّلُؤْلُؤًا ۚ	وَلِبَاسُهُمْ	فِيْهَا	حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾	وَقَالُوا
سے	سونے	اور موتی	اور ان کا لباس ہوگا	ان میں	ریشمی	اور وہ کہیں گے

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْٓ	اَذْهَبَ	عَنَّا	الْحَزَنَ ؕ	اِنَّ
تمام تعریفیں	اللہ کے لیے ہیں	جس نے	دور کر دیا	ہم سے	غم	بے شک

''یہ لوگ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل ہوں گے، وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، جنت میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ (۳۳) اور وہ کہیں گے کہ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا، یقیناً

فہم القرآن

ربطِ کلام: دنیا میں فضلِ کبیر اور آخرت میں اجرِ عظیم۔

جن لوگوں نے کتابِ الٰہی کی وراثت کا قولاً اور عملاً حق ادا کرنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم سے سرفراز کرتے ہوئے سدا بہار جنت میں داخل فرمائے گا، ان کی کلائیوں میں موتیوں سے سجے ہوئے سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس جنت کی ریشم سے تیار کیا ہوگا، جونہی جنت کے محلات میں داخل ہوں گے تو بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ہر قسم کی پریشانیوں سے بچا لیا وہ اس بات کا بھی اقرار اور اظہار کریں گے کہ دنیا میں رہتے ہوئے ہم سے بے شمار کوتاہیاں ہوئیں لیکن ہمارے رب نے ہمیں معاف فرما کر ہمیں جنت کے عیش و آرام سے سرفراز فرما دیا ہے یقیناً ہمارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا اور ان کے اعمال کی قدر کرنے والا ہے۔ ربِ شکور نے ہمیں اپنے خاص فضل سے ہمیشہ رہنے والے گھر میں ٹھہرایا ہے جہاں نہ ہمیں کسی قسم کا رنج پہنچے گا اور نہ ہی ہمیں کوئی نقاہت اور تھکان ہوگی۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جو بندہ جنت میں داخل ہوگا وہ عیش میں ہوگا، بدحال نہیں ہوگا اور اس کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔''

(رواہ مسلم: کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا وأہلہا)

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا لِلْمُؤْمِنِ فِيْهَا أَهْلُوْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا» (رواہ مسلم: باب فی صفۃ خیام الجنۃ)

''حضرت عبداللہ بن قیس اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ کا فرمان ہے کہ جنت میں

رَبَّنَا	لَغَفُوْرٌ	شَكُوْرٌ ﴿۳۴﴾	الَّذِيْٓ	اَحَلَّنَا	دَارَ الْمُقَامَةِ
ہمارا رب	البتہ بہت بخشنے والا	نہایت قدردان ہے	جس نے	ہمیں اتارا	ہمیشہ رہنے کے گھر میں

مِنْ	فَضْلِهٖ ۚ	لَا	يَمَسُّنَا	فِيْهَا	نَصَبٌ
سے	اپنے فضل	نہیں	ہم کو پہنچتی	اس میں	کوئی تکلیف

وَّلَا			
اور نہیں			

يَمَسُّنَا	فِيْهَا	لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾
پہنچتی ہمیں	اس میں	تھکاوٹ

ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔(۳۴) جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کی جگہ ٹھہرایا ہے، یہاں ہمیں نہ کوئی مشقت درپیش ہے اور نہ کسی قسم کی تھکاوٹ محسوس ہوتی ہے۔''(۳۵)

مومن کے لیے موتی کا ایک ایسا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی وہاں مومن کے گھر والے ہوں گے جن کے ہاں وہی جائے گا دوسرا انہیں نہیں دیکھ سکے گا۔''

مسائل

۱۔ جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ ۲۔ جنتی جنت میں ہر دم اپنے رب کا شکر ادا کریں گے۔
۳۔ جنتیوں کو موتیوں سے جڑے ہوئے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس پہنایا جائے گا۔
۴۔ جنت میں جنتیوں کو کسی قسم کا غم، مشقت اور تھکاوٹ نہیں ہوگی۔

تفسیر بالقرآن

جنّت کی نعمتوں کی ایک جھلک:

۱۔ ہم ان کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔(الحجر: ۴۷۔۴۸)
۲۔ جنت کی مثال جس کا مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اس کے پھل اور سائے ہمیشہ ہوں گے۔(الرّعد: ۳۵) ۳۔ جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی جنتی خواہش کریں گے۔(حٰمٓ السجدۃ: ۳۱)
۴۔ جنت میں بے خار بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبا سایہ، چلتا ہوا پانی، اور کثرت سے میوے ہوں گے۔(الواقعۃ: ۲۸ تا ۳۰)
۵۔ مومنوں کے ساتھ جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس میں چار قسم کی نہریں ہوں گی۔(محمد: ۱۰)
۶۔ جنت میں نیچی نگاہ رکھنے والی حوریں ہوں گی جنہیں کسی جن وانس نے چھوا تک نہیں ہوگا۔(الرحمٰن: ۵۶)
۷۔ جنت میں محبت کرنے والی ہم عمر حوریں ہوں گی۔(الواقعہ: ۳۷)

وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَهُمْ	نَارُ	جَهَنَّمَ ۚ	لَا	يُقْضٰى
وہ لوگ	جنہوں نے کفر کیا	ان کے لیے	آگ ہے	جہنم کی	نہیں	فیصلہ کیا جائے گا
عَلَيْهِمْ	فَيَمُوْتُوْا	وَلَا	يُخَفَّفُ	عَنْهُمْ	مِّنْ	عَذَابِهَا ؕ
ان پر	کہ وہ مرجائیں	اور نہ	ہلکا کیا جائے گا	ان سے	سے	اس کے عذاب
كَذٰلِكَ	نَجْزِيْ	كُلَّ	كَفُوْرٍ ۝٣٦ ۚ	وَهُمْ	يَصْطَرِخُوْنَ	فِيْهَا ۚ
اسی طرح	ہم سزا دیتے ہیں	ہر	ناشکرے کو	اور وہ	چلائیں گے	اس میں

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ اُن کو موت آئے گی کہ وہ مرجائیں اور نہ اُن کے لیے جہنم کے عذاب میں کمی کی جائے گی اسی طرح ہم اُس شخص کو بدلہ دیتے ہیں جو کفر کرنے والا ہے۔(۳۶) وہ وہاں چیخ چیخ کر

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنتیوں کے مقابلے میں جہنمیوں کی سزا اور ان کی آہ زاریاں۔

جو لوگ کفر و شرک اور بدعت و رسومات پر قائم رہے انہیں جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا نہ ان کو موت آئے گی اور نہ ہی ان پر جہنم کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو ٹھیک ٹھیک سزا دیں گے وہ جہنم میں چیختے چلاتے ہوئے اپنے رب کے حضور آہ و زاریاں کریں گے کہ اے ہمارے رب! تیرے حضور ہم فریاد پر فریاد کرتے ہیں کہ ہمیں ایک دفعہ جہنم سے نکال دے اور ہمیں دنیا میں جانے کا موقعہ عنایت فرما ہم واپس جا کر بدی کی بجائے نیکی اور برائی کی جگہ اچھائی کریں گے۔

جہنمیوں کی آہ زاری کے جواب میں اس موقعہ پر صرف اتنا ارشاد ہوگا کہ کیا ہم نے دنیا میں رہنے کے لیے تمہیں ایک عرصہ نہیں دیا تھا؟ اور تمہارے پاس بُرے انجام سے ڈرانے والے نبی نہیں بھیجے تھے؟ لیکن تم نے ان کی نصیحت کو درخور اعتناء نہ سمجھا لہٰذا جہنم کی سزائیں بھگتتے رہو ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی۔ وہ بھوک اُس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ مبتلا ہوں گے وہ کھانا طلب کریں گے تو اُنہیں کھانے میں سوکھی گھاس دی جائے گی جس سے نہ تو وہ موٹے ہو پائیں گے اور نہ اُن کی بھوک دور ہوگی وہ کھانا طلب کریں گے تو اُنہیں ایسا کھانا دیا جائے گا جو اُن کے حلق میں اٹک جائے گا وہ کہیں گے کہ دنیا میں کھانا حلق میں اٹک جاتا تھا تو ہم پانی کے ساتھ اُسے نیچے اتارتے تھے پانی طلب کریں گے تو انہیں گرم پانی لوہے کے پیالوں میں دیا جائے گا جب اُسے اپنے چہروں کے قریب کریں گے تو اُن کے چہرے جھلس جائیں گے۔ جب اُسے اپنے پیٹ میں داخل کریں گے تو اُن کے پیٹ کٹ جائیں گے وہ جہنم کے داروغے کو بلائیں گے انہیں جواب دیا جائے گا کیا تمہارے پاس معجزات

رَبَّنَآ	اَخْرِجْنَا	نَعْمَلْ	صَالِحًا	غَيْرَ	الَّذِىْ
اے ہمارے رب!	تو نکال ہم کو	ہم عمل کریں گے	نیک	نہ کہ	وہ جو
كُنَّا	نَعْمَلُ ؕ	اَوَ	لَمْ	نُعَمِّرْكُمْ	مَّا
ہم تھے	عمل کرتے	کیا	نہیں	ہم نے تمہیں عمر دی	کہ
يَتَذَكَّرُ					
نصیحت حاصل کرتا					
فِيْهِ	مَنْ	تَذَكَّرَ	وَجَآءَكُمُ	النَّذِيْرُ ؕ	فَذُوْقُوْا
اس میں	جو	وہ نصیحت حاصل کرنا چاہتا	اور آیا تمہارے پاس	ڈرانے والا	اب تم چکھو
فَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾			
پس نہیں	ظالموں کے لیے	کوئی مددگار			

کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال لے تا کہ ہم نیک عمل کریں اُن اعمال سے مختلف جو پہلے کیا کرتے تھے، انہیں جواب دیا جائے گا کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا تھا اب مزہ چکھو ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔'' (۳۷)

لے کر رسول نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے ہاں! فرشتے کہیں گے تم چیختے چلاتے رہو! تمہاری فریاد رائیگاں جائے گی جہنمی کہیں گے کہ مالک کو پکارو! تو جہنمی جہنم کے کنٹرولر مالک فرشتے کو پکاریں گے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرو کہ ہمارے مرنے کا فیصلہ فرما دے جواب دیا جائے گا تم ہمیشہ اِسی میں رہو گے۔ اعمش نے کہا اُن کو مالک کی طرف سے ایک ہزار سال کے بعد جواب دیا جائے گا جہنمی کہیں گے کہ اپنے پروردگار کو پکارو! تمہارے رب سے بہتر کوئی سُننے والا نہیں وہ فریاد کریں گے اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم گمراہ ہو گئے اے ہمارے پروردگار! ہمیں اِس جہنم سے نکال دے اگر ہم دوبارہ ایسے اعمال کریں تو ہم ظالم ہوں گے اُنہیں جواب دیا جائے گا اِسی دوزخ میں رہو اور کسی قسم کی کلام نہ کرو! اس وقت وہ ہر بھلائی سے نا اُمید ہو جائیں گے، وہ آہ وزاریاں کریں گے اور کھانے پے حسرت کا اظہار کرتے ہوئے واویلا کریں گے۔'' (رواہ الترمذی: باب مَا جَاءَ فِی صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ [ضعیف])

مسائل

۱۔ جہنمیوں کو جہنم میں موت نہیں آئے گی۔ ۲۔ جہنم کا عذاب کبھی ہلکا نہیں ہوگا۔
۳۔ جہنمی جہنم میں چیخ چیخ کر آہ وزاریاں کریں گے مگر ان کی فریادیں مسترد کر دی جائیں گی۔
۴۔ جہنم میں جہنمیوں کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔

اِنَّ	اللّٰهَ	عٰلِمُ	غَيْبِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	اِنَّهٗ
بلاشبہ	اللہ	جاننے والا	پوشیدہ چیزیں	آسمانوں	اور زمین کی	بے شک وہ
عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ	الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾	هُوَ الَّذِيْ	جَعَلَكُمْ	خَلٰٓئِفَ
خوب جاننے والا ہے	بھید	سینوں کے	وہی ذات	جس نے تمہیں بنایا	جانشین
فِي	الْاَرْضِ ؕ	فَمَنْ	كَفَرَ	فَعَلَيْهِ	كُفْرُهٗ ؕ
میں	زمین	پھر جس	نے کفر کیا	تو اسی پر ہوگا	اس کا کفر
وَلَا	يَزِيْدُ	الْكٰفِرِيْنَ	كُفْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	اِلَّا
اور نہیں	زیادہ کرتا	کافروں کو	ان کا کفر	نزدیک	ان کے رب	مگر
مَقْتًا ۚ	وَلَا	يَزِيْدُ	الْكٰفِرِيْنَ	كُفْرُهُمْ	اِلَّا	خَسَارًا ﴿٣٩﴾
ناراضگی میں	اور نہیں	زیادہ کرتا	کافروں کو	ان کا کفر	مگر	نقصان میں

''بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز کو جانتا ہے بیشک وہ سینوں کے چھپے ہوئے راز بھی جانتا ہے۔(۳۸) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے جس نے کفر کیا اس کے کفر کا وبال اُسی پر ہے اور کافروں کا کفر ان کے رب کے غضب میں اضافہ ہی کرتا ہے اور کفار کا کفر ان کے نقصان میں اضافہ ہی کرتا ہے۔''(۳۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کے حضور جہنمی فریاد پر فریاد کریں گے کہ ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں جانے کا موقع دیا جائے ہم صالح اعمال کریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی فریاد کو مسترد کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں کے غیب ہی نہیں جانتا بلکہ وہ تو لوگوں کے سینوں کے رازوں سے بھی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کے ماضی، حال اور مستقبل سے پوری طرح واقف ہے اسے معلوم ہے کہ جہنمی دنیا میں واپس جا کر وہی اعمال کریں گے جن سے انبیائے کرام علیہم السلام اور دین کے مبلغین منع کیا کرتے تھے اس لیے ان کی آہ وزاریوں کو مسترد کر دیا جائے گا۔ ''اللہ'' ہی لوگوں کو ایک دوسرے کا جانشین بنانے والا اور ان تک اپنے احکام پہنچانے والا ہے۔ جو لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ وہ اپنے انجام کو پالیں گے کیونکہ جس نے اس کی ذات اور بات کا انکار کیا اس کا بوجھ اسی پر ہوگا۔ کفار کا کفر اللہ تعالیٰ کے غضب کو زیادہ ہی کرتا ہے۔

''خَلِيْفَةٌ'' کی جمع ''خَلَائِفُ'' ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک نسل ختم ہونے کے بعد دوسری نسل کا وارث بننا بعض

حضرات نے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ قرار دیا ہے جس کے لیے ان کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں۔ کیونکہ آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر جنات بستے تھے اس لیے بہتر ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ قرار دینے کی بجائے جنوں کا خلیفہ قرار دیا جائے۔

کچھ اہلِ علم نے خلیفہ کا معنیٰ حکمران لیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حد تک زمین میں حکمرانی عطا فرمائی ہے۔

{ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾ } (الانعام:۱۶۵)

''اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین کا جانشین بنایا اور تمہیں ایک دوسرے پر درجات میں بلند کیا تا کہ ان باتوں میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں دی ہیں بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بے حد بخشنے والا، مہربان ہے۔''

{ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ } (الحج:۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر بات اور لوگوں کے دلوں کے راز کو جانتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ ۳۔ کفار کا کفر انہی کے نقصان میں اضافہ کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

خلیفہ اور اس کی ذمہ داریاں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ (البقرۃ:۳۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا۔ (ص:۲۶)

۳۔ ہم نے زمین میں ان کے بعد تمہیں خلافت دی تا کہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (یونس:۱۴)

۴۔ اگر اللہ چاہتا تو تمہیں لے جاتا اور تمہارے بعد کسی اور کو خلیفہ بنا دیتا۔ (الانعام:۱۳۳)

۵۔ میرا رب تمہارے سوا کسی اور کو خلافت دے دے تو تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (ہود:۵۷)

۶۔ عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں زمین کی خلافت عطا کرے گا۔ (الاعراف:۱۲۹)

قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	شُرَكَآءَكُمُ	الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ
فرمادیجیے	تم مجھے خبر دو	اپنے شریکوں کی	جن لوگوں کو	تم پکارتے ہو	سے
دُوْنِ	اللّٰهِ ؕ	اَرُوْنِيْ	مَاذَا	خَلَقُوْا	مِنَ
سوا	اللہ کے	تم مجھے دکھاؤ	کیا	انہوں نے پیدا کیا	سے
الْاَرْضِ	اَمْ	لَهُمْ	شِرْكٌ	فِي	السَّمٰوٰتِ ۚ	اَمْ
زمین	یا	ان کا	کوئی حصہ ہے	میں	آسمانوں	یا
اٰتَيْنٰهُمْ	كِتٰبًا	فَهُمْ	عَلٰى	بَيِّنَتٍ	مِّنْهُ ۚ	بَلْ
ہم نے ان کو دی	کتاب	پس وہ ہیں	پر	واضح دلیل	اس سے	بلکہ
اِنْ	يَّعِدُ	الظّٰلِمُوْنَ	بَعْضُهُمْ	بَعْضًا	اِلَّا	غُرُوْرًا ۝٤٠
نہیں	وعدہ دیتے	ظالم	ان کے بعض	بعض کو	مگر	دھوکے کا

''اے نبی ان سے فرمائیں کہ کبھی تم نے دیکھا ہے کہ اپنے اُن شریکوں کو جنہیں تم ''اللہ'' کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہو؟ مجھے بتاؤ انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے یا آسمانوں میں ان کی کیا شراکت ہے یا ہم نے انہیں کوئی تحریر لکھ دی ہے؟ جس بنا پر یہ لوگ کوئی واضح ثبوت رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ظالم ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے جارہے ہیں۔'' (۴۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: انسان نے نا صرف اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے بلکہ اس نے اپنے رب کے شریک بنا کر اپنے خلیفہ ہونے کی بھی توہین کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں حکمرانی عطا فرمائی اور زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو اس کی خدمت پر لگا دیا ہے۔ (الجاثیۃ: ۱۳) اور اسے حکم دیا کہ میرے سوا تو نے کسی کے سامنے نہ جھکنا ہے اور نہ ہی کسی کو اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھنا مگر بے شمار لوگوں صرف ایک ''اللہ'' کو پکارنے اور صرف اُسی کی عبادت کرنے کی بجائے اس کے شریک بناتے ہیں، اور ذاتِ کبریاء کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے اپنی فریادیں رکوع و سجود اور نذر و نیاز پیش کرتے اور ان کا حکم مانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چیلنج کے انداز میں مخاطب کیا جارہا ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو۔ دکھاؤ کہ انہوں نے پوری دھرتی میں کونسی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں کی بناوٹ اور ان کے درمیان بسنے والی مخلوق میں سے کس کی تخلیق میں وہ شامل تھے؟ یا ان کے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب ہے جس میں ان کے باطل عقیدہ اور طریقہ کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ

دلیل موجود ہے؟ اگر کوئی دلیل ہے تو اسے پیش کرو، ظاہر ہے کہ ان کے شریکوں نے زمین و آسمانوں اور پوری مخلوق میں سے نہ کسی چیز کو پیدا کیا ہے اور نہ ہی یہ آسمانوں کی ساخت اور پرداخت میں شریک ہوئے اور نہ ہی ان کے پاس کسی آسمانی کتاب کی کوئی ایک دلیل ہے۔

ان کے شرکیہ عقائد اور اعمال کا اس کے علاوہ کوئی وجود نہیں کہ یہ جھوٹی داستانوں، من گھڑت کہانیوں اور کرامات کے ساتھ ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔ قبروں کے مجاور اور بتوں کے پرستار اپنے اپنے بتوں اور مزارات کے بارے میں جھوٹی کرامات، بے بنیاد داستانیں اور مشکل کشائی کے واقعات بیان کرتے ہیں تاکہ بتوں کے پوجنے والوں اور قبروں کے پرستاروں سے اپنے اپنے انداز میں نذر و نیاز وصول کرتے رہیں یہاں تک کہ آخرت کے بارے میں بھی دھوکا دیتے ہیں کہ یہ بزرگ ''اللہ'' کے ہاں تمہارے سفارشی ہوں گے۔

مسائل

۱۔ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں ان کا زمین و آسمانوں میں کوئی حصہ اور اختیارات نہیں ہے۔
۲۔ مشرک کے پاس اپنے باطل عقیدہ کی تائید میں کسی آسمانی کتاب سے کوئی دلیل نہیں۔
۳۔ باطل عقیدہ رکھنے والے پیر اور مرید جھوٹی داستانوں اور کرامتوں کے ذریعے ایک دوسرے کو دھوکا دیتے ہیں۔
۴۔ مشرک دنیا کے معاملات میں کتنا ہی منصف مزاج کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا شمار ظالموں میں ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے کوئی چیز پیدا کی ہے تو اس کی دلیل پیش کرو؟

۱۔ جو ''اللہ'' کے علاوہ کسی کو پکارتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ (المؤمنون: ۱۱۷)
۲۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کئی معبود بنا لیے ہیں آپ فرمائیں کوئی دلیل لاؤ۔ (الانبیاء: ۲۴)
۳۔ اس کے سوا کوئی اور الٰہ ہے تو دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ (النمل: ۶۴)
۴۔ وہ ''اللہ'' کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی۔ (الحج: ۷۱)
۵۔ تم ''اللہ'' کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ (الانعام: ۸۱)
۶۔ انہوں نے اللہ کے سوا ان کو الٰہ بنا لیا ہے جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (الفرقان: ۳)
۷۔ کیا تم ان کو شریک بناتے ہو جنہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (الاعراف: ۱۹۱)
۸۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے وہ تو خود مخلوق ہیں۔ (النحل: ۲۰)
۹۔ اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے اس کی توحید کی دلیل آ چکی ہے۔ (النساء: ۱۷۵)

اِنَّ	اللّٰهَ	يُمْسِكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	اَنْ	تَزُوْلَا ۚ
بلاشبہ	اللہ	تھامے ہوئے ہے	آسمانوں	اور زمین کو	کہ	وہ ٹل جائیں

وَلَئِنْ	زَالَتَآ	اِنْ	اَمْسَكَهُمَا	مِنْ اَحَدٍ	مِّنْۢ	بَعْدِهٖ ؕ
اور البتہ اگر	وہ دونوں ٹل جائیں	نہیں	روک سکے گا ان دونوں کو	کوئی ایک	سے	اس کے بعد

اِنَّهٗ	كَانَ	حَلِيْمًا	غَفُوْرًا ﴿٤١﴾
بلاشبہ وہ	ہے	نہایت بُردبار	بہت بخشنے والا

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے اور اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی اُنہیں تھامنے والا نہیں ہے، بے شک اللہ بڑا حلیم اور درگزر فرمانے والا ہے۔''(۴۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: زمین وآسمان کی تخلیق میں شریک ہونا تو درکنار، ان کے قائم رکھنے میں بھی کسی کا عمل دخل نہیں ہے۔

یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہی زمین وآسمانوں کو پیدا فرمایا اور وہی انہیں تھامے ہوئے ہے تاکہ اپنے مقام سے ہلنے نہ پائیں اگر وہ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو پھر کون ہے جو انہیں اسی جگہ پر لے آئے؟ آسمان کو تھامنا تو درکنار، پوری دنیا کے حکمران اور عوام مِل کر زمین کو ہلنے یعنی زلزلہ سے نہیں بچا سکتے، زلزلہ سے بچانا تو دور کی بات ہے ارضیات کے سائنسدان اب تک یہ پتہ نہیں لگا سکے کہ زمین میں کہاں اور کب زلزلہ واقع ہوگا۔ تاریخ انسانی میں کتنی بار زلزلہ آیا جس نے چند لمحوں کے اندر نہ صرف انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بلکہ اس علاقے کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اب تک نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی زلزلوں کو روک سکے اس کی قوت وقدرت کی کوئی انتہا نہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حد تک اختیار دے رکھا ہے جس وجہ سے انسان زمین وآسمانوں کے خالق اور مالک کو بھول کر اس کی مخلوق میں سے دوسروں کو اس کا شریک بنا لیتا ہے۔

ظلم اور سرکشی کی حد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور وہ نہیں جانتے کہ انہیں کب اٹھایا جائے گا مشرک انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارتا ہے اور جن قبروں اور مورتیوں کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔ انہیں کے سامنے جھکتا ہے اور دنیا میں ایسے جاہل اور ظالم بھی ہیں جو اپنے مقابلے میں حقیر مخلوق سانپ، بچھو اور اس سے بھی کم تر مخلوق کی پوجا کرتے ہیں یہ سب کچھ زمین کی چھاتی اور آسمان کے سائے تلے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود کفر، شرک اور ظلم پر لوگوں کو فی الفور نہیں پکڑتا وہ مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے تاکہ انسان اپنے گناہوں سے تائب ہو جائے یا پھر گناہ کرنے میں اُسے کوئی حسرت نہ رہے یہ مہلت اس لیے بھی دی جاتی ہے کیونکہ

اللہ تعالیٰ عظیم حوصلے والا، اور معاف فرمانے والا ہے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ اللّٰهُ شَتَمَنِي ابْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَشْتِمَنِي، وَتَكَذَّبَنِي وَمَا يَنْبَغِي لَهُ، أَمَّا شَتْمُهُ فَقَوْلُهُ إِنَّ لِي وَلَدًا وَأَمَّا تَكْذِيبُهُ فَقَوْلُهُ لَيْسَ يُعِيدُنِي كَمَا بَدَأَنِي» (رواه البخاری: باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ [وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے اور یہ اس کے لیے لائق نہیں، وہ میری تکذیب کرتا ہے اور یہ بھی اُسے زیب نہیں دیتا۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میں نے اولاد بنا رکھی ہے، اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کیا جائے گا جس طرح مجھے پہلی بار پیدا کیا گیا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمانوں کو تھامے ہوئے ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں کو حرکت دے تو انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔

۳۔ یقیناً اللہ تعالیٰ عظیم حوصلے والا اور بڑا ہی معاف فرمانے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

زمین و آسمان کی تخلیق اور ان کی حفاظت:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر نمونے کے زمین و آسمان بنائے۔ (البقرۃ:۱۱۷)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ (البقرۃ:۲۹)

۳۔ اس نے آسمان و زمین کو برابر کیا۔ (البقرۃ:۲۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑ بنائے تاکہ زمین ہل نہ سکے۔ (فاطر:۴۱)

۵۔ آسمان کو چھت اور زمین کو فرش بنایا۔ (البقرۃ:۲۲)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا۔ (الرعد:۲)

۷۔ زمین اور آسمانوں کو چھ دنوں میں بنایا۔ (الاعراف:۵۴)

۸۔ اگر آپ ﷺ ان سے زمین و آسمان کی تخلیق کے بارہ میں سوال کریں گے تو کہیں گے کہ اللہ ہی بنانیوالا ہے۔ (لقمان:۲۵)

۹۔ زمین و آسمان بنانے اور بارش اتارنے والا ''اللہ'' ہے کیا اسکے ساتھ کوئی اور بارش برسانے والا ہے؟ (النمل:۶۰)

۱۰۔ تیرا رب ہر چیز کی حفاظت کرنے والا ہے۔ (سبا:۲۱)

وَ اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ	لَئِنْ	جَآءَهُمْ
اورانہوں نے قسمیں اُٹھائیں	اللہ کی	پختہ	اپنی قسمیں	البتہ اگر	آیاان کے پاس
نَذِيْرٌ	لَّيَكُوْنُنَّ	اَهْدٰى	مِنْ	اِحْدَى	الْاُمَمِ ۚ	فَلَمَّا
ڈرانے والا	توضرور ہوں گے	زیادہ ہدایت یافتہ	سے	ہرایک	امت	پھر جب
جَآءَهُمْ	نَذِيْرٌ	مَّا زَادَهُمْ	اِلَّا	نُفُوْرًا ۙ﴿٤٢﴾	اسْتِكْبَارًا	فِي الْاَرْضِ
آیاان کے پاس	ڈرانے والا	نہیں اس نے زیادہ کیاان کو	مگر	نفرت میں	تکبر کرتے ہوئے	میں زمین

''یہ لوگ قسمیں اُٹھا، اُٹھا کر کہتے تھے کہ اگر کوئی متنبہ کرنے والا ان کے پاس آ گیا تو یہ دوسروں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوں گے، مگر جب ان کے پاس خبردار کرنے والا آیا تو اس کی آمد نے ان میں فرار کے سوا کسی بات کا اضافہ نہیں کیا۔ (۴۲) یہ زمین میں اور زیادہ سرکشی کرنے لگے

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ بڑا بُردبار اور معاف فرمانے والا ہے ورنہ جو لوگ نبی کی دعوت اور ذات کی مخالفت کر رہے ہیں ان کی حالت یہ تھی کہ ایک دوسرے کے سامنے قسمیں اٹھایا کرتے اور کہتے تھے کہ ہم مبعوث ہونے والے نبی پر ضرور ایمان لائیں گے۔

مکہ اور سرزمین حجاز میں مدتِ مدید تک کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا یہاں کے باسیوں کو اہل کتاب جہالت اور گمراہی کے طعنہ دیتے تھے جس کے جواب میں اہلِ مکہ قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے کہ جب ہم میں کوئی نبی مبعوث ہوگا تو ہم اس کی دعوت ضرور قبول کریں گے اور تم سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے لیکن جوں ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں میں حضرت محمد ﷺ کو رسول منتخب فرمایا اور آپ نے اپنی دعوت کا آغاز اللہ کی توحید سے کیا تو اہل مکہ نے شرک و کفر چھوڑنے کی بجائے آپ کے خلاف ایک سے ایک بڑھ کر گھناؤنی سازش کی اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو ان کی مخالفت میں ناکام اور نامراد کیا بلکہ ان کی مخالفت کا نتیجہ انہیں کے خلاف نکلا، اس میں کوئی شک نہیں کہ بسا اوقات سازش کرنے والوں کی سازشیں کامیاب بھی ہو جاتی ہیں۔ جس طرح پہلے انبیائے کرام علیہم السلام اور آپ ﷺ کے بارے میں کچھ واقعات پائے جاتے تھے جس میں بظاہر کفار کامیاب ہوئے۔ آپ ﷺ طائف گئے تو وقتی طور پر آپ کو سخت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن آخر کار اہلِ طائف آپ پر ایمان لائے اہلِ مکہ نے بھی متحد ہو کر آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے گھر کا محاصرہ کیا جس میں آپ کا بچ نکلنا محال تھا لیکن اہل مکہ کو اپنے منصوبہ میں بدترین ذلت اٹھانا پڑی۔ اس کے بعد بار بار مدینہ پر یلغار کرتے رہے لیکن بالآخر آپ ﷺ کے سامنے معافی کے خواستگار ہوئے۔ اس طرح کفّار کے مکر و فریب اُن کے خلاف ثابت ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ

وَمَكْرَ	السَّيِّئِ ؕ	وَلَا	يَحِيْقُ	الْمَكْرُ	السَّيِّئُ
اور تدبیر	بُری	اور نہیں	گھیرتی	تدبیر	بُری
اِلَّا	بِاَهْلِهٖ ؕ	فَهَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	سُنَّتَ	الْاَوَّلِيْنَ ۚ	فَلَنْ
مگر	اپنے کرنے والوں کو	سو نہیں	وہ انتظار کرتے	مگر	طریقے کا	پہلوں کے	پس ہرگز نہ
تَجِدَ	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	تَبْدِيْلًا ۚ	وَلَنْ	تَجِدَ	لِسُنَّتِ اللّٰهِ	تَحْوِيْلًا ﴿٤٣﴾
تو پائے گا	اللہ کے طریقہ کے لیے	بدلنا	اور ہرگز نہ	تو پائے گا	طریقہ کے لیے اللہ کے	ٹلنا

اور بُری بُری چالیں چلنے لگے حالانکہ بُری چالیں چلنے والوں کو ہی لے بیٹھتی ہیں، کیا وہ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ کا جو طریقہ پچھلی قوموں کے ساتھ رہا ہے وہی طریقہ ان کے ساتھ کیا جائے؟ اللہ کے طریقہ میں تم کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے اور تم کبھی نہیں دیکھو گے کہ اللہ کے طریقہ کو اس کے مقرر اصول سے کوئی طاقت پھیر سکے۔'' (۴۳)

مکر و فریب کرنے والا بالآخر خود ہی اس کا خمیازہ بھگتا کرتا ہے۔ دنیا میں اکثر اور آخرت میں ہر صورت اس طرح ہوگا۔ اے نبی ﷺ جہاں تک آپ کے مخالفوں کا معاملہ ہے یہ بھی عملاً اسی انتظار میں ہیں کہ ان کے ساتھ پہلے لوگوں جیسا سلوک کیا جائے۔ یقین رکھیں کہ ان کے ساتھ ایسا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کبھی تبدیل نہیں ہوتے چنانچہ مکہ کے اکثر سردار بدر میں قتل ہوئے اور باقی مسلمان ہو گئے۔

مسائل

۱۔ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپکی تشریف آوری کا انتظار ہو رہا تھا۔ ۳۔ مکر و فریب کا انجام خود مکار کے خلاف ہوا کرتا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کے اصول بدلا نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء کے خلاف سازشیں اور انکا انجام:

۱۔ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوئے۔ (الشعراء:۱۱۹)
۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کو جلانے کی کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔ (الانبیاء:۶۸)
۳۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی دھمکی دی مگر ناکام ہوا۔ (الشعراء:۶۵)
۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دینے کی کوشش کی گئی لیکن آپ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ (النساء:۱۵۸)
۵۔ منافقین نے سازشیں کرنے کے لیے مسجد ضرار بنائی جسے مسمار کر دیا گیا۔ (التوبۃ:۱۰۷)
۶۔ نبی ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی گئی مگر مکہ والے ناکام اور ذلیل ہوئے۔ (الانفال:۳۰)

اَوَ لَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ
کیانہیں	وہ چلے پھرے	میں	زمین	کہ وہ دیکھتے	کیسا	ہوا
عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	وَ كَانُوْٓا	اَشَدَّ	مِنْهُمْ
انجام	ان لوگوں کا جو	سے	ان سے پہلے	اور وہ تھے	زیادہ سخت	ان سے
قُوَّةً ؕ	وَمَا	كَانَ	اللّٰهُ	لِيُعْجِزَهٗ	مِنْ شَيْءٍ	فِي
قوت میں	اور نہیں	ہے	اللہ	کہ اس کو عاجز کردے	کوئی چیز	میں
السَّمٰوٰتِ	وَلَا	فِي	الْاَرْضِ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	عَلِيْمًا	قَدِيْرًا ﴿٤٤﴾
آسمانوں	اور نہ	میں	زمین	بلاشبہ وہ	ہے	خوب جاننے والا	نہایت قدرت والا

''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ انہیں اُن لوگوں کا انجام نظر آئے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، اور وہ ان سے بہت زیادہ طاقت ور تھے، اللہ کو آسمانوں میں اور زمین میں کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' (۴۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی علیہ السلام کی آمد اور حقائق جاننے کے باوجود اہلِ مکہ آپ کے خلاف مکر وفریب کر رہے تھے اس لیے انہیں تاریخ کے حوالے سے انتباہ کرتے ہوئے ایک بار پھر سمجھایا گیا ہے۔

دنیا میں عبرت وبصیرت حاصل کرنے کے ذرائع میں ایک بہت بڑا ذریعہ تاریخِ عالم پڑھنا اور ان کے کھنڈرات پر غور کرنا ہے۔ جس سے آدمی کو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اقوام کا کردار کیا تھا اور ان کا انجام کیا نکلا؟ اسی لیے قرآن مجید کئی مرتبہ لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کرواتا اور فرماتا ہے کہ اگر تمہیں اپنے بُرے کردار کے بُرے انجام کے بارے میں شک ہے تو دنیا کی تاریخ پڑھو اور اس کا جغرافیہ دیکھو! یقیناً تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ جو لوگ تم سے پہلے نیست ونابود کیے گئے ان کا کردار اور انجام کیا ہوا؟ حالانکہ انہیں اپنی جاہ وحشمت اور مال ودولت پر بڑا ناز تھا۔ اس لیے آپ کے مخالفوں کو بار بار انتباہ کیا گیا ہے کہ دیکھو اور غور کرو کہ تم سے پہلے ذلت کے گھاٹ اترنے والی قومیں کس قدر قوت وسطوت کی مالک تھیں۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برسا تو وہ سسکیاں لے لے کر اپنی جانیں جانِ آفریں کے حوالے کر رہے تھے اس وقت کوئی ان کو چھڑانے اور بچانے والا نہ تھا۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ مہلت دیئے ہوئے ہے تو یہ اس کی کرم نوازی اور مشیت کا تقاضا ہے لیکن جب وہ کسی فرد اور قوم کو ذلّت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کرتا ہے تو پھر زمینوں اور آسمانوں میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کو عاجز اور بے بس نہیں کرسکتا کیونکہ وہ سب کچھ جاننے والا اور اپنے فیصلے نافذ کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔

وَلَوْ	يُؤَاخِذُ	اللّٰهُ	النَّاسَ	بِمَا	كَسَبُوْا	مَا
اور اگر	مؤاخذہ کرے	اللہ	لوگوں کا	اس کے سبب جو	انہوں نے کمایا	نہ

تَرَكَ	عَلٰى	ظَهْرِهَا	مِنْ دَآبَّةٍ	وَّلٰكِنْ	يُّؤَخِّرُهُمْ
وہ چھوڑے	پر	اس کی پشت	کوئی چلنے والے جاندار	اور لیکن	وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے

اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى ۚ	فَاِذَا	جَآءَ	اَجَلُهُمْ	فَاِنَّ
طرف	وقت	مقرر کی	پھر جب	آ جائے گا	ان کا وقت مقرر	تو بلاشبہ

اللّٰهَ	كَانَ	بِعِبَادِهٖ	بَصِيْرًا ﴿٤٥﴾
اللہ	ہے	اپنے بندوں کو	خوب دیکھنے والا

''اگر ''اللہ'' لوگوں کو اُن کے بُرے اعمال کی وجہ سے پکڑتا تو زمین پر کسی جاندار کو نہ چھوڑتا مگر وہ لوگوں کو ایک مقرر وقت تک مہلت دیتا ہے، جب اُن کا وقت پورا ہوگا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔'' (۴۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس لیے مہلت دیتا ہے تاکہ وہ اس کے حضور اپنے گناہوں کی توبہ کرلیں۔

ربِ کریم کی عطا کردہ مہلت سے حقیقی فائدہ اٹھانے کی بجائے مجرم یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فی الفور ہماری گرفت نہیں کرتا اور ہمیں بدستور دنیا کے مال و دولت اور شان و شوکت دیئے جا رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ہم پر ناراض نہیں، ایسے لوگوں کی خوش فہمی دور کرنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے جرائم کی وجہ سے انہیں دنیا میں پوری، پوری سزا دینا چاہے تو روئے زمین پر کوئی بھی چلنے پھرنے والا باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک وقتِ معین تک مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے جب کسی قوم یا فرد کی مہلت پوری ہو جاتی ہے تو وہ اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہر جگہ اور ہر لمحہ دیکھ رہا ہے۔ ''بَصِيْرٌ'' کی صفت لاکر ایک دفعہ پھر انتباہ کیا ہے کہ مجرموں کو مہلت دینے کا یہ معنیٰ نہیں کہ ''اللہ'' ان کے باطل افکار اور بُرے کردار سے بے خبر ہے، نہیں وہ سب کچھ دیکھتا ہے مگر اپنے طے شدہ فیصلے کے مطابق مہلت دیئے جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کی دنیا میں پکڑ کرتا ہے اور کچھ کو چھوڑ دیتا ہے تاہم آخرت میں مجرموں کو پوری پوری سزا دی جائے گی۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ مجرموں کو پوری طرح سزا دینا چاہے تو زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا باقی نہ رہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو بار بار مہلت دیتا ہے۔ ۳۔ ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔

سورۃ یٰسٓ کا تعارف

سورہ یٰس مکی دور کے آخر میں نازل ہوئی۔ یہ پانچ رکوع اور تراسی آیات پر مشتمل ہے۔

ربطِ سورۃ: سورۃ فاطر کا اختتام اس انتباہ پر ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے جرائم کی وجہ سے پکڑنے پر آئے تو زمین میں انسان ہی نہیں بلکہ چوپائے بھی نہ بچ سکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک وقت تک لوگوں کو مہلت دے رکھی ہے جب اس مہلت کا وقت ختم ہوگا تو اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے سامنے پیش کر دے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں کو ہر حال میں دیکھنے والا ہے سورۃ یٰس کا آغاز اس فرمان سے شروع ہوا کہ اے رسول لوگوں کی ہرزہ سرائی پر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آپ اپنے رب کے نزدیک لوگوں کے لیے قائد اور سردار ہیں اور آپ انبیائے کرام علیہم السلام میں شامل ہیں لہٰذا اپنا کام جاری رکھیں اور ''اللہ تعالیٰ'' پر بھروسہ رکھیں۔

«عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ يٰسٓ مَنْ قَرَأَ يٰسٓ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِقِرَائَتِهَا قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ وَقَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ»

(رواہ الترمذی: باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ يٰسٓ [ضعیف])

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کا دل ہوتا ہے قرآن کا دل سورۃ یٰسٓ ہے جو ایک دفعہ سورہ یٰسٓ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَرَأَ طٰهٰ وَيٰسٓ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ بِأَلْفِ عَامٍ، فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلاَئِكَةُ الْقُرْآنَ قَالَتْ طُوبَى لأُمَّةٍ يَنْزِلُ هَذَا عَلَيْهَا، وَطُوبَى لأَجْوَافٍ تَحْمِلُ هَذَا، وَطُوبَى لأَلْسِنَةٍ تَتَكَلَّمُ بِهَذَا»

(رواہ الدارمی: باب فِي فَضْلِ سُورَةِ طٰهٰ وَيٰسٓ [ضعیف جداً])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ اور یٰس کی تلاوت فرمائی فرشتوں نے قرآن مجید کی تلاوت سنی تو کہنے لگے اس امت کے لیے خوشخبری ہو جس پر قرآن نازل ہوگا، ان سینوں کے لیے مبارک ہو جو اس قرآن کو حفظ کریں گے اور ان زبانوں کو خوش آمدید ہو جو اس قرآن کی تلاوت کریں گی۔''

سورہ یٰس کے پہلے دو رکوع میں نبی علیہ السلام کی رسالت کا ثبوت دیا گیا ہے جس کی ابتدا اس طرح کی ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ سردار ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں جن کے ہاں اس سے پہلے ڈرانے والا نہیں آیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی کیونکہ ان کی گردنوں میں جہالت کے طوق پڑ چکے ہیں اس

لیے ان کو سمجھانا یا نہ سمجھانا برابر ہو چکا ہے۔ ان کے سامنے اس بستی کا ذکر کریں جس میں اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے تین پیغمبر بھیجے بستی والوں نے ان پر ایمان لانے کی بجائے انہیں دھمکی دی کہ ہم تمہیں پتھر مار مار کر ختم کر دیں گے۔ پیغمبروں کی تائید کے لیے اسی بستی کے مضافات سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے اس بستی والوں کو سمجھایا لیکن انہوں نے اسے شہید کر دیا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے جنّت میں داخل کیا اور اس کے پیغام کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا۔

سورت کے تیسرے اور چوتھے رکوع میں نباتات اور شمس وقمر کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے کہ جس طرح چاند اور سورج طلوع اور غروب ہوتے ہیں اور مردہ زمین سے نباتات اُگتی ہیں یہی انسان کی زندگی کا معاملہ ہے اور اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائے گا، جوں ہی اسرافیل دوسرا صور پھونکے گا تو لوگ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف اس طرح جائیں گے جس طرح تیر اپنے نشانے پر جاتا ہے۔ جوں ہی لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو قیامت کا انکار کرنے والے اپنے آپ پر افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہم پر افسوس! ہم قیامت کا انکار کرتے تھے حالانکہ انبیائے کرام علیہم السلام صحیح فرماتے تھے اس دن جنتی لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ مسندوں پر بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مشغول ہوں گے اور جو چاہیں گے ان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ ان پر ربّ کریم کی مسلسل اور ہمیشہ کرم نوازیاں ہوتی رہیں گی ان کے مقابلے میں مجرموں کو کٹہرے میں کھڑا کر کے پوچھا جائے گا کیا تم سے یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ شیطان کی پیروی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مگر تم نے اپنے عہد کی پاسداری نہ کی لہٰذا جہنّم میں داخل ہو جاؤ۔

سورہ یٰسٓ کا اختتام اس بات پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو شعر وشاعری نہیں سکھلائی اور نہ ہی آپ کی شان ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے شعر گوئی کریں اس لیے قرآنِ مجید شاعرانہ تخیّل نہیں ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ تمہاری موت کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اگر تمہیں اس بات پر یقین نہیں آتا تو اپنی پیدائش پر غور کرو اور زمین وآسمان کو دیکھو! جس رب نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے کیا وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

اگر انہیں اس بات پر یقین نہیں آتا تو انہیں بتلائیں اور سمجھائیں وہی رب دوبارہ پیدا کرے گا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمانوں کو بغیر نمونے کے پیدا کیا ہے اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنی مخلوق کو دوبارہ پیدا کرے کیونکہ وہ سب کچھ پیدا کرنے والا اور ہر بات کا علم رکھنے والا ہے جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف "کُنْ" کا حکم صادر فرماتا ہے اور وہ کام بالکل اس کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے اور زمین وآسمانوں کی ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور تم سب نے اُسی کے حضور پیش ہونا ہے۔

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا – ٥
اٰيَاتُهَا – ٨٣

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

يٰسٓ ①	وَ	الْقُرْاٰنِ	الْحَكِيْمِ ②	اِنَّكَ	لَمِنَ
يٰسٓ	قسم ہے	قرآن کی	حکمت والے	بلاشبہ آپ ہیں	البتہ سے
الْمُرْسَلِيْنَ ③	عَلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ④		
رسولوں میں	پر	راستے	سیدھے		

''يٰسٓ (۱) قسم ہے قرآن حکیم کی۔ (۲) یقیناً آپ رسولوں میں سے ہیں۔ (۳) اور سیدھے راستے پر ہیں۔'' (۴)

فہم القرآن

سورۃ فاطر کے آخری رکوع میں اہلِ مکہ کے ایک قول کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ نبی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے قسمیں اٹھا اٹھا کر کہا کرتے تھے کہ جونہی نبی آخرالزماں آئے گا تو ہم دوسروں سے بڑھ کر ہدایت پانے والے ہوں گے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو یہ لوگ تکبر کی بنا پر کفر وشرک میں اور ہی آگے بڑھ گئے اور پروپگنڈا کرنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صراط مستقیم سے بھٹک چکا ہے۔ سورہ یٰس کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ آپ لوگوں کے سردار ہیں، انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں شامل ہیں اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔

اہلِ علم نے لفظ ''يٰسٓ'' کے دو معانی ذکر کیے ہیں عربی کی ایک لغت کے مطابق ''يٰسٓ'' کا معنیٰ اے انسان! اور دوسری لغت کے مطابق اس کا معنیٰ ہے اے سردار۔ دونوں حوالوں اور اس سورت کے سیاق وسباق کے اعتبار سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہے کہ ''يٰسٓ'' سے مراد سرورِ دو عالم کی ذاتِ اقدس ہے کیونکہ جنس کے اعتبار سے آپ انسان تھے اور مرتبہ کے حوالے سے تمام انسانوں بلکہ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سردار کے لقب سے پکارنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کے مخالفوں کو معلوم ہو کہ جس شخصیت کی شان گھٹانے کے درپے ہو وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر صاحبِ شان اور علوّ مرتبت کی حامل ہے کہ خالق کائنات اسے انسانوں کا سردار کہہ کر پکارتا ہے اس میں ایک طرف سرورِ دو عالم کے لیے تسلی کا پہلو پایا جاتا ہے اور دوسری طرف مخالفین کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو کس شان سے نوازا ہے۔ آپ کی شان کو صرف سردار کے لقب کے ساتھ ہی خاص نہیں کیا گیا بلکہ خالقِ کائنات نے قرآن کریم کی قسم اٹھا کر آپ کو اطمینان بخشا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا تعلق اور شمار ''اللہ'' کے رسولوں میں ہے۔ کفار آپ کے بارے میں جو چاہیں ہرزہ سرائی کریں لیکن آپ ہر حال میں سردار اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔

قرآن مجید کی قسم اٹھانا:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک باب باندھا ہے (باب الحلِفِ بِعِزَّةِ اللهِ وَصِفَاتِهِ وَكَلِمَاتِهِ) جس میں انہوں نے دو احادیث ذکر کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی قسم اٹھائی جاسکتی ہے کیونکہ قرآن مجید ''اللہ'' کا کلام اور اس کی صفت ہے اس لیے قرآن مجید کی قسم اٹھانا جائز ہے۔

آپ ﷺ کی شان اور مقام:

''بے شک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا پھر اس کو مزین کیا لیکن صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی لوگ اس گھر کو دیکھتے اور اس ایک اینٹ کی جگہ خالی پا کر تعجب کا اظہار کرتے اور کہتے: یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ آپ نے فرمایا: میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔''

(رواہ البخاری: باب خاتم النبیین)

«أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ»

(رواہ الترمذی: کتاب المناقب [صحیح])

''میں قیامت کے دن آدم کی ساری اولاد کا سردار ہوں گا مگر اس اعزاز پر فخر نہیں کرتا اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اس پر میں اترا تا نہیں قیامت کے دن آدم علیہ السلام سمیت تمام نبی میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے میں قیامت کے دن سب سے پہلے اپنی قبر سے اٹھوں گا مگر اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔''

مسائل

۱۔ سرورِ دو عالم ﷺ پوری کائنات کے سردار اور امام ہیں۔ ۲۔ نبی ﷺ صراطِ مستقیم کے داعی ہیں۔
۳۔ قرآن مجید بڑی ہی پُرحکمت کتاب ہے۔

تفسیر بالقرآن

سرورِ دو عالم ﷺ کا مقام اور آپ کی شان:

۱۔ آپ ﷺ کو پوری دنیا کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ (الاعراف: ۱۵۸)
۲۔ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ (الانبیاء: ۱۰۷) ۳۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب: ۴۰)
۴۔ نبی کریم ﷺ کو لوگوں کے لیے رؤف، رحیم بنایا گیا ہے۔ (التوبۃ: ۱۲۸)
۵۔ آپ کو پوری دنیا کے لیے داعی الی اللہ، بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ (الاحزاب: ۴۵-۴۶)

تَنْزِيْلَ	الْعَزِيْزِ	الرَّحِيْمِ ۝٥	لِتُنْذِرَ	قَوْمًا	مَّآ
اتارا ہوا	نہایت غالب	خوب رحم کرنے والے کا	تاکہ آپ ڈرائیں	قوم کو	نہیں
اُنْذِرَ	اٰبَآؤُهُمْ	فَهُمْ	غٰفِلُوْنَ ۝٦	لَقَدْ	حَقَّ
ڈرائے گئے	ان کے باپ دادا	لہٰذا وہ	غافل ہیں	البتہ تحقیق	سچ ہوگئی
الْقَوْلُ	عَلٰٓى	اَكْثَرِهِمْ	فَهُمْ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ۝٧
بات	پر	ان کی اکثریت	لہٰذا وہ	نہیں	ایمان لاتے ہیں

''یہ قرآن غالب اور رحم فرمانے والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔(۵) تاکہ آپ خبردار کریں ایسی قوم کو جس کے باپ دادا خبردار نہیں کیے گئے اس وجہ سے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔(۶) ان میں سے اکثر لوگ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں، اسی لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔''(۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آپ ﷺ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو کفار آپ کے مخالف ہو گئے یہاں ان کی مخالفت کا بنیادی سبب بیان کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے بارے میں کفار کا پروپیگنڈہ تھا کہ محمد ﷺ نے یہ قرآن اپنی طرف سے بنالیا ہے کچھ لوگ یہ بھی ہرزہ سرائی کرتے تھے کہ سردار عبدالمطلب کا پوتا راہِ راست سے بھٹک چکا ہے۔ان الزامات کی تردید کے لیے آپ کو سردار کے لقب سے پکارتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا حلف دے کر ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو اس لیے صاحبِ قرآن رسول بنا کر بھیجا تاکہ ان لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کے انجام سے ڈرائیں جن کے باپ دادا کو متنبہ نہیں کیا گیا اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ان پر آپ کے رب کا فرمان سچ ثابت ہوا کہ ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کو انسان کے ماضی، حال اور مستقبل کا علم ہے اس لیے یہ بات آپ ﷺ کے سامنے واضح کر دی گئی کہ آپ کا کام لوگوں کو غفلت سے بیدار کرنا ہے منوانا نہیں۔ جہاں تک ان کے فکر و عمل کا معاملہ ہے ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی اور یہی کچھ ہوا کہ نبوت کے آغاز میں مکہ کے جو سردار آپ کی مخالفت میں پیش پیش تھے آخر دم تک ان کی اکثریت ایمان کی دولت سے محروم رہی اور اسی حالت میں نبوت کے چودھویں سال بدر کے میدان میں قتل کر دیئے گئے۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں کو ڈرانے والا کوئی رسول نہیں آیا تو پھر وہ ان کے باپ دادا مجرم کیسے ٹھہرے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ اور اس کے قرب و جوار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد کوئی رسول نہیں آیا لیکن بیت اللہ کی برکت اور اس کی مرکزیت کی وجہ سے حضرت ابراہیم اور حضرت

اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد جو رسول عرب میں مبعوث کیے گئے ان کی تعلیم یقیناً اہلِ مکہ تک پہنچتی رہی اسی لیے اہلِ مکہ اپنے آپ کو ملتِ ابراہیم کا وارث سمجھتے تھے حالانکہ وہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام سے ہٹ چکے تھے اسی بنا پر یہ الفاظ استعمال ہوئے کہ اہل مکہ کو ان کے برے انجام سے آگاہ کیا جائے کیونکہ ایک مدت بیت چکی ہے کہ ان کے پاس براہِ راست ڈرانے والا نہیں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا۔

{ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ } (البقرۃ:۱۲۹)

''اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کے سامنے تیری آیات پڑھے انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے یقیناً تو غالب حکمت والا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا۔

۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد لوگوں کو غفلت سے بیدار کرنا ہے۔ ۳۔ لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لایا کرتی۔

تفسیر بالقرآن

نزولِ قرآن کا مقصد:

۱۔ قرآن مجید شک وشبہ سے بالاتر کتاب ہے۔(البقرۃ:۲) ۳۔ قرآن کریم برہان اور نورِ مبین ہے۔(النساء:۱۷۴)

۲۔ قرآن مجید ایمان والوں کے لیے باعث ہدایت اور رحمت ہے۔(النحل:۶۴)

۳۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح کتاب ہے قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔(البقرۃ:۱۸۵)

۴۔ ہم نے قرآن کو نازل کیا جو مومنوں کے لیے باعثِ رحمت اور شفا ہے۔(بنی اسرائیل:۸۲)

۵۔ قرآن حمید کے نزول کا مقصد لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانا ہے۔(ابراہیم:۱)

لوگوں کی اکثریت کا حال:

۱۔ اکثر لوگ حقیقت نہیں جانتے۔(یوسف:۲۱) ۲۔ لوگوں کی اکثریت شکر نہیں کرتی۔(یوسف:۳۸)

۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے کے باوجود لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔(یوسف:۱۰۳)

۴۔ قرآن آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔(ھود:۱۷)

اِنَّا	جَعَلْنَا	فِيْٓ	اَعْنَاقِهِمْ	اَغْلٰلًا	فَهِيَ	اِلَى
بے شک	ہم نے بنایا	میں	ان کی گردنوں	طوق	سو وہ پہنچ رہے ہیں	تک
الْاَذْقَانِ	فَهُمْ	مُّقْمَحُوْنَ ⑧	وَجَعَلْنَا	مِنْۢ	بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ
ٹھوڑیوں	چنانچہ وہ	سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں	اور ہم نے بنایا	سے	ان کے سامنے
سَدًّا	وَّمِنْ	خَلْفِهِمْ	سَدًّا	فَاَغْشَيْنٰهُمْ	فَهُمْ	لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨
دیوار	اور سے	ان کے پیچھے	دیوار	پھر ہم نے ڈھانک دیا ان کو	لہٰذا وہ	نہیں دیکھتے
وَسَوَآءٌ	عَلَيْهِمْ	ءَاَنْذَرْتَهُمْ	اَمْ	لَمْ	تُنْذِرْهُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩
اور برابر ہے	ان پر	کہ تو ان کو ڈرائے	یا	نہ	تو ان کو ڈرائے	وہ ایمان نہیں لائیں گے

''ہم نے اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے ہوئے ہیں، اس لیے وہ سر اُٹھائے کھڑے ہیں۔(۸) ہم نے ایک دیوار اُن کے آگے اور ایک دیوار ان کے پیچھے کھڑی کر دی ہے، ہم نے انہیں ڈھانک دیا ہے اب انہیں کچھ نہیں سوجھتا۔(۹) آپ انہیں خبردار کریں یا نہ کریں ان کے لیے یکساں ہے کہ یہ نہیں مانیں گے۔''(۱۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کی اکثریت کیوں ایمان نہیں لاتی؟

ایمان کی دولت پانے کے لیے لازم ہے کہ انسان اپنی انا اور جہالت سے کنارہ کش ہو جائے جو شخص جہالت اور اَنا پرستی نہیں چھوڑتا درحقیقت وہ متکبر ہوتا ہے متکبر انسان سچائی کو تسلیم کرنا اپنے لیے عار سمجھتا ہے یہی حالت اہل مکہ کی تھی جس بنا پر ان کے بڑوں نے یہ کہہ کر آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور کہا کہ نبوت مکہ یا طائف کے بڑے سرداروں میں سے فلاں کو ملنا چاہیے تھی کچھ لوگوں نے آباء واجداد کی رسومات کا بہانہ بنا کر آپ ﷺ کی اتباع سے اجتناب کیا اس طرح وہ مختلف قسم کے تعصّبات اور فخر وغرور میں مبتلا تھے۔ جس وجہ سے ان کی گردنیں اس طرح اکڑی ہوئی تھیں جیسے ان کی گردنوں میں لوہے کے طوق پڑے ہوئے ہوں۔ جس سے ان کے سر نہیں جھکتے۔ اس استکبار کی وجہ سے مکہ والوں کی حالت یوں ہو چکی تھی جیسے ان کے آگے پیچھے دیوار کھڑی کر دی گئی ہو اور ان کے چہروں پر پردہ ڈال دیا گیا ہو جس وجہ سے وہ نہ ہدایت کی طرف آسکتے ہیں اور نہ ہی چشمِ بصیرت سے دیکھ سکتے ہیں۔ جس شخص یا قوم کی یہ حالت ہو جائے ظاہر ہے کہ اسے کوئی بھی راہِ راست پر نہیں لا سکتا انہیں سمجھانا اور نہ سمجھانا یکساں ہوا کرتا ہے اس لیے ارشاد ہوا کہ اے نبی ﷺ آپ! انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے، اسی بات کو سورۃ البقرہ کی آیت ۷ میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے انہیں عظیم عذاب دیا جائیگا'' البقرۃ کی آیت گیارہ میں فرمایا کہ بہرے، گونگے

اوراندھے ہیں اب یہ ہدایت نہیں پائیں گے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيْئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَآءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهٗ وَإِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللهُ {كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ}»

(رواہ الترمذی: کتاب تفسیر القرآن [حسن])

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب بندہ کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے جب گناہ چھوڑ دے اور توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل پالش ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دوبارہ گناہ کی طرف پلٹے تو سیاہی اس کے دل پر چڑھ جاتی ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے کہ {ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے زنگ چڑھ چکا ہے۔}''

مسائل

۱۔ ہدایت کے مقابلے میں تعصّب اور تکبر اختیار کرنے والوں کے آگے پیچھے دیوار کھڑی کر دی جاتی ہے۔

۲۔ گمراہی پر مطمئن ہونے والوں کو سمجھانا اور نہ سمجھانا برابر ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

گمراہ لوگوں کی حالت:

۱۔ جو ایمان کو کفر کے ساتھ بدل دے وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔ (البقرۃ:۱۰۸)

۲۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔ (النّساء:۱۱۶)

۳۔ جو اللہ کے ساتھ کفر کرے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء:۱۳۶)

۴۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ گمراہ ہو گیا۔ (الاحزاب:۳۶)

۵۔ جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا۔ (الرّعد:۳۳)

۶۔ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثال کے ساتھ فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں۔ (البقرۃ:۲۶)

۷۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پامال کرنے والا سیدھے راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (المائدۃ:۱۲)

۸۔ کفار سے دلی دوستی کرنے والا سیدھی راہ سے دور چلا جاتا ہے۔ (الممتحنۃ:۱)

۹۔ دین کے معاملات میں غلو کرنے والا سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ (المائدۃ:۷۷)

۱۰۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرانے والا سیدھے راستہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (ابراہیم:۳۰)

اِنَّمَا	تُنْذِرُ	مَنِ	اتَّبَعَ	الذِّكْرَ	وَخَشِيَ
صرف	تو تو ڈرا سکتا ہے	اس شخص کو جو	پیروی کرے	نصیحت کی	اور وہ ڈرے
الرَّحْمٰنَ	بِالْغَيْبِ ۚ	فَبَشِّرْهُ	بِمَغْفِرَةٍ	وَّاَجْرٍ	كَرِيْمٍ ﴿١١﴾
رحمٰن سے	بن دیکھے	پس تو اس کو خوشخبری دے	مغفرت کی	اور اجر کی	عزت والے
اِنَّا	نَحْنُ	نُحْيِ	الْمَوْتٰى	وَنَكْتُبُ	مَا	قَدَّمُوْا	وَاٰثَارَهُمْ ؕ
بلاشبہ	ہم	زندہ کرتے ہیں	مردوں کو	اور ہم لکھتے ہیں	جو	وہ آگے بھیجتے	اور ان کے آثار
وَكُلَّ	شَيْءٍ	اَحْصَيْنٰهُ	فِيْٓ	اِمَامٍ	مُّبِيْنٍ ﴿١٢﴾
اور ہر	چیز	ہم نے محفوظ کر رکھا ہے اس کو	میں	کتاب	واضح

''آپ اُسی شخص کو خبردار کر سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتا اور بغیر دیکھے رحمان سے ڈرتا ہے، اُسے مغفرت اور اجرِ کریم کی بشارت دے دیں۔ (۱۱) ہم یقیناً ایک دن مُردوں کو زندہ کرنے والے ہیں جو اعمال اُنہوں نے کیے ہیں وہ ہم لکھتے جا رہے ہیں اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے وہ بھی ہم لکھ رہے ہیں ہر بات کو ہم نے ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے۔'' (۱۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بے شک لوگوں کی اکثریت ایمان کے بارے میں اندھی ہو چکی ہے لیکن آپ ﷺ لوگوں کو ضرور انتباہ فرمائیں کیونکہ جو شخص اپنے رب سے غیب میں ڈرنے والا ہے وہ ضرور ہدایت پالے گا ہدایت پانے والے کو جنت کی خوشخبری دیجیے۔ بے شک گمراہ لوگ آپ کی محنت کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور حق کے معاملے میں اندھے ہو چکے ہیں لیکن آپ سلیم الفطرت لوگوں کو سمجھاتے رہیں کیوں کہ ''اللہ'' سے ڈرنے والے نصیحت حاصل کیا کرتے ہیں۔

جو انسان آخرت کی جواب دہی کو بھول جائے حقیقت میں وہ اندھا ہو جاتا ہے ایسے شخص کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھانے اور آخرت کی جواب دہی کا احساس دلانے کے لیے اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اس سچائی میں کوئی شک نہیں کہ ہم قیامت کے دن مردوں کو زندہ کریں گے اور مرنے والے جو کچھ آگے بھیجتے رہے اور جو اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہم اس کو ضبطِ تحریر میں لا رہے ہیں اور ہم نے اسے کتابِ مبین میں واضح طور پر لکھ رکھا ہے، بنیادی طور پر ہر انسان کے اعمال کی دو ہی صورتیں ہوتی ہیں جن کا ہر حال میں اندراج ہوتا رہتا ہے۔ انسان جونہی کوئی عمل کرتا ہے تو کراماً کاتبین اس کے نامۂ اعمال میں لکھ کر صبح و شام آسمان کی طرف لے جاتے ہیں جو اس کے دفترِ اعمال میں محفوظ کر لیے جاتے ہیں اعمال کی دوسری صورت یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہ کر جو نیکی یا بدی کرتا ہے اس کے بُرے اور بھلے اثرات دنیا میں بھی باقی رہتے ہیں۔

نیک اعمال کرنے والے کو قیامت تک نیکی ملتی رہے گی اور جس نے اپنے حلقہ اثر میں بُرے اعمال چھوڑے وہ ان کے منفی اثرات کی سزا قیامت تک بھگتتا رہے گا۔ قیامت کے دن اس کے تمام اعمال کا ریکارڈ اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اگر اس کا اعمال نامہ اچھا ہوا تو وہ اپنے عزیز واقربا کو بلا بلا کر کہے گا کہ دیکھیے میرا اعمال نامہ کس قدر اچھا ہے۔ (الحاقۃ:۱۹، ۲۰) اس کے مقابلے میں بُرا آدمی اپنے اعمال نامے کو دیکھے گا تو اس تمنا کا اظہار کرے گا کہ کاش! میں مٹی کے ساتھ مٹی ہی بنا رہتا۔ (النباء:۴۰)

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَتَعَاقَبُوْنَ فِیْكُمْ مَلٰٓئِكَةٌ بِاللَّیْلِ وَمَلٰٓئِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَعْرُجُ الَّذِیْنَ بَاتُوْا فِیْكُمْ فَیَسْاَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَیْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِیْ فَیَقُوْلُوْنَ تَرَكْنٰهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ وَاَتَیْنٰهُمْ وَهُمْ یُصَلُّوْنَ» (رواہ البخاری: کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رات اور دن میں فرشتے ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے ہیں وہ فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں جب رات والے فرشتے جاتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے ملائکہ جواب دیتے ہیں کہ جب ہم ان کے ہاں گئے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے اور جب ان کو چھوڑ کر آئے تو پھر بھی نماز پڑھ رہے تھے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر کسی کو زندہ فرمائے گا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اور ہر کسی کے اعمال کو لوحِ محفوظ پر لکھ رکھا ہے۔
۲۔ ہر کسی کے اگلے پچھلے اور اچھے برے اعمال اس کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

انسان کے تمام اچھے بُرے اعمال لکھے جاتے ہیں:

۱۔ بے شک تمہاری چال بازیوں کو ہمارے قاصد لکھ رہے ہیں۔ (یونس:۲۱)
۲۔ ہم ان کی جزا لکھ لیں گے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (الاعراف:۱۵۶)
۳۔ جو لوگ بولتے ہیں ہم لکھ لیتے ہیں۔ (آل عمران:۱۸۱) ۴۔ ہمارے قاصد ان کے اعمال لکھ رہے ہیں۔ (الزخرف:۸۰)
۵۔ ہم ان کی کہی ہوئی بات لکھ لیں گے اور ان کے عذاب کو بڑھا دیا جائے گا۔ (مریم:۷۹)
۶۔ کسی کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی کیونکہ ہم اس کو لکھ لیتے ہیں۔ (الانبیاء:۹۴)

وَاضْرِبْ	لَهُمْ	مَّثَلًا	اَصْحٰبَ	الْقَرْيَةِ ۘ	اِذْ	جَآءَهَا
اور بیان کر	ان کے لیے	مثال	والوں کی	بستی	جب	آئے اس بستی میں

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٣﴾ ۚ	اِذْ	اَرْسَلْنَآ	اِلَيْهِمُ	اثْنَيْنِ	فَكَذَّبُوْهُمَا
بھیجے ہوئے	جب	ہم نے بھیجے	ان کی طرف	دو	توانہوں نے ان کو جھٹلایا

فَعَزَّزْنَا	بِثَالِثٍ	فَقَالُوْٓا	اِنَّآ	اِلَيْكُمْ	مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾
پھر ہم نے تقویت دی	تیسرے کے ساتھ	توانہوں نے کہا	بے شک ہم	تمہاری طرف	بھیجے گئے ہیں

انہیں بستی والوں کا واقعہ سنائیں جب اُس میں رسول آئے۔ (۱۳) جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے ان کی مدد کے لیے تیسرا رسول بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کو کہا کہ ہم تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلے ارشاد ہوا ہے کہ ہم موت وحیات پر اختیار رکھنے والے اور ہر بات کو اپنے ہاں لکھنے والے ہیں۔ اب موت وحیات کے حوالے سے ایک قریہ کی مثال بیان کی جاتی ہے۔

اے پیغمبر ﷺ اپنے سامعین کے سامنے اس بستی کی تاریخ اور مثال پیش فرمائیں جس کے پاس آپ کے رب نے یکے بعد دیگرے تین رسول مبعوث فرمائے تھے واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اس بستی کے رہنے والوں کے لیے دو رسول بھیجے جنہوں نے بڑے خلوص اور جانفشانی کے ساتھ اہلِ قریہ کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن قریہ والوں نے انہیں یکسر طور پر مسترد کر دیا۔ ان کی تائید کے لیے ہم نے تیسرا رسول بھیجا اس نے پہلے دو انبیاء کی تائید کی اور ان کے ساتھ مل کر لوگوں کو اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دی لیکن بد بخت قوم نے تینوں رسولوں کو یہ کہہ کر جھٹلا دیا کہ تم ہمارے جیسے انسان ہو اور تم جھوٹ بولتے ہو۔ رب رحمٰن نے تمہاری طرف کوئی پیغام نازل نہیں کیا اور نہ ہی تم اس کے رسول ہو۔ قوم کے الزام کے جواب میں انبیائے کرام علیہم السلام نے فقط اتنا ہی ارشاد فرمایا کہ اے قوم! اگر تم ہمیں ماننے کے لیے تیار نہیں تو ہمارا کام اپنے رب کا پیغام پہنچانا تھا جسے ہم نے پوری طرح پہنچا دیا اب تمہارا معاملہ ''اللہ'' کے حوالے ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو نیست و نابود کر دیا یہ کون سی بستی تھی اس کے بارے میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ شام کا ایک مشہور شہر انطاکیہ ہے لیکن قدیم مفسرین میں سے علامہ ابنِ کثیر اور عصر حاضر کے مفسرین نے تاریخی حوالوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد انطاکیہ نہیں کیونکہ انطاکیہ ہمیشہ سے عیسائیت کا گڑھ رہا ہے اور انطاکیہ کی بربادی کا تاریخ میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ جہاں تک رسولوں کی ذات کا معاملہ ہے ان سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کے

قَالُوْا	مَآ	اَنْتُمْ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُنَا ۙ	وَمَآ	اَنْزَلَ
انہوں نے کہا	نہیں ہو	تم	مگر	بشر	ہم جیسے	اور نہیں	نازل کی
الرَّحْمٰنُ	مِنْ شَيْءٍ ۙ	اِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا	تَكْذِبُوْنَ ⑮		
رحمٰن نے	کوئی چیز	نہیں ہو	تم	مگر	جھوٹ بولتے		
قَالُوْا	رَبُّنَا	يَعْلَمُ	اِنَّآ	اِلَيْكُمْ	لَمُرْسَلُوْنَ ⑯	وَمَا	
انہوں نے کہا	ہمارا رب	وہ جانتا ہے	بلاشبہ ہم	تمہاری طرف	البتہ بھیجے گئے ہیں	اور نہیں	
عَلَيْنَآ	اِلَّا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ ⑰				
ہم پر	مگر	پہنچا دینا	کھول کر				

بستی والوں نے کہا تم کچھ بھی نہیں مگر ہم جیسے انسان ہو، رحمان نے ہرگز کوئی چیز نازل نہیں کی ہے تم جھوٹ بولتے ہو۔(۱۵) رسولوں نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم ضرور تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔(۱۶) اور ہم پر واضح پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔''(۱۷)

حواری اور ان کے بھیجے ہوئے نمائندے نہیں بلکہ یہ شخصیات براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شہر کی طرف مبعوث کی گئی تھیں جنہیں اس شہر کے لوگوں نے ماننے سے انکار کیا اور وہ بُرے انجام سے دوچار ہوئے۔

جہاں تک اہلِ قریہ کی اس بات کا تعلق ہے کہ اے رسولو! تم ہمارے جیسے انسان ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول مبعوث فرمائے ہیں وہ بشر ہی تھے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد کہ میں بشر ہوں:

«عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَأْبُرُونَ النَّخْلَ يَقُولُونَ يُلَقِّحُونَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوهُ فَنَفَضَتْ أَوْ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ»

(رواہ مسلم: باب وجوب امتثال ما قالہ شرعاً دون ما ذکرہ من معایش الدنیا علی سبیل الرأی)

''سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ کھجور کی پیوندکاری کرتے تھے آپ نے فرمایا: یہ کیا کرتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا ہمارا یہی طریقہ ہے آپ نے فرمایا: اگر تم یہ

کام نہ کرو تو ہو سکتا ہے اس میں بہتری ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیوند کرنا چھوڑ دیا۔ جس سے کھجوریں پھل کم لائیں۔ صحابہ نے آپ کو صورت حال بتلائی۔ آپ نے فرمایا: جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو جب میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو آخر میں بھی آدمی ہوں۔''

مسائل

۱۔ انبیائے کرام علیہم السلام ایک دوسرے کی تائید کرتے تھے۔

۲۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام انسان تھے۔

۳۔ انبیاء کی ذمہ داری حق پہنچانا تھا منوانا نہیں تھا۔

تفسیر بالقرآن

انبیائے کرام علیہم السلام کا اقرار کہ ہم انسان ہیں:

۱۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتراف کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں۔ (حم السجدۃ:۶)

۲۔ رسول اللہ کا اعتراف کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔ (الکہف:۱۱۰)

۳۔ تمام رسولوں کو ان کی قوم میں انہی کی زبان میں بھیجا گیا۔ (ابراہیم:۴)

۴۔ انبیاء علیہم السلام اقرار کرتے تھے کہ ہم بشر ہیں۔ (ابراہیم:۱۱)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ آدمی تھے۔ (یوسف:۱۰۹)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے بھی نبی بھیجے وہ بشر ہی تھے۔ (النحل:۴۳)

۷۔ عیسیٰ نے اپنی والدہ کی گود میں اپنی نبوت اور بندہ ہونے کا اعلان فرمایا۔ (مریم:۲۹،۳۰)

۸۔ شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ تو ہماری طرح بشر ہے اور ہم تجھے جھوٹا تصور کرتے ہیں۔ (الشعراء:۱۸۶)

۹۔ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر اور یہ تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ (المومنون:۲۴)

۱۰۔ نہیں ہے تو مگر ہمارے جیسا ایک انسان۔ (الشعراء:۱۵۴)

۱۱۔ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر جیسے تم کھاتے ہو، ویسے وہ کھاتا ہے۔ (المومنون:۳۳)



قَالُوْٓا	اِنَّا	تَطَيَّرْنَا	بِكُمْ ۚ	لَئِنْ	لَّمْ
انہوں نے کہا	بے شک ہم	منحوس سمجھتے ہیں	تمہیں	البتہ اگر	نہ
تَنْتَهُوْا	لَنَرْجُمَنَّكُمْ	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ	مِّنَّا	عَذَابٌ
تم باز آئے	ضرور ہم سنگسار کر دیں گے تمہیں	اور البتہ ضرور تمہیں ملے گی	ہماری طرف سے	سزا
اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾	قَالُوْا	طَآئِرُكُمْ	مَّعَكُمْ ؕ	اَئِنْ	ذُكِّرْتُمْ ؕ
دردناک	انہوں نے کہا	تمہاری نحوست	تمہارے ساتھ ہے	کیا اگر	تم نصیحت کیے جاؤ
	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾
	بلکہ	تم	لوگ ہو	حد سے بڑھنے والے

''بستی والوں نے کہا کہ ہم تمہیں اپنے لیے منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تم ہم سے بڑی دردناک سزا پاؤ گے۔(۱۸) رسولوں نے جواب دیا تمہاری نحوست تو تمہاری وجہ سے ہے کیا یہ باتیں تم اس لیے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو۔''(۱۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: تین انبیائے کرام علیہم السلام کو قوم کی دھمکی اور الزام۔

بدبخت لوگوں کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرنے کی بجائے انبیائے کرام اور مصلح حضرات کو طعن وتشنیع اور تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں یہی کچھ اس شہر کے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیا قوم انبیائے کرام علیہم السلام کو کہنے لگی کہ جب سے تم ہمارے شہر میں آئے ہو اس وقت سے لے کر ہم مسائل اور مصائب کا شکار ہوئے جا رہے ہیں اگر تم اپنے کام سے باز نہ آئے تو ہم ہر صورت تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے اور تمہیں اذیت ناک سزا دیں گے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے جواباً فرمایا کہ جن مسائل اور مصائب سے تم دوچار ہو یہ تمہارے اپنے کیے کا نتیجہ ہے مگر افسوس! تم سمجھنے اور سدھرنے کی بجائے ہمیں سنگسار کرنے کی دھمکی دیتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم شرافت کی تمام حدوں کو پھلانگ چکے ہو۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا یہ منطقی نتیجہ ہوتا ہے کہ جو قوم اپنے نبی کی نافرمانی پر تل جائے اسے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی اپنے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ جن لوگوں کے مقدر میں تباہی لکھی ہوتی ہے وہ اپنی اصلاح کی بجائے بگاڑ میں آگے ہی بڑھا کرتے ہیں اور اصلاح کرنے والوں کو اپنے انجام کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں ہر پیغمبر کے ساتھ اس کی قوم کے فجار اور سرکش لوگوں نے یہی روّیہ اختیار کیا تھا جہاں تک بدشگونی اور بری فال نکالنے کا تعلق ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس سے ایک طرف انسان کا عقیدہ کمزور ہوتا ہے اور دوسری

طرف وہ اعصابی اور ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ اَوْتُطُيِّرَ لَهُ اَوْتَكَهَّنَ اَوْتُكُهِّنَ لَهُ اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهُ وَمَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ»

(مسند بزار البحر الزخار: مسند عمران بن حصین [حسن])

''جو شخص فال نکالے یا اس کے لیے فال نکالی جائے، کوئی غیب کی خبریں دے یا اس کے لیے کوئی دوسرا ایسی خبر دے ایسے ہی کوئی خود جادو کرے یا دوسرا شخص اس کے لیے جادو کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ایسے شخص کے پاس جائے اور اسکی باتوں کی تصدیق کرے اس نے ہر اس بات کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔''

کیا کوئی چیز منحوس ہو سکتی ہے؟

«وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ» (رواه البخاری: باب الجذام)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی بیماری متعدی نہیں، نہ بدشگونی ہے، نہ الو بدروح ہے اور نہ صفر کا مہینہ نحوست والا ہے اور کوڑھی شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔''

مسائل

۱۔ مشرکین اور کفار انبیائے کرام علیہم السلام کو منحوس قرار دیتے تھے۔

۲۔ انسان کو اپنے برے اعمال کی کچھ نہ کچھ سزا دنیا میں بھگتنا پڑتی ہے۔

۳۔ سرکش اور نافرمان لوگ ہمیشہ انبیائے کرام علیہم السلام کو جان سے مار دینے کی دھمکیاں دیتے رہے۔

تفسیر بالقرآن

نافرمان قوم کا اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سلوک:

۱۔ کفار کہتے تھے کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو چاہتے ہو کہ ہم اپنے آباء واجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ (ابراہیم: ۱۰)

۲۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے۔ (ابراہیم: ۱۳)

۳۔ حضرت نوح کو قوم کے سرداروں نے کہا تو ہمارے جیسا ایک آدمی ہے اور تیری پیروی کرنے والے بھی ادنیٰ لوگ ہیں۔ (ھود: ۲۷)

۴۔ حضرت موسیٰ کو فرعون نے کہا کیا تم اپنے جادو سے ہمیں ہماری زمین سے نکالنا چاہتے ہو۔ (طٰہٰ: ۵۷)

۵۔ انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا گیا۔ (البقرۃ: ۸۷)

۶۔ موسیٰ علیہ السلام پر آل فرعون نے منحوس ہونے کا الزام لگایا۔ (الاعراف: ۱۳۱)

وَجَآءَ	مِنْ	اَقْصَا	الْمَدِيْنَةِ	رَجُلٌ	يَّسْعٰى
اور آیا	سے	کنارے	شہر کے	آدمی	دوڑتا ہوا

قَالَ	يٰقَوْمِ	اتَّبِعُوا	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾	اتَّبِعُوْا	مَنْ
اس نے کہا	اے میری قوم	تم پیروی کرو	رسولوں کی	تم پیروی کرو	ان کی جو

لَّا يَسْـَٔلُكُمْ	اَجْرًا	وَّهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾
نہیں تم سے مانگتے	کوئی معاوضہ	اور وہ	ہدایت یافتہ ہیں

''اتنے میں شہر کے دور کے کونے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! رسولوں کی پیروی اختیار کرو۔ (۲۰) ان کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتے اور یہ ٹھیک راستے پر ہیں۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: تین انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ قوم کی کشمکش کی انتہا اور ایک خیر خواہ کا قوم کو آخری بار سمجھانا۔

قوم نے شرافت کی دیواریں پھلانگتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ تینوں انبیاء کو بیک وقت قتل کر دیا جائے۔ جونہی اس صورتِ حال کا شہر کے مضافات میں رہنے والے ایک شخص کو علم ہوا تو وہ بے قرار ہو کر دوڑتا ہوا اپنی قوم کے سرکردہ لوگوں کے پاس آیا اور انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تمہیں انبیائے کرام علیہم السلام کے خلاف سازشیں کرنے کی بجائے ان کی اتباع کرنی چاہیے یہ ہستیاں نا صرف افکار اور کردار کے لحاظ سے ہم سب سے اعلیٰ اور ممتاز ہیں بلکہ اس بات پر بھی غور کرو کہ ان کی دعوت کے پیچھے ان کا کوئی ذاتی مفاد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ تم سے کسی معاوضہ کے طلب گار نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور اس کی طرف سے ہدایت یافتہ اور تمہیں ہدایت کی دعوت دینے والے انبیاء کرام ہیں۔ مضافاتِ شہر سے آنے والی شخصیت کا نام ''حبیب'' بتلایا گیا ہے اس نے حالات کی نزاکت اور موقع کی مناسبت کی بنیاد پر رسولوں کے دو اوصاف کا ذکر کیا ہے۔

① یہ رسول اپنے رب کی طرف سے ہدایت یافتہ اور تمہارے لیے ہدایت کے امام ہیں۔

② اس دعوت کے نتیجہ میں جو مصائب اور مشکلات برداشت کر رہے ہیں اس کے پیچھے ان کا کوئی مفاد وابستہ نہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے اوصافِ حمیدہ میں یہ اوصاف ہمیشہ نمایاں اور ممتاز رہے ہیں کہ نا صرف وہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہوا کرتے تھے بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کی ہدایت کے مطابق بسر ہوتا تھا وہ اپنے رب کی طرف سے لوگوں کے لیے ہدایت کے پیشوا ہوتے تھے، انہوں نے اپنی دعوت کے سلسلہ میں جتنی مشقتیں اٹھائیں اور جس قدر محنت کی اس کے پیچھے ان کا ذاتی مفاد نہیں ہوا کرتا تھا۔ اہلِ مکہ اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کشمکش اپنی انتہا کو پہنچی تو اہلِ مکہ نے اپنے ایک سردار ولید بن عتبہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا اس نے آپ کے سامنے تین طرح کی پیشکش کی۔ ① اگر کسی حسین لڑکی

کے ساتھ شادی کے خواہش مند ہو تو جہاں چاہتے ہو ہم شادی کروا دیتے ہیں۔ ② اگر دولت چاہتے ہو تو ہم آپ کی خواہش کے مطابق دولت پیش کر دیتے ہیں۔ ③ مکہ کا سب سے بڑا سردار بننا پسند کرتے ہو تو ہم آپ کی سرداری قبول کرتے ہیں۔ آپ نے تینوں باتوں کو مسترد کرتے ہوئے سورۃ حٰم سجدہ کی ابتدائی آیات تلاوت کیں جن میں مرکزی بات یہ ہے کہ میں تو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تمہارے جیسا انسان ہوں مگر میری طرف میرے رب کی وحی آتی ہے جس میں پہلی دعوت یہ ہے لوگو! تمہارا معبود صرف ایک ہے اس کے تابعدار ہو جاؤ۔

«وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَنْصُرُهُ مَظْلُومًا فَكَيْفَ أَنْصُرُهُ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ»

(رواہ البخاری: بَابُ اَعِنْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ ظالم ہو یا مظلوم ایک شخص نے عرض کیا مظلوم کی مدد کروں، مگر ظالم کی کیسے کروں؟ آپ نے فرمایا: اس کو ظلم سے تمہارا روکنا اس کی مدد کرنا ہے۔''

مسائل

۱۔ مظلوم کی مدد کرنے میں آدمی کو پوری مستعدی سے کام لینا چاہیے۔

۲۔ انبیائے کرام علیہم السلام ہدایت کے پیکر اور مبلغ ہوا کرتے تھے۔

۳۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قوم سے کسی قسم کے مفاد اور معاوضہ کے طلب گار نہیں ہوتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

تمام انبیائے کرام علیہم السلام بلا معاوضہ دین اور قوم کی خدمت سرانجام دیتے تھے:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ (ہود:۲۹)

۲۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ (الشعرا:۱۲۷)

۳۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا اجر اللہ رب العالمین پر ہے اور میں تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ (الشعرا:۱۴۱، ۱۴۵)

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرا اجر اللہ پر ہے اور وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (سبا:۴۷)

۵۔ میرا اجر اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ (ہود:۵۱)

۶۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تجھ سے نہ اجر چاہتا ہوں اور نہ کسی قسم کا تکلف کرتا ہوں۔ (ص:۸۶)

وَمَالِيَ	لَآ	اَعْبُدُ	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	وَاِلَيْهِ
اور کیا ہے مجھے	نہ	میں عبادت کروں	اس ذات کی	جس نے مجھے پیدا کیا	اور اسی کی طرف
تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾	ءَاَتَّخِذُ	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً	اِنْ
تم سب لوٹائے جاؤ گے	کیا میں بنالوں	سے	اس کے سوا	کوئی معبود	اگر
يُّرِدْنِ	الرَّحْمٰنُ	بِضُرٍّ	لَّا	تُغْنِ	عَنِّيْ
ارادہ کرے میرے ساتھ	رحمٰن	نقصان کا	نہیں	کام آئے گی	میرے
شَفَاعَتُهُمْ	شَيْـًٔا	وَّلَا	يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾	اِنِّيْٓ	اِذًا	لَّفِيْ
ان کی سفارش	کچھ بھی	اور نہ	وہ مجھے چھڑا سکیں گے	بے شک میں	اس وقت	البتہ میں
ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾	اِنِّيْٓ	اٰمَنْتُ	بِرَبِّكُمْ	فَاسْمَعُوْنِ ﴿٢٥﴾
گمراہی	کھلی	بے شک میں	ایمان لایا ہوں	تمہارے رب کے ساتھ	لہٰذا تم میری بات سنو

''آخر میں اُس ہستی کی بندگی کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے۔(۲۲) کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ اگر الرحمن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی شفاعت میرے کسی کام نہیں آسکتی اور نہ وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں۔(۲۳) اگر میں ایسا کروں تو میں واضح طور پر گمراہ ہو جاؤں گا۔(۲۴) میں تو تمہارے رب پر ایمان لے آیا تم میری بات مان لو۔''(۲۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مضافاتِ شہر سے آنے والے صالح انسان کا اپنی قوم کو خطاب جاری ہے۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ اور ان کی اتباع کی تلقین کرنے کے بعد صالح انسان نے اپنا عقیدہ قوم کے سامنے پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس کیا عذر ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں؟ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف تم نے بھی لوٹ کر جانا ہے کیا میں اسے چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنالوں جبکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہی انسان کے نفع ونقصان کا مالک ہے اگر ربِ رحمٰن میرے نقصان کا فیصلہ کرے تو جن کی تم عبادت کرتے ہو ان کی سفارش نہ مجھے فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی یہ کسی مصیبت سے نجات دلا سکتے ہیں اگر میں انہیں عبادت کے لائق، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھوں تو میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا۔ میں اس رب پر ایمان لایا ہوں جو میرا اور تمہارا رب ہے اس لیے میری بات پر توجہ فرماؤ اس صالح انسان نے اپنے خطاب میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر

فرمایا ہے جو انسان کی فطرت میں رچی بسی ہوئی ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ پوری کائنات اور انسان کو صرف اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے ہر انسان یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر مہربان ہے، ہر کوئی مانتا ہے کہ نفع ونقصان اللہ کے اختیار میں ہے لیکن اس کے باوجود لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو بھی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں یہی شرک کی بنیاد ہے کہ مشرک سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں کو اپنی خدائی میں سے کچھ اختیارات دے رکھے ہیں اور یہ بزرگ اس کو اس قدر محبوب ہیں کہ ان کی سفارش کو وہ مسترد نہیں کرسکتا اس باطل عقیدہ کی تردید اور مشرک کی تیز مزاجی کو سمجھتے ہوئے مخاطب کی ضمیر استعمال کرنے کی بجائے صالح اور سمجھ دار مبلّغ نے اپنے آپ کو خطاب کیا اور دوسروں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ اگر رب رحمان مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو تمہارے سفارشی مجھے چھڑا اور بچا نہیں سکتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے ساتھ کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا بڑا ہی گمراہ کن عقیدہ ہے اگر میں اس عقیدہ کو اختیار کروں تو میرے گمراہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہے گی۔ جس رب نے مجھے اور تمہیں پیدا کیا ہے میں اس پر ایمان لایا اور تمہیں بھی اس بات کی دعوت دیتا ہوں اس دعوت پر توجہ فرماؤ تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہی کائنات اور انسان کو پیدا فرمایا ہے۔ ۲۔ ہر شخص نے اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ جسے مشکل میں مبتلا کرے اسے کوئی چھڑانے اور بچانے والا نہیں۔
۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نفع ونقصان کا مالک سمجھنا پرلے درجے کی گمراہی ہے۔
۶۔ توحید کے مبلّغ کو اپنی دعوت نہایت سمجھداری کے ساتھ پیش کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں:

۱۔ ''اللہ'' نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اُگائے کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۰)
۲۔ ''اللہ'' نے زمین کو جائے قرار بنایا اس میں پہاڑ اور دو سمندروں کے درمیان پردہ بنایا کیا اس کے ساتھ اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۱)
۳۔ کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۲)
۴۔ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں اللہ کے سوا کون رہنمائی کرتا ہے کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے۔ (النمل:۶۳)
۵۔ آپ فرمادیں سوائے ایک الٰہ کے آسمان وزمین کے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ (النمل:۶۵)

قِيْلَ	ادْخُلِ	الْجَنَّةَ ؕ	قَالَ	يٰلَيْتَ	قَوْمِيْ	يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾
کہا گیا	تو داخل ہو جا	جنت میں	اس نے کہا	اے کاش	میری قوم	وہ جان لے

بِمَا	غَفَرَ لِيْ	رَبِّيْ	وَجَعَلَنِيْ	مِنَ	الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٧﴾	
بسبب اس کے	بخش دیا مجھے	میرے رب نے	اور اس نے کر دیا مجھے	سے	معزز لوگوں	

''اس شخص سے کہہ دیا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا اُس نے کہا کاش میری قوم کو معلوم ہو جائے۔(۲۶) کہ میرے رب نے کس بات کی بدولت مجھے معاف کر دیا ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل فرمایا ہے۔''(۲۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: شہید مبلّغ کا بہترین انجام اور صلہ۔

قرآنِ مجید نے لفظاً یہ بات واضح نہیں فرمائی کہ اس عظیم مبلّغ کا اپنی قوم کے ہاتھوں کیا انجام ہوا۔ البتہ سیاق وسباق سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ قوم نے اس عظیم مبلّغ کو شہید کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرمایا جونہی اس کی روح جنت میں داخل ہوئی تو پکار اٹھی کہ کاش! میری قوم کو میرے بہترین انجام کی خبر ہو جائے میرے رب نے میری خطاؤں کو معاف فرما کر مجھے اپنے مقرب بندوں میں شامل کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی رہتی دنیا تک اسے یہ اعزاز بخشا گیا کہ اس کے خیالات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے الفاظ میں ہمیشہ ہمیش کے لیے محفوظ فرمایا اور آنے والے انسانوں کو اس کے پیغام اور بہترین انجام سے آگاہ فرمایا تاکہ توحید کی دعوت دینے والے حضرات جان جائیں کہ بے شک یہ راستہ پر کٹھن ہے لیکن بالآخر اس کی منزل جنت الفردوس اور اپنے رب کا تقرب پانا ہے۔

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِجَابِرٍ يَا جَابِرُ أَلَا أُبَشِّرُكَ قَالَ بَلٰى بَشَّرَنِيْ بَشَّرَكَ اللّٰهُ بِالْخَيْرِ قَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ أَحْيَا أَبَاكَ فَأَقْعَدَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ تَمَنَّ عَلَيَّ عَبْدِيْ مَا شِئْتَ أُعْطِكَهٗ فَقَالَ يَا رَبِّ مَا عَبَدْتُّكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ أَتَمَنّٰى عَلَيْكَ أَنْ تَرُدَّنِيْ إِلَى الدُّنْيَا فَأُقَاتِلُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَرَّةً أُخْرٰى فَقَالَ سَبَقَ مِنِّيْ إِنَّكَ إِلَيْهَا لَا تَرْجِعُ»

(المستدرک علی الصحیحین: باب مناقب عبداللہ بن عمرو حرام [صحیح])

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جابر! کیا میں تجھے بشارت نہ دوں؟ انہوں نے عرض کی کیوں نہیں! اللہ آپ کو بہتری اور خیر کی بشارت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد کو زندہ کر کے اپنے سامنے بٹھا کر فرمایا کہ میرے بندے مجھ سے مانگ! میں تجھے عطا کروں۔ انہوں نے عرض کی: اے میرے پروردگار! میں نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا میری عرض ہے کہ آپ

مجھے دنیا میں بھیج دیں تا کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مل کر قتال کروں اور پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ تو دنیا میں دوبارہ نہیں جائے گا۔''

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد کے دن شہید کیے گئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز چڑیوں کے پوٹوں میں رکھ دیا وہ جنت کی نہروں پر پھرتی ہیں اور اس کے میوے کھاتی ہیں اور عرش کے سایہ میں سونے کی قندیلوں میں بسیرا اور ٹھکانہ کرتی ہیں جب ان کی روحوں کو کھانے، پینے اور سونے کی خوشی حاصل ہوئی، تو کہا کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر پہنچا دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھاتے پیتے ہیں تا کہ وہ بھی جنت کے حصول میں بے رغبتی نہ کریں اور قتال کے وقت سستی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری خبر پہنچاؤں گا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھلائے، پلائے جاتے ہیں)۔''

(رواہ ابو داؤد: کتاب الجہاد، باب فی فضل الشہادۃ [حسن])

شہید کے گناہ معاف:

«أَوَّلُ مَا يُهْرَاقُ مِنْ دَمِ الشَّهِيدُ يُغْفَرُ لَهُ ذَنْبُهُ كُلُّهُ إِلَّا الدَّيْنَ»

(صحیح الجامع: باب اول مایقضی بین الناس یوم القیامۃ فی الدماء [صحیح])

''شہید کے خون کے پہلے قطرہ سے قرض کے سوا سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ صالح لوگوں کی ارواح کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ ۲۔ شہادت کے وقت شہید کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ شہید اور صالح لوگوں کو اپنے نیک بندوں میں شامل فرماتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

صالح لوگوں کا صلہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مومنات سے ہمیشہ کی جنت اور اپنی رضامندی کا وعدہ فرمایا ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔ (التوبۃ: ۷۲، ۸۹، ۱۰۰)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے جنت کے بدلے ان کے مال و جان خرید لیے ہیں یہ بڑی کامیابی ہے۔ (التوبۃ: ۱۱۱)
۳۔ اے اللہ نیک لوگوں کو برائی سے بچا جو برائی سے بچ گیا اس پر تیرا رحم ہوا یہ بڑی کامیابی ہے۔ (المومن: ۹)
۴۔ ان کا جہنم کے عذاب سے بچنا اللہ کے فضل سے ہوگا اور یہی کامیابی ہے۔ (الدخان: ۵۷)
۵۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ واضح کامیابی ہے۔ (الجاثیۃ: ۳۰)
۶۔ مومنوں کے لیے ہمیشہ کی جنت ہے جس میں پاک صاف مکان ہیں یہ بڑی کامیابی ہے۔ (الصف: ۱۲)

وَ	مَآ	اَنْزَلْنَا	عَلٰى	قَوْمِهٖ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ
اور	نہیں	ہم نے اتارا	پر	اس کی قوم	سے	اس کے بعد

مِنْ جُنْدٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَ	مَا	كُنَّا
کوئی لشکر	سے	آسمان	اور	نہیں	تھے ہم

مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾	اِنْ	كَانَتْ	اِلَّا	صَيْحَةً	وَّاحِدَةً
اتارنے والے	نہیں	تھی یہ	مگر	آواز	ایک

فَاِذَا	هُمْ	خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾
تو ناگہاں	وہ	بجھ کر رہ گئے

''اس کے بعد ہم نے اُس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہی ہمیں لشکر بھیجنے کی ضرورت تھی۔(۲۸) بس ایک دھماکہ ہوا اور یکدم سب کے سب بھسم ہو کر رہ گئے۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: عظیم مبلّغ کے عظیم اور بہترین انجام کے مقابلے میں قوم کا بدترین انجام۔

اللہ تعالیٰ نے اس شہر کے رہنے والوں کو ایک چٹخار کے ذریعے اس طرح نیست و نابود کیا کہ دیکھنے والے کو اس کا نشان بھی دکھائی نہیں دیتا تھا جونہی شہر والوں نے اس عظیم مبلّغ کو شہید کیا رب ذوالجلال کا فرمان ہے کہ ہم نے اس کی موت کے بعد اس شہر کو تباہی کے گھاٹ اتار دیا۔ اسے تباہ کرنے کے لیے ہم نے کوئی لشکر جرار نہیں بھیجا تھا کیونکہ ہمارا فیصلہ تھا کہ اسے تباہ کرنے کے لیے ملائکہ بھیجنے یا ان پر لشکر اتارنے کی ضرورت نہیں انہیں تباہ کرنے کے لیے ایک خوفناک چیخ ہی کافی ہے لہٰذا انہیں ایک دھماکہ خیز چٹخار نے خاکستر بنا دیا ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کو معلوم ہو جائے کہ انہیں تباہ کرنے کے لیے ایک چٹخار ہی کافی ہے۔

مسائل

۱۔ کسی قوم کو تباہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہی کافی ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کی ایک چٹخار نے اس بستی کو بے نام و نشان کر دیا۔

يٰحَسْرَةً	عَلَى	الْعِبَادِ ۚ	مَا	يَأْتِيهِمْ	مِّنْ
اے افسوس	پر	بندوں	نہیں	آیا ان کے پاس	کوئی
رَّسُولٍ	إِلَّا	كَانُوا	بِهِ	يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾	أَلَمْ	يَرَوْا
رسول	مگر	وہ تھے	اس کے ساتھ	استہزاء کرتے	کیا نہیں	انہوں نے دیکھا
كَمْ	أَهْلَكْنَا	قَبْلَهُمْ	مِّنَ	الْقُرُونِ	أَنَّهُمْ	إِلَيْهِمْ
کتنی	ہم نے ہلاک کر دیں	ان سے پہلے	سے	صدیوں	بے شک وہ	ان کی طرف
لَا	يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾	وَإِن	كُلٌّ	لَّمَّا	جَمِيعٌ	لَّدَيْنَا	مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾
نہیں	لوٹیں گے	اور نہیں ہے	کوئی بھی	مگر	سب	ہمارے پاس	حاضر کیے جائیں گے

''افسوس بندوں کے حال پر جو رسول بھی ان کے پاس آیا اس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے۔(۳۰) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اُن سے پہلے کتنی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں اور اس کے بعد وہ کبھی ان کی طرف پلٹ کر نہیں آئے۔(۳۱) بے شک ان سب کو ایک دن ہمارے سامنے حاضر کیا جانا ہے۔''(۳۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: تباہ ہونے والی اقوام کا انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ سلوک اور ان کا انجام۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ "اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن" ہے اس لیے اپنے بندوں کو بار بار موقعہ اور مہلت دیتا ہے کہ وہ بغاوت اور سرکشی سے باز آجائیں لیکن جب کوئی قوم اور لوگ تمرد اور سرکشی کی انتہا کر دیتے ہیں تو پھر زمین کا نظام چلانے اور اسے متوازن رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ اس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔جس میں ایک طرف ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانا مطلوب ہوتا ہے اور دوسری طرف حق والوں اور مظلوموں کی مدد کرنا مقصود ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی شفقت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ظالموں پر افسوس! کہ وہ اپنے سے پہلی اقوام کا انجام دیکھنے اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے اپنی تباہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ان کے پاس جب کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا تو انہوں نے اس کی دعوت پر غور کرنے کی بجائے اسے استہزا کا نشانہ بنایا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ذلت کی موت مارا اور قیامت کے دن انہیں اس کے حضور پیش کیا جانا ہے۔جب یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے تو اس وقت افسوس کا اظہار کریں گے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ہم مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائیں گے لیکن آج ہمیں اپنے اپنے اعمال نامے کے ساتھ ربِ ذوالجلال کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔اس پر وہ اپنے ہاتھ کاٹیں گے اور حسرت کا اظہار کریں گے کہ کاش! ہم انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کو قبول کرتے اور اس انجام سے بچ جاتے۔قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گھڑی ہوگی اور

ہر امت کو اس کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا۔ (الجاثیہ:۲۸)

جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم اکٹھا کریں گے اس دن آنکھیں پیلی ہو چکی ہوں گی۔ (طٰہٰ:۱۰۲)

{ وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۚ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَ كَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ } (الفرقان:۲۵،۲۸)

''اس دن آسمان کو چیرتا ہوا ایک بادل ظاہر ہوگا اور فرشتے گروہ در گروہ اتار دیے جائیں گے اس دن حقیقی بادشاہی صرف الرحمان کی ہوگی وہ دن منکرین کے لیے بڑا سخت ہوگا۔ ظالم انسان اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کاش میں نے رسول کا راستہ اختیار کیا ہوتا ہائے میری کم بختی کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔''

''جس دن روح القدس اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے کوئی بات تک نہ کر سکے گا مگر جس کو الرحمن اجازت دے گا اور وہ ٹھیک بات کہے گا۔ یہی وہ دن ہے جس کا آنا برحق ہے پھر جس کا جی چاہے وہ اپنے مالک کے پاس ٹھکانہ بنا لے ہم نے تم کو اس عذاب سے ڈرایا ہے جو نزدیک ہے جس دن آدمی اپنے کیے ہوئے اعمال کو دیکھے گا اور کافر کہے گا کاش! میں مٹی بنا رہتا۔'' (النبا:۳۸ تا ۴۰)

مسائل

۱۔ بے شمار اقوام نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کو تضحیک کا نشانہ بنایا۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کو تضحیک کا نشانہ بنانے والوں کا بدترین انجام ہوا۔ ۳۔ بالآخر نیک و بد نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

تفسیر بالقرآن

بڑی بڑی اقوام کی تباہی:

۱۔ ہم نے ان سے پہلے کئی بستیوں کو ہلاک کیا جو ٹھاٹھ باٹھ میں ان سے بہت آگے تھے۔ (مریم:۷۴)

۲۔ ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں جو قوت میں مکہ والوں سے بڑھ کر تھیں۔ (ق:۳۶)

۳۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ نے ان سے پہلے بستیوں والوں کو ہلاک کیا۔ (القصص:۷۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اقوام کو تباہ کیا۔ (الانعام:۶) ۵۔ قوم لوط کو آسمان کے قریب لے جا کر الٹا دیا گیا۔ (ھود:۸۲)

۶۔ جب تم سے پہلے لوگوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ (یونس:۱۳)

۷۔ فاسق ہلاک کر دیے گئے۔ (الاحقاف:۳۵) ۸۔ قوم نوح سیلاب کے ذریعے ہلاک ہوئی۔ (الاعراف:۱۳۶)

۹۔ قوم نوح کی ہلاکت کا سبب بتوں کی پرستش تھی۔ (نوح:۲۳) ۱۰۔ قوم لوط کی تباہی کا سبب اغلام بازی کرنا تھی۔ (الاعراف:۸۱)

۱۱۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا سبب ماپ تول میں کمی تھی۔ (ھود:۸۴،۸۵)

وَ	اٰيَةٌ	لَّهُمُ	الْاَرْضُ	الْمَيْتَةُ ۚ	اَحْيَيْنٰهَا
اور	نشانی	ان کے لیے	زمین	مردہ	ہم نے زندہ کر دیا اسے

وَاَخْرَجْنَا	مِنْهَا	حَبًّا	فَمِنْهُ	يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾
اور ہم نے نکالا	اس سے	دانہ	پھر اسی کو	وہ کھاتے ہیں

''ان لوگوں کے لیے مردہ زمین بھی ایک نشانی ہے ہم نے اسے زندگی بخشی اور اس سے غلہ نکالا جسے یہ لوگ کھاتے ہیں۔'' (۳۳)

فہم القرآن

ربط کلام: ہلاک ہونے والے باغیوں اور نافرمانوں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد ہمیں کوئی اٹھا نہیں سکے گا لہٰذا مارنے کے بعد اٹھا لینے کے دلائل اور مشاہدات پیش کیے جاتے ہیں۔

انسان! اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہو یا نافرمان ہر کوئی اسی زمین پر رہتا اور مرتا ہے موت کے بعد زندہ ہونے کی مثال زمین اور لیل ونہار سے پیش کی جاتی ہے۔ جس کا ہر شخص صبح وشام زندگی بھر مشاہدہ کرتا ہے۔ زمین پر غور فرمائیں بظاہر بے جان دکھائی دیتی ہے دیکھنے میں اس میں کوئی حس وحرکت دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسے نہ صرف بارش سے زندہ کرتا ہے بلکہ اَن گنت مخلوق کی زندگی کا سبب بھی بنا دیتا ہے۔ بارش سے پہلے زمین مردہ ہوتی ہے جوں ہی یہ سیراب ہوتی ہے تو اپنے پیٹ میں چھپائے ہوئے بیج کو اس طرح اپنے سینے پر سجا لیتی ہے کہ جس کا اس سے پہلے تصور کرنا محال تھا خاص طور پر ویران زمین پر غور کریں کہ بارش سے پہلے آدمی سوچتا ہے کہ یہ زمین بھی سرسبز وشاداب ہو سکے گی لیکن جوں ہی بارش ہوتی ہے تو اس طرح سبزہ اگاتی ہے کہ دیکھنے والا ''اللہ'' کی قدرت پر عش عش کر اٹھتا ہے۔ بالخصوص ایک زمیندار کو اس پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ وہ کس طرح زمین میں دانہ ڈالتا ہے اور اس کے سامنے کس طرح بیج اگتا، پودا بنتا اور پھل دیتا ہے پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ زمین، پانی، فضا اور ہوا ایک ہی ہوتی ہے لیکن ہر بیج اپنی جوہری صلاحیت کی بنیاد پر اگتا، پرورش پاتا اور پھل دیتا ہے۔ جس کے لیے چار چیزوں کا قدرتِ کاملہ نے اہتمام کیا ہے جو کسی زرعی سائنسدان اور حکمران کے بس کی بات نہیں۔ ① زمین کو ایک خاص حد تک نرم رکھنا یہاں تک کہ پہاڑ کے سینے میں بھی یہ نرمی رکھی گئی ہے کہ وہ بیج کو اگائے جس کا مشاہدہ ہم پہاڑوں پر اگنے والے بلند وبالا اور سرسبز وشاداب درختوں کی صورت میں کرتے ہیں۔ ② بارش، شبنم، چشموں اور ندی نالوں کے ذریعے زمین کو سیراب کرنا اور اس میں پانی جذب کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔ ③ ہوا میں ایک مخصوص مقدار میں نمی قائم رکھنا اور ہوا کے ذریعے نر درختوں کے جرثوموں کو مادہ درختوں تک پہنچانا اور پھر اُسے ہائیڈروجن مہیا کرنا۔ ④ سورج کے ذریعے زمین میں پڑے ہوئے بیج کو ایک خاص مقدار سے حرارت دینا اور فصلوں، پودوں اور درختوں تک سورج کی توانائی کو پہنچانا اس سارے نظام میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا عمل دخل نہیں

اللہ تعالیٰ نے اس طرح انسانوں، چوپاؤں، جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کی روزی کا بندوبست فرمایا ہے اس نظام پر انسان معمولی سا بھی غور کرے تو اسے توحید باری تعالیٰ کی سمجھ آسکتی ہے۔

اس حیرت انگیز انتظام پر جو شخص بھی غور کرے گا بشرطیکہ وہ ہٹ دھرمی اور تعصب میں مبتلا نہیں تو اس کا دل گواہی دے گا کہ یہ سب کچھ آپ سے آپ نہیں ہوسکتا۔ اس میں صریح طور پر ایک حکیمانہ منصوبہ کام کر رہا ہے جس کے تحت زمین، پانی، ہوا اور موسم کی مناسبتیں نباتات کے ساتھ اور نباتات کی مناسبتیں حیوانات اور انسانوں کی حاجات کے ساتھ، انتہائی نزاکتوں اور باریکیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے قائم کی گئی ہیں کوئی ہوش مند انسان یہ تصور نہیں کرسکتا کہ ایسی ہمہ گیر مناسبتیں محض حادثہ کے طور پر قائم ہوسکتی ہیں پھر یہی انتظام اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ یہ بہت سے خداؤں کا کارنامہ نہیں ہوسکتا یہ تو ایک ہی ایسے خدا کا انتظام ہے اور ہوسکتا ہے جو زمین، ہوا، پانی، سورج، نباتات، حیوانات اور نوعِ انسانی میں سے سب کا خالق و مالک ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے خدا الگ الگ ہوتے تو کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایک جامع، ہمہ گیر اور گہری حکیمانہ مناسبتیں رکھنے والا منصوبہ بن جاتا اور لاکھوں کروڑوں برس تک اتنی باقاعدگی سے چلتا رہتا۔ (تفہیم القرآن، سورہ یٰسٓ)

توحید کے حق میں دلائل دینے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ" کیا جس رب نے سب سامان مہیا کیا ہے اس کے یہ شکرگزار نہیں ہوتے اور اس کی نعمتیں کھا کھا کر دوسروں کے شکریے ادا کرتے ہیں؟ اس کے آگے نہیں جھکتے اور ان معبودوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایک تنکا بھی پیدا نہیں کیا۔

مسائل

۱۔ مردہ زمین کو زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ۲۔ اللہ ہی زمین کو زندہ کرنے والا اور اس سے اناج نکالنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی زمین سے بیج اُگاتا ہے:

۱۔ بھلا دیکھو جو کچھ تم بوتے ہو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں۔ (الواقعۃ: ۶۳۔۶۴)

۲۔ اللہ تعالیٰ پانی سے تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور اور انگور اگاتا ہے۔ (النحل: ۱۱)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔ (المومنون: ۱۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے پانی سے ہر قسم کی نباتات کو پیدا کیا۔ (الانعام: ۹۹)

۵۔ اللہ نے باغات، کھجور کے درخت اور کھیتی پیدا کی جو ذائقہ کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ (الانعام: ۱۴۱)

۶۔ تمہارے لیے مسخر کیا نباتات کو زمین پر پھیلا کر، ان کی اقسام مختلف ہیں۔ (النحل: ۱۳)

وَجَعَلْنَا	فِيْهَا	جَنّٰتٍ	مِّنْ	نَّخِيْلٍ	وَّاَعْنَابٍ
اور ہم نے بنائے	اس میں	باغات	سے	کھجوروں	اور انگور

وَّفَجَّرْنَا	فِيْهَا	مِنَ	الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾	لِيَاْكُلُوْا	مِنْ
اور ہم نے جاری کیے	اس میں	سے	چشموں	تاکہ وہ کھائیں	سے

ثَمَرِهٖ ۙ	وَمَا	عَمِلَتْهُ	اَيْدِيْهِمْ ؕ	اَفَلَا	يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾	سُبْحٰنَ
اس کے پھلوں	اور نہیں	بنایا اسے	ان کے ہاتھوں نے	کیا پھر نہیں	وہ شکر کرتے	پاک ہے

الَّذِيْ	خَلَقَ	الْاَزْوَاجَ	كُلَّهَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ	الْاَرْضُ
وہ ذات	جس نے پیدا کیا	جوڑے	سب کے سب	اس سے جو	اُگاتی ہے	زمین

وَمِنْ	اَنْفُسِهِمْ	وَمِمَّا	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾
اور سے	ان کے نفسوں	اور اس سے جنہیں	نہیں	وہ جانتے

''ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس میں چشمے جاری کیے۔(۳۴) تاکہ وہ لوگ اس کے پھل کھائیں یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں اس کے باوجود یہ شکر ادا نہیں کرتے۔(۳۵) پاک ہے وہ ذات جس نے تمام اقسام کے جوڑے پیدا کیے وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے یا اُن چیزوں میں سے جن کو یہ نہیں جانتے۔''(۳۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ذات زمین سے دانہ اگاتی ہے اسی ذات نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے ہیں۔

عرب میں کھجور اور انگور کے باغ کثرت سے پائے جاتے تھے صحراء میں رہنے والے لوگ عام طور پر کھجور پر ہی گزارا کرتے تھے۔ متمدن لوگ کھجور اور انگور کو مختلف طریقوں کے ساتھ خوراک کے طور پر استعمال کرتے، کھجور اور انگور سے کئی قسم کے مشروبات تیار کرتے اور اسی سے شراب بناتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ جن لوگوں کو کھجور اور انگور کا مشترکہ باغ دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس سے پُرکشش باغ کسی اور درخت کا نہیں ہوتا خاص طور پر انگوروں اور کھجوروں کے جس باغ میں پانی کے چشمے جاری ہوں اس کی ہریالی اور خوبصورتی کا اَن دیکھے تصور کرنا محال ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغات اور چشموں کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر پیش فرمایا ہے اور مشرکین کو اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنے رب کی قدرتوں کی طرف دیکھو کہ اس نے تمہارے لیے کس قسم کے باغات پیدا کیے تاکہ تم ان کے ثمرات

سے لطف اندوز ہوسکو کیا پھر تم اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتے۔ نمک حرامی کی حد یہ ہے کہ مشرک اپنے رب کی نعمتیں کھاتا ہے لیکن اس کے سامنے جھکنے کی بجائے دوسروں کے سامنے جھکتا ہے جنہوں نے اس کے لیے ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کیا اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے اسی نے نباتات کو جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا اور اسی نے انسانوں کے جوڑے بنائے۔ اس نے ان چیزوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں جو لوگوں کے احاطۂ علم سے باہر ہیں انسان شروع ہی سے صرف اپنے بارے میں جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کی شکل میں جوڑے پیدا کیے ہیں لیکن یہ حقیقت بہت کم لوگ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے اگنے والی ہر چیز کو ازواج کی شکل میں پیدا فرمایا ہے۔ عرب، کھجور کے بارے میں کسی حد تک علم رکھتے تھے کہ کھجور کی نسل میں نر اور مادہ پائے جاتے ہیں اس سے آگے نباتات کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے یہ حقیقت پہلی دفعہ قرآن مجید نے لوگوں کے سامنے آشکارا کی ہے کہ نباتات میں بھی ازواج ہوتے ہیں۔ "زَوْجٌ" کی جمع "اَزْوَاجٌ" ہے جس کا معنیٰ جوڑا ہے یعنی نر اور مادہ، میٹھا اور پھیکا وغیرہ۔

لیکن یہاں صرف کھجور اور انگور کے بارے میں کچھ معلومات دی جاتی ہیں کیونکہ ان کو دیگر پودوں پر ایک امتیاز اور برتری حاصل ہے یوں تو تمام نباتات اور پودے خالقِ ارض و سماء کے پیدا کیے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پودوں کا اپنے کلام میں تذکرہ فرما کر ان پودوں کا نام ابدالآباد تک کلام الٰہی میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔

کھجور

قرآنی نام:

۱۔ نَخْل، نَخِیل، نَخْلَة

دیگر نام:

Date (انگریزی)، Datte (فرانسیسی)، Tamar-Tamarim (عبرانی)، کھجور (اردو، پنجابی، ہندی)، خرما (فارسی)، کھرجور (سنسکرت) کرجورو (کشمیری)۔

نباتاتی نام:

(Palmae/Aracaceae:Family).Phoenix dactylifera Linn)

قرآنی ارشادات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے متعدد بار ان احسانوں اور مہربانیوں کا ذکر کیا ہے جو اس نے پھلوں کی صورت میں انسان پر کیے ہیں جس پھل اور درخت کا حوالہ سب سے زیادہ دیا گیا ہے وہ کھجور ہے۔ اس کا بیان مختلف الفاظ میں قرآن کریم میں بیس مرتبہ آیا ہے۔

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کھجور کی کاشت آٹھ ہزار سال قبل جنوبی عراق میں شروع ہوئی تھی اس وقت دنیا میں کہیں بھی

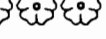
پھلدار پودوں کی کھیتی کا تصور تک نہ تھا۔ کھجور کا پھل انسان کے لیے بہترین غذا ہے اس کی غذائیت کا اندازہ اس کے کیمیاوی اجزاء سے کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں تقریباً ساٹھ فیصد Invert sugar اور Sucrose کے علاوہ اسٹارچ، پروٹین، Cellulose, Pectin, Tannin اور چربی مختلف مقدار میں موجود ہیں علاوہ ازیں اس میں وٹامن اے، وٹامن بی، وٹامن بی ٹو اور وٹامن سی بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کے معدنیاتی اجزاء بھی بہت اہمیت کے حامل ہیں، یعنی یہ سوڈیم، کیلشیم، سلفر، کلورین، فاسفورس اور آئرن، سے بھرپور ہے کھجور میں نر اور مادہ ہوتے ہیں دونوں کے پھولوں کے ذریعہ (Cross Polination) ہوتا ہے۔ تب ہی مادہ پودوں میں پھل آتے ہیں ایک نر درخت کے پھول ایک سو مادہ درختوں کے (Polination) کے لیے کافی سمجھے جاتے ہیں۔ (مزید دیکھیں الانعام: ۱۴۷)

انگور

انگور کا شمار قدرت کی بہترین نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کا ذکر "عِنَبٌ" اور "اَعْنَابٌ" (جمع) کے نام سے گیارہ آیات میں کیا گیا ہے۔ انگور فارسی کا لفظ ہے جس کا نباتاتی نام Vitis Vinifera ہے کھجور کے بعد انگور کی تاریخ بھی پھلوں میں سب سے قدیم مانی جاتی ہے۔

انگور کی قسمیں آٹھ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔

کیمیاوی طور سے انگور، گلوکوز اور فرکٹوز کا بہترین ذریعہ ہے جو اس میں پندرہ سے پچیس فیصد تک پائے جاتے ہیں اس کے سوا Tartaric acid اور Malic acid بھی خاصی مقدار میں ملتے ہیں۔ سوڈیم پوٹاشیم، کیلشیم اور آئرن کی قابل قدر مقدار اس میں موجود ہے جبکہ پروٹین اور چربی برائے نام ہے اس میں ایک بہت اہم کمپاؤنڈ بھی دریافت ہوا ہے جس کو وٹامن "پی" (P) کہا گیا ہے یہ کیمیاوی جز ذیابیطس سے پیدا شدہ خون کے بہنے کو روکتا ہے۔ جسم کے ورم اور نسوں کی سوجن کو کم کرتا ہے اور Atherosclerosis کا مؤثر علاج ہے کیمیاوی اجزاء کی بنا پر انگور ایک ایسا لاجواب ثمر ہے جو نہایت ہاضم ہونے کے ساتھ انتہائی فرحت بخش اور Demulcent ہے خون کو صاف کرتا ہے اور جسم میں خون کی مقدار بڑھاتا ہے اور جسمانی کمزوری کو دور کرتا ہے۔ کچے انگور کا رس گلے کی خرابیوں میں مفید سمجھا جاتا ہے اس کی پتیاں اسہال کو روکتی ہیں، اس کی بیلوں سے حاصل کیا گیا رس (Sap) جلد کی بیماریوں میں کام میں لایا جاتا ہے انگوری سرکہ معدہ کی خرابیوں، ہیضہ اور قولنج کی اچھی دوا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے الانعام آیت ۱۴۱)



وَاٰيَةٌ	لَّهُمُ	الَّيْلُ ۚ	نَسْلَخُ	مِنْهُ	النَّهَارَ
اور نشانی	ان کے لیے	رات	ہم کھینچ لیتے ہیں	اس سے	دن کو
فَاِذَا	هُمْ	مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾	وَالشَّمْسُ	تَجْرِيْ	لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ	ذٰلِكَ
پھر یکا یک	وہ	اندھیرے میں ہیں	اور سورج	وہ رواں دواں ہے اپنے ٹھکانے کے لیے		یہ
تَقْدِيْرُ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾	وَالْقَمَرَ	قَدَّرْنٰهُ	مَنَازِلَ	حَتّٰى
اندازہ ہے	نہایت غالب	خوب جاننے والا کا	اور چاند	ہم نے مقرر کر دیں اس کی	منزلیں	یہاں تک
عَادَ	كَالْعُرْجُوْنِ	الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾	لَا	الشَّمْسُ	يَنْۢبَغِيْ	لَهَآ
وہ ہو جاتا	کھجور کے خوشے کی مانند	ٹیڑھی	نہ	سورج	لائق ہے	اس کے لیے
اَنْ	تُدْرِكَ	الْقَمَرَ	وَلَا	الَّيْلُ	سَابِقُ	النَّهَارِ ؕ
یہ کہ	وہ پالے	چاند کو	اور نہ	رات	پہل کرنے والی ہے	دن سے
وَكُلٌّ	فِيْ	فَلَكٍ	يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾			
اور سب	میں	مدار	تیرتے پھرتے ہیں			

''لوگوں کے لیے رات بھی قدرت کی ایک نشانی ہے، ہم اس سے دن ہٹا دیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔(۳۷) اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے یہ زبردست علیم ہستی کا مقرر کیا ہوا حساب ہے۔(۳۸) اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند ہو جاتا ہے۔(۳۹) نہ سورج کے بس میں ہے کہ وہ چاند کو پالے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے سب اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں۔''(۴۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نباتات اور لوگوں کے اپنے نفوس سے اپنی قدرت کی نشاندہی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی توجہ آفاق کی نشانیوں کی طرف مبذول کروائی ہے۔

انسان ہی نہیں دنیا میں بسنے والی ہر چیز کی زندگی، رات اور دن کے حساب سے شمار کی جاتی ہے ہر ذی روح اور ہر چیز پر رات اور دن کے مثبت اور منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ دن کی روشنی اور اس کی تپش کے اپنے اثرات اور فوائد ہیں۔ رات کی تاریکی اور اس کی نم ناکی کے اپنے نتائج ہیں جو ہر متحرک اور غیر متحرک چیز پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ رات اور دن میں سب سے بڑی ''اللہ'' کی قدرت کی نشانی یہ ہے کہ رات کی تاریکی ہر چیز کو اپنے دامن میں چھپا لیتی ہے ہر ذی روح نیند کی آغوش

میں چلا جاتا ہے اور صبح طلوع ہونے پر اپنی سرگرمیوں میں مصروف ہو جاتا ہے یہی انسان کی موت وحیات کا معاملہ ہے۔ جس طرح ہر ذی روح نیند کے بعد اپنے آپ بیدار ہو جاتا ہے اسی طرح ہی قیامت کے دن صور پھونکنے پر ہر کوئی اپنے اپنے مدفن سے نکل کھڑا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سورج اور چاند ایسی نشانیاں ہیں جس کی کائنات میں کوئی نظیر موجود نہیں سورج کی وجہ سے رات دن تبدیل ہوتے ہیں اور چاند رات کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے رات کو پوری طرح تاریک رکھنے کے لیے چاند اپنے مدار کے اس حصہ میں داخل ہو جاتا ہے جہاں اس کی روشنی زمین کے حصہ سے غائب ہو جاتی ہے بالآخر چاند کھجور کی سوکھی ہوئی لکڑی کی طرح ٹیڑھا دکھائی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے مدار قائم کر رکھے ہیں جو اپنی اپنی منازل طے کرتے ہوئے طلوع اور غروب کے عمل سے دوچار ہوتے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ سورج چاند کے مدار میں داخل ہو جائے یا چاند سورج کو پالے۔ نامعلوم کتنی صدیاں بیت چکیں لیکن چاند اور سورج، رات اور دن ایک دوسرے سے سبقت نہیں کر سکے اور نہ ہی کبھی ایسا ہوگا۔

یہاں سورج کے بارے میں ارشاد ہوا کہ یہ چاند کو نہیں پا سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند سورج کے آگے آگے چلتا ہے کیونکہ رات پہلے ہوتی ہے اور دن رات کے بعد نمودار ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا تقویمی حساب ہے جو قیامت تک اسی طرح جاری اور ساری رہے گا لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہوگا تو چاند بے نور ہو کر گر پڑے گا اور سورج اپنی جگہ پر تھم جائے گا چاند اور سورج کے آنے جانے، رات اور دن کی آمد رفت میں انسان کے لیے ایک ایسا سبق ہے جس سے انسان اپنی موت اور زندگی کے بارے میں سوچ سکتا ہے کہ اسی طرح ہی ایک وقت آئے گا کہ میری زندگی کے سورج نے غروب ہونا ہے اور قیامت کے دن مجھے زندہ کیا جائے گا۔

یہاں سورج کے لیے ''مُسْتَقَرٌّ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اہل علم نے اس کے دو مفہوم اخذ کیے ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ مستقر سے مراد وہ جائے استقرار ہے جہاں پہنچ کر سورج دنیا کے ایک حصہ سے اوجھل ہو جاتا ہے حدیث میں اس عمل کو سورج کا سجدہ قرار دیا گیا ہے دوسری جماعت کا خیال ہے کہ مستقر سے مراد وہ مقام ہے جہاں قیامت کے دن سورج کو رُک جانے کا حکم ہوگا۔

رات کے بارے میں فرمایا کہ ہم اس سے دن ہٹا دیتے تو اندھیرہ چھا جاتا ہے۔ غور فرمائیں کہ اگر دن آدھی رات کے وقت نکل آئے تو لوگوں اور درندوں، پرندوں کی کیا حالت ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لیل ونہار کا ایسا نظام ترتیب دیا ہے کہ دونوں اپنے اپنے وقت کے مطابق آتے جاتے ہیں کبھی اس نظام میں خلل واقع نہیں ہوا۔

«عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْهَبُ هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَهَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَهَا وَیُقَالُ لَهَا اِرْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ

جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذَالِكَ قَوْلُهٗ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ» (رواہ البخاری: باب صِفَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے جب سورج غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے آپ نے فرمایا سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے۔ اسے اجازت مل جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو وہ طلوع ہونے کی اجازت طلب کرے گا مگر اسے اجازت نہ ملے اسے حکم ہوگا جدھر سے آیا اسی طرف سے طلوع ہو جا چنانچہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جاتا ہے آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے۔''

سورج اور چاند کا انجام:

''حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن سورج اور چاند کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حسن رحمہ اللہ نے پوچھا ان کا جرم کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں تمہیں نبی رضی اللہ عنہ کی حدیث سنا رہا ہوں ابوسلمہ کی بات سن کر حسن خاموش ہو گئے۔'' (الابانة الکبریٰ لابن بطة: باب ذکر ما جاءت به السنة من طاعة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم [صحیح])

مسائل

۱۔ رات اور دن کے آنے جانے میں انسان کے لیے ہدایت کا عظیم سبق ہے۔
۲۔ چاند اور سورج اپنے اپنے مدار میں رواں دواں ہیں۔ ۳۔ سورج اور چاند ایک دوسرے کو نہیں پا سکتے۔
۴۔ نہ رات دن پر سبقت کر سکتی ہے اور نہ دن رات سے آگے نکل سکتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کے لیے منازل اور سورج کے لیے ایک مستقر قائم کیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

لیل ونہار کا آنا جانا:

۱۔ رات دن ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔ (الاعراف: ۵۴)
۲۔ رات دن کو اور دن رات کو ڈھانپ لیتا ہے۔ (الزمر: ۵) ۳۔ رات اور دن کا بڑھنا، گھٹنا۔ (الحدید: ۶)
۴۔ رات آرام اور دن کام کے لیے ہے۔ (الفرقان: ۴۷) ۵۔ رات کے سکون پر غور کرنے کی دعوت۔ (القصص: ۷۲)
۶۔ دن رات کے بدلنے میں غور وخوض کی دعوت۔ (المومنون: ۸۰)

وَ	اٰيَةٌ	لَّهُمْ	اَنَّا	حَمَلْنَا	ذُرِّيَّتَهُمْ	فِي
اور	ایک نشانی	ان کے لیے	بے شک ہم	نے اُٹھایا	ان کی اولاد کو	میں
الْفُلْكِ	الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾	وَخَلَقْنَا	لَهُمْ	مِّنْ	مِّثْلِهٖ	مَا
کشتی	بھری ہوئی	اور ہم نے پیدا کیں	ان کے لیے	سے	اس جیسی	جو
يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾	وَاِنْ	نَّشَاْ	نُغْرِقْهُمْ	فَلَا	صَرِيْخَ
وہ سوار ہوتے ہیں	اور اگر	ہم چاہیں	ہم غرق کر دیں ان کو	پھر نہیں	فریاد رس ہوگا
لَهُمْ	وَلَا	هُمْ	يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾	اِلَّا	رَحْمَةً
ان کے لیے	اور نہ	وہ	وہ چھڑائے جائیں	مگر	رحمت ہے
	مِّنَّا	وَمَتَاعًا	اِلٰى	حِيْنٍ ﴿٤٤﴾	
	ہماری طرف سے	اور فائدہ ہے	تک	مدّت	

''ان کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا۔(۴۱) اور پھر ان کے لیے ویسی ہی کشتیاں اور بنائیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں۔(۴۲) ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور نہ وہ کسی طرح بچائے جائیں۔(۴۳) بس ہماری رحمت ہے جو انہیں پار لگاتی اور ایک وقت خاص تک زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیتی ہے۔''(۴۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آفاق کی نشانیاں پیش کرنے کے بعد بحری نشانی کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔

دنیا میں بے شمار لوگ موجود رہے ہیں اور رہیں گے جو آمد و رفت اور تجارت کی غرض سے بحری سفر اختیار کرتے ہیں بحری سفر کرنے والے لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب وہ بھنور میں پھنستے ہیں تو صرف اور صرف ایک ''اللہ'' کو صدائیں دیتے ہیں لیکن ساحلِ سمندر پر پہنچ کر شرکیہ کلمات ادا کرتے ہیں کوئی خضر علیہ السلام کو نجات دہندہ قرار دیتا ہے اور کوئی بہاول حق کا نام لیتا ہے۔ یہاں نوح علیہ السلام کی کشتی کا اشارتاً ذکر فرما کر مشرکوں کے سامنے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ قومِ نوح علیہ السلام کی طرف دیکھیے جو ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے اور نذرانے پیش کرتے تھے جب ان کا واسطہ ایسے طوفان کے ساتھ پڑا جس کی لہریں بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں کے ساتھ ٹکرا رہی تھیں، اوپر سے موسلا دھار بارش برس رہی تھی اور نیچے سے زمین سے چشمے جاری تھے ایک طرف مشرک ڈبکیاں لے رہے تھے اور دوسری طرف حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی کشتی پر بیٹھے ہوئے اپنی قوم کا انجام دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی کشتی کے ذریعے مومنوں کو نجات دی اور مشرکوں کو ڈبکیاں دے دے کر ذلت آمیز موت کے منہ میں دھکیل دیا نہ صرف

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی روحانی اولاد کو طوفانِ بادو باراں سے نجات بخشی بلکہ لوگوں کو کشتی بانی کے ہنر سے بھی سرفراز فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ سمجھ بھی عطا فرمائی کہ وہ نقل وحمل کے لیے دیگر ذرائع اختیار کرے جس میں ہر دور کے ذرائع شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فہم کا نتیجہ ہے کہ انسان نے اپنی زبان سے نکلی ہوئی آواز سے زیادہ تیز رفتار جہاز تیار کر لیے ہیں نہ معلوم قیامت تک مزید کون کون سی تیز رفتار سواریاں معرضِ وجود میں آئیں گی ذرائع آمدورفت کی نئی نئی ایجادات کا اشارہ دے کر ایک دفعہ پھر بحری سفر کرنے والوں کو یہ حقیقت باور کروائی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں غرق کرنے پر آجائے تو زمین آسمان میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو ڈوبنے والوں کو بچا سکے۔ پھر بھی مشرک شرک کرنے سے باز نہیں آتے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیئے جاتا ہے۔

بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جس میں نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھی سوار تھے کیونکہ ان کے سوا باقی لوگوں کو غرق کر دیا گیا تھا اس لیے بعد کے لوگ انہی کی اولاد میں سے ہیں جن کے لیے "ذُرِّيَّتَهُمْ" کا لفظ بولا گیا ہے۔ اس کا یہ مفہوم لینے کی بھی گنجائش ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں نوجوان نسل سے تعلق رکھنے والے حضرات زیادہ تھے جس بنا پر "ذُرِّيَّتَهُمْ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو طوفان سے نجات بخشی۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نقل وحمل کے لیے بہترین سواریاں بنانے کی صلاحیت عطا فرمائی۔
۳۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو مشرکوں کو سمندر میں غرق کر دے لیکن وہ اپنی رحمت سے لوگوں کو نجات اور مہلت دیتا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کسی کو غرقاب کرنا چاہے تو زمین وآسمان میں اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں کشتیوں کا تذکرہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نہروں اور کشتیوں کو مسخر فرمایا۔ (ابراہیم: ۳۲)
۲۔ کشتیوں کا غرق ہونے سے بچنا اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ (یٰس: ۴۴)
۳۔ جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔ (العنکبوت: ۶۵)
۴۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کی ہر چیز مسخر کر دی، اور کشتیاں دریاؤں میں اُسی کے حکم سے چلتی ہیں۔ (الحج: ۶۵)
۵۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کشتیاں سمندروں میں اللہ کے فضل سے چلتی ہیں۔ (لقمان: ۳۱)
۶۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کر دیا تاکہ کشتیاں اُس کے حکم سے رواں دواں ہوں۔ (الجاثیہ: ۱۲)

وَ	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمُ	اتَّقُوْا	مَا	بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ
اور	جب	کہا جاتا ہے	ان کے لیے	تم بچو	جو	تمہارے سامنے ہے

وَ	مَا	خَلْفَكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾	وَمَا	تَاْتِيْهِمْ
اور	جو	تمہارے پیچھے ہے	تاکہ تم	رحم کیے جاؤ	اور نہیں	آتی ان کے پاس

مِّنْ اٰيَةٍ	مِّنْ	اٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	اِلَّا	كَانُوْا
کوئی نشانی	سے	نشانیوں	ان کے رب کی	مگر	وہ تھے

عَنْهَا	مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾
اس سے	اعراض کرنے والے

''ان لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ بچو اس انجام سے جو تمہارے آگے آ رہا ہے اور جو تمہارے پیچھے گزر چکا ہے شاید کہ تم پر رحم کیا جائے۔(۴۵) ان کے رب کی آیات میں سے جو آیت بھی ان کے سامنے آتی ہے یہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔''(۴۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کو مہلت پر مہلت دینے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنے اعمال کی درستگی کر لیں مگر پھر بھی لوگ اعراض ہی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی قدرتیں بتلا اور دکھلا کر بار بار سدھرنے کا موقع دیتا ہے مگر ان کی حالت یہ ہے کہ جونہی انہیں سمجھانے والا یہ بات سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کفر و شرک سے باز آجاؤ ورنہ جو کچھ تم اپنے آگے بھیج رہے ہو اور جو کچھ چھوڑ جاؤ گے وہ تمہاری ذلت و رسوائی کا سبب بنے گا لیکن مشرک اور نافرمان لوگ اپنے رب سے ڈرنے کی بجائے اس کی طرف سے دیئے جانے والے دلائل سے اعراض کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے مستحق قرار پانے کی بجائے اس کے غضب کے سزاوار ہو رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے اور مہربانی فرمانا چاہتا ہے۔

مسائل

۱۔ مشرک اور نافرمان لوگ اپنے انجام سے نہیں ڈرتے۔

۲۔ انسان جو کچھ اپنے آگے بھیجے گا اور جو کچھ پیچھے چھوڑے گا اس کا اچھا یا برا انجام دیکھ لے گا۔

۳۔ مشرک اور نافرمان لوگ کسی دلیل سے قائل ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	اَنْفِقُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	قَالَ
اور جب	کہا جاتا ہے	ان کے لیے	تم خرچ کرو	اس سے جو	رزق دیا تمہیں	اللہ نے	کہا

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اَنُطْعِمُ	مَنْ	لَّوْ يَشَآءُ
ان لوگوں نے	جنہوں نے کفر کیا	ان لوگوں کے لیے	جو ایمان لائے	کیا ہم کھلائیں	اس کو	اگر چاہتا

اللّٰهُ	اَطْعَمَهٗٓ	اِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٤٧﴾
اللہ	وہ کھلا دیتا اس کو	نہیں	ہو تم	مگر	میں	گمراہی	کھلی

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو رزق تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرو تو جنہوں نے کفر کیا ہے وہ ایمان والوں کو کہتے ہیں کیا ہم اُن کو کھلائیں جنہیں اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا تم تو بالکل ہی بہکے ہوئے ہو۔'' (۴۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اعراض کرنے والوں کا انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں رویہ۔ حالانکہ یہ بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے کہ وہ ایک کو رزق دیتا ہے اور دوسرے کو محروم رکھتا ہے۔

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی قدرت کی نشانیوں سے اعراض کرنے کا رویہ اختیار کر لے تو وہ اس بات کو فراموش کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھے رزق عطا فرمایا ہے اس میں کسی غریب کا حق بھی پایا جاتا ہے دنیا دار مال کی محبت میں اس حد تک مبتلا ہو جاتا ہے کہ اگر اسے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کی جائے تو وہ کسی غریب پر خرچ کرنے کی بجائے یہ کہتا ہے کہ میں اسے کیوں دوں؟ جسے اللہ نے کچھ نہیں دیا اگر اللہ تعالیٰ کو اس کی تونگری منظور ہوتی تو وہ خود اسے رزق کی فروانی سے ہمکنار کرتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسے کشادگی سے ہمکنار کرنا مناسب نہیں سمجھا تو ہم اس کی امداد کیوں کریں؟ کسی شخص کا ایسا سوچنا اور کہنا اس کی پرلے درجے کی گمراہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام چلانے اور لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب رکھنے کے لیے انہیں ایک دوسرے کا ضرورت مند بنایا ہے اس کا فرمان ہے۔

{ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾ } (الزخرف:۳۲)

''کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی کے لیے وسائل ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں اور ہم نے ان میں بعض کو بعض پر برتری دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور جو وہ سمیٹ رہے ہیں تیرے رب کی رحمت اس سے زیادہ قیمتی ہے۔''

«عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ»

(رواہ البخاری: باب مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ وَالصَّالِحِينَ فِي الحَرْبِ)

''حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہاری مدد اور تمہیں رزق تمہارے کمزوروں کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔''

وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا	الْوَعْدُ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا
اور وہ کہتے ہیں	کب ہے	یہ	وعدہ	اگر	ہو تم	سچے نہیں
يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	صَيْحَةً	وَّاحِدَةً	تَاْخُذُهُمْ	وَهُمْ	يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾
وہ انتظار کرتے	مگر	زوردار آواز کا	ایک	وہ ان کو آ پکڑے	اور جب وہ	جھگڑیں گے
فَلَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	تَوْصِيَةً	وَّلَآ	اِلٰٓى	اَهْلِهِمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع
تب نہ	وہ طاقت رکھیں گے	وصیت کرنے کی	اور نہ	طرف	اپنے اہل کی	وہ لوٹ سکیں گے

ع ۳ ۱۸ ۲

وہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ قیامت کب آئے گی۔(۴۸) جس کی یہ راہ تک رہے ہیں وہ بس ایک دھماکہ ہے جو اچانک انہیں اس حالت میں دھر لے گا جب وہ جھگڑا کر رہے ہوں گے۔(۴۹) اور اُس وقت نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھروں کو پلٹ سکیں گے۔''(۵۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بخیل اور گمراہ شخص آخرت کے بارے میں شک کرتا ہے۔

مال کی محبت ایک حد سے آگے بڑھ جائے تو انسان میں بخل پیدا ہو جاتا ہے بخل اپنی حد سے بڑھ جائے تو بخیل انسان عملاً قیامت کا منکر بن جاتا ہے مکہ کے اکثر سردار قیامت کے منکر تھے جس وجہ سے وہ نبی ﷺ سے بار بار سوال کرتے کہ جس قیامت کا ہمارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے وہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو اس وعدے کے بارے میں بتلاؤ کہ وہ کون سے سال، کس مہینے اور کس دن پورا ہوگا؟

سورۃ الاعراف کی آیت ۱۸۷ میں کفار کے اس سوال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ وہ کب نازل ہوگی؟ ان سے فرمائیں! اس کا علم میرے رب کے پاس ہے وہ اپنے وقت پر ہر صورت برپا ہوگی البتہ یاد رکھو کہ جب برپا ہوگی تو اچانک آجائے گی اور وہ زمین و آسمان پر اس طرح بھاری ہوگی کہ وہ اس کے وارد ہونے کا بوجھ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اس مقام پر کفار کے سوال کا صرف اتنا جواب دیا ہے کہ جب قیامت کا پہلا نفخہ پھونکا جائے گا تو اس قدر اچانک ہوگا کہ تم آپس میں دنیا کے معاملات میں بحث و تکرار کر رہے ہو گے تو قیامت برپا ہو جائے گی کسی شخص کو اپنی اولاد کو وصیت کرنے کا موقعہ نہیں مل سکے گا اور اپنے گھر سے باہر ہونے والا شخص اپنے گھر پلٹ نہیں پائے گا کہ قیامت اسے دبوچ لے گی۔ ہر انسان کی فطری کمزوری اور خواہش ہوتی ہے کہ اسے گھر میں موت آئے اور وہ اپنی اولاد کو کوئی نہ کوئی نصیحت کر جائے گھر سے باہر ہو تو وہ مصیبت کے وقت جلد از جلد گھر پلٹنا چاہتا ہے لیکن قیامت کے دن کسی کو کسی حال میں مہلت نہیں مل سکے گی۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لاَ تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتْ فَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ، فَذَلِكَ حِينَ لاَ يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا، لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلاَنِ ثَوْبَهُمَا بَيْنَهُمَا فَلاَ يَتَبَايَعَانِهِ وَلاَ يَطْوِيَانِهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهِ فَلاَ يَطْعَمُهُ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ يَلِيطُ حَوْضَهُ فَلاَ يَسْقِي فِيهِ وَلَتَقُومَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ أُكْلَتَهُ إِلَى فِيهِ فَلاَ يَطْعَمُهَا» (رواہ البخاری: باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو اسے دیکھ کر تمام کے تمام لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت ان کو ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا اور نہ اس نے نیک اعمال کیے۔ دو آدمیوں نے کپڑا پھیلایا ہوگا دوکاندار کپڑے کو بیچ اور سمیٹ نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، دودھ دوہنے والا دودھ پی نہیں سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، حوض پر وارد ہونے والا پانی نہیں پی سکے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، انسان اپنے منہ میں ڈالا ہوا لقمہ کھا نہیں پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

مسائل

۱۔ منکرین حق قیامت برپا ہونے سے پہلے حق بات تسلیم نہیں کریں گے۔

۲۔ قیامت کے دن کوئی شخص کسی کو وصیت کرنے کی مہلت نہیں پائے گا۔

۳۔ قیامت کے دن اپنے گھر سے باہر ہونے والا شخص گھر نہیں پلٹ سکے گا کہ قیامت کا زلزلہ اسے مار ڈالے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کا اچانک برپا ہونا اور اس کی ہولناکیاں:

۱۔ جب زمین کو ہلا دیا جائے گا پوری طرح ہلا دینا۔ (الزلزال: ۱) ۲۔ جب واقعہ ہوگی واقعہ ہونے والی۔ (الواقعہ: ۱)

۳۔ قیامت زمین و آسمانوں پر بھاری ہوگی۔ (الاعراف: ۱۸۷)

۴۔ قیامت کے دن لوگ اڑتے ہوئے پروانوں کی طرح ہوں گے۔ (القارعۃ: ۴)

۵۔ قیامت کے دن پہاڑ اُون کی طرح ہوں گے۔ (القارعۃ: ۵) ۶۔ زمین چٹیل میدان بنا دی جائے گی۔ (الواقعہ: ۴)

۷۔ قیامت کے دن لوگ مدہوش ہونگے حالانکہ انہوں نے شراب نہیں پی ہوگی۔ (الحج: ۲)

۸۔ لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ قیامت کا زلزلہ بہت سخت ہے۔ (الحج: ۱)

وَنُفِخَ	فِي	الصُّوْرِ	فَإِذَا	هُمْ	مِّنَ	الْأَجْدَاثِ
اور پھونکا جائے گا	میں	صور	تو یکا یک	وہ	سے	قبروں
إِلَىٰ	رَبِّهِمْ	يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾	قَالُوا	يَا وَيْلَنَا	مَن	بَعَثَنَا
طرف	اپنے رب کی	تیزی سے دوڑیں گے	انہوں نے کہا	افسوس ہم پر	کس نے	اٹھایا ہمیں
مِن	مَّرْقَدِنَا ۜ	هَٰذَا	مَا	وَعَدَ	الرَّحْمَٰنُ
سے	ہماری خواب گاہوں	یہ	جو	وعدہ کیا	رحمٰن نے

وقف لازم

''پھر ایک صور پھونکا جائے گا اور یکا یک لوگ تیزی سے دوڑتے ہوئے اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لیے اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔(۵۱) گھبرا کر کہیں گے یہ کس نے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے اُٹھا کھڑا کیا یہ وہی ہے جس کا رب رحمان نے وعدہ کیا تھا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن لوگ اپنی قبروں سے نکل کر محشر کے میدان کی طرف دوڑیں گے۔

دوسرے نفخہ کے بعد لوگ قبروں سے نکل کر محشر کے میدان کی طرف اس طرح جائیں گے جیسے شکاری شکار کی طرف دوڑتا ہے اللہ کے باغی قبروں سے نکلتے ہی واویلا کریں گے اور کہیں گے ہائے افسوس! ہمیں کس نے قبروں سے نکال باہر کیا ہے۔ قیامت کی ہولناکیوں اور محشر کے میدان میں اکٹھے کیے جانے کا حال دیکھ کر انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہی قیامت کا دن ہے جس کا ہمارے ساتھ ربِّ رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور جس کی یاد دہانی پیغمبر کروایا کرتے تھے۔ جس قیامت کے بارے میں یہ لوگ جھگڑتے اور کہتے ہیں کہ یہ کبھی نہیں آئے گی وہ تو اسرافیل کی ایک پھونک کا نتیجہ ہوگی اللہ کے حکم سے جوں ہی اسرافیل صور میں پھونک ماریں گے تو زمین میں شدید ترین زلزلے ہوں گے یہاں تک کہ زمین پھٹ جائے گی اور ہر کوئی اپنے اپنے مدفن سے نکل کھڑا ہوگا اور سب کے سب ربِّ ذوالجلال کے حضور حاضر ہو جائیں گے لوگ پسینے سے شرابور ہوں گے اور اس طرح حواس باختہ ہوں گے جیسے انہوں نے نشہ کیا ہوا ہو یہ حالت ان کی نشہ کی وجہ سے نہیں بلکہ محشر کی سختی اور ربِّ ذوالجلال کے خوف کی وجہ سے ہوگی اس موقع پر اعلان ہوگا کہ آج کسی پر رائی کے دانے کے برابر ظلم نہیں ہو پائے گا۔

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ» (رواہ البخاری: کتاب الرقاق، باب کیف الحشر)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بلا ختنہ اٹھائے جائیں گے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول کیا مرد اور عورتیں اکٹھے ہوں گے وہ ایک

وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا

اور سچ کہا	رسولوں نے	نہیں	وہ ہوگی	مگر	زوردار آواز	ایک

هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ

وہ	سب	ہمارے سامنے	حاضر کیے جائیں گے	پس آج	نہیں	ظلم کیا جائے گا

نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٤﴾

کوئی جان	کچھ بھی	اور نہ	تم بدلہ دیے جاؤ گے	مگر	جو	تم تھے عمل کرتے

اور رسولوں کی بات سچ تھی۔(۵۲) یہ صرف زوردار آواز ہوگی اور سب کے سب ہمارے سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔(۵۳) ارشاد ہوگا آج کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ کیا جائے گا اور تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے تم عمل کرتے رہے ہو۔''(۵۴)

دوسرے کی طرف نہ دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن معاملہ اس کے برعکس ہوگا یعنی کوئی ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھ سکے گا۔''

«عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ إِنَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ ﷺ حَدَّثَنِي أَنَّ النَّاسَ يُحْشَرُونَ ثَلَاثَةَ أَفْوَاجٍ فَوْجٌ رَاكِبِينَ طَاعِمِينَ كَاسِينَ وَفَوْجٌ تَسْحَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى وُجُوهِهِمْ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ وَفَوْجٌ يَمْشُونَ وَيَسْعَوْنَ يُلْقِي اللهُ الْآفَةَ عَلَى الظَّهْرِ فَلَا يَبْقَى حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَتَكُونُ لَهُ الْحَدِيقَةُ يُعْطِيهَا بِذَاتِ الْقَتَبِ لَا يَقْدِرُ عَلَيْهَا»

(رواہ النسائی: باب البعث [ضعیف])

''حضرت حذیفہ بن اسید حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں بے شک کائنات میں سے سچے انسان نے مجھے خبر دی کہ قیامت کے دن لوگوں کو تین طریقوں سے جمع کیا جائیگا، ان میں سے ایک جماعت کے لوگ سوار ہوں گے، بھوکے اور ننگے ہوں گے، اور تیسری جماعت کو فرشتے چہروں کے بل گھسیٹیں گے اور آگ ان کو اکٹھا کرے گی اور ایک جماعت بھاگ دوڑ میں مصروف ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ان پر آفت مسلط فرمائیں گے اس سے کوئی بھی بچ نہیں پائے گا حتیٰ کہ ایک آدمی کا باغ ہوگا وہ اس باغ کو ایسی سواری کے بدلے دیدے گا جس پر اسے کچھ اختیار نہ ہوگا۔''

«عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا قُعُودًا نَتَحَدَّثُ فِي ظِلِّ غُرْفَةٍ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرْنَا السَّاعَةَ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَنْ تَكُونَ أَوْ لَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ قَبْلَهَا عَشْرُ آيَاتٍ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَالدَّجَّالُ وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَالدُّخَانُ وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ خَسْفٌ

بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذٰلِكَ تَخْرُجُ نَارٌ مِنَ الْيَمَنِ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوقُ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ»

(رواہ ابو داؤد: کتاب الملاحم، باب أمارات الساعة [صحیح])

''حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی ﷺ کے حجرہ مبارک کے سائے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے ہم نے گفتگو کے دوران قیامت کا ذکر کیا اور بات چیت کے دوران ہماری آوازیں بلند ہوگئیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں نہ پوری ہو جائیں سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابہ جانور کا نکلنا، یاجوج و ماجوج کا ظاہر ہونا، دجال کا آنا، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول، دھواں کا ظاہر ہونا اور زمین کا تین مرتبہ دھنسنا ایک مرتبہ مغرب میں، ایک مرتبہ مشرق میں اور ایک مرتبہ جزیرۃ العرب میں اور آخر میں آگ یمن سے عدن کی طرف رونما ہوگی جو لوگوں کو محشر کے میدان میں اکٹھا کرے گی۔''

مسائل

۱۔ اسرافیل کے دوسری دفعہ صور پھونکنے پر لوگ اپنے اپنے مدفن سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔
۲۔ لوگ محشر کے میدان کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے کوئی ادھر ادھر نہیں جا سکے گا۔
۳۔ قبروں سے اٹھتے ہی لوگوں کو یقین ہو جائے گا کہ قیامت برپا ہو چکی ہے۔
۴۔ رب رحمٰن کی طرف سے اعلان ہوگا کہ آج کسی پر کچھ ظلم نہیں ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

صور کا پھونکا جانا:

۱۔ پہلے نفخہ سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور دوسرے نفخہ سے تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (الزمر: ٦٨)
۲۔ دوسرے نفخہ کے ساتھ ہی تمام لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔ (یٰس: ٥١)
۳۔ ایک چیخ سے ہی تمام لوگ ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ (یٰس: ٥٣)
۴۔ جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو جمع کر لیں گے۔ (الکہف: ٩٩)
۵۔ جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو نیلی پیلی آنکھوں کے ساتھ گھیر لائیں گے۔ (طٰہٰ: ١٠٢)
٦۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تم گروہ در گروہ چلے آؤ گے۔ (النبا: ١٨)
۷۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب آسمان اور زمین والے سب کے سب گھبرا اٹھیں گے مگر جسے اللہ چاہے اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ (النمل: ٨٧)

اِنَّ	اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ	الْيَوْمَ	فِيْ	شُغُلٍ	فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾
بے شک	والے	جنت	آج	میں	شغل	خوش ہوں گے
هُمْ	وَ اَزْوَاجُهُمْ	فِيْ	ظِلٰلٍ	عَلَى	الْاَرَآئِكِ	مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾
وہ	اوران کی بیویاں	میں	سایوں	پر	تختوں	ٹیک لگائے ہوئے
لَهُمْ	فِيْهَا	فَاكِهَةٌ	وَّ لَهُمْ	مَّا	يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾	سَلٰمٌ ﴿٥٨﴾
ان کے لیے	اس میں	میوہ ہوگا	اوران کے لیے ہوگا	جو	وہ مانگیں گے	سلام
قَوْلًا	مِّنْ	رَّبٍّ	رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾			
کہا جائے گا	سے	رب کی طرف	مہربان			

''یقیناً آج جنتی لوگ مزے کرنے میں مشغول ہیں۔(۵۵) وہ اور انکی بیویاں گھنے سایوں میں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے ہونگے۔ (۵۶) انکے لیے میوہ جات اور وہ کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے۔(۵۷) رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔''(۵۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمی حواس باختہ، پریشان اور انتہائی ذلت میں ہوں گے ان کے مقابلے میں جنتی چمکتے ہوئے چہروں کے ساتھ ہشاش بشاش اور خوش وخرم ہوں گے۔

مجرموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انہیں محشر کے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا جن کے لیے اعلان ہوگا کہ آج تم پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔ جنتیوں کا ذکر کرتے ہوئے محشر کے دن کے مختلف مراحل کا ذکر چھوڑ کر انہیں خوشخبری سنائی گئی ہے کہ آج تمہیں جنت میں داخل کیا جاتا ہے جس میں تم ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر خوش وخرم بیٹھے ہوئے خوش گپیاں کرو گے اور جو چاہو گے وہ پاؤ گے۔

قبروں سے نکلتے ہی جہنمیوں اور جنتیوں کے درمیان واضح فرق دکھائی دے گا جہنمیوں کے چہروں پر ذلّت اور نحوست چھائی ہوگی جنتیوں کے چہروں پر نور اور خوشی پھوٹ رہی ہوگی جہنمیوں کو رسوا کر کے محشر کے میدان میں اکٹھا کیا جائے گا۔ ان میں سے کثیر تعداد کو منہ کے بل چلا کر محشر کے میدان میں لے جایا جائے گا اور ان کے پیچھے آگ لگی ہوگی ان کے مقابلے میں جنتیوں کو درجہ بدرجہ سواریاں مہیا کیں جائیں گی ان میں سے ایسے بھی خوش قسمت ہوں گے جو آنکھ جھپکنے سے پہلے محشر کے میدان میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ جہنمیوں کو دُبر کی طرف سے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے جنتیوں کو دائیں ہاتھ میں پیش کیے جائیں گے جہنمی اپنے اعمالنامے دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹیں گے، جنتی اپنے اعمالنامے دیکھ کر خوش ہونگے اور اپنے عزیز واقربا کو دکھائیں گے۔ حساب وکتاب کے بعد اعلان ہوگا کہ جنتیوں اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ جنتی جنت میں اپنی بیویوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف ہوں گے اور ان کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں گے ان کے دل میں جو بھی

چاہت پیدا ہوگی پوری کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلامتی نازل ہوگی اور ملائکہ انہیں سلام پیش کریں گے۔

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ قَالَ إِنِ اللهُ أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلاَ تَشَاءُ أَنْ تُحْمَلَ فِيهَا عَلَى فَرَسٍ مِنْ يَاقُوتَةٍ حَمْرَاءَ يَطِيرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ إِلاَّ فَعَلْتَ قَالَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ إِبِلٍ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِصَاحِبِهِ قَالَ إِنْ يُدْخِلْكَ اللهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَكَ فِيهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ»

(رواہ الترمذی: باب ما جاء فی صفۃ خیل الجنۃ [ضعیف])

''حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے آپ نے فرمایا: اللہ تجھے جنت میں داخل کرے اگر تیری جنت میں یہ چاہت ہوئی کہ تو سرخ یاقوت سے مزین گھوڑے پر سوار ہو تو گھوڑے تجھے جنت میں لیے اڑتے پھریں گے تیری یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ دوسرے آدمی نے پوچھا کیا جنت میں اونٹ ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے اسے بھی پہلے شخص جیسا جواب دیا اس کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے جنت میں داخل کر دیا تو تجھے جنت میں وہ کچھ ملے گا جو تیرا جی چاہے گا اور جو تیری آنکھ کو بھائے گا۔''

مسائل

۱۔ جنتی جنت میں ہشاش بشاش اور آپس میں شغل مغل کریں گے۔

۲۔ جنت میں میاں بیوی صوفوں پر بیٹھے ہوئے جو چاہیں گے وہ پائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں کو سلامیاں پیش کی جائیں گی:

۱۔ جنتی جنت میں آپس میں ملاقات کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کریں گے اور ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔ (یونس: ۱۰)

۲۔ جنتیوں کا ایک دوسرے کو تحفہ سلام ہوگا۔ (الاحزاب: ۴۴)

۳۔ جنتیوں کو بالا خانے ملیں گے اور وہ آپس میں ملتے وقت دعا و سلام کریں گے۔ (الفرقان: ۷۵)

۴۔ ملائکہ جنتیوں کو سلام کہتے ہوئے کہیں گے کہ جنت کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔ (الرعد: ۲۳۔ ۲۴)

۵۔ فرشتے کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو اپنے اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (النحل: ۳۲)

۶۔ جنت کے دربان کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو مزے سے رہو اور ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (الزمر: ۷۳)

وَامْتَازُوا	الْيَوْمَ	اَيُّهَا	الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾	اَلَمْ	اَعْهَدْ
اور تم الگ ہو جاؤ	آج	اے	مجرمو!	کیا نہیں	میں نے عہد لیا
اِلَيْكُمْ	يٰبَنِيْٓ	اٰدَمَ	اَنْ	لَّا	تَعْبُدُوا
تم سے	اے بیٹو	آدم کے	کہ	نہ	تم عبادت کرو
الشَّيْطٰنَ ۚ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾	وَّاَنِ
شیطان کی	بلاشبہ وہ	تمہارا	دشمن ہے	کھلم کھلا	اور یہ کہ
اعْبُدُوْنِيْ ؕ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾		
تم میری ہی عبادت کرو	یہی	راستہ ہے	سیدھا		

وقف غفران

اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔(۵۹) آدم کے بیٹو! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔(۶۰) اور صرف میری بندگی کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔'' (۶۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنتیوں کو جنت میں داخل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا جہنمیوں کو خطاب۔

محشر کے میدان میں جہنمیوں کو جنتیوں سے الگ کر دیا جائے گا بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس موقعہ پر جہنمیوں کو ان کے جرائم کے مطابق گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اگلے مرحلے میں ہوگا کیونکہ قرآن مجید کا سیاق وسباق بتلا رہا ہے کہ اس موقعہ پر تمام جہنمیوں کو اجتماعی خطاب ہوگا جس میں ربِ ذوالجلال انہیں وہ عہد یاد دلائیں گے جو عالمِ ارواح میں پوری بنی نوع انسان سے لیا گیا تھا۔

{ وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ } (الاعراف:۱۷۲،۱۷۳)

''اور جب آپ کے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں فرمایا ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کہو کہ ہم اس عہد سے غافل تھے یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا تھا اور ہم ان کے بعد آئے کیا ہمیں ان کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو ان لوگوں نے کیا؟''

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَخَذَ اللّٰهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ اٰدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِي عَرَفَةَ

فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهٖ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قِبَلًا قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ»

(رواہ احمد: مسند عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے مقام پر آدم اور اس کی اولاد سے وعدہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام اولاد نکالی جس کو پیدا فرمانا تھا انھیں اپنے سامنے چیونٹیوں کی طرح پھیلایا پھر ان سے کلام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم اس کی گواہی دیتے ہیں ارشاد ہوا کہ اب قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ ہم تو اس سے غافل تھے یا تم کہو شرک تو ہمارے آباؤ اجداد نے کیا تھا اور ہم ان کی اولاد تھے کیا ہمیں باطل کام کرنے والوں کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے۔

مسائل

۱۔ اسرافیل کے دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے ساتھ ہی محشر کے دن کا آغاز ہو جائے گا۔

۲۔ قیامت کے منکر اس دن اپنے آپ پر افسوس کا اظہار کریں گے۔

تفسیر بالقرآن

صراطِ مستقیم کا تعارف:

۱۔ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے تم اسی کی عبادت کرو یہی صراط مستقیم ہے۔ (مریم: ۳۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی جماعت کو چن لیا اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی۔ (الانعام: ۸۷)

۳۔ اللہ کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ (یٰسٓ: ۶۱)

۴۔ اللہ کی خالص عبادت کرنا صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ہے۔ (آل عمران: ۵۱)

۵۔ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے اس میں شک نہیں کرنا چاہیے یہی صراطِ مستقیم ہے۔ (الزخرف: ۶۸)

۶۔ یقیناً اللہ میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ اسی کی عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔ (الزخرف: ۶۴)

۷۔ آپ اسے مضبوطی سے پکڑ لیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے یہی صراط مستقیم ہے۔ (الزخرف: ۴۳)

۸۔ اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم دکھا۔ (الفاتحہ: ۶) ۹۔ اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ (الحج: ۵۴)

۱۰۔ صراطِ مستقیم کے سنگ میل۔ (الانعام: ۱۵۱ تا ۱۵۳) ۱۱۔ ہر کسی کو صراطِ مستقیم کی ہی دعوت دینا چاہیے۔ (الانعام: ۱۵۳)

۱۲۔ اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۲)

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ تمسک کا نتیجہ صراطِ مستقیم ہے۔ (آلِ عمران: ۱۰۱)

وَلَقَدْ	اَضَلَّ	مِنْكُمْ	جِبِلًّا	كَثِيْرًا ؕ	اَفَلَمْ	تَكُوْنُوْا
اور البتہ تحقیق	اس نے گمراہ کیا	تم میں سے	مخلوق کو	بہت زیادہ	کیا پھر نہیں	تم تھے

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾	هٰذِهٖ	جَهَنَّمُ	الَّتِيْ	كُنْتُمْ	تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
عقل رکھتے	یہ ہے	جہنم	وہ جس کا	تم تھے	وعدہ دیے جاتے

اِصْلَوْهَا	الْيَوْمَ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾
تم داخل ہو جاؤ اس میں	آج	بسبب اس کے جو	تم تھے	کفر کرتے

''مگر اس کے باوجود شیطان نے تم میں سے کثیر لوگوں کو گمراہ کر دیا کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے؟ (۶۲) یہ وہی جہنم ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔ (۶۳) اپنے کفر کی پاداش آج اس میں داخل ہو جاؤ۔'' (۶۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ربِ رحمان نے بنی آدم سے عہد لینے کے ساتھ ہی بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس لیے اس سے بچنا اور صرف میرا ہی حکم ماننا اور میری ہی بندگی کرنا۔

خالق حقیقی سے عہد کرنے کے باوجود لوگوں کی اکثریت نے شیطان کی پیروی کی جسے شیطان کی عبادت قرار دیا گیا ہے کیونکہ عبادت میں اطاعت شرطِ اوّل ہے البتہ ہر اطاعت بندگی اور عبادت میں شامل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے نا صرف لوگوں سے اپنی عبادت کرنے کا عہد لیا تھا بلکہ انہیں اس بات سے بھی آگاہ کیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس سے ہر صورت بچے رہنا لیکن لوگوں کی اکثریت شیطان کے پیچھے چل کر گمراہ ہوئی اور انہوں نے اتنی بھی عقل اور غیرت نہ کی کہ وہ اپنے ازلی دشمن کے پیچھے نہ چلتے یاد رہے کہ اللہ کے سوا کسی سے مانگنا، اس کے سامنے جھکنا، سجدہ کرنا اور نذر و نیاز پیش کرنا اور شریعت کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا حکم ماننا حقیقت میں یہ شیطان کی عبادت کرنا ہے۔ عبادت میں ہر قسم کی تابعداری شامل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا کفر اور شرک ہے جس سے منع کیا گیا ہے ایسے لوگوں کو کہا جائے گا کہ یہ جہنم ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا لہٰذا شیطان کی عبادت کرنے کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

«عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ»

(رواہ البخاری: کتاب اخبار الاحاد، بَابُ مَا جَاءَ فِي إِجَازَةِ خَبَرِ الوَاحِدِ....)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: نافرمانی اور گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں اطاعت تو صرف خیر اور بھلائی میں ہے۔''

مسائل

۱۔ لوگوں کی اکثریت کو شیطان گمراہ کر دیتا ہے۔ ۲۔ عقل مند وہ ہے جو شیطان کی پیروی کرنے سے بچا رہے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ

آج ہم مہر لگادیں گے پر ان کے مونہوں اور ہم سے کلام کریں گے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے

اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا

ان کے پاؤں بسبب اس کے جو وہ تھے کماتے اور اگر ہم چاہیں ضرور ہم مٹادیں

عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ

پر ان کی آنکھوں پھر وہ دوڑیں راستے کی طرف پھر کیونکر وہ دیکھ سکیں گے اور اگر ہم چاہیں

لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾

تو ہم مسخ کردیں ان کو پر انہی کی جگہوں پھر نہ وہ طاقت رکھیں چلنے کی اور نہ وہ لوٹ سکیں گے

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾

اور جو ہم اس کو عمر دیں ہم الٹا دیتے ہیں اس کو میں پیدائش کیا پھر نہیں وہ عقل رکھتے

''آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں ان کے ہاتھ ہمارے ساتھ بات کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔(٦٥) ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں مسخ کر دیں یہ راستے کی طرف لپکیں گے مگر انہیں راستہ کہاں سے دکھائی دے گا۔ (٦٦) ہم چاہیں تو انکی جگہ پر ہی انہیں اس طرح مسخ کر کے رکھ دیں کہ یہ نہ آگے چل سکیں نہ پیچھے پلٹ سکیں۔(٦٧) جس شخص کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم اُلٹ دیتے ہیں کیا پھر بھی انہیں عقل نہیں آتی۔''(٦٨)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنّم کے داخلے کا اعلان سنتے ہی مجرموں کی حالت۔

محشر میں ایک مرحلہ ایسا آئے گا کہ مجرم اپنے اعمال نامے اور دوسری شہادتوں کا انکار کردیں گے اس پر ان کے مونہوں پر مہریں لگادی جائیں گی۔ حکم ہوگا کہ آج تمہارے ہاتھ اور پاؤں ہمارے حضور گواہی دیں گے۔ دوسرے مقام پر بتلایا ہے کہ مجرموں کے ہاتھ پاؤں گواہی دینے کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھیں، کان اور جسم کا ایک ایک رونگٹا بول پڑے گا کہ الٰہی اس کی زبان جھوٹ بول رہی ہے اس شخص نے ہمارے ذریعے یہ تمام جرم کیے ہیں جو اس کے اعمال نامے میں درج ہیں۔(حٰمٓ السجدۃ:٢٠،٢١)

اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو دنیا میں بھی مجرموں کے اعضاء ختم اور ان کی آنکھیں مسخ کردے جس سے ان کا وجود جامد اور ساکت ہو کر رہ جائے بعض مجرموں کو قیامت کے دن یہ سزا دی جائے گی جس وجہ سے وہ ان الفاظ میں آہ وزاریاں کریں گے۔

''جو کوئی میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی بدنصیبی کی ہوگی اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگا مجھے تو نے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھا کرتا تھا

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تیرے پاس میرے احکام پہنچے تھے مگر تو ان کو بھول گیا اسی طرح آج تجھے بھلا دیا گیا ہے جو کوئی اپنے پروردگار کے احکام سے تجاوز کرے اور ایمان نہ لائے ہم اس کو اسی طرح سزا دیں گے اور آخرت کا عذاب بہت ہی سخت اور دائمی ہے۔'' (طٰہٰ: ۱۲۴ تا ۱۲۷)

انسان کی بے بسی کا عالم:

اگر مجرموں کو اس بات پر یقین نہیں تو کسی بوڑھے کو دیکھ لیں جس کے کان، ناک، آنکھیں اور بظاہر پورے کا پورا جسم موجود ہوتا ہے لیکن نہ سن سکتا ہے اور نہ اسے بو اور خوشبو کا احساس ہوتا ہے آنکھیں ہیں مگر دکھائی نہیں دیتا، پاؤں ہیں لیکن چل نہیں سکتا، زبان ہے مگر بات سمجھا نہیں سکتا یہاں تک سوچتا کچھ ہے اور کہتا کچھ ہے گویا کہ پورا جسم نکارہ ہو چکا ہے بس روح اور جسم کے رشتہ کے سوا کچھ بھی نہیں اسی طرح بعض لوگ اس قدر ضعف اور بڑھاپے کا شکار ہو جاتے ہیں کہ بچوں کی طرح دوسرے کے سہارے کے بغیر نہ چل سکتے نہ خود کھا سکتے ہیں یہاں تک کہ اٹھنے، بیٹھنے میں بھی دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور بچوں جیسی باتیں اور حرکتیں کرتے ہیں۔

«عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَتَى ذَاكَ قَالَ إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ» (رواه البخاری: باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف)

''عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں دھنسایا جانا، شکلیں تبدیل ہونا اور تہمت لگانا عام ہو جائے گا۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا وقت کب آئے گا فرمایا جب گانا گانے والیاں، بانسریاں بجانا اور شراب نوشی عام ہو جائے گی۔''

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو (أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ، وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ»

(رواه البخاری: باب قوله ﴿وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ﴾)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے (اے اللہ! میں بخیلی، سستی، رذیل عمر، عذاب قبر، دجال کے فتنے اور زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن مجرم کے ہاتھ اور پاؤں اس کے جرائم کی گواہی دیں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو مجرموں کے اعضاء ختم اور ان کی شکلیں مسخ کر دے۔

وَمَا	عَلَّمْنٰهُ	الشِّعْرَ	وَمَا	يَنْۢبَغِيْ	لَهٗ ؕ	اِنْ
اور نہیں	ہم نے سکھایا اس کو	شعر	اور نہ	لائق ہے	اس کے لیے	نہیں ہے
هُوَ	اِلَّا	ذِكْرٌ	وَّقُرْاٰنٌ	مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾	لِّيُنْذِرَ	مَنْ
یہ	مگر	نصیحت	اور قرآن	واضح	تاکہ وہ ڈرائے	اس کو جو
كَانَ	حَيًّا	وَّيَحِقَّ	الْقَوْلُ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾	
ہے	زندہ	اور ثابت ہو جائے	بات	پر	کافروں	

''ہم نے نبی کو شعر نہیں سکھائے اور نہ شاعری اس کو زیب دیتی ہے یہ تو واضح کتاب کی ایک نصیحت ہے۔(٦٩) تاکہ نبی ہر اس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہے اور انکار کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔''(٧٠)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح مشرکینِ مکہ اللہ کی توحید کے بارے میں بے سمجھی کا مظاہرہ کرتے تھے اسی طرح ہی قرآن مجید کے متعلق بے عقلی کی بات کہتے کہ قرآن کسی شاعر کا کلام ہے یہاں ان کے الزام کا جواب دیا گیا ہے۔

کفار کا کہنا تھا کہ محمد ﷺ شاعرانہ تخیلات پیش کرتا ہے جس کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کو شعر و شاعری نہیں سکھلائی اور نہ ہی اس کی یہ شان ہے کہ وہ شعر گوئی کرے یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جو لوگوں کے لیے نصیحت کے طور پر اتارا گیا ہے لیکن نصیحت وہی شخص حاصل کرے گا جو ہوش، گوش رکھتا ہے اور قرآن لوگوں پر کھلی حجت ہے یہاں تک شاعر اور اس کے تخیلات کا تعلق ہے اس کے بارے میں سورۃ الشعراء کی آیت ٢٢١ تا ٢٢٦ میں وضاحت کی گئی ہے کہ شیطان ہر جھوٹے اور بُرے آدمی پر آیا کرتے ہیں جو ان کے کان میں جھوٹی باتیں ڈالتے ہیں اور شاعروں کی پیروی کرنے والے اکثر لوگ گمراہ ہوتے ہیں کیا تم شاعروں کو نہیں جانتے کہ وہ ہر وادی میں سرگردان پھرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر ان کا عمل نہیں ہوتا۔ان کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ نبوت سے پہلے بھی بات کے سچے اور قول کے پکے تھے اور آپ کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر شاعرانہ کلام نازل نہیں کیا اور نہ ہی آپ کی شان ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے شعر گاتے پھریں شعروں کے پرستار لوگ قرآن وسنت اور عقل کی بات پر اتنی توجہ نہیں دیتے جتنی شعر و شاعری پر دیتے ہیں۔ایسے لوگوں کے سامنے شعر نہ پڑھا جائے تو انہیں قرآن سننے کا بھی لطف نہیں آتا۔ یہاں تک اگر قرآن مجید فطری اور سادہ انداز میں پڑھا جائے تو انہیں اس تلاوت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا وہ ہر بات کو راگ رنگ کے انداز میں سنتے ہیں اس کا ثبوت عوامی جلسوں میں دیکھا اور سنا جا سکتا۔جس جماعت اور معاشرے میں یہ صورت حال پیدا ہو جائے اس معاشرے اور جماعت میں شعور اور علم دن بدن رخصت اور جہالت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔میں نے

زندگی میں ان گنت عوامی اجتماعات میں تقریر کی اور خطیبوں کے خطاب سنے ہیں اجتماع میں جو خطیب شعر یا ترنم کے ساتھ بات نہیں کرتا بیشک وہ کتنا ہی اچھا خطیب اور عالم کیوں نہ ہو اکثر لوگ اس کی بات سننے کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ جس معاشرے اور جماعت میں ایسا ماحول پیدا ہو جائے وہاں علم اور علماء کی قدر اُٹھ جاتی ہے ان حقائق کے پیشِ نظر یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ شعروشاعری کے فوائد کم اور اس کے نقصانات گہرے، زیادہ اور دیرپا ہوتے ہیں۔ میں یہ بات حلف دے کر کہتا ہوں کہ میں نے کہنہ مشق خطیبوں سے یہ بات سنی ہے کہ ترنم سے بات کرنے میں مسائل بیان نہیں ہو سکتے۔

مولانا حالی کا قول:

متحدہ ہندوستان کے دور میں مولانا الطاف حسین حالی اُن شعراء میں شامل تھے جن کا اس زمانہ میں طوطی بولتا تھا وہ اپنی کتاب مقدمہ شعروشاعری میں لکھتے ہیں شاعری کا ماحول عام طور پر جہالت کے دور میں زیادہ پنپتا ہے اس کے بعد انہوں نے یونان کے مشہور فلسفی اور مفکر ارسطو کا حوالہ دیا ہے کہ جب اس نے پہلی مرتبہ یونان کا دستور مرتب کیا تو ہر طبقہ کی ضرورت محسوس کی لیکن شاعروں کے طبقہ کو اس لیے درغور اعتنا نہ سمجھا کیونکہ بقول اس کے کہ شاعر لوگ عام طور پر باتیں جوڑنے اور بنانے کے سوا کسی کام کے نہیں ہوتے ارسطو کے قول کے بارے میں نہ معلوم دانشوروں کی کیا رائے ہوگی تاہم یہ بات مسلمہ ہے کہ شعروشاعری کے ماحول میں علم اور عقل کی بات کو ترجیح نہیں دی جاتی۔

امام جصّاص رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کبھی شعر پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں البتہ ایک شعر ابن طرفہ کا آپ ﷺ نے پڑھا تھا۔

ستبدی لك الایام ما کنت جاهلا ویأتیك بالاخبار من لم تزوّد

''اس کو آپ ﷺ نے وزنِ شعری کو توڑ کر من لم تزوّد بالاخبار پڑھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ شعر اس طرح نہیں آپ نے فرمایا کہ میں شاعر نہیں، نہ ہی میرے لیے شعروشاعری مناسب ہے۔''

(مسند احمد: باب مَا جَاءَ فِی إِنْشَادِ الشِّعْرِ [صحیح])

اس لیے نبی اکرم ﷺ نے پوری حیاتِ مبارکہ میں کسی خطاب میں شعر کہنا پسند نہیں فرمایا۔ حالانکہ بعض شاعروں کے کلام کی آپ ﷺ نے نہ صرف تعریف فرمائی ہے بلکہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنے ممبر پر بٹھایا اور خود نیچے تشریف فرما ہوتے ہوئے اس کے لیے ان الفاظ میں دعا کی "اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" ''اے اللہ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اس کی مدد فرما۔ (رواہ البخاری: باب ذِکْرِ الملائِکَةِ)

اس لیے کسی خلیفہ اور صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں کہ اس نے خطبہ جمعہ میں کبھی شعر پڑھا ہو۔ ہمیں بھی شعروشاعری سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اَوَ	لَمْ	يَرَوْا	اَنَّا	خَلَقْنَا	لَهُمْ	مِّمَّا
کیا	نہیں	انہوں نے دیکھا	کہ بے شک ہم	نے پیدا کیے	ان کے لیے	اس سے جو
عَمِلَتْ	اَيْدِيْنَآ	اَنْعَامًا	فَهُمْ	لَهَا	مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾	وَذَلَّلّٰنٰهَا
بنایا	ہمارے ہاتھوں نے	چوپائے	چنانچہ وہ	ان کے لیے	مالک ہیں	اور ہم نے تابع کر دیا ان کو
لَهُمْ	فَمِنْهَا	رَكُوْبُهُمْ	وَمِنْهَا	يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾	وَلَهُمْ	
ان کے لیے	پھر کچھ ان میں سے	ان کی سواریاں ہیں	اور کچھ ان میں سے	وہ کھاتے ہیں	اور ان کے لیے	
فِيْهَا	مَنَافِعُ	وَمَشَارِبُ ؕ	اَفَلَا	يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾		
ان میں	فائدے ہیں	اور پینے کی چیزیں	کیا پھر نہیں	وہ شکر کرتے		

''کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے مویشی پیدا کیے ہیں یہ اُن کے مالک ہیں۔ (۷۱) ہم نے چوپاؤں کو اس طرح اُن کے تابع کر دیا ہے کہ اُن میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں کسی کا گوشت کھاتے ہیں۔ (۷۲) اور انکے لیے اُن میں طرح طرح کے فوائد اور مشروبات ہیں کیا پھر بھی یہ شکر گزار نہیں ہوتے۔'' (۷۳)

فہم القرآن

ربط کلام: سورہ یٰسٓ کا مرکزی مضمون بعث بعد الموت ہے سابقہ آیات میں اسی کے دلائل دیئے گئے ہیں۔ درمیان میں قرآن مجید کے بارے میں کفار کے ایک الزام کی تردید کی گئی ہے اب پھر موت کے بعد جی اٹھنے کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید تحریر کی صورت میں نہیں بلکہ تقریر اور خطاب کے انداز میں نازل ہوا ہے خطاب کے دوران اگر سامع کوئی اعتراض یا سوال اٹھائے یا خطاب کرنے والا خود محسوس کرے تو وہ اپنے مضمون سے ہٹ کر اس اعتراض کا جواب دینا لازم سمجھتا ہے اگر ایسا نہ کیا جائے تو پورے کا پورا خطاب بے اثر ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی اصول کے پیشِ نظر قرآن مجید ایک مضمون بیان کرتے ہوئے اس کے متعلقات کا جواب دینا بھی ضروری سمجھتا ہے کیونکہ اہلِ مکہ توحید و رسالت اور عقیدہ آخرت کی تردید کے لیے ضروری سمجھتے تھے کہ سرے سے قرآن مجید کو ہی مشکوک قرار دے دیا جائے اس لیے اس موقعہ پر قرآن مجید کے بارے میں وضاحت کر دی گئی کہ یہ شاعرانہ کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نصیحت ہے مگر اس سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کا ضمیر زندہ ہوگا۔ مردہ ضمیر کو بیدار کرنے کے لیے یہ دلیل دی جا رہی ہے کیا انہوں نے کبھی غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے چوپائے پیدا کیے اور پھر لوگوں کو ان کا مالک بنا

دیا اور کئی گنا جسیم اور طاقتور چوپائے اس کے تابع فرمان کر دیے ہیں کچھ ایسے ہیں جن پر یہ سواری کرتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کا انسان دودھ پیتے اور گوشت کھاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار فوائد ہیں مگر لوگ اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتے اونٹ کو دیکھیں کس قدر طویل القامت، جسیم اور طاقتور جانور ہے لیکن ایک بچہ بھی اس کی مہار پکڑے ہوئے اس کو ادھر ادھر لیے پھرتا ہے گھوڑے پر غور کریں کہ اس قدر سرپٹ دھوڑتا ہے کہ آدمی اسے پکڑنا چاہے تو پکڑ نہیں سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح انسان کا تابع دار بنا دیا ہے کہ یہ جب چاہے گھوڑے پر سوار ہو جائے اور جب چاہے اس سے بار برداری کا کام لینا شروع کر دے جانوروں کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے انہیں اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

لغت کے اعتبار سے ید کی جمع "اَیْدِیْ" ہے جس کا معنیٰ ہاتھ ہے اس کا معنیٰ نعمت بھی کیا گیا ہے۔ یہاں اہل علم نے "اَیْدِیْ" کا معنیٰ قدرت کیا ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کیا لوگوں نے غور نہیں کیا؟ کہ ہم نے اپنی قدرت سے چوپائے پیدا کیے اور لوگوں کو ان کا مالک بنایا ہے ہم نے چوپاؤں کو لوگوں کے تابع کر دیا کچھ پر یہ سوار ہوتے اور کچھ کا گوشت کھاتے ہیں چوپاؤں میں دیگر فوائد کے ساتھ یہ فائدہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے آبپاشی کا کام بھی لیا جاتا ہے یہ نعمتیں پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا عمل دخل نہیں لیکن پھر بھی لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ قرآن مجید میں چوپاؤں، آسمانوں اور انسان کے بارے میں "یَدٌ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے انہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ آدم علیہ السلام کے بارے میں "یَدٌ" کا لفظ استعمال کیا ہے اور باقی کے بارے میں "اَیْدِیْ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ "یَدٌ" کا ہاتھ کے علاوہ کوئی معنیٰ نہیں کیا جا سکتا اس کی تاویل کرنا جائز نہیں لیکن "اَیْدِیْ" کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وہ اس کا معنیٰ ہاتھ کی بجائے قدرت کرتے تھے اور اس پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ کی تخلیق پر انسان کو غور کرنا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے بے شمار فوائد رکھے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

شکر کا حکم اور فائدے:

۱۔ لوگو! اللہ کو یاد کرو اللہ تمھیں یاد کرے گا اور اس کا شکر ادا کرو کفر نہ کرو۔ (البقرۃ: ۱۵۲)
۲۔ لوگو! تم اللہ کا شکر ادا کرو اور ایمان لاؤ اللہ بہت ہی قدر دان ہے۔ (النساء: ۱۴۷)
۳۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو وہ مزید عطا فرمائے گا۔ (ابراہیم: ۷)
۵۔ اللہ کی پاکیزہ نعمتیں کھا کر اس کا شکر ادا کرو۔ (البقرۃ: ۱۷۲) ۶۔ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرو۔ (العنکبوت: ۱۷)

وَاتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	اٰلِهَةً	لَّعَلَّهُمْ	يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾
اور انہوں نے بنالیے	سے	سوا	اللہ کے	کئی معبود	تا کہ وہ	مدد کیے جائیں

لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَهُمْ	وَهُمْ	لَهُمْ	جُنْدٌ	مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾
نہیں	وہ طاقت رکھتے	ان کی مدد کی	اور وہ	ان کے	لشکر	حاضر کیے گئے

''انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنالیے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ ان کی مدد کی جائے گی۔(۷۴) وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے بلکہ یہ لوگ اُلٹے اُن کے لیے حاضر باش لشکر بنے ہوئے ہیں۔''(۷۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا تو درکنار اکثر انسان اللہ تعالیٰ کو اعتقاداً اور عملاً الٰہ ہی نہیں مانتے۔

انسان کی اپنے رب کے بارے میں ناقدری اور بغاوت کی انتہا دیکھیں کہ کھاتا، پیتا، پہنتا اور نعمتیں اپنے رب کی استعمال کرتا ہے جن میں بے شمار نعمتیں ایسی ہیں جن کو انسان کسی صورت میں بھی اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان نعمتوں کو انسان کے تابع فرمان نہ کرتا جن میں چوپائے بھی شامل ہیں جو جسم اور طاقت کے اعتبار سے انسان سے کئی گنا بڑے اور طاقتور ہیں مگر وہ انسان کے غلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں انسان کے مطیع کر دیا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ انسان اپنے خالق اور منعمِ حقیقی کے سوا کسی کے سامنے نہ جھکتا اور نہ ہی کسی کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتا مگر انسان نے اللہ تعالیٰ کے سوا کئی معبود اور مشکل کشا بنا رکھے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر ان میں سے کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، زندہ ہو یا مردہ، نوری ہو یا ناری کوئی بھی انسان کی مدد نہیں کرسکتا یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر کیے جائیں گے۔ ان الفاظ کے اہل علم نے دو مفہوم اور بھی لیے ہیں ① معبودانِ باطل اور ان کی عبادت کرنے والوں کو محشر کے میدان میں اکٹھا کر دیا جائے گا ② معبودانِ باطل اور ان کے پیچھے لگنے والوں کو جہنّم میں ایک دوسرے کے سامنے حاضر کیا جائے گا یہ ایک دوسرے کی کوئی مدد نہیں کرسکیں گے نہ صرف قیامت کے دن ایک دوسرے کی مدد نہیں کر پائیں گے بلکہ دنیا میں بھی ہر دور میں اس کی مثالیں موجود رہی ہیں اور رہیں گی جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آتی ہے تو فرد ہو یا قوم اسے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے وَدّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کو پنچتن پاک اور مشکل کشا ہونے کا درجہ دے رکھا تھا جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو کوئی بھی کسی کو نہیں بچا سکا تھا فرعون اپنی قوم کا رب الاعلیٰ بنا ہوا تھا جب وقت آیا تو سب کے سب سمندر میں غرق کر دیئے گئے۔ رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى کا دعویٰ کرنے والا خود اپنی مدد کے لیے دوہائی دیتا رہا۔ یہی صورتحال ہر دور کے ظالموں کی رہی ہے۔

ابوسفیان کا اقرار:

فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان رات کے وقت مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا اچانک اس کی ملاقات حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئی رات کے اندھیرے میں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اس موقعہ پر دونوں کے درمیان اور باتیں بھی ہوئیں جن میں ایک بات یہ تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے پوچھا کیا اب بھی تجھے یقین نہیں آیا کہ لات، عزیٰ اور ہبل کسی کی مدد نہیں کر سکتے؟ ابوسفیان نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اگر واقعی ہبل اور دوسرے خدا مدد کر سکتے تو آج ہماری مدد کرتے یہی بات عکرمہ بن ابوجہل نے فتح مکہ کے وقت کہی تھی۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا مشرک اس لیے دوسروں کے سامنے جھکتا، سجدہ کرتا اور نذر و نیاز پیش کرتا ہے تا کہ مشکل کے وقت اس کی مدد کی جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ ۳۔ معبودانِ باطل اور ان کے چاہنے والوں کو جہنّم میں اکٹھا کر دیا جائیگا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور نہ ہی کوئی حاجت روا اور مشکل کشا ہے:

۱۔ جنوں اور انسانوں کو اللہ نے صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ (الذاریات:۵۶)

۲۔ تمام رسول، اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے۔ (النحل:۳۶)

۳۔ اللہ ہی کے لیے رکوع و سجود اور ہر عبادت ہونی چاہیے۔ (الحج:۷۷)

۴۔ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ (النساء:۳۶) ۵۔ اللہ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنی چاہیے۔ (الزمر:۲)

۶۔ اللہ ہی مشکل کشا ہے۔ (الانعام:۱۷) ۷۔ اللہ ہی حاجت روا ہے۔ (الانبیاء:۸۷)

۸۔ اللہ ہی کو پکارو وہی تکلیف دور کرتا ہے۔ (الانعام:۴۱)

۹۔ اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو سوائے اللہ کے اسے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ (یونس:۱۰۷)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تکلیف دور کرنے والا نہیں۔ (بنی اسرائیل:۵۶)

۱۱۔ کون ہے جو اللہ کے سوا مجبور کی دعا سننے والا اور اس کی مصیبت دور کرنے والا ہے۔ (النمل:۶۲)

۱۲۔ کہہ دیجیے اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہچانے پر آئے کیا کوئی نقصان دور کر سکتا ہے؟ (الفتح:۱۱)

۱۳۔ کیا تم ایسے لوگوں کو معبود مانتے ہو جو نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ (الرعد:۱۶)

۱۴۔ نبی کا اعلان کہ میں اپنے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ (الجن:۲۱)

فَلَا	يَحْزُنْكَ	قَوْلُهُمْ	اِنَّا	نَعْلَمُ	مَا
لہٰذا نہ	غمگین کریں آپ کو	ان کی باتیں	بلاشبہ ہم	جانتے ہیں	جو

يُسِرُّوْنَ	وَمَا	يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾
وہ چھپاتے ہیں	اور جو	وہ ظاہر کرتے ہیں

''جو باتیں یہ بنا رہے ہیں وہ آپ کو غمگین نہ کریں ہم ان کی خفیہ اور ظاہر باتوں کو جانتے ہیں۔''(۷۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: شرک کی حقیقت اور اس کا انجام بتلانے کے بعد نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو رؤف اور رحیم بنایا تھا۔(التوبۃ: ۱۲۸) اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ العٰلمین بنایا۔ (الانبیاء: ۱۰۷) آپ نرم دل تھے۔(آل عمران: ۱۵۹) آپ ﷺ اپنی طبیعت اور منصبِ نبوت کے پیش نظر صبح وشام لوگوں کو سمجھاتے، مگر مکہ کے لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ سمجھنے کی بجائے آپ کی جان کے دشمن بن چکے تھے۔ انہوں نے بار ہا دفعہ آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی اس کے باوجود آپ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ لوگوں کی اصلاح کی خاطر دن رات ایک کیے ہوئے تھے رات کو تہجد میں رو رو کر دعائیں کرتے اور دن کو دعوت الی اللہ دیتے آپ کی محنت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا کہ اللہ کے رسول بیٹھ کر بھی نفل پڑھا کرتے تھے؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں اُس وقت جب آپ کو لوگوں نے چُور چُور کر دیا تھا۔

«عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رضی اللہ عنہا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي وَهُوَ قَاعِدٌ قَالَتْ نَعَمْ بَعْدَ مَا حَطَمَهُ النَّاسُ» (رواہ مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا)

''حضرت عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہاں لوگوں نے آپ کو چُور چُور کر دیا تھا۔''

«قَالَ هِنْدُ بْنُ اَبِيْ هَالَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ»

(الرحیق المختوم: باب کمال النفس ومکارم الاخلاق)

''ہند بن ابی ہالہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلسل غم سے دوچار رہتے اور ہمیشہ غور وفکر فرماتے رہتے تھے۔ آپ کے لیے راحت نہ تھی۔'' (یعنی جب آپ خلوت میں ہوتے تو لوگوں کے غم میں مسلسل فکر مند رہتے۔)

اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے کئی بار نبی کریم ﷺ کو تسلی دی کہ آپ کو ایک حد سے زیادہ غمگین نہیں ہونا چاہیے آپ کا کام لوگوں تک حق پہنچانا ہے منوانا نہیں جہاں تک لوگوں کی سازشوں اور شرارتوں کا معاملہ ہے آپ یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ

ان کے اعلانیہ اور خفیہ کی ہوئی ہر بات اور حرکت کو جانتا ہے۔

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ»

(رواہ ابن ماجۃ: کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مومن لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے وہ اس مومن سے زیادہ اجر والا ہے جو نہ لوگوں میں گھل مل کر رہتا ہے اور نہ ان کی دی ہوئی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے کئی بار نبی کریم ﷺ کو تسلی عطا فرمائی۔ ۲۔ داعی الی اللہ کو ایک حد سے زیادہ پریشان نہیں ہونا چاہیے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت لوگوں کے خفیہ اور اعلانیہ گفتگو اور معاملات سے واقف رہتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کو پریشانی کے وقت تسلی دینا:

۱۔ آپ ﷺ کفار کی باتوں سے پریشان نہ ہوں۔ (یٰسٓ:۷۶)
۲۔ کیا آپ اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے۔ (الشعراء:۳)
۳۔ آپ اس لیے پریشان نہ ہوں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (الکہف:۶)
۴۔ جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں وہ آپ کو پریشان نہ کردیں۔ (آل عمران:۱۷۶)
۵۔ آپ صبر کریں یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (الروم:۶۰)
۶۔ آپ صاحب عزم رسولوں کی طرح صبر کریں۔ (الاحقاف:۳۵)
۷۔ آپ اُن کے ایمان نہ لانے پر افسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو پریشانی میں مبتلا نہ کریں۔ (الاحقاف:۶)
۸۔ نبی ﷺ! کو صبر کا حکم دیا گیا۔ (المعارج:۵)
۹۔ اے پیغمبر ﷺ! صبر کرو متقین کا بہتر انجام ہے۔ (ہود:۴۹)



اَوَلَمْ	يَرَ	الْاِنْسَانُ	اَنَّا	خَلَقْنٰهُ	مِنْ نُّطْفَةٍ
کیا نہیں	دیکھا	انسان نے	کہ بے شک ہم نے پیدا کیا اس کو		سے نطفہ
فَاِذَا	هُوَ	خَصِيْمٌ	مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾	وَضَرَبَ	لَنَا مَثَلًا
پھر ناگہاں	وہ	جھگڑنے والا ہے	کھلم کھلا	اور اس نے بیان کی	ہمارے لیے ایک مثال
وَّنَسِيَ	خَلْقَهٗ	قَالَ	مَنْ	يُّحْيِ	الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾
اور وہ بھول گیا	اپنی پیدائش	اس نے کہا	کون	زندہ کرے گا	ہڈیاں حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہیں

''کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا اور پھر وہ سرعام جھگڑالو بن جاتا ہے۔(۷۷) اب وہ اپنی پیدائش کو بھول کر ہم پر مثالیں چسپاں کرتا اور کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں۔''(۷۸)

فہم القرآن

ربط کلام: اہل مکہ نبی اکرم ﷺ سے ہی نہیں جھگڑتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی جھگڑا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انسان اپنی تخلیق پر غور نہیں کرتا کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے اور پھر انسان اپنے رب سے ہی جھگڑا کرنے پر اتر آتا ہے۔ اس میں بھی نبی ﷺ کو مخصوص انداز میں تسلی دی گئی ہے کہ غور فرمائیں کہ یہ لوگ صرف آپ سے ہی جھگڑا نہیں کرتے بلکہ اپنے خالق کے ساتھ بھی جھگڑا کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے انسان کو کئی بار اس کی تخلیق کے بارے میں توجہ دلائی ہے کہ وہ اس بات پر غور کرے کہ کیا اس کی تخلیق میں کسی اور کا عمل دخل ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین انسان کی تخلیق کا ذریعہ بنائے گئے ہیں لیکن کتنے جوڑے ہیں جو صحت مند ہونے اور زندگی بھر ازدواجی عمل کرنے کے باوجود اولاد سے محروم رہتے ہیں انسان کی یہی حقیقت سمجھ میں آجائے تو وہ غیروں کی بجائے رب کا بندہ بن جائے گا مگر مشرک کی حالت یہ ہے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کی بجائے یہ عقیدہ رکھتا اور کہتا ہے کہ فلاں بزرگ اولاد دینے یا دلوانے کی قدرت رکھتا ہے اگر اسے سمجھایا جائے تو وہ اپنے شرکیہ عقیدہ کے بارے میں بحث وتکرار کرتا ہے اور جن کو وہ خدا کی خدائی میں شریک سمجھتا ہے اُن کے حق میں جھگڑا کرتا ہے یہی طرزِ عمل اُن لوگوں کا ہے جو آخرت کے دن جی اٹھنے کا یقین نہیں کرتے ہیں۔ مکہ کے لوگوں کی غالب اکثریت کا یہ عقیدہ تھا کہ جب مرنے کے بعد انسان مٹی کے ساتھ مٹی بن جاتا ہے اسے زندہ نہیں کیا جا سکتا ایسا عقیدہ رکھنے والا ایک شخص رسولِ محترم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور ایک بوسیدہ ہڈی کو اپنے ہاتھ سے مسلتے ہوئے کہا کہ اے محمد! اس مٹی کو کس طرح انسان کی شکل میں زندہ کیا جائے گا اس کے تکرار کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان ہمارے سامنے بوسیدہ ہڈی کی مثال پیش کرتا ہے کہ

اسے کون زندہ کرے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنی پیدائش بھول گیا ہے اگر اسے اپنی پیدائش یاد ہوتی تو یہ ہمارے سامنے یہ مثال ہرگز پیش نہ کرتا۔ قیامت کا منکر اپنی پیدائش پر غور کرے کہ جو رب ایک بے جان نطفہ سے انسان پیدا کر سکتا ہے کیا وہ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا کیوں نہیں وہ ضرور پیدا کرے گا اس طرح کی بحث کرنا اپنے رب کے ساتھ جھگڑا کرنا ہے۔

«قَالَ قَتَادَةُ رضی اللہ عنہ جَاءَ أُبَيُّ بْنُ خَلَفٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَفِي يَدِهِ عَظْمٌ رَمِيمٌ وَهُوَ يُفَتِّتُهُ وَيُذْرِيهِ فِي الْهَوَاءِ وَهُوَ يَقُولُ يَا مُحَمَّدُ، أَتَزْعَمُ أَنَّ اللهَ يَبْعَثُ هٰذَا؟ فَقَالَ نَعَمْ. يُمِيتُكَ اللهُ تَعَالَى ثُمَّ يَبْعَثُكَ، ثُمَّ يَحْشُرُكَ إِلَى النَّارِ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ يٰس (أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ) إِلَى آخِرِهُنَّ» (تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰس)

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابی بن خلف نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا۔ ہڈی کو مسلا اور ہوا میں اڑا کر کہنے لگا اے محمد ﷺ! آپ یہ دعوی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کرلے گا آپ نے جواب دیا ہاں ایسا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تجھے فوت کرے گا پھر زندہ کرے گا پھر تجھے جہنّم کی طرف لے جائے گا اس پر سورہ یٰس کی آخری آیات نازل ہوئیں۔''

مسائل

۱۔ مشرک اپنی تخلیق کو بھول کر اپنے رب کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے۔
۲۔ آخرت کا منکر بوسیدہ ہڈی کے ذریعے دعوی کرتا ہے کہ اسے کوئی زندہ کرنے والا نہیں۔
۳۔ آخرت کا انکار کرنے والا حقیقت میں اپنی تخلیق کو بھول جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ مُردوں کو ضرور زندہ کرے گا:

۱۔ وہ کہتے ہیں ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجیے جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۵۱)
۲۔ ہم نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ: ۵۵)
۳۔ اللہ ہی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے پھر وہی اسے دوبارہ لوٹائے گا۔ (یونس: ۴)
۴۔ اللہ ہی نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الروم: ۱۱)
۵۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت نہیں؟ کہ وہ مردوں کو زندہ فرمائے۔ (القیامۃ: ۴۰)
۶۔ اس بات پر تعجب ہے یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ (الرعد: ۵)
۷۔ مُردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا پھر اس کی طرف ہی لوٹائیں جائیں گے۔ (الانعام: ۳۶)

قُلْ	يُحْيِيهَا	الَّذِيٓ	اَنْشَاَهَآ	اَوَّلَ	مَرَّةٍ ؕ
فرمادیجیے	ان کوزندہ کرے گا	وہ	جس نے ان کو پیدا کیا	پہلی	مرتبہ
وَهُوَ	بِكُلِّ	خَلْقٍ	عَلِيْمُ ﴿٧٩﴾	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمْ
اوروہ	ہرطرح کے	پیدا کرنے کو	جانتا ہے	وہ جو	اس نے بنادی	تمہارے لیے
مِّنَ	الشَّجَرِ	الْاَخْضَرِ	نَارًا	فَاِذَآ	اَنْتُمْ	مِّنْهُ
سے	درخت	سبز	آگ	پھریکایک	تم	اس سے
تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾	اَوَلَيْسَ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ
آگ سلگاتے ہو	کیانہیں	وہ جو	جس نے پیدا کیا	آسمانوں	اورزمین کو

''فرمائیں کہ وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہ سب کچھ پیدا کرنا جانتا ہے۔(۷۹) اُسی نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کی ہے اور تم اس سے آگ جلاتے ہو۔(۸۰) کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے منکر کو اس کی پیدائش کا حوالہ دے کر قیامت قائم ہونے کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں یہ فرمایا کہ اگر انسان کو اپنی تخلیق یاد ہو تو وہ قیامت کا انکار نہ کرے اور نہ ہی اس کے بارے میں بحث وتکرار کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے ہی پہلی بار پیدا کیا ہے اور وہ سب کچھ پیدا کرنا جانتا ہے اس نے نہ صرف انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ تمہارے لیے ہر بھرے درخت سے آگ پیدا کی ہے جس سے تم آگ حاصل کرتے ہو کیا انسان اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ جس نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور جس نے سبز درخت میں آگ پیدا کی اور جس نے زمین وآسمانوں کو پیدا کیا۔ کیا اب انہیں پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا؟ کیوں نہیں! وہ تو بڑی سے بڑی چیز پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس کی طاقت اور اختیارات کا عالم یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اتنا حکم صادر فرماتا ہے کہ ہو جا وہ چیز اس کی منشاء کے مطابق معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کا ثبوت دیتے ہوئے چار دلائل دیئے ہیں۔ ① انسان پہلے اپنی تخلیق پر غور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر انسان کو اس کے ماں باپ کے نطفہ سے پیدا کرتا ہے اب نطفہ پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کس طرح انسان کو پیدا کرتا ہے۔

② وہ انسان کو اس لیے دوبارہ پیدا کرسکتا ہے اور کرے گا کیونکہ اس نے اسے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے ظاہر ہے جو کسی

وقف غفران

بِقٰدِرٍ	عَلٰٓى	اَنْ	يَّخْلُقَ	مِثْلَهُمْ ؕ	بَلٰى ۙ	وَهُوَ
قدرت والا	پر	کہ	وہ پیدا کردے	ان کی مثل	کیوں نہیں	اور وہی

الْخَلّٰقُ	الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾	اِنَّمَآ	اَمْرُهٗٓ	اِذَآ	اَرَادَ	شَيْـًٔا
پیدا کرنے والا	خوب جاننے والا ہے	صرف	اس کا حکم	جب	وہ ارادہ کرتا ہے	کسی چیز کا

اَنْ	يَّقُوْلَ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾
کہ	وہ کہتا ہے	اس کے لیے	تو ہوجا	پھر وہ ہوجاتی ہے

وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ کیوں نہیں وہ تو سب کچھ جاننے والا اور خلاّق ہے۔(۸۱) جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ ہوجا تو وہ ہوجاتی ہے۔''(۸۲)

میٹریل اور پہلے سے موجودہ نقشے کے بغیر انسان کو پیدا کرسکتا ہے تو وہ دوبارہ کیوں نہیں پیدا کرسکتا؟ اس کے ثبوت اس سے پہلی آیت کی تفسیر بالقرآن میں دیئے گئے ہیں۔

④ انسان اپنی محدود عقل کے مطابق سمجھتا ہے کہ انسان مر کر مٹی کے ساتھ مل جائے گا تو اس کے ذرّات کو مٹی سے الگ کرنا پھر اس کا ڈھانچہ بنانا اور اس میں زندگی پیدا کرنا مشکل ہے۔ اس باطل عقیدہ کے حامل شخص کو ایک ایسے درخت کے ذریعے آخرت کا عقیدہ سمجھایا گیا ہے جس سے پرانے زمانے کے عرب آگ حاصل کیا کرتے تھے انہیں توجہ دلائی گئی ہے کہ غور کرو کہ درخت اپنے بیج کی بنیاد پر مٹی اور پانی کے جوہر سے اُگتا ہے اور اس کے پتے اور ٹہنیاں انتہائی سبز ہوتی ہیں جن میں ایک خاص مقدار میں پانی ہوتا ہے مگر جب تم اس کی ٹہنیوں کو آپس میں رگڑتے ہو تو اس سے آگ نکلتی ہے حالانکہ دونوں چیزیں آپس میں متضاد ہیں جو ذات سبز اور تروتازہ ٹہنی سے آگ نکال سکتی ہے کیا وہ مٹی سے بنے ہوئے انسان کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتی؟۔

یہ اشارہ مرخ اور عفار نامی دو درختوں کی طرف ہے جن کی ہری بھری ٹہنیوں کو لے کر اہل عرب ایک دوسرے پر مارتے تو ان سے آگ جھڑنے لگتی قدیم زمانے میں عرب کے بدو آگ جلانے کے لیے چقماق استعمال کرتے تھے اور ممکن ہے دور دراز کے صحراؤں میں رہنے والے بادیہ نشین آج کل بھی ایسا کرتے ہوں۔

⑤ قیامت کا منکر انسان اپنی سمجھ کے مطابق دوبارہ پیدا ہونے کو انوکھا اور بڑا کام سمجھتا ہے کیا وہ غور نہیں کرتا کہ زمین و آسمان اس کے وجود اور اس کی تخلیق کے اعتبار سے بڑے نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں پیدا کیا ہے اور وہ پوری مخلوق اور اس جیسی دوسری مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرسکتا ہے کیونکہ وہ بڑا ہی خلاّق اور علیم ہے اسے پیدا کرنے کے لیے کسی بنے بنائے نقشے اور میٹریل کی ضرورت نہیں جب وہ کسی کام یا چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف "کُنْ" کا لفظ بولتا ہے اور وہ چیز

عین اس کی مرضی کے مطابق بن جاتی ہے۔

مسائل

۱۔ منکرینِ قیامت کو بتلائیں کہ وہی ''اللہ'' انہیں دوبارہ پیدا کرے گا جس نے پہلی مرتبہ انہیں پیدا کیا ہے۔
۲۔ اسی نے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کی جس سے لوگ آگ حاصل کرتے ہو۔
۳۔ وہی ذاتِ کبریا ہے جس نے زمین وآسمانوں کو پیدا کیا ہے اور وہ جب چاہے اس جیسی مخلوق پیدا کرسکتا ہے۔
۴۔ صرف ایک ''اللہ'' ہی سب کچھ پیدا کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف کن فرماتا ہے اور وہ کام اس کی مرضی کے مطابق ہوجاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر کام کرنے پر قادر ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (البقرۃ:۲۰)
۲۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں وزمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران:۲۹)
۳۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائیگا وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ:۱۴۸)
۴۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے معاف کردے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ:۲۸۴)
۵۔ آسمان وزمین کی بادشاہت ''اللہ'' ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران:۱۸۹)
۶۔ اللہ ہر کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف:۲۱)
۷۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کیلئے ہے اللہ نے ہر چیز کو اپنے احاطہ قدرت میں لے رکھا ہے۔ (النساء:۱۲۶)
۸۔ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان سب چیزوں کو اللہ نے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ (النساء:۱۰۸)
۹۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ بے شک میرے رب نے جو تم کرتے ہو اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ (ھود:۹۲)
۱۰۔ جو وہ عمل کرتے ہیں اللہ نے اس کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (آل عمران:۱۲۰)
۱۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اپنے علم کے ذریعہ احاطہ کر رکھا ہے۔ (الطلاق:۱۲)
۱۲۔ اللہ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ (آلِ عمران:۲۷)
۱۳۔ اللہ جسے چاہتا ہے معزز اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ (آلِ عمران:۲۶)
۱۴۔ اللہ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ (الاحقاف:۳۳) ۱۵۔ اللہ سب کو مار کر دوسری مخلوق پیدا کرسکتا ہے۔ (النساء:۱۳۳)

فَسُبْحٰنَ	الَّذِيْ	بِيَدِهٖ	مَلَكُوْتُ	كُلِّ	شَيْءٍ
سو پاک ہے	وہ ذات	جس کے ہاتھ میں ہے	بادشاہی	ہر ایک	چیز کی

وَّاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾
اور اسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

''پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جانے والے ہو۔'' (۸۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے اور مشرک کے عقیدہ اور قیامت کے منکر کی سوچ سے اعلیٰ اور مبرّا ہے۔

مشرک کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اتنے وسیع وعریض نظام کو اکیلا نہیں چلا سکتا اس لیے اُسے معاونین کی ضرورت ہے قیامت کا منکر اس لیے جی اٹھنے سے انکار کرتا ہے کہ ایسا ہونا اس کے نزدیک بڑا محال ہے۔ ایسے لوگوں کے نظریات کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اپنی قوت وسطوت، اقتدار اور اختیار کا ذکر پورے جلال کے ساتھ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جس ذات کے بارے میں ضعیف اور کمزور تصورات رکھتے ہو اس کے اقتدار و اختیار کا عالم یہ ہے کہ ہر چیز کی بادشاہی اس کے پاس ہے، وہی سب کا مالک اور خالق ہے وہ اس قدر قادر مطلق ہے کہ تم چاہو یا نہ چاہو بالآخر تم سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس کا فرمان ہے:

{قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾}

(بنی اسرائیل: ۵۰، ۵۱)

''فرمادیں کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق جو تمہارے دلوں میں بڑی ہے عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں لوٹائے گا؟ فرمادیں جس نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا وہ آپ کے سامنے اپنے سر ہلائیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا؟ فرمادیں امید ہے کہ عنقریب ہوگا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری اور شرک سے پاک ہے۔ ۲۔ کائنات کے ذرّہ ذرّہ پر اس کی بادشاہی ہے۔
۳۔ وہی ہر چیز کا مالک اور خالق ہے اور سب نے اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

❀❀❀

سورۃ الصّٰفّٰت کا تعارف

یہ مکی سورۃ ہے اس کے پانچ رکوع ہیں جن میں ایک سو بیاسی آیات پائی جاتی ہیں۔

ربطِ سورۃ: سورۃ یٰسٓ کا اختتام اس مضمون پر ہوا کہ ہر چیز اس ''اللہ'' کے قبضہ میں ہے جس نے سب کو پہلی مرتبہ پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور سب نے اسی کے پاس حاضر ہونا ہے اس کے "کُنْ" کہنے پر ہر کام ہو جاتا ہے۔ سورۃ یٰسٓ میں نبی آخر الزمان ﷺ کی رسالت اور قیامت قائم ہونے کے ثبوت دیئے گئے ہیں۔ سورۃ الصّٰفّٰت کا مرکزی مضمون توحید ہے۔

ملائکہ کی قسم اٹھا کر فرمایا ہے کہ لوگو تمہارا معبود ایک ہی ہے اسی نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے پیدا کیا ہے اسی نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور شیاطین سے اس کی حفاظت فرمائی جو لوگ قیامت کے قائم ہونے کا انکار کرتے ہیں انہیں اور ان کے ہم عقیدہ اہل و عیال کو جہنم کے قریب کھڑا کر کے پوچھا جائے گا کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے تھے آج وہ کہاں ہیں وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ یہ بات سنتے ہی مُرید اپنے پیروں، ورکر اپنے لیڈروں، عابد اپنے معبودوں سے جھگڑنا شروع کر دیں گے وہ جہنم کے عذاب میں اکٹھے ہوں گے ان کے مقابلے میں جنتیوں کو ''جنتِ نعیم'' میں بڑی تکریم کے ساتھ رکھا جائے گا جنتی آپس میں بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے ہوں گے تو اچانک ایک جنتی کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست ہوتا تھا جو قیامت کو تسلیم نہیں کرتا تھا، اس پر اس سے پوچھا جائے گا کیا آپ اسے دیکھنا چاہتے ہیں وہ کہے گا ہاں میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کس حالت میں ہے اسے اس کا ساتھی جہنم میں دکھایا جائے گا جنتی اسے کہے گا اگر میں تیری بات مان لیتا تو میں بھی جہنم میں پڑا ہوتا۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم کے ساتھ گفتگو کا ایک حصہ بیان کیا گیا ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کے مقابلے میں قوم لاجواب ہوئی اور انہوں نے اُسے جلا دینے کا فیصلہ کیا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی گفتگو کا ذکر ہے جس کے نتیجے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا اور ایک دُنبے کی قربانی قبول فرمائی۔

سورۃ کے چوتھے رکوع میں حضرت موسیٰ، حضرت الیاس اور حضرت لوط علیہم السلام کا مختصر ذکر ہوا ہے اور آخری رکوع میں حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جانا اور صحیح سالم نکل کر اپنی قوم کے پاس واپس آنا بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں۔

سُوْرَةُ الصّٰفّٰت مَكِّيَّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا - ٥
اٰيَاتُهَا - ١٨٢

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

وَ	الصّٰٓفّٰتِ	صَفًّا ۙ(١)	فَالزّٰجِرٰتِ	زَجْرًا ۙ(٢)	فَالتّٰلِيٰتِ
قسم	صف بستہ کی	قطار باندھ کر	پھر ڈانٹنے والے	ڈانٹنا	پھر تلاوت کرنے والے

ذِكْرًا ۙ(٣)	اِنَّ	اِلٰهَكُمْ	لَوَاحِدٌ ؕ(٤)	رَبُّ	السَّمٰوٰتِ
نصیحت کی	بلاشبہ	تمہارا معبود	یقیناً ایک ہے	رب ہے	آسمانوں کا

وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	وَرَبُّ	الْمَشَارِقِ ؕ(٥)
اور زمین کا	اور جو کچھ	ان دونوں کے درمیان ہے	اور رب ہے	مشرقوں کا

''قطار در قطار صف باندھنے والے فرشتوں کی قسم۔(۱) پھر ان کی قسم جو ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں۔(۲) پھر اُن کی قسم جو تلاوت کرنے والے ہیں۔(۳) تمہارا معبودِ حقیقی ایک ہی ہے۔(۴) جو زمین اور آسمانوں اور اُن تمام چیزوں کا مالک ہے جو زمین و آسمان میں ہیں اور رب المشارق ہے۔''(۵)

فہم القرآن

سورہ یٰس کا اختتام اس بات پر ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر کہ وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرے کیونکہ ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے اس کے کن کہنے سے ہر چیز عین اس کی منشا کے مطابق معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ سورۃ صافات کی ابتدا میں اپنی قدرت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ'' وہ ذات ہے کہ جس کے سامنے ملائکہ قطار اندر قطار اور دست بستہ کھڑے رہتے ہیں وہی حقیقی الٰہ ہے اسی نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور ان کی حفاظت کا بندوبست فرمایا وہی قیامت کے دن انسان کو پیدا فرمائے گا۔

''اَلصّٰٓفّٰتِ'' کا معنی ہے صفیں باندھنے والے۔ ''اَلزّٰجِرٰتِ''، ڈانٹنے والے اور ''اَلتّٰلِيٰتِ'' تلاوت کرنے والے۔ رب ذوالجلال نے یہاں تین قسمیں اٹھائی ہیں جن کے بارے میں مفسرین کی غالب اکثریت کا خیال ہے کہ صفیں باندھنے والے، ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے اور اللہ کے ارشادات کو یاد رکھنے والوں سے مراد مخصوص ملائکہ ہیں جو اپنے رب کے حضور ہر وقت صف بستہ اور دست بستہ ہو کر کھڑے رہتے ہیں کہ کب ربِ ذوالجلال کا حکم صادر ہو اور ہم اس کی تعمیل میں کمر بستہ ہو جائیں یہ ملائکہ تعمیلِ حکم میں اپنے رب کے احکام کو مِنْ وعَنْ یاد رکھتے ہیں اور شیاطین سے پیغام کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے ملائکہ کی تین اقسام مراد لی ہیں۔

① اللہ کے حضور ہر وقت صف بستہ رہنے والے ② اللہ تعالیٰ کے احکام عرش معلیٰ سے نیچے پہنچانے والے ③ آسمانِ دنیا

تک پہنچنے والے شیاطین کا تعاقب کرنے والے۔ تدبرِ قرآن کے مفسر نے ملائکہ کی تین حالتیں مراد لیتے ہوئے لکھا ہے کہ بندے کی نماز میں یہی تین حالتیں ہوتی ہیں نماز میں پہلے صف بندی ہوتی ہے پھر اللہ تعالیٰ سے شیطان سے بچنے کے لیے حفاظت طلب کی جاتی ہے اور اس کے بعد اس کی حمد وستائش کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قسمیں اٹھانا:

آدمی کے لیے حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی قسم نہیں اٹھا سکتا۔ انسان دوسرے کے سامنے دو وجوہات کی بنا پر قسم اٹھاتا ہے اپنی بات میں پختگی پیدا کرنے اور سننے والے کے اعتماد میں اضافہ کرنے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے اس لیے وہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم اٹھائے اس کی ذات پر کسی قسم کی پابندی نہیں اور نہ ہی اسے اپنے بارے میں کسی کا اعتماد بڑھانے کی ضرورت ہے اس کی ذات حق اور اس کی ہر بات سچ ہے البتہ انسانی ذہن کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم اس لیے اٹھاتا ہے تاکہ انسان کے ذہن میں اس چیز یا اس کی تاریخی حیثیت کو اجاگر کیا جائے انسان بعد میں بیان ہونے والی بات پر پوری توجہ مبذول کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی قسمیں اس لیے کھائی ہیں کہ ہر دور میں ایسے لوگ رہے ہیں اور ہونگے جو ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے ہوئے ان کی عبادت کرتے ہیں گویا کہ ملائکہ کو اللہ کی ذات کا حصہ اور اس کی خدائی میں شریک سمجھتے ہیں۔ کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی کچھ ڈیوٹیاں لگا رکھی ہیں لیکن اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ وہ رب کی خدائی میں شریک ہو گئے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو پیدا کرنے والا ایک ہی رب ہے اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی رکوع وسجود کے لائق نہیں وہی عطا کرنے والا اور بگڑی بنانے والا ہے اور نظامِ کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔

یہاں "مَشَارِقُ" کا لفظ لا کر واضح فرمایا ہے کہ بے شک سورج مشرق کی جانب سے طلوع ہوتا ہے لیکن معلوم ہونا چاہیے سورج ہمیشہ مشرق کے ایک ہی مقام سے طلوح نہیں ہوتا بلکہ ہر روز اپنی جگہ بدلتا ہے جسے موجودہ سائنسدان اور فلکیات کے ماہرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے "مَشَارِقُ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے عربی میں "مَشَارِقُ" کا لفظ فاصلے کی طوالت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلاَئِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ، قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ»

(رواه البخاری: باب قَوْلِهِ إِلاَّ مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو اس کے رعب کی وجہ سے فرشتوں کے پروں میں آواز پیدا ہوتی ہے جیسے صاف پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچنے سے آواز

نکلتی ہے۔ جب ملائکہ کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، آپ کے پروردگار نے کیا فرمایا؟ اُوپر والے ملائکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بیان کرتے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد جو بلند و بالا ہے۔

«عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَذْھَبُ ھٰذِہٖ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّھَا تَذْھَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَیُؤْذَنُ لَھَا وَیُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا تُقْبَلُ مِنْھَا وَتَسْتَاْذِنُ فَلَا یُؤْذَنُ لَھَا وَیُقَالُ لَھَا ارْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِھَا فَذَالِكَ قَوْلُہٗ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا قَالَ مُسْتَقَرُّھَا تَحْتَ الْعَرْشِ»

(رواہ البخاری: باب صِفَۃِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ مکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے جب سورج غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے آپ ﷺ نے فرمایا: سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے اسے اجازت مل جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو وہ طلوع ہونے کی اجازت چاہے مگر اس کو اجازت نہ ملے اسے حکم ہو کہ جدھر سے آیا اسی طرف سے طلوع ہو جاؤ چنانچہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جاتا ہے آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے۔''

مسائل

۱۔ ملائکہ اپنے رب کے حضور صف بستہ اور دست بستہ حاضر رہتے ہیں۔

۲۔ ملائکہ اپنے رب کے احکام کو یاد رکھنے اور انہیں آسمان دنیا تک پہنچاتے ہیں۔

۳۔ ملائکہ اپنے رب کے حکم پر شیطان کا تعاقب کرتے ہیں۔

۴۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ ایک رب کا پیدا کردہ اور اس کی ملکیت ہے۔

۵۔ زمین آسمان اور ہر چیز کا رب ہی الٰہ حقیقی ہے بس اسی کی ہی عبادت کرنا اور اسی سے ہی مانگنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

الٰہ ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں:

۱۔ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔ (النساء: ۸۷) ۲۔ معبودِ حقیقی صرف ایک اللہ ہے۔ (النساء: ۱۷۱)

۳۔ اللہ کے علاوہ کوئی خالق نہیں۔ (فاطر: ۳) ۴۔ اللہ رحمان اور رحیم ہے۔ (الفاتحۃ: ۳)

۵۔ اللہ ہی رزّاق ہے۔ (الذّاریات: ۵۸) ۶۔ اللہ ہی مشکل کشا ہے۔ (الانعام: ۱۷)

اِنَّا	زَيَّنَّا	السَّمَآءَ	الدُّنْيَا	بِزِيْنَةِ	الْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾	وَحِفْظًا
بیشک ہم نے مزین کیا	آسمان کو	دنیا والے	آرائش کے ساتھ	ستاروں کی		اور حفاظت

مِّنْ	كُلِّ	شَيْطٰنٍ	مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾	لَا	يَسَّمَّعُوْنَ	اِلَى
سے	ہر	شیطان	سرکش	نہ	وہ سن پائیں	طرف

الْمَلَاِ	الْاَعْلٰى	وَيُقْذَفُوْنَ	مِنْ	كُلِّ	جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾	دُحُوْرًا
سرداروں کی	بالا	اور پھینکے جاتے	سے	ہر	جانب	بھگانے کے لیے

وَّلَهُمْ	عَذَابٌ	وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾	اِلَّا	مَنْ	خَطِفَ	الْخَطْفَةَ
اوران کے لیے	عذاب ہے	ہمیشہ رہنے والا	مگر	جو	اچک لے	جھٹ

فَاَتْبَعَهٗ	شِهَابٌ	ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾
تو اس کے پیچھے لگتا ہے	ستارہ	چمکتا

''یقیناً ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے خوبصورت بنایا ہے۔(۶) اور ہر شیطان سرکش سے اس کو محفوظ کر دیا۔(۷) یہ شیاطین ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سُن سکتے کیونکہ انہیں ہر طرف سے مار پڑتی ہے۔(۸) اور ان کی مسلسل سزا ہے۔(۹) تاہم ان میں سے کوئی کچھ لے اڑے تو ایک بھٹکتا ہوا شعلہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔''(۱۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس رب نے آسمانوں کو بنایا ہے اسی نے پہلے آسمان کو ستاروں سے روشن فرمایا ہے اور اس کی حفاظت کا بندوبست بھی کیا ہے۔

قرآن مجید نے یہ بات کئی مقامات پر بیان فرمائی ہے کہ آسمانِ دنیا یعنی پہلا آسمان جو لوگوں کو نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ستاروں سے مزّین فرمایا ہے ستاروں کے دو فائدے اور بھی ذکر فرمائے ہیں ان سے لوگ راستوں کی راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور انہی سے آسمان دنیا کی حفاظت کا بندوبست کیا گیا ہے شیاطین آسمانِ دنیا کے دروازوں کے قریب جا کر ملائکہ کی گفتگو سننا چاہتے ہیں تو ستارے شیاطین پر انگارے بن کر برستے ہیں اس طرح شیاطین پر مستقل طور پر عذاب مسلّط کر دیا گیا ہے۔

اس بندوبست سے پہلے شیاطین آسمان کے قریب جا کر ملائکہ کی کچھ نہ کچھ باتیں سن کر کاہنوں، نجومیوں اور اس قسم کے لوگوں کے دلوں میں جھوٹ، سچ ملا کر کوئی نہ کوئی بات القا کرتے تھے جسے آٹھویں پارے میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل جھوٹ کی طرف مائل ہوں اور وہ اسے پسند کریں اور تاکہ وہ برائیاں کریں جو یہ کر رہے ہیں۔''(الانعام: ۱۱۳)

اسی بات کو اہلِ مکہ نبی ﷺ پر چسپاں کرتے اور کہتے تھے کہ محمد ﷺ کے پاس فرشتہ نہیں بلکہ جنات آتے ہیں جو پہلے لوگوں کے واقعات سنانے کے ساتھ اسے مزید باتیں بتاتے ہیں اس الزام کی یہاں خاص انداز میں تردید کی گئی ہے۔ انیسویں پارے میں کھلے الفاظ میں وضاحت فرمائی۔

''کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے اور بدکردار پر اترتے ہیں اور سنی سنائی باتیں پہنچاتے ہیں۔'' (الشعراء:۲۲۱ تا ۲۲۳)

ستاروں کے بارے میں کیا عقیدہ ہونا چاہیے:

''حضرت خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ مقام پر ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو ہونے والی بارش کے اثرات فضا میں نمایاں تھے نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور صحابہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے صحابہ نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا کچھ بندوں نے ایمان کی حالت میں صبح کی اور کچھ نے کفر کی حالت میں۔ جس نے کہا اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے ستاروں کا انکار کیا اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی اس نے میرا انکار کیا اور وہ ستاروں پر ایمان لایا۔''

(رواہ البخاری: باب یَستَقبِلُ الإِمَامَ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ)

تفسیر بالقرآن

ستاروں کا بیان اور ان کے فوائد:

۱۔ وہ ذات جس نے ستاروں کو اندھیروں میں تمہاری رہنمائی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ (الانعام:۹۷)

۲۔ لوگ ستاروں کی علامات سے راہ پاتے ہیں۔ (النحل:۱۶)

۳۔ چاند، سورج اور ستارے اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔ (الاعراف:۵۴)

۴۔ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے انھیں خوبصورت بنایا۔ (الحجر:۱۶)

۵۔ بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں بُرج بنائے۔ (الفرقان:۶۱)

۶۔ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے خوبصورت بنایا ہے۔ (الصّٰفّٰت:۶)

۷۔ ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور شیطانوں سے محفوظ فرمایا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۱۲)

۸۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا اور سجایا ہے۔ (قٓ:۶)

۹۔ جنات نے کہا کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا پایا ہے۔ (الجن:۸)

فَاسْتَفْتِهِمْ	اَهُمْ	اَشَدُّ	خَلْقًا	اَمْ	مَّنْ	خَلَقْنَا ؕ
پس آپ پوچھیے ان سے	کیا وہ	زیادہ سخت ہیں	پیدائش کے لحاظ سے	یا	جن کو	ہم نے پیدا کیا
اِنَّا	خَلَقْنٰهُمْ	مِّنْ	طِيْنٍ	لَّازِبٍ ⑪	بَلْ	عَجِبْتَ
بے شک ہم	نے پیدا کیا ان کو	سے	مٹی	چپکتی	بلکہ	آپ نے تعجب کیا
وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ ۖ	وَاِذَا	ذُكِّرُوْا	لَا	يَذْكُرُوْنَ ⑬ ۖ	وَاِذَا	
اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں ۔	اور جب	وہ نصیحت کیے جاتے ہیں	نہیں	وہ نصیحت قبول کرتے	اور جب	
رَاَوْا	اٰيَةً	يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ ۖ	وَقَالُوْٓا	اِنْ	هٰذَآ	
وہ دیکھتے ہیں	کوئی نشانی	تو وہ مذاق اڑاتے ہیں	اور انہوں نے کہا	نہیں ہے	یہ	

ان سے پوچھیں ان کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا اُن چیزوں کی جو ہم نے پیدا کی ہیں ہم نے انہیں چپکنے والے لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔(۱۱) آپ ان کا مذاق اُڑانے پر تعجب کرتے ہیں۔(۱۲) جب انہیں سمجھایا جاتا ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے۔(۱۳) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اسے مذاق کرتے ہیں۔(۱۴) اور کہتے ہیں یہ

فہم القرآن

ربطِ کلام: زمین وآسمانوں کی تخلیق، سورج کے طلوع وغروب اور ستاروں کا حوالہ دے کر انسان کو دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت دیا گیا ہے۔

سورہ یٰس کا اختتام اس مسئلہ پر ہوا تھا کہ جس رب نے زمین آسمانوں کو بنایا ہے اس کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کس طرح مشکل ہوسکتا ہے۔ سورہ صافات کی ابتدا میں تین قسمیں کھا کر بتلایا کہ معبودِ حقیقی ایک ہی ہے جس نے زمین و آسمانوں کو بنایا اور آسمانِ دنیا کو ستاروں سے سجایا اور ان کے ذریعے آسمانِ دنیا کی حفاظت کا بندوبست فرمایا ہے۔ اب آخرت کے منکر سے استفسار فرمایا ہے کہ وسیع وعریض زمین اور اتنے بڑے آسمانوں کو پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا انسان کو دوبارہ پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے۔ اے انسان ذرا سوچ کہ تجھے صرف چپکنے والے گارے سے پیدا کیا گیا ہے تمام انسانوں کی ابتدا آدم علیہ السلام سے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ ستاروں کا ذکر فرما کر بات مزید کھول دی ہے کہ جو رب لاکھوں، کروڑوں کی تعداد میں بڑے بڑے ستارے پیدا کرتا اور انہیں شہابِ ثاقب کی صورت میں گراتا اور ختم کرتا رہتا ہے کیا اسے انسان جیسی ناچیز شے کو پیدا کرنا مشکل ہے؟۔

''کیا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا! لوگوں کے دوبارہ پیدا کرنے سے بڑا کام نہیں ہے؟ ظاہر ہے کہ انسان کو پیدا کرنا زمین وآسمانوں، ستاروں اور سیاروں سے پیدا کرنا بہت آسان ہے لیکن بہت سے لوگ یہ حقیقت نہیں جانتے۔''(المومن: ۵۷)

اِلَّا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾	ءَاِذَا	مِتْنَا	وَكُنَّا
مگر	جادو	صریح	کیاجب	ہم مرجائیں گے	اورہم ہوجائیں گے
تُرَابًا	وَّعِظَامًا	ءَاِنَّا	لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾	اَوَ	اٰبَآؤُنَا
مٹی	اور ہڈیاں	کیا بلاشبہ ہم	البتہ اٹھائے جائیں گے	کیا	ہمارے باپ دادا
الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾	قُلْ	نَعَمْ	وَاَنْتُمْ	دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾	
پہلے	فرمادیجیے	ہاں	اورتم	بے بس ہو	

کھلا جادو ہے۔(۱۵) کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ جب ہم مرکر مٹی بن جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے تو ہم پھر زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔(۱۶) اور کیا ہمارے پہلے آباؤ اجداد بھی اُٹھائے جائیں گے۔؟(۱۷) ان سے کہو ہاں اور تم اللہ کے مقابلے میں بے بس ہو۔(۱۸)

یاد رہے کہ ہر روز لاکھوں کی تعداد میں ستارے معرضِ وجود میں آتے ہیں اور مٹتے رہتے ہیں جنہیں فلکیات کا علم رکھنے والے سائنسدان بھی تسلیم کرتے ہیں مگر اس کے باوجود کافر اس حقیقت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ جب انہیں بعث بعد الموت کے دلائل دیئے جاتے ہیں تو نبی علیہ السلام کو جادوگر قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کیا ہم مرکر مٹی کے ساتھ مٹی ہوجائیں گے تو ہمیں اور ہمارے آباء واجداد کو پھر زندہ کیا جائے گا۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بتادیں کہ ہاں صرف زندہ ہی نہیں کیا جائیگا بلکہ تمہیں ذلیل کر کے اٹھایا جائیگا۔ تم اپنے خالق کے سامنے بے بس ہوگے۔

مسائل

۱۔ زمین وآسمانوں کی تخلیق سے کہیں بڑھ کر انسان کو دوبارہ پیدا کرنا آسان ہے۔

۲۔ جو لوگ آخرت کے منکر ہیں انہیں ذلیل کر کے اٹھایا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

دوبارہ زندہ ہونے کے عقلی اور مشاہداتی دلائل:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے مقتول کو زندہ فرمایا۔(البقرۃ:۷۳) ۲۔ حضرت عزیر علیہ السلام اور ان کے گدھے کو سو سال کے بعد زندہ فرمایا۔(البقرۃ:۲۵۹) ۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں چار پرندوں کو زندہ فرمایا۔(البقرۃ:۲۶۰)

۴۔ اصحابِ کہف کو تین سو نو سال کے بعد اٹھایا۔(الکہف:۲۵) ۵۔ عیسیٰ نے اللہ کے حکم سے مردہ زندہ کیا:(المائدۃ:۱۱۰)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا۔(البقرۃ:۲۴۳)

۷۔ وہ کہتے ہیں ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرمادیجیے جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے۔(بنی اسرائیل:۵۱)

۸۔ ہم نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔(طٰہٰ:۵۵)

فَاِنَّمَا	هِيَ	زَجْرَةٌ	وَّاحِدَةٌ	فَاِذَا هُمْ	يَنْظُرُوْنَ ⑲
سوصرف	یہ	زوردار ڈانٹنا ہے	ایک مرتبہ	پھر یکا یک وہ	دیکھتے ہوں گے
وَقَالُوْا	يٰوَيْلَنَا	هٰذَا	يَوْمُ	الدِّيْنِ ⑳	هٰذَا	يَوْمُ
اورانہوں نے کہا	ہائے افسوس ہمارے لیے	یہی	دن ہے	جزا کا	یہی	دن ہے
الْفَصْلِ	الَّذِيْ	كُنْتُمْ	بِهٖ	تُكَذِّبُوْنَ ㉑ ع		
فیصلے کا	وہ جو	تم تھے	جس کو	جھٹلاتے		

ع ۱ ۲۱ ۵

''بس ایک ہی جھڑکی دی جائے گی اور یکا یک وہ دیکھ رہے ہوں گے۔(۱۹) اُس وقت کہیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو قیامت کا دن ہے۔(۲۰) کہا جائے گا یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس قیامت کا لوگ انکار کرتے ہیں اس کا آغاز اس طرح ہوگا۔

اللہ تعالیٰ قیامت برپا کرنے کا فیصلہ فرمائے گا جس کا دن اور وقت مقرر کیا جا چکا ہے جوں ہی وہ دن اور گھڑی آئے گی تو اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ صور میں پھونک مارنے کی دیر ہوگی تو زمین میں ایسے زلزلے ہوں گے جس سے پہاڑ روئی کی طرح اڑنے شروع ہوں گے دیکھتے ہی دیکھتے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اس کے بعد نہ معلوم کتنی مدت مخلوق فنا رہے گی اس کے بعد اسرافیل کو دوبارہ صور میں پھونک مارنے کا حکم ہوگا۔ اس کے پھونک مارنے کے ساتھ ہی لوگ قبروں سے اٹھنا شروع ہوں گے۔ اس وقت قیامت کے منکروں کو یقین ہو جائے گا کہ یہ وہی دن ہے جس کی ہم تکذیب کیا کرتے تھے پھر کہیں گے کہ ہم پر افسوس یہ تو فیصلے کا دن آ پہنچا ہے۔

تفسیر بالقرآن

دوسرے صور کے بعد مُردوں کا زندہ ہونا:

۱۔ پہلے نفخہ سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور دوسرے نفخہ سے تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے۔(الزمر:۶۸)

۲۔ دوسرے نفخہ کے ساتھ ہی تمام لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چل پڑیں گے۔(یٰس:۵۱)

۳۔ ایک چیخ سے ہی تمام لوگ ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔(یٰس:۵۳)

۴۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تم گروہ در گروہ چلے آؤ گے۔(النبا:۱۸)

۵۔ جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو جمع کر لیں گے۔(الکہف:۹۹)

۶۔ صور پھونک دیا جائے گا اور وہی دن عذاب کے وعدے کا ہوگا ہے۔(ق:۲۰)

اُحْشُرُوا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	وَ اَزْوَاجَهُمْ	وَمَا	كَانُوْا	يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾
تم اکٹھا کرو	ان لوگوں کو	انہوں نے ظلم کیا	اوران کے جوڑوں کو	اور جن کی	وہ تھے	عبادت کرتے
مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	فَاهْدُوْهُمْ	اِلٰى	صِرَاطِ	الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾
سے	سوا	اللہ کے	پھرتم لے جاؤان کو	طرف	راستہ کی	جہنم کے
وَقِفُوْهُمْ	اِنَّهُمْ	مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾	مَا لَكُمْ	لَا	تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾	
اورتم ٹھہراؤان کو	بلاشبہ یہ	باز پرس کیے جائیں گے	کیا تمہیں ہوا	نہیں	تم ایک دوسرے کی مدد کرتے	
بَلْ	هُمُ	الْيَوْمَ	مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾	وَ اَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ	عَلٰى بَعْضٍ
بلکہ	وہ	آج	فرمانبردار ہیں	اورمتوجہ ہوگا	بعض ان کا	پر بعض
يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾	قَالُوْٓا	اِنَّكُمْ	كُنْتُمْ	تَاْتُوْنَنَا	عَنِ	الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾
ایک دوسرے سے پوچھیں گے	انہوں نے کہا	بے شک تم	تھے	آتے ہمارے پاس	سے	دائیں

''حکم ہوگا ٹھہراؤ سب ظالموں اوران کی بیویوں اور اُن معبودوں کو جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر بندگی کیا کرتے تھے۔(۲۲) بس انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ۔(۲۳) حکم ہوگا کہ ذرا انہیں ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھنا ہے۔(۲۴) تمہیں کیا ہے کہ اب ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔(۲۵) آج یہ اپنے آپ اور ایک دوسرے کو حوالے کیے جارہے ہیں۔(۲۶) اس کے بعد یہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے اور آپس میں بحث وتکرار کریں گے۔(۲۷) پیروی کرنے والے اپنے پیشواؤں سے کہیں گے تم ہمارے پاس سیدھے رُخ سے آتے تھے۔(۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جب قیامت کے دن تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو قیامت کو جھٹلانے والوں سے سوال ہوگا۔

حساب وکتاب کے بعد مجرمین کا فیصلہ ہو چکا ہوگا کہ انہیں جہنم میں داخل کر دیا جائے ملائکہ انہیں ہانک کر جہنم کی طرف لے جارہے ہونگے تو ذاتِ کبریاء کی طرف سے حکم ہوگا کہ انہیں چند لمحے ٹھہرایا جائے جہنمی سوچیں گے کہ شاید ہمیں کوئی رعایت دی جارہی ہے ابھی وہ سوچ ہی رہے ہوں گے کہ ربِ ذوالجلال ارشاد فرمائیں گے کہ تمہیں کیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ اگر ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو تو کرو! اس وقت حالت یہ ہوگی کہ پیر اور ان کے مرید، لیڈر اور ان کے ورکر، عابد، اور ان کے معبود علماء سو اور ان کے بدعقیدہ مقتدی سب کے سب فرمانبرداری کا اظہار کر رہے ہوں گے۔ ربِ ذوالجلال کا ارشاد سنتے ہی یہ لوگ اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ آج ہماری مدد کیوں نہیں کرتے ہو؟ دنیا میں ہمارے پاس آکر بڑے بڑے دعوے کرتے اور ہمیں امیدیں دلایا اور کہا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے خیر خواہ ہیں اور آخرت میں بھی

قَالُوْا	بَلْ	لَّمْ	تَكُوْنُوْا	مُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٩﴾ ج	وَمَا	كَانَ
انہوں نے کہا	بلکہ	نہیں	تم تھے	ایمان لانے والے	اور نہیں	تھا
لَنَا	عَلَيْكُمْ	مِّنْ سُلْطٰنٍ ج	بَلْ	كُنْتُمْ	قَوْمًا	
ہمارے لیے	تم پر	کوئی زور	بلکہ	تھے تم	لوگ	
طٰغِيْنَ ﴿٣٠﴾	فَحَقَّ	عَلَيْنَا	قَوْلُ	رَبِّنَا ق	اِنَّا	لَذَآئِقُوْنَ ﴿٣١﴾
سرکشی کرنے والے	ثابت ہوگئی	ہم پر	بات	ہمارے رب کی	بے شک ہم	البتہ چکھنے والے ہیں
فَاَغْوَيْنٰكُمْ	اِنَّا	كُنَّا	غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾	فَاِنَّهُمْ	يَوْمَئِذٍ	فِي
پس ہم نے گمراہ کیا تمہیں	بلاشبہ	ہم تھے	گمراہ	سو بے شک وہ	اس دن	میں
الْعَذَابِ	مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَفْعَلُ	بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾	
عذاب	اکٹھے ہوں گے	بے شک ہم	اسی طرح	کرتے ہیں	مجرمین کے ساتھ	

وہ جواب دیں گے تم تو خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔(۲۹) ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا بلکہ تم خود ہی سرکش تھے۔(۳۰) آخر کار ہم اپنے رب کے اس فرمان کے مستحق ہو گئے کہ ہم عذاب کا مزا چکھنے والے ہیں۔(۳۱) سو ہم نے تمہیں بہکایا ہم خود بہکے ہوئے تھے۔(۳۲) اس طرح وہ سب اُس دن عذاب میں اکٹھے ہوں گے۔(۳۳) ہم مجرموں کے ساتھ یہی سلوک کیا کرتے ہیں۔''(۳۴)

تمہارے نجات دہندہ ہوں گے۔ بالخصوص جھوٹے پیر اور بُرے علماء یہ بات کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ مرشد کے بغیر ہدایت نصیب نہیں ہوتی اور مرشد ہی قیامت کے دن اپنے مریدوں کی نجات کا ذمہ دار ہوگا اس امید کی بنیاد پر مرید اپنے پیروں کو ورکرا اپنے لیڈروں کو کہیں گے کہ آج ہماری چارہ جوئی کرو کیونکہ تم دنیا میں ہماری نجات کی ذمہ داری کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔عربی زبان میں "یَمِیْنٌ" کے کئی معانی ہیں جن میں مشہور تین ہیں۔

① "یَمِیْنٌ" کا معنٰی دایاں ہاتھ یا جانب ② قسم ③ غلام۔ گویا کہ جہنمی کہیں گے کہ ہم تو کسی نہ کسی طرح تمہارے غلام یعنی ماتحت تھے اور تم ہی نے قسمیں اٹھا، اٹھا کر ہمیں گمراہ کیا تھا لہذا اب ہماری چارہ جوئی کرو!

"مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کی وضاحت اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ کی جا چکی ہے موقع کی مناسبت سے یہاں پھر مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

① "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں حائل ہوتی ہو یا اسے حائل کر لیا جائے اس میں وہ بُت اور مجسمے بھی شامل ہیں جن کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے اور ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ قیامت کے دن انہیں بھی جہنم میں جھونک دیا جائے گا تا کہ انہیں متبر سمجھنے والے

اپنی آنکھوں سے ان کا حشر دیکھ سکیں یہ بت جہنم کے انگارے بن کر مجرموں کی سزا میں اضافہ کا باعث ثابت ہوں گے۔

② "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے مراد ہر قسم کے گمراہ پیر، حکمران، لیڈر اور مرشد ہیں جنہوں نے اپنے چاہنے والوں کو راہِ راست سے گمراہ کیا یا گمراہی کا ماحول پیدا کیا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور بزرگانِ دین جہنم سے محفوظ ہوں گے بے شک لوگوں نے ان کے نام سے شرک کیا اور بدعات ورسومات رائج کیں یہ بزرگ اس لیے جہنم سے دور رکھے جائیں گے کیونکہ وہ لوگوں کو شرک وبدعات سے منع کرتے تھے۔

جہنم کی ہولناکیاں دیکھ کر پیر اپنے مریدوں، عابد اپنے معبودوں اور لیڈر اپنے ورکروں، علماء اپنے مقتدیوں کو کہیں گے تمہاری گمراہی میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں کیونکہ تم خود ہی ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے تمہیں گمراہ کرنے میں ہمیں کوئی اختیار نہ تھا تم تو خود ہی اللہ اور اس کے رسول کے نافرمان تھے حقیقت یہ ہے کہ ہم سب پر ہمارے رب کا فرمان سچ ثابت ہوا اس کے ساتھ ہی وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ ہم نے تمہیں اس طرح گمراہ کیا جس طرح ہم خود گمراہ تھے اس طرح عذاب پانے والے ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم مجرموں کو اس طرح ہی سزا دیتے ہیں۔

مسائل

۱۔ جہنمیوں کو ایک جگہ جمع کر کے آخری مرتبہ سوال ہوگا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟

۲۔ جہنمی اپنے گناہوں کی ذمہ داری اپنے راہنماؤں پر عائد کریں گے۔

۳۔ جہنمیوں کے پیشوا گناہوں کی ذمہ داری اٹھانے سے انکار کریں گے۔

تفسیر بالقرآن

محشر کے میدان میں جہنمیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تکرار کرنا:

۱۔ قیامت کے دن معبودانِ باطل اپنی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ (یونس:۲۸)

۲۔ قیامت کے دن مشرک اپنے شرکاء کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہم ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کے معبود انکار کریں گے۔ (النحل:۸۶)

۳۔ قیامت کے دن مشرک اپنے معبودان کو دیکھ کر کہیں گے ہمیں یہ گمراہ کرنے والے تھے۔ (القصص:۶۳)

۴۔ قیامت کے دن پیر اپنے مریدوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ (البقرۃ:۱۶۶)

۵۔ جہنم میں داخل ہونے والے اپنے سے پہلوں کو دیکھ کر کہیں گے ہمیں گمراہ کرنے والے یہی لوگ تھے الٰہی انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔ (الاعراف:۳۸)

اِنَّهُمْ	كَانُوْٓا	اِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	لَآ
بلاشبہ وہ	تھے	جب	کہا گیا	ان کے لیے	نہیں

اِلٰهَ	اِلَّا	اللّٰهُ	يَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ﴿٣٥﴾	وَيَقُوْلُوْنَ	اَئِنَّا
کوئی معبود	مگر	اللہ	وہ تکبر کرتے ہیں	اور وہ کہتے تھے	کیا بے شک ہم

لَتَارِكُوْٓا	اٰلِهَتِنَا	لِشَاعِرٍ	مَّجْنُوْنٍ ۭ﴿٣٦﴾	بَلْ
البتہ چھوڑ دیں	اپنے معبودوں کو	شاعر کے لیے	دیوانے	بلکہ

جَآءَ	بِالْحَقِّ	وَصَدَّقَ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾	اِنَّكُمْ
وہ آیا	حق کے ساتھ	اور اس نے تصدیق کی	رسولوں کی	بے شک تم

لَذَآئِقُوا	الْعَذَابِ	الْاَلِيْمِ ۚ﴿٣٨﴾	وَمَا	تُجْزَوْنَ
ضرور چکھو گے	عذاب	دردناک	اور نہیں	تم بدلہ دیے جاؤ گے

اِلَّا	مَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾
مگر	جو	تم تھے	عمل کرتے

''یہ وہ لوگ تھے کہ جب اِن سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے۔(۳۵) اور کہتے تھے کیا ہم ایک شاعر اور مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟۔(۳۶) حالانکہ وہ حق لے کر آیا اور اس نے پہلے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔(۳۷) یقیناً تم دردناک سزا کا مزا چکھنے والے ہو۔(۳۸) اور تمہیں جو سزا دی جارہی ہے وہ انہی اعمال کے سبب ہے جو تم کرتے رہے ہو۔''(۳۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کا سب سے بڑا جرم۔

جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے کا سب سے بڑا جرم یہ ہوگا کہ وہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے منکر ہوں گے دنیا میں جب بھی ایسے لوگوں کو انبیائے کرام یا ان کے سچے جانشینوں نے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی دعوت دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے تو لوگوں کی غالب اکثریت نے اس دعوت کے ساتھ تکبر کا مظاہرہ کیا۔ مشرک کی عادت ہے کہ جوں ہی اسے توحیدِ خالص کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ منہ بسورتا اور تکبر کا اظہار کرتا ہے۔ دعوتِ توحید کے ساتھ تکبر کرنے والوں نے انبیائے کرام علیہم السلام اور نبی آخر الزماں کی دعوت کو یہ کہہ کر ٹھکرایا کیا ہم اس شاعر اور دیوانے کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ اس الزام اور خرافات کے ساتھ انہوں نے یہ بھی پراپیگنڈہ کیا کہ ہمارے لیے اس نبی کی دعوت انوکھی ہے حالانکہ ان کی دیگر ہرزہ سرائی کی طرح یہ بات بھی سراسر جھوٹ تھی اور ہے کیونکہ نبی آخر الزماں ﷺ صرف دعوتِ حق پیش کرنے والے نہیں تھے بلکہ پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق بھی فرماتے تھے۔

{ وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ } (صٓ: ۴تا۷)

''ان کو تعجب ہوتا ہے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک آدمی سمجھانے والا آیا اور منکر کہتے ہیں کہ یہ جادوگر اور بڑا جھوٹا ہے۔ اس نے تمام معبودوں کو چھوڑ کر ایک معبود بنالیا ہے کچھ شک نہیں کہ یہ عجیب بات ہے۔ ان کے سردار کہنے لگے کہ اپنے معبودوں پر جمے رہو اس کے پیچھے تو کوئی غرض دکھائی دیتی ہے۔''

نبی کریم ﷺ کو کافر اس لیے دیوانہ کہتے تھے کہ اس شخص کی معاشرے میں بہت عزت بنی ہوئی تھی لیکن اس نے محض اپنی دعوت کی خاطر ساری عزت برباد کر لی ہے اور دیوانوں کی طرح ایک ہی بات دُھرائے جاتا ہے وہ اس لیے بھی آپ کو دیوانہ کہتے تھے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی خدا اتنی بڑی کائنات کا نظام اکیلا چلا سکے، وہ آپ کو اس لیے بھی دیوانہ کہتے تھے کہ ہر قسم کی پیشکش کی ہے لیکن یہ دیوانوں کی طرح ہر بات کو ٹھکراتے جا رہا ہے۔ ان کے بارے میں حکم ہے کہ یہ ضرور اذیت ناک عذاب میں مبتلا ہوں گے اور یہ ان کی ان کے کیے کی سزا ہوگی۔

مسائل

۱۔ لوگوں کی غالب اکثریت دعوتِ توحید کے ساتھ تکبر کرتی ہے۔

۲۔ مشرکین اور کفار نے نبی ﷺ کو دیوانہ اور شاعر ہونے کا الزام دیا۔

۳۔ کفار نے نبی ﷺ کی دعوت کو انوکھی بات قرار دیا۔ ۴۔ نبی ﷺ تمام انبیائے علیہم السلام کی تصدیق کرنے والے تھے۔

تفسیر بالقرآن

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ منکرین کا روّیہ:

۱۔ جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔ (الصافات: ۳۵)

۲۔ جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل جل اٹھتے ہیں۔ (الزمر: ۴۵)

۳۔ جب تنہا ایک رب کی طرف بلایا جاتا ہے تو مشرکین اس دعوت کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ (المؤمن: ۱۲)

۴۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کو سجدہ کرو تو وہ انکار کرتے ہوئے مزید نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ (الفرقان: ۶۰)

۵۔ جب قرآن میں آپ کے اکیلے رب کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ اپنی پیٹھوں کے بل بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۴۶)

۶۔ جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے آباء واجداد کی پیروی کریں گے۔ (البقرۃ: ۱۷۰)

اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	رِزْقٌ
مگر	بندے	اللہ کے	خالص کیے ہوئے	یہی لوگ	ان کے لیے	رزق ہے

مَّعْلُوْمٌ ﴿٤١﴾	فَوَاكِهُ ۚ	وَهُمْ	مُّكْرَمُوْنَ ﴿٤٢﴾	فِيْ	جَنّٰتِ	النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾
معلوم	پھل	اور وہ	معزز ہوں گے	میں	باغوں	نعمت کے

عَلٰى	سُرُرٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٤﴾	يُطَافُ	عَلَيْهِمْ	بِكَاْسٍ	مِّنْ
پر	تختوں	ایک دوسرے کے سامنے	پھرایا جائے گا	ان پر	جام	سے

مَّعِيْنٍ ﴿٤٥﴾	بَيْضَآءَ	لَذَّةٍ	لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٤٦﴾	لَا	فِيْهَا	غَوْلٌ
جاری چشمے	سفید	لذت والا	پینے والوں کے لیے	نہ ہوگا	اس میں	چکرانا

وَّلَا	هُمْ	عَنْهَا	يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾	
اور نہ	وہ	اس سے	مدہوش ہوں گے	

''مگر اللہ کے مخلص بندے بُرے انجام سے محفوظ ہوں گے۔(۴۰) ان کے لیے جانا پہچانا رزق ہے۔(۴۱) ہر طرح کے پھل ہونگے۔(۴۲) وہ عزت کے ساتھ رکھے جائیں گے۔(۴۳) صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔(۴۴) شراب کے چشموں سے پیالے بھر بھر کر ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔(۴۵) شفاف شراب جو پینے والوں کے لیے لذت دار ہوگی۔(۴۶) نہ انہیں اُس سے چکر آئے گا اور نہ ہی ان کی عقل میں فتور پیدا ہوگا۔''(۴۷)

فہم القرآن

ربط کلام: جہنمیوں کے مقابلے میں جنت میں داخل ہونے والوں کا مقام اور احترام۔

قرآن مجید نے اپنے دلنشین اسلوب کے تحت یہاں بھی دو قسم کے افراد اور ان کے انجام کا تقابل پیش کیا ہے۔ جہنمیوں کے مقابلے میں جنتیوں کے لیے اللہ کے مخلص بندوں کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ مخلصین کے القاب سے یہ ثابت کیا ہے کہ جنت میں وہی لوگ داخل ہو پائیں گے جن کے عقیدہ اور کردار میں شرک کی ملاوٹ نہ ہوگی اور نہ ہی وہ نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کے مرتکب ہوں گے بلکہ یہ لوگ انتہائی فرمانبردار اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ ان کے لیے انواع واقسام کا رزق ہوگا جو انہیں بڑے اہتمام اور تکریم کے ساتھ پیش کیا جائے گا وہ نعمتوں بھری جنت میں ہوں گے اور اس میں بہترین صوفوں پر ایک دوسرے کے سامنے تشریف فرما ہو کر شراب کے جام لوٹا رہے ہوں گے یہ شراب رنگت کے اعتبار سے دودھ سے زیادہ سفید اور انتہائی لذت دار ہوگی اس میں نہ نشہ ہوگا اور نہ کسی قسم

کی تلخی پائی جائے گی۔ جب جنتیوں کے سامنے جنت کے پھل پیش کیے جائیں گے تو وہ ایک دم پکار اٹھیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو ہمیں دنیا میں عطا کیے گئے تھے۔ شکل وصورت اور رنگت کے اعتبار سے جنت کے پھل اس لیے دنیا کے پھلوں کی مانند ہوں گے تا کہ جنتیوں کو پہچاننے میں کسی قسم کی پریشانی نہ اٹھانی پڑے اس لیے ارشاد ہوا کہ جنتیوں کو دنیا کے پھلوں کے متشابہ پھل دیئے جائیں گے (البقرۃ:۲۵)

یاد رہے کہ جنت میں مشروبات کی چار قسم کی نہریں ہوں گی۔ ① صاف اور شفاف پانی نہ اس کا رنگ بدلے گا اور نہ اس میں بُو (SMELL) پیدا ہوگی۔ ② دودھ جس کا ذائقہ کبھی تبدیل نہیں ہوگا۔ ③ شہد اتنا شفاف اور روشن ہوگا جس میں پینے والے کو اپنا چہرہ نظر آئے گا۔ ④ شراب جس میں نشہ نہیں ہوگا۔

جنتیوں کے لیے ہر قسم کے میوہ جات ہوں گے اور ہمیشہ کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوگی۔

مسائل

۱۔ جنت میں داخل ہونے والے لوگ عقیدہ اور کردار کے اعتبار سے خالص اور نہایت مخلص ہوں گے۔

۲۔ جنتیوں کو ان کی چاہت کے مطابق بڑی تکریم کے ساتھ پھل اور میوہ جات پیش کیے جائیں گے۔

۳۔ جنتی صوفوں پر بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے شراب کے جام اڑا رہے ہوں گے۔

۴۔ جنت کی شراب میں کسی قسم کی تلخی اور نشہ نہیں پایا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

جنت کی نعمتوں کی ایک جھلک:

۱۔ ہم ان کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور وہ ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ (الحجر:۴۷۔۴۸)

۲۔ جس جنت کا مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور اس کے پھل اور سائے ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ (الرّعد:۳۵)

۳۔ جنت میں بے خار بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبا سایہ، چلتا ہوا پانی، اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ (الواقعۃ:۲۸ تا ۳۰)

۴۔ جنت کے میوے ٹپک رہے ہوں گے۔ (الحاقۃ:۲۳)

۵۔ جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ (حٰمٓ السجدۃ:۳۱)

۶۔ ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت الفردوس ہے۔ (الکہف:۱۰۷)

۷۔ یقیناً متقین سایوں اور چشموں اور پسندیدہ میوہ جات میں رہیں گے۔ (المرسلات:۴۱۔۴۲)

وَ	عِنْدَهُمْ	قٰصِرٰتُ	الطَّرْفِ	عِيْنٌ ﴿۴۸﴾
اور	ان کے پاس	جھکا کر رکھنے والی	پلکیں	آنکھ

كَاَنَّهُنَّ	بَيْضٌ	مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾
گویا کہ وہ	انڈے ہیں	پردے میں چھپائے ہوئے

''اوران کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہوں گی۔(۴۸)ایسی نازک جیسے انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی۔''(۴۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنتیوں کی ازواجِ مطہرات کا ذکر۔

دنیا میں شراب اور شباب کا لفظ جب استعمال کیا جاتا ہے تو اس میں بے حیائی کا عنصر پایا جاتا ہے اس لیے کوئی شریف آدمی اپنے لیے ان الفاظ کو پسند نہیں کرتا لیکن جنت میں شراب اور شباب اپنی کامل اور پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ جنتیوں کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔شراب کے بارے میں پچھلی آیت میں ذکر ہوا کہ اس میں کسی قسم کی غنودگی اور تلخی نہیں پائی جائے گی۔جنت کی ازواج کا تعارف ان الفاظ میں کروایا جارہا ہے کہ وہ اس قدر پاکباز اور شرم وحیا کا پیکر ہوں گی کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی دوسرے جنتی کی طرف نگاہ اٹھانے کا تصور بھی نہ کر پائیں گی۔ان کے حسن و جمال کا عالم یہ ہوگا کہ پُر جمال چہرے ،بہترین نقش ونگار اور حیا سے بھری موٹی موٹی آنکھیں گویا کہ وہ چمکتے ہوئے محفوظ انڈے ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی ہاتھ نے چھوا ہوگا۔خوبصورت چہرے اور حسن و جمال کے پیکر کو ہر زبان میں انڈے کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے اور انڈوں میں سب سے خوبصورت انڈہ شترمرغ کا سمجھا جاتا ہے۔اس لیے بعض مفسرین نے جنتیوں کی ازواجِ مطہرات کو شترمرغ کے انڈوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ ان تشبیہات سے جنت کی عورتوں کے حسن کا تصور انسان کے احاطہ خیال میں سما سکتا ہے تشبیہ تو محض انسان کے تصور کو جلا بخشنے کے لیے دی گئی ہے ورنہ جنت کی بیویوں کا حُسن دنیا کی عورتوں سے ہزاروں گنا بڑھ کر ہوگا۔

«وَلَوْ اَنَّ اِمْرَاَةً مِّنْ نِّسَآءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَضَآءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا يَعْنِي الْخِمَارَ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا»

(رواہ البخاری:باب صفۃ الجنۃ والنار)

''اگر اہل جنت کی عورتوں سے کوئی زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق ومغرب اور جو کچھ اس میں ہے روشن اور معطر ہوجائے،اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے قیمتی ہے۔''

«وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ

الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ كَاَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا لَا يَسْقَمُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ اٰنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوُقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْأُلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِيْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ» (رواه البخاری: باب قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے بعد داخل ہونے والے، آسمان پر تیز چمکنے والے ستارے کی طرح ہوں گے، تمام جنتیوں کے دل ایک جیسے ہوں گے نہ ان کے درمیان اختلاف ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھیں گے۔ ان میں سے ہر شخص کے لیے حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی۔ جن کے حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا، ہڈی اور گوشت کے پیچھے دکھائی دے گا۔ اہل جنت صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے نہ وہ بیمار ہوں گے اور نہ ہی پیشاب کریں گے، نہ رفع حاجت کریں گے اور نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ناک سے رطوبت بہائیں گے ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عودِ ہندی ہوگا اور ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا، سب کا اخلاق ایک جیسا ہوگا نیز وہ سب شکل وصورت میں اپنے باپ آدم علیہ السلام کی طرح ہوں گے آدم کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔''

تفسیر بالقرآن

جنت کی بیویوں کے حسن و جمال کی ایک جھلک:

۱۔ حوریں نوجوان، کنواریاں اور ہم عمر ہوں گی۔ (الواقعہ: ۳۵ تا ۳۸)

۲۔ یاقوت ومرجان کی مانند ہوں گی۔ (الرحمٰن: ۵۸) ۳۔ خوبصورت اور خوب سیرت ہوں گی۔ (الرحمٰن: ۷۰)

۴۔ جنت کی حوریں خیموں میں چھپی ہوئی ہوں گی۔ (الرحمٰن: ۷۲)

۵۔ شرم وحیا کی پیکر اور انہیں کسی نے چھوا نہیں ہوگا۔ (الرحمٰن: ۵۶)

۶۔ جنت کی حوریں ایسی دیکھائی دیں گی جیسے چھپائے ہوئے موتی ہوں۔ (الواقعہ: ۲۳)

۷۔ جنتیوں کو خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں عطا کی جائیں گی۔ (الصّٰفّٰت: ۴۸، ۴۹)

۸۔ جنتیوں کی بیویاں ان کی ہم عمر ہوں گی۔ (صٓ: ۵۲) ۹۔ جنتیوں کے لیے پاک صاف بیویاں ہوں گی۔ (البقرۃ: ۲۵)

فَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾	قَالَ	قَآئِلٌ
پھر متوجہ ہوگا	بعض ان کا	پر	بعض	وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے	کہا	کہنے والے نے
مِّنْهُمْ	اِنِّيْ	كَانَ	لِيْ	قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾	يَّقُوْلُ	اَئِنَّكَ
ان سے	بے شک میں	تھا	میرا	ایک ہم نشین	وہ کہتا تھا	کیا بے شک تو ہے
لَمِنَ	الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾	ءَاِذَا	مِتْنَا	وَكُنَّا	تُرَابًا	وَّعِظَامًا
البتہ سے	تصدیق کرنے والوں	کیا جب	ہم مرجائیں گے	اور ہم ہوجائیں گے	مٹی	اور ہڈیاں
ءَاِنَّا	لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾	قَالَ	هَلْ	اَنْتُمْ	مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾	
کیا بے شک ہم	البتہ بدلہ دیے جائیں گے	اس نے کہا	کیا	تم	جھانک کر دیکھو گے	

''وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر حالات پوچھیں گے۔(۵۰) اُن میں سے ایک کہے گا دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا۔(۵۱) جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تم تصدیق کرتے ہو۔(۵۲) کہ جب ہم مرچکے ہوں گے اور مٹی ہوجائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر بن جائیں گے تو ہمیں جزا وسزا دی جائے گی۔(۵۳) پوچھا جائے گا کیا تم دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ کہاں ہے۔''(۵۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنت میں بیٹھے ہوئے جنتیوں کا جہنمیوں کے ساتھ ہم کلام ہونا۔

جنتی حضرات جنت میں کھانے پینے اور خوش گپیوں میں مصروف ہوں گے اس ماحول میں اچانک ایک جنتی دوسرے سے کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مجھے کہا کرتا تھا کہ کیا تو بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ جب ہماری ہڈیاں مٹی کے ساتھ مٹی ہوجائیں گی تو ہمیں اٹھا کر سزا یا جزا دی جائے گی۔اس کے ساتھ ہی اپنے ساتھیوں سے کہے گا کیا اسے دیکھنا چاہتے ہو؟ یہ کہنے کے بعد وہ نظر اٹھائے گا تو اسے اس کا ساتھی جہنم میں جلتا ہوا دکھائی دے گا۔کچھ اہلِ علم نے لکھا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا اپنے ساتھی کو دیکھنا چاہتے ہو تب جنتی اس جہنّمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہے گا کہ اللہ کی قسم۔اگر مجھ پر میرے رب کا کرم نہ ہوتا تو تو مجھے بھی ہلاک کر چکا ہوتا جس طرح تم سزا پا رہے ہو اس طرح میں بھی تیرے ساتھ اس عذاب میں مبتلا ہوتا۔اس کے ساتھ ہی وہ کہے گا کہ ہم نے ایک دفعہ مرنا تھا سو مر چکے اب ہمیں نہ موت آئے گی اور نہ ہی کسی قسم کی تکلیف پہنچے گی۔یہ ہم پر اللہ کا عظیم فضل ہوا ہے جو بہت بڑی کامیابی ہے اس فضل اور کامیابی کے لیے ہر کسی کو اس جیسے اعمال کرنے چاہئیں۔قرآن مجید نے یہ بات دوٹوک انداز میں بتلائی ہے کہ جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور جہنمی جہنم میں ابدی سزا پائیں گے کیونکہ موت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا جہاں تک کہ آخری آیت کے مفہوم کا تعلق ہے یہ جنتی کی زبان میں ایک پیغام ہے جو لوگوں کو دیا گیا ہے تاکہ لوگ

فَاطَّلَعَ	فَرَاٰهُ	فِيْ	سَوَآءِ	الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾	قَالَ	تَاللّٰهِ
پھر وہ جھانکے گا	تو اسے دیکھے گا	میں	برابر	جہنم کے	اس نے کہا	اللہ کی قسم
اِنْ	كِدْتَّ	لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾	وَلَوْ	لَا	نِعْمَةُ	رَبِّيْ
بلاشبہ	قریب تھا کہ	تو مجھے ہلاک کر ڈالتا	اور اگر	نہ ہوتا	فضل	میرے رب کا
لَكُنْتُ	مِنَ	الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾	اَفَمَا	نَحْنُ	بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾	اِلَّا
تو البتہ میں ہوتا	سے	حاضر کیے ہوؤں	کیا پس نہیں	ہم	مرنے والے	سوائے
مَوْتَتَنَا	الْاُوْلٰى	وَمَا	نَحْنُ	بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٥٩﴾	اِنَّ	هٰذَا
ہمارے مرنے کے	پہلی بار	اور نہ	ہم	عذاب دیے جائیں گے	بلاشبہ	یہ
لَهُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿٦٠﴾	لِمِثْلِ هٰذَا	فَلْيَعْمَلِ	الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾	
البتہ یہ	کامیابی ہے	بہت بڑی	اس کی مثل	پس عمل کریں	عمل کرنے والے	

یہ کہہ کر وہ متوجہ ہوگا تو جہنم کی گہرائی میں اُس کو دیکھ لے گا۔ (۵۵) اور اسے مخاطب کر کے کہے گا اللہ کی قسم تو مجھے ہلاک کر دینے والا تھا۔ (۵۶) میرے رب کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو آج میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوتا جو جہنم میں ہیں۔ (۵۷) اب ہم مرنے والے نہیں ہیں۔ (۵۸) جو موت ہمیں آنی تھی وہ پہلے آ چکی اب ہمیں کسی قسم کا عذاب نہیں ہوگا۔ (۵۹) یقیناً یہ عظیم کامیابی ہے۔ (۶۰) ایسی کامیابی کے لیے ہر عمل کرنے والے کو کوشش کرنی چاہیے۔'' (۶۱)

جنت کے لیے صحیح عقیدہ اور صالح اعمال اختیار کریں۔

«عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُجَاءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّهُ كَبْشٌ أَمْلَحُ زَادَ أَبُو كُرَيْبٍ فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَاتَّفَقَا فِي بَاقِي الْحَدِيثِ فَيُقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ نَعَمْ، هَذَا الْمَوْتُ، قَالَ وَيُقَالُ يَا أَهْلَ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ قَالَ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ نَعَمْ، هَذَا الْمَوْتُ، قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهِ فَيُذْبَحُ، قَالَ ثُمَّ يُقَالُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ»

(رواه مسلم: بَابُ النَّارِ يَدْخُلُهَا الْجَبَّارُونَ وَالْجَنَّةُ يَدْخُلُهَا الضُّعَفَاءُ)

''حضرت ابوسعید ﷺ بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا: قیامت کے دن موت مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ ابوکریب نے کچھ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان روک لیا جائے گا۔ پھر جنتیوں سے کہا جائے گا کیا تم اسے پہچانتے ہو تو وہ اسے پہچاننے کی کوشش کریں گے۔ اسے دیکھ کر کہیں گے ہاں

یہ موت ہے، جہنمیوں سے کہا جائے گا کیا تم بھی اسے پہچانتے ہو وہ بھی پہچاننے کی کوشش کریں گے غور سے دیکھ کر کہیں گے ہاں یہ موت ہے پھر حکم ہوگا اسے ذبح کر دیا جائے گا پھر کہا جائے گا اے جنتیو! تم جنت میں ہمیشہ رہو گے تمہیں موت نہیں آئے گی۔ اے جہنمیو! تم بھی جہنم میں ہمیشہ رہو تمہیں بھی موت نہیں آئے گی پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی انہیں حسرتوں والے دن سے ڈرائیں جب فیصلہ کیا جائے گا جس کے بارے میں وہ غفلت میں ہیں اور یہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ جہنم طول وعرض، گہرائی اور بالا خانوں کے اعتبار سے لامحدود ہوگی لیکن جونہی جنتی کسی جہنمی سے ہم کلام ہونے کی خواہش کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی یہ خواہش بھی پوری فرما دے گا تاکہ جنتی کو اللہ کی رحمت اور اس کے انعامات کا احساس ہو اور جہنمی کی اذیت میں اضافہ ہو جائے جہنمی کہے گا کاش! میں ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھتا اور اس کے تقاضے پورے کرتا تو آج اپنے ساتھی کی طرح جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتا اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رہتا۔

جنتیوں کی جہنمیوں کے ساتھ گفتگو:

''جنتی باغوں میں ہوں گے مجرموں سے پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کس وجہ سے داخل ہوئے؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا نہیں کرتے تھے اور ہم مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور کاموں میں لگے رہتے تھے اور ہم یوم جزا کا انکار کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں اس کا یقین ہو گیا۔'' (المدثر: ۴۰ تا ۴۸)

مسائل

۱۔ جنتیوں کو جہنمیوں سے ہم کلام ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ ۲۔ جنتیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے گی۔
۳۔ جنت میں داخلہ نصیب ہونا سب سے بڑی کامیابی ہے۔ ۴۔ سب لوگوں کو جنتیوں والے اعمال کرنے چاہئیں۔
۵۔ قیامت کو زندہ ہونے کے بعد موت نہیں آئے گی۔

تفسیر بالقرآن

سب سے بڑی کامیابی:

۱۔ ''اللہ تعالیٰ'' کا مومن کو ہمیشہ رہنے والی جنت میں داخل فرمانا مومن کیلئے بڑی کامیابی ہے۔ (التوبۃ: ۸۹)
۲۔ اللہ تعالیٰ کا مومنین کو باغات عطا کرنا اور اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ عطا فرمانا بڑی کامیابی ہے۔ (التوبۃ: ۷۲)
۳۔ اللہ تعالیٰ کا مومنین کے ساتھ ان کی جانوں اور مالوں کے بدلے جنت کا سودا فرمانا۔ (التوبۃ: ۱۱۱)
۴۔ اللہ تعالیٰ پہ ایمان لانا اور اسی سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ کا انھیں بشارت سے نوازنا۔ (یونس: ۶۳ تا ۶۴)
۵۔ ہمیشہ رہنے والے باغات اور رہائش گاہوں کا وعدہ فرمانا۔ (الصف: ۱۲)
۶۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے برائی سے بچ جانا کامیابی ہے۔ (المومن: ۹)

أَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾

کیا یہ بہتر ہے مہمانی کے لحاظ سے یا درخت تھوہر کا

إِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

بلاشبہ ہم نے اسے بنایا آزمائش ظالموں کے لیے بے شک وہ درخت نکلتا ہے

فِيْٓ أَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾

میں گہرائی دوزخ کی اس کا پھل گویا کہ وہ سر ہیں شیطانوں کے

فَإِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ

پس بلاشبہ وہ البتہ کھائیں گے اس سے پھر بھر لیں گے اس سے پیٹوں کو پھر

إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾

بے شک ان کے لیے اس کے اوپر البتہ ملونی ہوگی سے گرم پانی

''کیا جنت کی مہمان نوازی اچھی ہے یا زقوم کا درخت۔(۶۲) ہم نے اُس درخت کو ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے۔(۶۳) یقیناً وہ درخت جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے۔(۶۴) اُس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر ہوتے ہیں (۶۵) جہنم کے لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔(۶۶) پھر پینے کے لیے ان کو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔(۶۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنت کی نعمتوں اور عیش وعشرت کے مقابلے میں جہنمیوں کی سزا اور ان کی بدترین خوراک۔

جنتیوں کی تکریم وتعظیم اور اس کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد جہنم کی بدترین خوراک بتلا کر استفسار فرمایا ہے کہ بتاؤ! جنت کے انواع واقسام کے کھانے اور پھل بہتر ہیں یا کھانے کیلئے تھوہر کا درخت بہتر ہے؟ جسے اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے لیے آزمائش بنایا ہے یہ درخت جہنم کی تہہ سے اُگے گا اس کے شگوفے شیطانوں کے سروں کی طرح ہوں گے۔ جہنمی اس کو کھائیں گے اور اپنے پیٹ بھرنے کی کوشش کریں گے۔ اسے نگلنے کے لیے ابلتا ہوا پانی دیا جائے گا اور پھر انہیں جہنم کے ایک اور گڑھے کی طرف دھکیلا جائے گا یہ سزا اس لیے ہوگی کیونکہ یہ لوگ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنے کی بجائے اپنے گمراہ آباء واجداد کی پیروی کرتے رہے اور اسی طرح نسل در نسل گمراہ ہوتے چلے گئے حالانکہ انہیں انتباہ کرنے کے لیے ان کی طرف رسول بھیجے تھے لیکن مخلص بندوں کے سوا باقی تمام لوگ گمراہ ہوئے۔ جس کے نتیجہ میں ان کا دنیا میں بھی انجام بدتر ہوا اگر دیکھنا چاہو تو تاریخ کے اوراق اور جغرافیائی نشانات سے ان کا انجام دیکھ سکتے ہو۔ جہنم کی تہہ سے اگنے والے شجرۃ الزقوم

ثُمَّ	اِنَّ	مَرْجِعَهُمْ	لَاِلَى	الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾	اِنَّهُمْ	اَلْفَوْا
پھر	بے شک	ان کا لوٹنا ہے	البتہ طرف	جہنم کی	بلاشبہ وہ	انہوں نے پایا
اٰبَآءَهُمْ	ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾	فَهُمْ	عَلٰٓى	اٰثٰرِهِمْ	يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾	
اپنے باپ دادا کو	گمراہ	چنانچہ وہ	پر	ان کے نشانات	دوڑائے جاتے ہیں	
وَلَقَدْ	ضَلَّ	قَبْلَهُمْ	اَكْثَرُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾	وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا
اور البتہ تحقیق	گمراہ ہوئے	ان سے پہلے	بہت سے	اگلے لوگ	اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجے
فِيْهِمْ	مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾
ان میں	ڈرانے والے	پھر دیکھیے	کیسا	ہوا	انجام	جن کو ڈرایا گیا
اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾			
سوائے	بندے	اللہ کے	خالص کیے ہوئے			

ع ٢ ٥ ٢ ٦

پھر ان کا لوٹنا دوزخ کی طرف ہوگا۔(٦٨) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔(٦٩) اور اُنہی کے نقشِ قدم پر دوڑتے چلے گئے۔(٧٠) حالانکہ اُن سے پہلے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے تھے۔(٧١) اور یقیناً ہم نے اُن میں تنبیہ کرنے والے رسول بھیجے تھے۔(٧٢) اب دیکھ لو کہ جن کو تنبیہ کی گئی تھی ان کا کیا انجام ہوا۔(٧٣) اللہ کے وہی بندے بچے ہیں جنہیں اس نے اپنے لیے خالص کر لیا ہے۔"(٧٤)

جسے اُردو زبان میں تھوہر کا درخت کہا جاتا ہے ہمارے ہاں یہ درخت اکثر قبرستانوں میں پایا جاتا ہے جس کی کچھ قسمیں ایسی ہیں جو بالکل شیطان کے سر دکھائی دیتے ہیں۔ شیطان کا سر ایک محاورہ بھی ہے لوگ ہر اُس بُری اور پراگندہ چیز کو شیطان کے سر کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جسے دیکھتے ہی آدمی کی طبیعت میں کراہت اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ "شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ" اسی قسم کا درخت ہوگا جو جہنم کی تہہ میں پیدا ہوگا جسے کفارِ مکہ نے یہ کہہ کر مذاق کا نشانہ بنایا کہ آگ میں درخت کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ درحقیقت یہ ان کے دماغ کا فتور اور قرآن مجید کے ساتھ انکار کرنے کا انداز تھا ورنہ وہ بھی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ مشکل کام نہیں کہ وہ آگ کی تہہ سے درخت پیدا کرے کیونکہ اُن کا یہ ایمان تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نمرود کی آگ سے محفوظ رکھا تھا۔

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ جنتیوں کو فرمائے گا کہ اے جنتیو! جنتی عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ جنتی کہیں گے ہم کیوں راضی نہ ہوں کیونکہ آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا کیا ہے جو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی

عطا نہیں کیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز دینا چاہتا ہوں جنتی کہیں گے اے ہمارے رب! اس سے افضل چیز کون سی ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم پر راضی ہوگیا ہوں اور اس کے بعد تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (رواہ البخاری: باب صفة الجنة والنار)

«عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَيُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمّٰى بُولَسَ تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ»

(رواہ الترمذی: کتاب صفة القیامة [حسن])

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی صورت میں لائے جائیں گے انہیں ہر طرف سے ذلت ڈھانپے ہوئے ہوگی اور انہیں بولس نامی جہنم کی جیل میں لے جایا جائے گا ان پر آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے اور انہیں جہنمیوں کے زخموں کی پیپ پلائی جائے گی۔''

مسائل

۱۔ جہنمیوں کو کھانے کے لیے تھوہر کا درخت اور پینے کے لیے ابلتا ہوا پانی دیا جائے گا۔

۲۔ جہنمیوں کا جہنّم میں جانے کا ایک بنیادی سبب یہ ہوگا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں اپنے آباء اجداد کے رسم ورواج کو دین سمجھتے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کے بُرے انجام سے آگاہ کرنے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں اور جہنمیوں میں فرق:

۱۔ قیامت کے دن جنتیوں کے چہروں پر ذلت اور نحوست نہیں ہوگی اور وہ جنت میں رہیں گے۔ (یونس: ۲۶)

۲۔ جنتیوں کے چہرے تروتازہ ہوں گے (القیامہ: ۲۲) ۳۔ جنتیوں کو ملائکہ سلام کہیں گے۔ (الزمر: ۷۳)

۴۔ جنتیوں کا استقبال ہوگا۔ (الزمر: ۷۳) ۵۔ جنتیوں کو ملائکہ سلام کریں گے۔ (الفرقان: ۷۵)

۶۔ جہنمیوں کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی انہیں اللہ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ (یونس: ۲۷)

۷۔ جہنمیوں کے چہرے بگڑے ہوئے ہوں گے۔ (الحج: ۷۳) ۸۔ جہنمیوں کے چہروں پر گرد وغبار ہوگا۔ (عبس: ۴۰)

۹۔ خدا کے باغیوں پر پھٹکار ہوگی۔ (یونس: ۲۷) ۱۰۔ مجرموں کے چہرے ڈرے اور اُوندھے ہوں گے۔ (الغاشیہ: ۲)

۱۱۔ کفار کے چہرے مرجھائے اور اُڑے ہوئے ہوں گے۔ (القیامۃ: ۲۴) ۱۲۔ جہنمیوں پر ملائکہ لعنت کریں گے۔ (الزمر: ۷۲)

وَلَقَدْ	نَادٰىنَا	نُوْحٌ	فَلَنِعْمَ	الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾	وَنَجَّيْنٰهُ
اور البتہ تحقیق	پکارا ہمیں	نوح نے	پس ہم خوب	قبول کرنے والے ہیں	اور ہم نے نجات دی اسے
وَاَهْلَهٗ	مِنَ	الْكَرْبِ	الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾	وَجَعَلْنَا	ذُرِّيَّتَهٗ	هُمُ
اور اس کے اہل کو	سے	پریشانی	بڑی	اور ہم نے کر دیا	اس کی اولاد کو	وہی
الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾	وَتَرَكْنَا	عَلَيْهِ	فِي	الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾	سَلٰمٌ	عَلٰى
باقی رہنے والے	اور ہم نے چھوڑا	اس پر	میں	پیچھے آنے والوں	سلام	پر
نُوْحٍ	فِي	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾
نوح	میں	جہانوں	بلاشبہ ہم	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں	نیکی کرنے والوں کو
اِنَّهٗ	مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾	ثُمَّ	اَغْرَقْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿٨٢﴾
بے شک وہ	سے	ہمارے بندوں	مومن	پھر	ہم نے غرق کر دیا	دوسروں کو

''اور ہم کو نوح نے پکارا تو ہم نے اسے بہت اچھا جواب دیا۔(۷۵) ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو بڑے کرب سے بچا لیا۔(۷۶) اور اُس کی نسل کو باقی رکھا۔(۷۷) اور بعد کی نسلوں میں اُس کی اچھی شہرت رکھ دی۔(۷۸) تمام دنیا والوں میں نوح پر سلام ہو۔(۷۹) ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔(۸۰) یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔(۸۱) پھر ہم نے دوسرے گروہ کو غرق کر دیا۔''(۸۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کے مقابلے میں مخلص بندوں کا انجام جن کے حضرت نوح علیہ السلام سردار ہیں لہٰذا ان کا واقعہ سماعت فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی اقوام میں انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا لیکن لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا جس کے نتیجے میں وہ لوگ دنیا میں ذلیل ہوئے اور آخرت میں جہنم کا ایندھن بنیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسولوں کی اطاعت کی انہیں دنیا کے عذاب سے بچا لیا گیا اور آخرت میں وہ کامیاب ٹھہریں گے۔ ان مخلصین میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے رفقائے کرام سرفہرست ہیں۔ جب نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے یکسر طور پر ٹھکرا دیا اور بار بار ان سے عذاب لانے کا مطالبہ کیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور ان الفاظ میں فریاد کی بارِ الٰہا میں اپنی قوم کے سامنے بے بس ہو گیا ہوں اس لیے میری مدد فرما۔(المومنون:۲۶) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی فریاد کو قبول فرمایا جس کے نتیجے میں آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور زمین سے پانی کے

چشمے ابل پڑے پانی پہاڑوں کی چوٹیوں کے اوپر سے بہنے لگا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے سوا سب لوگوں کو غرقاب کر دیا گیا۔ جس کا تذکرہ سورۃ ہود، سورۃ شعراء، سورۃ قمر اور سورۃ نوح میں موجود ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ صرف اتنا بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور اس کے اہل کو کربِ عظیم سے نجات دی اور ان کی اولاد کو باقی رکھا اور رہتی دنیا تک ان کا ذکرِ خیر جاری فرمایا۔ نوح علیہ السلام پر ہمیشہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا رہے گا اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں نجات بخشی اور ان کے مخالفوں کو ڈبکیاں دے دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا یہ بحث سورۃ ہود میں گزر چکی ہے کہ طوفانِ نوح پوری دنیا میں آیا تھا یا زمین کے اس حصہ پر جہاں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم آباد تھی البتہ یہ وضاحت کر دی گئی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اور ان کا بیٹا غرق ہونے والوں میں شامل تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے باقی بیٹے ان پر ایمان لائے جن کی نسل کو اللہ تعالیٰ نے بڑی افزائش سے نوازا جس کا ذکر یہاں خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو کربِ عظیم سے بچا لیا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کی حضرت نوح علیہ السلام پر ہمیشہ رحمتیں نازل ہوتیں رہیں گی۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کو ہر قسم کی برکات سے سرفراز فرمایا۔
۴۔ نوح علیہ السلام کے مخالفوں کو غرق کر دیا گیا۔

تفسیر بالقرآن

طوفانِ نوح علیہ السلام کا ایک منظر:

۱۔ قومِ نوح طوفان کے ذریعے ہلاک ہوئی۔ (الاعراف: ۱۳۶)
۲۔ حضرت نوح نے اپنے بیٹے کو فرمایا آج کے دن اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں۔ (ہود: ۴۳)
۳۔ عذاب کے وقت تندور نے اُبلنا شروع کر دیا۔ (ہود: ۴۰)
۴۔ قومِ نوح پر عذاب کی صورت میں آسمان سے پانی برسا اور جگہ جگہ زمین پھٹ پڑی۔ (ہود: ۴۴)
۵۔ قومِ نوح کو تباہ کرنے کے لیے آسمان سے موسلا دھار بارش کے دھانے کھول دیئے گئے۔ (القمر: ۱۱)
۶۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ (الشعراء: ۱۲۰)

وَاِنَّ	مِنْ	شِيْعَتِهٖ	لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿٨٣﴾	اِذْ	جَآءَ
اور بے شک	سے	اسی جماعت	البتہ ابراہیم ہیں	جب	وہ آیا

رَبَّهٗ	بِقَلْبٍ	سَلِيْمٍ ﴿٨٤﴾
اپنے رب کے پاس	دل کے ساتھ	پاک

''اور اسی جماعت کے ساتھ ہی ابراہیم کا تعلق تھا۔(۸۳) جب وہ اپنے رب کے حضور قلبِ سلیم لے کر آیا۔''(۸۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کئی پیغمبر مبعوث کیے گئے ان میں سب سے نمایاں ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت گرامی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی دعوت کے ساتھ مبعوث کیے گئے جو حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکار انبیاء کرام دیا کرتے تھے۔اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یوں تعارف کروایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اسی مقدس جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جن کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ہے حضرت ابراہیم کو جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم دیا یا کسی آزمائش میں ڈالا تو وہ دل وجان سے اپنے رب کے حضور پیش ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں خراجِ تحسین سے نوازا ہے جب ابراہیم قلبِ سلیم کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔قلبِ سلیم سے مراد وہ دل ہے جس میں اللہ کے سوا کسی کی محبت غالب نہ ہو اور وہ ہر حال میں بلا شرکتِ غیرے اپنے رب کی سمع واطاعت کے لیے تیار رہے۔قلب سلیم کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ،قوم اور حکمرانوں کی مخالفت مول لی اور آگ میں جانا گوارا کرلیا مگر اپنے رب کے ساتھ کسی قسم کا شرک گوارا نہ کیا قلبِ سلیم کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا وطن چھوڑا،قلبِ سلیم کی بنیاد پر ہی انہوں اپنی رفیقہ حیات اور نونہال کو عرب کے ویرانے میں چھوڑا تھا اور اسی قلبِ سلیم کی بنیاد پر ہی انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے حلقوم نازک پر چھری چلائی۔اسی قلبِ سلیم کی وجہ سے انہوں نے بتوں کو پاش پاش کیا تھا۔

«عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا وَلِسَانًا صَادِقًا»(روا النسائی:باب نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الدُّعَاءِ[ضعیف])

''شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:اے اللہ!میں تجھ سے قلبِ سلیم، صدقِ لسان کا سوال کرتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سے قلبِ سلیم کی دعا کرنی چاہیے۔ ۲۔قلبِ سلیم والا شخص ہی جنت میں داخل ہوگا۔

اِذْ	قَالَ	لِاَبِيْهِ	وَقَوْمِهٖ	مَاذَا	تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ ج
جب	اس نے کہا	اپنے باپ کے لیے	اور اپنی قوم کے لیے	کس چیز کی	تم عبادت کرتے ہو
اَئِفْكًا	اٰلِهَةً	دُوْنَ	اللّٰهِ	تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ ط	فَمَا
کیا جھوٹے گھڑے ہوئے	معبود	سوا	اللہ کے	تم چاہتے ہو	پھر کیا
ظَنُّكُمْ	بِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾			
خیال ہے تمہارا	رب کے ساتھ	جہانوں کے			

''جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا ہیں جن کی تم عبادت کر رہے ہو؟ (۸۵) کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے معبود چاہتے ہو۔ (۸۶) تمہارا رب العالمین کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' (۸۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ اور قوم کو مشترکہ خطاب۔

سورۃ مریم آیت ۴۲ تا ۴۵ میں موجود ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے والد کو سمجھایا کہ اے میرے والدِ گرامی! جن کے سامنے آپ اپنی حاجات اور نذر و نیاز پیش کرتے ہیں نہ یہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی آپ کو کوئی فائدہ دے سکتے ہیں۔ اسی بات کو ابراہیم علیہ السلام نے باپ اور قوم سے مشترکہ خطاب میں یوں بیان فرمایا۔ اے والدِ گرامی اور میری قوم کے لوگو! اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو اور جن کے سامنے تم اپنی حاجات پیش کرتے ہو ان کی کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں یہ بتاؤ! کہ ربّ العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ یعنی جو عبادات اور آداب اللہ کے حضور بجالانے چاہئیں وہ اس کے سوا دوسروں کے سامنے کرتے ہو۔ قرآن مجید کی تلاوت سے یہ بات آشکارہ ہوتی ہے کہ ہر دور کے کلمہ پڑھنے والے مشرک زندہ اور فوت شدہ بزرگوں اور غیر مسلم اپنے دیوتاؤں کے بارے میں ایسے ہی تخیلات رکھتے اور باتیں کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں رکھنے چاہئیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں کے عقیدہ اور خیالات کے لیے ''اِفْكًا'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ جھوٹ اور بناوٹی عقائد اور خیالات ہیں اسی بنا پر ایک مشرک کہتا ہے کہ فلاں قبر والا یا دیوتا اولاد دیتا ہے دوسرا کہتا ہے کہ فلاں بزرگ فلاں کام کرتا ہے یہ لوگ جھوٹی کرامات اور من گھڑت افسانے ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ قرآن مجید نے ایسے خیالات اور آداب کو بزرگوں اور دیوتاؤں کی عبادت کرنے سے تعبیر کیا ہے یہاں تک کہ زندہ یا فوت شدہ بزرگ یا بت وغیرہ کے سامنے سجدہ کرنا، جھکنا اور نذر و نیاز پیش کرنا ہے یہ ہر مذہب میں عبادت شمار کیے جاتے ہیں، بے شک اُنہیں تعظیم اور ثواب کے طور پر ادا کیا جائے یا عادتاً یا سیاسی اور سماجی رسم کے طور پر کیا جائے حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے سوا یا اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرنا ہے جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام منع کرتے رہے ہیں۔

مزارات پر چڑھاوا چڑھانا اور میّت کے لیے نذر ماننا حرام ہے:

بریلوی مکتبہ فکر کے مفتی علامہ غلام رسول سعیدی تحریر فرماتے ہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کی نذر و نیاز اس طرح مانتا ہے ''اے سیدی! اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آئے یا میرا بیمار تندرست ہو گیا یا میری حاجت پوری ہو گئی تو میں آپ کو اتنا سونا، چاندی، کھانا، موم بتیاں یا تیل دوں گا یہ نذر و نیاز بالاجماع باطل اور حرام ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ اشیاء میں اللہ نہیں میّت کا تصرّف ہے تو اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

(شرح صحیح مسلم از غلام رسول سعیدی: کتاب النذر)

شرکیہ مقام سے بچنا بھی لازم ہے:

''ابو قلابہ کہتے ہیں مجھے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک آدمی نے بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کی میں نے نذر مانی ہے کہ میں بوانہ کے مقام پر اونٹ ذبح کروں گا آپ نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا وہاں کوئی ان کا میلہ لگتا تھا؟ صحابہ نے نفی میں جواب دیا آپ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو کیونکہ اللہ کی نافرمانی والی نذر پوری نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی وہ نذر پوری کرنا لازم ہے جس کی آدمی طاقت نہیں رکھتا۔'' (رواہ أبو داؤد: کتاب الأیمان والنذور [صحیح])

مسائل

۱۔ مشرک اپنے من ساختہ معبودوں کے بارے میں جھوٹی کرامات اور من گھڑت واقعات بیان کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی بجائے مشرک غیروں پر زیادہ بھروسہ کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکزی پیغام:

۱۔ نوح علیہ السلام کا فرمان کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور دوسروں کو چھوڑ دو۔ (ھود: ۲۶)

۲۔ ھود علیہ السلام نے صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا۔ (الاعراف: ۶۵)

۳۔ صالح علیہ السلام نے صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دی اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا۔ (الاعراف: ۷۳)

۴۔ شعیب علیہ السلام نے صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کی طرف بلایا اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا۔ (الاعراف: ۸۵)

۵۔ یوسف علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کرنے کی طرف بلایا۔ (یوسف: ۴۰)

۶۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ (المائدۃ: ۷۲) ۷۔ تمام انبیاء کو صرف اللہ کی عبادت کرنے کا حکم ہوا۔ (البینۃ: ۵)

فَنَظَرَ	نَظْرَةً	فِي	النُّجُومِ ﴿٨٨﴾	فَقَالَ	إِنِّي
پھر اس نے دیکھا	ایک نظر دیکھنا	میں	ستاروں	پھر اس نے کہا	بے شک میں

سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾	فَتَوَلَّوْا	عَنْهُ	مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾	فَرَاغَ	إِلَىٰ
بیمار ہوں	چنانچہ وہ واپس پھرے	اس سے	پیٹھ پھیرتے ہوئے	پھر وہ متوجہ ہوا	طرف

آلِهَتِهِمْ	فَقَالَ	أَلَا	تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾	مَا	لَكُمْ	لَا
ان کے معبودوں کی	اس نے کہا	کیوں نہیں	تم کھاتے ہو	کیا ہے	تمہارے لیے	نہیں

تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾	فَرَاغَ	عَلَيْهِمْ	ضَرْبًا
تم بولتے	متوجہ ہوا	ان پر	مارتا ہوا

بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾
دائیں ہاتھ سے

''پھر اُس نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی۔(۸۸) اور کہا میری طبیعت خراب ہے۔(۸۹) چنانچہ وہ لوگ اُسے چھوڑ کر چلے گئے۔(۹۰) ابراہیم ان کے معبودوں کے پاس گئے اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں ہو۔(۹۱) تمہیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو۔(۹۲) اس کے بعد وہ ان پر پل پڑا اور دائیں ہاتھ سے ضربیں لگائیں۔''(۹۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معبودانِ باطل کے خلاف اقدام۔

نہ معلوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کتنا عرصہ باپ اور قوم کو سمجھاتے رہے طویل عرصہ تک سمجھانے کے باوجود جب قوم سمجھنے کے لئے تیار نہ ہوئی تو آپ نے سوچا کہ اگر انکی سمجھ میں دلائل نہیں آرہے اور یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے ہوئے ہیں اور ان مورتیوں پر مرے جارہے ہیں تو ان کے معبودوں کی عملی طور پر خبر لینی چاہئے، تب بلا خوف وخطر فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ مجسمے میرے لیے ناقابل برداشت ہو گئے ہیں۔(الانبیاء:۵۷)

اتفاق کی بات دیکھیے اسی کشمکش میں قوم کا میلہ آجاتا ہے مشرک قوم ایسے میلوں میں نہ صرف خود جاتی ہے بلکہ وہ ہر کسی کو ان خرافات میں دیکھنا چاہتی ہے۔اسی شوقِ غلیظ کے ساتھ انہوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو دعوت دی آئیں آپ بھی چلیں لیکن انہیں کیا معلوم کہ ابراہیم علیہ السلام تو ایسی خرافات کو مٹانے کے لیے دن رات پیچ وتاب کھا رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا۔

{ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ } (الصّٰفّٰت۸۸،۸۹)

''تاروں کی طرف دیکھا اور کہا میں بیمار ہوں۔''

اس جملے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں ہوسکتا ہے کہ وہ کچھ بیمار ہوں یا اس لیے آسمان کی طرف دیکھا ہو کہ اے مالک!

اب میرے اعلان پر عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے تو میری مدد فرما۔ یا پھر اس حیرانگی سے دیکھا ہو جیسا کہ بعض موقعوں پر آدمی حیران ہو کر آسمان کی طرف دیکھتا ہے کہ عجب لوگ ہیں میرے عقیدے کو جاننے کے باوجود مجھے میلے کی دعوت دے رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کیونکہ آپ کی قوم ستاروں سے شگون لیتی تھی اس لئے آپ نے اوپر دیکھ کر "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہا تا کہ یہ اصرار نہ کریں اور اپنے عقیدہ کے مطابق تاثر لے کر بغیر تکرار کے چلے جائیں (واللہ اعلم) بہرحال وہ آپ کو چھوڑ کر عوامی میلے کی طرف چل دیئے۔

{ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝ } (الصّٰفّٰت:۹۰)

''چنانچہ وہ انہیں پیچھے چھوڑ گئے۔''

دن گنے جاتے تھے جس دن کے لیے اب وہ وقت آیا ہے جو کہا تھا اُسے کر دِکھایا جائے چنانچہ مندر میں گھس گئے اور غیرت وجلال میں آ کر فرمانے لگے۔

{ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ } (الصّٰفّٰت:۹۱،۹۲)

''ابراہیم چپکے سے ان کے معبودوں میں جا گھسے اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم بولتے کیوں نہیں ہو؟

اللہ اللہ! آپ کی غیرت وجلالت کا عجیب منظر ہو گا معلوم تھا اور خود ہی تو اعلان کیا کرتے تھے یہ نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی بول سکتے ہیں لیکن آج خود ہی بلائے جا رہے ہیں کبھی مومن پر ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ غیرتِ توحید سے لبریز اور دوسروں کو درس توحید دینے کے لیے ایسا بھی کرتا ہے، جیسا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے طوافِ کعبہ کے وقت حجر اسود کو کہا تھا ''میں جانتا ہوں تیری حقیقت کو کہ تو ایک پتھر کا ٹکڑا ہے میں تجھے اس لیے چوم رہا ہوں کیونکہ میں نے سرورگرامی علیہ السلام کو تجھے چومتے ہوئے دیکھا تھا۔

{ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۝ } (الصّٰفّٰت:۹۳)

''پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پھوڑنا شروع کیا۔''

ابراہیم علیہ السلام بڑے ذہین تھے:

{ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝ } (الأنبياء:۵۸)

''پھر بتوں کو توڑ پھوڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا مگر بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اسکی طرف رجوع کریں۔''

جتنے بھی نبی اپنے اپنے زمانے میں تشریف لائے وہ اپنے دور کے سب سے بڑے ذہین اور فطین تھے۔ دیکھیے ابراہیم علیہ السلام کتنے زیرک اور فطین ہیں کہ سب بتوں کو توڑا مگر بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ قوم واپس آ کر دیکھے گی تو اس حادثے پر غور و فکر کرتے ہوئے یقیناً اس کی طرف رجوع کرے گی۔

اگر "اِلَيْهِ" کی ضمیر (اشارہ) بڑے بت کی طرف ہو تو مطلب یہ ہے کہ لوگ واپس آ کر سوچیں گے کہ بڑے میاں

نے کسی بات پر ناراض ہو کر چھوٹوں کا تیا پانچہ کر دیا ہے یا کم از کم یہ تو ان کے دلوں میں خیال آئے گا کہ واقعی ابراہیم سچ کہتا تھا کہ یہ سب بے کار ہیں نہ انہوں نے اپنے آپ کو بچایا اور نہ یہ بڑے میاں ایسا ہونے سے روک سکے اگر "اِلَیْہِ" کا اشارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہو تو معنی بالکل صاف ہے کہ جب میرے پاس آئیں گے تو بات کرنے کا مزید موقعہ مل جائے گا میں کہونگا مجھے پوچھنے کی بجائے اپنے عقیدے کے مطابق ان سے پوچھو ان کا بڑا موجود ہے وہ بتائے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔

{ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝ }

(الانبیاء:۵۹،۶۰)

''کہنے لگے ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کیا ہے؟ وہ بڑا ہی ظالم ہے کچھ کہنے لگے ہم نے ان کے خلاف ابراہیم نامی نوجوان کو چیلنج کرتے سنا ہے۔''

نبی معظم ﷺ کی سنت اور فرمان:

«عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ أَلاَ أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ لاَ تَدَعَ تِمْثَالاً إِلاَّ طَمَسْتَهُ وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ»

(رواہ مسلم: کتاب الجنائز)

''ابوالھیاج اسدی کہتے ہیں مجھے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ ہر تصویر کو مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے برابر کر دو۔''

مسائل

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک سے انتہائی نفرت کرنے والے تھے۔

۲۔ انبیاء کرام علیہم السلام میلوں ٹھیلوں میں شرکت نہیں کرتے تھے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کے سوا سب کو توڑ دیا۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غیرتِ توحید میں آکر بتوں کو مخاطب کیا حالانکہ ان کا عقیدہ تھا کہ بت نہ سُنتے ہیں اور نہ نفع و نقصان کے مالک ہیں۔

۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر ثابت کر دیا کہ یہ اپنے یا کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔

فَاَقْبَلُوْٓا	اِلَيْهِ	يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾	قَالَ	اَتَعْبُدُوْنَ	مَا
پھر وہ آئے	اس کی طرف	وہ دوڑتے ہوئے	اس نے کہا	کیا تم عبادت کرتے ہو	جن کو

تَنْحِتُوْنَ ﴿٩٥﴾	وَاللّٰهُ	خَلَقَكُمْ	وَمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾
تم خود تراشتے ہو	اور اللہ	اس نے پیدا کیا تم کو	اور وہ جو	تم کرتے ہو

''واپس آ کر وہ لوگ بھاگے بھاگے ابراہیم کے پاس آئے۔(۹۴) اس نے کہا کیا تم اپنی ہی تراشی ہوئی چیزوں کو پوجتے ہو۔(۹۵) حالانکہ ''اللہ'' ہی نے تمہیں اور اُن چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو پیدا کیا ہے۔''(۹۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قوم کا شدید ردِعمل۔

قوم جب واپس پلٹی تو ان کی خوشی، غم اور پریشانی میں تبدیل ہوگئی زبردست اضطراب اور شدید ہنگامہ برپا ہوا ہنگامی حالات کا اعلان ہوا اجلاس پہ اجلاس بلائے جا رہے ہیں تاکہ عوام کو اپنی کارکردگی دکھا کر فوری طور پر مطمئن کیا جائے، چنانچہ دفعتاً فیصلہ سنایا گیا۔

{ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿٦١﴾ } (الانبیاء:۶۱)

''انھوں نے کہا کہ ابراہیم کو لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ لوگ گواہ ہوں۔''

{ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿٩٤﴾ } (الصّٰفّٰت:۹۴)

''وہ ابراہیم کی طرف دوڑتے ہوئے آئے۔''

اللہ ہی کو معلوم ہے کہ لوگ کس غیظ وغضب کے ساتھ آپ کو پکڑ کر لائے ہوں گے کتنے آوازے کسے ہوں گے اور کتنی گستاخیاں کی ہوں گی؟ لیکن ابراہیم ہجوم مشرکین کو زمین کے ذرات سے بھی حقیر تصور کرتے ہوئے ایسی جرأت اور مردانگی سے جواب دیتے ہیں کہ ان کی کئی کئی گز لمبی زبانیں اس طرح گنگ ہوگئیں، جیسے ان کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ ان میں نام نہاد دانشور، پڑھے لکھے اور ان پڑھ ہر قسم کے لوگ موجود ہیں لیکن کوئی بولنے کی جرأت نہیں کر پاتا۔

{ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ }

(المؤمنون:۱۱۷)

''جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارتے ہیں ان کے پاس ان کو پکارنے کی کوئی دلیل نہیں ان کا حساب رب کے ذمہ ہے یقین جانو کہ کافر کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔''

اسی لیے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم سب کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو لیکن قوم ایمان لانے کی بجائے ابراہیم علیہ السلام کو جلا دینے کا فیصلہ کرتی ہے۔

قَالُوا	ابْنُوا	لَهٗ	بُنْيَانًا	فَاَلْقُوْهُ	فِي
انہوں نے کہا	تم بناؤ	اس کے لیے	عمارت	پھر تم ڈال دو اس کو	میں

الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾	فَاَرَادُوْا	بِهٖ	كَيْدًا	فَجَعَلْنٰهُمُ	الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾
دہکتی آگ	چنانچہ انہوں نے ارادہ کیا	اس کے ساتھ	چال کا	ہم نے انہیں کر دیا	ذلیل

''انہوں نے آپس میں کہا اس کے لیے آگ کا ایک الاؤ تیار کرو اور اسے اس میں پھینک دو۔ (۹۷) انہوں نے اس کے خلاف کارروائی کی مگر ہم نے انہیں ذلیل کر دیا۔'' (۹۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف فیصلہ۔

{قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾} (الانبیاء:۵۹تا۶۱)

''کہنے لگے ہمارے معبودوں کے ساتھ جس نے یہ زیادتی کی ہے واقعتاً وہ بڑا ظالم شخص ہے (مجمع سے آواز آئی) ہم نے سنا ہے ایک نوجوان ان بتوں کے خلاف گفتگو کرتا ہے اس کا نام ابراہیم ہے۔ سردار کہنے لگے اس کو پکڑ کر لوگوں کے سامنے حاضر کرو تاکہ لوگ بھی اس کی شکل دیکھ لیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجمع میں بلانے کا مقصد یہ تھا کہ عوام بھی گواہ اور مطمئن ہو جائیں کہ جو سزا اس کو دی جا رہی ہے واقعی یہ اسی سزا کا مستحق ہے۔

''کہنے لگے اگر کچھ کر گزرنا چاہتے ہو تو اسے زندہ جلا دو اس طرح اپنے خداؤں کی مدد کرو۔'' (الانبیاء:۶۸)

امن عامہ کے تحت گرفتاری

حکمران نے فوراً حکم دیا کہ امن عامہ کے تحت ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر لیا جائے چنانچہ آپ کو کئی دن تک جیل میں رکھا گیا اور پھر بادشاہ کی کونسل نے انہیں زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا بالفاظ دیگر عوام اور حکمران سب کے سب اس بات پر متفق ہوئے کہ اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے عبرتناک سزا دی جائے فیصلہ ہوا کہ ''اس کے لیے ایک گہرا گڑھا بناؤ اور اس کو آگ سے بھر کر ابراہیم علیہ السلام کو دہکتے ہوئے انگاروں میں پھینک دو۔''

شاہی آرڈیننس کے تحت پوری مشینری آگ کو بھڑکانے میں لگی ہوئی ہے علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ لوگوں کے جذبات کا عالم یہ تھا کہ عورتیں نذریں مانتی تھی اگر میری فلاں مشکل یا بیماری رفع ہو جائے تو میں اتنی لکڑیاں آگ میں پھینکوں گی مؤرخین لکھتے ہیں کہ عراق میں آج تک آگ کا اتنا بڑا الاؤ دیکھنے میں نہیں آیا آگ کے شعلے آسمان سے

باتیں کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ جب آگ میں پھینکنے کا وقت آیا تو مسئلہ پیدا ہوا کہ اتنی بڑی آگ میں کس طرح پھینکا جائے شاہی کونسل کا ہنگامی اجلاس طلب کیا جاتا ہے زیر غور مسئلہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کس طرح پھینکا جائے؟ فیصلہ ہوتا ہے کہ ایسی کرین تیار کی جائے جس کے ذریعے ابراہیم کو آگ کے درمیان میں پھینکا جائے لہٰذا اس طرح کیا گیا (اس تجویز دینے والے کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ زمین میں دھنستا جائے گا۔) (تفسیر ابن کثیر سورۃ الانبیاء:۶۸)

آزمائش کے آخری لمحات

اُف خدایا یہ کیسا منظر ہے جو آج تک تیرے فرشتوں نے بھی نہیں دیکھا ہوگا نظر اٹھائی تو جبرائیل علیہ السلام نمودار ہوئے روح الامین عرض کرتے ہیں جناب میں حاضر ہوں کوئی خدمت ہو تو فرمائیں ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو رب العزت کی طرف سے حکم ہے جبریل علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ نہیں فرمایا پھر جا میں مجھے آپ کی ضرورت نہیں کیونکہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ الانبیاء:۶۸)

ابراہیم علیہ السلام نے "حَسْبِیَ اللّٰہُ" کہہ کر اپنے آپکو اللہ کے سپرد کیا اس لئے اب کارروائی زمین پر نہیں عرش پر ہوگی۔

{ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ } (الطلاق:۳) ''جس نے اللہ پر توکل کیا اللہ اسے کافی ہوگا۔''

اب دیکھیے ادھر حاکم وقت کا اشارہ ہوا کہ پھینک دو، کرین کا بٹن دبا دیا گیا مجمع سے آواز آتی ہے اچھا ہوتا اگر معافی مانگ لیتا خواہ مخواہ اپنی جان گنوائی ہے انہیں کیا خبر آسمانوں میں کیا فیصلہ ہو چکا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ بارش کا فرشتہ ہمہ تن گوش تھا کہ کب حکم ہو اور میں اتنی بارش برسا دوں کہ ایک لمحہ میں آگ بھسم ہو کر رہ جائے لیکن فرشتے کی بجائے آج حکم براہ راست آگ کو پہنچتا ہے:

{ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ } (الانبیاء:۶۹)

''ہم نے حکم دیا اے آگ ابراہیم کے لئے ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا۔''

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام چالیس دن تک آگ میں رہے۔ ابراہیم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے جتنا آرام میں نے چالیس دن آگ کے اندر پایا ساری زندگی اتنا آرام میسر نہیں آیا۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ الانبیاء:۶۹)

یاد رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں برہنہ کر کے پھینکا گیا تھا اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ» (رواہ البخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا)

''قیامت کے دن جس خوش نصیب کو سب سے پہلے جنت کا لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔''

وَ قَالَ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَهۡدِیۡنِ ﴿۹۹﴾

اور اس نے کہا بے شک میں جانے والا ہوں طرف اپنے رب کی وہ ضرور میری راہنمائی کرے گا

''ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں وہی میری راہنمائی کرے گا۔''(۹۹)

فہم القرآن

ربط کلام: آگ سے نکلنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہجرت کرنے کا فیصلہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس سے پہلے آپ کو معلوم نہ تھا کہ مجھے کدھر جانا ہے وطن چھوڑتے وقت آپ نے کہا۔ بس میں اللہ کے بھروسے پر نکل رہا ہوں وہ جدھر رہنمائی کرے گا میں چلا جاؤں گا۔

صاحب قصص القرآن نے لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام نے دوران ہجرت پہلا قیام کلدانین میں فرمایا کچھ عرصہ جہاں قیام کرنے کے بعد آپ حضرت سارہ اور لوط علیہ السلام کے ساتھ حاران نامی بستی میں قیام پذیر ہوئے کچھ عرصہ تک حاران نامی بستی میں ٹھہرے۔ یہاں بھی دین حنیف کی دعوت کا کام جاری رکھا بالآخر آپ اپنی رفیقہ حیات اور بھتیجے کے ساتھ ارضِ فلسطین میں قیام پذیر ہوئے۔

{ وَ نَجَّیۡنٰهُ وَ لُوۡطًا اِلَی الۡاَرۡضِ الَّتِیۡ بٰرَكۡنَا فِیۡهَا لِلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۱﴾ } (الانبیاء:۷۱)

''پھر ہم لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو ظالموں سے نکال کر ارضِ مقدس کی طرف لے گئے جو اس دنیا کے لیے برکت والی ہے۔''

فلسطین میں قیام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کو شرق اردن میں تبلیغ کے لئے مقرر فرمایا اور فلسطین کے مغربی اطراف میں خود سکونت پذیر ہوئے اس زمانے میں یہ علاقہ کنعانیوں کے زیر اقتدار تھا یہاں کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپ مصر کی طرف چلے گئے۔ (از قصص القرآن)

نازک ترین آزمائش:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل کے ساتھ ایک حدیث صحیح بخاری میں نقل فرمائی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ایسی آزمائش کا ذکر ہے کہ ایسے موقعہ پر بڑے بڑے لوگوں کے اوسان خطا ہو جایا کرتے ہیں لیکن جناب خلیل علیہ السلام بڑے حوصلہ کے ساتھ اپنی رفیقہ حیات کو ایک تجویز سمجھاتے ہیں۔

''جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بی بی سارہ ایک ظالم حکمران کے ملک سے گزرے تو اس کے نوکر چاکروں نے بادشاہ کو کہا کہ ہمارے شہر میں ایک مسافر آیا ہے جس کی عورت بہت ہی خوبصورت ہے ظالم بادشاہ نے حکم دیا، ابراہیم کو فوراً میرے سامنے پیش کرو آپ سے پوچھا گیا کہ یہ عورت کون ہے؟ ابراہیم نے کہا یہ میری بہن ہے ابراہیم علیہ السلام بادشاہ

سے فارغ ہو کر حضرت سارہ علیہا السلام کے پاس آئے اور کہا اے سارہ! اس سرزمین میں میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں اور ظالم بادشاہ نے مجھے پوچھا ہے کہ تیرے ساتھ عورت کون ہے؟ میں نے تجھے اپنی بہن کہا ہے تو بھی اس کے سامنے بہن بتلانا ایسا نہ ہو میں جھوٹا ثابت ہو جاؤں ظالم بادشاہ نے بی بی سارہ کو جبراً منگوایا جب وہ اس کے پاس پہنچائی گئیں تو ظالم نے دست اندازی کی کوشش کی لیکن دھڑام نیچے گرا۔ فریاد کرنے لگا اے نیک خاتون اپنے رب سے میری عافیت کی دعا کر میں تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ کی دعا سے وہ اچھا ہو گیا پھر دوسری مرتبہ زیادتی کی کوشش کی دوبارہ پھر پہلے کی طرح یا اس سے بھی زیادہ اللہ کی گرفت میں آیا۔ التجا کی۔ اے نیک عورت اب پھر دعا کر میں اچھا ہو جاؤں تو تجھے کچھ نہیں کہوں گا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے دعا کی اللہ کے فضل و کرم سے وہ پھر تندرست ہوا، اس نے اپنے نوکر کو بلا کر کہا تم اچھی عورت میرے پاس لائے ہو یہ عورت ہے یا شیطان؟ (بے شرم اپنی بے شرمی کو مٹانے کے لیے ایسا کہہ رہا تھا حالانکہ شیطان لعین وہ خود تھا اس نے ہاجرہ کو سارہ علیہا السلام کی خدمت میں دے دیا۔ جب سارہ علیہا السلام جناب ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں تو آپ اللہ کے حضور نماز میں مصروف تھے ابراہیم علیہ السلام نماز کی حالت میں اشارہ کرتے ہیں کیا معاملہ ہوا؟ حضرت سارہ علیہا السلام نے عرض کیا، اللہ ذوالجلال نے کافر و فاجر کی شرارت کو اس کے اوپر الٹ دیا ہے سارا ماجرا ذکر کیا اور کہا بالآخر اس نے اپنی اس لڑکی کو خادمہ کے طور پر میرے حوالے کر دیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ اے بارش پر پلنے والو! یعنی اے عرب قوم یہی تو تمہاری والدہ ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔'' (رواہ البخاری: باب قول اللہ تعالی واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا)

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی راہنمائی کرنے والا ہے اسی سے راہنمائی طلب کرنی چاہیے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پا سکتا۔ (الاعراف: ۴۳)

۲۔ اللہ مومنوں کی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ (الانعام: ۱۶۱)

۳۔ ''اللہ'' صراط مستقیم کی راہنمائی کرنے والا۔ (الحج: ۵۴)

۴۔ ہم نے قوم ثمود کی راہنمائی کی مگر انہوں نے ہدایت کے بدلے جہالت کو پسند کیا۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۷)

۵۔ ہدایت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت قرار دے۔ (البقرۃ: ۱۲۰) ۶۔ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص: ۵۶)

۷۔ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۳) ۸۔ ہدایت جبری نہیں اختیاری چیز ہے۔ (الدھر: ۳)

۹۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے تھے۔ (القصص: ۵۶)

رَبِّ	هَبْ لِيْ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾	فَبَشَّرْنٰهُ	بِغُلٰمٍ
اے میرے رب	تو عطا فرما مجھے	سے	نیکوں	پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو	لڑکے کی
حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾	فَلَمَّا	بَلَغَ	مَعَهُ	السَّعْيَ	قَالَ
بردبار	پھر جب	وہ پہنچ گیا	اس کے ساتھ	دوڑنے کو	اس نے کہا اے میرے بیٹے
اِنِّيْٓ	اَرٰى	فِي	الْمَنَامِ	اَنِّيْٓ	اَذْبَحُكَ
بے شک میں	دیکھتا ہوں	میں	نیند	کہ بے شک میں	ذبح کر رہا ہوں تجھے
مَاذَا	تَرٰى ؕ	قَالَ	يٰٓاَبَتِ	افْعَلْ	مَا تُؤْمَرُ ۫
کیا ہے	تیری رائے	اس نے کہا	اے میرے ابا جان	کر گزریے	جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے
سَتَجِدُنِيْٓ	اِنْ	شَآءَ	اللّٰهُ	مِنَ	الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾
یقیناً آپ پائیں گے مجھے	اگر	چاہا	اللہ نے	سے	صبر کرنے والوں

''اے پروردگار مجھے بیٹا عطا کر جو صالح لوگوں سے ہو۔(۱۰۰) ہم نے اُس کو ایک حوصلہ مند بیٹے کی بشارت دی۔(۱۰۱) جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیم نے اُس سے کہا بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر ڈالیں آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔(۱۰۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ہجرت کے دوران حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیٹے کے لیے دعا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنا گھر بار اور اپنی قوم کو چھوڑا تو اس وقت ان کو بڑی شدت کے ساتھ بیٹے کی کمی محسوس ہوئی اور دعا کی اے اللہ اگر میری قوم تیرے دین کو نہیں مانتی تو مجھے نیک اولاد عنایت کر دے جو میرا سہارا اور غمخوار بننے کے ساتھ تیرے دین کا پرچار کرتی رہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اسی وقت قبول نہیں ہوئی قرآن حکیم میں یہ بات انہی کی زبان سے بیان ہوئی ہے کہ ان کی دعا عمر کے آخری حصے میں مستجاب ہوئی۔

{ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾ } (ابراہیم:۳۹)

''سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے بلاشبہ میرا رب دعا سننے والا ہے۔''

تمام مفسرین نے لکھا ہے جناب خلیل علیہ السلام کو ۸۶ سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا کئے گئے۔ اللہ پاک کی عجب سنت ہے کہ جب کسی بندے کو نعمت عطا فرماتا ہے تو ساتھ ہی نیک لوگوں کی آزمائش بھی کرتا ہے جن کے مرتبے

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ

پھر جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے لٹا دیا اس کو کروٹ پر اور ہم نے پکارا اسے کہ

يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۙ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ

اے ابراہیم تحقیق تو نے سچ کر دکھایا خواب بے شک ہم اسی طرح

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا

بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو بلاشبہ یہ البتہ یہ آزمائش ہے

الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ

کھلی اور ہم نے بدلے میں دیا اس کو ذبیحہ کے ساتھ بڑا اور ہم نے چھوڑا اس پر

فِي الْاٰخِرِيْنَ ۖ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ

میں پچھلے لوگوں سلام ہو پر ابراہیم اسی طرح

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو بے شک وہ تھا سے ہمارے بندوں مومن (جمع)

پھر ان دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ (۱۰۳) اور ابراہیم نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹایا۔ (۱۰۴) اور ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی جزا دیتے ہیں۔ (۱۰۵) یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔ (۱۰۶) اور ہم نے اس کو بدلے میں ایک عظیم قربانی دے کر اُس بچے کو چھڑا لیا۔ (۱۰۷) اور اُس کی تعریف آنے والے لوگوں میں رکھ دی۔ (۱۰۸) ابراہیم پر سلام ہو۔ (۱۰۹) ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی جزا دیتے ہیں۔ (۱۱۰) یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔'' (۱۱۱)

بلند ہوتے ہیں ان کی آزمائش بھی بڑی ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں فلسطین سے مکہ آئے اور خواب کا بیٹے سے ذکر کیا اور پوچھا بیٹا تیرا کیا خیال ہے؟ بیٹے سے پوچھنے کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں کہ اگر بیٹے نے خوشی سے اپنے آپ کو تعمیلِ حکم کے لئے پیش کیا تو وہ بھی ثواب کا مستحق ہو جائے گا ورنہ حکم خداوندی کی تعمیل تو کی جائے گی۔

شاید وہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ جس صالح بیٹے کی آرزو کی تھی کیا واقعتاً وہ صالح ہے، تیسری وجہ ظاہر ہے کہ خواب کا تعلق بیٹے سے بھی ہے لہٰذا بیٹے سے پوچھنا مناسب سمجھا۔ اسماعیل نے عرض کی ابو جان آپ کو جو حکم ہوا ہے اس کے مطابق عمل فرمائیں ان شاء اللہ آپ مجھے حوصلہ مند پائیں گے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جواب آداب فرزندی کی معراج ہے باپ اور بیٹا بڑے اعتماد سے میدان منیٰ کی طرف جا رہے ہیں۔

شیطان کا اضطراب:

شیطان مردود اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کا عظیم الشان اور عدیم المثال مظاہرہ کس طرح دیکھ سکتا تھا چنانچہ شیطان بھاگم بھاگ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گیا اور کہنے لگا اے اُمّ اسماعیل آپ کا بیٹا کدھر گیا ہے ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا وہ اپنے والد کے ساتھ گیا ہے شیطان نے کہا اے ہاجرہ تجھے خبر نہیں ابراہیم اسے ذبح کرنے کے لیے لے گیا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام حیران ہو کر پوچھتی ہیں کہ کبھی ایسے بھی ہوا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور خاص کر اتنے خوبصورت اور نیک سیرت بیٹے کو؟ شیطان نے سوچا شاید اب میرا داؤ چل جائے گا کہنے لگا اے اُمّ اسماعیل! آج ابراہیم اسے ضرور ذبح کر دے گا کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ مجھے ایسا کرنے کا ''اللہ'' نے حکم دیا ہے۔ ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا اگر اللہ نے یہ حکم دیا ہے تو چلے جاؤ میں اپنے اللہ کی رضا پر راضی ہوں۔ (تفسیر بحر العلوم: للسمرقندی)

حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے مایوس ہو کر شیطان جمرہ عقبہ (آج کل جس کو بڑا شیطان کہا جاتا ہے) کے پاس کھڑا ہو کر ابراہیم علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کرتا ہے لیکن ابراہیم علیہ السلام نے سات پتھر مارے۔ (رواہ احمد: مسند ابن عباس)

ابراہیم علیہ السلام کی اپنے رب کے حضور بے مثال قربانی:

آج سے ہزاروں سال پیشتر دنیا کے ایک گوشے میں عجیب وغریب واقعہ رونما ہو رہا ہے کہ وادی "غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" پر دو مخلص ترین بندے جمع ہیں باپ اپنی زبان سے کہتا ہے!

{ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ } (الانعام:۷۹)

''میں سب کو چھوڑ چھاڑ کر ایک ہی ذاتِ کبریا کا ہو گیا ہوں جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔''

بیٹا آنکھیں موند کر چہرہ زمین کے ساتھ لگائے ہوئے کہہ رہا ہے۔

{ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ } (الصافات:۱۰۲)

''آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔''

پھر دوسری جگہ جمرہ وسطیٰ کے پاس آ کر اور اس کے بعد تیسری دفعہ جمرہ اُولیٰ کے پاس شیطان نے آخری کوشش کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تینوں جگہ سات سات کنکریاں ماریں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں مارنے کو بھی حجاج کے لئے شعائر قرار دے دیا۔ چشم فلک نے ایسا نظارہ نہ پہلے کبھی کیا اور نہ ہی کبھی آئندہ کرے گی کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں جناب

خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے جگر گوشے کو پیشانی کے بل کنکریلی زمین پر لٹایا تا کہ پیارے اور معصوم رخ زیبا کو دیکھ کر پدری جذبہ استقامت کی راہ میں حائل نہ ہو جائے۔

{ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ۚ۝ } (الصّٰفّٰت:۱۰۳)

''جب باپ اور بیٹے نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔''

جس بیٹے کے لیے مدت مدید دعائیں مانگیں تھیں جس کی خبر گیری کے لیے سینکڑوں میلوں کا سفر کیا کرتے تھے جس کو ہاجرہ علیہا السلام نے پیار کی لوریاں دی تھیں اور جس چہرے کو چوم کر تنہائی میں اپنے دل کو تسلی دیا کرتی تھیں آج وہی چہرہ مٹی میں لتھڑا ہوا الٹا پڑا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو زمین پر لٹا کر یہ ثابت کر دیا کہ اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہر چیز قربان کی جا سکتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن اللہ کا فضل و کرم کہ اس نے اسمٰعیل علیہ السلام کو بچا کر ایک دنبے کی قربانی قبول کی کیونکہ مقصود امتحان تھا نہ کہ بیٹے کی جان! ''ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہے ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیا کرتے ہیں یقیناً یہ ایک بڑی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی دے کر اسمٰعیل کو چھڑا لیا ہم نے اس کا ذکر خیر بعد میں آنے والوں میں ہمیشہ کے لئے رکھ دیا سلام ہو ابراہیم پر ہم نیکی کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔'' (الصّٰفّٰت:۱۰۴ تا ۱۱۱)

بعض لوگوں نے عقل پرستی کی بنا پر لکھا کہ چھری کا پھل، چھری کے دستے میں داخل ہو گیا کسی نے کہا جناب اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن تانبے کی بن گئی اور کچھ تو عقل کے آگے لگ کر بھاگنے لگے اور کہا کہ لٹانے کا معنیٰ ہے کہ دونوں اللہ کے سامنے جھک گئے حالانکہ قرآن حکیم نے "فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ" کے الفاظ کہہ کر اگلی کیفیت کو اہل دل پر چھوڑ دیا ہے۔

{ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۝ } (الصافات:۱۰۹) ''ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ سے ابراہیم علیہ السلام نے نیک بیٹے کی دعا کی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی صورت میں نیک اور باحوصلہ بیٹا عطا فرمایا۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل سے اپنے خواب کا ذکر کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ اپنے خواب پر عمل پیرا ہو جائیں۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب سچ کر دکھایا تو اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ایک دنبے کی قربانی قبول فرمائی۔

۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت کو آنے والے لوگوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا۔

۶۔ ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔

وَبَشَّرْنٰهُ	بِاِسْحٰقَ	نَبِيًّا	مِّنَ	الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾	وَبٰرَكْنَا
اور ہم نے خوشخبری دی اسے	اسحاق کی	جو نبی ہے	سے	صالحین	اور ہم نے برکت کی
عَلَيْهِ	وَ	عَلٰٓى	اِسْحٰقَ ؕ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِهِمَا
اس پر	اور	پر	اسحاق	اور	سے	ان دونوں کی اولاد
مُحْسِنٌ	وَّظَالِمٌ	لِّنَفْسِهٖ	مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ ع			
نیکی کرنے والا	اور ظلم کرنے والا	اپنے نفس پر	کھلم کھلا			

ع ٣ ٣٩ ٧

''اور ہم نے اُسے اسحاق کی بشارت دی کہ وہ صالحین میں سے ایک نبی ہے۔(۱۱۲) اسے اور اسحاق کو برکت دی اب ان دونوں کی اولاد میں کوئی محسن ہے اور کوئی اپنے نفس پر واضح طور پر ظلم کرنے والا ہے۔''(۱۱۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند اکبر ہیں اس حقیقت کا اعتراف تورات کتاب پیدائش (باب ۱۷، ۲۴، ۲۵) میں موجود ہے۔ اس تصریح کے ساتھ کہ جس وقت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو خلیل علیہ السلام کی عمر ۸۶ سال کی تھی اور جب حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ علیہ السلام کی عمر ننانوے یا سو سال تھی۔ جدید تحقیق کے مطابق آپ کنعان میں پیدا ہوئے اور آپ علیہ السلام نے مکہ معظمہ میں ۱۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ جناب اسحاق علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے تیرہ یا چودہ سال چھوٹے ہیں۔ حضرت اسحاق حضرت سارہ علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں انہی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کیے اور اس کی نسل کو کتاب اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔

آپ علیہ السلام کی وفات:

حضرت اسحاق علیہ السلام نے ۱۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سارہ علیہا السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا جب آپ نے انتقال کیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام جوان ہو چکے تھے، حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عیسو اور لقب ادوم تھا انہی کی نسل سے ایوب علیہ السلام کا تعلق ہے دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے اور ان کا لقب اسرائیل تھا ان کی اولاد سے حضرت یوسف، حضرت سلیمان، حضرت یحییٰ، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہوئے گویا کہ اکثریت انبیاء علیہم السلام کی اسی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اور حضرت اسحاق علیہم السلام کی اولاد کو بڑی برکات سے سرفراز فرمایا ان میں نیکو کار بھی

ہوئے اور اپنے آپ پر ظلم کرنے والے بھی تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے جن کا اسرائیل لقب تھا ان کی اولاد بنی اسرائیل کے نام سے مشہور ہوئی جو صدیوں تک مصر، فلسطین اور اس کے ملحقہ علاقوں میں برسرِ اقتدار رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہزاروں انبیاء کو مبعوث فرمایا ان کے مقابلے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں کوئی نبی پیدا نہیں ہوا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو قیامت تک کے لیے ختم المرسلین کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت سے سرفراز فرمایا۔

۲۔ حضرت اسحاق علیہ السلام انبیاء کی جماعت میں سے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بے شمار برکات سے ہمکنار کیا۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے نیکوکار بھی ہوئے اور بُرے لوگ بھی پیدا ہوئے۔

تفسیر بالقرآن

حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ:

۱۔ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام۔ (البقرۃ:۱۳۶)

۲۔ حضرت ابراہیم، لوط، اسحاق و یعقوب علیہم السلام کو زکوٰۃ کا حکم۔ (الانبیاء:۷۳)

۳۔ حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام اللہ کے منتخب کردہ نبی ہیں۔ (ص:۴۵ تا ۴۷)

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام اور پوتے کی خوشخبری۔ (ھود:۷۱)

۵۔ ہم نے اسحاق اور یعقوب علیہما السلام کو ہدایت سے نوازا۔ (الانعام:۸۴)

۶۔ حضرت اسحاق اور یعقوب علیہما السلام نیکوکار تھے۔ (الانبیاء:۷۲)

۷۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو نیکوکار نبی اسحاق کی بشارت دی۔ (الصّٰفّٰت:۱۱۲)

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام کی وصیت:

۱۔ ''ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرمایا لیا ہے تمہیں موت مسلمان ہونے کی حالت میں آنی چاہیے۔'' (البقرۃ:۱۳۲)

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا

اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا پر موسیٰ اور ہارون اور ہم نے نجات دی دونوں کو اور ان کی قوم کو

مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾

سے مصیبت بڑی اور ہم نے مدد کی ان کی بس ہوئے وہی غالب

وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾

اور ہم نے دی دونوں کو کتاب واضح اور ہم نے ہدایت دی دونوں کو سیدھے راستے کی

''اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔(۱۱۴) دونوں کو اور اُن کی قوم کو کربِ عظیم سے نجات دی۔(۱۱۵) ان کی مدد کی جس وجہ سے وہ غالب ہوئے۔(۱۱۶) اُن کو واضح کتاب عطا فرمائی۔(۱۱۷) ان کی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی فرمائی۔(۱۱۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت موسیٰ، حضرت اسحاق علیہم السلام کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ کرنے سے پہلے ارشاد ہوا۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر بہت احسان فرمایا جس کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ ہم نے انہیں اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی ہم نے ان کی مدد فرمائی جس بنا پر وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے، ہم نے انہیں کھلی کتاب سے سرفراز کیا اور ہم نے دونوں کی ٹھیک ٹھیک راہنمائی کی اور ہم نے ان کی سیرت اور جدوجہد کو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر ہمیشہ ہمیش ''اللہ'' کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی اخلاص کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو ہم کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے بار بار اپنے لیے ''ہم'' یعنی جمع کی ضمیر استعمال فرمائی ہے جس میں جلال اور دبدبہ پایا جاتا ہے جس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ بے شک فرعون بڑا ظالم اور جابر حکمران تھا اور بنی اسرائیل بہت کمزور تھے لیکن جب ہم نے فرعون کو ذلیل کرنے اور بنی اسرائیل کی مدد کرنے کا فیصلہ فرمایا تو ہمارے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات سے سرفراز فرمایا تھا جس میں قدم قدم پر ان کی راہنمائی کی گئی اور انہیں صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہمت اور توفیق عنایت فرمائی قوموں کی راہنمائی کے لیے یہی دو بنیادی اصول ہیں جو قوم کتاب اللہ سے راہنمائی پائے اور اس کا قائد باکردار اور بہادر ہو تو وہ قوم دنیا میں ضرور کامیاب ہوتی ہے اور آخرت میں ہمیشہ رہنے والی جنت میں داخل ہوگی سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اللّٰهُمَّ

وَتَرَكْنَا	عَلَيْهِمَا	فِي	الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾	سَلٰمٌ	عَلٰى
اور ہم نے چھوڑا	دونوں پر	میں	پچھلے لوگوں	سلام ہو	پر
مُوْسٰى	وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾
موسیٰ	اور ہارون	بے شک ہم	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں	نیکی کرنے والوں کو
اِنَّهُمَا	مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾		
بلاشبہ دونوں	سے	ہمارے بندوں	مومن (جمع)		

اور بعد کی نسلوں میں اُن کا ذکر خیر باقی رکھا۔(۱۱۹) موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔(۱۲۰) ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔(۱۲۱) درحقیقت وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔''(۱۲۲)

أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ»

(رواه مسلم: باب استِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَبَيَانِ صِفَتِهِ)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔"اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ"

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر بڑا ہی احسان فرمایا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو بڑی طویل اور کربناک آزمائش سے نجات عطا فرمائی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی اور دونوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا۔

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ ہمیش رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔

۵۔ اخلاص کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اس طرح ہی جزا دیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے ساتھیوں کو دنیا و آخرت کی جزا سے سرفراز فرمایا:

۱۔ ہم ظالموں کو ہلاک کریں گے اور تمہیں ان کے بعد زمین میں بسائیں گے یہ وعدہ ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر جائے۔(ابراہیم: ۱۳۔۱۴)

۲۔ کفار نے حضرت نوح کو جھٹلایا ہم نے نوح اور اس کے ماننے والوں کو نجات دی۔(الاعراف: ۶۴)

۳۔ ہم نے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو نجات دی۔(الشعرا: ۶۵) ۴۔ ہم نے شعیب اور ایمان لانے والوں کو نجات دی۔(ہود: ۹۴)

وَاِنَّ	اِلْيَاسَ	لَمِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾	اِذْ	قَالَ
اور بے شک	الیاس ہیں	البتہ سے	رسولوں	جب	اس نے کہا
لِقَوْمِهٖٓ	اَلَا	تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾	اَتَدْعُوْنَ	بَعْلًا	وَّتَذَرُوْنَ	اَحْسَنَ
اپنی قوم سے	کیا نہیں	تم ڈرتے	کیا تم پکارتے ہو	بعل کو	اور تم چھوڑ دیتے ہو	سب سے بہتر
الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾	اللّٰهَ	رَبَّكُمْ	وَرَبَّ	اٰبَآئِكُمُ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾	
پیدا کرنے والے کو	اللہ کو	جو رب تمہارا	اور رب	تمہارے باپ دادا کا	پہلے	

''اور یقیناً الیاس بھی مرسلین میں سے تھا۔(۱۲۳) جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ ڈرتے کیوں نہیں۔(۱۲۴) کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو۔(۱۲۵) اُس اللہ کو جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے۔''(۱۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام کا تذکرہ۔

حضرت الیاس علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے تھے ان کا ذکر قرآن مجید میں صرف دو ہی مقامات پر آیا ہے ایک مرتبہ یہاں اور دوسری مرتبہ سورۃ انعام آیت ۸۵ میں ذکر ہوا ہے موجودہ زمانہ کے محققین ان کا زمانہ ۸۷۵ اور ۸۵۰ ق م کے درمیان متعین کرتے ہیں وہ جلعاد کے رہنے والے تھے قدیم زمانہ میں جِلعاد اس علاقے کو کہتے تھے جو دریائے یرموک کے جنوب میں واقع ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام جنہیں اس مقام پر قرآن مجید نے الیاسین بھی کہا ہے انہوں نے اپنی قوم کو انہی الفاظ کے ساتھ خطاب فرمایا جن الفاظ میں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوم کو خطاب کرتے رہے، ارشاد فرماتے ہیں اے میری قوم! اللہ سے ڈرو اس کے ساتھ شرک کرنا چھوڑ دو اور اسکی نافرمانی سے باز آجاؤ! تمہارا کردار یہ ہے کہ تم بعل کے سامنے رکوع، سجود کرتے اور نذر و نیاز پیش کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑے ہوئے ہو حالانکہ اس نے انسان اور ہر چیز کو اس کے ماحول کے مطابق بہتر سے بہتر پیدا فرمایا ہے وہی تمہیں اور تمہارے آباؤ اجداد کو پیدا کرنے والا اور ہر چیز عطا کرنے والا ہے حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم نے اس فطری اور سادہ دعوت کو جھٹلا دیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انہیں حاضر کیا جائے گا یعنی دعوتِ توحید ٹھکرانے اور حضرت الیاس علیہ السلام کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے انہیں ٹھیک ٹھیک سزا دی جائے گی اس سزا سے وہی لوگ بچ پائیں گے جنہوں نے عقیدہ توحید اختیار کیا اور مخلصانہ طور پر اس کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ بے شک قوم نے حضرت الیاس علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کی محنت قبول کرتے ہوئے ان کے کام اور نام کو ہمیشہ کے لیے باقی رکھا، ان پر اللہ کی رحمتیں برستی رہیں گی کیونکہ جو لوگ اخلاص اور اپنے رب کے حکم کے

فَكَذَّبُوْهُ	فَاِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾	اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ
پھر انہوں نے جھٹلایا اسے	سو یقیناً وہ	ضرور حاضر کیے جائیں گے	سوائے	بندے	اللہ کے
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾	وَتَرَكْنَا	عَلَيْهِ	فِي	الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾	سَلٰمٌ	عَلٰٓى
خالص کیے ہوئے	اور ہم نے چھوڑا	اس پر	میں	پچھلوں	سلام ہو	پر
اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾	اِنَّا	كَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾	اِنَّهٗ
الیاس	بے شک ہم	اسی طرح	بدلہ دیتے ہیں	نیکی کرنے والوں کو	بے شک وہ
مِنْ	عِبَادِنَا	الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾			
سے	ہمارے بندوں	مومن (جمع)			

بس انہوں نے اسے جھٹلا دیا یقیناً وہ سزا کے لیے پیش کیے جائیں گے۔(۱۲۷) سوائے اللہ کے بندوں کے جن کو خالص کر لیا گیا تھا۔(۱۲۸) اور الیاس کا ذکرِ خیر ہم نے بعد کی نسلوں میں باقی رکھا۔(۱۲۹) الیاس پر سلام ہو۔(۱۳۰) ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔(۱۳۱) واقعی وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔''(۱۳۲)

مطابق زندگی بسر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کو یہ بھی اعزاز بخشا کہ انہیں دنیا اور آخرت میں اپنے مومن بندوں میں شامل فرمایا۔

مسائل

۱۔ الیاس علیہ السلام بھی اللہ کے پیغمبروں میں شامل ہیں۔

۲۔ حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم نے بعل (بت) کے مقابلے میں عقیدۂ توحید کو ٹھکرا دیا۔

۳۔ قیامت کے دن ان کی قوم کو اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا۔

۴۔ حضرت الیاس علیہ السلام پر ہمیشہ ہمیش اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی رہیں گی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ کی رحمتیں انبیائے کرام علیہم السلام پر ہمیشہ نازل ہوتی رہیں گی:

۱۔ حضرت نوح، ابراہیم اور الیاس علیہم السلام پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت برستے رہے گی۔(الصافات:۷۹، ۱۰۹، ۱۲۳)

۲۔ اگر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا ہے تو آپ فرما دیں تمھارا رب وسیع رحمت والا ہے۔(الانعام:۱۴۷)

۳۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کو اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔(الانبیاء:۸۶) (الصافات:۱۳۰)

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ

اور بلاشبہ لوط ہے البتہ سے رسولوں جب ہم نے نجات دی اس کو اور اس کے اہل کو

اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾

سب کے سب سوائے ایک بڑھیا کے میں پیچھے رہ جانے والوں پھر ہم نے ہلاک کر دیا دوسروں کو

وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ ع ٢٥

اور بیشک تم ضرور گزرتے ہو ان پر صبح کے وقت اور رات کو کیا پھر نہیں تم عقل رکھتے ہو

''اور لوط بھی انہی لوگوں میں سے تھا جو رسول بنا کر بھیجے گئے۔(۱۳۳) یاد کرو جب ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔(۱۳۴) سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔(۱۳۵) پھر دوسروں کو تہس نہس کر دیا(۱۳۶) تم صبح کے وقت اُن کے اُجڑے گھروں پر گزرتے ہو۔(۱۳۷) اور رات کے وقت بھی۔ کیا پھر تمہیں عقل نہیں آتی؟''(۱۳۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر۔

حضرت لوط علیہ السلام بھی انبیائے کرام علیہم السلام میں شامل ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے اہل کو ذلّت آمیز عذاب سے محفوظ رکھا البتہ ان کی بیوی اور دوسرے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اے عرب کے لوگو! تم سفر کے دوران صبح وشام قومِ لوط علیہ السلام کی بستیوں کے کھنڈرات کے قریب سے گزرتے اور انہیں دیکھتے ہو لیکن پھر بھی عقل سے کام لینے کے لیے تیار نہیں ہو؟۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کے بارے میں قرآن مجید میں کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام مرسلین میں سے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے ایمان دار ساتھیوں کو عذاب سے محفوظ رکھا لیکن ان کی بیوی اور ان کی قوم کو آسمان کے قریب لے جا کر الٹ دیا گیا اور پھر ان پر پتھروں کی بارش برسائی جو نشان زدہ تھے۔

تفسیر بالقرآن

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حضرت لوط علیہ السلام ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی۔(العنکبوت:۲۶)

۲۔ حضرت لوط علیہ السلام اللہ کے رسولوں میں سے تھے۔(الصّٰفّٰت:۱۳۳)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل، یَسَع، یونس اور لوط علیہم السلام کو لوگوں پر فضیلت دی۔(الانعام:۸۶)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو دانائی اور علم عطا فرمایا۔(الانبیاء:۷۴)

وَاِنَّ	يُوْنُسَ	لَمِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾	اِذْ	اَبَقَ	اِلَى
اور بے شک	یونس ہے	ضرور سے	رسولوں	جب	وہ بھاگ گیا	طرف
الْفُلْكِ	الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾	فَسَاهَمَ	فَكَانَ	مِنَ	الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾
کشتی کی	بھری ہوئی	پھر قرعہ اندازی کی انہوں نے	تو ہو گیا وہ	سے	شکست خوردگان
فَالْتَقَمَهُ	الْحُوْتُ	وَ	هُوَ	مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾	فَلَوْ لَآ	اَنَّهٗ
چنانچہ نگل لیا اس کو	مچھلی نے	اور	وہ	ملامت کرنے والا تھا	پھر اگر نہ ہوتا	بے شک وہ

''اور یقیناً یونس بھی رسولوں میں سے تھا۔(۱۳۹) یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلا۔(۱۴۰) پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور اس میں مات کھائی۔(۱۴۱) آخر کار مچھلی نے اسے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ ہوا۔(۱۴۲) اگر وہ

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کا ذکرِ گرامی۔

حضرت یونس علیہ السلام بھی اللہ کے برگزیدہ انبیائے کرام علیہم السلام میں شامل ہیں انہیں نینوا کے علاقہ میں ایک لاکھ سے زائد لوگوں کی آبادی میں مبعوث کیا گیا نہ معلوم حضرت یونس علیہ السلام نے کتنا عرصہ اپنی قوم کو سمجھایا لیکن قوم سدھرنے کی بجائے بگڑتی چلی گئی یونس علیہ السلام نے اس پر قوم کو انتباہ کیا کہ اگر تم راہِ ہدایت پر نہ آئے تو فلاں دن تمہیں اللہ کا عذاب آلے گا لیکن اس دن عذاب نہ آیا جس پر قوم نے حضرت یونس علیہ السلام کو طعنے دیئے اور جھوٹا قرار دیا جس پر یونس علیہ السلام پریشان ہو کر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوئے جس کے لیے قرآن مجید نے "اَبَقَ" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ ہے آقا سے بھاگنے والا غلام۔

حضرت یونس علیہ السلام قوم سے ناراض ہو کر اپنے شہر سے نکلے اور دریا عبور کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہوئے کشتی دریا میں چلی تو ہچکولے کھانے لگی ملاح نے تجربے کی بنیاد پر کہا کہ جب کشتی ہموار موسم میں ہچکولے کھانے لگے تو میرا تجربہ ہے کہ کشتی میں کوئی ایسا شخص ضرور سوار ہوتا ہے جو اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہوتا ہے، لگتا ہے کہ آج بھی کوئی سوار اس طرح ہی اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہے اس پر قرعہ اندازی کی گئی بالآخر قرعہ یونس علیہ السلام کے نام نکلا کشتی کو بچانے کے لیے یونس علیہ السلام نے دریا میں چھلانگ لگا دی جونہی دریا میں اترے تو ایک مچھلی نے انہیں نگل لیا وہ افسردگی کے عالم میں مچھلی کے پیٹ میں جا کر ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے: "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" اے اللہ تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔'' یونس علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی بجائے "اَنْتَ" کی ضمیر استعمال کی جس سے ان کے احساسات اور جذبات کی ترجمانی ہوتی ہے کہ اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہونے اور مچھلی کے پیٹ میں جانے کے باوجود "اَنْتَ" کی ضمیر استعمال کرتے ہیں جو واحد حاضر کے لیے استعمال ہوتی ہے گویا کہ انتہائی پریشانی کے

النصف

كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى

تھا سے تسبیح کرنے والوں تو وہ رہتا میں اس کے پیٹ تک

يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾

اس دن جب وہ اٹھائے جائیں گے پھر ہم نے ڈال دیا اس کو چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھا

وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾

اور ہم نے اُگا دیا اس پر درخت سے بیل دار

ذکر کرنے والوں میں نہ ہوتا۔(۱۴۳) تو قیامت کے دن تک اُس مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔(۱۴۴) آخر کار ہم نے اسے بڑی کمزور حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا۔(۱۴۵) اور اُس پر ایک بیلدار درخت اُگا یا۔''(۱۴۶)

باوجود اپنے رب کی قربت محسوس کرتے ہوئے یوں پکارتے ہیں گویا کہ رب تعالیٰ ان کے سامنے موجود ہیں یہی ذکر کا بہترین طریقہ ہے۔جس طرح حدیث میں نماز کے بارے میں آیا کہ نماز اس طرح پڑھنی چاہیے جس طرح نمازی اپنے رب کو دیکھ رہا ہے اگر یہ نہیں تو یہ تصور ہونا چاہیے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔(رواہ البخاری: کتاب الایمان)

اس بات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یونس علیہ السلام مجھے یاد نہ کرتا تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا اور مچھلی کے پیٹ سے ہی اٹھایا جاتا گویا کہ مچھلی کی موت کے ساتھ ہی انہیں موت آجاتی اور قیامت کو مچھلی کے پیٹ سے نکالے جاتے یونس علیہ السلام کی فریاد کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مچھلی کو حکم دیا کہ یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے اگل دے یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر آئے تو اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھے اس حالت میں یونس علیہ السلام دریا کے کنارے بے سدھ ہو کر لیٹے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خوراک اور سائے کے لیے ایک بیل دار پودا اُگا دیا جس کے بارے میں مفسرین کا خیال ہے کہ وہ کدو یا بڑے بڑے پتوں والا بیل دار درخت تھا۔

اس مقام پر ضرورت سے زیادہ عقل رکھنے والے حضرات کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں جا کر کسی انسان کا زندہ نکل آنا غیر ممکن ہے لیکن پچھلی صدی کے اواخر میں انگلستان کے سواحل کے قریب ایک واقعہ پیش آچکا ہے جو ایسے لوگوں کے دعوے کی تردید کر دیتا ہے۔اگست ۱۸۹۱ء میں ایک جہاز پر کچھ مچھیرے وہیل کے شکار کے لیے گہرے سمندر میں گئے وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو جو ۲۰ فٹ لمبی ۵۰ فٹ چوڑی اور سوٹن وزنی تھی شکاریوں نے سخت زخمی کر دیا مچھلی کو قابو کرتے ہوئے جیمز بارٹلے نامی ایک مچھیرے کو اس کے ساتھیوں کے سامنے مچھلی نے نگل لیا دوسرے روز وہی مچھلی اس جہاز کے لوگوں کو مری ہوئی مل گئی انہوں نے بمشکل ہی اسے جہاز پر چڑھایا جب اس کا پیٹ چاک کیا تو بارٹلے اس کے اندر زندہ برآمد ہو گیا یہ شخص مچھلی کے پیٹ میں پورے ۶۰ گھنٹے رہا تھا۔(اردو ڈائجسٹ، فروری ۱۹۶۴ء) غور کرنے کی بات ہے کہ اگر معمولی

حالات میں فطری طور پر ایسا ہونا ممکن ہے تو غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ کے معجزے کے طور پر ایسا ہونا کیوں غیر ممکن ہے؟

۲۰۰۵ء رمضان المبارک میں آزاد کشمیر میں شدید زلزلہ آیا زلزلہ میں چھ سیکنڈ کے اندر اسّی ہزار افراد موت کا لقمہ بنے گھروں کے گھر ملیا میٹ ہو گئے مواصلات کا نظام مکمل طور پر درہم برہم ہو گیا تقریباً ایک سال تک ہیلی کاپٹروں کے ذریعے لوگوں تک خوراک پہنچائی جاتی رہی اور کئی ماہ تک مکانوں سے لاشیں نکالنے کا سلسلہ جاری رہا۔ مظفر آباد شہر میں ایک بلڈنگ کا ملبہ صاف کیا جا رہا تھا کہ ایک گھر سے چھ ماہ بعد جواں سال لڑکی زندہ ملی جس کا سرکاری طور پر اسلام آباد ہسپتال میں علاج کیا گیا دو مہینے کے بعد لڑکی چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی۔

ذکر کے فائدے:

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ } (الانفال:۴۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کسی گروہ کا مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنَا مَعَ عَبْدِيْ حَيْثُمَا ذَكَرَنِيْ وَتَحَرَّكَتْ بِيْ شَفَتَاهُ» (رواہ البخاری: کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی لا تحرک بہ لسانک الخ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں، وہ جہاں کہیں میرا ذکر کرے اور جب اس کے ہونٹ میرے ذکر کے لیے حرکت کرتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبی تھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کے لیے ایک بیلدار درخت اُگا دیا۔
۳۔ یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں حضرت یونس علیہ السلام کا تذکرہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی۔ (النساء:۱۶۳) ۲۔ یونس علیہ السلام رسولوں میں سے تھے۔ (الصّٰفّٰت:۱۳۹)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل، یسع، یونس اور لوط علیہم السلام کو جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ (الانعام:۸۶)
۴۔ یونس علیہ السلام کی اللہ نے دعا قبول فرما کر مچھلی کے پیٹ سے نجات دی۔ (الانبیاء:۸۸)
۵۔ حضرت یونس کی قوم کے سوا کسی قوم کو عذاب کے وقت ایمان لانے کا فائدہ نہیں ہوا۔ (یونس:۹۸)

وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا

اور ہم نے بھیجا اس کو طرف ایک لاکھ کی یا وہ زیادہ ہوں گے پھر وہ ایمان لے آئے

فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ

تو ہم نے ان کو فائدہ دیا تک ایک مدت سو آپ پوچھیے ان سے کیا آپ کے رب کے لیے بیٹیاں ہیں

وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

اور ان کے لیے بیٹے ہیں یا ہم نے پیدا کیے فرشتے مؤنث کہ وہ

شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ

دیکھ رہے تھے خبردار بلاشبہ وہ سے اُن کے جھوٹ البتہ وہ کہتے ہیں اولاد جنی

اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾

اللہ نے اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیا بیٹیوں کو پر بیٹوں

''اس کے بعد ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا۔(۱۴۷) وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک معیّن وقت تک باقی رکھا۔(۱۴۸) ان سے پوچھو کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے ہیں۔(۱۴۹) یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں بنایا ہے اور یہ اس وقت موجود تھے۔(۱۵۰) سُن لو یہ لوگ جھوٹی باتیں کرتے ہیں۔(۱۵۱) کہ اللہ اولاد رکھتا ہے یقیناً وہ لوگ جھوٹے ہیں۔(۱۵۲) کیا اللہ نے اپنے لیے بیٹوں کی بجائے بیٹیاں پسند کرلیں ہیں؟''(۱۵۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے شرک سے توبہ کی جس کے نتیجے میں عذاب سے بچ گئی۔ اہلِ مکہ کو اس واقعہ کے ذریعے سمجھایا ہے کہ اگر اللہ کے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو شرک سے توبہ کرلو بصورت دیگر تباہی تمہارا مقدر ہوگی۔

قرآن مجید نے یہ بات واضح نہیں فرمائی کہ یونس علیہ السلام کی قوم کس قسم کے شرک میں ملوث تھی تاہم آیات کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ شرک کی دیگر اقسام کے ساتھ یونس علیہ السلام کی قوم میں یہ شرک بھی پایا جاتا تھا کہ وہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں خیال کرتے اور ان کے واسطے اور طفیل دعائیں کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ جِنّات کے بارے میں بھی ان کے ایسے ہی خیالات تھے جس طرح جنات کے بارے میں اہلِ مکہ کے خیالات تھے۔ مچھلی کے پیٹ سے نکل کر یونس علیہ السلام اپنی قوم کے پاس گئے جن کی اکثریت یا پھر تمام کے تمام لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کے حضور سچی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ ''اٰمَنُوْا'' کا لفظ استعمال فرما کر ثابت کیا ہے کہ شرک کا عقیدہ رکھنے والا شخص ایماندار نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی جنہیں ایک مدت تک مہلت دی گئی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا اور ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم کے کتنے افراد

مَا لَكُمْ ۫	كَيْفَ	تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾	اَفَلَا	تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ ۚ	اَمْ	لَكُمْ
کیا ہے تمہیں	کیسا	تم فیصلہ کرتے ہو	کیا پھر نہیں	تم غور کرتے	یا	تمہارے لیے
سُلْطٰنٌ	مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵۷﴾	فَاْتُوْا	بِكِتٰبِكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۶﴾
دلیل ہے	واضح	تو تم لے آؤ	اپنی کتاب کو	اگر	تم ہو	سچے
وَجَعَلُوْا	بَيْنَهٗ	وَبَيْنَ	الْجِنَّةِ	نَسَبًا ؕ		
اور انہوں نے ٹھہرایا	اس کے درمیان	اور درمیان	جنّوں کے	رشتہ		

تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے حکم لگا رہے ہو۔(۱۵۴) کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔(۱۵۵) یا پھر تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے۔(۱۵۶) اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لاؤ۔(۱۵۷) انہوں نے اللہ اور جنّوں کے درمیان رشتہ داری بنا رکھی ہے۔

تھے لیکن بات میں حُسن پیدا کرنے کے لیے "اَوْ يَزِيْدُوْنَ" کے الفاظ ارشاد فرمائے جس میں حُسن ہونے کے ساتھ بلاغت بھی پائی جاتی ہے تا کہ کلام سُننے والے کے دل میں جستجو پیدا ہو۔

کلام کا رخ موڑ کر اہل مکہ سے سوال کیا گیا ہے کہ کیا ملائکہ کی پیدائش کے وقت یہ لوگ موجود تھے؟ کہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو مؤنث (FEMALE) پیدا کیا ہے۔ آگاہ رہیں کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور جو ان کے منہ میں آتا ہے کہے جا رہے ہیں حالانکہ کسی کو ''اللہ'' کی اولاد قرار دینا سب سے بڑا جھوٹ اور بہتان ہے کیا یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کی بجائے اپنے لیے بیٹیاں پسند کی ہیں؟

ظاہر بات ہے کہ اگر اسے اولاد کی محبت اور اپنے لیے معاونین کی ضرورت ہوتی تو وہ بیٹیوں کی بجائے بیٹے پسند کرتا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنی طرف سے ہی فیصلے کیے جاتے ہو آخر فیصلہ کرنے کے لیے عقلی یا نقلی دلیل تو ہونی چاہیے، ہاں اگر تمہارے پاس عقلی یا مشاہداتی دلیل نہیں تو کسی مستند کتاب سے حوالہ پیش کرو جس سے ثابت ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ یا کسی اور کو اپنی اولاد کے طور پر پیدا کیا ہے، یہی تمہارا عقیدہ جنات کے بارے میں ہے جس بنا پر جنات کو اللہ کا رشتہ دار ٹھہراتے ہو حالانکہ جنات بھی جانتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کا حسب ونسب جوڑا اسے پوچھا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا وہ مارا جائے گا۔

یاد رہے کہ اہلِ مکہ یہ بھی ہرزہ سرائی کرتے تھے کہ جنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رشتہ داری ہے جس سے ملائکہ کی شکل میں بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس سے اپنے آپ یہ بات نکلتی ہے کہ ''نعوذ باللہ'' اللہ تعالیٰ بھی جنسی خواہش رکھتا ہے یہ ایسی خرافات ہیں کہ جس کے تصور سے ایک شریف آدمی کا دل کانپ جاتا ہے اس لیے معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی پکار اٹھتا ہے کہ سبحان اللہ کہ ہمارا رب ہر خواہش اور کمزوری سے مبرا اور پاک ہے یہ باتیں تو مشرک کیا کرتے تھے ان کے مقابلے میں جو لوگ عقیدہ اور عمل میں مخلص ہیں یعنی شرک سے نفرت اور اجتناب کرتے ہیں ان سے یہ بات کوئی نہیں کہلوا سکتا ایسی باتیں تو وہی لوگ

وَلَقَدْ	عَلِمَتِ	الْجِنَّةُ	اِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾	سُبْحٰنَ اللّٰهِ
اور البتہ تحقیق	جان لیا	جنوں نے	بلاشبہ وہ	ضرور حاضر کیے جائیں گے	پاک ہے اللہ
عَمَّا	يَصِفُوْنَ ﴿١٥٩﴾	اِلَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٠﴾
اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں	سوائے	بندے	اللہ کے	خالص کیے ہوئے
فَاِنَّكُمْ	وَمَا	تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾	مَآ	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ
پس بے شک تم	اور جو	تم عبادت کرتے ہو	نہیں ہو	تم	اس پر
بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾	اِلَّا	مَنْ	هُوَ	صَالِ	الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾
بہکانے والے	مگر	اس کو	وہ	جانے والا	جہنم میں

حالانکہ جن خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔(۱۵۸) اللہ ان باتوں سے پاک ہے۔(۱۵۹) جو اس کے خالص بندوں کے سوا دوسرے لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔(۱۶۰) پس تم اور تمہارے یہ معبود۔(۱۶۱) اللہ سے کسی کو پھیر نہیں سکتے۔(۱۶۲) مگر صرف اُس کو جو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھلسنے والا ہے۔'' (۱۶۳)

کرتے ہیں جن پر جہنم واجب ہو چکی ہے۔

''اے پیغمبر ﷺ! فرما دیجیے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آئی ہے کہ جنوں کی ایک بڑی جماعت نے قرآن سنا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لائے ہم آئندہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے کیونکہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے اس کی نہ بیوی ہے اور نہ اولاد، یقیناً ہم میں سے بیوقوف لوگ اللہ کے بارے میں غلط باتیں کہتے ہیں۔'' (الجن: ۱ تا ۵)

سنگین جرم:

{ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ } (مریم: ۹۰ تا ۹۲)

''قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اس بات پر کہ انہوں نے رحمان کی اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے رحمان کی شان نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔''

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آدم کا بیٹا مجھے گالیاں دیتا ہے اور یہ اس کے لیے لائق نہیں اور وہ میری تکذیب کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے لائق نہیں اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ میری اولاد ہے اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ پیدا نہیں کیا جائے گا جس

طرح مجھے پہلی بار پیدا کیا گیا ہے۔''

(رواہ البخاری: باب مَا جَاءَ فِی قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَھُوَ الَّذِی یَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیدُہٗ)

جس سے ربِ ذوالجلال نے سوال کرلیا وہ مارا جائے گا:

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ یُّحَاسَبُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا ھَلَكَ قُلْتُ اَوَلَیْسَ یَقُوْلُ اللّٰہُ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكَ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَّنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ یَھْلِكُ» (رواہ البخاری: باب مَنْ سَمِعَ شَیْئًا فَرَاجَعَ حَتّٰی یَعْرِفَہٗ)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی گرامی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن جس سے حساب لے لیا گیا وہ ہلاک ہوا میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اللہ کا ارشاد نہیں کہ ''عنقریب اس کا آسان حساب ہوگا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو معمولی پیشی ہے جس شخص سے باز پرس ہوئی وہ مارا گیا۔''

مسائل

۱۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ملائکہ اللہ کی اولاد ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

۲۔ لوگ بلا دلیل جنات اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے رشتہ دار بناتے ہیں۔

۳۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے جہنمی ہیں۔ ۴۔ اللہ کے مخلص بندے ایسی بات نہیں کہتے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ اولاد اور ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ (النحل: ۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ شریکوں سے بلند وبالا ہے۔ (النحل: ۳)

۳۔ اللہ تعالیٰ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے اللہ شریکوں کی شراکت سے بلند ہے۔ (المومنون: ۹۲)

۴۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے بالا ہے۔ (النمل: ۶۳)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا، رزق دیا، تمہیں مارے گا اور تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے شرکا میں سے بھی کوئی ہے جو یہ کام کر سکے؟ اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ (الروم: ۴۰)

۶۔ قیامت کے دن آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک وبرتر ہے۔ (الزمر: ۶۷)

۷۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔ (الانعام: ۱۰۱) ۸۔ عزیر علیہ السلام ''اللہ'' کے بیٹے نہیں اس کے بندے تھے۔ (التوبۃ: ۳۰)

۹۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام الٰہ نہیں اللہ کے بندے تھے۔ (المائدۃ: ۷۵)

۱۰۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا بدترین گناہ ہے۔ (مریم: ۹۱، ۹۲)

وَمَا	مِنَّآ	اِلَّا	لَهٗ	مَقَامٌ	مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾
اور نہیں ہے	ہم میں سے	مگر	اس کے لیے	مرتبہ	معلوم

وَّاِنَّا	لَنَحْنُ	الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾	وَاِنَّا	لَنَحْنُ	الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
اور بے شک ہم	البتہ ہم	صف باندھنے والے ہیں	اور بے شک ہم	البتہ ہم تو	تسبیح کرنے والے ہیں

''اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا ایک متعیّن مقام ہے۔(۱۶۴) اور ہم صف بستہ حاضر رہتے ہیں۔(۱۶۵) اور ہم ہر صورت تسبیح کرنے والے ہیں۔''(۱۶۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نیک جنّات اور موحد بندوں کا عقیدہ بیان کرنے کے بعد ملائکہ کا عقیدہ اور ان کا اعتراف ذکر کیا جاتا ہے۔

اس سے پہلے نیک جنّات اور مخلص بندوں کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں نہ ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی رشتہ داری ہے جنّات، انسان اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے وہ سب کا واحد خالق، مالک اور رازق ہے یہی عقیدہ تمام ملائکہ کا ہے وہ اقرار کرتے ہیں کہ ہماری کیا مجال ہے کہ جہاں ہماری ڈیوٹی لگائی گئی ہے اس سے ایک انچ آگے پیچھے ہوسکیں اور جو ہمیں حکم دیا جاتا ہے اس میں بال برابر سستی کریں اور جو ہماری حیثیت ہے اس سے تجاوز کریں ہم تو اپنی اپنی جگہ پر کھڑے اپنے خالق کے حکم کے منتظر رہتے اور ہر وقت اپنے رب کے حضور صف بستہ حاضر رہتے ہیں اور ہر حال میں اپنے رب کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں۔ قیامت کے دن بھی ملائکہ کی یہی حالت گی۔

{ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ } (المؤمن:۷)

''عرشِ الٰہی کے حامل فرشتے اور جو عرش کے گرد و پیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں، وہ ''اللہ'' پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی اتباع کی انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

{ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ } (النبا:۳۸)

''جس دن جبرائیلِ امین اور دوسرے فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے اس دن صرف وہی بول سکے گا جس کو

الرحمٰن نے اجازت دی ہوگی۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ كَالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ قَالَ عَلِيٌّ وَقَالَ غَيْرُهُ صَفْوَانٍ يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ، قَالُوا لِلَّذِي قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ»

(رواہ البخاری: باب قَوْلِهِ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو اللہ کے فرمان کے جلال کی وجہ سے فرشتوں کے پروں میں آواز پیدا ہوتی ہے جیسے ہموار پتھر پر لوہے کی زنجیر کھینچنے سے آواز پیدا ہوتی ہے جب ملائکہ کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے پروردگار نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اُوپر والے ملائکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ذکر کرتے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ بلند و بالا کا یہ ارشاد ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ملائکہ ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔

۲۔ ملائکہ اپنی ڈیوٹی ادا کرنے کے ساتھ ہر دم اپنے رب کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

۳۔ ملائکہ ہر وقت اپنے رب کے حضور صف بستہ رہتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

ملائکہ اور جنات بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند اور اس کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں:

۱۔ یقیناً جو ملائکہ آپ کے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اس کی تسبیح بیان کرتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ (الاعراف:۲۰۶)

۲۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں اور مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (الشوریٰ:۵)

۳۔ قیامت کے دن تمام فرشتے اور جبرائیل علیہ السلام اپنے رب کے روبرو قطار میں کھڑے ہوں گے۔ (النباء:۳۸)

۴۔ قیامت کے دن فرشتے صف بنا کر اپنے رب کے سامنے حاضر ہوں گے۔ (الفجر:۲۲)

۵۔ جن اور انسان اللہ کی عبادت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ (الذاریات:۵۶)

۶۔ اے انسانوں اور جنوں اگر تم خدا کی خدائی سے نکل سکتے ہو نکل جاؤ۔ (الرحمٰن:۳۳)

وَ	اِنْ	كَانُوْا	لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾	لَوْ	اَنَّ	عِنْدَنَا
اور	یقیناً	وہ تھے	البتہ کہتے	کاش	بے شک	ہمارے پاس
ذِكْرًا	مِّنَ	الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾	لَكُنَّا	عِبَادَ	اللّٰهِ	الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾
نصیحت ہوتی	سے	پہلے لوگوں	ہم ضرور ہوتے	بندے	اللہ کے	برگزیدہ
فَكَفَرُوْا	بِهٖ	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾	وَلَقَدْ	سَبَقَتْ	كَلِمَتُنَا
تو انہوں نے کفر کیا	اس کے ساتھ	پھر عنقریب	وہ جان لیں گے	اور البتہ تحقیق	سبقت لے گئی	ہماری بات
لِعِبَادِنَا	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾	اِنَّهُمْ	لَهُمُ	الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾	وَاِنَّ	
اپنے بندوں کے لیے	بھیجے ہوئے	بے شک وہ	ان کے لیے	مدد کیے جائیں گے	اور بلاشبہ	
جُنْدَنَا	لَهُمُ	الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾				
ہمارا لشکر	ان کے لیے	غالب رہے گا				

''یہ لوگ کہا کرتے تھے۔(۱۶۷) کہ کاش ہمارے پاس نصیحت آتی جو پچھلی قوموں کے پاس آئی تھی۔(۱۶۸) تو ضرور ہم اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔(۱۶۹) انہوں نے اس کا انکار کر دیا انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔(۱۷۰) ہم پہلے ہی اپنے بھیجے ہوئے بندوں سے وعدہ کر چکے ہیں۔(۱۷۱) کہ یقیناً وہ مدد کیے جائیں گے۔(۱۷۲) اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہے گا۔''(۱۷۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اہل مکہ اور دیگر لوگوں کا دعویٰ۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد اہل مکہ کے پاس براہ راست کوئی نبی نہیں آیا جس وجہ سے ان کے سمجھ دار لوگ یہ کمی محسوس کرتے اور کہتے تھے کہ کاش! ہمارے ہاں بھی کوئی نبی مبعوث کیا جاتا جس کی اتباع کر کے ہم دوسری اقوام بالخصوص اہل کتاب پر برتری حاصل کر لیتے اور اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ اس خواہش اور نبی علیہ السلام کو پہنچانے کے باوجود یہ لوگ انکار کیے جا رہے ہیں اگر یہ لوگ اپنی روش سے باز نہ آئے تو انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی کس طرح مدد کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ہر صورت ان کی مدد کرے گا جس سے وہ اپنے مخالفوں پر غالب آئیں گے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ''اللہ'' کی فوج ہی غالب آیا کرتی ہے اس لئے بدر سے لے کر غزوہ تبوک تک تمام غزوات کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ نبی آخر الزمان علیہ السلام اور آپ کے اصحاب ہمیشہ کفار پر غالب رہے۔ اُحد میں پہلے غالب رہے اور بعد میں اپنی غلطی سے انہیں نقصان اٹھانا پڑا۔ یہاں

تک مسلمانوں کی کامیابی کا تعلق ہے آپ ﷺ کے بعد بھی تقریباً ایک ہزار سال تک مسلمان دنیا میں واحد اخلاقی، سیاسی اور عسکری قوت کے طور پر تسلیم کیے جاتے رہے۔ کفر پر غالب آنے کا اہلِ علم نے دوسرا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ مخالف جو چاہیں اور جس قدر چاہیں دینِ اسلام کی مخالفت کریں۔ لیکن وہ اسلام کی سچائی اور حقانیت پر دلائل کی بنیاد پر کبھی غالب نہیں آسکیں گے کیونکہ اسلام غالب رہنے کے لیے آیا ہے۔ اگر کوئی حکمران خلوص نیت اور جرأت کے ساتھ اسلام کو اس کے تقاضوں کے ساتھ نافذ کرے گا تو اسلام کا نظام کامیاب ہوگا یہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔

{ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ } (المجادلة:٢١)

''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ طاقت ور اور زور آور اور زبردست ہے۔''

«اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى» (صحيح البخاري: بَابُ إِذَا أَسْلَمَ الصَّبِيُّ فَمَاتَ، هَلْ يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَهَلْ يُعْرَضُ عَلَى الصَّبِيِّ الإِسْلاَمُ)

''اسلام غالب آئے گا اور اس پر کوئی غالب نہیں آئے گا۔''

مسائل

١۔ نبی اکرم ﷺ کی آمد سے پہلے اہلِ مکہ آپ کی نبوت کے منتظر تھے۔
٢۔ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں سے وعدہ کیا کہ وہ غالب آئیں گے۔
٣۔ اللہ تعالیٰ کی فوج ہی ہمیشہ غالب آیا کرتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

دین حق اور رسولوں کے غالب آنے کا وعدہ:

١۔ وہ ذات جس نے رسول کو مبعوث کیا تاکہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے۔ (الفتح:٢٨)
٢۔ ان سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہوجائے اور دین خالصتاً اللہ کے لیے ہوجائے۔ (البقرة:١٩٣)
٣۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ (آل عمران:١٦٠)
٤۔ اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے لیکن لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف:٢١)
٥۔ اگر تم ''اللہ'' کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا۔ (محمد:٧) ٦۔ ''اللہ'' کی فوج ہی غالب آیا کرتی ہے۔ (المائدة:٥٦)
٧۔ کتنی قلیل جماعتیں ''اللہ'' کے حکم سے غالب آئیں۔ (البقرة:٢٤٩)
٨۔ ''اللہ'' کا وعدہ ہے کہ میں اپنے رسولوں کو ضرور غالب کروں گا۔ (المجادلہ:٢١)

فَتَوَلَّ	عَنْهُمْ	حَتّٰى	حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾	وَّ اَبْصِرْهُمْ	فَسَوْفَ
سو آپ منہ موڑ لیں	ان سے	تک	ایک مدت	اور دیکھیے انہیں	پھر عنقریب

يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾	اَفَبِعَذَابِنَا	يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾	فَاِذَا	نَزَلَ	بِسَاحَتِهِمْ
وہ دیکھیں گے	کیا پھر ہمارے عذاب کو	وہ جلد چاہتے ہیں	سو جب	وہ نازل ہوگا	ان کے صحن میں

فَسَآءَ	صَبَاحُ	الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾	وَتَوَلَّ	عَنْهُمْ	حَتّٰى	حِيْنٍ ﴿١٧٨﴾
تو بری ہوگی	صبح	ڈرائے ہوؤں کی	اور آپ اعراض کیجیے	ان سے	تک	ایک مدت

وَّ اَبْصِرْ	فَسَوْفَ	يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾
اور آپ دیکھیے	پھر عنقریب	وہ دیکھیں گے

''سوائے نبی کچھ مدت کے لئے ان سے توجہ ہٹالیں۔(۱۷۴) اور انہیں دیکھیں عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔(۱۷۵) کیا یہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔(۱۷۶) جب وہ ان کے سامنے اترے گا تو جنہیں خبردار کیا جا چکا ہے وہ صبح اُن کے لیے بہت بُری ہوگی۔(۱۷۷) بس انہیں کچھ مدت کے لیے چھوڑ دیں۔(۱۷۸) اور دیکھتے رہیں عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔''(۱۷۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اے نبی ﷺ آپ کے ساتھ بھی اللہ کا وعدہ ہے جو ہر صورت پورا ہو کر رہے گا اس لیے آپ کو ان سے الجھنے کی بجائے ایک وقت تک ان سے اعراض اور انتظار کرنا چاہیے۔

بے شک یہ آپ سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن آپ ان کو ایک وقت کے لیے صرفِ نظر فرمائیں کیونکہ عنقریب یہ کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھ لیں گے کہ ہمارا عذاب ان کو کس طرح آلیتا ہے۔ جہاں تک دنیا کی پکڑ کا معاملہ ہے جب ہم نے انہیں ذلیل کرنے کا فیصلہ کرلیا تو پھر کوئی طاقت انہیں بچانے والی نہ ہوگی لہٰذا جب اللہ کے وعدے کا وقت آن پہنچا تو نبی آخر الزمان ﷺ اس طرح اہل مکہ اور یہود و نصاریٰ پر غالب آئے کہ کوئی دم مارنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ ﷺ نے دس ہزار کا لشکرِ جرار لے کر مکہ کا محاصرہ کیا تو چڑیا بھی پر نہیں مار سکی تھی اور دنیا جان گئی کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار آپ سے معافی کے خواستگار ہوئے اور آپ نے انہیں معاف کرتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ تم آزاد ہو آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ جہاں تک یہودیوں کا معاملہ ہے انہیں ہمیشہ کے لیے مدینہ سے نکال باہر کیا اور خیبر کا محاصرہ کیا تو شہر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس آیت کی تلاوت کی۔

{ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ } (الصّٰفّٰت:۱۷۷)

''جب عذاب کا نزول کسی کے آنگن میں ہوتا ہے تو ڈرائے گئے لوگوں کی صبح بڑی بھیانک ہوتی ہے۔''

سلطنتِ روما کا اس طرح برا حال ہوا کہ جب آپ ﷺ تیس ہزار کا لشکر لے کر تبوک کے میدان میں اترے تو اس وقت کی واحد سیاسی اور عسکری طاقت روم بھی آپ کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے عسکری، اخلاقی اور دینی طور پر آپ ﷺ کو کامیابیوں سے سرفراز فرمایا اور صرف تیئس سال میں امن وسکون کا وہ انقلاب آیا جس کی دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

مسائل

۱۔ اے نبی! کفار آپ سے عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں آپ ان کی بات پر توجہ نہ دیں۔

۲۔ کافر اللہ کے عذاب کے بارے میں جلدی کرتے ہیں۔ ۳۔ عنقریب کافر اپنا انجام دیکھ لیں گے۔

تفسیر بالقرآن

کفار کا انجام:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے متقین کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور کافروں کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔ (الرعد:۳۵)

۲۔ کفار کے چہرے کالے ہوں گے اور جنتیوں کے چہرے پرنور ہوں گے۔ (آل عمران:۱۰۶۔۱۰۷)

۳۔ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (الزخرف:۷۴) ۴۔ مجرم کے لیے جہنم ہے۔ (طٰہٰ:۷۴)

۵۔ کفار کے چہروں پر ذلت چھائی ہوگی اور متقین کے چہرے ہشاش بشاش ہوں گے۔ (یونس:۲۶۔۲۷)

۶۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (النحل:۳۶)

۷۔ ہم نے ان سے انتقام لیا دیکھئے جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ (الزخرف:۲۵)

۸۔ قیامت کے دن منکرین کیلئے ہلاکت ہے۔ (الطور:۱۱) ۹۔ منکرین کیلئے جہنم کا کھولتا ہوا پانی ہے۔ (الواقعۃ:۹۲)

۱۰۔ کفار سے فرمادیں کہ عنقریب تم مغلوب ہوگے اور تمہیں جہنم کی طرف اکٹھا کیا جائے گا۔ (آل عمران:۱۲)

۱۱۔ کفار کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ (النساء:۹۷)

۱۲۔ کفار کے لیے جہنم کی آگ ہے اس میں انہیں موت نہیں آئے گی۔ (فاطر:۳۶)

۱۳۔ مجرم لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ (الزخرف:۷۴)

۱۴۔ کفار کا ٹھکانہ جہنم ہے جب اُس کی آگ ہلکی ہونے لگے گی تو ہم اُس کو اور بھڑکا دیں گے۔ (بنی اسرائیل:۹۷)

سُبْحٰنَ	رَبِّكَ	رَبِّ الْعِزَّةِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾
پاک ہے	آپ کا رب	عزت کا رب	اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں

وَ	سَلٰمٌ	عَلَى	الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾	وَ الْحَمْدُ
اور	سلام ہے	پر	رسولوں	اور تمام تعریفیں

لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾
اللہ کے لیے	رب ہے	تمام جہانوں کا

ع ۵

''آپ کا رب عزت والا ہے اور اُن تمام باتوں سے پاک ہے جو وہ بنا رہے ہیں (۱۸۰) اور رسولوں پر سلام ہو۔(۱۸۱) اور تمام تعریفات اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔''(۱۸۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: پہلی آیت میں مشرکین کو چیلنج کیا گیا ہے کہ بہت جلد تمہیں اپنے انجام اور نبی آخر الزمان ﷺ کی کامیابی کا علم ہو جائے گا اور یہ ہو کر رہے گا کیونکہ ہر قسم کی عزت اور عظمت رب العالمین کے لیے ہے اور اس کی طرف سے مرسلین پر سلام ہو۔

سورۃ کا خاتمہ ان الفاظ پر ہو رہا ہے کہ اے کفار اور مشرکین! کان کھول کر سن لو! کہ اللہ تعالیٰ نا صرف تمہارے نظریات، شرکیہ عقائد اور ہر زہ سرائی سے پاک ہے بلکہ وہ ہر قسم کی کمزوری سے بھی مبرّا ہے وہ بڑی عزت وعظمت والا ہے کوئی اس کی عزت وعظمت کا تصور بھی نہیں کر سکتا جسے وہ عزت اور عظمت دینا چاہے تو اُسے کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا اس نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنے رسول ﷺ کو کامیاب کرے گا کیونکہ اس کی رحمتیں نبی آخر الزمان ﷺ اور تمام مرسلین علیہم السلام پر برستی ہیں جنہوں نے اس کی توحید اور دین کی سربلندی کے لیے تن من دھن قربان کیے۔ اے کفار اور مشرکین! تم ایک بار نہیں ہزار بار ''اللہ'' کی ذات اور صفات کا انکار کرو حقیقت یہ ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا خالق، مالک، رازق اور بادشاہ ہے اس لیے زمین کا ذرہ ذرہ، آسمانوں کا چپہ چپہ اور کائنات کا ایک ایک جُز ماضی، حال میں اس کی حمد وستائش میں لگا ہوا ہے اور مستقبل میں لگا رہے گا کیونکہ وہ رب العالمین ہے۔

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بڑے محبوب ہیں اور زبان سے نہایت آسانی کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں اور ترازو میں بہت وزنی ہیں (سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ)'' (رواہ البخاری: باب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ)

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَدَّثَهُمْ أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ

الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيمِ سُلْطَانِكَ فَعَضَّلَتْ بِالْمَلَكَيْنِ فَلَمْ يَدْرِيَا كَيْفَ يَكْتُبَانِهَا فَصَعِدَا إِلَي السَّمَاءِ وَقَالاَ يَا رَبَّنَا إِنَّ عَبْدَكَ قَدْ قَالَ مَقَالَةً لاَ نَدْرِي كَيْفَ نَكْتُبُهَا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا قَالَ عَبْدُهُ مَاذَا قَالَ عَبْدِي قَالاَ يَا رَبِّ إِنَّهُ قَالَ يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلاَلِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا اكْتُبَاهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي حَتَّى يَلْقَانِي فَأَجْزِيَهُ بِهَا)) (رواه ابن ماجة: باب فَضْلِ الحامِدِينَ [ضعيف])

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے نے یہ کلمات کہے اے میرے پروردگار! تیرے لیے ہر قسم کی تعریف ہے ایسی تعریف جیسی تیرے پرجلال چہرے کے لیے زیبا اور تیری عظیم بادشاہی کے لائق ہے۔ دو فرشتوں نے اُن کلمات کا اجر لکھنے میں دقت محسوس کی کہ وہ کیا لکھیں؟ دونوں آسمان کی طرف گئے اور اللہ کے سامنے عرض کی اے ہمارے پروردگار! تیرے بندے نے ایسے کلمات کہے ہیں کہ جس کے اجر کے بارے میں ہمیں علم نہیں اللہ عزوجل نے پوچھا کہ میرے بندے نے کیا کہا حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس نے کیا کہا تھا۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے یہ کلمات کہے ہیں (يَا رَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلاَلِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ) اللہ عزوجل نے فرمایا: تم یہی کلمات لکھ دو جو کلمات میرے بندے نے ادا کیے ہیں یہاں تک کہ وہ مجھے آملے تو پھر میں اُسے اِن کلمات کا صلہ عطا کروں گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ بڑی عزت وعظمت والا ہے ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک اور ہر کمزوری سے مبرا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہر وقت انبیائے کرام علیہم السلام پر برستی ہیں۔ ۴۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں۔
۵۔ کائنات کا ہر جز اور فرد اپنے رب کی حمد وستائش بیان کرنے میں لگا ہوا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ساری کائنات اللہ رب العالمین کی حمد وستائش اور پاکی بیان کر رہی ہے:

۱۔ زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ (الحدید:۱)
۲۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)
۳۔ رعد اس کی حمد وتسبیح بیان کرتی ہے۔ (الرّعد: ۱۳)
۴۔ فرشتے اللہ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں اور مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (الشوریٰ:۵)
۵۔ مومن اللہ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ (السجدۃ:۱۵)

سورۃ صٓ کا تعارف

سورۃ صٓ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یہ پانچ رکوع اور اٹھاسی آیات پر مشتمل ہے۔

ربطِ سورۃ: سورۃ الصافات کے آخر میں اس بات کی تردید کی گئی ہے کہ نہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی ملائکہ کو اپنی بیٹیاں قرار دیا ہے اس تردید کے باوجود کافر اور مشرک اپنی ضد کی بنا پر وہی بات کیے جا رہے ہیں جس کا اُن کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے اس پر نبی آخر الزمان علیہ السلام نے انہیں سمجھایا تو انہوں نے آپ کو ساحر اور کذّاب کہا، مشرک اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ ایک الٰہ پوری دنیا کے لیے کس طرح کافی ہوسکتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ہم نے یہ بات اپنے باپ دادا سے نہیں سُنی اس وجہ سے وہ نبی علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں شک کرتے ہیں جس وجہ سے انہیں عذاب سے دو چار ہونا پڑے گا۔ اس بیان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم عاد، فرعون، ثمود، قوم لوط اور اصحاب ایکہ کا انجام بتلایا گیا ہے۔ سورت کے دوسرے اور تیسرے رکوع میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہونے والے مقدمے کی تفصیل اور سرمایہ دارانہ ذہن کی عکاسی کی گئی ہے کہ انسان میں ایک حد سے زیادہ مال کی ہوس پیدا ہو جائے تو اُس کے سامنے کسی اُصول اور رشتہ کا احترام باقی نہیں رہتا۔

پھر آدم علیہ السلام کے واقعہ کا اختصار پیش کرتے ہوئے بتلایا کہ شیطان نے معذرت پیش کرنے کی بجائے اپنے گناہ پر اصرار کرتے ہوئے کہا کہ میرے رب مجھے قیامت تک مہلت دے تاکہ میں لوگوں کو گمراہ کردوں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ تجھے قیامت تک کے لیے مہلت دی جاتی ہے شیطان نے کہا اے رب تیری عزت کی قسم! میں تیرے مخلص بندوں کے سوا سب کو گمراہ کر کے چھوڑوں گا، جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے اور تیرے ساتھیوں کے ساتھ جہنم کو بھر دوں گا۔

چوتھے رکوع میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور ان کے صبر و شکر کا ذکر ہوا ہے۔

سورت کے آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروایا گیا کہ آپ اس بات کا برملا اعلان فرمائیں کہ میں نبوت کے کام پر کسی اجر کا طالب نہیں اور نہ ہی میں کسی قسم کا تکلف کرنے والا ہوں قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لیے خیر خواہی اور رہنمائی ہے جو لوگ اس رہنمائی اور خیر خواہی کا انکار کریں گے ایک مدت کے بعد ان کے انکار کا انجام ان کے سامنے آجائے گا۔



سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا – ٥
اٰيَاتُهَا – ٨٨

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

صٓ	وَ	الْقُرْاٰنِ	ذِي الذِّكْرِ ۝١	بَلِ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
صٓ	قسم ہے	قرآن کی	نصیحت والے	بلکہ	وہ لوگ	جنہوں نے کفر کیا
فِيْ	عِزَّةٍ	وَّشِقَاقٍ ۝٢	كَمْ	اَهْلَكْنَا	مِنْ	قَبْلِهِمْ
میں	تکبر	اور مخالفت میں	کتنی	ہم نے ہلاک کر دیں	سے	ان سے پہلے
مِّنْ قَرْنٍ	فَنَادَوْا	وَّلَاتَ	حِيْنَ	مَنَاصٍ ۝٣		
صدی سے	تو انہوں نے پکارا	اور نہ رہا	وقت	نجات کا		

''صٓ قسم ہے نصیحت کرنے والے قرآن کی۔(۱) بلکہ جن لوگوں نے اسے ماننے سے انکار کیا ہے بڑے تکبر اور اختلاف کا شکار ہیں۔(۲) ہم ان سے پہلے ایسی کتنی ہی قومیں ہلاک کر چکے ہیں۔ وہ چیخ اٹھے تھے مگر وہ وقت نجات پانے والا نہ تھا۔''(۳)

فہم القرآن

سورۃ الصّٰفّٰت کے اختتام پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ یا کسی اور کو اپنی اولاد قرار نہیں دیا اور اللہ تعالیٰ مشرکوں کی یاوہ گوئی سے مبرّا ہے۔ اس کی طرف سے انبیائے کرام علیہم السلام پر ہمیشہ رحمت کا نزول ہوتا رہے گا۔ سورہ صٓ ابتدا میں قرآن مجید کو الذّکر قرار دیا ہے۔ الذّکر کا معنیٰ نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ کافر اور مشرک خیر خواہی قبول کرنے کی بجائے اس کی مخالفت میں آکر کہتے ہیں کہ یہ نبی کذّاب اور جادوگر ہے۔

''صٓ'' حروفِ مقطعات میں سے ہے اس حرف کا بھی مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اس کی بھی وہی حقیقت ہے جو دوسرے حروفِ مقطعات کی ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول کے بغیر اس کا حقیقی مفہوم کوئی نہیں جانتا۔ حرف ''و'' قسم کے لیے لایا گیا ہے معنیٰ یہ ہوگا کہ اس پیکر نصیحت قرآن مجید کی قسم! یہ لوگ اس قرآن کا انکار اس لیے نہیں کرتے کہ انہیں قرآن سمجھ نہیں آرہا ہے یا قرآن کوئی انوکھی بات کر رہا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ غرور اور مخالفت کی بنا پر اس کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کے سامنے تفصیل کے ساتھ بار بار بیان ہو چکا ہے کہ ان سے پہلے جس جس نے حق کے ساتھ تکبر اور اپنے نبی کا انکار کیا اس کا انجام کیا ہوا؟ جب ان کے تکبر اور انکار کی وجہ سے اللہ کا عذاب نازل ہوا تو وہ چیخ و پکار اور آہ و زاریاں کرتے رہے لیکن اس وقت انہیں مہلت نہ دی گئی لہٰذا مکہ والو! سوچ لو کہ جب تم پر عذاب کا کوڑا برسے گا تو تمہیں بھی مہلت نہیں مل سکے گی اور نہ تمہیں کوئی بچانے والا ہوگا۔

''کیا ان کو صرف یہی انتظار ہے کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا خود اللہ تعالیٰ آئے یا تیرے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی آئے (نشانی سے مراد عذاب ہے) جس دن ''اللہ'' کے عذابوں میں سے کوئی عذاب آئیگا تو جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا اس نے ایمان لانے کے بعد کوئی نیکی کا کام نہیں کیا ہوگا اس کا ایمان اسے ہرگز فائدہ نہیں دے گا۔ فرما دیجیے کہ تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔'' (الانعام:۱۵۹)

تکبر کیا ہے؟

«عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰي جَمِيْلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ» (رواہ مسلم: باب تحریم الکبر وبیانہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ایک آدمی نے آپ سے عرض کی کہ ایک شخص پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر حق بات کو چھپانا اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔''

لغت کے مطابق "عِزَّةٍ" کا معنیٰ طاقتور ہونا "شِقَاقٍ" کا معنیٰ مخالفت اور دشمنی ہے۔ "مَنَاصٍ" کا معنیٰ جھگڑا کرنا ہے۔ گویا کہ قرآن کے مخالفوں میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی تھیں جس شخص میں یہ تینوں عیب پائے جائیں اس کا ہدایت قبول کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید نصیحت کا مرقع ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی متکبر قوموں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔
۳۔ قرآن کا انکار کرنے والے کسی معقول عذر کی وجہ سے نہیں بلکہ تکبر کی بنا پر اس کا انکار کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصافِ حمیدہ کی ایک جھلک:

۱۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔ (البقرۃ:۱) ۲۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (آل عمران:۱۳۸)
۳۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلی کتاب ہے۔ (ھود:۱) ۴۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرۃ:۱۸۵)
۵۔ قرآن مجید کے نزول کا مقصد لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانا ہے۔ (ابراہیم:۱)
۶۔ قرآن مجید برہان اور نور مبین ہے۔ (النساء:۱۷۴) ۷۔ قرآن مجید دلوں کے لئے شفا ہے۔ (یونس:۵۷)

وَعَجِبُوْٓا	اَنْ	جَآءَهُمْ	مُّنْذِرٌ	مِّنْهُمْ ۫	وَقَالَ	الْكٰفِرُوْنَ
اورانہوں نے تعجب کیا	یہ کہ	آیاان کے پاس	ڈرانے والا	انہی میں سے	اور کہا	کافروں نے
هٰذَا	سٰحِرٌ	كَذَّابٌ ۝٤	اَجَعَلَ	الْاٰلِهَةَ	اِلٰهًا	وَّاحِدًا ۚ
یہ	جادوگر ہے	انتہائی جھوٹا	کیااس نے کردیا	معبودوں کو	معبود	ایک
اِنَّ	هٰذَا	لَشَيْءٌ	عُجَابٌ ۝٥	وَانْطَلَقَ	الْمَلَاُ	مِنْهُمْ
بے شک	یہ	چیز ہے	بڑی عجیب	اور چلے	سردار	ان سے
اَنِ	امْشُوْا	وَاصْبِرُوْا	عَلٰٓى	اٰلِهَتِكُمْ ۚ	اِنَّ	هٰذَا
کہ	تم چلو	اورتم جمے رہو	پر	اپنے معبودوں	بے شک	یہ
لَشَيْءٌ	يُّرَادُ ۝٦	مَا	سَمِعْنَا	بِهٰذَا	فِي	الْمِلَّةِ
البتہ ایسی چیز ہے	جسکاارادہ کیاجاتا ہے	نہیں	ہم نے سنا	اس کو	میں	دین
	الْاٰخِرَةِ ۚ	اِنْ	هٰذَآ	اِلَّا	اخْتِلَاقٌ ۝٧	
	پچھلے	نہیں ہے	یہ	مگر	گھڑی ہوئی بات	

''انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا ہے۔ کافر کہنے لگے کہ یہ ساحر ہے اور بڑا جھوٹا ہے۔ (۴) کیا اس نے تمام معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنالیا ہے یہ بڑی عجیب بات ہے۔ (۵) قوم کے سردار یہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ اپنے معبودوں پر قائم رہیں یہ بات تو کسی اور مقصد کے لیے کہی جارہی ہے۔ (٦) یہ بات ہم نے پہلے زمانہ میں کسی سے نہیں سنی یہ تو ایک بناوٹی بات ہے۔'' (۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفار اور مشرک تکبر کی بنیاد پر اللہ کی وحدت اور نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے اور اس کے لیے ان کے لیڈر عوام کو روکتے تھے۔

کفار کی اکثریت یہ بات جانتی تھی کہ پہلی اُمتوں میں جو رسول بھیجے گئے وہ اپنی قوم کے ایک فرد ہی ہوا کرتے تھے یہ حقیقت جاننے کے باوجود کفار پراپیگنڈہ کرتے کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے پیغام اور کام کے لیے کسی انسان کو منتخب کرے اگر اس نے کسی انسان کو ہی رسول بنانا ہوتا تو ایسے شخص کو کیوں منتخب کرتا جو مالی لحاظ سے کنگال اور سماجی اعتبار سے یتیم ہے فی الواقع لوگوں سے ہی کسی کو رسول منتخب کرنا ہوتا تو وہ مکہ کے سرداروں یا طائف کے بڑے لوگوں میں سے کسی کو رسول بناتا۔ وہ لوگ اس بنا پر نبی آخر الزمان ﷺ کو جھوٹا اور جادوگر قرار دیتے تھے۔ جادوگر کہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی

ءَاُنْزِلَ	عَلَيْهِ	الذِّكْرُ	مِنْۢ	بَيْنِنَا ؕ	بَلْ
کیا نازل کی گئی	اسی پر	نصیحت	سے	ہمارے درمیان	بلکہ
هُمْ	فِيْ	شَكٍّ	مِّنْ	ذِكْرِيْ ۚ	بَلْ	لَّمَّا
وہ تو ہیں	میں	شک	سے	میری نصیحت	بلکہ	ابھی تک نہیں
يَذُوْقُوْا	عَذَابِ ؕ ۸	اَمْ	عِنْدَهُمْ	خَزَآئِنُ	رَحْمَةِ	رَبِّكَ
انہوں نے چکھا	میرا عذاب	کیا	ان کے پاس ہیں	خزانے	رحمت کے	آپ کے رب کی
الْعَزِيْزِ	الْوَهَّابِ ۚ ۹	اَمْ	لَهُمْ	مُّلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
جو نہایت غالب	بہت دینے والا ہے	کیا	ان کے لیے ہے	بادشاہی	آسمانوں کی	اور زمین کی
وَمَا	بَيْنَهُمَا ۫	فَلْيَرْتَقُوْا	فِي	الْاَسْبَابِ ۱۰
اور جو کچھ	ان دونوں کے درمیان ہے	تو چاہیے کہ وہ چڑھ جائیں	میں	اسباب

کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک شخص رہ گیا تھا جس پر اللہ کا ذکر نازل کیا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ میرے ذکر پر شک کر رہے ہیں اور یہ ساری باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ انہوں نے میرے عذاب کا مزا نہیں چکھا۔ (۸) کیا تجھے عطا کرنے والے غالب پروردگار کی رحمت کے خزانے ان کے قبضے میں ہیں؟ (۹) کیا یہ آسمان وزمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کے مالک ہیں؟ تو پھر یہ عالم اسباب کی بلندیوں پر چڑھ کر دیکھیں۔'' (۱۰)

کہ آپ ﷺ کی زبان میں غضب کی تاثیر تھی پھر آپ کی شخصیت اتنی پُرکشش تھی کہ جو آپ کا کلام سنتا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا اور جس نے آپ کی شخصیت کو نظر بھر کر دیکھا وہ آپ کا گرویدہ ہو کر رہ گیا کیونکہ کفار کے دل میں تکبر تھا جس وجہ سے وہ آپ کے کلام اور شخصیت سے متاثر ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی وحدت کا معاملہ ہے یہ عقیدہ ان کے لیے اس لیے تعجب کا باعث تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے ہر مشکل اور ضرورت کے لیے الگ الگ خدا بنا رکھے ہیں اتنے خداؤں کے باوجود ہماری حاجات پوری نہیں ہوتیں اور انفرادی اور اجتماعی مشکلات کا مداوا نظر نہیں آتا تو ایک اللہ ساری مشکلات کس طرح حل کر سکتا ہے؟

یہ عجب عقیدہ ہے جس کی یہ رسول دعوت دیتا ہے۔ اس دعوت کی مخالفت میں انہوں نے یہ بات طے کی کہ ہر قبیلے کا سردار اپنے خاندان میں لوگوں کو سمجھائے کہ لوگو! اپنے اپنے خداؤں اور دیوتاؤں پر پکے رہو! اگر تم نے کسی قسم کی غفلت اور سستی کا مظاہرہ کیا تو یہ شخص تم پر برتری حاصل کر لے گا یہی اس کا مقصد ہے، جہاں تک اس کی دعوت کا تعلق ہے ہم نے کسی مذہب میں یہ بات نہیں سنی حقیقت یہ ہے کہ یہ من گھڑت دعوت اور خود ساختہ عقیدہ ہے۔ مکہ والوں کی یہ بات بھی پہلی دو باتوں کی طرح

بے بنیاد تھی کیونکہ مکہ ہی میں ایسے لوگ موجود تھے جو پوری طرح سمجھتے تھے کہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام میں ایک اللہ کی عبادت کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں اسی سوچ کے پیش نظر زید بن عمرو نے کعبۃ اللہ میں بیٹھ کر فی البدیع اشعار کہے تھے۔

أَرَبًّا وَاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبٍّ أَدِينُ إِذَا تُقُسِّمَتُ الْأُمُورُ

ایک خدا کو مانوں یا ہزاروں کو؟ جب کہ تقدیر کے فیصلے ہو چکے ہیں

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى جَمِيعًا كَذَلِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُورُ

میں نے لات عزیٰ اور سب کو چھوڑ دیا ہے۔ سمجھ دار آدمی ایسا ہی کیا کرتے ہیں

وَلَكِنْ أَعْبُدُ الرَّحْمَنَ رَبِّي لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الْغَفُورُ

میں اپنے رب ''رحمٰن'' کی بندگی کرتا ہوں تا کہ وہ میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور وہ بڑا بخشنہار ہے۔

فَتَقْوَى اللهِ رَبِّكُمُ احْفَظُوهَا مَتَى مَا تَحْفَظُوهَا لَا تَبُورُوا

اللہ کا خوف اختیار کرو تم نے اسے اپنا لیا تو کبھی ناکام نہیں ہو گے۔ (سیرۃ ابن ہشام: باب شعر زید حین یستقبل القبلۃ)

نبوت کے انکار کے لیے اہلِ مکہ مختلف بہانے بنایا کرتے تھے کبھی کہتے کہ نبوت کے منصبِ جلیلہ کے لیے معاشی اعتبار سے خوشحال، سیاسی لحاظ سے طاقتور اور خاندانی اعتبار سے کسی بڑے قبیلے کا سردار ہونا چاہیے تھا پھر مکہ میں ابو الحکم بن ہشام یعنی ابوجہل اور کبھی طائف کے مختلف سرداروں کے نام لیتے تھے حالانکہ لوگوں کی نظروں میں آپ کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا نام جچتا ہی نہیں تھا کیونکہ سیرت وصورت کے حوالے سے آپ کا پلہ سب پر بھاری تھا جب اس میں ناکامی کا منہ دیکھتے تو پروپیگنڈہ کرتے کہ روم کے فلاں شخص سے خفیہ پیغام رسانی کے ذریعہ یہ کلام پیش کیا جا رہا ہے۔ قرآن مجید نے پہلے اور دوسرے اعتراض کا یہ جواب دیا کہ نبوت تو سراسر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا انتخاب ہوتا ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ کون سا دل نورِ الٰہی کا اہل، کونسی زبان اس کے بیان کرنے پر قادر، اور کون سے کندھے اس بارگراں کو اٹھانے کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ (الانعام: ۱۲۴)

اہل مکہ اپنے دل میں یہ حقیقت تسلیم کرتے تھے کہ محمد ﷺ واقعی اللہ کا رسول ہے لیکن تعصّبات کی وجہ سے آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے جس کا اس موقعہ پر یہ جواب دیا گیا ہے کہ دراصل انہیں اللہ کے عذاب کا مزا نہیں پایا جب اس کا عذاب نازل ہوگا تو ان کے بَل درست ہو جائیں گے۔

«عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَبِي يَا حُصَيْنُ كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ إِلَهًا؟ قَالَ أَبِي سَبْعَةً سِتَّةً فِي الْأَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ قَالَ فَأَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ؟ قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ قَالَ يَا حُصَيْنُ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ قَالَ فَلَمَّا أَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِي الْكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ وَعَدْتَنِي، فَقَالَ قُلِ اللَّهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي» (رواہ الترمذی: ابواب الدعوات، باب منہ [ضعیف])

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے والد گرامی سے پوچھا کہ تم ہر روز کتنے

معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟اس نے کہا سات معبودوں کی عبادت کرتا ہوں جن میں سے چھ زمین پر اور ایک آسمانوں میں ہے ،آپ ﷺ نے پھر پوچھا کہ ان میں سب سے زیادہ کس پر اعتماد کرتے ہو اور تمہارے دل میں کس کا خوف اور ڈر زیادہ ہے؟اس نے کہا:اس ذات کا جو آسمانوں میں ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حصین! اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تمہیں دو کلمات ایسے سکھاؤں گا جو تمہیں فائدہ پہنچائیں گے۔جب حضرت حصین رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ مجھے وہ کلمات سکھائیں جن کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ کلمات سکھائے ''اے اللہ میرے لیے ہدایت کا راستہ آسان فرمادے اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ رکھنا۔''

مسائل

۱۔ کفار تکبر کی بنیاد پر نبی آخرالزمان ﷺ کو جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے۔

۲۔ کفار نے منظم طریقے کے ساتھ دعوتِ توحید کو روکنے کی کوشش کی مگر سو فیصد ناکام رہے۔

تفسیر بالقرآن

الٰہ صرف ایک ہی ہے:

۱۔ اللہ ہی نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اگائے کیا اسکے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟(النمل:۶۰)

۲۔ اللہ ہی نے زمین کو جائے قرار بنایا اس میں پہاڑ اور دو سمندروں کے درمیان پردہ بنایا کیا اس کے ساتھ اور بھی الٰہ ہے؟(النمل:۶۱)

۳۔ کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے؟(النمل:۶۲)

۴۔ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں اللہ کے سوا کون رہنمائی کرتا ہے کیا کوئی اور بھی اس کے ساتھ الٰہ ہے۔(النمل:۶۳)

۵۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنا اور زمین وآسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنے والا اللہ ہے کیا اس کے سوا کوئی اور الٰہ ہے؟(النمل:۶۴) ۶۔آپ فرمادیں سوائے ایک الٰہ کے آسمان وزمین کے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔(النمل:۶۵)

۷۔ کیا کوئی ہے اس الٰہ کے سوا جو رات ختم کر کے دن لائے؟(القصص:۷۱)

۸۔ الٰہ ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔(البقرۃ:۱۶۳)۹۔الٰہ تمہارا ایک ہی ہے لیکن آخرت کے منکر نہیں مانتے۔(النحل:۲۲)

۱۰۔ آپ ﷺ فرمادیں میں تمھاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے۔(الکہف:۱۱۰)

۱۱۔ آپ ﷺ فرمادیں میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا الٰہ صرف ایک ہی الٰہ ہے۔(الانبیاء:۱۰۸)

۱۲۔ تمھارا صرف ایک ہی الٰہ ہے اسی کے تابع ہو جاؤ۔(الحج:۲۴)۱۳۔اسکے سوا کوئی الٰہ نہیں مگر وہ اکیلا ہے(المائدۃ:۷۳)

۱۴۔ ہمارا الٰہ اور تمھارا الٰہ صرف ایک ہے ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔(العنکبوت:۴۶)

۱۵۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے جو میں تلاش کروں۔(الاعراف:۱۴۰)

۱۶۔ اعلان کردیں اللہ ہی ایک الٰہ ہے اور میں تمہارے شرک سے بری ہوں۔(الانعام:۱۹)

جُنْدٌ	مَّا	هُنَالِكَ	مَهْزُوْمٌ	مِّنَ	الْاَحْزَابِ ⑪	كَذَّبَتْ	قَبْلَهُمْ
لشکر ہے	جو	وہاں	شکست خوردہ	سے	لشکروں میں	جھٹلایا	ان سے پہلے
قَوْمُ	نُوْحٍ	وَّعَادٌ	وَّفِرْعَوْنُ	ذُو الْاَوْتَادِ ⑫	وَثَمُوْدُ	وَقَوْمُ
قوم نے	نوح کی	اور عاد نے	اور فرعون نے	میخوں والے	اور ثمود نے	اور قوم نے
لُوْطٍ	وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	الْاَحْزَابُ ⑬	اِنْ كُلٌّ	اِلَّا
لوط کی	اور بن والوں نے	یہ	لشکر ہیں	نہیں ہے کوئی	مگر
كَذَّبَ	الرُّسُلَ	فَحَقَّ	عِقَابِ ⑭ ع	وَمَا	يَنْظُرُ	هٰٓؤُلَآءِ
اس نے جھٹلایا	رسولوں کو	تو ثابت ہوگئی	میری سزا	اور نہیں	انتظار کر رہے	یہ

ع ۱ ۱۰

''یہ جتھوں میں سے ایک چھوٹا سا جتھا ہے جو اسی جگہ شکست کھانے والا ہے۔(۱۱) ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور میخوں والا فرعون۔(۱۲) ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والے جھٹلا چکے ہیں وہ لشکر تھے۔(۱۳) ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا اور میری عقوبت کا فیصلہ اس پر نازل ہو کر رہا۔(۱۴) یہ لوگ بھی ایک دھماکے کے منتظر ہیں۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: فرعون اور اس سے پہلی اقوام پر اس لیے عذاب آئے کہ وہ اپنے انبیاء کی تکذیب کرنے والے تھے۔ اہلِ مکہ! تم بھی وہی وطیرہ اختیار کیے ہوئے ہو جب کہ تم ایک جھٹکے کی مار ہو اور ناکامی تمہارا مقدر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ڈھیل سے مکہ والے اس قدر دلیر ہو چکے تھے کہ وہ نبی ﷺ کو بار بار کہتے کہ جس عذاب کی ہمیں دھمکی دی جاتی ہے اس کے آنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ یہ عذاب کیوں نہیں آتا؟ وہ لوگ تمرد میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ ایک دن اپنے لیے ان الفاظ میں بددعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب قیامت کی بجائے دنیا میں ہی ہمارا حساب چکا دے انہوں نے اس طرح بھی دعا کی کہ'' کافروں نے کہا کہ اللہ اگر یہ قرآن حقیقت میں تیری طرف سے ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی دکھ کی مار نازل کر دے۔'' (الانفال: ۳۲)

انہیں ایک بار پھر سمجھایا اور موقعہ دیا گیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بداخلاقی اور بغاوت کی تمام حدود پھلانگ چکے مگر سوچ لو! جب اللہ کا عذاب یا قیامت نازل ہوگی تو پھر اس میں نہ کوئی وقفہ ہوگا اور نہ ہی مہلت دی جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ انہیں محمد ﷺ کی صداقت پر شک نہیں انہیں شک ہے کہ اس غریب اور یتیم پر وحی کیوں نازل ہوئی ہے دوسرے الفاظ میں میری قدرت اور انتخاب پر شک کرتے ہیں یہ شک کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس کے پیچھے ان کا تکبر چھپا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تک بیت اللہ کے پڑوسی اور متولی ہونے کی وجہ سے میری نعمتوں سے لطف اندوز

اِلَّا	صَيْحَةً	وَّاحِدَةً	مَّا	لَهَا	مِنْ	فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾	وَقَالُوْا
مگر	زوردار آواز کا	ایک	نہیں ہوگا	اس کے لیے	سے	وقفہ	اورانہوں نے کہا

رَبَّنَا	عَجِّلْ	لَّنَا	قِطَّنَا	قَبْلَ	يَوْمِ	الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾
اے ہمارے رب	تو جلدی دے	ہمارے لیے	ہمارا حصہ	پہلے	دن سے	حساب کے

جس کے بعد کوئی دوسرا دھماکہ نہیں ہوگا۔ (۱۵) اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! یوم الحساب سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں دے دے۔'' (۱۶)

ہو رہے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جوں ہی میرا عذاب انہیں آلے گا تو ان کا سارا غرور خاک میں مل جائے گا یا پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں کہ یہ جسے چاہیں عنایت کریں اور جسے چاہیں محروم رکھیں؟ یہ اس قدر تکبر کا اظہار کرتے ہیں کیا انہیں زمین و آسمان کی بادشاہت حاصل ہے؟ کہ جب چاہیں آسمان پر چڑھ جائیں اور جب چاہیں زمین کے خزانے نکال لائیں؟ ظاہر بات ہے کہ ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ البتہ یہ بزعم خود اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ قومِ نوح کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے یہی ان کی حالت قومِ عاد کے مقابلے میں ہے قومِ ثمود اور قومِ شعیب اہلِ مکہ سے تعداد اور اسباب میں زیادہ تھیں لیکن جب ربِّ ذوالجلال نے گرفت فرمائی تو انہیں کوئی بچانے اور چھڑانے والا نہ تھا۔ جہاں تک فرعون کا معاملہ ہے وہ اتنے بڑے لاؤلشکر رکھنے اور ظلم کرنے والا تھا کہ اپنے مخالفوں کو زمین پر لٹا کر ان پر میخیں گاڑ دیا کرتا تھا مظلوم سسکیاں لے لے کر مر جاتے لیکن اسے ترس نہیں آیا کرتا تھا۔ جب اس پر اللہ کی گرفت آئی تو دہائی دیتا رہا ہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے رب پر ایمان لاتا ہوں لیکن اس کا ایمان مسترد کر دیا گیا۔ (یونس: ۹۰، ۹۱)

اس موقعہ پر اہلِ مکہ کے سامنے فرعون اور بڑی بڑی اقوام کا ذکر کر کے انہیں بتلایا گیا ہے کہ سمجھ جاؤ اب بھی موقعہ ہے ورنہ جس عذاب کا تم بار بار مطالبہ کرتے ہو جب وہ آجائے گا تم آہ وزاریاں کرو گے لیکن وہ بے سود ثابت ہوں گی۔ اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو تسلی دی گئی ہے کہ اطمینانِ خاطر رکھو۔ اللہ کے ہاں نہ دیر اور نہ اندھیر ہے جب مقررہ وقت آپہنچے گا تو آپ کے مخالفوں کا پورا پورا حساب چکا دیا جائے گا جس طرح فرعون اور اس سے پہلی اقوام کا حساب چکایا جا چکا ہے۔

مسائل

۱۔ اہلِ مکہ غرور کی بنیاد پر آپ ﷺ کی نبوت پر شک کرتے تھے۔

۲۔ اہل مکہ پہلی اقوام سے بڑھ کر طاقت ور نہیں تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے تکبر کی انتہا کر دی تھی۔

اِصْبِرْ	عَلٰى	مَا	يَقُوْلُوْنَ	وَاذْكُرْ	عَبْدَنَا
صبر کیجیے	پر	جو	وہ کہتے ہیں	اور آپ یاد کیجیے	ہمارے بندے
دَاوٗدَ	ذَا الْاَيْدِ ۚ	اِنَّهٗۤ	اَوَّابٌ ﴿١٧﴾	اِنَّا	سَخَّرْنَ
داؤد کو	صاحب قوت	بے شک وہ	بہت رجوع کرنے والا تھا	بے شک ہم نے	تابع کر دیے
الْجِبَالَ	مَعَهٗ	يُسَبِّحْنَ	بِالْعَشِيِّ	وَالْاِشْرَاقِ ﴿١٨﴾	وَالطَّيْرَ
پہاڑوں کو	اس کے ساتھ	وہ تسبیح بیان کرتے تھے	شام	اور صبح	اور پرندے
مَحْشُوْرَةً ؕ	كُلٌّ	لَّهٗۤ	اَوَّابٌ ﴿١٩﴾	وَشَدَدْنَا	مُلْكَهٗ
وہ جمع ہوتے	سب	اس کے لیے	رجوع کرنے والے تھے	اور ہم نے مضبوط کر دی	اس کی بادشاہی
وَاٰتَيْنٰهُ	الْحِكْمَةَ	وَفَصْلَ	الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾		
اور ہم نے دی تھی اسے	حکمت	اور فیصلہ کن	خطاب		

''اے نبی جو وہ لوگ کہہ رہے ہیں اُن باتوں پر صبر کرو اور ان کے سامنے ہمارے بندے داؤد کا واقعہ بیان کرو جو بڑی طاقت رکھنے کے باوجود ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (۱۷) ہم نے اس کے لئے پہاڑوں کو مسخر کر رکھا تھا جو صبح و شام اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ (۱۸) اس کے پاس پرندے حاضر ہوتے تھے، جو اُس کی تسبیح کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ (۱۹) ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی۔ اس کو حکمت عطا فرمائی اور فیصلہ کُن بات کہنے کی صلاحیت بخشی تھی۔'' (۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حالات سے دل گرفتہ ہونے کی بجائے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو صبر کرنے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ ذہن میں رکھنے اور ان کی طرح حوصلہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

کفارِ مکہ نے عجب صورتِ حال اختیار کر رکھی تھی ایک مجلس میں کہتے کہ آپ ﷺ جادوگر ہیں دوسری مجلس میں پروپیگنڈہ کرتے کہ آپ ﷺ پر جادو ہو چکا ہے آپ توحید کی دعوت دیتے تو کہتے کہ یہ شخص کذاب ہے۔ اندازہ کیجیے کہ جس شخص کا جادو اور جادوگروں سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو، جس نے زندگی بھر جھوٹ بولنا تو دور کی بات کبھی مغالطہ دینے والی بات بھی نہ کی ہو اُس کے خلاف گھر گھر اور ہر مقام پر الزامات لگائے جا رہے ہوں بحیثیت انسان اس کی کیا حالت ہوگی۔ اس صورتِ حال میں یہ فرمان نازل ہوا کہ اے نبی ﷺ! آپ اور آپ کے ساتھی صبر کا دامن نہ چھوڑیں اور داؤد علیہ السلام کا واقعہ یاد کریں

جو ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔اس کی قوت کا عالم یہ تھا کہ ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر دیا تھا ان کی زبان اس قدر پُرتاثیر تھی کہ جب وہ صبح شام زبور کی تلاوت کرتے تو پہاڑ بھی ان کے ساتھ جھوم پڑتے ان کی تلاوت کے دوران اڑتے ہوئے پرندے رُک کر ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی حکومت اور مملکت کو ہر اعتبار سے مضبوط کر رکھا تھا، بے مثال اقتدار اور اختیار کے ساتھ انہیں دانائی اور قوتِ فیصلہ کی صلاحیت سے بھی سرفراز کیا گیا کوئی اس کے سامنے دم مارنے اور اس کے فیصلے کو چیلنج کرنے والا نہیں تھا۔اس کے باوجود ایسا ہوا کہ آپس میں جھگڑنے والے دو شخص بلا اجازت اور اچانک ان کی عبادت گاہ میں دیوار پھلانگ کر گھس گئے۔ان کے دیوار پھلانگنے اور اچانک اندر گھس آنے پر داؤد علیہ السلام گھبرائے اور خوف زدہ ہو گئے گھس آنے والوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہم سے خوف زدہ نہ ہوں ہم تو آپ کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔آپ سے استدعا ہے کہ آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ صادر فرما دیں اور ہم میں سے کسی کیساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔حضرت داؤد علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر اور بہت بڑے حکمران تھے دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہونے والوں نے زیادتی کی حد کر دی تھی لیکن اس کے باوجود حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے درگزر کرتے ہوئے ٹھنڈے دل سے ان کی بات سُنی اور ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ فرمایا اور اپنے جذبات پر قابو رکھا۔ان میں سے ایک نے کہا یہ میرا بھائی ہے جو مجھ پر زیادتی کرنے پر تلا ہوا ہے واقعہ یہ ہے کہ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے یہ مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ اپنی دنبی میرے حوالے کر دے۔حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کی بات سُنکر فرمایا کہ اس کا تجھ سے دنبی کا مطالبہ کرنا سراسر ظلم ہے، حقیقت یہ ہے کہ اکثر شراکت دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان دار اور صالح کردار کے حامل ہوتے ہیں ایسے لوگ تھوڑے ہی ہوا کرتے ہیں۔یہ بات کرتے ہی داؤد علیہ السلام کو احساس ہو گیا کہ میرے رب نے مجھے اس مقدمہ میں آزمایا ہے احساس ہوتے ہی داؤد علیہ السلام اپنے رب سے معافی کے خواستگار ہوئے اور نہایت ہی عاجزانہ انداز میں اپنے رب کے حضور گڑگڑانے لگے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے اسے معاف کر دیا۔بلا شبہ وہ ہمارے ہاں بڑی شان اور بڑے مقام والا تھا۔اس مقام پر داستان گوئی سے دلچسپی رکھنے والے مفسرین نے حضرت داؤد کے بارے میں اسرائیلی روایات سے کچھ بے ہودہ قسم کی باتیں درج کی ہیں حالانکہ پیغمبر کے بارے میں ایسی باتیں سوچنا اور لکھنا بہت بڑا گناہ ہے اسی لیے مشہور مفسر امام ابن کثیر نے یہ کہہ کر خاموشی اختیار کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خطا ذکر کیے بغیر انہیں معاف فرما دیا تو ہمیں بھی اس خطا کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہیے۔

«عَنْ نَافِعٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَي اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا»

(رواہ ابو داؤد: باب مَا جَاءَ فِي إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ [ضعیف])

''نافع رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کی دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو بغیر اجازت کے دوسرے کے گھر میں داخل ہوا وہ چور بن کر داخل ہوا اور غاصب بن کر نکلا۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ أَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ، فَخَذَفْتَهُ بِعَصَاةٍ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ، لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ جُنَاحٌ»

(رواه البخاری: باب مَنْ أَخَذَ حَقَّهُ أَوِ اقْتَصَّ دُونَ السُّلْطَانِ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی بندہ اجازت طلب کیے بغیر کسی کے گھر میں جھانکے اور گھر والا لاٹھی کیساتھ اُسکی آنکھ پھوڑ دے آنکھ پھوڑنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔''

مسائل

۱۔ ایک داعی اور مبلغ کو لوگوں کی ہرزہ سرائی پر صبر کرنا چاہیے۔

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام قوت والے ہونے کے باوجود ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور حوصلہ رکھنے والے تھے۔

۳۔ حضرت داؤد کے ساتھ صبح، شام پہاڑ بھی اپنے رب کی حمد کرتے تھے۔

۴۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پرندے بھی حاضر ہوتے تھے۔

۵۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت بڑی مستحکم تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دانائی عطا فرمائی تھی۔

۶۔ حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی اچھا خطاب فرمانے والے اور صحیح فیصلہ کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

صبر کی فضیلت اور صابر کا مقام و مرتبہ:

۱۔ اللہ کی رفاقت اور دستگیری صبر کرنے والوں کے لیے ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۲)

۲۔ صبر اور نماز کے ذریعے اللہ کی مدد طلب کرو۔ (البقرۃ: ۱۵۳) ۳۔ صبر کرنیوالوں کو بے حساب اجر دیا جائیگا۔ (الزمر: ۱۰)

۴۔ بے شک جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار کرتے ہوئے صبر و استقامت کا ثبوت دیا انھیں کوئی خوف اور حزن و ملال نہیں۔ (الاحقاف: ۱۳) ۵۔ اللہ تعالیٰ صابر لوگوں کو ان کے صبر کی بہترین جزا دے گا۔ (النحل: ۹۶)

۶۔ جو لوگ صبر اور نیک عمل کرتے ہیں ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ (ہود: ۱۱)

۷۔ صبر کرنے والوں کا انجام بہترین ہوتا ہے۔ (الحجرات: ۵) ۸۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۳)

وقف لازم

وَهَلْ	اَتٰىكَ	نَبَؤُا	الْخَصْمِ ۘ	اِذْ	تَسَوَّرُوا	الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾
اور کیا	آئی آپ کے پاس	خبر	جھگڑنے والے کی	جب	وہ پھاند کر آ گئے	کمرہ
اِذْ	دَخَلُوْا	عَلٰى	دَاوٗدَ	فَفَزِعَ	مِنْهُمْ	قَالُوْا
جب	وہ داخل ہوئے	پر	داؤد	تو وہ گھبرا گئے	ان سے	انہوں نے کہا
لَا	تَخَفْ ۚ	خَصْمٰنِ	بَغٰى	بَعْضُنَا	عَلٰى	بَعْضٍ
نہ	آپ ڈریں	دو جھگڑنے والے ہیں	زیادتی کی	ہمارے بعض نے	پر	بعض
فَاحْكُمْ	بَيْنَنَا	بِالْحَقِّ	وَلَا	تُشْطِطْ	وَاهْدِنَآ	
لہٰذا آپ فیصلہ فرمائیں	ہمارے درمیان	حق کے ساتھ	اور نہ	آپ بے انصافی کریں	اور ہماری رہنمائی کیجیے	
اِلٰى	سَوَآءِ	الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾	اِنَّ	هٰذَآ	اَخِيْ ۘ	
طرف	سیدھی	راہ کی	بے شک	یہ	میرا بھائی	

''پھر آپ کو اُن مقدمے والوں کی خبر پہنچی ہے جو دیوار پھلانگ کر داؤد کے گھر میں گھس گئے تھے۔(۲۱) جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو داؤد انہیں دیکھ کر گھبرا گئے انہوں نے کہا ڈریں نہیں ہم دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں بے انصافی نہ ہونے پائے اور ہمیں راہِ راست بتائیں۔(۲۲) یہ میرا بھائی ہے۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت داؤد علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ کا اہم واقعہ۔

قرآن مجید کا یہ بھی اندازِ تکلم ہے کہ وہ بعض دفعہ اہم ترین واقعہ کو سوالیہ انداز میں شروع کرتا ہے تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش ہو کر اسے سنے اسی بنا پر حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے سے پہلے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ کیا آپ کے پاس جھگڑنے والے دو آدمیوں کی خبر پہنچی ہے جو داؤد علیہ السلام کے خلوت خانہ میں دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے تھے؟ یہاں سرمایہ دارانہ ذہن کی عکاسی کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ ایک کے پاس ننانوے دنبیاں تھیں اور اس کے بھائی کے پاس ایک تھی ننانوے دُنبیاں رکھنے والے کی حرص کا یہ عالم تھا کہ اسے اپنے بھائی کے ہاں ایک دُنبی بھی گوارا نہ تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ سو دُنبی رکھنے والے کا آپ کی دُنبی کا مطالبہ کرنا ظلم ہے اور ایمانداروں کے سوا اکثر شراکت دار ایسا ہی کیا کرتے ہیں اس کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے اپنے رب سے معافی طلب کی اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا کیونکہ وہ اپنے رب کے بہت مقرب اور بہترین مقام کے حامل تھے اس کی تفصیل پہلی آیت کی تفسیر میں گزر چکی

لَهٗ	تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ	نَعْجَةً	وَّلِيَ	نَعْجَةٌ	وَّاحِدَةٌ ۫	فَقَالَ
اسکے پاس	ننانوے	دنبیاں ہیں	اور میرے پاس	دنبی	ایک	پس اس نے کہا

اَكْفِلْنِيْهَا	وَعَزَّنِيْ	فِي	الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾	قَالَ	لَقَدْ
وہ بھی میرے سپرد کردے	اور مجھے پر غالب آجاتا ہے	میں	بات	اس نے کہا	البتہ تحقیق

ظَلَمَكَ	بِسُؤَالِ	نَعْجَتِكَ	اِلٰى	نِعَاجِهٖ ؕ	وَاِنَّ	كَثِيْرًا
اس نے تجھ پر ظلم کیا	سوال کر کے	تیری دنبی کا	طرف	اپنی دنبیوں کی	اور بلاشبہ	بہت زیادہ

مِّنَ الْخُلَطَآءِ	لَيَبْغِيْ	بَعْضُهُمْ	عَلٰى	بَعْضٍ	اِلَّا	الَّذِيْنَ
شرکاء سے	البتہ زیادتی کرتے ہیں	ان کے بعض	پر	بعض	مگر	وہ لوگ جو

اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ یہ دُنبی بھی میرے حوالے کردے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبالیا ہے۔ (۲۳) داؤد نے جواب دیا اس شخص نے اپنی دُنبیوں کے ساتھ تیری دُنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا ہے اور واقع یہ ہے کہ اکثر شراکت دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔

ہے حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص دولت کا پجاری اور سرمایہ پرستی کا شکار ہو جائے تو اس کی کوشش ہوتی ہے کہ میں مارکیٹ کے سارے کاروبار پر قبضہ کرلوں اور جب چاہوں لوگوں کو بلیک میل کروں اسی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ملک میں کبھی لوگوں کو چینی میسر نہیں ہوتی اور کبھی لوگ چاول اور گندم کے ایک ایک دانے کے پیچھے سرگرداں دکھائی دیتے ہیں اور یہی صورتحال بین الاقوامی مارکیٹ میں دکھائی دیتی ہے کہ سرمایہ دار طبقہ ہوس پرستی کی وجہ سے جب چاہتا ہے کسی چیز کا قحط پیدا کر دیتا ہے۔

سرمایہ رکھنے والے حضرات میں اکثر طور پر رعونت پیدا ہو جاتی ہے وہ دولت کے بل بوتے پر ہر کسی پر حکم چلانا چاہتا ہے۔ اسی ذہن کی بدولت اہلِ مکہ نبی معظم ﷺ پر اعتراض کرتے تھے کہ آپ مال کے اعتبار سے کمزور اور سماجی حوالے سے یتیم ہیں۔

اسی ذہنیت کی بنیاد پر سو ننانوے دُنبی رکھنے والا شخص اپنے بھائی سے تحکمانہ انداز میں مطالبہ کرتا تھا کہ تجھے اپنے دُنبی میرے حوالے کر دینی چاہیے۔ اس کی زیادتی کے باوجود غریب آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرتے ہوئے ننانوے دُنبی رکھنے والے کو بھائی کے لفظ سے پکارتا ہے۔ غریب اور امیر کی زبان میں فرق ہے جو ہر دور میں دکھائی دیتا ہے۔

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ

اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَقَلِيْلٌ	مَّا هُمْ ؕ	وَظَنَّ
ایمان لائے	اورانہوں نے عمل کیے	نیک	اورتھوڑے ہیں	وہ	اوریقین کیا
دَاوٗدُ	اَنَّمَا	فَتَنّٰهُ	فَاسْتَغْفَرَ	رَبَّهٗ	وَخَرَّ
داؤد نے	صرف	ہم نے اسے آزمایا	اس نے بخشش مانگی	اپنے رب سے	اوروہ گر پڑا
رَاكِعًا	وَّاَنَابَ ۩ ۲۴	فَغَفَرْنَا	لَهٗ	ذٰلِكَ ؕ	وَاِنَّ	لَهٗ
رکوع میں	اوررجوع کیا	پھرہم نے بخشش دیا	اس کے لیے	یہ	اوربے شک	اس کے لیے
عِنْدَنَا	لَزُلْفٰى	وَحُسْنَ	مَاٰبٍ ۲۵			
ہمارے پاس	البتہ بڑا قرب ہے	اوراچھا	ٹھکانا ہے			

بس وہی لوگ اس سے بچتے ہیں جو صاحب ایمان اور عمل صالح کرتے ہیں اور ایسے لوگ تھوڑے ہوتے ہیں داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے اس کی آزمائش کی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گئے اور متوجہ ہوئے۔ (۲۴) ہم نے اس کا قصور معاف کر دیا اور ہمارے ہاں یقیناً اُس کے لیے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔'' (۲۵)

يَكُوْنَ لَهٗ وَادِيَانِ وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ»

(رواه البخاری: باب مایتقی من فتنة المال)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آدم کے بیٹے کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ پسند کرے گا کہ اس کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں۔ اس کے منہ کو مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی اللہ جس پر چاہتا ہے کرم فرماتا ہے۔''

مسائل

۱۔ لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیے۔ ۲۔ حکمران کو لوگوں کی صحیح راہنمائی کرنی چاہیے۔
۳۔ بڑے لوگوں کو چھوٹے لوگوں کے حقوق غصب نہیں کرنے چاہیے۔
۴۔ اکثر شراکت دار ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں۔
۵۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے رب کے حضور استغفار کیا۔
۶۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا۔ ۷۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے رب کے ہاں بڑے مقام والے تھے۔

يٰدَاوٗدُ	اِنَّا	جَعَلْنٰكَ	خَلِيْفَةً	فِي	الْاَرْضِ
اے داؤد	بے شک ہم	نے بنایا تجھے	خلیفہ	میں	زمین
فَاحْكُمْ	بَيْنَ	النَّاسِ	بِالْحَقِّ	وَلَا	تَتَّبِعِ
لہٰذا فیصلہ کرتو	درمیان	لوگوں کے	حق کے ساتھ	اور نہ	اتباع کر
الْهَوٰى	فَيُضِلَّكَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ
خواہش نفس کی	وہ تجھے گمراہ کردے	سے	راہ	اللہ کی	بلاشبہ
الَّذِيْنَ	يَضِلُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	لَهُمْ
جولوگ	گمراہ ہوتے ہیں	سے	راستے	اللہ کے	ان کے لئے ہے
عَذَابٌ	شَدِيْدٌ	بِمَا	نَسُوْا	يَوْمَ	الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾
عذاب	شدید	بوجہ اس کے جو	انہوں نے بھلا دیا	دن کو	حساب کے

ع ۲ ۱۱

''اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کریں اور نفس کی خواہش کی پیروی نہ کریں۔ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک گئے ان کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے آخرت کے حساب کو فراموش کر دیا تھا۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت داؤد علیہ السلام دنیا میں بڑے مرتبے اور مقام کے حامل تھے اور قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مقرب ہوں گے اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین میں خلیفہ بنا کر خصوصی ہدایات فرمائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں بڑے بڑے حکمران اور ذیشان انبیائے کرام علیہم السلام ہوئے لیکن ان کی اولاد میں صرف حضرت داؤد علیہ السلام ایسی شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہونے کا اعزاز بخشا۔ اس لیے انہیں ارشاد ہوا کہ اے داؤد علیہ السلام! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا تیرا فرض بنتا ہے کہ تو لوگوں کے درمیان حق اور سچ کے ساتھ فیصلے کرے تجھے کسی صورت بھی حق چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرنا چاہیے اگر اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑے گا تو اللہ کے راستے سے بھٹک جائے گا جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہوگا کیونکہ انہوں نے آخرت کے حساب کو فراموش کر دیا تھا۔

''خَلِيْفَةٌ'' کا معنیٰ ہے ''دوسرے کے پیچھے آنے والا'' البقرۃ کی آیت ۳۰ کی تشریح میں عرض کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کا نائب نہیں اس کا معنیٰ حکمران ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بکریوں کے چرواہے تھے اپنے دور کے ایک جرنیل طالوت

کی فوج میں شامل ہوئے جن کا مقابلہ جالوت کے ساتھ ہوا داؤد نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے جس کی وجہ سے فوج کے کمانڈر کے مقبول نظر ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن و جمال اور کمال صلاحیتوں سے سرافراز فرمایا تھا اس لیے بہت جلد اپنی قوم کی آنکھوں کا تارا بنے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت سے سرفراز کیا اور بے مثال حکمران بنایا۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ» (الابانة الكبرى لابن بطة: بَابُ ذِكْرِ افْتِرَاقِ الْأُمَمِ فِي دِينِهِمْ وَعَلَى كَمْ تَفْتَرِقُ هَذِهِ الْأُمَّةُ [صحيح])

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی جب تک اپنی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کر دے تب تک وہ ایمان دار نہیں ہو سکتا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ فی الارض ہونے کا شرف بخشا۔

۲۔ حضرت داؤد علیہ السلام خلیفہ ہونے کیساتھ عظیم حکمران بھی تھے۔ ۳۔ خواہشات کی پیروی کرنیوالا گمراہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ قیامت کے دن گمراہ لوگوں کو شدید عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ زمین میں لوگوں کو ایک دوسرے کا خلیفہ بناتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ (البقرۃ:۳۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان میں سے ضرور خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔ (النور:۵۵)

۳۔ اللہ چاہے تو تمہیں اٹھا لے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہارا خلیفہ بنا دے۔ (الانعام:۱۳۳)

۴۔ تمہارا رب جلد ہی تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور ان کے بعد تم کو خلیفہ بنائے گا۔ (الاعراف:۱۲۹)

۵۔ پھر ہم نے زمین میں ان کے بعد تمہیں خلافت دی تاکہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔ (یونس:۱۴)

۶۔ میرا رب تمہارے سوا کسی اور کو خلافت دے دے تو تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ (ہود:۵۷)

اپنی یا لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلنے والے گمراہ ہو جاتے ہیں:

۱۔ لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے والا گمراہ ہو جاتا ہے۔ (صٓ:۲۶)

۲۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا تباہ ہو جاتا ہے۔ (طٰہٰ:۱۶)

۳۔ سب سے بڑا گمراہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہے۔ (القصص:۵۰)

۴۔ خواہشات کی پیروی کرنے والا خواہشات کو اِلٰہ بنا لیتا ہے۔ (الفرقان:۴۳)

۵۔ حق کو چھوڑ کر خواہشات کی پیروی کرنے سے زمین و آسمان میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ (المومنون:۷۱)

وَمَا	خَلَقْنَا	السَّمَآءَ	وَالْاَرْضَ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ
اور نہیں	ہم نے پیدا کیا	آسمان	اور زمین کو	اور جو	ان کے درمیان ہے	بے کار یہ
ظَنُّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۚ	فَوَيْلٌ	لِّلَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
گمان ہے	ان لوگوں کا	جنہوں نے کفر کیا	چنانچہ ہلاکت ہے		ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا
مِنَ	النَّارِ ؕ ﴿٢٧﴾	اَمْ	نَجْعَلُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سے	آگ	یا	ہم کر دیں گے	ان لوگوں کو جو	وہ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے نیک
كَالْمُفْسِدِيْنَ	فِي الْاَرْضِ ۫	اَمْ	نَجْعَلُ	الْمُتَّقِيْنَ	كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾
ان کی مانند جو فساد کرنیوالے ہیں	میں زمین	یا	ہم کر دیں	پرہیزگاروں کو	بدکاروں کی مانند

''ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے انہیں فضول پیدا نہیں کیا ہے یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جو کفر کرتے ہیں ان کافروں کے لیے جہنم کی آگ کا عذاب ہے۔ (۲۷) کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے ہیں اُن کو جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں انہیں برابر کر دیں کیا متقین کے ساتھ ہم فاجروں جیسا سلوک کریں گے؟'' (۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگ آخرت کے حساب کو بھول گئے اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں وہ فکری اور عملی طور پر سمجھتے ہیں کہ ہم نے دنیا کو بے مقصد پیدا کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے ذمے کچھ ذمہ داریاں لگائیں ہیں جن کا حساب دینا پڑیگا۔

اس سے پہلی آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حوالے سے ہر شخص اور ہر چیز کو بامقصد پیدا کیا ہے اور اس کو بتلایا اور سمجھایا ہے کہ اپنی خواہش کے پیچھے نہیں لگنا جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا وہ گمراہ ہوا۔ گمراہ کی گمراہی کا بنیادی سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے حساب و کتاب کو بھول جاتا ہے جو قیامت کے حساب کو بھول گیا وہ زبان سے کہے یا نہ کہے اس کا عمل اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس دنیا کے بعد کوئی جہان نہیں جو کچھ دنیا میں ہوا وہی آخر ہے اس سے آگے کچھ نہ ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں میں کوئی چیز بے کار اور بے مقصد پیدا نہیں کی ایسا تو وہ لوگ سوچتے اور کہتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے انکاری ہیں انکار کرنے والوں کے لیے آگ کا عذاب تیار کیا گیا ہے۔ کیا ایمان داروں اور نیک اعمال کرنے والوں کو فساد کرنے والوں کے برابر کر دیا جائے گا؟ کیا اللہ سے ڈر کر زندگی گزارنے والوں اور فسق و فجور کرنے والوں کو ایک جیسا سمجھا جائے گا؟ ظاہر بات ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہاں کفار کو مفسدین کہا گیا ہے اس لیے کہ اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کا نظام یوں ہی چلتا رہے گا اور قیامت قائم نہیں ہوگی اس طرح اپنے اعمال کی جوابدہی کا انکار کرتے ہیں اس عقیدہ کی بنا پر یہ لوگ دنیا میں فساد کا موجب بنتے ہیں حالانکہ کائنات کو پیدا کرنے کے بنیادی طور پر دو مقصد ہیں ایک مقصد یہ ہے کہ ہر چیز

اپنے خالق کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس کی عبادت اور اطاعت کرتی رہے اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کے حکم کے مطابق انسان کی خدمت کرے یہی دو مقصد انسان کے ذمہ ہیں ایک طرف اپنے رب کی عبادت کرے اور دوسری طرف انسانوں کی خدمت کرتا رہے جو شخص آخرت کو فراموش کر دیتا ہے وہ نہ تو اپنے خالق کا تابعدار رہتا ہے اور نہ ہی ٹھیک طور پر بندوں کے حقوق پورے کرتا ہے ظاہر بات ہے جب حقداروں کے حقوق پورے نہیں ہوں گے تو اس کا نتیجہ فساد ہوگا اب سوچیں کہ فساد کرنے اور فساد نہ کرنے والے برابر ہو سکتے ہیں؟

{ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۝} (الروم: ۴۱، ۴۲)

''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے تا کہ اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزا چکھایا جائے شاید کہ وہ باز آ جائیں۔ ان سے کہیں کہ زمین میں چل کر دیکھو پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا ہے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور کسی چیز کو بے مقصد پیدا نہیں کی۔
۲۔ دنیا کو بے مقصد سمجھنے والے کافر ہیں کفار کو جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا۔
۳۔ کافر فی الحقیقت فساد کرنیوالے ہیں اور مومن امن پسند ہوتے ہیں۔ ۴۔ متقی اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔

تفسیر بالقرآن

مومن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے:

۱۔ مومن اور فاسق برابر نہیں ہیں۔ (السجدۃ: ۱۸) ۲۔ کیا اندھا اور بینا، بہرا اور سننے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہود: ۲۴)
۴۔ اللہ تعالیٰ مجرموں اور مومنوں کو برابر نہیں کرے گا۔ (القلم: ۳۵۔۳۶)
۵۔ کتاب اللہ پر ایمان لانے والا اور نہ لانے والا برابر نہیں ہو سکتے۔ (الرعد: ۱۹)
۶۔ ایمان دار اور عمل صالح کرنے والا اور بدکار برابر نہیں ہو سکتے۔ (المومن: ۵۸)
۷۔ نیک اعمال کرنے والے اور فساد کرنے والے اور متقین اور گنہگار برابر نہیں ہو سکتے۔ (صٓ: ۲۸)



كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	اِلَيْكَ	مُبٰرَكٌ	لِّيَدَّبَّرُوْٓا	اٰيٰتِهٖ
کتاب ہے	اسے ہم نے نازل کیا	آپ کی طرف	برکت والی	تاکہ وہ غور کریں	اس کی آیات میں

وَلِيَتَذَكَّرَ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾
اور تاکہ نصیحت حاصل کریں	عقل والے

''اے نبی جو کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے وہ بڑی برکت والی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے سبق سیکھیں۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: فساد سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے ارشادات پر عمل کیا جائے۔

فساد سے امن وامان تباہ ہوتا ہے جہاں امن وامان تباہ ہوگا وہاں سے برکات اٹھ جاتی ہیں لہٰذا دنیا کی برکات اور آخرت کے ثمرات حاصل کرنے کا واحد راستہ اور طریقہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید پر غور وفکر کریں اور اس کے مطابق عمل کریں یہی عقل مندی ہے اور عقل مند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یہی بات جنت سے نزول کے وقت آدم علیہ السلام کو بتلائی گئی تھی کہ سب نیچے اتر جاؤ میری طرف سے تمہیں ہدایت پہنچے گی جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان کو نہ خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوں گے۔''(البقرۃ:۳۸)

''اور اگر بستیوں والے واقعی ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکات کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا ہم نے انہیں اس وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کیا کرتے تھے۔''(الاعراف:۹۶)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا یہ بابرکت کتاب ہے۔
۲۔ قرآن مجید پر غور کرنا چاہیے۔ ۳۔ عقل مندوں کو قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

غور وفکر کرنے کا حکم:

۱۔ حق پہچاننے کے لیے آفاق پر غور کرنے کی دعوت۔(حٰمٓ السجدۃ:۵۳)
۲۔ اپنی ذات پر غور وفکر کی دعوت۔(الذاریات:۲۱) ۳۔ رات کے سکون پر غور کرنے کی دعوت۔(القصص:۷۲)
۴۔ دن رات کے بدلنے میں غور وخوض کی دعوت۔(المومنون:۸۰) ۵۔ شہد کی بناوٹ پر غور کرنے کی دعوت۔(النحل:۶۹)
۶۔ ہم نے بابرکت کتاب نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور نصیحت حاصل کریں۔(ص:۲۹)

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾

اور ہم نے عطا کیا داؤد کو سلیمان اچھا بندہ تھا بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۙ﴿۳۱﴾ فَقَالَ

جب پیش کیے گئے اس پر شام کے وقت اصیل تیز رو گھوڑے عمدہ تو اس نے کہا

اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ

بلاشبہ میں نے محبوب رکھا محبت کو مال کی سے یاد اپنے رب کی

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ

یہاں تک چھپ گئے اوٹ میں ان کو واپس لاؤ میرے پاس تو وہ لگے

مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

پھیرنے پنڈلیوں پر اور گردنوں

''اور داؤد کو ہم نے سلیمان عطا کیا جو بہترین بندہ تھا اور اپنے رب کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والا تھا۔ (۳۰) جب شام کے وقت اس کے سامنے خوب سدھائے ہوئے گھوڑے پیش کیے گئے۔ (۳۱) تو اس نے کہا بیشک میں نے مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد پر مقدم رکھا ہے یہاں تک کہ وہ گھوڑے نگاہ سے اوجھل ہو گئے۔ (۳۲) اس نے حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لاؤ پھر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔'' (۳۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اُولُو الْاَلْبَابِ میں سے دو عظیم عقل مندوں کا کردار پیش کیا جاتا ہے۔

اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے نبی ﷺ! ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کو یاد فرمائیں جو طاقت ور ہونے کے باوجود ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا تھا ہم نے اس کے لیے پہاڑ اور پرندے مسخر کیے تھے۔ ہم نے اس کی مملکت کو مضبوط کیا اور اسے فیصلہ کرنے کی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا۔ ہم نے ہی اسے سلیمان علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا سلیمان علیہ السلام بھی بہترین بندہ اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا تھا، اس کا اہم واقعہ یہ ہے کہ جب شام کے وقت اس کے سامنے سکھلائے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ میں نے اللہ کے لیے ان گھوڑوں سے محبت کی ہے۔ یہاں تک کہ گھوڑے دوڑتے ہوئے اس کی نگاہ سے اوجھل ہو گئے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو میرے سامنے پیش کیا جائے گھوڑے ان کے سامنے پیش کیے گئے تو سلیمان علیہ السلام پیار سے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس آیت کریمہ کی تشریح میں مفسرین نے دو آراء کا اظہار کیا ہے ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں

کی دوڑ لگوائی دوڑ کے بعد حکم دیا کہ گھوڑے میرے سامنے پیش کیے جائیں جب گھوڑے ان کی خدمت میں پیش کیے گئے تو وہ پیار کرتے ہوئے گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرے جا رہے تھے یہاں تک کہ ان کی عصر کی نماز یا خاص ذکر جو غروب آفتاب سے پہلے کرتے تھے وہ بھول گئے۔ اسی مصروفیت میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا اس پر انہوں نے اپنے آپ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں گھوڑوں کی محبت میں اللہ کا ذکر بھول گیا ہوں انہوں نے تمام گھوڑوں کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ دیں یہ تفسیر کرنے والے حضرات میں سے کچھ کا خیال ہے کہ گردنیں اور ٹانگیں کاٹنے سے مراد انہوں نے تمام گھوڑے اللہ کی راہ میں ذبح کر دیئے، یاد رہے کہ گھوڑا ہماری شریعت میں بھی حلال ہے آج بھی انڈونیشیا، قازقستان، ترکستان اور وسطی ریاستوں میں گھوڑے اس طرح ہی ذبح کیے جاتے ہیں جس طرح پاکستان اور دوسرے ممالک میں گائے، اونٹ، دنبے، چھترے اور بکرے ذبح کیے جاتے ہیں۔

جن بزرگوں نے اس آیت کا ترجمہ درج ذیل کیا ہے ان میں ماضی قریب کے مفسر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی شامل ہیں ان بزرگوں کا خیال ہے کہ عربی گرائمر کے لحاظ سے یہ ترجمہ کیا جائے کہ ''میں نے اس مال یعنی گھوڑوں سے محبت اپنے رب کے ذکر کے لیے کی ہے'' تاکہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کیا جائے جس سے دین کو غلبہ حاصل ہو اس لیے انہوں نے گھوڑوں کی دوڑ لگوائی یہاں تک کہ گھوڑے دور نکل گئے اور سلیمان علیہ السلام کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ تب انہوں نے حکم دیا کہ گھوڑوں کو واپس لایا جائے جب گھوڑے ان کے سامنے پیش کیے گئے تو پیار کرتے ہوئے گھوڑوں کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مغرب ہو گئی اور عصر کی نماز یا خاص ذکر بھول گئے۔ اس تفسیر کے مطابق اس آیت مبارک کا ترجمہ یوں ہو گا ''انہوں نے کہا میں نے اس مال کی محبت اپنے رب کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے۔'' (ص: ۳۲، ۳۳)

مسائل

۱۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی اور محبوب ترین بندے تھے۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اپنے باپ کی طرح ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

تفسیر بالقرآن

انبیائے کرام علیہم السلام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے:

۱۔ آدم علیہ السلام نے کہا ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور رحم نہیں فرمائے گا تو ہم یقیناً نقصان اٹھائیں گے۔ (الاعراف: ۲۳)

۲۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت صرف اللہ کے حضور پیش کرتا ہوں۔ (یوسف: ۸۶)

۳۔ زکریا علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو ہی بہترین وارث ہے۔ (الانبیاء: ۸۹)

وَلَقَدْ	فَتَنَّا	سُلَيْمٰنَ	وَاَلْقَيْنَا	عَلٰى
اور البتہ تحقیق	ہم نے آزمایا	سلیمان کو	اور ہم نے ڈالا	پر

كُرْسِيِّهٖ	جَسَدًا	ثُمَّ	اَنَابَ ﴿۳۴﴾	قَالَ
اس کی کرسی	ایک دھڑ	پھر	وہ متوجہ ہوا	اس نے کہا

رَبِّ	اغْفِرْ لِيْ	وَهَبْ	لِيْ	مُلْكًا
میرے رب	تو بخش دے مجھے	اور عطا کر	مجھے	ایسی بادشاہی

لَّا	يَنْۢبَغِيْ	لِاَحَدٍ	مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ	اِنَّكَ
نہ	لائق ہو	کسی کے لیے	میرے بعد	بلاشبہ تو

اَنْتَ	الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾
تو	عطا کرنے والا ہے

''اور سلیمان کو بھی ہم نے آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک وجود لا کر ڈال دیا پھر وہ متوجہ ہوا۔(۳۴) اور کہا کہ اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھ ایسی بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کو نہ دی جائے بے شک تو عطا فرمانے والا ہے۔''(۳۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوسرا واقعہ۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کی آزمائش کے لیے بہت سے طریقے ہیں جن میں دو بڑے طریقے یہ ہیں کبھی اپنے بندے کو نعمت دے کر آزماتا ہے اور کبھی اس سے نعمت چھین کر آزمائش کرتا ہے پہلے واقعہ میں سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کے ذریعے آزمایا گیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے تھے اس واقعہ میں ان سے نعمت چھین کر آزمایا گیا جس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور کرسی پر ایک جسد ڈال دیا۔ اس حال میں سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا اور دعا کی کہ اے میرے رب مجھے معاف فرما اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما کہ جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ تو ہی عطا فرمانے والا ہے۔

کچھ مفسرین نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایک پیغمبر کی یہ شان نہیں کہ وہ اقتدار کی خواہش کرے اس میں کوئی کلام نہیں کہ کسی شخص کے سامنے منصب اور اقتدار کی خواہش کرنا جائز نہیں اور نہ ہی پیغمبر کی یہ شان ہے کہ وہ منصب اور اقتدار کے لیے کوشش کرے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اقتدار کی خواہش کا اظہار کسی انسان کے سامنے تو نہیں کیا۔ انہوں نے اقتدار کی خواہش اور دعا اپنے رب کے حضور کی ہے جس سے ہر وقت اور ہر چیز کا سوال کیا جا سکتا ہے وہی اقتدار اور سب کچھ عطا کرنے والا ہے اس کی بارگاہ کے سوا کچھ بھی کہیں سے نہیں مل سکتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے وقت کے نبی تھے ان سے بڑھ کر کس کی خواہش ہوسکتی ہے کہ اللہ کا دین غالب ہو اور لوگ خوشحال ہوں، ظاہر بات ہے کہ انہوں نے دین کے غلبہ اور لوگوں کی فلاں کے لیے ہی اللہ کے حضور یہ درخواست کی تھی کہ مجھے ایسا اقتدار نصیب فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔ جہاں تک حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا معاملہ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک ناقص جسد رکھ دیا۔ اس آزمائش کے بارے میں مفسرین نے تین قسم کی تفسیر کی ہے۔ ① حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس بنا پر وہ جن وانس، پرندوں اور ہواؤں پر کنٹرول کرتے تھے ایک مرتبہ انگوٹھی گم ہوگئی جو شیطان کے ہاتھ چڑھ گئی شیطان اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل اختیار کر کے کچھ دن ان کی کرسی پر براجمان ہو کر حکومت کرتا رہا لیکن اس کی عادتیں دیکھ کر لوگوں کو شک پڑا کہ یہ سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں پھر انگوٹھی کسی طریقہ سے سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ آئی اور وہ دوبارہ حکومت کرنے لگے۔ ② حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن اپنے دل میں یہ بات کہی کہ میں ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں سے جماع کروں گا۔ ان سے بیٹے پیدا ہوں گے جو میدانِ کارزار میں میرے شانہ بشانہ ہو کر جہاد کریں گے لیکن یہ بات کہتے ہوئے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے انہوں نے حسبِ ارادہ اپنی تمام بیویوں سے جماع کیا جن کی تعداد ستر سے زائد تھی ایک کے سوا کوئی بیوی بھی حاملہ نہ ہوئی جس نے بچہ جنم دیا وہ بھی ناقص الوجود تھا جسے ملازم نے اٹھا کر کرسی پر رکھ دیا۔ جہاں تک بیویوں کے ساتھ ہم بستری کا معاملہ ہے اس سے بعض مفسرین نے یہ بات سمجھ لی کہ یہ حدیث اسی آیت کی تفسیر ہے اس لیے انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے جس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ اس آیت میں جس جسدِ ناقص کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہی واقعہ ہے حالانکہ محدثین کے سرخیل حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں اس آیت کے ضمن میں یہ حدیث نقل نہیں کی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے یہ حدیث اس واقعہ میں نہیں لگائی جاسکتی۔

جہاں تک کثرتِ ازواج کا معاملہ ہے پہلے زمانہ میں لوگ اس قابل ہوتے تھے کہ وہ بیک وقت اتنی بیویوں کے حقوق ادا کرلیں۔ اس ضمن میں کئی غیر مسلم حکمرانوں کی مثالیں بھی موجود ہیں لیکن نزولِ قرآن کے بعد یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ کوئی آدمی بیک وقت چار بیویوں سے زائد بیوی نہیں رکھ سکتا اگر اس میں غیر معمولی طاقت ہو تو وہ شریعت کے اصول وضوابط پورے کرتے ہوئے چار بیویوں کے ساتھ لونڈیاں رکھ سکتا ہے۔ ایک رات میں بیویوں کے ساتھ جماع کرنے کے بارے میں کچھ لوگوں نے اس بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے جس وجہ سے انہوں نے مستند حدیث کو ماننے سے انحراف کیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ پیغمبر میں عام لوگوں کی نسبت غیر معمولی صلاحیتیں ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مختلف قسم کے معجزات سے سرفراز فرمایا تھا عین ممکن ہے کہ یہ بات بھی معجزات میں شامل ہو۔

③ امام رازی رحمہ اللہ نے یہ تفسیر کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ شدید بیمار ہوئے جس وجہ سے وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئے اس حالت میں اپنی کرسی پر تشریف فرما تھے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی کہ بارِ

الہا! مجھے ایسا اقتدار نصیب فرما جو میرے بعد کسی کو نہ مل سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے بدلے میں انہیں صحت اور ایسا اقتدار عنایت کیا جو قیامت تک کسی شخص کو حاصل نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں دوسری تفاسیر کی نسبت امام رازی رحمہ اللہ کی تفسیر صائب لگتی ہے۔ اللہ اعلم!

یہ واقعات بیان کرنے کا مقصد:

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی جس کی ابتدا میں کفار کی منفی سوچ اور سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جونہی نبی آخر الزمان ﷺ نے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی دعوت پیش کی تو مکہ کے سرداروں نے کہا کہ اے لوگو! اپنے اپنے خداؤں پر جمے رہنا یہ شخص جادوگر اور جھوٹا ہے اس لیے ہمیں اس کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی اور نہ ہی ہم نے اس سے پہلے کبھی یہ بات سنی ہے۔ اس طرح مکہ میں حق و باطل کی کشمکش اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دونوں واقعات سے نبی علیہ السلام کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ آپ کو یہ فکر لاحق نہیں ہونی چاہیے کہ میرے پاس اقتدار اور وسائل ہوتے تو کفار ایسا رویہ اختیار نہ کرتے۔ اے نبی ﷺ! لازم نہیں کہ کسی مبلّغ کے پاس اقتدار اور اختیار ہی ہو تو وہ کامیاب ہو۔ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یاد رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام "اللہ" کے نبی ہونے کے ساتھ بے مثال حکمران بھی تھے لیکن ان کے دور میں بھی تمام لوگوں نے ان کا کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ (البقرۃ: ۱۰۳)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کی جس میں انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور پورے اترے۔
۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔
۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے غیر معمولی اقتدار کی دعا کی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز عطا فرمانے والا ہے:

۱۔ اللہ ہی خلافت عطا کرتا ہے۔ (الانعام: ۱۳۳، الاعراف: ۱۲۹) ۲۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا۔ (النساء: ۱۲۵)
۳۔ آدم علیہ السلام کو اللہ نے خلیفہ بنایا۔ (البقرۃ: ۳۰) ۴۔ سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے سب سے بڑا حکمران بنایا۔ (ص: ۳۵)
۵۔ ادریس علیہ السلام کو اللہ نے مقامِ علیا سے سرفراز کیا۔ (مریم: ۵۷) ۶۔ داؤد علیہ السلام کو اللہ نے دانائی عطا فرمائی۔ (ص: ۲۰)
۷۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ہم کلامی کا شرف بخشا۔ (طٰہٰ: ۱۲ تا ۱۴) ۸۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ قرار دیا۔ (النساء: ۱۷۱)
۹۔ یوسف علیہ السلام کو اللہ نے حکمرانی اور انتہا درجہ کی پاکدامنی عطا فرمائی۔ (یوسف: ۳۱)
۱۰۔ نبی کو رحمت للعالمین بنایا گیا۔ (الانبیاء: ۱۰۷)

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ

چنانچہ ہم نے تابع کر دیا اس کے لیے ہوا کو وہ چلتی تھی اس کے حکم سے نرمی سے جہاں

اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ

وہ ارادہ کرتا اور شیاطین کو ہر عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے اور دوسرے

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ

جکڑے ہوئے زنجیروں میں یہ ہماری عطا ہے پھر تو احسان کر یا تو قید رکھ بغیر

حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ ع ٣ ١٤ ١٢

حساب کے اور بے شک اس کے لیے ہمارے پاس البتہ بڑا قرب اور اچھا مقام ہے

''ہم نے ہوا کو سلیمان کے لیے مسخر کر دیا وہ جدھر چاہتا تھا اس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی۔(۳۶) اور شیاطین کو مسخر کر دیا جو اس کے لیے معمار اور غوطہ زنی کرتے تھے۔(۳۷) اور دوسرے جو پابند سلاسل تھے ہم نے سلیمان سے فرمایا۔(۳۸) یہ ہماری عطا ہے تجھے اختیار ہے جسے چاہے دے اور جس سے چاہے روک لے تجھ پر کوئی حساب نہیں۔(۳۹) یقیناً اس کے لیے ہمارے ہاں تقرب کا مقام اور بہت اچھا انجام ہے۔''(۴۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور انہیں ایسے اختیارات دیئے جو کسی حکمران کو حاصل نہیں ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا وہ ملک کے جس حصے کا دورہ کرنا چاہتے تھے ہوا انہیں وہاں پہنچا دیا کرتی تھی وہ دو ماہ کا سفر صبح و شام طے کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے دیو ہیکل جنّات کو ان کے تابع کر دیا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنّوں کو مختلف کاموں پر مامور کر رکھا تھا۔ ایک جماعت کو تعمیرات کے کام پر لگایا اور دوسری جماعت کو سمندر پر مامور کیا جو غوطہ زنی کرتے ہوئے سمندر سے ہیرے جواہرات نکالا کرتے تھے کوئی ان میں سے سرکشی کرتا تو انہیں بھاری بھرکم زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا اور سخت سزا دی جاتی تھی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے سلیمان کو اختیار دیا تھا کہ چاہیں تو انہیں معاف کر دیں اگر چاہیں تو انہیں سزا دیں۔ اس پر آپ پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انہیں عظیم ترقی یافتہ مملکت کا فرمانروا بنایا اور دوسری طرف اپنے ہاں قربِ حضوری بخشا اور اعلیٰ مقام سے سرفراز کیا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جنات اور ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔

۲۔ اللہ کے ہاں سلیمان علیہ السلام بڑے مرتبہ کے حامل تھے۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ	عَبْدَنَآ	اَيُّوْبَ ۘ	اِذْ	نَادٰى	رَبَّهٗٓ	اَنِّيْ
اور آپ یاد کریں	ہمارے بندے	ایوب کو	جب	اس نے پکارا	اپنے رب کو	بلاشبہ
مَسَّنِيَ	الشَّيْطٰنُ	بِنُصْبٍ	وَّعَذَابٍ ؕ ﴿۴۱﴾	اُرْكُضْ	بِرِجْلِكَ ۚ	هٰذَا
پہنچائی مجھے	شیطان نے	تکلیف	اور ایذا	تو مار	اپنے پاؤں کو	یہ
مُغْتَسَلٌۢ	بَارِدٌ	وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾	وَوَهَبْنَا	لَهٗٓ	اَهْلَهٗ	
غسل کرنے کی جگہ	ٹھنڈا	اور پینے والا	اور ہم نے عطا کیے	اس کے لیے	اس کے گھر والے	
وَمِثْلَهُمْ	مَّعَهُمْ	رَحْمَةً مِّنَّا	وَذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾	وَخُذْ	
اور ان کے برابر	ان کے ساتھ	اپنی رحمت سے	اور نصیحت ہے	عقل والوں کے لیے	اور تو پکڑ	
بِيَدِكَ	ضِغْثًا	فَاضْرِبْ	بِّهٖ	وَلَا	تَحْنَثْ ؕ	
اپنے ہاتھ میں	جھاڑو	اور تو مار	اس کے ساتھ	اور نہ	تو توڑ قسم	
اِنَّا	وَجَدْنٰهُ	صَابِرًا ؕ	نِعْمَ	الْعَبْدُ ؕ	اِنَّهٗٓ	اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾
بے شک ہم نے	پایا اس کو	صابر	اچھا	بندہ تھا	بلاشبہ وہ	بہت رجوع کرنے والا تھا

''اور آپ ہمارے بندے ایوب کا ذکر کریں جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور مصیبت میں ڈال دیا ہے۔(۴۱) ہم نے اسے حکم دیا اپنا پاؤں زمین پر مار، تیرے نہانے اور پینے کے لیے یہ ٹھنڈا پانی ہے۔(۴۲) ہم نے اُسے اس کے اہل وعیال واپس دیے اور اُن کے ساتھ اتنے ہی اپنی طرف سے عنایت فرمائے عقل وفکر رکھنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔(۴۳) اور ہم نے اسے فرمایا کہ اپنی قسم نہ توڑ بلکہ تنکوں کا ایک مُٹھا لے اور اسے مار دے ہم نے اسے بہترین صابر بندہ پایا اور وہ اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا۔''(۴۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت سلیمان علیہ السلام کا شان وشکوہ بیان کرنے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کی بے بسی اور تکلیف کا تذکرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایوب ہمارا پسندیدہ بندہ تھا۔اے نبی ﷺ! ان کی بیماری اور کمزوری کا لوگوں کے سامنے تذکرہ کریں کہ انتہا درجہ کی بیماری اور کمزوری کے باوجود اس نے اپنے رب کو یاد رکھا اور اس کی رضا پر راضی رہا۔واقعہ یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام اس قدر بیمار ہوئے کہ چلنے پھرنے سے بھی عاجز آ گئے مفسرین نے لکھا کہ اس دوران ان کا مال بھی تباہ ہوا اور ایک بیوی کے سوا باقی بیویاں ان سے الگ ہوگئیں شدید بیماری اور شدید ترین آزمائشوں کے باوجود ایوب علیہ السلام کی زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ آیا جب بھی ہونٹ ہلے تو اپنے رب کے حضور فریاد کی کہ میرے رب! مجھے شیطان نے سخت تکلیف میں مبتلا

کر دیا ہے انکے صبر اور ادب کا اندازہ کریں کہ بیماری کی نسبت اپنے رب کی طرف کرنے کی بجائے شیطان کی طرف کی ہے کیونکہ ہر تکلیف اور نقصان کا بنیادی سبب شیطان کی شیطنت کا نتیجہ ہوتا ہے اگر کسی بد پرہیزی کی وجہ سے انسان بیمار ہو تو اس بد پرہیزی کے پیچھے بھی شیطان ہی ہوتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم فرمایا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو جونہی انہوں نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری کیا اور حکم فرمایا کہ اے ایوب علیہ السلام اس میں غسل کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا کاملہ عطا فرمائی۔ ایک طرف حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے انہیں نیک اہل وعیال عطا فرمائے اور ان کے ساتھ اور بہت کچھ دیا۔ کچھ اہل علم نے لکھا ہے کہ سخت بیماری کی وجہ سے جو بیویاں چھوڑ گئی تھیں وہ بھی بچوں سمیت واپس آ گئیں جن سے اللہ تعالیٰ نے مزید اولاد عنایت فرمائی اور تباہ ہونیوالے مال کے بدلے بہت سا مال بھی عطا فرمایا۔ اس میں بہت سی نصیحتیں ہیں ان لوگوں کے لیے جو صاحبِ عقل ہیں۔ اسرائیلی روایات کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ بیماری کے دوران حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے پاس انسان کی شکل میں شیطان آیا اور اس نے کہا کہ میں آپ کے خاوند کا اس شرط پر علاج کرتا ہوں کہ اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو اس کے معاوضہ میں تو نے بس یہ الفاظ کہنا ہوں گے یہی میرے علاج کا معاوضہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے آپ علیہ السلام کی خاطر وہ الفاظ کہنے کا وعدہ کر لیا بعد ازاں اس کا ذکر حضرت ایوب علیہ السلام سے کیا تو وہ اس بات پر سخت نالاں ہوئے اور فرمایا کہ یہ انسان نہیں بلکہ شیطان تھا جس نے تجھ سے ایسے الفاظ کہلوانے کا وعدہ لیا ہے جن میں شرک پایا جاتا ہے جن مفسرین نے اس روایت کو تسلیم نہیں کیا ان کا خیال ہے کہ حضرت ایوب کسی اور بات سے اپنی بیوی پر خفا ہوئے تھے اس پر انہوں نے قسم اٹھائی کہ جب میں صحت مند ہوں گا تو تجھے سو کوڑے ماروں گا جب ایوب علیہ السلام چشمہ سے غسل کرنے کے بعد صحت یاب ہو گئے تو انہوں نے اپنی قسم پوری کرنے کا عزم کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ قسم توڑنے کی بجائے اسے اس طرح پورا کرو کہ سو تنکے کا جھاڑو لے کر اپنی بیوی کو ایک ضرب لگاؤ جس سے ہمارے ہاں تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو خراجِ تحسین سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اسے بڑے حوصلے والا پایا وہ بہت ہی اچھا انسان اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والا تھا۔ اس واقعہ میں ایک طرف نبی ﷺ کو شکر ادا کرنے کا اشارہ دیا گیا ہے اور دوسری طرف آپ کو سمجھایا ہے کہ آپ کے رب نے آپ کو مثالی صحت سے ہمکنار فرمایا ہے لہٰذا خدمتِ دین کا کام کرتے جائیں اور مشکلات پر صبر کرتے رہیں۔ امت مسلمہ کو یہ سبق دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر نعمت دینے والا ہے اور وہی اس سے محروم کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اللہ کا بندہ وہ ہے جو مشکل کے وقت صبر کرے اور آسانی کے وقت اس کا شکر ادا کرے گویا کہ ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا ہی اس کا پسندیدہ بندہ ہوتا ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سونے کی ٹڈیاں آسمان سے برسائیں۔ ایوب علیہ السلام انہیں پکڑ پکڑ کر کپڑے میں ڈالنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام سے فرمایا کہ ایوب! کیا ہم نے سب کچھ دے کر تجھے غنی نہیں کر دیا؟ ایوب علیہ السلام کہنے لگے

کیوں نہیں لیکن میں آپ کی رحمت سے لاپروا نہیں ہوسکتا۔'' (رواہ البخاری: کتاب الانبیاء)

قسم کے بارے میں آپ ﷺ کا فرمان:

''حضرت زھدم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے وہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس اشعری قبیلہ کے کچھ افراد کے ہمراہ اس وقت حاضر ہوا جب آپ غصہ میں تھے ہم نے سواری کا مطالبہ کیا تو آپ نے قسم اٹھائی کہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا پھر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر اللہ کی مشیت شاملِ حال ہو تو جس کام پر میں قسم کھاتا ہوں اگر میں اس کے بجائے دوسرے کام کو بہتر سمجھوں تو میں افضل کام کرنا پسند کرتا ہوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دیتا ہوں۔'' (رواہ البخاری: باب الیمین فیما لا یملک الخ)

«وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ»

(رواہ مسلم: باب فِی كَفَّارَةِ النَّذْرِ)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ رسول ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔''

''اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہیں نہیں پکڑے گا۔ لیکن تمہیں ان قسموں پر پکڑے گا جو تم نے پختہ ارادے سے کھائیں ہیں قسم کا کفارہ درمیانے درجے کا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا، یا ایک گردن آزاد کرنا، جو یہ نہ کر پائے تو اسے تین دن کے روزے رکھنا ہے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔'' (المائدۃ:۸۹)

مسائل

۱۔ ایوب علیہ السلام نے بیماری کو شیطان کی طرف منسوب فرمایا۔ ۲۔ ایوب علیہ السلام نے صرف اپنے رب سے شفا طلب کی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو دوبارہ اہل وعیال عطا کیے اور بہت سی نعمتوں سے نوازا۔

۴۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے رب کے بہترین بندے اور ہر حال میں اس کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی مشکلات دور کرنے والا ہے:

۱۔ اللہ ہی کو پکارو وہی تکلیف دور کرتا ہے۔ (الانعام:۴۱) ۲۔ اللہ کے سوا کوئی تکلیف دور کرنے والا نہیں۔ (الاسراء:۵۶)

۳۔ اگر آپ کو کوئی تکلیف ہو جائے تو سوائے اللہ کے اسے کوئی نہیں دور کرسکتا۔ (یونس:۱۰۷)

۴۔ کون ہے جو اللہ کے سوا مجبور کی دعا سننے والا اور مصیبت دور کرنے والا ہے؟ (النمل:۶۲)

۵۔ فرما دیجیے اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہچانے پر آئے کیا تو اس نقصان سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ (الفتح:۱۱)

۶۔ کیا تم ایسے لوگوں کو معبود مانتے ہو جو نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (الرعد:۱۶)

وَاذْكُرْ	عِبٰدَنَآ	اِبْرٰهِيْمَ	وَاِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	اُولِي الْاَيْدِيْ
اور یاد کیجیے	ہمارے بندوں	ابراہیم	اور اسحاق	اور یعقوب کو	جو صاحبِ قوت
وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾	اِنَّآ	اَخْلَصْنٰهُمْ	بِخَالِصَةٍ	ذِكْرَى	الدَّارِ ﴿۴۶﴾
اور صاحبِ بصیرت تھے	بیشک ہم نے	چن لیا تھا ان کو	خالص کے ساتھ	یاد	آخرت کی
وَاِنَّهُمْ	عِنْدَنَا	لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾		وَاذْكُرْ	اِسْمٰعِيْلَ
اور بے شک وہ	ہمارے نزدیک	البتہ چنے ہوئے بہترین ہیں		اور یاد کیجیے	اسماعیل
وَالْيَسَعَ	وَذَا الْكِفْلِ	وَكُلٌّ	مِّنَ	الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾	هٰذَا ذِكْرٌ
اور یسع	اور ذوالکفل کو	اور ہر ایک	سے	نیکوکاروں	یہ نصیحت ہے
وَاِنَّ	لِلْمُتَّقِيْنَ	لَحُسْنَ	مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾		
اور بے شک	متقیوں کے لیے	البتہ اچھا	ٹھکانہ ہے		

''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا ذکر کریں بڑی قوتِ عمل رکھنے والے اور صاحبِ بصیرت تھے۔(۴۵) ہم نے اُن کو ایک خاص صفت کی بنا پر ممتاز کیا اور وہ آخرت کی فکر تھی۔(۴۶) یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار منتخب نیک بندوں میں ہے۔(۴۷) اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کا تذکرہ کریں یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔(۴۸) اس میں متقی لوگوں کے لیے نصیحت ہے یقیناً ان کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے۔''(۴۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد ان کے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور کچھ دوسری شخصیات کا مختصر بیان۔

سورہ ہود کی آیت ۷۱ میں ذکر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق کے ساتھ ہی پوتے یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی۔ جس طرح یہ حضرات ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اسی طرح دیگر اوصافِ حمیدہ کے ساتھ ان میں یکساں طور پر ایک خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ یہ حضرات ہاتھوں اور آنکھوں والے یعنی صاحبِ قوت، سخی اور صاحبِ بصیرت تھے۔ یہ بات حقیقت ہونے کے ساتھ ہر زبان میں محاورہ کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے کہ فلاں شخص آنکھیں اور ہاتھ رکھتا ہے جس کا معنیٰ ہے کہ یہ شخص ہوشیار، طاقتور اور فیاض ہے جو کام کرنا چاہیے کر سکتا اور اسے اندھوں کی طرح نہیں بلکہ سوچ، سمجھ کر کرتا ہے مقصد یہ ہے کہ طاقت اور بصیرت رکھنے والا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طاقت رکھنے والے لوگ فہم و بصیرت سے کورے ہوتے ہیں اور صاحبِ بصیرت لوگ قوت کے استعمال میں تذبذب کا شکار رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان

شخصیات کو بصیرت کے ساتھ قوتِ فیصلہ بھی دی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دعوتِ دین کے لیے وسائل بھی دیئے اور بصیرت سے سرفراز بھی فرمایا۔ ان کی بصیرت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے کسی کام کے پیچھے دنیا کی غرض نہ تھی وہ جو کام کرتے قیامت پر نظر رکھتے ہوئے کرتے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت میں بھی پسند فرمالیا اور دنیا میں بھی وہ ''اللہ'' کے بہت ہی پسندیدہ اور نیک بندے تھے۔

''ذَا الْاَیْدِ'' کا مفہوم:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں بعض نے آپ سے پوچھا کہ ہم میں سے کون سی بیوی آپ سے جنت میں پہلے ملے گی؟ آپ نے فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے چھڑی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کیا تو سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے لیکن ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ ہاتھ لمبے ہونے سے مراد زیادہ صدقہ دینا تھا ہم سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بیوی ملی وہ زینب رضی اللہ عنہا تھی جو صدقہ وخیرات کرنے کو بہت پسند کرتی تھی۔ (بخاری) مسلم کی روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مجھے سب سے پہلے وہ بیوی ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اندازہ لگاتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں چنانچہ ہم میں سے زینب کے ہاتھ لمبے ثابت ہوئے اس لیے کہ وہ اپنے ہاتھوں کی کمائی صدقہ وخیرات کر دیا کرتی تھیں۔'' (متفق علیہ: باب الانفاق و کراھیۃ الامساک)

ذوالکفل کا تعارف:

«عَنْ مُجَاهِدٍ وَذَا الْكِفْلِ قَالَ رَجُلٌ صَالِحٌ غَيْرُ نَبِيٍّ تَكَفَّلَ لِنَبِيٍّ قومه أن يكفيه أمر قومه ويقيمهم له، وَيَقْضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْعَدْلِ، فَفَعَلَ ذَلِكَ، فَسُمِّيَ ذَا الْكِفْلِ» (فتح القدیر: للشوکانی)

''حضرت مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ذوالکفل نبی نہ ہونے کے باوجود اللہ کے برگزیدہ اور مخلص بندے تھے۔ اپنے نبی کے رخصت ہونے کے بعد انہوں نے قوم کی ذمہ داری نبھائی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کیا اور قوم میں عدل وانصاف قائم کیا۔ اس وجہ سے انہیں ذوالکفل کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

مسائل

۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام غیر معمولی اقتدار اور اختیارات رکھنے کے باوجود اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

۲۔ حضرت ایوب علیہ السلام شدید بیماری اور سخت ترین آزمائشوں میں صابر رہے اور صرف اپنے رب سے فریاد کرتے رہے۔

۳۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے نعمتیں چھن جانے کے وقت صبر کیا اور نعمتیں ملنے کے بعد اپنے رب کا شکر ادا کیا۔

۴۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت اسماعیل حضرت الیاس اور ذوالکفل علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور آخرت پر نظر رکھنے والے تھے۔ ۵۔ پرہیزگاروں کے لیے آخرت میں بہترین مقام ہوگا۔

جَنّٰتِ	عَدْنٍ	مُّفَتَّحَةً	لَّهُمُ	الْاَبْوَابُ ۝۵۰ ج	مُتَّكِـِٕيْنَ	فِيْهَا
باغات ہیں	ہمیشہ کے	کھلے ہوں گے	ان کے لیے	دروازے	تکیہ لگائے ہوئے	اس میں
يَدْعُوْنَ	فِيْهَا	بِفَاكِهَةٍ	كَثِيْرَةٍ	وَّشَرَابٍ ۝۵۱	وَعِنْدَهُمْ	
وہ طلب کریں گے	اس میں	میوے	بہت	اور مشروبات	اور ان کے پاس ہوں گی	
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	اَتْرَابٌ ۝۵۲	هٰذَا	مَا	تُوْعَدُوْنَ	لِيَوْمِ	
نیچی نگاہ رکھنے والیاں	ہم عمر	یہ ہے	جو	تم وعدہ دیے جاتے تھے	دن کے لیے	
الْحِسَابِ ۝۵۳	اِنَّ	هٰذَا	لَرِزْقُنَا	مَالَهٗ	مِنْ نَّفَادٍ ۝۵۴ ج	
حساب کے	بے شک	یہ	البتہ ہمارا رزق	نہیں اس کے لیے	کبھی ختم ہونا	

''ہمیشہ رہنے والی جنتوں کے دروازے اُن کے لیے کھلے ہوں گے۔(۵۰) ان میں وہ تکیے لگائے ہوں گے، پھل اور مشروبات طلب کر رہے ہوں گے۔(۵۱) اور ان کے لئے ہم عمر شرمیلی بیویاں ہوں گی۔(۵۲) یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں تم سے حساب کے دن عطا کرنے کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔(۵۳) یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔''(۵۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: متقین کو جہاں رکھا جائے گا اس کی سہولیات اور انعامات کا مختصر بیان۔

متقین کے لیے ہمیشہ ہمیش کے باغات اور محلات ہوں گے جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے یعنی جنت کی حوریں اور نعمتیں ان کے انتظار میں ہوں گی ہر زبان میں یہ ایک محاورہ بھی ہے۔ جو مہمان کے لیے میزبان کی طرف سے بولا جاتا ہے کہ آپ جب آنا چاہیں ہمارے دروازے ہر وقت آپ کے لیے کھلے ہیں اور ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ جنتی جنت میں ایک دوسرے کے سامنے تکیے لگائے تشریف فرما ہوں گے اور ان کے کھانے پینے کے لیے کثیر تعداد میں ہر قسم کے پھل اور مشروبات ہوں گے جس میں شرابِ طہور بھی ہوگی، جنہیں جنتی طلب فرمائیں گے جو فی الفور ان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے ان کے پاس ان کی ہم عمر اور ہم مزاج بیویاں ہوں گی جن کی حیا کا عالم یہ ہوگا کہ وہ اپنے خاوندوں کو اس طرح دیکھیں گی جس طرح ایک باحیا بیوی سہاگ کی رات اپنے خاوند کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح ہی نیک عورتوں کو ان کے ہم عمر اور ہم مزاج خاوند ملیں گے لیکن قرآن مجید اپنے حیادار اسلوب کی وجہ سے عورتوں کے لیے کھلے الفاظ میں یہ بات بیان نہیں کرتا ہے کہ انہیں ان کی پسند کے خاوند دیئے جائیں گے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ

مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٖ}}» (رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة وأنها مخلوقة)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی ان کے متعلق کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا اگر چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرو۔ {کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپا کے رکھی گئی ہے}۔''

«عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ فَقَالَ لَوْ أَنَّ يَدًا مِنَ الْحَوْرَاءِ تُدْلِي بِبَيَاضِهَا وَخَوَاتِمِهَا دُلِّيَتْ، لَأَضَاءَتْ لَهَا الْأَرْضُ كَمَا تُضِيءُ الشَّمْسُ لِأَهْلِ الدُّنْيَا»

(الزهد والرقائق: فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَمَا أَعَدَّ اللهُ فِيهَا [موقوف على كعب بن مالك])

''حضرت ابوعیاش کہتے ہیں ہم کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس دوران انہوں نے جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر جنت کی حور اپنا ہاتھ زمین پر ظاہر کر دے تو اس کی روشنی کی وجہ سے زمین اس طرح روشن ہو جائے جس طرح سورج کے چمکنے سے ہوتی ہے۔''

مسائل

۱۔ جنتیوں کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔
۲۔ جنتی جنت میں تکیوں پر بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے کھانے پینے میں مصروف ہوں گے۔
۳۔ جنت کی عورتیں بے انتہا حیادار ہوں گی۔ ۴۔ جنت میں میاں بیوی ہم عمر اور ہم مزاج ہوں گے۔

تفسیر بالقرآن

جنت کی بیویاں اور نعمتیں:

۱۔ جنت کی بیویاں پاک ہونگی۔ (البقرۃ: ۲۵) ۲۔ خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والیاں ہونگی۔ (الصّٰفّٰت: ۴۸، ۴۹)
۳۔ جنتیوں کی ہم عمر ہوں گی۔ (صٓ: ۵۲) ۴۔ یاقوت و مونگے کی طرح خوبصورت ہونگی۔ (الرّحمٰن: ۵۸)
۵۔ چھپائے ہوئے موتی کی طرح ہونگی۔ (الواقعہ: ۲۳) ۶۔ کنواری اور ہم عمر ہوں گی۔ (الواقعہ: ۳۶، ۳۷)
۷۔ ہم نے اس میں کھجوروں، انگوروں کے باغ بنائے ہیں اور ان میں چشمے جاری کیے ہیں۔ (یٰس: ۳۴)
۸۔ یقیناً متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ (الذاریات: ۱۵) ۹۔ یقیناً متقی نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔ (الطور: ۱۷)
۱۰۔ جنت میں جنتیوں کو سونے اور لولو کے زیور پہنائے جائیں گے۔ (فاطر: ۳۳)
۱۱۔ جنت میں تمام پھل دو، دو قسم کے ہوں گے۔ (الرّحمٰن: ۵۲) ۱۲۔ جنتیوں کو شراب طہور دی جائیگی۔ (الدھر: ۲۱)
۱۳۔ جنتی سبز قالینوں اور مسندوں پر تکیہ لگا کر تشریف فرما ہوں گے۔ (الرّحمٰن: ۷۶)

هٰذَا ؕ	وَاِنَّ	لِلطّٰغِيْنَ	لَشَرَّ	مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾	جَهَنَّمَ ۚ
یہ	اور بلاشبہ	سرکشوں کے لیے	البتہ بہت بُرا	ٹھکانہ ہے	جہنم

يَصْلَوْنَهَا ۚ	فَبِئْسَ	الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾	هٰذَا ۙ	فَلْيَذُوْقُوْهُ	حَمِيْمٌ
وہ اس میں داخل ہوں گے	پس بُری ہے	آرام کرنے کی جگہ	یہ	تو وہ چکھیں اس کو	کھولتا ہوا پانی

وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾	وَّاٰخَرُ	مِنْ	شَكْلِهٖٓ	اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾
اور پیپ	اور دوسرے	سے	اس کی مثل	کئی قسم کے

''یہ متقیوں کا صلہ ہوگا اور سرکشوں کا بدترین ٹھکانہ ہے۔(۵۵) وہ جہنم میں داخل ہوں گے جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔(۵۶) یہ جہنمیوں کے لیے ہے۔وہ کھولتے ہوئے پانی، پیپ اور لہو کا مزا چکھیں گے۔(۵۷) اور اسی قسم کے اور بھی عذاب ہونگے۔''(۵۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: متقین کے مقابلے میں نافرمانوں اور باغیوں کا ٹھکانہ اور سزائیں۔

قرآن مجید کا تسلسل کے ساتھ یہ اسلوب ہے کہ جنتیوں کے انعامات کے مقابلے میں جہنمیوں کی سزاؤں کا ذکر کرتا ہے تاکہ قرآن پڑھنے والا اس بات پر غور کرے کہ اسے کونسا عقیدہ اور کیا کردار اختیار کرنا چاہیے۔ یہاں بھی جنتیوں کے انعامات کے بعد جہنمیوں کی سزا کا ذکر ہوتا ہے۔ باغیوں اور نافرمانوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جو رہنے کے اعتبار سے بدترین جگہ ہوگی انہیں پینے کے لیے گرم ترین پانی اور پیپ دی جائے گی اس کے ساتھ ہی انہیں مختلف قسم کے عذاب دیئے جائیں گے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْحَمِيمَ لَيُصَبُّ عَلَى رُءُوسِهِمْ فَيَنْفُذُ الْحَمِيمُ حَتَّى يَخْلُصَ إِلَى جَوْفِهِ فَيَسْلِتَ مَا فِي جَوْفِهِ حَتَّى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ»

(رواہ الترمذی: باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ أَهْلِ النَّارِ [ضعیف])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بے شک گرم پانی جہنمیوں کے سروں پر ڈالا جائیگا وہ پانی ان کے سروں کو چھیدتے ہوئے انکے پیٹوں میں پہنچے گا تو ان کی آنتیں پاؤں کے راستے پگھل کر نکل جائیں گی پھر انہیں اسی طرح لوٹا دیا جائے گا۔''

«عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى تَرْقُوَتِهِ» (رواہ مسلم: باب فی شدۃ حر النار)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جہنم کی آگ نے بعض لوگوں کے ٹخنوں تک،

بعض کے گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک گھیرا ہوگا اور بعض کی گردن تک پہنچی ہوگی۔''

«عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُلْقٰى عَلٰى أَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَيَعْدِلُ مَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيْعٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِيْ غُصَّةٍ فَيَذْكُرُوْنَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِي الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ إِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ»

(رواہ الترمذی: باب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ [ضعیف])

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنمیوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی اور وہ بھوک اُس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ مبتلا ہوں گے اور کھانا طلب کریں گے تو اُنہیں کھانے میں سوکھی گھاس پیش کی جائے گی جس سے نہ تو وہ موٹے ہوں گے اور نہ اُن کی بھوک دور ہوگی وہ کھانا طلب کریں گے تو اُنہیں ایسا کھانا دیا جائے گا جو اُن کے حلق میں اٹک جائے گا وہ کہیں گے کہ دنیا میں جب کھانا حلق میں پھنس جاتا تھا تو ہم پانی کے ساتھ اُسے نیچے اتارتے تھے پانی طلب کریں گے تو انہیں گرم پانی لوہے کے پیالوں میں پیش کیا جائے گا جب وہ اُسے اپنے چہروں کے قریب کریں گے تو اُن کے چہرے جھلس جائیں گے اور جب اُسے اپنے پیٹ میں داخل کریں گے تو اُن کے پیٹ کٹ کر رہ جائیں گے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔ ۲۔ جہنم رہنے کے اعتبار سے بدترین جگہ ہے۔
۳۔ جہنمیوں کو پینے کیلئے گرم ترین پانی اور پیپ دی جائیگی۔ ۴۔ جہنمیوں کو جہنم میں مختلف قسم کے عذاب دیئے جائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

جہنم میں مختلف قسم کے عذاب:

۱۔ جہنمیوں کی آنتوں اور کھالوں کا بار بار گلنا۔ (النساء:۵۶) ۲۔ دوزخیوں کی کھال کا بار بار بدلا جانا۔ (الحج:۲۰)
۳۔ کانٹے دار جھاڑیوں کا کھانا دیا جانا۔ (الغاشیہ:۶) ۴۔ جہنمیوں کا لوہے کے ہتھوڑوں سے سزا پانا۔ (الحج:۲۱، ۲۲)
۵۔ کھانا گلے میں اٹک جانا۔ (المزمل:۱۳) ۶۔ دوزخیوں کو کھولتا ہوا پانی دیا جانا۔ (الانعام:۷۰)
۷۔ دوزخیوں کو پیپ پلایا جانا۔ (النبا:۲۵) ۸۔ آگ کا لباس پہنایا جانا۔ (الحج:۱۹)
۹۔ قیامت کے دن مجرم اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے۔ (الفرقان:۲۷)

هٰذَا	فَوْجٌ	مُّقْتَحِمٌ	مَّعَكُمْ ۚ	لَا	مَرْحَبًا	بِهِمْ ؕ
یہ	ایک گروہ ہے	جو گھسا چلا آتا ہے	تمہارے ساتھ	نہ	خوشی اور فراخی	ان کے ساتھ
اِنَّهُمْ	صَالُوا	النَّارِ ﴿٥٩﴾	قَالُوْا	بَلْ	اَنْتُمْ ۛ	لَا	مَرْحَبًا
بے شک	وہ داخل ہونے والے ہیں	آگ میں	وہ کہیں گے	بلکہ	تم ہو	نہ	خوشی اور فراخی ہو
بِكُمْ ؕ	اَنْتُمْ	قَدَّمْتُمُوْهُ	لَنَا ۚ	فَبِئْسَ	الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾	قَالُوْا	رَبَّنَا
تمہارے لیے	تم نے	آگے بھیجا	ہمارے لیے	پس بُری ہے	قرارگاہ	وہ کہیں گے	اے ہمارے رب
مَنْ	قَدَّمَ	لَنَا	هٰذَا	فَزِدْهُ	عَذَابًا	ضِعْفًا	فِي النَّارِ ﴿٦١﴾
جو	آگے لایا	ہمارے لیے	یہ	پس تو زیادہ کر اس کو	عذاب	دوگنا	آگ میں

''یہ ایک لشکر تمہارے پاس گھسا چلا آ رہا ہے ان کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں ہے یہ آگ میں جلنے والے ہیں۔(۵۹) وہ اُن کو جواب دیں گے نہیں بلکہ تم ہی جھلسے جا رہے ہو کوئی خیر مقدم تمہارے لیے نہیں تم ہی تو یہ انجام ہمارے سامنے لائے ہو کیسی بُری ہے یہ رہنے کی جگہ۔ (۶۰) پھر وہ کہیں گے اے ہمارے رب جس نے ہمیں یہاں پہنچایا اُس کو دوزخ کا دوہرا عذاب دے۔(۶۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنم کے عذابوں میں ایک عذاب یہ بھی ہوگا کہ جہنمی آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں گے۔

جہنمیوں کا ایک گروہ جہنم کے کنارے کھڑا ہوگا تو دوسرا گروہ پہنچ جائے گا آنے والا گروہ پہلے کھڑے ہوئے گروہ کو طعنہ دے گا کہ اگر تم ٹھیک ہوتے تو ہمیں یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا ہمیں تمہاری وجہ سے جہنم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جو بد ترین ٹھکانہ ہے۔ اس کے بعد اپنے رب سے فریاد کریں گے کہ اے اللہ! ہم سے پہلے آنے والوں کو جہنم میں دوگنا عذاب دیں۔ پھر کہیں گے کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ ہمیں یہاں نظر نہیں آتے جن کو ہم شرارتی سمجھا کرتے تھے۔ کیا ہم نے انہیں مذاق سمجھا یا ہماری آنکھوں کو ان سے پھیر دیا گیا ہے۔ جہنمیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ہر صورت ہوگا جہنّمی دنیا میں جنہیں کمزور اور بُرے سمجھتے تھے ان کو دیکھ کر حسرت کا اظہار کریں گے کہ ہائے افسوس! جن لوگوں کو ہم اپنے سے کمزور سمجھتے تھے اور عقیدہ و عمل کے لحاظ سے برا جانتے تھے وہ تو ہم سے بہتر ثابت نکلے۔ حق کا انکار کرنے والوں کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے کہ وہ انبیاء اور نیک لوگوں کو شرارتی قرار دیتے ہیں۔

''اس کے بعد یہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوں گے اور آپس میں بحث و تکرار کریں گے۔ پیروی کرنے والے اپنے پیشیواؤں سے کہیں گے تم ہمارے پاس سیدھے رُخ سے آتے تھے وہ جواب دیں گے تم تو خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا کیونکہ تم خود ہی سرکش تھے آخر کار ہم اپنے رب کے اس فرمان کے مستحق ہو

وَقَالُوْا	مَا	لَنَا	لَا	نَرٰى	رِجَالًا	كُنَّا
اور وہ کہیں گے	کیا ہے	ہمارے لیے	نہیں	ہم دیکھتے	ان آدمیوں کو	ہم تھے

نَعُدُّهُمْ	مِّنَ	الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾	اَتَّخَذْنٰهُمْ	سِخْرِيًّا	اَمْ	زَاغَتْ	عَنْهُمُ
ان کو شمار کرتے	سے	بُرے لوگوں	کیا تم نے بنائے رکھا ان کو	مذاق	کیا	پھر گئیں	ان سے

الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾	اِنَّ	ذٰلِكَ	لَحَقٌّ	تَخَاصُمُ	اَهْلِ	النَّارِ ﴿۶۴﴾ ع
نگاہیں	بلاشبہ	یہ	یقیناً حق ہے	باہم جھگڑنا	اہل	دوزخ کا

ع ۲ ۲۴ ۱۳

اور وہ آپس میں کہیں گے کیا بات ہے ہم اُن لوگوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم دنیا میں بُرا سمجھتے تھے۔(۶۲) ہم نے اُن کا مذاق بنالیا تھا یا وہ کہیں نظروں سے اوجھل ہیں۔(۶۳) بے شک یہ بات سچ ہے اہل دوزخ آپس میں جھگڑا کریں گے۔''(۶۴)

گئے کہ ہم عذاب کا مزا چکھنے والے ہیں سو ہم نے تمہیں بہکایا اور ہم خود بھی بہکے ہوئے تھے۔اس طرح وہ سب اُس دن عذاب میں اکٹھے ہوں گے۔ہم مجرموں کے ساتھ یہی سلوک کیا کرتے ہیں۔''(الصافات:۳۷ تا ۳۴)

مسائل

۱۔ جہنم میں داخل ہونے والی ہر جماعت اپنے سے پہلے لوگوں کے ساتھ جھگڑا کرے گی۔

۲۔ بعد میں داخل ہونے والے جہنمی پہلے لوگوں کے بارے میں بددعائیں کریں گے۔

۳۔ دنیا میں نیک لوگوں کے ساتھ مذاق کرنے والے کفار اور مشرکوں کو حسرتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کا آپس میں ایک دوسرے کو الزام دینا اور جھگڑنا:

۱۔ دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگی رہی اور قیامت کو بھی لگی رہے گی (ھود:۹۹)

۲۔ دنیا میں بھی ان پر لعنت ہے اور قیامت کو بھی ان پر لعنت ہوگی۔(ھود:۶۰)

۳۔ اے ہمارے پروردگار ان کو دوگنا عذاب دے اور ان کو لعنت سے دوچار فرما۔(الاحزاب:۶۸)

۴۔ قیامت کے دن جہنمی ایک دوسرے کا انکار کریں گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے۔(العنکبوت:۲۵)

۵۔ جہنم میں داخل ہونے والے اپنے سے پہلوں کو دیکھ کر کہیں گے۔ہمیں گمراہ کرنے والے یہی لوگ تھے انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔(الاعراف:۳۸)

۶۔ قیامت کے دن مجرم دوزخ میں جھگڑیں گے تو چھوٹے لوگ اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے۔(المومن:۴۸) ۷۔ قیامت کے دن جہنمیوں کا آپس میں جھگڑنا یقینی ہے۔(ص:۶۴)

قُلْ	اِنَّمَآ	اَنَا	مُنْذِرٌ ۖ	وَّمَا	مِنْ اِلٰهٍ	اِلَّا
فرمادیجیے	صرف	میں	ڈرانے والا ہوں	اورنہیں	کوئی معبود	مگر
اللّٰهُ	الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾	رَبُّ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا
اللہ	یکتا	بڑی سطوت والا	رب ہے	آسمانوں کا	اورزمین کا	اور جو
بَيْنَهُمَا	الْعَزِيْزُ	الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾	قُلْ	هُوَ	نَبَؤٌا	عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾
ان دونوں کے درمیان ہے	خوب غالب	بہت معاف کرنے والا	فرمادیجیے	وہ	خبر ہے	بڑی

''اے نبی ان سے فرمادیں کہ میں تو خبردار کر دینے والا ہوں'' اللہ'' کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہی سب پر غالب ہے۔(۶۵) آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اُن ساری چیزوں کا رب ہے جو ان کے درمیان ہیں، وہ غالب اور درگزر کرنے والا ہے۔(۶۶)ان سے فرمائیں کہ یہ ایک بڑی خبر ہے۔(۶۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کو اچھے اور بُرے انجام سے آگاہ کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کے رسول کی بعثت کا بنیادی اور مرکزی مقصد توحید کی دعوت دینا تھا۔آپ ﷺ نے اس دعوت کا آغاز فرمایا تو اہل مکہ نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی مخالفت کا فیصلہ کیا جس پر قوم کے سرداروں نے ایک دوسرے کی ذمہ داری لگائی کہ وہ اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ان کے آباؤ اجداد کے عقیدہ پر قائم رکھیں۔اس پر اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا میں پہلے اہل مکہ کو ڈرایا اور پھر سمجھایا کہ تم قومِ نوح، عاد، فرعون، ثمود اور اصحاب الایکہ سے طاقت ور نہیں ہو لہٰذا راہِ راست پر آجاؤ ورنہ ان کے انجام کا انتظار کرو۔اس کے بعد چند انبیائے کرام علیہم السلام کی مختلف قسم کی آزمائشوں کا ذکر فرما کر نبی محترم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں اس کے راستے میں مشکلات ضرور آیا کرتی ہیں اس سے ثابت قدمی کے ساتھ اپنا کام کرتے جائیں کفار اور مشرکین سے کھلے انداز میں کہہ دیں کہ میرا کام تمہیں برے فکر و عمل کے برے انجام سے انتباہ کرنا ہے جسے میں کھلے الفاظ میں سرانجام دے رہا ہوں، کان کھول کر سن لو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق اور مسائل حل کرنے والا نہیں۔وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے اکیلا اور قہار ہے جب وہ اپنی قہاریت کا مظاہرہ کرنے پر آئے گا تو کوئی زندہ اور مردہ اس کے سامنے دم نہیں مار سکے گا، وہ زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا خالق، مالک، رازق اور بادشاہ ہے وہ ہر اعتبار سے غالب ہونے کے باوجود معاف کرنے والا ہے میں نے تمہیں اللہ کی توحید، اس کے تقاضوں اور قیامت کی ہولناکیوں سے آگاہ کر دیا ہے۔قیامت آنے ہی والی ہے مگر تم اس سے اعراض کیے ہوئے ہو مجھے خبر نہیں کہ ملاء الاعلیٰ کس بات پر جھگڑا کر رہے

اَنْتُمْ	عَنْهُ	مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾	مَا	كَانَ	لِيَ
تم	اس سے	اعراض کرنے والے ہو	نہیں	تھا	میرے لیے
مِنْ عِلْمٍ	بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى	اِذْ	يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾	اِنْ	يُّوْحٰٓى
کوئی علم	مجلسِ بالا کا	جب	وہ تکرار کر رہے تھے	نہیں	وحی کی جاتی
اِلَيَّ	اِلَّآ	اَنَّمَآ	اَنَا	نَذِيْرٌ	مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾
میری طرف	مگر	صرف	میں	ڈرانے والا ہوں	واضح طور پر

جس سے تم منہ پھیرتے ہو۔(۶۸)ان سے فرمائیں مجھے اس وقت کی کوئی خبر نہیں تھی جب ملاء اعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا۔(۶۹) مجھے وحی کی جاتی ہے کیونکہ میں واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔''(۷۰)

تھے میں آسمان کے بارے میں وہی باتیں جانتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتیں ہیں۔جن سے تمہیں کھلے الفاظ میں آگاہ کر رہا ہوں۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَطْوِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ»

(رواہ مسلم: باب صفة القیامة والجنة والنار)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آسمان کو قیامت کے دن لپیٹ لے گا پھر اس کو دائیں ہاتھ میں پکڑے گا، اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟ پھر زمین کو بائیں ہاتھ میں لپیٹ کر اعلان کرے گا کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ؟ اور کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟''

«عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ احْتُبِسَ عَنَّا رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى كِدْنَا نَتَرَائَى عَيْنَ الشَّمْسِ فَخَرَجَ سَرِيعًا فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ وَتَجَوَّزَ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ دَعَا بِصَوْتِهِ قَالَ لَنَا عَلَى مَصَافِّكُمْ كَمَا أَنْتُمْ ثُمَّ انْفَتَلَ إِلَيْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنِّي سَأُحَدِّثُكُمْ مَا حَبَسَنِي عَنْكُمُ الْغَدَاةَ إِنِّي قُمْتُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأْتُ وَصَلَّيْتُ مَا قُدِّرَ لِي فَنَعَسْتُ فِي صَلَاتِي حَتَّى اسْتَثْقَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى قُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فَرَأَيْتُهُ

وَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ أَنَامِلِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّيْكَ رَبِّ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلأُ الأَعْلَى قُلْتُ فِي الْكَفَّارَاتِ قَالَ مَا هُنَّ قُلْتُ مَشْيُ الأَقْدَامِ إِلَي الْجَمَاعَاتِ وَالْجُلُوسُ فِي الْمَسَاجِدِ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ وَإِسْبَاغُ الْوُضُوءِ فِي الْمَكْرُوهَاتِ قَالَ فِيمَ قُلْتُ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَلِينُ الْكَلاَمِ وَالصَّلاَةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ قَالَ سَلْ قُلْتُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَي حُبِّكَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّهَا حَقٌّ فَادْرُسُوهَا ثُمَّ تَعَلَّمُوهَا»

(رواہ الترمذی: باب وَمِنْ سُورَةِ صٓ [صحیح])

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کا وقت تھا اور نبی علیہ السلام معمول کے مطابق تشریف نہ لائے قریب تھا کہ سورج طلوع ہو جائے پھر آپ علیہ السلام تیزی سے تشریف لائے تکبیر ہوئی اور نماز پڑھائی۔ سلام کے بعد ارشاد فرمایا اپنی جگہ پر بیٹھے رہو پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں دیر سے آنے کی وجہ بتاتا ہوں میں نے آج رات یاد الٰہی میں قیام کیا جتنا مقدور تھا۔ نماز پڑھی اور مجھے نماز میں ہی اُونگھ آ گئی یہاں تک کہ مجھے گرانی محسوس ہونے لگی کیا دیکھتا ہوں کہ میرا رب بڑی پیاری صورت میں تشریف فرما ہے اور ارشاد فرمایا اے محمد ﷺ! میں نے عرض کی۔ میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا یہ آسمان کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں میں نے عرض کی کہ میں نہیں جانتا اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھی میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینے میں محسوس کیا اور اس کی برکت سے میرے لیے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اس کو پہچان لیا دوسری روایت میں ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا میں نے اسے جان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! میں نے عرض کی یا رب حاضر ہوں پوچھا آسمان کے فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی درجات اور کفارات کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا درجات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی کھانا کھلانا، سلام کو عام کرنا اور رات کے وقت جب لوگ سو رہے ہوں اٹھ کر نماز پڑھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے اب بتاؤ! کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کی کہ تکلیف کی حالت میں مکمل وضو کرنا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور جماعت میں شریک ہونے کے لیے چل کر جانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی تو نے سچ کہا۔ اب مانگو جو مانگنا چاہتے ہو میں نے عرض کی الٰہی! میں تجھ سے نیک کام کرنے کی توفیق اور برے کاموں کو چھوڑنے کی طاقت اور مسکینوں سے محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں اور میری التجا ہے کہ تو مجھے بخش دے۔ مجھ پر رحم فرما اور جب اپنے بندوں کو کسی

فتنہ میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے فتنہ سے بچا کر اپنی طرف بلا لے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت، اور جو تجھ سے محبت کرتا ہے اس کی محبت اور اس عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھ کو تیری محبت کے قریب کر دے۔ نبی ﷺ نے صحابہ کو فرمایا اس دعا کے الفاظ تم بھی سیکھ لو کیونکہ یہ بہت ہی بہتر ہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ہر اعتبار سے غالب ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا خالق اور مالک ہے

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے غالب ہونے کے باوجود اپنے بندوں کو معاف کرنے والا ہے۔

۴۔ نبی آخر الزمان ﷺ نے کھلے الفاظ میں لوگوں کو اللہ کی توحید اور قیامت کی ہولنا کیوں سے آگاہ فرمایا۔

۵۔ نبی آخر الزمان ﷺ وہی کچھ جانتے تھے جس کے بارے میں آپ کو وحی کی جاتی تھی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے اکیلا اور غالب ہے:

۱۔ ''اللہ'' ہی رب ہے۔ (لانعام:۱۰۲) ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ (الرعد:۱۶)

۳۔ اللہ کی ذات ہی ازلی اور ابدی ہے۔ (الحدید:۳) ۴۔ اللہ ہی مشرق و مغرب کا مالک ہے۔ (البقرۃ:۱۴۲)

۵۔ ''اللہ'' غنی ہے تعریف کیا گیا۔ (فاطر:۳۵) ۶۔ زمین و آسمان پر اللہ کی بادشاہی ہے۔ (آلِ عمران:۱۸۹)

۷۔ قیامت کو بھی ''اللہ'' ہی کی حکومت ہوگی۔ (الفرقان:۲۶)

۸۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ اللہ ہی کی ملکیت ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران:۱۸۹)

۹۔ کیا آپ نہیں جانتے؟ کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اللہ کے لیے ہے۔ (البقرۃ:۱۰۷)

۱۰۔ ''اللہ'' سخت عذاب دینے والا۔ (البقرۃ:۱۶۵) ۱۱۔ ''اللہ'' توبہ قبول کرنے والا ہے۔ (النساء:۱۶)

۱۲۔ اللہ صراط مستقیم کی راہنمائی کرنیوالا۔ (الحج:۵۴) ۱۳۔ ''اللہ'' غیب و حاضر کو جاننے والا ہے۔ (الحشر:۲۲)

۱۴۔ اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرنے والا اور موت دینے والا ہے۔ (البقرۃ:۲۵۵)

۱۵۔ اللہ تعالیٰ بندوں پر شفقت اور نرمی کرنے والا ہے۔ (آل عمران:۳۰)

۱۶۔ اللہ ایک ہے اور زبردست طاقت والا ہے۔ (ص ۶۵)

اِذْ	قَالَ	رَبُّكَ	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اِنِّيْ	خَالِقٌۢ	بَشَرًا
جب	کہا	آپ کے رب نے	فرشتوں سے	بے شک میں	پیدا کرنے والا ہوں	انسان کو
مِّنْ	طِيْنٍ ﴿۷۱﴾	فَاِذَا	سَوَّيْتُهٗ	وَنَفَخْتُ	فِيْهِ	مِنْ
سے	مٹی	چنانچہ جب	میں ٹھیک بنادوں اسے	اور پھونک دوں	اس میں	سے
رُّوْحِيْ	فَقَعُوْا	لَهٗ	سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾	فَسَجَدَ	الْمَلٰٓئِكَةُ	كُلُّهُمْ
اپنی روح	تو تم گر پڑنا	اس کے لیے	سجدہ کرتے ہوئے	پھر سجدہ کیا	فرشتوں نے	سب کے سب
اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾	اِلَّآ	اِبْلِيْسَ	اِسْتَكْبَرَ	وَكَانَ	مِنَ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾
اکٹھے	مگر	ابلیس	اس نے تکبر کیا	اور وہ ہوگیا	سے	کافروں
قَالَ	يٰٓاِبْلِيْسُ	مَا	مَنَعَكَ	اَنْ	تَسْجُدَ	لِمَا	خَلَقْتُ	بِيَدَيَّ
فرمایا	اے ابلیس	کس نے	تجھے منع کیا	یہ کہ	تو سجدہ کرے	اسکو جسے	میں نے پیدا کیا	اپنے ہاتھوں سے

''جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔(۷۱) جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تم اس کے سامنے سجدے میں گر جانا۔(۷۲) سب کے سب فرشتے سجدے میں گر گئے۔(۷۳) مگر ابلیس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہوگیا۔(۷۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھے کس چیز نے اسے سجدہ کرنے سے روکا ہے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی کا کام لوگوں کو برے انجام سے ڈرانا ہے جو لوگ بُرے انجام سے بے خوف ہوں گے ان کا انجام ابلیس کے ساتھ ہوگا۔

نبی آخر الزمان ﷺ نے کفار اور مشرکین کو بار بار برے انجام سے متنبہ فرمایا مگر وہ لوگ دعوت قبول کرنے کی بجائے مخالفت میں آگے ہی بڑھتے چلے گئے اس پر آدم علیہ السلام کے واقعہ کا وہ حصہ انہیں سنایا جارہا ہے جس کے نتیجہ میں ملائکہ اپنے رب کی بارگاہ میں سرخرو ہوئے اور شیطان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ذلیل ٹھہرا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیان ہوا ہے لیکن ہر موقعہ پر جداگانہ الفاظ اور استدلال پیش کیا گیا ہے۔ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں جب اسے بنا کر اس میں اپنی روح پھونک دوں تو سب نے اس کے سامنے سجدہ

اَسْتَكْبَرْتَ	اَمْ	كُنْتَ	مِنَ	الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾	قَالَ	اَنَا
کیا تو نے تکبر کیا	یا	تو تھا	سے	بلند درجہ لوگوں میں	اس نے کہا	میں
خَيْرٌ	مِّنْهُ ؕ	خَلَقْتَنِيْ	مِنْ	نَّارٍ	وَّخَلَقْتَهٗ
بہتر ہوں	اس سے	تو نے پیدا کیا مجھے	سے	آگ	اور تو نے پیدا کیا اسے
مِنْ	طِيْنٍ ﴿۷۶﴾	قَالَ	فَاخْرُجْ	مِنْهَا	فَاِنَّكَ	رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾
سے	مٹی	فرمایا	پس نکل جا	یہاں سے	پس بے شک تو	مردود ہے
وَّاِنَّ	عَلَيْكَ	لَعْنَتِيْٓ	اِلٰى	يَوْمِ	الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾	قَالَ
اور بے شک	تجھ پر	میری لعنت ہے	تک	دن	جزا کے	اس نے کہا
رَبِّ	فَاَنْظِرْنِيْٓ	اِلٰى	يَوْمِ	يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾	قَالَ	فَاِنَّكَ
اے میرے رب	پھر تو مجھے مہلت دے	طرف	اس دن کی	جب وہ دوبارہ اٹھائے جائیں	فرمایا	تو بلاشبہ ہے

تو تکبر کرتا ہے یا تو اپنے آپ کو بڑوں میں سمجھتا ہے۔(۷۵) اس نے جواب دیا میں اُس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔(۷۶) فرمایا اچھا یہاں سے نکل جا تو مردود ہے۔(۷۷) اور تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی۔(۷۸) ابلیس نے کہا اے میرے رب مجھے اس وقت تک کے لیے مہلت دے جب لوگ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔(۷۹) فرمایا اچھا تجھے

کرنا ہے ابلیس کے سوا تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے استفسار فرمایا کہ اے ابلیس! جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اسے سجدہ کرنے سے تجھے کس بات نے روکا ہے کیا تو نے تکبر کیا ہے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ حکم ہوا کہ یہاں سے نکل جا کیونکہ تو راندہ اور دھتکارہ ہوا ہے، تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی ابلیس نے عرض کی۔ اے میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دے جس دن لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تجھے قیامت تک مہلت دی جاتی ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ ابلیس حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی طرح اپنے رب سے معافی کی درخواست کرتا لیکن اس نے معافی مانگنے کی بجائے اپنی غلطی پر اصرار کیا اور دلیل دی کہ میں آدم سے بہتر ہوں کیوں کہ مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، اس پر بس نہیں کی بلکہ کہنے لگا کہ اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میری کوشش ہوگی کہ تیرے مخلص

مِنَ	الْمُنْظَرِيْنَ ﴿٨٠﴾	اِلٰى يَوْمِ	الْوَقْتِ	الْمَعْلُوْمِ ﴿٨١﴾	قَالَ
سے	مہلت دیے گئے	دن تک	وقت	معلوم کے	اس نے کہا
فَبِعِزَّتِكَ	لَاُغْوِيَنَّهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٢﴾	اِلَّا	عِبَادَكَ	مِنْهُمُ
تیری عزت کی قسم	البتہ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا	سب کے سب	سوائے	تیرے بندے	ان میں سے
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٨٣﴾	قَالَ	فَالْحَقُّ ۖ	وَالْحَقَّ	اَقُوْلُ ﴿٨٤﴾	لَاَمْلَـَٔنَّ
جو خالص کیے ہیں	فرمایا	تو حق یہی ہے	اور حق بات ہی	میں کہتا ہوں	البتہ میں ضرور بھر دوں گا
جَهَنَّمَ	مِنْكَ	وَمِمَّنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾
جہنم کو	تجھ سے	اور ان سے جو	تیری پیروی کریں گے	ان میں سے	سب

اس دن تک مہلت ہے۔(۸۰) جس کا وقت معلوم ہے۔(۸۱) اس نے کہا تیری عزت کی قسم میں ان کو بہکا کر رہوں گا۔(۸۲) سوائے تیرے اُن بندوں کے جنہیں تو نے خالص کر لیا ہے۔(۸۳) فرمایا حق یہ ہے کہ میں حق ہی کہا کرتا ہوں۔ (۸۴) کہ میں جہنم کو تجھ سے اور اُن سب لوگوں سے بھر دوں گا جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔''(۸۵)

بندوں کے سوا سب کو گمراہ کر دوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر اور بھی ارشادات فرمائے جن میں ایک ارشاد یہ تھا کہ میرا فرمان سچ اور اٹل ہے جو ہمیشہ سچ ہوا کرتا ہے کہ میں تجھ سے اور تیرے ماننے والوں سے جہنم کو بھر دوں گا۔ جہاں تک ابلیس کا یہ کہنا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے۔ یہ اس کی غلط بیانی تھی کیونکہ

① آگ ہر چیز کو بھسم کر دینے کے بعد خود بھی ختم ہو جاتی ہے۔

② مٹی صدیوں تک چیز کو محفوظ رکھتی ہے اور خود ختم نہیں ہوتی۔

③ آگ کی تپش کی وجہ سے ہر جاندار اس سے دور بھاگتا ہے۔

④ زمین میں اپنائیت ہے اور ہر جاندار اس پر قیام کرتا ہے اور اس کی ان گنت ضروریات زمین سے وابستہ ہیں۔

⑤ آگ کی خاصیت تیزی اور تلخی ہے۔

⑥ زمین میں ٹھہراؤ اور برداشت ہے۔

⑦ آگ سے تپش کے سوا کوئی چیز نہیں نکلتی

⑧ زمین میں پانی ہے اور ہر چیز اس سے پیدا ہوتی ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس مٹی ہر اعتبار سے آگ سے بہتر ہے کیونکہ شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار اور تکبر کیا۔ تکبر اور غرور میں خیر کی بجائے شر ہوتا ہے جس وجہ سے ابلیس ذاتِ کبریا سے معافی مانگنے کی بجائے گستاخی پر گستاخی کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کے ساتھ دشمنی میں آگے ہی بڑھتا گیا جس وجہ سے

قیامت اور قیامت کے بعد تک اس پر لعنتیں برستی رہیں گی۔ لعنت کا معنیٰ اللہ کی رحمت سے دور ہونا ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ» (الابانة الكبرى لابن بطة: بَابُ ذِكْرِ افْتِرَاقِ الْأُمَمِ فِي دِينِهِمْ وَعَلَى كَمْ تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ [صحيح])

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب تک اپنی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کر دے تب تک وہ ایمان والا نہیں ہو سکتا۔''

مسائل

۱۔ ابلیس نے تکبر کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔
۲۔ ابلیس نے ذاتِ کبریا سے معافی مانگنے کی بجائے گستاخی پر گستاخی کی۔
۳۔ ابلیس نے اپنے رب سے مہلت مانگی تو اسے قیامت تک مہلت دے دی گئی۔
۴۔ ابلیس نے اقرار کیا کہ میں اللہ کے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکوں گا۔
۵۔ قیامت کے دن ابلیس اور اس کے پیچھے چلنے والوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

ابلیس کی آدم علیہ السلام سے دشمنی اور اس کی گستاخیاں:

۱۔ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس انکاری ہوا۔ (بنی اسرائیل: ۶۱)
۲۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا۔ (الحجر: ۳۰۔۳۱)
۳۔ ابلیس کہنے لگا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (بنی اسرائیل: ۶۱)
۴۔ ابلیس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ (الاعراف: ۱۲)
۵۔ اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں تھوڑے لوگوں کے علاوہ اس کی اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا۔ (بنی اسرائیل: ۶۲)
۶۔ شیطان نے کہا تو نے مجھے اس کی وجہ سے گمراہ کیا ہے میں بھی ان کے راستے میں بیٹھوں گا۔ (الاعراف: ۱۶)
۷۔ میں اسے آگے پیچھے، دائیں بائیں سے گمراہ کروں گا۔ (الاعراف: ۱۷)
۸۔ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے اسے اپنا دشمن ہی سمجھو شیطان اور اس کا گروہ چاہتا ہے کہ تم جہنمی بن جاؤ۔ (فاطر: ۶)

قُلْ	مَآ	اَسْـَٔلُكُمْ	عَلَيْهِ	مِنْ اَجْرٍ	وَّمَآ
فرما دیجیے	نہیں	میں مانگتا تم سے	اس پر	کوئی اجر	اور نہیں
اَنَا	مِنَ	الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾	اِنْ	هُوَ	اِلَّا
میں	سے	تکلف کرنے والوں	نہیں ہے	یہ	مگر
ذِكْرٌ	لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾	وَ لَتَعْلَمُنَّ	نَبَاَهٗ	بَعْدَ	حِيْنٍ ﴿٨٨﴾ ع
نصیحت	تمام جہانوں کے لیے	اور البتہ آپ ضرور جان لیں گے	اس کا حال	بعد	کچھ مدت کے

ع ۵ ۲۲ ۱۴

''اے نبی ان سے فرمائیں کہ میں تبلیغ پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تصنع کرنے والوں میں سے ہوں۔(۸۶) یہ تمام لوگوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔(۸۷) اور تھوڑی مدت ہی گزرے گی کہ تمہیں اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔''(۸۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ابلیس اور اس کے ساتھیوں کا انجام ذکر کرنے کے بعد ایک دفعہ پھر آپ ﷺ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ یہ قرآن مجید دنیا والوں کے لیے نصیحت ہے جو اسے تسلیم نہیں کرے گا ایک وقت کے بعد اسے خود ہی اپنے انجام کی خبر ہو جائے گی لہٰذا میں نے "لِوَجْهِ اللّٰهِ" تمہیں اس بات سے آگاہ کر دیا ہے۔

اس خطاب کا آغاز آیت ۶۵ سے ہوا جس میں آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ اعلان کرتے جائیں کہ اللہ کے سوا کوئی قیام، رکوع، سجود اور ہر قسم کی بندگی کے لائق نہیں وہی نعمتیں عطا کرنے والا اور بگڑی بنانے والا ہے وہ اپنی ذات اور صفات کے حوالے سے اکیلا اور ہر اعتبار سے غالب ہے۔ سورۃ صٓ اور اس کے آخری حصہ کا اختتام اس فرمان پر ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ یہ بھی اعلان کرتے رہیں کہ تم میری مخالفت کرو یا موافقت۔ میں اس دعوت اور محنت کے بدلے تم سے کسی ستائش اور مفاد کا طلب گار نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی بات اپنی طرف سے کہتا ہوں اور نہ میں تصنع اور تکلف کرتا ہوں جس دعوت کی تم مخالفت کر رہے ہو یہ تو لوگوں کے لیے نصیحت ہے اگر تم اسی طرح ہی مخالفت کرتے رہے تو تمہیں ایک مدت کے بعد اس کے انجام کا علم ہو جائے گا یہ وقت تمہاری زندگی میں بھی آ سکتا ہے البتہ موت کے بعد یقیناً تم اس کے انجام سے پوری طرح آگاہ ہو جاؤ گے۔

«عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَسْعُوْدِ الْعَبْدِيِ قَالَ سَمِعْتُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَتَكَلَّفَ لِلضَّيْفِ» (رواہ الحاکم فی المستدرک [صحیح])

''حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود العبدی کہتے ہیں کہ میں نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے مہمانوں کے لیے تکلف کرنے سے منع کیا تھا۔''

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَقَالَ نُهِينَا عَنِ التَّكَلُّفِ» (رواہ البخاری: کتاب الاعتصام)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم تکلف کرنے سے منع کیے گئے تھے'' یعنی رسول اللہ ﷺ صحابہ کو تکلف کرنے سے منع کرتے تھے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذٰلِكَ يَعْنِي لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا ذٰلِكَ الِاجْتِنَابَ»

(رواہ البخاری: کتاب الدعوات، باب مَا يُكْرَهُ مِنَ السَّجْعِ فِي الدُّعَاءِ)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ دعا میں قافیہ بندی سے بچو کیونکہ میں ایک عرصہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ رہا ہوں آپ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم دعا میں تکلف اور قافیہ بندی نہیں کرتے تھے۔''

مسائل

۱۔ نبی آخر الزمان ﷺ کسی سے کسی قسم کا مفاد طلب نہیں کرتے تھے۔

۲۔ نبی محترم ﷺ کوئی بات اپنی طرف سے کرنے والے نہ تھے۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ تکلف پسند نہیں کرتے تھے۔ ۴۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔

۵۔ قرآن اور اس کی دعوت کا انکار کرنے والوں کو اپنے انجام کا علم ہو جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

دنیا اور آخرت میں مجرمین کا اعترافِ حقیقت کرنا:

۱۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جہنمیوں سے فرمائے گا کیا آج کا عذاب برحق نہیں وہ کہیں گے کیوں نہیں۔ (الاحقاف: ۳۴)

۲۔ جہنمی کی خواہش ہوگی کہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیا جائے۔ (الانعام: ۲۷ تا ۲۸)

۳۔ اے رب ہمارے! ہمیں یہاں سے نکال ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔ (فاطر: ۳۷)

۴۔ اے ہمارے رب! ہم کو یہاں سے نکال اگر دوبارہ ایسا کریں تو بڑے ظالم ہوں گے۔ (المؤمنون: ۱۰۷)

۵۔ جہنمیوں سے ملائکہ کا خطاب۔ (الزمر: ۷۱، ۷۲)

۶۔ جہنمیوں سے جنتیوں کے سوالات اور جہنمی اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے۔ (المدثر: ۴۰ تا ۴۸)

۷۔ جہنمیوں سے اللہ تعالیٰ کا سوال۔ (الصّٰفّٰت: ۵) ۸۔ جہنمیوں کی باہم گفتگو۔ (الصّٰفّٰت: ۲۷ تا ۳۳)

سورۃ الزّمر کا تعارف

سورۃ الزّمر مکہ اور اس کے گردو پیش میں نازل ہوئی یہ سورۃ آٹھ رکوع اور پچھتر (۷۵) آیات پر محیط ہے۔

ربطِ سورۃ: سورۃ صٓ کا اختتام اس ارشاد پر ہوا کہ لوگوں کے لیے قرآن مجید ایک نصیحت ہے جو اس نصیحت کا انکار کرتا ہے اُسے اپنے انجام کا بہت جلد پتہ چل جائے گا۔ الزّمر کا آغاز اس فرمان سے ہو رہا ہے کہ یہ ذکر ''اللہ'' غالب حکمت والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کا پہلا پیغام اور فرمان یہ ہے کہ ایک ''اللہ'' کی عبادت کرو کہ جس طرح اُس نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔

جو لوگ اس فرمان کے ساتھ اختلاف اور تکرار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذّاب اور ناشکرے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ان میں سرفہرست وہ لوگ ہیں جو اس بات پر اسرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی خواہش اور ضرورت نہیں اولاد کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ کمزوری اور مجبوری کے عالم میں ماں باپ کا سہارا ثابت ہو اللہ تعالیٰ ایسی خواہش اور ہر قسم کی کمزوری سے پاک ہے کیونکہ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی مِلک اور تابع فرمان ہے اس وضاحت کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتے اور اس کی خالص عبادت نہیں کرتے وہ اور اس عقیدہ کی حامل ان کی اولاد قیامت کے دن نقصان پائیں گے۔ ان کے اوپر نیچے آگ ہوگی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس آگ سے ڈراتا ہے تاکہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔

لیکن مشرک کی حالت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ وحدہ لاشریک کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو وہ منہ بسورتا اور ناراض ہوتا ہے۔ جب غیر اللہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے حالانکہ ''اللہ'' ہی زمین و آسمانوں کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی رزق میں کمی، بیشی کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

کفار کے کفر اور مشرکوں کے شرک کے باوجود اس کا فرمان ہے کہ اے پیغمبر جن لوگوں نے کفر و شرک اور اپنے رب کی نافرمانیوں کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے انہیں کھلے الفاظ میں فرمائیں کہ لوگو! تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا کیونکہ میں سب گناہوں کو معاف کرنے والا مہربان ہوں لہٰذا ہر حال میں میری طرف رجوع کرو اور عذاب آنے سے پہلے میرے تابع فرمان ہو جاؤ۔ جب میرا عذاب نازل ہوتا ہے تو کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ اے نبی ﷺ ان سے یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر غیروں کی عبادت کروں حالانکہ اس نے مجھ پر اور مجھ سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر وحی بھیجی کہ اگر کسی نبی نے شرک کیا تو اس کے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور وہ ہمیشہ کے لیے نقصان پانے والوں میں سے ہوگا، جو لوگ شرک کرتے ہیں حقیقت یہ ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ قیامت کے دن

زمین وآسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کوئی اس کے سامنے بولنے اور دم مارنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اس دن تیرے رب کے جمال سے زمین منور ہو جائے گی اور لوگوں کے اعمال نامے ان کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو گواہ کے طور پر بلایا جائے گا اور پورے عدل وانصاف کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے کر دیئے جائیں گے اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہو پائے گا۔

جہنمی جہنم کی طرف گروہ در گروہ جائیں گے جونہی جہنم کے قریب پہنچیں گے تو اُن کے لیے جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور جہنم کے ملائکہ اُن سے استفسار کریں گے کیا تمہارے پاس انبیاء کرام علیہم السلام تشریف نہیں لائے تھے جو تمہیں تمہارے رب کے فرامین پڑھ کر سناتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ کرتے؟ جہنمی اقرار کریں گے کیوں نہیں ہمارے پاس انبیاء تشریف لائے اور انہوں نے ہمیں بار بار سمجھایا لیکن ہم اپنے کفر وشرک پر قائم رہے۔ جہنمیوں کا جواب سُن کر ملائکہ کہیں گے تو پھر جہنم میں داخل ہو جاؤ اس میں تم نے ہمیشہ رہنا ہے اور متکبرین کے لیے رہنے کی یہ بدترین جگہ ہے، ان کے مقابلے میں جنتیوں کو ارشاد ہوگا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ جونہی جنتی جنت کے دروازوں کے سامنے پہنچیں گے تو ملائکہ جنت کے دروازے کھولتے ہوئے جنتیوں کو سلام کریں گے اور ان سے درخواست کریں گے کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کو عنایت کر دی گئی ہے جنتی اس پر اللہ کا شکر ادا کریں گے اس فیصلے کے بعد عدالتِ کبریٰ ختم کر دی جائے گی اور سب پکار اُٹھیں گے ہر قسم کی تعریف رب العالمین کے لیے ہے۔



سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا – ٨
اٰيَاتُهَا – ٧٥

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	مِنَ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ ①
نازل کردہ	کتاب	سے	اللہ	جو بڑا غالب	خوب حکمت والا ہے

اِنَّآ	اَنْزَلْنَآ	اِلَيْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	فَاعْبُدِ
بے شک	ہم نے نازل کی	آپ کی طرف	کتاب	حق کے ساتھ	لہٰذا آپ عبادت کیجیے

اللّٰهَ	مُخْلِصًا	لَّهُ	الدِّيْنَ ②
اللہ کی	خالص کرتے ہوئے	اس کے لیے	دین کو

''یہ کتاب اللہ زبردست اور حکیم کی طرف سے نازل شدہ ہے۔(۱) اے نبی یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف برحق نازل کی ہے لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی دین کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے کرو۔''(۲)

فہم القرآن

سورۃ صٓ کے آخر میں آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ نبوت کے کام کے بدلے نہ میں تم سے کسی قسم کا طالب ہوں اور نہ میں تکلّف کرنے والا ہوں جو کچھ تمہارے سامنے بیان کر رہا ہوں وہ رب العالمین کی طرف سے ایک نصیحت ہے جو اس نصیحت کو تسلیم نہیں کرے گا وہ ایک وقت کے بعد خود اس کا انجام دیکھ لے گا۔ سورۃ الزمر کا آغاز اس فرمان سے ہو رہا ہے کہ جو برے انجام سے بچنا چاہتا ہے اس کے لیے پیغام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جس طرح اسے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن مجید کو اس ''اللہ'' نے نازل کیا ہے جو ہر اعتبار سے اپنی مخلوق پر غالب اور زبردست ہے، غالب اور زبردست ہونے کے باوجود اس کے ہر حکم اور کام میں حکمت پائی جاتی ہے۔ اے نبی ﷺ! ہم ہی نے آپ کی طرف قرآن مجید کو حق اور سچ کے ساتھ نازل فرمایا ہے جس کا پہلا حکم یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور اسی کی فرمانبرداری کرتے رہو! اہل مکہ کو بارہا دفعہ یہ بات بتلائی گئی کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمایا ہے اس کے باوجود مکہ والے قرآن کو من جانب اللہ ماننے کے لیے تیار نہیں تھے حالانکہ انہیں مختلف الفاظ میں کئی مرتبہ چیلنج دیا گیا کہ اگر تم قرآن کے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ یہ نبی یا کسی اور شخص کا بنایا ہوا ہے تو پھر تمہیں موقع دیا جاتا ہے کہ تم بھی اس جیسا قرآن بنا کر لے آؤ۔ تمہیں یہاں تک سہولت دی جاتی ہے کہ قرآن مجید کی کسی ایک سورت جیسی کوئی سورت بنا لاؤ۔ مکہ والے اس چیلنج کا

جواب دینے میں زندگی بھر ناکام رہے مگر اس کے باوجود قرآن مجید کے من جانب اللہ ہونے کا انکار کرتے رہے، نہ صرف انکار کرتے تھے بلکہ قرآن مجید کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ کرتے تھے کہ یہ محمد ﷺ کی اپنی اختراع ہے۔ ان کے مسلسل پروپیگنڈہ کی تردید میں قرآن مجید نے یہ اسلوب اپنایا کہ موقع محل کے مطابق کھلے الفاظ میں یا بین السطور وضاحت کی جائے کہ یہ قرآن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو ہر اعتبار سے اپنی مخلوق پر غالب ہے۔ وہ چاہے تو لوگوں کو اپنی قوت وسطوت کے ذریعے تسلیم کروا سکتا ہے لیکن اس نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت لوگوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ اسے تسلیم کریں یا اس کا انکار کرتے رہیں۔ قرآن مجید کا پہلا پیغام اور حکم یہ ہے کہ صرف ''اللہ'' کی تابعداری کرتے ہوئے اسی ایک کی عبادت کی جائے یہی پہلی اور بڑی حکمت ہے۔

عبادت کے حکم کا وسیع تر تخیل یہ ہے کہ آدمی منڈی اور بازار میں ہو تو امانت و دیانت کا نمونہ بن جائے، کسی کے ہاں مزدور اور خدمت گزار ہو تو وفاداری کا پیکر ہو جائے، حکمران ہو یا کوئی ذمہ داری اٹھائے تو قوم کا خادم اور مالکِ حقیقی کا غلام بن کر رہے۔ غرضیکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ اور شعبہ رب کی غلامی اور سرافگندگی کے لیے وقف کرنے کا نام عبادت ہے۔ یہی انسان کی تخلیق کا مقصد اور اسی کے لیے انسان کا ہر عمل وقف ہونا چاہیے۔ انبیائے عظام علیہم السلام اپنی دعوت کا آغاز اسی سے کیا کرتے تھے۔ اور یہی بات آپ ﷺ سے کہلوائی گئی ہے۔

{ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ } (الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۳)

''کہہ دیجیے! یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے ماننے والا ہوں۔''

الدّین کا مفہوم:

دینِ اسلام اپنے نام اور نظام کے اعتبار سے کامل اور اکمل ہے دین کے لفظی معانی ہیں تابع دار ہونا، دوسرے کو اپنا تابع دار بنانا۔ مکمل اخلاص اور یکسوئی کا اظہار کرنا، قانون، مکمل ضابطۂ حیات، جزا و سزا اور قیامت کے دن کے لیے بھی الدّین بولا جاتا ہے۔ (مزید تفصیل جاننے کے لیے درج ذیل تفسیر بالقرآن آیات کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں)

تفسیر بالقرآن

''اَلدِّیْنُ'' کے معانی:

۱۔ دین سے مراد قیامت کا دن ہے۔ (الفاتحہ: ۳) ۲۔ دین کا معنیٰ شریعت ہے۔ (النساء: ۱۲۵) ۳۔ قانون: (یوسف: ۷۶)
۴۔ اطاعت اور بندگی۔ (الزمر: ۱۱) ۵۔ شریعت: (یونس: ۱۰۴)
۶۔ حکمرانی: (المومن: ۵۶) ۷۔ جزاء وسزا (بدلہ): (الذاریات: ۶)

اَلَا	لِلّٰهِ	الدِّيْنُ	الْخَالِصُ ؕ	وَالَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ
خبردار	اللہ کے لیے	دین ہے	خالص	اور جولوگ	انہوں نے بنالیے	سے
دُوْنِهٖۤ	اَوْلِيَآءَ ۘ	مَا	نَعْبُدُهُمْ	اِلَّا	لِيُقَرِّبُوْنَاۤ	اِلَى
اس کے سوا	کارساز	نہیں	ہم اُن کی عبادت کرتے	مگر	تاکہ وہ ہمیں قریب کردیں	طرف
اللّٰهِ	زُلْفٰى ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَحْكُمُ	بَيْنَهُمْ	فِيْ
اللہ کی	زیادہ قریب	بے شک	اللہ	وہ فیصلہ فرمائے گا	ان کے درمیان	میں
مَا	هُمْ	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا
جو	وہ	اس میں	اختلاف کرتے تھے	بلاشبہ	اللہ	نہیں
يَهْدِيْ	مَنْ	هُوَ	كٰذِبٌ	كَفَّارٌ ۝٣		
وہ ہدایت دیتا	اس کو جو ہو	وہ	جھوٹا	ناشکرا		

''خبردار دین خالص اللہ کا حق ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اُن کی عبادت نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرادیں۔ یقیناً اللہ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کررہے ہیں، اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہو۔'' (۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: الدّین کی بنیادی دعوت اور اس کا پہلا نقطہ۔

عبادت بھی خالص اور تابعداری بھی خالص:

ارشاد ہوا کہ اللہ کی عبادت بھی خالص کرنی ہے اور تابعداری بھی خالصتاً ''اللہ'' ہی کی ہونی چاہیے عبادت کی تین بڑی اقسام ہیں۔

"اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ" ''زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔''

① زبانی عبادت کا مفہوم:

زبان سے جو بات بھی نکالی جائے وہ اللہ کے حکم کے مطابق اور اس کی رضا کے لیے ہونی چاہیے۔

«عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ» (رواہ ابوداود: باب لا یقال خبثت نفسی [صحیح])

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تم یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ کہو جو اللہ چاہے پھر جو فلاں چاہے۔''

② بدنی عبادات:

بدنی عبادات میں نماز، روزہ، حج اور لوگوں کی خدمت کرنا شامل ہے بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شامل نہ ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

«عَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ»

(مسند بزار: البحر الزخار)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مخلوق کی اطاعت میں اللہ کی نافرمانی کرنا جائز نہیں۔''

③ مالی عبادات:

''تَشَهُّد'' میں مالی عبادت کو ''الطَّيِّبَاتُ'' کہا گیا ہے اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ مال پاک ہو اور حلال طریقہ سے کمایا گیا ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ صدقہ کرتے وقت صرف اللہ کی رضا مطلوب ہو اس کے ساتھ خرچ کرنے کا طریقہ اور مقام بھی شریعت کے مطابق ہونا چاہیے۔

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ {يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ} وَقَالَ {يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ}»

(رواہ مسلم: کتاب الزکوۃ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! اللہ پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ نے مومنوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے جانتا ہوں اور فرمایا: اے مومنو! ہم نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے حلال کھاؤ۔''

شرکیہ مقام پر صدقہ کرنے سے بچنا چاہیے:

«حَدَّثَنِيْ ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ رضی اللہ عنہ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ»

(رواہ أبو داؤد: باب مایؤمر بہ من وفاء النذر [صحیح])

''مجھے ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک آدمی نے بوانہ نامی جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کی میں نے نذر مانی ہے کہ میں بوانہ کے مقام پر اونٹ ذبح کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ صحابہ نے عرض کی نہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا وہاں کوئی ان کا میلہ لگتا تھا؟ صحابہ نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو کیونکہ اللہ کی نافرمانی والی نذر پوری نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی وہ نذر پوری کرنا لازم ہے جس کی انسان طاقت نہیں رکھتا۔''

مسافر مکھی نذرانہ کرنے کی وجہ سے جہنم رسید ہوا:

«عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ، وَدَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِيْ ذُبَابٍ قَالُوْا وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لَا يَجُوْزُهُ أَحَدٌ حَتّٰى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا، فَقَالُوْا لِأَحَدِهِمَا قَرِّبْ، قَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ شَيْئٌ أُقَرِّبُ، قَالُوْا لَهُ قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا، فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ، فَدَخَلَ النَّارَ وَقَالُوْا لِلْآخَرِ قَرِّبْ، قَالَ مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ شَيْئًا دُوْنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَضَرَبُوْا عُنُقَهُ، فَدَخَلَ الْجَنَّةَ»

(رواه أحمد: مسند طارق بن شهاب [موقوف على ابن شهاب])

''حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی مکھی کے نذرانے کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا اور دوسرا مکھی کے نذرانہ کی وجہ سے جہنم میں چلا گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ کے رسول! وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا: دو آدمی ایک بت پرست قوم کے پاس سے گزرے جو بتوں کے نام نذرانہ دیے بغیر گزرنے نہیں دیتے تھے۔ انھوں نے ان دونوں میں سے ایک کو کہا کوئی نذرانہ پیش کرو اس نے کہا میرے پاس نذرانے کے لیے کچھ نہیں انہوں نے کہا کہ ایک مکھی ہی نذرانہ دے دو اس نے ایک مکھی کا نذرانہ دیا اس پر انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اس وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوا۔ انہوں نے دوسرے سے بھی نذرانہ دینے کے لیے کہا اس نے جواب دیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے نذرانہ نہیں دوں گا۔ انہوں نے اس کی گردن اُڑا دی تو وہ جنت میں داخل ہوا۔''

مشرک ''اللہ'' کے حکم کو نہیں مانتا:

ہر دور کے مشرک کی یہ عادت اور عبادت رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور اس کے حکم کے مطابق کرنے کی بجائے اپنی مرضی سے کرتا اور دوسروں کو اس میں شریک کرتا ہے۔ بے شمار کلمہ پڑھنے والے مشرک اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی قیام، رکوع اور سجدے کرتے ہیں اور اپنے اپنے عقیدہ اور طریقہ کے مطابق دوسروں کے سامنے بھی قیام، رکوع اور سجدے کرتے ہیں۔ مسجدوں، مدرسوں اور غریبوں پر صدقات کرتے ہیں اور مزارات پر بھی خیرات کرتے

ہیں کافر قبروں، بتوں، چاند، سورج اور بیشمار چیزوں کے سامنے بھی قیام، رکوع اور سجدے کرتے ہیں اور بت خانوں پر خرچ بھی کرتے ہیں۔

مشرکین کے دو گروہ:

مشرکین کے ہمیشہ سے دو گروہ رہے ہیں جو کسی نبی کا کلمہ نہیں پڑھتے ان کا عقیدہ ہے کہ چاند، سورج اور ستارے ''اللہ'' کی قدرت کا مظہر ہیں لہٰذا ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اس لیے ان کی حرمت اور واسطے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا زیادہ ثواب اور اقرب سمجھتے ہیں۔

جو لوگ کسی نہ کسی نبی کا کلمہ پڑھنے والے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی عبادت سے خوش ہو کر انہیں اپنی خدائی میں کچھ اختیارات تفویض کر رکھے ہیں جس وجہ سے ہم ان کی روحوں کے وسیلے اور حرمت سے مانگتے ہیں۔ یہی بات بت پرست کہتے ہیں کہ ہم بتوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ان میں بزرگوں کی روحیں حلول کر گئی ہیں اس لئے بت کے تصور سے ''اللہ'' کی عبادت کرنے میں یکسوئی اور لذت پیدا ہوتی ہے یہی ان لوگوں کا عقیدہ اور طریقہ ہے جو تصور شیخ کے قائل اور فاعل ہیں۔ ایسے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی رد نہیں کرتا۔ قرآن مجید اس مقام پر اسی عقیدہ کی نفی کر رہا ہے کہ جب ان لوگوں کو بلا واسطہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے ہم انہیں صرف وسیلہ بناتے ہیں کیونکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں پھر زندہ اور مردہ بزرگوں کے بارے میں من گھڑت کرامتیں بناتے اور سناتے ہیں ایسا عقیدہ اور طریقہ اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا کیونکہ یہ لوگ اپنے عقیدہ، طریقہ اور پروپیگنڈہ میں جھوٹے اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے ہیں۔ قیامت کے دن ان کے اختلافات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔ مشرک کو ہدایت اس لیے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ یہ شرک کو دین سمجھتا ہے اور اس پر اصرار اور تکرار کرتا ہے۔

مشرک کیوں جھوٹے ہیں؟

① اللہ کا فرمان ہے کہ میں نے اپنی خدائی میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ ② مشرک کہتے ہیں کہ اللہ نے زندہ اور فوت شدہ بزرگوں کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ ③ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ صرف میری ہی عبادت کرو اور مجھ ہی سے مانگو۔ ④ مشرک نہ اللہ کی خالص عبادت کرتا ہے اور نہ ہی اس کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق اس سے مانگتا ہے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اپنے سامنے جھکنے اور صرف اپنی ذات سے مانگنے کا حکم دیا ہے۔ ⑥ مشرک ناشکرا ہوتا ہے اس لیے اللہ کا شکر گزار ہونے اور صرف اس سے مانگنے کی بجائے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ اس اعتبار سے توحید شکر ہے اور شرک ناشکری ہے، توحید سچائی ہے اور شرک کذب بیانی ہے۔

وسیلے کے نقصانات:

خالق ومخلوق کے درمیان وسیلے اور حرمت کے حوالے سے عیسائیوں کو گمراہ کرنے کے لیے پوپ نے یہ تصور دیا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے واسطہ کی ضرورت ہے اسی نظریے کی بدولت پادری نے جائیدادیں بنائیں لوگوں کی عزتوں پر ڈاکے ڈالے اور انسان پر انسان کی خدائی قائم کی۔ بدقسمتی سے بزرگوں کی محبت وعقیدت کے نام پر مسلمانوں میں بھی یہ عقیدہ عام کر دیا گیا اور اس کا نتیجہ نکلا کہ چند پاک باز لوگوں کو چھوڑ کر پیروں اور گدی نشینوں نے کتنی بیٹیوں کو بے آبرو کیا سینکڑوں مربعے زمین اور کروڑوں کی جائیدادیں بنائیں اجازت تو اس بات کی تھی کہ زندہ بزرگ سے دعا کروائی جاسکتی ہے مگر غالب اکثریت نے اس کو کاروبار بنالیا ہے اور بزرگوں کے فوت ہونے کے بعد ان کی قبریں زیارت گاہ نہیں تجارت کے اڈے بن چکی ہیں جو لوگ سالہا سال اپنے ماں باپ کی قبر پر نہیں جاتے وہ ہزاروں روپے خرچ کر کے مزارات پر ایمان اور مال ضائع کر رہے ہیں۔

حالانکہ رحیم وکریم مالک نے اپنے تک پہنچنے کے لیے گناہ گاروں کی جھجک کو اتنے مؤثر اور دلنشیں انداز میں دور فرمایا ہے کہ اس کے بعد کسی بہانے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

بندے کو خالق سے دور رکھنے کے گھٹیا بہانے:

{ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ } (قٓ:۱۶)

''ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں جو خیالات اُٹھتے ہیں ہم اُن سے واقف ہیں اور اُس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں۔''

بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے کے لئے یہ گھٹیا اور سطحی تصور دیتے ہوئے، اتنی کمزور اور سطحی مثالیں دی جاتی ہیں کہ جس پر آدمی حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا ایسے علماء کا کہنا ہے کہ ڈی سی او سے ملنے کے لیے چپڑاسی کی ضرورت ہے مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہے اس بات کو اس شدومد کے ساتھ پھیلایا گیا ہے کہ اچھے بھلے پڑھے لکھے حضرات حتیٰ کہ عدالتیں کرنے والے جج، قانون کی باریکیوں اور موشگافیوں سے واقف ماہر وکلاء، اندرون اور بیرونِ ملک یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل سکالر اور دانشور حضرات اس پروپیگنڈے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ صحیح بات ماننا تو درکنار اسے ٹھنڈے دل ودماغ سے سننے کے لیے بھی تیار نہیں حالانکہ ذرا غور کیا جائے کہ جس مدفون بزرگ کا وسیلہ تلاش کیا جارہا ہے۔

زندگی اور ان کے فوت ہونے کے بعد میں کتنا فرق ہے؟

۱۔ بزرگ بیمار ہوئے ہزار دعاؤں اور دواؤں کے باوجود صحت حاصل نہ کر سکے۔

۲۔ فوت ہوئے تو گھر میں میت پڑی ہونے کے باوجود روتی ہوئی بیٹیوں، تڑپتی ہوئی والدہ، بلکتی ہوئی بیوی، سسکتے ہوئے

بیٹے اور آہ و بکا کرنے والے بھائیوں اور مریدوں کو تسلی نہیں دے سکتے۔

۳۔ شرم وحیا کے مالک ہونے کے باوجود نہ استنجا کرنے کی سکت ہے اور نہ غسل کرنے کی ہمت۔

۴۔ اپنی زندگی میں اپنا مزار بنوانے والے بھی چل کر اپنی قبر تک نہ پہنچ سکے۔

۵۔ جو زندگی میں صرف ایک زبان جانتے تھے فوت ہونے کے بعد دوسری زبانوں میں فریاد کرنے والوں کی زبان سے کس طرح واقف ہو گئے؟

۶۔ جو خود اولاد سے محروم تھے مثال کے طور پر حضرت علی ہجویری ایک سے زائد شادی کروانے کے باوجود اولاد سے محروم رہے وہ دوسروں کو کس طرح اولاد عطا کر سکتے ہیں؟

۷۔ جو زندگی میں گہری نیند یا کسی بیماری کی وجہ سے بے ہوشی کے عالم میں دیکھ اور سن نہیں سکتے موت کے بعد کس طرح سننے اور دیکھنے کے قابل ہو گئے؟

۸۔ جو زندگی میں دیوار کی دوسری طرف نہیں دیکھ سکتے تھے قبر کی منوں مٹی اور مضبوط دیواروں کے پیچھے کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟

۹۔ جو اپنی حالت سے کسی کو آگاہ نہیں کر سکتے دوسرے کی حالت رب کے حضور کس طرح پیش کر سکتے ہیں؟

توہین آمیز اور مضحکہ خیز مثال

واعظ کا یہ کہنا ہے کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہے اس حد تک تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں مگر غور فرمائیں کہ چھت تو جامد اور ساکت ہے وہ قریب نہیں آسکتی اس لیے اس پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہے۔ اللہ کی قدرت وسطوت تو ہر جگہ موجود ہے اور وہ اپنے علم اور اختیارات کے ذریعے سب سے زیادہ انسان کے قریب حتیٰ کے دل اور شہ رگ پر اس کا اختیار ہے یہاں تو کسی وسیلے وسفارش اور سیڑھی کی ضرورت نہیں خالق کائنات کے لیے یہ مثالیں اور تشبیہ دینا اس کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔

{ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ } (النحل:۷۴) ''اللہ کے لیے ایسی مثالیں بیان نہ کیا کرو۔''

تفسیر بالقرآن

سفارش کی حیثیت اور حقیقت:

۱۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ (البقرۃ:۲۵۵)

۲۔ قیامت کے دن دوستی اور سفارش کام نہیں آئے گی۔ (البقرۃ:۲۵۴)

۳۔ مجرموں کو کسی کی سفارش کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ (المدثر:۴۸)

۴۔ ظالموں کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی۔ (المؤمن:۱۸) ۵۔ کافروں کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا۔ (الانعام:۵۱)

۶۔ بزرگ اور سردار بھی سفارش نہ کریں گے۔ (الروم:۱۳) ۷۔ مرنے والوں کو معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (النحل:۲۱)

لَوْ	اَرَادَ	اللّٰهُ	اَنْ	يَّتَّخِذَ	وَلَدًا	لَّاصْطَفٰى
اگر	ارادہ کرتا	اللہ	کہ	وہ بنائے	بیٹا	تو وہ چن لیتا

مِمَّا	يَخْلُقُ	مَا	يَشَآءُ ۙ	سُبْحٰنَهٗ ؕ	هُوَ	اللّٰهُ
اس میں سے جو	وہ پیدا کرتا ہے	جو	وہ چاہتا	وہ تو پاک ہے اس سے	وہ	اللہ

الْوَاحِدُ	الْقَهَّارُ ۝۴	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	بِالْحَقِّ ۚ
ایک	بڑی قوتوں والا ہے	اس نے پیدا کیا	آسمانوں	اور زمین کو	حق کے ساتھ

''اگر اللہ کسی کو بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا چن لیتا وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو وہ اکیلا ''اللہ'' سب پر غالب ہے۔(۴) اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے نہ کسی کو اپنی خدائی میں شریک کیا ہے اور نہ ہی کسی ذات کے ساتھ اس کی رشتہ داری ہے۔

اس سے پہلی آیت میں اس بات کو کِذب اور گمراہی قرار دیا گیا ہے کہ کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی خدائی میں کچھ اختیارات دیئے ہیں۔ اب اس بات کی نفی کی جارہی ہے کہ ذاتِ کبریا کی نہ کسی کے ساتھ رشتہ داری ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو بیٹا یا بیٹیاں بنایا ہے اور نہ ہی اس کی ذات کو یہ بات زیبا ہے اُسے کسی کو بیٹا یا بیٹی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر اسے کسی معاون کی ضرورت ہوتی تو مخلوق میں سے کسی کو اپنی ذات کے لیے مختص کر لیتا یعنی اسے اپنی خدائی میں شریک بنالیتا اسے اپنی ذات اور خدائی میں کسی کے تعاون کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہر قسم کی مجبوری اور معذوری سے پاک ہے وہ اکیلا ہی ہر چیز پر پوری طرح اختیار رکھنے والا ہے۔ اس کے اقتدار اور اختیار کا کچھ اندازہ کرنا چاہو تو زمین و آسمانوں کی تخلیق پر غور کرو کہ اربوں سال سے زمین پانی پر کھڑی ہے نہ کسی طرف سے جھکی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی دراڑ واقع ہوئی ہے اب آسمان کی طرف توجہ کرو! جو ستونوں کے بغیر کھڑا ہے نہ کسی جانب سے جھکا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمزوری پیدا ہوئی ہے یہاں تک اس کی رنگت میں بھی کوئی فرق نہیں آیا، زمین و آسمانوں میں کوئی چیز اس نے بے مقصد پیدا نہیں کی اور نہ ہی ان کی تخلیق میں کوئی نقص چھوڑا جو کچھ پیدا کیا ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اور اس میں نہ کوئی اس کا شریک تھا اور نہ معاون۔ اب رات اور دن کے نظام پر غور کرو! کہ رات کس طرح دن کے حصے کو ڈھانپ لیتی ہے اور دن کس طرح رات کے کچھ حصہ پر چھا جاتا ہے، سورج اور چاند اپنے مقررہ اوقات اور حساب کے مطابق اپنی اپنی ڈیوٹی پر لگے ہوئے ہیں کیا مجال کبھی ان کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہو یا ان میں سے کوئی اپنے وقت سے آگے پیچھے ہوا ہو اس پورے نظام کو بنانے اور چلانے والا صرف ایک ''اللہ'' ہے۔

يُكَوِّرُ	الَّيْلَ	عَلَى	النَّهَارِ	وَيُكَوِّرُ	النَّهَارِ	عَلَى
وہ لپیٹتا ہے	رات کو	پر	دن	اور وہ لپیٹتا ہے	دن کو	پر
الَّيْلِ	وَسَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ ۭ	كُلٌّ	يَّجْرِيْ	لِاَجَلٍ
رات	اور اس نے کام میں لگا دیا	سورج	اور چاند کو	ہر ایک	وہ چل رہا ہے	وقت کے لیے
مُّسَمًّى ۭ	اَلَا	هُوَ	الْعَزِيْزُ	الْغَفَّارُ ۝		
مقررہ	خبردار	وہ	بڑا غالب	خوب بخشنے والا ہے		

وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے، اسی نے سورج اور چاند کو اس طرح مسخر کر رکھا ہے کہ ہر ایک وقتِ مقرر تک چلا جا رہا ہے جان رکھو وہ زبردست ہے اور درگزر کرنے والا ہے۔'' (۵)

اگر چاہے تو وہ کفار، مشرکین اور نافرمانوں کو ایک لمحہ میں نیست و نابود کر دے مگر ہر اعتبار سے غالب ہونے کے باوجود لوگوں کو بار بار معاف کرنے اور ان سے درگزر فرمانے والا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نہ کسی کو اپنی اولاد بنایا اور نہ ہی اپنی خدائی میں کسی کو اختیار دیا ہے۔
۲۔ ''اللہ'' ہی نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی حاجت اور معذوری سے پاک ہے۔
۴۔ ''اللہ'' اکیلا ہی ہر قسم کی قوت کا مالک ہے۔ ۵۔ اللہ ہی رات اور دن کو چھوٹا اور بڑا کرنے والا ہے۔
۶۔ ''اللہ'' ہی سورج اور چاند کو مسخر کرنے والا ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے غالب ہونے کے باوجود لوگوں کو معاف کرنیوالا ہے۔

تفسیر بالقرآن

رات اور دن، سورج اور چاند پر صرف ''اللہ'' کا اختیار ہے:

۱۔ سورج اور چاند اپنے مقررہ وقت کے پابند ہیں۔ (الرعد: ۲) ۲۔ رات اور دن اپنے وقت کے پابند ہیں۔ (الزمر: ۵)
۳۔ وہ ذات جس نے ستاروں کو اندھیروں میں تمہاری رہنمائی کے لیے پیدا فرمایا۔ (الانعام: ۹۷)
۴۔ چاند، سورج اور ستارے اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ (الاعراف: ۵۴)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے سورج کو ضیاء اور چاند کو روشنی عطا کی ہے۔ (یونس: ۵)
۶۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں چاند کو روشنی کا باعث اور سورج کو روشن چراغ بنایا۔ (نوح: ۱۶)

خَلَقَكُمْ	مِّنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ	ثُمَّ	جَعَلَ	مِنْهَا
اس نے تمہیں پیدا کیا	سے	جان	ایک	پھر	اس نے بنایا	اُس سے

زَوْجَهَا	وَ اَنْزَلَ	لَكُمْ	مِّنَ	الْاَنْعَامِ	ثَمٰنِيَةَ
اس کا جوڑا	اور اس نے اتارے	تمہارے لیے	سے	چوپائے	آٹھ

اَزْوَاجٍ ؕ	يَخْلُقُكُمْ	فِيْ	بُطُوْنِ	اُمَّهٰتِكُمْ	خَلْقًا	مِّنْ
جوڑے	وہ پیدا کرتا ہے تم کو	میں	پیٹوں	تمہاری ماؤں کے	ایک پیدائش	سے

بَعْدِ	خَلْقٍ	فِيْ	ظُلُمٰتٍ	ثَلٰثٍ ؕ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ
بعد	پیدائش	میں	اندھیروں	تین	یہ ہے	اللہ	تمہارا رب

لَهُ	الْمُلْكُ ؕ	لَاۤ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	فَاَنّٰى	تُصْرَفُوْنَ ۝٦
اسی کے لیے	بادشاہی ہے	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	تو کہاں	تم پھیرے جاتے ہو

''اُسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر اُس جان سے اُس کی بیوی کو پیدا کیا، اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے، وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد دوسری شکل دیتا ہے، یہی اللہ ہے جس کے یہ کام ہیں وہ تمہارا رب ہے بادشاہی اس کی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پھر تم کدھر سے بہکائے جا رہے ہو۔'' (٦)

فہم القرآن

ربطِ کلام: تخلیق کائنات کے ذکر کے بعد انسان اور چوپاؤں کی تخلیق کا بیان۔

اے لوگو! جس ''اللہ'' نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا، لیل و نہار کا نظام ترتیب دیا سورج اور چاند کو تمہاری خدمت پر لگایا۔ اسی نے تمہیں آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا اور آدم علیہ السلام سے اس کی بیوی حوا علیہا السلام کو پیدا کیا اسی نے تمہارے لیے آٹھ قسم کے چوپائے پیدا فرمائے کچھ کو تم بار برداری اور سواری کے لیے استعمال کرتے ہو، کچھ کا دودھ پیتے اور گوشت کھاتے ہو، ان سے اور بھی فوائد حاصل کرتے ہو۔ پھر تمہیں تمہاری ماؤں کے بطنوں میں تین اندھیروں میں پیدا کرتا ہے یہ ہے تمہارا ''اللہ'' جس نے تمہیں پیدا کیا اور وہی تمہاری ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسے چھوڑ کر تم کہاں بہکے جا رہے ہو۔

چوپاؤں کے لیے ''اَنْزَلَ'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے مفسرین نے تین معانی سمجھے ہیں۔ ① ''اَنْزَلَ'' بمعنٰی پیدا کرنا ② اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں چوپاؤں کو جنت میں پیدا فرمایا پھر ان کی نسل کو زمین پر اتار دیا۔ ③ انسان اور ہر جاندار چیز کا

رزق زمین سے وابستہ ہے جسے پیدا کرنے کے لیے پانی کی ضرورت ہے اور پانی کا بنیادی تعلق آسمان یعنی بارش کے ساتھ ہے اس لیے مجازاً چوپاؤں کے لیے "اَنْزَلَ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

آٹھ چوپائے:

بھیڑ اور بکری، گائے اور اونٹ، جو جنس کے اعتبار سے جوڑا، جوڑا ہیں اور ان کی تعداد آٹھ بنتی ہے۔

تخلیقِ انسان کے مختلف مراحل اور مقام:

''پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا۔ پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر اسے ایک دوسری شکل میں بنا کھڑا کیا بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے بہترین۔'' (المؤمنون: ۱۳-۱۴)

«عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهُ أُكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ وَأَجَلَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ» (رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں صادق و مصدوق رسول ﷺ نے بیان فرمایا کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن ٹھہرتا ہے اور جما ہوا خون بن جاتا ہے پھر چالیس دن بعد گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتے ہیں اس کا عمل، رزق، موت، نیک یا بد ہونا لکھنے کا حکم ہوتا ہے پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔''

تین اندھیرے:

① ماں کے پیٹ کا اندھیرا ② پیٹ میں رحم کا اندھیرا ③ رحم میں اس جھلی کا اندھیرا جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔
۳۔ ہر انسان کی تخلیق تین اندھیروں میں ہوتی ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ نے آٹھ چوپائے پیدا فرمائے۔
۵۔ اللہ ہی سب کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی سب کا مالک ہے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور نہ ہی اس کے سوا کوئی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنے اور اس کو حاجت روا ماننے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

اِنۡ	تَكۡفُرُوۡا	فَاِنَّ	اللّٰهَ	غَنِىٌّ	عَنۡكُمۡ ۚ
اگر	تم کفر کرو	تو بلاشبہ	اللہ	بے پرواہ ہے	تم سے
وَلَا	يَرۡضٰى	لِعِبَادِهِ	الۡكُفۡرَ ۚ	وَاِنۡ	تَشۡكُرُوۡا
اور نہیں	وہ پسند کرتا	اپنے بندوں کے لیے	کفر	اور اگر	تم شکر کرو
يَرۡضَهُ	لَكُمۡ ؕ	وَلَا	تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِّزۡرَ
تو وہ اسے پسند کرتا ہے	تمہارے لیے	اور نہیں	بوجھ اُٹھائے گی	کوئی بوجھ اُٹھانے والی	بوجھ
اُخۡرٰى ؕ	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّكُمۡ	مَّرۡجِعُكُمۡ	فَيُنَبِّئُكُمۡ	بِمَا
دوسرے کا	پھر	طرف	اپنے پروردگار کی	تمہارا لوٹنا ہے	تو وہ تمہیں خبر دے گا	اس کے ساتھ جو
كُنۡتُمۡ	تَعۡمَلُوۡنَ ؕ	اِنَّهٗ	عَلِيۡمٌۢ	بِذَاتِ	الصُّدُوۡرِ ۝
تھے تم	عمل کرتے	بلاشبہ وہ	جانتا ہے	راز	سینوں کے

''اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے پرواہ ہے، وہ اپنے بندوں کے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی بالآخر تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو، وہ دلوں کا حال جاننے والا ہے۔''(۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ کسی کی عبادت کرنا پرلے درجے کی گمراہی اور ناشکری ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر حوالے سے یہ حقیقت بتلائی اور سمجھائی ہے کہ اے انسان! میرے سوا نہ تجھے کسی نے پیدا کیا ہے اور نہ میرے سوا کوئی تیری ضرورتیں پوری کرنیوالا ہے لہٰذا تجھے صرف میری ہی عبادت کرنا ہے اور مجھ سے اپنی حاجات مانگنا چاہیے لیکن ہر دور میں بے شمار ایسے لوگ رہے ہیں اور ہوں گے جو اپنے خالق اور مالک کی اتنی بات بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور اس کی ناشکری کرنا ہے، جسے اللہ تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا وہ انسان کی ناشکری کی بجائے اس کی شکر گزاری اور تابعداری پر خوش ہوتا ہے۔ اس کے باوجود جو شخص ناشکری پر تلا رہے اور غیروں کی تابعداری کرتا رہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو اس کی رائی کے دانے کے برابر بھی پرواہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی خدائی اور بادشاہی کو بال برابر فرق پڑتا ہے۔

سورۃ کی ابتداء میں اس بات کی مذمت کی گئی کہ کسی فوت شدہ شخصیت یا بت وغیرہ کو اللہ کے قرب کا ذریعہ بنانا گمراہی ہے۔ جس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ مشرک سمجھتا ہے کہ فلاں شخصیت قیامت کے دن میری نجات کی ذمہ داری اٹھالے گی کیونکہ قبروں کے مجاور، بتوں کے پجاری اور شرک کا پرچار کرنے والے علماء، پیر اور فقیر لوگوں کو یہی کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ اور مرشد خدا کی خدائی میں اختیارات رکھتے ہیں اور قیامت کے دن بھی تمہاری نجات کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس بات کی یہاں نفی کی جارہی ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا جو لوگ سمجھنے کے باوجود اپنے باطل عقیدہ پر قائم رہتے اور اس کے لیے جھگڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے باطل عقیدہ اور عمل کے بارے میں بتلائے گا یعنی انہیں پوری پوری سزا دے گا کیونکہ بالآخر سب نے اسی کے حضور حاضر ہونا ہے اور کوئی اس سے بات چھپا نہیں سکتا کیونکہ وہ دلوں کے راز جاننے والا ہے وہاں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ مجرم کو جب یہ الفاظ کہے جائیں کہ وقت آنے پر تجھے سب کچھ بتلا دیا جائے گا تو یہ الفاظ ہر زبان میں زبردست انتباہ کی حیثیت رکھتے ہیں تاکہ وہ اپنے کردار پر نظر ثانی کرے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} قَالَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ لَآ أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا يَابَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَآ أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا يَاعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَآ أُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا وَيَاصَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُوْلِ اللهِ لَآ أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا وَيَافَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِيْ مَاشِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَآ أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا»

(رواہ البخاری: کتاب الوصایا، باب ھل یدخل النساء والولد فی الأقارب)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت {اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے} نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے قریش کے لوگو! اپنے لیے کچھ کرلو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے کوئی فائدہ نہیں دے سکوں گا، اے بنی عبدِ مناف میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے کچھ فائدہ نہیں دے سکوں گا، اے صفیہ! رسول کی پھوپھی! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ اے فاطمہ بنتِ محمد! میرے مال سے جو چاہتی ہے مانگ لے میں تجھے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکوں گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ناشکری نہیں شکر گزاری پر خوش ہوتا ہے۔ ۲۔ قیامت کے دن کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سب کچھ بتلائے گا اور ناشکروں کو سزا دے گا۔
۴۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جاننے والا ہے کیونکہ سب نے اس کے حضور پیش ہونا ہے۔

وَ	اِذَا	مَسَّ	الْاِنْسَانَ	ضُرٌّ	دَعَا	رَبَّهٗ
اور	جب	پہنچتی ہے	انسان کو	کوئی تکلیف	وہ پکارتا ہے	اپنے رب کو
مُنِيْبًا	اِلَيْهِ	ثُمَّ	اِذَا	خَوَّلَهٗ	نِعْمَةً	مِّنْهُ
توجہ کرتے ہوئے	اس کی طرف	پھر	جب	وہ اسے عطا کرتا	کوئی نعمت	اپنی طرف سے
نَسِيَ	مَا	كَانَ	يَدْعُوْٓا	اِلَيْهِ	مِنْ قَبْلُ	
وہ بھول جاتا ہے	جو	تھا وہ	پکارتا	اس کی طرف	اس سے پہلے	
وَجَعَلَ	لِلّٰهِ	اَنْدَادًا	لِّيُضِلَّ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ ؕ	قُلْ
اور وہ ٹھہراتا	اللہ کے لیے	شریک	تاکہ وہ گمراہ کرے	سے	اس کے راستے	فرما دیجیے
تَمَتَّعْ	بِكُفْرِكَ	قَلِيْلًا ۖ	اِنَّكَ	مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝٨		
تو فائدہ اُٹھا	اپنے کفر کے ساتھ	تھوڑا	بلاشبہ تو	دوزخ کے ساتھیوں میں سے ہے		

''انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا اور پکارتا ہے پھر جب اس کا رب اسے اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ اپنے رب کو پکار رہا تھا اور دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہراتا ہے تاکہ اُس کی راہ سے گمراہ کرے۔ اے نبی اس سے کہو کہ تھوڑے دن اپنے کفر سے لطف اُٹھا لے، یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔(٨)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سورۃ کی تیسری آیت میں فرمایا کہ مشرک اپنے عقیدہ اور بات میں جھوٹا ہے اب اس کے جھوٹ کا عملی ثبوت پیش کیا جارہا ہے۔

یہاں انسان سے مراد مشرک انسان ہے مشرک کو تکلیف پہنچتی تو وہ اٹھتا، بیٹھتا، چلتا، پھرتا، رات اور دن اپنے رب کو پکارتا اور اس کے حضور فریادیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب بیماری کے بعد صحت، تنگی کے بعد فراخی اور غم کے بعد اسے خوشی نصیب کرتا ہے تو مشرک کو نہ اپنی فریادیں یاد رہتی ہیں اور نہ ہی رب یاد رہتا ہے۔ رب کو یاد رکھنا تو دور کی بات وہ مسلمان کہلوانے کے باوجود اس بات کا دعویٰ اور پرچار کرتا ہے کہ میری حاجت روائی اور مشکل کشائی فلاں بزرگ اور فلاں مزار کی طفیل اور صدقے سے ہوئی ہے اگر وہ کلمہ گو نہیں تو بتوں یا کسی اور چیز کا نام لیتا ہے۔ اس طرح دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے خود گمراہ ہونے کے ساتھ جھوٹی کرامات اور من گھڑت کہانیوں سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اس شخص کو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت اور اپنے کفر سے تھوڑا سا فائدہ اٹھالے بالآخر تو نے جہنم میں جانا ہے۔

اَمَّنْ	هُوَ	قَانِتٌ	اٰنَآءَ	الَّيْلِ	سَاجِدًا	وَّقَآئِمًا
کیا جو شخص	وہ	عبادت کرنے والا	گھڑیوں میں	رات کی	سجدہ کرتے	اور کھڑے ہوئے

يَّحْذَرُ	الْاٰخِرَةَ	وَيَرْجُوْا	رَحْمَةَ	رَبِّهٖ ؕ	قُلْ	هَلْ
وہ ڈرتا ہے	آخرت سے	اور وہ امید کرتا ہے	رحمت کی	اپنے رب کی	فرما دیجیے	کیا

يَسْتَوِي	الَّذِيْنَ	يَعْلَمُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ؕ	اِنَّمَا
برابر ہو سکتے ہیں	وہ لوگ	جو علم رکھتے ہیں	اور جو لوگ	نہیں	علم رکھتے	صرف

يَتَذَكَّرُ	اُولُوا	الْاَلْبَابِ ۝۹ ع
نصیحت پکڑتے ہیں	والے	عقل

ع ۱ ۹ ۱۵

''کیا اس شخص کی روش بہتر ہے یا اس شخص کی جو مطیع فرمان ہے اور رات کو اپنے رب کے حضور کھڑا رہتا اور سجدے کرتا ہے آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت پر امید لگائے ہوئے ہے ان سے پوچھو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں، نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔'' (۹)

قرآن مجید کے کئی مقامات پر شرک کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لیے پارہ ۳۰ سورۃ الکافرون میں مکہ کے مشرکوں کو کافر کے لفظ سے مخاطب کیا ہے کیونکہ کفر اور شرک نتیجہ کے اعتبار سے ایک ہیں۔

اس سے پہلی آیت میں شرک کو ناشکری کہا گیا اور اب شرک کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ مشرک کے مقابلے میں مومن کا کردار یہ ہے کہ وہ مشکلات اور پریشانیوں میں بھی اپنے رب کو پکارتا اور رات کی تاریکیوں میں اٹھ کر اس کے حضور قیام، سجود اور اس کی بارگاہ میں رو رو کر فریاد پر فریاد کرتا ہے کہ اے میرے پالنہار مجھے آخرت کی سختیوں سے مامون فرما۔ اے نبی ﷺ ان سے پوچھیں کہ کیا علم والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر بات ہے یہ برابر نہیں ہو سکتے نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں گویا کہ علم کے ساتھ عقل کی ضرورت ہے اور صحیح عقل والا وہ ہے جو کفر و شرک اور اپنے رب کی نافرمانی سے بچے اور آخرت کا فکر کرے یہاں مشرک کو بے علم بھی قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ حقیقی علم اور عقل رکھنے والا شخص اپنے رب کے ساتھ نہ کفر کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔

«عَنْ أَبِي يَعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا ثُمَّ تَمَنَّى عَلَى اللهِ»

(رواه ابن ماجة: باب ذكر الموت والاستعداد له [ضعيف])

''حضرت ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے آپ کو پہچانتا

ہے اور مرنے کے بعد فائدہ دینے والے اعمال کرتا ہے، نادان وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اپنے نفس کے پیچھے لگالیا اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے۔''

«عَنْ عَبْدِ اللهِ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ مَّاتَ يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ» (رواه البخاری: کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الجنائز)

''حضرت عبداللہ ﷺ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ جہنم میں جائے گا اور میں کہتا ہوں جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا اور اسی حال میں فوت ہوا وہ جنت میں جائے گا۔''

مسائل

۱۔ مشرک صرف مصیبت کے وقت خالصتاً اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔
۲۔ مشرک مصیبت ٹل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔
۳۔ شرک اور کفر ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ ۴۔ مشرک آگ میں داخل کیے جائیں گے۔
۵۔ علم والے اور علم نہ رکھنے والے برابر نہیں ہو سکتے گویا کہ مشرک جاہل ہے اور توحید والا صاحبِ علم ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

توحید اور شرک میں فرق:

۱۔ توحید سب سے بڑی سچائی ہے۔ (المائدۃ:۱۱۹، النساء:۸۷، ۱۲۲)
۲۔ شرک سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (ھود:۱۸)
۳۔ توحید عدل ہے۔ (آل عمران:۱۸) ۴۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ (لقمان:۱۳)
۵۔ توحید دانائی ہے۔ (بنی اسرائیل:۳۹) ۶۔ شرک بیوقوفی ہے۔ (الجن:۴)
۷۔ توحید سب سے بڑی نیکی ہے۔ (البقرۃ:۱۷۷) ۸۔ شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ (النساء:۴۸)
۹۔ توحید فرمانبرداری کا نام ہے۔ (النحل:۴۸، الرعد:۱۵) ۱۰۔ شرک بغاوت ہے۔ (یونس:۲۳)
۱۱۔ شرک حقیقت کو چھپانا ہے۔ (البقرۃ:۴۲)
۱۲۔ توحید سب سے بڑی گواہی ہے۔ (آل عمران:۱۸، الانعام:۱۹، الروم:۳۰)

قُلْ	يٰعِبَادِ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوْا	رَبَّكُمْ ؕ	لِلَّذِيْنَ
فرمادیجیے	اے میرے بندو	وہ لوگ	جو ایمان لائے ہو	تم ڈرو	اپنے رب سے	ان لوگوں کے لیے

اَحْسَنُوْا	فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا	حَسَنَةٌ ؕ	وَاَرْضُ	اللّٰهِ	وَاسِعَةٌ ؕ
جنہوں نے اچھے عمل کیے	اس دنیا میں	بھلائی	اور زمین	اللہ کی	کشادہ ہے

اِنَّمَا	يُوَفَّى	الصّٰبِرُوْنَ	اَجْرَهُمْ	بِغَيْرِ	حِسَابٍ ۝١٠
صرف	پورا دیا جائے گا	صبر کرنے والوں کو	ان کا اجر	بغیر	حساب کے

''اے نبی فرمادیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک عمل کیے ان کے لیے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔'' (١٠)

فہم القرآن

ربطِ کلام: عقل مند وہ ہے جو کفر و شرک اور اپنے رب کی نافرمانی سے بچتا رہے اور دنیا کے مقابلے میں ایمان کو ترجیح دے ایمان کی خاطر وطن چھوڑنا پڑے تو ہجرت کر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کی عظمت اور اہمیت اجاگر فرمانے کے لیے نبی محترم ﷺ کو پے در پے سات مرتبہ لفظ "قُلْ" سے حکم دیا ہے اور اس موقعہ پر آخر میں فرمایا: اے نبی ﷺ یہ بات بھی فرمادیں کہ علم والے اور بے علم یعنی موحد اور مشرک برابر نہیں ہو سکتے اس لیے موحدین سے فرمادیں کہ کفار اور مشرکین سے ڈرنے کی بجائے صرف اپنے رب سے ڈرتے رہو اور ہمیشہ یاد رکھو کہ جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے دنیا اور آخرت میں اچھائی اور بہتری ہے اگر کہیں دین پر عمل کرنا مشکل ہو جائے تو وہاں سے ہجرت کر جاؤ کیونکہ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے بے شک ہجرت کرنا آسان کام نہیں لیکن جو لوگ صبر کے ساتھ مشکلات کا سامنا کریں گے ان کے لیے قیامت کے دن بے حساب اجر ہوگا۔

"حَسَنَةٌ" کا لفظ بھلائی، نیکی اور فائدہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

ہجرت کا لغوی معنیٰ:

ہجرت کا لغوی معنیٰ ہے کسی چیز کو ترک کرنا، چھوڑ دینا عرفِ عام میں دین کی خاطر کسی مقام کو چھوڑنے کا نام ہجرت ہے شریعت کے وسیع تر مفہوم میں ہر اس چیز کو چھوڑ دینا ہجرت ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ» (رواہ البخاری: باب المسلم من سلم المسلمون)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔''

کن حالات میں ہجرت کا حکم ہے؟

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ مقصدِ حیات یعنی ایمان کے لیے ہر چیز قربان کر دینا ہی اکمل ایمان کی نشانی ہے۔ ان جذبات کا مندرجہ ذیل آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

{ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ } (العنکبوت:۵۶)

''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! میری زمین بہت وسیع ہے بس تم میری بندگی کیے جاؤ۔''

اس آیت مبارکہ میں واضح اشارہ موجود ہے اگر مکے میں اللہ کی بندگی کرنا مشکل ہو رہی ہے تو ملک چھوڑ کر نکل جاؤ۔ ملک خدا تنگ نیست اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے جہاں بھی تم اللہ کے بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔

ہجرت ایمان کی کسوٹی ہے:

اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں یہ ایسی پل صراط ہے جس کی دھار تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے ایمان سے خالی دل ہجرت کی تکالیف اور مشکلات برداشت نہیں کر سکتا یہ ایسا ترازو ہے جس میں ہر آدمی نہیں بیٹھ سکتا اس پیمانے سے کھرے کھوٹے کا اندازہ ہو جاتا ہے، اس لیے قرآنِ مجید نے اسے ایمان کا معیار قرار دیا ہے۔ (العنکبوت:۲۶)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے آدمی اپنی نیت کے مطابق ہی صلہ پائے گا جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے جس نے دنیا کے فائدے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہجرت کی اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی۔'' (رواہ البخاری: باب بدء الوحی)

مسائل

۱۔ مومن کو ہر حال میں اپنے رب سے ڈرنا چاہیے۔ ۲۔ آخرت میں نیکی کا بدلہ بہترین اور بے حساب اجر ہے۔
۳۔ جہاں دین پر عمل کرنا مشکل ہو وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم ہے۔ ۴۔ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

ہجرت کا حکم اور اجر:

۱۔ ہجرت کا اجر و ثواب اور فضیلت۔ (آل عمران:۱۹۵)
۲۔ ہجرت کے دوران فوت ہونے والے کو پورا ثواب ملے گا۔ (النساء:۱۰۰)
۳۔ ہجرت کا دنیا میں اجر۔ (النحل:۴۱، ۴۲) ۴۔ ہجرت نہ کرنے والوں کی سزا۔ (النساء:۹۷، ۹۹)

قُلْ	اِنِّيْٓ	اُمِرْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ	اللّٰهَ	مُخْلِصًا
فرمادیجیے	بے شک میں	حکم دیا گیا ہوں	یہ کہ	میں عبادت کروں	اللہ کی	خالص کرتے ہوئے
لَّهُ	الدِّيْنَ ﴿١١﴾	وَاُمِرْتُ	لِاَنْ	اَكُوْنَ	اَوَّلَ	الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٢﴾
اس کے لیے	دین کو	اور میں حکم دیا گیا ہوں	یہ کہ	میں ہوں	پہلا	مسلمان
قُلْ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اِنْ	عَصَيْتُ	رَبِّيْ	عَذَابَ
فرمادیجیے	بے شک میں	ڈرتا ہوں	اگر	میں نے نافرمانی کی	اپنے رب کی	عذاب سے
يَوْمٍ	عَظِيْمٍ ﴿١٣﴾	قُلِ	اللّٰهَ	اَعْبُدُ	مُخْلِصًا	لَّهٗ
دن کے	بڑے	فرمادیجیے	اللہ کی	میں عبادت کرتا ہوں	خالص کرتے ہوئے	اس کے لیے
دِيْنِيْ ﴿١٤﴾	فَاعْبُدُوْا	مَا	شِئْتُمْ	مِّنْ	دُوْنِهٖ	قُلْ
اپنا دین	تو تم عبادت کرو	جس کی	تم چاہو	سے	اس کے سوا	فرمادیجیے

''اے نبی ان سے فرمادیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اُسی کی بندگی کروں۔(۱۱) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلمان بنوں۔(۱۲) انہیں فرمائیں کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے عظیم دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔(۱۳) فرمادیں کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی بندگی کروں گا۔(۱۴) تم اس کے سوا جس جس کی بندگی کرنا چاہتے ہو کرتے رہو، فرمادیں کہ

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلے ایمانداروں کو حکم ہوا کہ اگر کسی جگہ ایمان بچانا مشکل ہوجائے تو وہاں سے ہجرت کرجانا چاہیے اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی کشادہ ہے وہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا۔ اس آیت میں نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا گیا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں ہر حال میں دین پر عمل کرنا ہوگا۔ الدّین سے پہلی مراد اللہ تعالیٰ کی توحید ہے جس کے لیے ہر چیز قربان کردینی چاہیے۔

اے رسول ﷺ آپ لوگوں پر واضح فرمائیں کہ میرے اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی عبادت بلاشرکتِ غیرے اس طرح کروں جس طرح اس نے مجھے عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، حالات جیسے بھی ہوں مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے اپنے رب کا فرمانبردار بنوں اور اس کی توحید کا پرچار کرتا رہوں اس کے ساتھ یہ بھی مجھے حکم ہوا ہے کہ برملا اعلان کروں کہ میں اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے قیامت کے دن سے ڈرتا ہوں یعنی اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بھی اس کے عذاب سے نہیں بچ سکتا اس لیے مجھے بار بار تاکید کی گئی ہے کہ میں کھلے الفاظ میں کہوں

اِنَّ	الْخٰسِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	وَ اَهْلِيْهِمْ
بلاشبہ	نقصان اٹھانے والے ہیں	وہ لوگ	جنہوں نے نقصان میں ڈالا	اپنی جانوں کو	اور اپنے گھر والوں کو
يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	اَلَا	ذٰلِكَ	هُوَ	الْخُسْرَانُ	الْمُبِيْنُ ⑮
دن	قیامت کے	خبردار!	یہ	وہی	خسران ہے	ظاہر
لَهُمْ	مِّنْ	فَوْقِهِمْ	ظُلَلٌ	مِّنَ	النَّارِ
ان کے لیے	سے	ان کے اوپر	سائبان ہیں	سے	آگ
وَمِنْ	تَحْتِهِمْ	ظُلَلٌ ؕ	ذٰلِكَ	يُخَوِّفُ	اللّٰهُ
اور سے	ان کے نیچے	سائبان ہیں	یہی	ڈراتا ہے	اللہ
بِهٖ	عِبَادَهٗ ؕ	يٰعِبَادِ	فَاتَّقُوْنِ ⑯
اس کے ساتھ	اپنے بندوں کو	اے میرے بندو	پس تم مجھی سے ڈرو

یقیناً نقصان پانے والے وہ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو نقصان میں ڈال دیا، اچھی طرح خبردار رہو یہی کھلا نقصان ہے۔ (۱۵) اُن کے اُوپر اور نیچے سے آگ چھائی ہوگی یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس اے میرے بندو میرے عذاب سے ڈرو۔'' (۱۶)

کہ میں صرف ایک ''اللہ'' کی عبادت کرتا ہوں ٹھیک اس طریقہ پر جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے اس میں بال برابر بھی میری مرضی کا عمل دخل نہیں ہے یہی بات میں نے تمہیں بار بار بتلائی اور سمجھائی ہے اگر تم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو تمہاری مرضی البتہ کان کھول کر سن لو کہ جو لوگ اور ان کے اہل وعیال کفر وشرک اختیار کریں گے قیامت کے دن بڑا اور ناقابلِ تلافی نقصان پائیں گے انہیں اوپر نیچے سے آگ نے گھیر رکھا ہوگا۔ ان پر جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور انہیں آگ کے ستونوں سے باندھ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس عذاب سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے کہ میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو اور میری عبادت اس طرح کرو جس طرح میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ خالص عبادت کا تقاضا ہے کہ نہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کی جائے اور نہ اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک بنایا جائے۔ جس نے اپنی نیت میں بھی کسی کو اس کا شریک کر لیا وہ شرک کا مرتکب ہوگا۔ جو لوگ طاغوت کی عبادت سے بچیں اور دل وجان سے اللہ کی طرف متوجہ رہیں یعنی ان کا عقیدہ شرک سے پاک ہو اور اس کا عمل شریعت کے مطابق ہو ان کے لیے ان کے رب کی طرف سے خوشخبری کا پیغام ہے کہ اے میرے بندو! خوش ہو جاؤ کہ تمہیں جہنم کے عذاب سے بچا کر ہمیشہ کی جنت میں داخلہ دیا جائے گا کیونکہ اس کا ارشاد ہے کہ

جسے جہنم سے بچالیا گیا اور جنت میں داخلہ دے دیا گیا ہے وہ کامیاب ہو گیا۔ (آل عمران: ۱۵۸)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ جہنمیوں میں سے کم ترین عذاب پانے والے سے کہے گا کہ اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ تیرے پاس ہو کیا تو اسے فدیہ کے طور پر دینے کے لیے تیار ہے وہ کہے گا جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے ہلکی بات کا مطالبہ کیا تھا جب تو آدم کی پُشت میں تھا وہ یہ کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا۔ راوی کا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے جہنم میں داخل نہ کرتا لیکن تو شرک سے باز نہ آیا۔'' (رواہ مسلم: باب طَلَبِ الْكَافِرِ الْفِدَاءَ بِمِلْءِ الأَرْضِ ذَهَبًا)

والدین کی ذمہ داری:

{ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝٦ } (التحریم:٦)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچالو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ جس پر سخت فرشتے مقرر ہیں جنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ اُس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ اسے فوراً بجالاتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ انسان کو ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔
۲۔ عبادت صرف ایک اللہ ہی کی کرنی چاہیے۔ ۳۔ نبی اکرم ﷺ کو بھی ایک اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔
۴۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے دنیا اور آخرت میں خسارہ پائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' کی خالص عبادت کرنے کا حکم:

۱۔ آپ ﷺ کو حکم ہے کہ آپ فرمادیں کہ میں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔ (یونس: ۱۰۴)
۲۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ (الرعد: ۳۶)
۳۔ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (ہود: ۲) ۴۔ اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ (البقرۃ: ۲۱)
۵۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ (یوسف: ۴۰)
۶۔ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ (النساء: ۳۶)
۷۔ حضرت نوح، ہود، صالح، اور شعیب علیہم السلام نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا۔ (ہود: ۵۰۔۶۱۔۸۴)
۸۔ اے نبی ﷺ آپ سے پہلے جتنے نبی معبوث کیے گئے انہیں یہی حکم تھا کہ صرف میری عبادت کریں۔ (الانبیاء: ۲۵)

وَالَّذِيْنَ	اجْتَنَبُوا	الطَّاغُوْتَ	اَنْ	يَّعْبُدُوْهَا	وَاَنَابُوْٓا
اور وہ لوگ	جو بچے رہے	طاغوت سے	کہ	وہ عبادت کریں اس کی	اور انہوں نے رجوع کیا

اِلَى	اللّٰهِ	لَهُمُ	الْبُشْرٰى ۚ	فَبَشِّرْ	عِبَادِ ﴿١٧﴾
طرف	اللہ کی	ان کے لیے	خوشخبری ہے	آپ خوشخبری دیں	میرے بندوں کو

''جن لوگوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کر لیا اُن کے لیے خوشخبری ہے میرے بندوں کو خوش خبری سنائیں۔'' (۱۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے ساتھ طاغوت کا انکار کرنا بھی لازم ہے۔

قرآن مجید کا صرف اتنا حکم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اس کا یہ بھی حکم ہے کہ طاغوت کی اطاعت کا قلباً قولاً اور عملاً انکار کیا جائے اسی لیے کلمہ طیبہ میں پہلے معبودان باطل کی نفی ہے اور پھر اللہ کی ذات کا اثبات کیا گیا ہے۔ کیونکہ طاغوت انسان کو توحید کی روشنی سے نکال کر کفر و شرک کے اندھیروں میں لے جاتا ہے جو چیز بھی انسان کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے دور کرے وہ طاغوت ہے، بے شک انسان کا اپنا نفس کیوں نہ ہو جو لوگ طاغوت سے اجتناب کرتے ہیں اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کا ارشاد ہے کہ یہ میرے بندے ہیں اس لیے انہیں خوشخبری کا پیغام دیا جائے کہ ان کے لئے ان کے رب کی رضا اور جنت ہے۔

طاغوت سے مراد سرکش، گمراہ کرنے والا، شیطان اور ہر باطل معبود ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ کے بندے طاغوت سے کلیتاً اجتناب کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ کے بندے کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں۔

۳۔ طاغوت کا انکار کرنے اور اپنے رب کی یکسوئی کے ساتھ عبادت کرنے والوں کے لیے خوشخبری کا پیغام ہے۔

تفسیر بالقرآن

طاغوت سے بچنے کا حکم:

۱۔ طاغوت کے انکار کا حکم۔ (النساء: ۶۰) ۲۔ طاغوت کی عبادت سے بچنے والے کے لیے خوشخبری ہے۔ (الزمر: ۱۷)

۳۔ کفار طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔ (النساء: ۷۶) ۴۔ اہل کتاب میں سے بھی طاغوت کی عبادت کرنے والے ہیں۔ (المائدۃ: ۶۰)

۵۔ طاغوت کا انکار کرنے والا مضبوط کڑے کو تھامتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۵۶) ۶۔ کفار طاغوت کے ساتھی ہیں۔ (البقرۃ: ۲۵۷)

الَّذِيْنَ	يَسْتَمِعُوْنَ	الْقَوْلَ	فَيَتَّبِعُوْنَ	اَحْسَنَهٗ ؕ	اُولٰٓئِكَ
جولوگ	سنتے ہیں	بات	پھر وہ پیروی کرتے	اس کی اچھی کی	یہی
الَّذِيْنَ	هَدٰىهُمُ	اللّٰهُ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمْ	اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾
لوگ	ہدایت دی ان کو	اللہ نے	اور یہی لوگ	وہ	عقل والے ہیں
اَفَمَنْ	حَقَّ	عَلَيْهِ	كَلِمَةُ	الْعَذَابِ ؕ	اَفَاَنْتَ
کیا پھر جو شخص	ثابت ہوگئی	اس پر	بات	عذاب کی	کیا پھر آپ
تُنْقِذُ	مَنْ	فِي	النَّارِ ﴿۱۹﴾ ع		
بچالیں گے	اس کو جو ہے	میں	آگ		

''جو میرے بندے بات کو غور سے سنتے ہیں اور بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی عقل مند ہیں۔(۱۸) اُس شخص کو کون بچا سکتا ہے جس کے لیے عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے، کیا آپ اسے بچا سکتے ہیں جو آگ میں گرنے والا ہے؟''(۱۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: طاغوت سے اجتناب کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اچھی بات کو توجہ سے سُنیں اور اس پر عمل کریں یہی عقل مندی کا تقاضا ہے۔

اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور طاغوت سے اجتناب برتنے والوں کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اچھی سے اچھی بات کو قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے اور یہی عقل والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت اور عقل مندی کا نتیجہ ہے کہ مختلف قسم کی باتیں سننے کے باوجود ''اللہ'' کے بندے ہمیشہ اچھی بات قبول کرتے ہیں اچھی بات کی قرآن مجید نے ان الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے۔

{ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ } (حٰمٓ السجدہ:۳۳)

''اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور اچھے کام کرے اور کہے میں اللہ کا تابعدار ہوں۔''

خطبہ جمعہ کے الفاظ:

جو اچھی بات قبول نہیں کرتے انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی جو ہدایت سے محروم ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کا فرمان سچ ثابت ہوگا کہ یہ لوگ جہنم میں گرنے والے ہیں۔ اے رسول ﷺ بے شک آپ ہزار کوشش کر لیں آپ انہیں جہنم کی آگ سے نہیں بچا سکتے۔

«عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَاراً فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفِرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا هٰذِهٖ رِوَایَةُ الْبُخَارِیِّ وَلِمُسْلِمٍ نَحْوُهَا وَقَالَ فِیْ اٰخِرِهَا قَالَ فَذَالِكَ مَثَلِیْ وَمَثَلُكُمْ اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنِیْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا»

(رواہ البخاری: کتاب الرقاق، رواہ مسلم: کتاب الفضائل)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال آگ روشن کرنے والے کی طرح ہے جب آگ سے اس کا آس پاس روشن ہو گیا تو پروانے اس میں گرنے لگے آگ جلانے والے نے انہیں بچانے کی سر توڑ کوشش کی لیکن پروانے اس سے بے قابو ہو کر گرتے رہے۔ بس میں تمہیں آگ سے بچانے کے لیے پیچھے سے پکڑتا ہوں مگر تم اس میں گرتے جا رہے ہو۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں اور مسلم میں اس طرح ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسے ہے کہ میں تمہیں پیچھے سے پکڑ کر آگ سے بچانے کی کوشش کرتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ اور آگ سے بچو، لوگو! آگ کی بجائے میری طرف آؤ لیکن تم مجھ سے بے قابو ہو کر آگ میں گرے جا رہے ہو۔''

«عَنْ بُسْرِ بْنِ أَرْطَاةَ الْقُرَشِیِّ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَدْعُو اللّٰهُمَّ أَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْأُمُوْرِ كُلِّهَا وَأَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ»(رواہ احمد: مسند بسر بن ارطاۃ [ضعیف])

''حضرت بسر بن ارطاۃ قرشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اے اللہ! ہمارے تمام معاملات کا انجام اچھا فرما اور ہمیں دنیا اور آخرت کی رسوائی سے محفوظ فرما۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے بندے احسن بات کو قبول کرتے ہیں۔ ۲۔ احسن بات قبول کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتا ہے۔
۳۔ احسن بات قبول کرنے والے ہی عقلمند ہوتے ہیں۔ ۴۔ جو لوگ احسن بات قبول نہیں کرتے وہ آگ سے نہیں بچ سکتے۔

تفسیر بالقرآن

احسن کیا ہے؟

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن پیدا کیا ہے۔ (التین: ۴)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی اس لیے بنائی ہے کہ انسان احسن عمل کرے۔ (الملک: ۲)
۳۔ توحید کی دعوت دینے اور اس کے تقاضے پورے کرنے والے کی بات سے کسی کی بات احسن نہیں ہو سکتی۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۳)
۴۔ نبی کی حیات ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب: ۲۱)

لٰكِنِ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	لَهُمْ	غُرَفٌ	مِّنْ
لیکن	جولوگ	وہ ڈر گئے	اپنے رب سے	ان کے لیے	بالا خانے ہیں	سے
فَوْقِهَا	غُرَفٌ	مَّبْنِيَّةٌ ۙ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ ؕ
ان کے اوپر	بالا خانے	بنائے ہوئے	چلتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں
وَعْدَ	اللّٰهِ ؕ	لَا	يُخْلِفُ	اللّٰهُ	الْمِيْعَادَ ۝٢٠	
وعدہ ہے	اللہ کا	نہیں	خلاف کرتا	اللہ	اپنے وعدہ کی	

''لیکن جولوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بالا خانے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''(۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: احسن بات کو قبول کرنے اور طاغوت سے بچنے والوں کا صلہ۔

طاغوت سے بچنے اور اپنے رب سے ڈر کر زندگی گزارنے والے کو ان کا رب جنت کے بلند و بالا محلات اور اعلیٰ مقامات میں داخل فرمائے گا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کے ساتھ ان کے رب کا وعدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

تقویٰ کیا ہے:

''اللہ کی ذات، احکام اور اس کے شعائر کے احترام کرنے کا نام تقویٰ ہے۔''(الحج:۳۲)

''تقویٰ نام ہے اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے کا۔''(النور:۵۲)

''تقویٰ نام ہے سمع واطاعت کے باوجود اپنے رب سے ڈرتے رہنے کا۔''(التغابن:۱۶)

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ أُرَاهُ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمَنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ» (رواہ البخاری: کتاب الجہاد والسیر، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں سو(۱۰۰) درجے مجاہدین کے لیے تیار کیے ہیں دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس مانگا کرو بلاشبہ وہ جنت کے درمیان سب سے اعلیٰ جنت ہے میں نے دیکھا کہ اس کے

اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اس سے ہی جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔''

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُولُهَا سِتُّونَ مِيلًا لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا» (رواہ مسلم: کتاب الجنة و صفة نعیمها و أهلها، باب فی صفة خیام الجنة)

''حضرت عبداللہ بن قیس اپنے باپ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جنت میں مومن کے لیے موتی کا ایک ایسا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی وہاں مومن کے گھر والے ہوں گے جنکے ہاں وہی جائے گا اور جنتی ایک دوسرے کے ہاں جھانک نہیں سکیں گے۔''

مسائل

۱۔ متقین کو جنت کے محلات میں داخل کیا جائے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے جو ہر صورت پورا ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

جنّت اور اس کی نعمتیں:

۱۔ ہم ان کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ (الحجر: ۴۷۔۴۸)

۲۔ جنت کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور اس کے پھل اور سائے ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ (الرعد: ۳۵)

۳۔ جنت میں بے خار بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، گھنا سایہ، چلتا ہوا پانی، اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ (الواقعۃ: ۲۸ تا ۳۰)

۴۔ جنت کے میوے ٹپک رہے ہوں گے۔ (الحاقۃ: ۲۳)

۵۔ جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی جنتی خواہش کرے گا۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۱)

۶۔ جنت میں نیچی نگاہ رکھنے والی حوریں ہوں گی جنہیں کسی جن وانس نے چھوا تک نہیں ہوگا۔ (الرحمٰن: ۵۶)

۷۔ جنت میں محبت کرنے والی ہم عمر حوریں ہوں گی۔ (الواقعہ: ۳۷)

۸۔ حوریں نوجوان، کنواریاں اور ہم عمر ہوں گی۔ (الواقعہ: ۳۵ تا ۳۸)

۹۔ جنت کی بیویاں پاک ہونگی۔ (البقرۃ: ۲۵) ۱۰۔ خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والیاں ہونگی۔ (الصّٰفّٰت: ۴۸، ۴۹)

۱۱۔ جنتیوں کی ہم عمر ہوں گی۔ (صٓ: ۵۲) ۱۲۔ یاقوت و مونگے کی طرح خوبصورت ہونگی۔ (الرّحمٰن: ۵۸)

۱۳۔ ہم نے اس میں کھجوروں، انگوروں کے باغ بنائے ہیں اور ان میں چشمے جاری کیے ہیں۔ (یٰسٓ: ۳۴)

۱۴۔ یقیناً متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ (الذاریات: ۱۵)

اَلَمْ	تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ
کیا نہیں	آپ نے دیکھا	بے شک	اللہ	اس نے نازل کیا	سے آسمان
مَآءً	فَسَلَكَهٗ	يَنَابِيْعَ	فِي الْاَرْضِ	ثُمَّ	يُخْرِجُ
پانی	پھر اس نے داخل کیا اس کو	چشموں میں	میں	زمین	پھر وہ نکالتا ہے
بِهٖ	زَرْعًا	مُّخْتَلِفًا	اَلْوَانُهٗ	ثُمَّ	يَهِيْجُ
اس کے ساتھ	کھیتی	مختلف ہوتے ہیں	اس کے رنگ	پھر	وہ خشک ہو جاتی ہے
فَتَرٰىهُ	مُصْفَرًّا	ثُمَّ	يَجْعَلُهٗ	حُطَامًا ؕ	اِنَّ
پھر آپ دیکھتے ہیں اسے	زرد	پھر	وہ اس کو کر دیتا ہے	ریزہ ریزہ	بلاشبہ
فِيْ ذٰلِكَ	لَذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾			
اس میں	ضرور نصیحت ہے	اہل عقل کے لیے			

ع ۲ ۱۲ ۱۶

''کیا آپ دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو سوتوں اور چشموں اور دریاؤں کی شکل میں زمین کے اندر جاری کیا، پھر وہ اس پانی کے ذریعہ سے طرح طرح کی کھیتیاں نکالتا ہے جن کی مختلف قسمیں ہیں پھر وہ کھیتیاں پک کر سوکھ جاتی ہیں پھر آپ دیکھتے ہو کہ وہ زرد پڑ جاتی ہیں پھر آخر کار اللہ ان کو بھس بنا دیتا ہے درحقیقت اس میں عقل رکھنے والوں کے لیے ایک سبق ہے۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس اچھے قول کی متقی پیروی کرتے ہیں اس کی مثال بارش کی مانند ہے:

اچھے قول سے مراد ''اللہ'' کا دین ہے جسے ''اللہ'' نے وحی کے ذریعے نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اس کی مثال یہاں اور سورۃ البقرہ کی آیت ۱۹ میں بارش کے ساتھ دی گئی ہے ''اس کی مثال آسمان سے بارش کی طرح ہے جس میں اندھیرے گرج' اور بجلی ہے لوگ موت سے اور کڑک سے ڈر کر اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔'' (البقرۃ:۱۹) یہاں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے جسے زمین کے سوتوں میں پہنچاتا اور چشمے جاری کرتا ہے پھر اس کے ذریعے مختلف قسم کی فصلیں اُگاتا ہے ان میں ایسی جڑی بوٹیاں بھی ہوتی ہیں جو صرف بارش سے اگتی ہیں اور کچھ مدت کے لیے لہلہاتی ہیں اوپھر گل سڑ جاتی ہیں بارش کے نزول اور اس کے ذریعے اُگنے والی مختلف قسم کی نباتات میں عقل سے کام لینے والوں کے لیے بہت سی نصیحتیں ہیں۔

''لُبّ'' کا معنیٰ عقل، فہم، فراست، دانائی اور سمجھ ہے۔

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھے بھیجا ہے اس کی مثال زمین پر برسنے والی موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین کا قطعہ اچھا تھا اس نے اسے قبول کیا خوب اس نے گھاس اور سبزہ اگایا۔ جو زمین سخت تھی پانی اس میں جذب ہونے کی بجائے کھڑا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا لوگوں نے اس سے خود پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور پھر اس سے کھیتی باڑی بھی کی زمین کا تیسرا ٹکڑا چٹیل میدان تھا نہ اس نے پانی جذب کیا اور نہ ہی پانی اس کے اوپر ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین دے کر مجھے مبعوث فرمایا اس دین کی فہم حاصل کرنے والے اور اس سے نفع اٹھانے والے کی مثال ایسے ہے کہ اس نے علم سے فائدہ اٹھایا خود سیکھا اور لوگوں کو بھی سکھلایا۔ دوسری زمین کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے دین کے علم کی طرف توجہ نہ کی اور نہ ہی اس بات کو قبول کیا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔''

(رواہ البخاری: کتاب العلم، باب فضل من علم)

مسائل

۱۔ ''اللہ'' ہی آسمان سے بارش نازل کرنیوالا ہے۔ ۲۔ ''اللہ'' ہی بارش کے ذریعے مختلف قسم کی نباتات اُگانیوالا ہے۔
۳۔ ''اللہ'' ہی بارش کے پانی کو زمین میں داخل کرتا اور چشمے جاری کرتا ہے۔
۴۔ بارش اور اس سے اگنے والی نباتات میں عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی بارش نازل کرنیوالا ہے:

۱۔ زمین وآسمان بنانے اور بارش اتارنے والا ''اللہ'' ہے کیا اس کے ساتھ کوئی اور برسانے والا ہے؟ (النمل: ۶۰)
۲۔ ''اللہ'' وہ ذات ہے جو ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے جو بھاری بادل اٹھاتی ہیں۔ (الاعراف: ۵۷)
۳۔ آسمانوں وزمین کی پیدائش، دن اور رات کی گردش، سمندر میں کشتیوں کے چلنے، آسمان سے بارش نازل کرنے، بارش سے زمین کو زندہ کرنے، چوپایوں کے پھیلنے، ہواؤں کے چلنے اور بادلوں کے مسخر ہونے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ (البقرۃ: ۱۶۴)
۴۔ قیامت برپا ہونے، بارش کے نازل ہونے، جو کچھ رحموں میں ہے اور انسان کل کیا کمائے گا اور اُسے کہاں موت آئے گی انہیں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ (لقمان: ۳۴)
۵۔ تم ''اللہ'' سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو وہ آسمان سے تمہارے لیے بارش نازل فرمائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ کرے گا۔ (ہود: ۵۲)

اَفَمَنْ	شَرَحَ	اللّٰهُ	صَدْرَهٗ	لِلْاِسْلَامِ	فَهُوَ	عَلٰى
کیا پھر جو شخص	کھول دیا	اللہ نے	اس کا سینہ	اسلام کے لیے	پس وہ ہے	پر
نُوْرٍ	مِّنْ	رَّبِّهٖ ؕ	فَوَيْلٌ	لِّلْقٰسِيَةِ	قُلُوْبُهُمْ	مِّنْ
روشنی	سے	اپنے رب کی طرف	تو ہلاکت ہے	ان کے لیے کہ سخت ہیں	ان کے دل	سے
ذِكْرِ	اللّٰهِ ؕ	اُولٰٓئِكَ	فِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾	
یاد	اللہ کی	یہی لوگ ہیں	میں	گمراہی	صریح	

''کیا وہ شخص جس کا سینہ ''اللہ'' نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے اور وہ اپنے رب کی روشنی میں چل رہا ہے اس کے مقابلے میں ان لوگوں کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ کی نصیحت کے بارے میں سخت ہو گئے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔'' (۲۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح بارش کا پانی جذب کرنے کے بعد زمین گل وگلزار اگاتی ہے اسی طرح ہی جو شخص ہر حال میں اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور وہ اسلام کی روشنی میں زندگی بسر کرتا ہے۔

اسلام کی پہلی دعوت ''اللہ'' کی ذات اور اس کی صفات پر اس طرح ایمان لانا ہے جس طرح اس کا حکم اور تقاضا ہے جو شخص توحید کے تقاضے پورے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دیتا ہے جس بنا پر اس کے سینے میں ہدایت کا نور پیدا ہوتا ہے ایسا شخص بڑی سے بڑی مصیبت میں اپنے رب پر راضی رہتا ہے، اسے غیر معمولی کامیابی اور خوشی نصیب ہوتی ہے تو بھی اپنے آپ سے باہر نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص ہے جس کا دل کفر وشرک اور گناہوں کی وجہ سے سخت ہو گیا ہے اسے نصیحت کی جائے تو اس سے چڑتا ہے اور اللہ کی توحید کا تذکرہ ہو تو اس سے بدکتا ہے۔ اس قسم کے لوگ راہِ راست سے اس قدر بھٹک جاتے ہیں کہ ان کی گمراہی میں رتی بھر بھی شک باقی نہیں رہتا کیونکہ ان کے دل اس قدر سخت ہو جاتے ہیں کہ ان پر کوئی نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی یہ بدقسمتی اور نافرمانی کا وہ درجہ ہے جس کے بارے میں قرآن مجید نے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دیتا ہے اور ان کی آنکھوں پر گمراہی کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ قیامت کے دن ان کے لیے عظیم عذاب ہوگا۔ (البقرہ: ۷)

اَللّٰهُ	نَزَّلَ	اَحْسَنَ	الْحَدِيْثِ	كِتٰبًا	مُّتَشَابِهًا	مَّثَانِيَ ۖ
اللہ	اس نے نازل کی	بہترین	بات	کتاب	آپس میں ملتی جلتی	بار بار دہرائی جانے والی

تَقْشَعِرُّ	مِنْهُ	جُلُوْدُ	الَّذِيْنَ	يَخْشَوْنَ	رَبَّهُمْ ۚ	ثُمَّ
کانپ اُٹھتے ہیں	اس سے	جسم	ان لوگوں کے جو	ڈرتے ہیں	اپنے رب سے	پھر

تَلِيْنُ	جُلُوْدُهُمْ	وَقُلُوْبُهُمْ	اِلٰى	ذِكْرِ	اللّٰهِ ؕ	ذٰلِكَ
نرم ہوجاتے ہیں	ان کے وجود	اوران کے دل	طرف	یاد کی	اللہ کی	یہی ہے

هُدَى	اللّٰهِ	يَهْدِيْ	بِهٖ	مَنْ	يَّشَآءُ ؕ
ہدایت	اللہ کی	وہ ہدایت دیتا ہے	اس کے ذریعے	جسے	وہ چاہتا ہے

وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ	مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾
اور جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں	اسے	کوئی بھی ہدایت دینے والا

''اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، یہ ایسی کتاب ہے جس کے تمام مضمون ایک دوسرے کے ترجمان ہیں اور جس کے مضامین بار بار دُہرائے گئے ہیں، اُسے سن کر اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے وجود اور ان کے دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہوتے ہیں یہ اللہ کی ہدایت ہے جسے چاہتا ہے اُسے راہِ راست پر لے آتا ہے اور جس کو اللہ ہدایت نہ دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (٢٣)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس نور کا پچھلی آیت میں ذکر ہوا وہ قرآن مجید کی شکل میں نازل ہوا ہے اور یہ ''اللہ'' سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

اس سے پہلی آیت میں یہ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دے وہ اپنے رب کے نور پر ہوتا ہے۔ المائدۃ آیت ١٥ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نور قرار دیا ہے پھر ارشاد ہوا کہ اس قرآن کو ہم نے آپ ﷺ کی طرف نازل فرمایا تاکہ آپ اپنے رب کے حکم سے لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر قرآن کے نور کی طرف لے آئیں۔ (ابراہیم:١)

یہاں قرآن مجید کو "اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ" فرمایا ہے اس کی آیات اور مضامین آپس میں ملتے جلتے ہیں اور بار بار دوہرائے جاتے ہیں جو لوگ اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں۔ قران کی آیات سن کر ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، اور ان کے وجود کانپ اٹھتے ہیں، ان کے دل اپنے رب کی ذات اور اس کے فرمان کی طرف مزید متوجہ ہوجاتے ہیں، یہ ''اللہ'' کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ جس کو اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوتا،

قرآن مجید کے بے شمار اوصاف ہیں اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے چار اوصافِ حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے۔

① قرآن مجید کے احکام اور اس کے ارشادات ہر اعتبار سے بہترین اور دنیا اور آخرت کے لیے بے انتہا مفید ہیں اسی لئے نبی آخر الزمان ﷺ اپنے خطبہ میں یہ الفاظ اکثر پڑھا کرتے تھے۔

«فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» (رواہ مسلم: باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ)

''بے شک سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ بدترین کام بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

② قرآن مجید کے مضامین آپس میں ملتے جلتے ہیں ان میں کسی قسم کا تعارض اور تناقص نہیں پایا جاتا۔ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے سوا جو واقعات قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں انہیں مختلف الفاظ میں اور کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے لیکن کسی ایک واقعہ میں تضاد کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔

③ قرآن مجید اس قدر محبوب اور دل آویز کتاب ہے کہ اسے جتنی بار پڑھا جائے اس کی کشش اور لذت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے دنیا میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں اور نہ ہوگی جسے بار بار پڑھنے سے دل کی چاہت میں اضافہ ہوتا ہو یہ لذت اور سرور صرف کتاب اللہ میں ہی پایا جاتا ہے۔

④ قرآن مجید کی تاثیر کا عالم یہ ہے کہ کوئی شخص اسے سمجھ کر پڑھے یا صرف اس کی تلاوت کرے تب بھی یہ پڑھنے والے پر اپنا غیر معمولی اثر مرتب کرتا ہے جس وجہ سے ترجمہ نہ جاننے والے شخص پر بھی اس قدر گہرا اثر ہوتا ہے کہ اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کا وجود لرزتا ہے اور دل اللہ کی یاد میں مسرور اور مسحور ہو جاتا ہے۔ جس نے سمجھ کر اس کی تلاوت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی اس میں کسی قسم کا تکبر نہیں پایا جاتا اگر کسی وقت اس پر شیطان کا غلبہ ہو تو وہ اللہ کی یاد سے شیطان کے اثرات سے نجات پاتا ہے۔

ہدات اور گمراہی کے بارے میں فہم القرآن کے کئی مقامات پر عرض ہوا ہے کہ جس طرح دوسری نعمتیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اسی طرح ہدایت اور گمراہی بھی اس کے قبضہ میں ہے جو شخص ہدایت کا طالب ہوتا ہے اسے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرتا ہے اور جو ہدایت نہیں چاہتا اسے گمراہی کے لیے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف یوں منسوب کرتا ہے کہ جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کردے۔

{مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝} (الاعراف:۱۷۸)

''جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت والا ہے اور جسے وہ گمراہ کردے وہ شخص خسارہ پانے والا ہے۔''

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِي هُودٌ

وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ)

(رواہ الترمذی: باب وَمِنْ سورَةِ الْوَاقِعَةِ [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر وقت سے پہلے بڑھاپے کے آثار دکھائی دے رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے "سُورہِ هُود، سُورہِ واقِعة، سُورہِ مُرسلات، سُورہِ عمَّ يَتَسآءَلُون اور سُورہِ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ" نے بوڑھا کر دیا ہے۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید کے احکام اور ارشادات ہر حوالے سے بے مثال، دنیا اور آخرت میں بے انتہا فائدہ دینے والے ہیں۔
۲۔ قرآن مجید کے مضامین اور احکام میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ۳۔ قرآن مجید ہی بار بار پڑھی جانے والی کتاب ہے۔
۴۔ قرآن مجید کی تلاوت سے انسان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور وجود میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور دل اپنے رب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ۵۔ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کی تاثیر:

۱۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔ (آل عمران: ۱۳۸)
۲۔ قرآن مجید لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ (ابراہیم: ۱)
۳۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ (البقرۃ: ۱۸۵) ۴۔ قرآن مجید دلوں کے لیے شفا ہے۔ (یونس: ۵۷)
۵۔ تلاوتِ قرآن سے اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ (الانفال: ۲) ۶۔ قرآن کی تلاوت سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔ (الانفال: ۲)

جس کو اللہ ہدایت نہ دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں:

۱۔ ہدایت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت قرار دے۔ (البقرۃ: ۱۲۰) ۲۔ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص: ۵۶)
۳۔ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۳)
۴۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پا سکتا۔ (الاعراف: ۴۳)
۵۔ ہدایت جبری نہیں اختیاری چیز ہے۔ (الدھر: ۳) ۶۔ نبی اکرم ﷺ بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ (القصص: ۵۶)
۷۔ ہدایت پانا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ (الحجرات: ۱۷)
۸۔ رسول اکرم ﷺ کی تابعداری انسان کی ہدایت کی ضمانت ہے۔ (النور: ۵۴)
۹۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان ہدایت کی کسوٹی ہے۔ (البقرۃ: ۱۳۷)
۱۰۔ ہدایت پر استقامت کی دعا کرنا چاہیے۔ (آل عمران: ۸)

اَفَمَنْ	يَّتَّقِيْ	بِوَجْهِهٖ	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ	يَوْمَ
کیا پھر جو شخص	بچتا ہے	اپنے چہرے کے ذریعے	بُرے	عذاب سے	دن
الْقِيٰمَةِ ؕ	وَقِيْلَ	لِلظّٰلِمِيْنَ	ذُوْقُوْا	مَا	كُنْتُمْ	تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾
قیامت کے	اور کہا جائے گا	ظالموں سے	تم چکھو	جو	تم تھے	کماتے

''اس شخص کا کیا اندازہ کر سکتے ہو جو قیامت کے دن اپنا چہرہ عذاب سے بچانے کی کوشش کرے گا ایسے ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب اس کا مزہ چکھو جو تم کیا کرتے تھے۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جن لوگوں نے ہدایت کے باوجود گمراہی کو پسند کیا ان کا انجام۔

جس شخص نے اپنے لیے گمراہی کو پسند کیا اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دے قیامت کے دن اسے بدترین عذاب ہوگا اور انہیں کہا جائے گا کہ ظالمو! اپنے کیے کا مزہ چکھو انسان کی فطرت ہے کہ جب اس پر کوئی چیز سامنے سے حملہ آور ہوتی ہے تو وہ سب سے پہلے اپنا چہرہ چھپانے اور بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ جہنم کی آگ اس قدر شعلہ فگن ہوگی کہ جس کے شعلے پہاڑوں کی مانند ہوں گے اور جہنمی کا جسم اتنا بڑا ہوگا کہ اس کی زبان تین میل لمبی اور اس کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی۔ (رواہ البخاری: کتاب الرقاق) جب اسے جہنم میں دھکیلا جائے گا تو جہنم کی آگ طوفان کی شکل میں اس کی طرف لپکے گی اور اس کے شعلے اس قدر جوش مارتے ہوئے جہنمی کے چہرے کی طرف بڑھیں گے۔ کہ وہ ہر ممکن کوشش کرے گا کہ اس کا چہرہ بچ جائے لیکن وہ کسی صورت اپنا چہرہ اور جسم نہیں بچا سکے گا۔

{ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ } (الھمزۃ: ۴تا۹)

''ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یقیناً وہ حطمہ میں ڈال دیا جائے گا اور تجھے کیا معلوم ''حطمہ'' کیا ہے۔ ''حطمہ'' اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک چڑھ آئے گی وہ آگ ان کو گھیرے ہوئے ہے لمبے لمبے ستونوں میں بندھے ہوئے ہیں۔''

{ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾ }

(الزمر: ۱۶)

''اُن کے اُوپر اور نیچے سے آگ ہوگی یہ وہ انجام ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اے میرے بندو میرے عذاب سے بچو۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِيلَ يَا

رَسُولَ اللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّينَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا»

(رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب صفة النار)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمھاری دنیا کی آگ جہنم کی آگ کے ستر درجے کم ہے صحابہ نے عرض کی کیا یہی آگ کافی نہیں تھی آپ نے فرمایا: وہ اس سے انہتر درجے زیادہ تیز ہے اور ہر درجہ دوسرے کے برابر ہے۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ أُوقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى احْمَرَّتْ ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ ثُمَّ أُوقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ»

(رواہ الترمذی: کتاب صفة جهنم [ضعیف])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا تو وہ سرخ ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر اس کو ایک ہزار سال تک بھڑکایا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ ہوگئی اب اس کا رنگ سیاہ ہے۔''

مسائل

۱۔ جہنمی جہنم کی آگ سے اپنے چہرے بچانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ ہرگز نہ بچا سکیں گے۔

۲۔ قیامت کے دن ظالموں کو ہر صورت اپنے کردار کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

جہنم کی آگ کا جوش:

۱۔ جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ (البقرۃ: ۲۴) ۲۔ جہنم کی آگ بہت زیادہ تیز ہوگی۔ (التوبۃ: ۸۱)

۳۔ مجرم لوگ جہنم کے گرجنے برسنے کی آوازیں سنیں گے۔ (الفرقان: ۱۲) ۴۔ جہنم بھرنے کا نام نہیں لے گی۔ (قٓ: ۳۰)

۵۔ جہنم کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے اور اس پر سخت گیر فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ (التحریم: ۶)

۶۔ مجرموں کو جب جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ اس کی چنگھاڑ سنیں گے۔ (الملک: ۷)

۷۔ جہنم کی آگ کے شعلے بڑے بڑے مکانوں کے برابر بلند ہوں گے۔ (المرسلٰت: ۳۲)



كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	فَاَتٰىهُمُ	الْعَذَابُ
جھٹلایا	ان لوگوں نے جو	ان سے پہلے تھے	تو آیا ان کے پاس	عذاب
مِنْ حَيْثُ	لَا	يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾	فَاَذَاقَهُمُ	اللّٰهُ
ایسی جگہ سے	نہیں	وہ خیال کرتے تھے	چنانچہ چکھائی ان کو	اللہ نے
الْخِزْيَ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ	وَلَعَذَابُ
رسوائی	میں	زندگی	دنیاوالی	اور البتہ عذاب
الْاٰخِرَةِ				
آخرت کا				
اَكْبَرُ ۘ	لَوْ	كَانُوْا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾	
بہت بڑا ہے	کاش	وہ ہوتے	وہ جانتے	

''ان سے پہلے بھی لوگ اسی طرح جھٹلا چکے ہیں، اُن پر عذاب ایسی طرف سے آیا جدھر کا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔(۲۵) اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں ذلّت سے دوچار کیا، اور آخرت کا عذاب شدید تر ہے، کاش! وہ لوگ جانتے۔''(۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ظالموں کو صرف آخرت میں سزا نہیں ملے گی بلکہ دنیا میں بھی انہیں ذلّت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

کفار اور مشرکین کو نبی اکرم ﷺ بار بار سمجھاتے کہ اگر تم نے کفر و شرک کو نہ چھوڑا تو قیامت کے دن تمہیں اذیّت ناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور دنیا میں بھی تم پر عذاب نازل ہوسکتا ہے۔ اس بات پر لوگ آپ کا مذاق اڑاتے اور تکرار کے ساتھ مطالبہ کرتے کہ جس عذاب سے ہمیں ڈرایا اور دھمکایا جاتا ہے وہ ہم پر نازل کیوں نہیں ہوتا؟ عذاب کا مطالبہ کرنے والوں کو ایک مرتبہ پھر سمجھایا گیا ہے کہ جس عذاب کا تم مذاق اڑاتے ہو وہ تمہیں ایسے مقام اور وقت میں آلے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کرسکتے اگر سمجھنا اور بچنا چاہتے ہو تو اپنے سے پہلے ظالموں کی تاریخ پڑھو اور ان کا جغرافیہ دیکھو! تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی زندگی میں کس طرح ذلیل کیا اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہوگا کاش! وہ لوگ حقیقت پانے کی کوشش کرتے۔

تفسیر بالقرآن

پہلی اقوام پر عذاب کی مختلف صورتیں:

۱۔ کیا وہ لوگ بے فکر ہوگئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے؟(النحل:۴۵) ۲۔ قومِ عاد کو تیز و تند ہوا نے ہلاک کیا۔(الحاقۃ:۶)

۳۔ قومِ ثمود کو چیخ نے آ پکڑا وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔(ھود:۶۷)

۴۔ آلِ فرعون کو غرق کردیا گیا۔(البقرۃ:۵۰) ۵۔ بنی اسرائیل کو اللہ نے ذلیل بندر بنادیا۔(البقرۃ:۶۵)

وَلَقَدْ	ضَرَبْنَا	لِلنَّاسِ	فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ	مِنْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے بیان کی	لوگوں کے لیے	اس قرآن میں	سے
كُلِّ	مَثَلٍ	لَّعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾	قُرْاٰنًا
ہر	مثال	تاکہ وہ	نصیحت پکڑیں	قرآن ہے
عَرَبِيًّا				
عربی میں				
غَيْرَ	ذِيْ عِوَجٍ	لَّعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾	
نہیں ہے	کجی والا	تاکہ وہ	ڈریں	

''ہم نے قرآن میں لوگوں کے لیے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔(۲۷) قرآن عربی زبان میں ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں ہے تاکہ لوگ بُرے انجام سے ڈر جائیں۔''(۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ظالموں کو عذاب میں مبتلا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں بار ہا دفعہ سمجھایا تاکہ یہ عذاب سے بچ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ضابطہ ہے کہ اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا جب تک ان کے پاس حق کا پیغام نہ پہنچ جائے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے پہلی اقوام کے پاس انبیائے کرام علیہم السلام بھیجے جو انہیں ٹھوس دلائل اور مؤثر انداز میں سمجھاتے رہے۔اسی اصول کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرمایا اور قرآن مجید میں مختلف امثال کے ذریعے لوگوں کو نصیحتیں فرمائیں تاکہ لوگ کفر وشرک اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچ کر قرآن کی ہدایت کے مطابق زندگی گزاریں۔قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف اور ابہام نہیں پایا جاتا قرآن مجید یکبار نہیں بلکہ تیئس (۲۳) سال میں وقفہ وقفہ سے نازل ہوا، اس کے باوجود اس میں کسی قسم کا تعارض نہیں پایا جاتا قرآن مجید اپنا پیغام اس قدر پُرحکمت اور شفاف انداز میں پیش کرتا ہے کہ معمولی سمجھ رکھنے والا انسان بھی اس سے کامل راہنمائی حاصل کرسکتا ہے، لوگوں کی فہم کی آسانی کے لیے توحید ورسالت اور موت کے بعد جی اٹھنے کے عقیدہ کو کئی مثالوں کے ذریعے بیان اور ثابت کیا گیا ہے تاکہ لوگ اس پر ایمان لائیں، اس کے تقاضے پورے کریں اور اپنے رب کی نافرمانی سے بچیں۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید میں کوئی ابہام اور اختلاف نہیں پایا جاتا:

۱۔ یہ کتاب مبین ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔(البقرۃ:۲)

۲۔ قرآن مجید میں کوئی کجی نہیں ہے۔(الکہف:۱)

۳۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت اور رحمت ہے۔(یونس:۵۷)

ضَرَبَ	اللّٰهُ	مَثَلًا	رَّجُلًا	فِيْهِ	شُرَكَآءُ	مُتَشٰكِسُوْنَ
بیان کی	اللہ نے	مثال	آدمی کی	جس میں	کئی شریک ہیں	باہم اختلاف رکھنے والے
وَرَجُلًا	سَلَمًا	لِّرَجُلٍ ؕ	هَلْ	يَسْتَوِيٰنِ	مَثَلًا ؕ	
اور ایک آدمی	جو وقف ہے	ایک ہی آدمی کے لیے	کیا	وہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں	مثال کے لحاظ سے	
اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ ۚ	بَلْ	اَكْثَرُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾	
سب تعریفیں	اللہ کے لیے ہیں	بلکہ	ان کے اکثر	نہیں	وہ علم رکھتے	

''اللہ مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص وہ ہے جس کی ملکیت میں بہت سے کج خلق آقا شریک ہیں جو اُسے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں اور دوسرا شخص مکمل طور پر ایک ہی آقا کا غلام ہے کیا ان دونوں کا حال یکساں ہو سکتا ہے۔؟ تمام تعریفات ''اللہ'' کے لیے ہیں مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن مجید میں بیان کی گئی امثال میں سے ایک مثال۔

قرآن مجید کی پہلی اور بنیادی دعوت ''اللہ'' کی ذات اور اس کی صفات کا شعور حاصل کرنا اور اس کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنا ہے اس لیے توحید کو مختلف انداز اور امثال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے۔ مشرک اور موحد کے درمیان فرق سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کی مثال دی ہے ان میں سے ایک شخص وہ ہے جو کئی آقاؤں کا زرخرید غلام ہے جو مختلف مزاج رکھنے والے اور ایک دوسرے سے بڑھ کر بد اخلاق ہیں اس غلام کو ایک مالک اپنی طرف بلاتا ہے اور دوسرا اپنے پاس آنے کا حکم دیتا ہے، ایک آقا اپنی مرضی کا کام دیتا ہے اور دوسرا اس کے اُلٹ ڈیوٹی لگاتا ہے ایسے غلام کی بے بسی اور مظلومیت کا کون تصور کر سکتا ہے کہ جو ایک قدم آگے بڑھانے پر مجبور ہے اور دوسرا قدم پیچھے کی طرف اٹھانے پر مجبور کر دیا جاتا ہے جائے تو کہاں جائے حکم مانے تو کس کا مانے گویا کہ وہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص ہے جس کا صرف ایک ہی مالک ہے جو نہایت ہی خیر خواہ اور بہت مہربان ہے وہ اسے حکم دیتے ہوئے اس کی طبیعت اور استعداد کا خیال رکھتا ہے کیا دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ کوئی ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص بھی انہیں ایک جیسا نہیں کہہ سکتا اسی لیے موحد کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے رب کا شکر ادا کرے جس نے اُسے صرف اپنے سامنے جھکنے کا حکم دیا اور اس کو در در کی ٹھوکروں سے بچا لیا اور توحید کے ایسے دلائل دیئے کہ جو ہر دور کے مشرک کو لاجواب کر دیتے ہیں لیکن مشرک اس قدر حقیقی علم سے بے خبر ہوتا ہے کہ وہ دو غلاموں کا فرق سمجھنے اور اس سچائی کو جاننے کے باوجود صرف اللہ کی بندگی اور بہت سے خداؤں کی بندگی میں فرق کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا یہی مشرک اور

موحد کا فرق ہے موحد کا عقیدہ ہے کہ میرا رب میری طاقت سے زیادہ مجھ پر بوجھ نہیں ڈالتا اس کے ہر حکم اور کام میں حکمت اور خیر خواہی ہوتی ہے جس بنا پر موحد عُسر اور یُسر، خوشی اور غمی میں اپنے رب پر راضی رہتا ہے۔ اس کے مقابلے میں مشرک نہ اپنے رب کے حکم کی اتباع کرتا ہے اور نہ ہی اس کے فیصلوں پر راضی ہوتا ہے رب کا حکم ہے کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے اور نہ میرے حکم کے خلاف کسی کا حکم تسلیم کیا جائے۔ مشرک نہ اپنے رب کے فیصلوں پر راضی ہوتا ہے اور نہ اس کے حکم کو تسلیم کرتا ہے وہ ایک رب کی عبادت کرنے کی بجائے جگہ جگہ ٹکریں مارتا پھرتا ہے ایک مالک کا حکم ماننے کی بجائے کبھی کسی ڈکٹیٹر کا حکم مانتا ہے اور کبھی جمہوریت کو حاکمِ اعلیٰ تسلیم کرتا ہے وہ ایک رسول کی اطاعت کرنے کی بجائے جو حقیقتاً اللہ کی اطاعت ہے کئی اماموں اور بزرگوں کی اطاعت کا دم بھرتا ہے۔ کیا ''اللہ'' اور اس کے رسول کی تابعداری بہتر ہے یا کئی خداؤں اور بہت سے اماموں کی تابعداری بہتر ہے؟ پھر سوچ لیجیے کہ دونوں میں کون بہتر ہے؟ لیکن مشرک اس حقیقت کو پانے کے لیے تیار نہیں۔

مسائل

۱۔ کیا ایک کی غلامی بہتر ہے یا کئی آقاؤں کی غلامی بہتر ہے؟
۲۔ کیا ایک الٰہ کا بندہ بننا اور اس کی عبادت کرنا بہتر ہے یا کئی خداؤں کا بندہ بننا اور ان کے سامنے جھکنا بہتر ہے؟
۳۔ کیا حاکم حقیقی کا حکم ماننا بہتر ہے یا کسی ڈکٹیٹر اور جمہوریت کو حاکمِ اعلیٰ تسلیم کرنا بہتر ہے؟
۴۔ کیا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بہتر ہے یا درجنوں خداؤں، کئی اماموں اور پیروں کی تابعداری بہتر ہے؟
۵۔ تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جس نے انسان کو صرف اپنی بندگی کا حکم دیا ہے۔
۶۔ لوگوں کی اکثریت حقائق جاننے اور انہیں ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔

تفسیر بالقرآن

قرآن کی امثال:

۱۔ ایک غلام کے دو مالک ہوں تو؟۔ (الزمر:۲۹) ۲۔ ناکارہ اور کارآمد غلام کی مثال۔ (النحل:۷۶)
۳۔ مشرک کی تباہی کی مثال۔ (الحج:۳۱) ۴۔ باطل معبودوں اور مکھی کی مثال۔ (الحج:۷۳)
۵۔ دھوپ اور سایہ کی مثال۔ (فاطر:۲۱) ۶۔ اندھیرے اور روشنی کی مثال۔ (فاطر:۲۰)
۷۔ اندھے، دیدے، بہرے اور سننے والے کی مثال۔ (ھود:۲۴)

اِنَّكَ	مَيِّتٌ	وَّ	اِنَّهُمْ	مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾	ثُمَّ	اِنَّكُمْ
بلاشبہ آپ	مرنے والے ہیں	اور	بے شک وہ بھی	مرنے والے ہیں	پھر	بلاشبہ تم

يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	عِنْدَ	رَبِّكُمْ	تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾
دن	قیامت کے	پاس	اپنے رب کے	تم جھگڑو گے

''اے نبی آپ کو مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔(۳۰) پھر یقیناً تم قیامت کے دن سب اپنے رب کے حضور اپنا اپنا جھگڑا پیش کرو گے۔''(۳۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بے علمی کی انتہا اور اس کے بُرے نتائج۔

مکہ کے ابتدائی سالوں کی بات ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ قرآن مجید کے دلائل اور اس میں دی جانے والی امثال کے ذریعے توحید و رسالت اور آخرت کا عقیدہ بیان فرماتے تو مکہ کے بڑے بڑے لوگ لاجواب ہو جاتے لیکن عوام کو مطمئن کرنے کے لیے کہتے کہ محمد ﷺ کی خود ساختہ دعوت از خود ختم ہو جائے گی تھوڑے سے انتظار کی ضرورت ہے اس کے مرنے کے بعد اس کا قصہ بالکل پاک ہو جائے گا۔ نہ اس کا بیٹا ہے جو اس کے مشن کو جاری رکھ سکے اور نہ اس کے ساتھی اتنے زیادہ ہیں جو ہمارا مقابلہ کر سکیں انہیں اس موقعہ پر یہ جواب دیا گیا کہ ان کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کو موت آجائے گی۔ کیا آپ کو موت آئے گی تو انہوں نے دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے بھی مرنا ہے اور آپ کو بھی موت آئے گی کیونکہ موت ہر ذی روح کا مقدر ہے۔ صرف آپ ﷺ کا رب ہمیشہ سے ہے اور اس نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اسی کے سامنے قیامت کے دن تنازعات پیش ہوں گے اور وہی تمہارے تنازعات کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

تنازعات انفرادی ہوں یا اجتماعی، مذہبی ہوں یا سیاسی، مالیاتی ہوں یا فوج داری غرض کے جس قسم کے بھی چھوٹے بڑے تنازعات ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلے صادر فرمائے گا یہاں تک کہ جانوروں کے درمیان بھی عدل کے ساتھ فیصلے کیے جائیں گے۔

«عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ» (رواہ مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: تمہیں قیامت کے دن لوگوں کے حقوق ان کے مالکوں کو ادا کرنا پڑیں گے، یہاں تک کہ جس بکری کے سینگ نہیں ہیں اس کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔''

«عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ أَوْ بَعْضُ أَزْوَاجِهِ إِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذَاكِ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللهِ وَكَرَامَتِهِ فَلَيْسَ شَيْئٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ وَأَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللهِ وَعُقُوبَتِهِ فَلَيْسَ شَيْئٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ وَكَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ»

(رواہ البخاری: کتاب الرقاق، باب، من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاءہ)

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ ﷺ کی بیویوں میں سے کسی نے عرض کیا ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بات یہ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کو اللہ کی رضامندی اور انعام و اکرام کی بشارت دی جاتی ہے اس بشارت کی وجہ سے موت اسے تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتی ہے اس وجہ سے وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب کی وعید سنائی جاتی ہے یہ وعید اسے اپنے سامنے چیزوں سے سب سے زیادہ ناپسند ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(مومن موت سے پہلے گھبراتا ہے جب آجاتی ہے تو اپنے مالک کی ملاقات کے لیے خوش ہو جاتا ہے۔)

مسائل

۱۔ اے رسول ﷺ آپ کو بھی موت آئے گی اور آپ کے مخالفوں نے بھی مرنا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

تفسیر بالقرآن

موت سب کو آنی ہے:

۱۔ ہر شے فنا ہو جائے گی صرف رب رحمٰن باقی رہے گا۔ (الرحمٰن: ۲۶، القصص: ۸۸)

۲۔ قلعہ بند ہونے کے باوجود موت نہیں چھوڑے گی۔ (النساء: ۷۸) ۳۔ موت کی جگہ اور وقت مقرر ہے۔ (الاعراف: ۳۴)

۴۔ پہلے انبیاء فوت ہوئے۔ (آل عمران: ۱۴۴) ۵۔ رسول اللہ ﷺ بھی موت سے ہمکنار ہوں گے۔ (الزمر: ۳۰)

۶۔ ہر نفس کو موت آئے گی جو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوگا۔ (آل عمران: ۱۸۵)

فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَذَبَ	عَلَى	اللّٰهِ	وَ كَذَّبَ
پھر کون	زیادہ ظالم ہے	اس سے	جس نے جھوٹ بولا	پر	اللہ	اور اس نے جھٹلایا

بِالصِّدْقِ	اِذْ	جَآءَهٗ ؕ	اَلَيْسَ	فِيْ	جَهَنَّمَ
سچائی کو	جب	وہ آئی اس کے پاس	کیا نہیں	میں	جہنم

مَثْوًى	لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾
ٹھکانہ	کافروں کے لیے

''پھر اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور جب اس کے سامنے سچ آیا تو اسے جھٹلا دیا۔ کیا ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟''(۳۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ کی توحید کا انکار اور دینِ حق کو جھٹلانے والوں کا انجام۔

اہل مکہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے تھے کہ آپ قرآن اپنی طرف سے بنا لیتے ہیں یہاں بین السطور اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور جب اس کے سامنے قرآن وسنت پیش کیے جائیں تو وہ ان کی تکذیب کرے ایسے جھگڑالو اور جھوٹے آدمی کی سزا جہنم کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا یہ بھی معنیٰ ہے کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے زندہ یا فوت شدہ کسی ہستی کو اپنی خدائی میں شریک کر رکھا ہے ایسا کہنے والا پرلے درجے کا ظالم، کذاب اور جھگڑالو ہے، اس کے ساتھ وہ شخص بھی بالواسطہ طور پر اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹ لگاتا ہے جو سرورِ دوعالم ﷺ کی تکذیب کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کے لیے جہنّم تیار کی گئی ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔ ۲۔ نبی معظم ﷺ کی تکذیب کرنے والا بھی ظالم ہے۔
۳۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنیوالے کافر ہیں۔ ۴۔ کفار کے لیے جہنم تیار کی گئی ہے۔

تفسیر بالقرآن

بڑے بڑے ظالم:

۱۔ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والا ظالم ہے۔(الاعراف: ۳۷) ۲۔ سچ بات کو جھٹلانے والا ظالم ہے۔(الزمر: ۳۲)
۳۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والا ظالم ہے۔(الانعام: ۱۲) ۴۔ نبوت کا دعویٰ کرنے والا ظالم ہے۔(الانعام: ۹۳)

وَالَّذِیْ	جَآءَ	بِالصِّدْقِ	وَصَدَّقَ	بِهٖۤ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ
اور جو	آیا	سچائی کے ساتھ	اور جس نے تصدیق کی	اس کے ساتھ	یہی لوگ	وہ
الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾	لَهُمْ	مَّا	يَشَآءُوْنَ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ؕ	ذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا
متقی ہیں	ان کے لیے ہے	جو	وہ چاہیں گے	پاس	ان کے رب کے	یہ	بدلہ ہے
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾	لِيُكَفِّرَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	اَسْوَاَ	الَّذِیْ	عَمِلُوْا
نیکی کرنے والوں کا	تاکہ دور کردے	اللہ	ان سے	برائی	وہ جو	انہوں نے عمل کیے
وَيَجْزِيَهُمْ	اَجْرَهُمْ	بِاَحْسَنِ	الَّذِیْ	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾
اور وہ دے ان کو	ان کا اجر	نیکی کے بدلے	وہ جو	تھے	وہ عمل کرتے

''اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ عذاب سے بچنے والے ہیں (۳۳) انہیں اپنے رب کے ہاں سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے یہ نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ (۳۴) تاکہ ان سے جو بُرے اعمال سرزد ہوئے اللہ انہیں ختم کر دے۔ اور جو وہ بہترین اعمال کرتے رہے اُن کے بدلے میں انہیں اجر عطا فرمائے۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حق کو جھٹلانے والے کے مقابلے میں سچائی کی تصدیق کرنے والے کا مقام اور صلہ۔

جو شخص لوگوں کے سامنے سچائی کے ساتھ آیا اور جس نے سچائی کی حمایت کی وہی لوگ اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ سب کچھ ہوگا جس کی وہ تمنا کریں گے نیکی کرنے والوں کو اس طرح ہی صلہ دیا جائے گا، حق لانے والے سے مراد سرورِ دو عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ تصدیق کرنے والوں میں سرِ فہرست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے اور صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حق بات کی دعوت دی تو انہوں نے اسے قبول کیا اور دل و جان کے ساتھ حق کا ساتھ دیا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ہر آدمی اس صلہ کا حق دار ٹھہرے گا جس نے سچائی کو قبول کیا اور خلوصِ دل کے ساتھ لوگوں تک حق بات پہنچانے کی جدوجہد کرتا رہا یہ لوگ صاحب تقویٰ ہیں انہیں وہ سب کچھ دیا جائے گا جس کی وہ چاہت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو ختم فرمائے گا اور ان کے نیک کاموں کا بہترین بدلہ دینے کے ساتھ انہیں اپنے کرم سے مزید نوازتا رہے گا گناہوں کے خاتمہ کے بارے میں "كَفَّرَ" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ ہے کسی بات کو ہر اعتبار سے چھپا دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقِ دل سے حق کو ماننے والے اور اپنی استعداد کے مطابق اس کا پرچار کرنے والوں کے نامہ اعمال سے ان کے گناہوں کو کلیتاً ختم کر دیا جائے گا۔ الحمد للہ علی ذالک!

«مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهٖ» (رواہ مسلم: کتاب الإمارۃ، باب فضل إعانۃ الغازی)

''جس نے نیکی کے کام کی رہنمائی کی اس کو نیکی کرنے والے کے برابر اجر ملے گا۔''

نبی اکرم ﷺ کی دعا:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهٖ (اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَأَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ» (رواہ مسلم: کتاب الصلاۃ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بلاشبہ رسول ﷺ اپنے سجدوں میں پڑھا کرتے تھے اے اللہ میرے چھوٹے اور بڑے پہلے اور بعد والے، اعلانیہ اور پوشیدہ کیے ہوئے تمام کے تمام گناہ معاف فرمادے۔''

احسن بات اور احسن عمل:

{ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ }

(حٰمٓ السجدہ: ۳۳)

''اور اُس شخص کی بات سے اچھی بات کسی کی ہوسکتی ہے کہ جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوں۔''

مسائل

۱۔ جس شخص نے حق قبول کیا اور اسے لوگوں تک پہنچایا اس کے لیے بہترین اجر ہوگا۔

۲۔ حق قبول کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے والے کے گناہوں کو بالکل ختم کردیا جاتا ہے۔

۳۔ مذکورہ شخص پر اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے بے انتہا کرم نوازیاں فرمائے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے گناہ معاف کرتا ہے:

۱۔ میں اللہ سے مغفرت طلب کروں گا بے شک وہ بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔ (یوسف: ۹۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے معاف کردے، جسے چاہے عذاب دے، وہ بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ (آل عمران: ۱۲۹)

۳۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یقیناً وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (التوبۃ: ۹۹)

۴۔ اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرو یقیناً وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔ (البقرۃ: ۱۹۹)

۵۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں سکتے اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (النحل: ۱۸)

۶۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے یہی لوگ امیدوار ہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۸)

۷۔ اے رب ہمیں معاف کردے اور ہم پر رحم فرما تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (المومنون: ۱۰۹)

اَلَيْسَ	اللّٰهُ	بِكَافٍ	عَبْدَهٗ ؕ	وَيُخَوِّفُوْنَكَ	بِالَّذِيْنَ	مِنْ
کیانہیں	اللہ	کافی	اپنے بندے کو	اوروہ ڈراتے ہیں آپ کو	ان لوگوں کے ساتھ	سے
دُوْنِهٖ ؕ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ
اس کے سوا	اورجس کو	گمراہ کردے	اللہ	تونہیں	اس کے لیے
مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾	وَمَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ	مِنْ
کوئی ہدایت دینے والا	اور جسے	ہدایت دے	اللہ	تونہیں	اس کو	کوئی
مُّضِلٍّ ؕ	اَلَيْسَ	اللّٰهُ	بِعَزِيْزٍ	ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾
گمراہ کرنے والا	کیانہیں	اللہ	غالب	انتقام لینے والا

''اے نبی کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ وہ آپ کو اللہ کے سوا دوسروں سے ڈراتے ہیں جسے اللہ گمراہی میں مبتلا کرے اُسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں۔(۳۶) اور جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی بھٹکانے والا نہیں کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے۔؟''(۳۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حق کی تصدیق اور تبلیغ کرنیوالوں کے لیے آخرت کے اجر کے ساتھ دنیا میں ان کی دستگیری کا اعلان۔

حق بات کو قبول اور اس کا پرچار کرنا بالخصوص توحیدِ باری تعالیٰ کا پرچار کرنا ہمیشہ سے مشکل ترین کام رہا ہے۔جس شخص نے بھی توحیدِ باری تعالیٰ کا پرچار کرنے کی کوشش کی کفر وشرک کے دلدادہ لوگوں نے اس کا جینا دوبھر کردیا،اس راستے میں سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا انبیائے کرام علیہم السلام کو کرنا پڑا مشرکین نے انبیائے کرام علیہم السلام کو جسمانی اذیتوں میں مبتلا کرنے کے ساتھ انہیں اعصابی اور فکری طور پر توڑ دینے کی کوشش کی۔''اللہ'' کی توحید کا پرچار اور حق کے ابلاغ میں انبیاء کرام میں سب سے زیادہ تکلیفیں رسول کریم ﷺ کو پہنچائیں گئیں جسمانی اور ذہنی تکالیف کے ساتھ آپ ﷺ کو یہ کہہ کر دبانے کی کوشش کی گئی کہ اگر تو نے ہمارے خداؤں کی مخالفت جاری رکھی تو یہ تجھے تہس نہس کردیں گے اللہ تعالیٰ نے اس پر نبی ﷺ کو ضمانت دی ہے کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ بندے سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں ہجرت کے وقت جب آپ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور میں تھے تو کفار تلاش کرتے کرتے غار کے دہانے پر پہنچ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھبرا کر کہنے لگے اللہ کے نبی ﷺ وہ یہاں بھی پہنچ گئے ہیں آپ نے فرمایا ابوبکر گھبراؤ نہیں ''اللہ'' ہمارے ساتھ ہے۔اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ میرے نبی کی مخالفت کرنے والو! تم ایڑی چوٹی کا زور لگالو۔نہ تم میرے نبی کو گزند پہنچا سکتے ہو اور نہ ہی دین حق کو دبا سکتے ہو تمہاری مخالفت کرنا انوکھی بات نہیں یہ شروع سے ہوتا آرہا ہے کہ مشرک حق

والوں کو اپنے معبودوں سے ڈراتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈرانے والے گمراہ ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ گمراہی کے لیے کھلا چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت پر قائم رکھے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا ہر کسی کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بدلہ لینے میں پوری طرح غالب ہے اس فرمان میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے داعی اور حق کے مبلغ کو ہدایت پر قائم رہنے کی ضمانت دی ہے۔

آپ ﷺ کی دعا:

(يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ) (رواه الترمذی: كتاب الدعوات [صحيح])

''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنے بندے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے ڈرانے والے گمراہ ہوتے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ جسے گمراہی کے لیے کھلا چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔
۴۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت پر قائم فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔

تفسیر بالقرآن

مشرکین کا انبیاء علیہم السلام کو ڈرانا:

۱۔ مشرکوں کی حضرت نوح علیہ السلام کو دھمکی اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔ (الشعراء:۱۱۶)
۲۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے کہا اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دوں گا۔ (مریم:۴۶)
۳۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی۔ (المؤمن:۲۶) ۴۔ شعیب علیہ السلام کو سنگسار کرنے کی دھمکیاں دیں۔ (ھود:۹۱)
۵۔ مشرکوں کی حضرت لوط علیہ السلام کو دھمکی کہ اگر تو باز نہ آیا تو تمھیں شہر بدر کر دیں گے۔ (الشعراء:۱۶۷)
۶۔ مشرکوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ (الاعراف:۸۸)
۷۔ فرعون کی ایمانداروں کو دھمکیاں کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا اور تمھیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔ (طٰہٰ:۷۱)
۸۔ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی چڑھانے کی کوشش کی۔ (النساء:۱۵۷)
۹۔ کفار نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی۔ (الانفال:۳۰)

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ
اور البتہ اگر	آپ پوچھیں ان سے	کس نے	پیدا کیا	آسمانوں	اور زمین کو	وہ ضرور کہیں گے
اللّٰهُ ؕ	قُلْ	اَفَرَءَيْتُمْ	مَّا	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ
اللہ نے	آپ فرما دیجیے	بھلا دیکھو تم	جن کو	تم پکارتے ہو	سے	سوا
اللّٰهِ	اِنْ	اَرَادَنِيَ	اللّٰهُ	بِضُرٍّ	هَلْ	هُنَّ
اللہ کے	اگر	ارادہ کرے میرے ساتھ	اللہ	تکلیف کا	کیا	وہ
كٰشِفٰتُ	ضُرِّهٖۤ	اَوْ	اَرَادَنِيْ	بِرَحْمَةٍ	هَلْ	هُنَّ
دور کر سکتے ہیں	اس کی تکلیف	یا	وہ ارادہ کرے میرے حق میں	رحمت کا	کیا	وہ

''اگر آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے جواب دیں گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ فرما دیں کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ مجھے اس نقصان سے بچا سکتے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ کی توحید اور دین حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں سے ایک سوال۔

قرآن مجید نے اللہ کی توحید سمجھانے اور دین حق کی پہچان کروانے کے لیے ہر زاویہ سے کوشش فرمائی ہے کہ لوگ اللہ کی توحید کا اقرار کریں جو دین حق کی مرکزی اور پہلی اساس ہے۔ مشرکین کی سوئی ہوئی حس کو بیدار کرنے کے لیے سوال کیا جا رہا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ ان سے استفسار فرمائیں کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے ان کا یہی جواب ہوگا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اب ان سے پھر سوال کریں کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو اگر مجھے اللہ کی طرف سے تکلیف پہنچے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ اگر میرا رب مجھ پر اپنی رحمت کا نزول فرمائے تو زمین و آسمانوں میں کوئی ایسی ہستی اور طاقت ہے جو اللہ کی رحمت کے نزول میں رکاوٹ ڈال سکے؟ ظاہر بات ہے کہ جس طرح زمین و آسمانوں کی تخلیق میں کسی کا کوئی عمل دخل نہیں اسی طرح کوئی نفع اور نقصان پر اختیار رکھنے والا نہیں ہے۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خوشی اور غم، عُسر اور یُسر میں اپنے ''اللہ'' پر بھروسہ کروں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندے ''اللہ'' ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اس سے پہلی آیت کے تناظر میں اس کا یہ بھی مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ جن بتوں، دیوتاؤں اور زندہ اور فوت شدہ ہستیوں سے مجھے ڈراتے ہو وہ میرا کچھ بھی بگاڑ اور سنوار نہیں سکتیں اگر تم اتنی بڑی سچائی پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہو تو مجھ سے الجھنے کی بجائے اپنے عقیدہ پر عمل کرو اور میں اپنے عقیدہ پر قائم رہتا ہوں عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر دنیا کی

مُمْسِكٰتُ	رَحْمَتِهٖ ؕ	قُلْ	حَسْبِيَ	اللّٰهُ ؕ	عَلَيْهِ
روک سکتے ہیں	اس کی مہربانی	فرمادیجیے	مجھے کافی ہے	اللہ	اسی پر

يَتَوَكَّلُ	الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾	قُلْ	يٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰى
بھروسا کرتے ہیں	بھروسا کرنے والے	آپ فرمادیجیے	اے میری قوم	تم عمل کرو	پر

مَكَانَتِكُمْ	اِنِّيْ	عَامِلٌ ۚ	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾	مَنْ
اپنی جگہ	بے شک میں	عمل کرنے والا ہوں	پھر عنقریب	تم جان لوگے	کون

يَّاْتِيْهِ	عَذَابٌ	يُّخْزِيْهِ	وَيَحِلُّ	عَلَيْهِ	عَذَابٌ	مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾
آتا ہے اس کے پاس	عذاب	جو اس کو رسوا کردے	اور اترتا ہے	اس پر	عذاب	ہمیشہ رہنے والا

اس کی رحمت کو روک سکیں گے؟ پس انہیں فرمادیں کہ میرے لیے ''اللہ'' کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (۳۸) ان سے فرمائیں کہ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ میں اپنا کام کرتا رہوں گا عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ (۳۹) کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کسے ایسی سزا ملتی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔'' (۴۰)

ذلت نازل ہوتی ہے اور کون ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے۔

«عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اللَّهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدّ» (رواہ مسلم: باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع)

''حضرت ابو سعید ﷺ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو کہتے، اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں آسمانوں و زمین کے درمیان خلاء جتنی اور اس کے بعد جتنی تو چاہتا ہے تو اُس تعریف کا سب سے زیادہ اہل ہے اور اُس بزرگی کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے جو تعریف اور عظمت بندے بیان کرتے ہے ہم سب کے سب تیرے ہی بندے ہیں اے اللہ! جو چیز تو عطاء فرمائے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز تو روک لے اُس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں، تجھ سے بڑھ کر کوئی عظمت والا اور نفع نہیں دے سکتا۔''

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷺ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ

كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ»

(رواه الترمذی: کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب منه [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک دن میں رسولِ کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا آپ نے فرمایا: بچے! میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں اللہ کو یاد رکھنا وہ تجھے یاد رکھے گا، جب تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر، جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کر اور یقین رکھ کہ اگر پوری مخلوق تجھے کچھ نفع دینے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ اتنا ہی نفع دے سکتی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ رکھا ہے اور اگر وہ تجھے نقصان پہنچانے پر تل جائے تو تجھے اتنا ہی نقصان پہنچے گا جتنا تیرے حق میں لکھا گیا ہے، قلمیں اٹھالی گئیں ہیں اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں۔''

مسائل

۱۔ ہر دور کے مشرک اس بات کا اعتراف کرتے رہے اور کرتے رہیں گے کہ زمین و آسمانوں کو صرف ایک اللہ نے پیدا کیا ہے؟

۲۔ اللہ کے سوا کوئی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہے۔

۳۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

۴۔ مشرک دنیا میں ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی نفع اور نقصان، شر اور خیر کا مالک ہے:

۱۔ کیا تم اللہ کے سوا دوسروں کو خیر خواہ سمجھتے ہو جو اپنے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (الرعد:۱۶)

۲۔ میں اپنے نفع و نقصان کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے؟ (یونس:۴۹)

۳۔ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں؟ (المائدۃ:۷۶)

۴۔ اگر اللہ تمہیں نفع و نقصان میں مبتلا کرنا چاہے تو کون اس سے بچائے گا۔ (الفتح:۱۱)

۵۔ معبودانِ باطل اپنی جانوں کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ (الفرقان:۳)

۶۔ فرما دیجیے کہ میں اپنے نفس کے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ (الاعراف:۱۸۸)

۷۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو جو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ (یونس:۱۰۶)

۸۔ اللہ کے سوا کوئی ذرہ بھر بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ (الانبیاء:۶۶)

اِنَّآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْكَ	الْكِتٰبَ	لِلنَّاسِ	بِالْحَقِّ ۚ	فَمَنِ
بلاشبہ	ہم نے نازل کی	آپ پر	کتاب	لوگوں کے لیے	حق کے ساتھ	پھر جس نے
اهْتَدٰى	فَلِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ	ضَلَّ	فَاِنَّمَا	يَضِلُّ
ہدایت پائی	تو اپنے لیے	اور جو	گمراہ ہوا	تو صرف	وہ گمراہ ہوتا ہے
عَلَيْهَا ۚ	وَمَآ	اَنْتَ	عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾
اپنے اوپر	اور نہیں	آپ	ان پر	ذمے دار

ع ۴ ۱۰ ۱

''اے نبی ہم نے سب انسانوں کے لیے کتاب حق آپ پر نازل کی ہے۔ جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا وہ اپنے ہی لیے اختیار کرے گا اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اُسی پر ہوگا آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔'' (۴۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: عقیدہ توحید کے مفہوم میں یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اپنے اور دوسرے کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں اسی طرح کوئی اپنی اور کسی کی ہدایت اور گمراہی کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ نبی ﷺ بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے تھے۔

نبی کریم ﷺ دن کے وقت لوگوں کی ہدایت کے لیے محنت فرماتے اور رات کو تہجد کی نماز میں ان کے لیے رو رو کر دعائیں کرتے اس کے باوجود لوگ آپ کی مخالفت میں آگے ہی بڑھتے جارہے تھے اس صورتِ حال پر آپ ﷺ رنجیدہ خاطر ہو جاتے جس پر آپ کو تسلی دینے کے ساتھ یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید اس لیے نازل فرمایا کہ آپ اس کے ذریعے لوگوں کی راہنمائی فرمائیں اگر لوگ قرآن مجید سے راہنمائی پانے کے لیے تیار نہیں ہیں تو آپ دو باتیں یاد رکھیں جن میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ کا کام حق بات پہنچانا ہے منوانا نہیں دوسری حقیقت یہ ہے کہ جو قرآن مجید سے راہنمائی پائے گا دنیا اور آخرت میں اس کا فائدہ اسی کو ہوگا جس نے رہنمائی پانے کی بجائے اپنے لیے گمراہی کو پسند کیا اس کا نقصان بھی اسے ہی اٹھانا پڑے گا کیونکہ ہم نے آپ کو ان کا وکیل نہیں بنایا لہٰذا آپ کا کام لوگوں تک حق بات پہنچانا ہے سو آپ پہنچاتے جائیں۔ اس کا دوسرا معنیٰ یہ بھی ہے کہ اے رسول ﷺ! ان کی گمراہی کا آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا اس بات کو یوں بھی بیان فرمایا ہے۔

{ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ } (الغاشیہ:۲۱)

''آپ انہیں نصیحت کرتے رہیں آپ کا کام بس پہنچانا ہے۔''

اَللّٰهُ	يَتَوَفَّى	الْاَنْفُسَ	حِيْنَ	مَوْتِهَا	وَالَّتِيْ
اللہ	وہ قبض کرتا ہے	جانیں	وقت	ان کی موت کے	اور جو
لَمْ	تَمُتْ	فِيْ	مَنَامِهَا ۚ	فَيُمْسِكُ	الَّتِيْ
نہیں	مریں	میں	ان کی نیند	پھر وہ روک لیتا ہے	جو
قَضٰى	عَلَيْهَا	الْمَوْتَ	وَيُرْسِلُ	الْاُخْرٰٓى	اِلٰٓى
اس نے فیصلہ کر دیا	اس پر	موت کا	اور وہ بھیجتا ہے	دوسری	طرف
اَجَلٍ	مُّسَمًّى ؕ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ
وقت کی	مقرر	بلاشبہ	میں	اس	البتہ نشانیاں ہیں
لِّقَوْمٍ	يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾				
اس قوم کے لیے	جو غور و فکر کرتے ہیں				

''اللہ ہی موت کے وقت رُوحیں قبض کرتا ہے اور جسے موت نہیں آتی اُس کی روح نیند میں قبض کرتا ہے، جس پر موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقتِ مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے اس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔'' (۴۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو کسی شخص کی ہدایت کا ذمہ دار نہیں بنایا کیونکہ ''اللہ'' ہی ہدایت اور گمراہی کا مالک ہے جس طرح اللہ تعالیٰ ہدایت و گمراہی کا مالک ہے اسی طرح ہی وہ لوگوں کی موت و حیات پر بھی اختیار رکھتا ہے اس نے موت و حیات کا سلسلہ اس لیے بنایا ہے تاکہ لوگ اپنے انجام کے بارے میں غور و فکر کریں۔

اللہ ہی روحوں کو موت دیتا ہے جن کی موت کا وقت نہیں آتا ان کو ان کی نیند کے بعد لٹا دیتا ہے نیند اور بیداری کے عمل سے گزرتے ہوئے انسان کی زندگی پوری ہو جاتی ہے جب اس کی زندگی پوری ہو جاتی ہے یعنی اس کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کی روح کو قبض کر لیا جاتا ہے اگر انسان نیند اور بیداری کے عمل پر غور کرے تو رب تعالیٰ کو پہنچاننے کے لیے یہی دلیل کافی ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے کہ غور کرنے والوں کے لیے نیند میں راہنمائی کے بہت سے دلائل ہیں اس سے پہلی آیت میں ہدایت اور گمراہی کی بات کی ہے اس لیے یہاں جسمانی موت کے ذکر میں روحانی موت کی طرف بھی اشارہ ہے ہدایت یافتہ انسان روحانی یعنی ایمانی طور پر زندہ ہے اور گمراہ شخص روحانی طور پر مردہ ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نیند کو موت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ نیند اور موت میں کافی حد تک مشابہت پائی جاتی ہے۔ ① جس طرح موت کے بعد انسان کو اپنے آپ اور گرد و پیش کا علم نہیں ہوتا اسی طرح گہری نیند سونے والے کو بھی اپنے آپ اور ارد گرد کے ماحول کی خبر نہیں ہوتی۔ ② جس طرح موت کے بعد انسان کا عمل ختم ہو جاتا ہے اسی طرح سونے والے کا عمل بھی رُک جاتا ہے۔ ③ جس طرح

موت کے بعد انسان اپنا دفاع نہیں کرسکتا اسی طرح نیند کے دوران آدمی اپنا دفاع نہیں کرسکتا۔ ④ جس طرح موت کے بعد آدمی سننے، دیکھنے اور پکڑنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوجاتا ہے اسی طرح گہری نیند میں آدمی ایک حد تک سننے، دیکھنے اور پکڑنے کی طاقت سے محروم ہوجاتا ہے۔ ⑤ جس طرح فوت شدہ آدمی بے بس اور دنیا سے لاتعلق ہوتا ہے اسی طرح گہری نیند سونے والا بھی بے بس اور کچھ وقت کے لیے دنیا سے لاتعلق ہوجاتا ہے۔ ⑥ جس طرح مرنے والے کی روح کو کوئی واپس نہیں لاسکتا اسی طرح سونے والے کی روح کو بھی اللہ کے سوا کوئی واپس نہیں لاسکتا۔ اسی لیے نیند کے لیے "یَتَوَفّٰی" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ ہے پورا پورا لینا ان وجوہات کی بنا پر نیند کو موت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے گو میڈیکل سائنس اس نقطہ پر نہیں پہنچ پائی لیکن قرآن مجید اور حدیث شریف کے الفاظ سے اشارہ ملتا ہے کہ نیند کے دوران ایک لمحہ ایسا آتا ہے جب انسان کی روح حقیقتاً اس کے جسم سے نکلتی جاتی ہے۔ (اللہ اعلم)

نیند کے بے شمار فوائد میں ایک فائدہ کی طرف توجہ فرمائیں اور غور کریں کہ انسان کا جسم تھکاوٹ سے چکنا چور ہو چکا ہو لیکن جوں ہی نیند اسے اپنی آغوش میں لیتی ہے تو تھکاوٹ دور اور طبیعت تازہ ہی نہیں بلکہ پہلے کی طرح آدمی کی انرجی بحال ہوجاتی ہے۔ سب سے بڑی حقیقت سمجھنے والی یہ ہے کہ جو رب انسان کو نیند سے اُٹھاتا ہے وہی قیامت کے دن اسے اٹھائے گا۔

سونے کی دعا

«عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَضَعَ يَدَهُ تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ» (رواہ البخاری: کتاب الدعوات)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رات کو نبی ﷺ اپنے بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا کرتے۔ ''الٰہی! تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور اسی کے ساتھ زندہ ہوتا ہوں۔'' جاگنے کے بعد پڑھتے ''تمام تعریفوں اور شکرانوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔'' (بخاری) مزید دعائیں حدیث کی کتب میں ملاحظہ فرمائیں اور یاد کریں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو موت دینے والا ہے۔ ۲۔ نیند میں موت کا سبق پوشیدہ ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو نیند کی صورت میں مارتا اور بیداری کی صورت میں زندگی دیتا ہے۔

اَمِ	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	شُفَعَآءَ ؕ	قُلْ
کیا	انہوں نے بنائے ہیں	سے	سوا	اللہ کے	سفارشی	آپ فرمادیں

اَوَ لَوْ	كَانُوْا	لَا	يَمْلِكُوْنَ	شَيْـًٔا	وَّ لَا	يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾
کیا اگر	ہوں	نہ	وہ اختیار رکھتے	کسی چیز کا	اور نہ	وہ عقل رکھتے

قُلْ	لِّلّٰهِ	الشَّفَاعَةُ	جَمِيْعًا ؕ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ
آپ فرمائیں اللہ کے لیے	سفارش ہے	سب کی سب	اسی کے لیے	بادشاہی ہے	آسمانوں کی

وَ الْاَرْضِ ؕ	ثُمَّ	اِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾
اور زمین کی	پھر	اسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

''کیا اللہ کو چھوڑ کر ان لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے ان سے فرمائیں کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ اُن کے اختیار میں کچھ بھی نہ ہو اور وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں۔ (۴۳) فرماؤ کہ شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جانے والے ہو۔'' (۴۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو سونے کے بعد اٹھنے پر اختیار نہیں رکھتے وہ ربِ ذوالجلال کے سامنے اپنی مرضی سے سفارش کس طرح کر سکتے ہیں؟

اس آیت مبارکہ سے چار آیات پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ کفار اور مشرکین سے پوچھو کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ان کا جواب یہی تھا اور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ جب زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اللہ کے سوا کسی نے پیدا نہیں کی تو پھر تم کس بنیاد پر یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں کو اپنی خدائی میں کچھ اختیارات دے رکھے ہیں۔ کہ جس بنیاد پر بزرگ سفارش کریں گے اور وہ مسترد نہ ہو سکے گی۔ اے رسول ﷺ! ان سے استفسار فرمائیں کہ بے شک انہیں سفارش کا اختیار نہ ہو اور جس کے بارے میں سفارش کرنی ہے اس کے بارے میں کچھ علم نہ ہو تو پھر بھی وہ سفارش کریں گے؟ انہیں سمجھائیں کہ سفارش کی اجازت دینے اور اسے قبول کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کیونکہ وہی زمین و آسمانوں کا مالک ہے تم اس کے مملوک ہو اور اسی کے ہاں تم نے پلٹ کر جانا ہے وہ تمہیں بتائے گا کہ تم دنیا میں کیا کر کے آئے ہو۔ سفارش کے بارے میں قرآن مجید اور حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ سفارش کرنے کی کن حضرات کو اجازت ہوگی اور وہ کن اصولوں کے تحت کس کس کی اور کس دائرہ کار کے اندر رہ کر سفارش کر سکیں گے۔ قرآن و حدیث میں یہ بات کھول کر بیان کر دی گئی ہے کہ کافر، مشرک اور ظلم کرنے والوں کی سفارش کوئی بھی نہیں کر سکے گا اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی اور پھوپھی کو فرمایا اور اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا

واقعہ بیان فرمایا تا کہ کسی کو غلط سفارش کے بارے میں کوئی شُبہ باقی نہ رہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر سے ملیں گے اس کے چہرے پر سیاہی اور غبار ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام اُسے کہیں گے کیا میں نے آپ سے کہا نہیں تھا؟ کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ وہ کہے گا آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اے میرے رب آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے قیامت کے دن رسوا نہیں کرونگا میرے باپ سے زیادہ بڑھ کر اور کونسی رسوائی ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے پھر کہا جائے گا ابراہیم اپنے پاؤں کی طرف دیکھو ابراہیم علیہ السلام اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں گے تو ان کا باپ کیچڑ میں لتھڑا ہوا بجو بن چکا ہوگا جسے اس کی ٹانگوں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔'' (رواہ البخاری: باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت {اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے} نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے قریش کے لوگو! اپنے لیے کچھ کرلو میں تمہیں اللہ کے عذاب سے فائدہ نہیں دے سکوں گا، اے بنی عبدِ مناف میں تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکوں گا' اے عباس بن عبدالمطلب! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے کچھ فائدہ نہیں دے سکوں گا، اور رسول کی پھوپھی صفیہ! میں تمہیں اللہ کے عذاب سے کچھ فائدہ نہیں دے سکوں گا اور اے فاطمہ بنتِ محمد! میرے مال سے جو چاہتی ہے مانگ لے میں تجھے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکوں گا۔'' (رواہ البخاری: کتاب الوصایا)

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن سفارش کے اصول:

۱۔ کون ہے جو اس کے حکم کے بغیر سفارش کرے۔ (البقرۃ:۲۵۵)

۲۔ قیامت کے دن سفارشی کسی کو فائدہ یا نقصان نہیں دیں گے۔ (یونس:۱۸)

۳۔ سفارش بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگی۔ (الانبیاء:۲۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ اپنی پسند کی بات ہی قبول فرمائیں گے۔ (طٰہٰ:۱۰۹)

۵۔ قیامت کے دن کسی سفارشی کی سفارش کام نہیں آئے گی۔ (المدثر:۴۸)

۶۔ سفارش کا اختیار اسی کو ہوگا جسے رحمٰن اجازت دے گا۔ (مریم:۸۷)

۷۔ اگر رحمٰن نقصان پہنچانا چاہے تو کسی کی سفارش کچھ کام نہیں آئے گی۔ (یٰس:۲۳)

وَاِذَا	ذُكِرَ	اللّٰهُ	وَحْدَهُ	اشْمَاَزَّتْ	قُلُوْبُ	الَّذِيْنَ
اور جب	ذکر کیا جاتا ہے	اللہ	اکیلے کا	نفرت کرتے ہیں	دل	ان لوگوں کے جو
لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ ۚ	وَاِذَا	ذُكِرَ	الَّذِيْنَ
نہیں ایمان رکھتے	آخرت پر	اور جب	ذکر کیا جاتا ہے	ان لوگوں کا
مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اِذَا	هُمْ	يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾
سے	اس کے سوا	اس وقت	وہ	بڑے خوش ہوتے ہیں

''جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر ہوتا ہے تو اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں۔'' (۴۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سفارش کے ختیارات تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، وہ اپنی ذات، صفات کے اعتبار سے اکیلا ہے اس بات کا کھول کر ذکر کیا جاتا ہے تو مشرک اسے بُرا سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا دائمی اور حقیقی مالک ہے وہ اپنی مخلوق پر بلاشرکتِ غیرے کُلی اختیار رکھتا ہے اس نے کسی اعتبار سے کسی کو بھی کوئی اختیار نہیں دیا۔ توحید کے اس پہلو کو کھول کر بیان کیا جائے تو مشرک کو یہ بات بری لگتی ہے جس بنا پر توحید کے بیان سے نفرت کرتا ہے لیکن جوں ہی بزرگوں کی جھوٹی، سچی کرامات اور ان کی شخصیت کا ذکر کیا جائے تو شرک سے محبت رکھنے والے لوگوں کے چہرے کھل جاتے ہیں۔ مشرکانہ ماحول کے غلبہ کی وجہ سے اہلِ توحید کی غالب اکثریت ایسی ہے جو توحیدِ خالص اور عقیدہ کے مختلف پہلوں پر گفتگو سننے کی بجائے دوسرے عنوانات پر وعظ سننا زیادہ پسند کرتی ہے اسی بنا پر اہلِ مکہ مطالبہ کرتے تھے کہ اس قرآن کو بدل دیا جائے آج کے مشرک یہ مطالبہ کرنے کی جرأت تو نہیں کرتے لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اور "مِنْ دُوْنِهٖ" کے الفاظ آئے ہیں ان کا ترجمہ صرف بت ہی کرتے ہیں یقین کے لیے مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے کسی بھی مفسر کی تفسیر دیکھی جاسکتی ہے حالانکہ اکثر مقامات پر "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے مراد بت نہیں زندہ یا فوت شدہ شخصیات ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ آخرت پر حقیقی ایمان نہیں رکھتے اگر ان کا آخرت پر حقیقی ایمان ہو تو ان کے دل اللہ کی ذات، اس کی صفات اور اختیارات کی بات سن کر باغ باغ ہو جانے چاہئیں کیونکہ کہ بڑی سے بڑی ہستی کو پیدا کرنے اور اسے شان دینے والا تو صرف ''اللہ'' ہے۔ مشرک کے آخرت پر ایمان کی اس لیے بھی نفی کی گئی ہے کہ اگر اس کا آخرت پر حقیقی ایمان ہو تو ''اللہ'' کی ذات، صفات اور اختیارات کو بلاشرکتِ غیرے تسلیم کرے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر مطمئن ہو جائے اور اس کے ذکر پر انقباض کی بجائے خوشی کا اظہار کرنا چاہیے۔

من دون اللہ سے مراد بزرگ ہیں:

{ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ }

(الاعراف:۱۹۴)

''بے شک جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، وہ تمہاری طرح کے بندے ہیں، تو انہیں پکارو، پس چاہیے کہ تمہاری پکار کو قبول کریں، اگر تم سچے ہو (یعنی وہ تمہاری دعاؤں اور پکار سے بے خبر ہیں۔)'' (تفصیل کیلئے دیکھیں میری کتاب ''انبیاء کا طریقہ دعا'')

من دون اللہ سے مراد علماء، اولیاء اور عیسیٰ علیہ السلام:

{ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ ۚ } (التوبہ:۳۱)

''انہوں نے بنالیا اپنے پادریوں کو راہبوں کو پروردگار اللہ کو چھوڑ کر اور مریم کے فرزند مسیح کو بھی۔''

من دون اللہ سے مراد بت:

{ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یَضُرُّكُمْ ۝ } (الانبیاء:۶۶)

''ابرہیم علیہ السلام نے کہا کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو کچھ بھی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کی توحید سے مشرک ناراض ہوتا ہے۔ ۲۔ اللہ کے سوا دوسروں کے ذکر پر مشرک خوش ہوتا ہے۔

۳۔ مشرک کا آخرت پر حقیقی ایمان نہیں ہوتا۔

تفسیر بالقرآن

من دون کے دلائل:

۱۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ (یونس:۱۰۴)

۲۔ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ (الانعام:۵۶)

۳۔ کیا میں اللہ کے سوا ان کو پکاروں جو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (الانعام:۷۱)

۴۔ جن کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں انھوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (النحل:۲۰)

۵۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں۔ (الاعراف:۱۹۴)

۶۔ انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا۔ (التوبۃ:۳۱)

نوٹ: مشرکین کی توحید سے نفرت کے مزید دلائل کے لیے سورۃ المومن کی آیت ۱۲ ملاحظہ فرمائیں!

قُلِ	اللّٰهُمَّ	فَاطِرَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	عٰلِمَ
آپ کہیں	اے اللہ	پیدا کرنے والے	آسمانوں	اور زمین کو	جاننے والے

الْغَيْبِ	وَالشَّهَادَةِ	اَنْتَ	تَحْكُمُ	بَيْنَ	عِبَادِكَ
چھپے	اور ظاہر کو	تو	فیصلہ کرے گا	درمیان	اپنے بندوں کے

فِيْ	مَا	كَانُوْا	فِيْهِ	يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾
میں	جو	وہ تھے	اُس میں	اختلاف کرتے

''آپ کہیں الٰہی تو ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا اور حاضر و غائب کو جاننے والا ہے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اُس بات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔'' (۴۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بے شک مشرک اللہ تعالیٰ کی توحید کے ذکر سے ناراض اور دوسروں کے ذکر پر خوش ہوتے ہیں۔ اے نبی ﷺ! آپ کو اس بات کی پرواہ کیے بغیر صرف ایک رب کا ذکر کرنا اور اسی سے مانگنا ہے۔

اے رسول ﷺ اپنے رب سے دعا کریں! الٰہی! تو ہی زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کرنے والا اور تو ہی ہر چیز کے ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے اور تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ مشرک اللہ کی وحدت کے ذکر پر ناراض اور اپنے معبودوں کے ذکر پر خوش ہوتے ہیں اور اہل توحید سے جھگڑا کرتے ہیں ان کے مقابلے میں نبی ﷺ اور مسلمانوں کو دعا سکھلائی گئی ہے کہ تمہیں مشرکین کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر اپنے رب کو یاد کرنا اور اس کی توحید کا پرچار کرتے رہنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ ذاتِ کبریا کے حضور دعا کرتے رہو کہ اے بارِ الٰہا! تو ہی زمینوں آسمانوں کا پیدا کرنے والا، غائب اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور قیامت کے دن اپنے بندوں کے اختلافات کے درمیان فیصلہ صادر فرمانے والا ہے۔ اس کا بین السطور معنیٰ یہ ہے کہ الٰہی ہمیں ایسی طاقت عطا فرما کہ دنیا میں بھی حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہو جائے اسی لیے ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کو یہ دعا سکھلائی گئی۔

{ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ } (بنی اسرائیل: ۸۰، ۸۱)

''اور دعا کیجیے میرے رب! داخل کر مجھے سچائی کے ساتھ داخل کرنا اور نکال مجھے سچائی کے ساتھ نکالنا اور مجھے غلبہ اور مدد عطا فرما اور فرما دیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔''

{ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝ } (الاعراف:۸۹)

''اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔''

جانوروں کے درمیان فیصلہ:

«عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ» (رواہ مسلم: کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: تمہیں قیامت کے دن لوگوں کے حقوق ان کے مالکوں کو ادا کرنا پڑیں گے، یہاں تک کہ جس بکری کے سینگ نہیں ہیں اسے سینگ والی بکری سے بدلہ دلایا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ ہی زمینوں آسمانوں کا خالق اور ظاہر اور باطن کو جاننے والا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ ۳۔ مومن کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کے درمیان قطعی اور آخری فیصلہ کرنے والا ہے:

۱۔ بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ (یونس: ۹۳)

۲۔ اللہ تعالیٰ ان کے معاملات کا فیصلہ فرمائے گا۔ (البقرۃ: ۲۱۰) ۳۔ اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے۔ (المومن: ۲۰)

۴۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ فرمائے گا۔ (النمل: ۷۸)

۵۔ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ (یونس: ۵۴)

۶۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا۔ (الحج: ۶۹)

۷۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عدل وانصاف کا ترازو قائم فرمائے گا۔ (الانبیاء: ۴۷)

۸۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جو وہ اختلاف کرتے تھے۔ (الزمر: ۳)

۹۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور مومنوں پر کافر کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔ (النساء: ۱۴۱)

۱۰۔ یا اللہ میرے حق میں فیصلہ فرما دے تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (یوسف: ۸۰)

۱۱۔ اے اللہ یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (ھود: ۴۵)

۱۲۔ وحی کی فرمانبرداری کرو اور صبر کرو تا آنکہ اللہ فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (یونس: ۱۰۹)

وَلَوْ	اَنَّ	لِلَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مَا	فِي الْاَرْضِ
اور اگر ہو	بلاشبہ	لوگوں کے لیے	جنہوں نے ظلم کیا	جو	میں زمین
جَمِيْعًا	وَّمِثْلَهٗ	مَعَهٗ	لَافْتَدَوْا	بِهٖ	مِنْ سُوْٓءِ
سب	اور اس کی مثل	اس کے ساتھ	تو وہ فدیے میں دے دیں	اس کے ساتھ	سے بُرے
الْعَذَابِ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	وَبَدَا	لَهُمْ	مِّنَ اللّٰهِ
عذاب	دن	قیامت کے	اور ظاہر ہو جائے گا	ان کے لیے	سے اللہ
مَا	لَمْ	يَكُوْنُوْا	يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَبَدَا	لَهُمْ سَيِّاٰتُ
جس کو	نہیں	وہ تھے	گمان کرتے	اور ظاہر ہو جائیں گی	ان کے لیے برائیاں
مَا	كَسَبُوْا	وَحَاقَ	بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾
جو	انہوں نے کمایا	اور گھیر لے گا	ان کو	جو	وہ تھے اس کے ساتھ	مذاق کرتے

''اگر ظالموں کے پاس زمین کی ساری دولت ہو، اور اتنی مزید ہو قیامت کے دن بدترین عذاب سے بچنے کے لیے سب کچھ فدیے میں دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ وہاں اللہ کی طرف سے اِن کے سامنے وہ کچھ آئے گا جس کا انہوں نے کبھی خیال بھی نہیں کیا ہوگا۔ (۴۷) وہاں ان کی کمائی کے سارے برے نتائج ان پر کھل جائیں گے اور وہی چیز ان پر مسلط ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اُڑاتے رہے۔'' (۴۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: پہلی آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ظالموں کے بارے میں جو فیصلہ فرمائیں گے اسے کسی صورت تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ظالموں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ صادر فرمائے گا ظالم سے مراد ہر قسم کے ظالم ہیں۔ ان میں سرِ فہرست وہ ظالم ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں دوسروں کو شریک بنایا ہوگا۔ ایسے ظالموں کو جہنم میں جھونکا جائے گا تو وہ اس بات کی خواہش کریں گے کہ کاش! ہمارے پاس زمین کے خزانے اور اتنا کچھ اور ہو تو ہم جہنم کے عذاب سے بچنے کے لیے سب کچھ دے کر اپنی جان بچا لیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے وہ کچھ ظاہر فرمائے گا جس کا آج یہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان کے بُرے اعمال ایک ایک کر کے ان کے سامنے لائے جائیں گے اور جس عذاب کو یہ مذاق سمجھتے تھے وہ ان کو ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہوگا۔

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيَقُوْلُ لَهُ يَا ابْنَ آدَمَ كَيْفَ وَجَدْتَّ مَنْزِلَكَ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ شَرُّ مَنْزِلٍ فَيَقُوْلُ لَهُ أَتَفْتَدِيْ مِنْهُ بِطِلَاعِ الْأَرْضِ ذَهَبًا فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ نَعَمْ فَيَقُوْلُ كَذَبْتَ فَقَدْ سَأَلْتُكَ أَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ وَأَيْسَرَ فَلَمْ تَفْعَلْ فَيُرَدُّ إِلَى النَّارِ» (مسند أحمد: كتاب باقي مسند المكثرين، باب باقي المسند السابق [صحيح])

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ایک جہنمی لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا۔ اے ابن آدم تو نے اپنا ٹھکانہ کیسا پایا؟ وہ جواب دے گا اے میرے رب! بدترین ٹھکانہ ہے اللہ تعالیٰ اسے کہیں گے کیا تو زمین بھر کر سونا فدیہ کے طور پر دینے کے لئے تیار ہے؟ وہ کہے گا ہاں میرے رب۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے میں نے تو تجھ سے اس سے کم اور آسان کام کا مطالبہ کیا تھا تو نے اسے نہ کیا پھر اسے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔''

① اللہ تعالیٰ نے انسان کے شرف اور مقام کے پیشِ نظر اسے صرف اپنے سامنے جھکنے کا حکم دیا ہے لیکن مشرک اس بات کی ناقدری کرتے ہوئے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اپنی بارگاہ سے مانگنے کا حکم دیا لیکن مشرک ہر جگہ جھولی پھیلائے پھرتا ہے۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن ظالم خواہش کریں گے کہ زمین اور اس کے برابر چیز دے کر اپنی جان چھڑا لیں۔

۲۔ قیامت کے دن ظالموں کے تمام اعمال ان کے سامنے لائے جائیں گے۔

۳۔ قیامت کے دن ظالموں کو ہر طرف سے گھیر لیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

مذاق کرنے والے اور اُن کا انجام:

۱۔ وہ چیز ان کو گھیر لے گی جس کا یہ مذاق کرتے تھے۔ (ہود:۸)

۲۔ جب وہ ہماری نشانیاں دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت:۱۴)

۳۔ وہ تعجب کرتے ہیں اور مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت:۱۲)

۴۔ جب نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ ان کے پاس گزرتے تھے تو مذاق کرتے تھے۔ (ہود:۳۸)

۵۔ کفار نے رسولوں سے باطل دلائل کے ساتھ جھگڑا کیا تاکہ وہ حق کو نیچا دکھائیں اور میری آیات کا مذاق اُڑائیں (الکہف:۵۶)

۶۔ جہنم اُن کے کفر اختیار کرنے کا بدلہ ہے جو میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اُڑاتے رہے۔ (الکہف:۱۰۶)

فَاِذَا	مَسَّ	الْاِنْسَانَ	ضُرٌّ	دَعَانَا ۫	ثُمَّ	اِذَا
پس جب	پہنچتی ہے	انسان کو	تکلیف	تو وہ ہمیں پکارتا ہے	پھر	جب
خَوَّلْنٰهُ	نِعْمَةً	مِّنَّا ۙ	قَالَ	اِنَّمَآ	اُوْتِيْتُهٗ	عَلٰى
ہم عطا کر دیتے ہیں اس کو	کوئی نعمت	اپنی طرف سے	تو وہ کہتا ہے	صرف	میں دیا گیا ہوں یہ	پر
عِلْمٍ ؕ	بَلْ	هِيَ	فِتْنَةٌ	وَّلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾
علم	بلکہ	یہ	آزمائش ہے	اور لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں	جانتے
قَدْ	قَالَهَا	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِهِمْ	فَمَآ
تحقیق	کہی یہی بات	ان لوگوں نے جو	سے	ان سے پہلے	پھر نہ

''جب انسان کو مصیبت پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے اور جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ مجھے میرے علم کی بنا پر دی گئی ہے۔ نہیں بلکہ یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۴۹) یہی بات ان سے پہلے لوگ کہہ چکے ہیں۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوگی کہ جب انہیں دنیا میں تکلیف پہنچتی تھی تو صرف ایک رب کو پکارتے تھے اور جب انہیں کوئی نعمت دی جاتی تھی تو وہ کہتے تھے کہ یہ ہماری فہم وفراست کا نتیجہ ہے۔

انسان کی فطرت میں یہ کمزوری ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ''اللہ'' کو یاد کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف رفع کر دیتا ہے اور اسے اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو پھر وہ سمجھتا اور بعض مرتبہ زبان سے بھی کہتا ہے کہ یہ تو میری قابلیت کا نتیجہ ہے۔ بیماری کے بعد صحت کے بارے میں کہتا ہے کہ بروقت اور مناسب علاج کی وجہ سے صحت یاب ہوا ہوں تو نگری کے بارے میں برملا اظہار کرتا ہے کہ یہ میری منصوبہ بندی اور محنت کا صلہ ہے منصب اور اقتدار حاصل ہو تو اپنی ذہانت اور سیاست کی بات کرتا ہے اگر کہیں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو بڑی بے توجہگی کے ساتھ اور روائتی طور پر کرتا ہے اس میں شکر کا فقدان ہوتا ہے کوئی شک نہیں کہ دین بروقت علاج اور ہر کام میں توجہ اور محنت کا حکم دیتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مومن اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر نظر رکھتا ہے اور پورے خلوص کے ساتھ اسے یاد رکھتا ہے اور اس کا شکر کرتا ہے مومن کے مقابلے میں دنیا پرست اپنی لیاقت اور اسباب پر بھروسہ کرتا ہے۔ کلمہ پڑھنے والا مشرک درباروں اور کافر بتوں کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ سب کچھ ان کے طفیل ملا ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی آزمائش کی جاتی ہے لیکن ان کی توجہ اس کی طرف مبذول نہیں ہوتی اس جہالت اور سوچ کا پہلے لوگ بھی اظہار کرتے تھے جس کا اظہار

اَغْنٰى	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾	فَاَصَابَهُمْ	سَيِّاٰتُ
کام آیا	ان کے	جو	وہ تھے	کماتے	چنانچہ پہنچیں ان کو	برائیاں
مَا كَسَبُوْا ؕ	وَالَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْ	هٰٓؤُلَآءِ	سَيُصِيْبُهُمْ	سَيِّاٰتُ
جوانہوں نے کمایا	اور جولوگ	انہوں نے ظلم کیا	سے	ان	عنقریب پہنچیں گی ان کو	برائیاں
مَا	كَسَبُوْا ۙ	وَ	مَا	هُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾	
جو	انہوں نے کمایا	اور	نہیں	وہ	عاجز کرنے والے	

جو کچھ وہ کماتے تھے وہ اُن کے کسی کام نہ آیا۔(۵۰) چنانچہ انہوں نے اپنے کیے کے بُرے نتائج بھگتے، اور جو ان میں ظالم ہیں وہ بھی عنقریب اپنی کمائی کے بُرے نتائج بھگتیں گے، یہ ہمیں بے بس نہیں کر سکتے۔''(۵۱)

مکہ والے کر رہے ہیں۔ ان سے پہلے ظالموں نے جو کچھ کمایا اس کا انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ انہیں بھی اپنے کیے کا وبال بھگتنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کو کسی معاملہ میں کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

مسائل

۱۔ انسان تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اور خوشی کے وقت اسے بھول جاتا ہے۔
۲۔ اکثر مال دار یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو مال ان کی محنت اور لیاقت کی وجہ سے دیا گیا ہے۔
۳۔ مال آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ اس آزمائش کو نہیں جانتے۔
۴۔ پہلے لوگ بھی اپنے مال پر اتراتے تھے جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ان کا مال کسی کام نہ آیا۔
۵۔ مکہ والے بھی مال و اسباب پر اتراتے ہیں عنقریب یہ اپنے کیے پر پکڑے جائیں گے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی کسی طرح بھی مجبور نہیں کر سکتا۔

تفسیر بالقرآن

دولت کے منفی اثرات:

۱۔ مال اور اولاد انسان کے لیے آزمائش ہیں اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔(التغابن:۱۵)
۲۔ مال و دولت اور دنیا کی زندگی انسان کے لیے آزمائش ہے۔(طٰہٰ:۱۳۱)
۳۔ لوگوں کو مال اور اولاد کی کثرت نے ہلاک کر دیا۔(التکاثر:۱)
۴۔ قوم عاد نے زمین میں تکبر کیا اور کہا کہ ہم سے طاقت میں کون زیادہ ہے۔(حٰمٓ السجدۃ:۱۵)

اَوَ	لَمْ	يَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَبْسُطُ
کیا	نہیں	انہوں نے جانا	کہ بلاشبہ	اللہ	وہ کشادہ کرتا ہے
الرِّزْقَ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيَقْدِرُ ؕ	اِنَّ	فِيْ
رزق	جس کے لیے	وہ چاہتا ہے	اور تنگ کرتا ہے	بے شک	میں
ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾		
اس	البتہ نشانیاں ہیں	ان لوگوں کے لیے	جو ایمان رکھتے ہیں		

''اور کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (۵۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس مال پر مال دار اتراتے ہیں اس کی حقیقت۔

کیا لوگوں کو معلوم نہیں کہ ''اللہ'' ہی رزق بڑھانے اور تنگ کرنے والا ہے بلاشبہ اس میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اس فرمان میں پہلا سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی داتا نہیں وہ ہر چیز کا مالک ہے اور وہی اپنی حکمت کے تحت لوگوں کو رزق عطا کرتا ہے اس میں دوسرا سبق یہ پایا جاتا ہے کہ کسی مالدار کو اپنے مال پر اترانا نہیں چاہیے کیونکہ رزق کی کشادگی اور تنگی کسی کی لیاقت اور محنت پر منحصر نہیں۔ دنیا میں کتنے لوگ ہیں جو شب و روز محنت کرتے ہیں مگر رزق کی کشادگی دیکھنا ان کے نصیب میں نہیں ہوتی کچھ ایسے ہیں جو اپنی محنت سے کہیں گنا زیادہ پاتے ہیں۔ اس حقیقت کو جاننے کے لیے زمیندار کی مثال سامنے رکھیں زمین ایک ہی ہے اس کا پانی، موسم اور بیج یکساں ہوتا ہے اور دیگر ذرائع بھی برابر استعمال کیے جاتے ہیں مگر فی ایکڑ کے حساب سے ایک قطعہ کی فصل بہت اچھی ہوتی ہے اور دوسرے کی بہت کم یہی صورتِ حال منڈی اور بازار میں دیکھی جاتی ہے ایک ساتھ دو کانیں اور ایک جیسا مال ہونے کے باوجود ایک کو سر کھجانے کی فرصت نہیں اور دوسرا خالی ہاتھ بیٹھا ہوتا ہے ایسا کیوں ہے؟ یہ اس لیے ہے کہ رزق بڑھانا اور کم کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس لیے مالدار کو اپنے مال پر اترانے کی بجائے اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے اور تنگ دست کو اپنی حالت پر صبر کرتے ہوئے اپنے رب کے حضور دعا کرنی چاہیے۔

«اَللّٰهُمَّ اكْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ»

(رواہ الترمذی: باب اللھم اکفنی حلالک عن حرامک [حسن])

''اے اللہ! مجھے حرام سے بچا اور اپنے حلال کے ساتھ میری کفالت فرما اور اپنے فضل کے ساتھ مجھے بے نیاز کر دے۔''

قُلْ	يٰعِبَادِيَ	الَّذِيْنَ	اَسْرَفُوْا	عَلٰٓى	اَنْفُسِهِمْ	لَا	تَقْنَطُوْا
فرمادیں	اے میرے بندو	جولوگ	انہوں نے ظلم کیا	پر	اپنی جانوں	نہ	تم مایوس ہو

مِنْ	رَّحْمَةِ	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	يَغْفِرُ	الذُّنُوْبَ
سے	رحمت	اللہ کی	بلاشبہ	اللہ	معاف کردیتا ہے	گناہوں کو

جَمِيْعًا ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ	الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾
سب کے سب	یقیناً	وہ	بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا ہے

''اے نبی کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کردیتا ہے کیونکہ وہ غفور ورحیم ہے۔'' (۵۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلی آیت میں مال کی کمی، بیشی کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ فرمایا ہے اب گناہوں کے بارے میں گناہگاروں کی غلط فہمی دور کی جارہی ہے:

گناہگار بالخصوص بڑے بڑے جرائم کرنے والوں کو ہمیشہ سے غلط فہمی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف نہیں کرے گا اس غلط فہمی کی بنیاد پر کچھ لوگ جرائم میں آگے ہی بڑھتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں موت آلیتی ہے کچھ لوگ یہ یقین کرلیتے ہیں کہ جب تک فلاں قبر والے یا زندہ بزرگ کو راضی نہیں کریں گے اس وقت تک ہماری توبہ قبول نہ ہوگی اس غلط فہمی کو ان لوگوں نے مزید پختہ کیا جو مذہب کی آڑ میں مال بٹورتے اور لوگوں کی حرمتوں سے کھیلتے ہیں۔ اس کام کے لیے مسلمانوں میں بے شمار پیر اور علماء، ہندوؤں میں سادھو، عیسائیوں میں پادری بدنام ہیں اور یہ لوگ دین اور توبہ کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید نے ان کے بارے میں نشاندہی فرمائی ہے۔

''مسلمانو! بہت سے مولوی اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں۔'' (التوبہ: ۳۴)

گناہگاروں بالخصوص کفر وشرک اور بڑے بڑے جرائم کرنے والوں کو ربِ کریم نے بڑے پیار اور دلرُبا انداز میں بلایا اور یقین دلایا ہے کہ اے میرے بھٹکے ہوئے بندو! تمہیں مایوس ہونے اور کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ آؤ میری بارگاہ میں آجاؤ تم جیسے بھی ہو میرے ہی بندے ہو میری رحمت بے کنار ہے لہٰذا میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا یقین کرو کہ میں تمہارے تمام کے تمام گناہ معاف کردوں گا کیونکہ میں معاف کرنے والا اور مہربان ہوں۔ اس آیتِ کریمہ کی بار بار تلاوت کریں اور اس کے الفاظ پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ اپنا عظیم نام اللہ لیا ہے جس کا یہ معنیٰ بھی بنتا ہے کہ اے نبی

میرے بندوں کو میرا نام لے کر کہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہیں ہونا۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کچھ مشرکوں نے بہت سے قتل اور زنا کیے تھے وہ آپ ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگے آپ جو کچھ کہتے ہیں اور جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھا ہے مگر ہمیں یہ بتائیں کہ کیا ہمارا اسلام لانا ہمارے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا؟ اس وقت (وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ) اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہیں پکارتے۔'' تا آخر اور سورہ الزمر کی یہ آیت (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ) تا آخر نازل ہوئی۔'' (رواہ البخاری: باب قولہ یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم)

«عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبِّ لَا أَبْرَحُ أُغْوِيْ عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِيْ أَجْسَادِهِمْ، فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰي وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِيْ» (رواہ الحاکم فی المستدرک: کتاب التوبۃ والانابۃ احسن)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان نے کہا اے میرے رب! تیری عزت کی قسم جب تک ان کے جسموں میں روحیں موجود ہیں میں ہمیشہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت اور جلال کی قسم! میں ہمیشہ انہیں معاف کرتا رہوں گا جب تک مجھ سے بخشش طلب کرتے رہیں گے۔''

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهٖ قَالَ إِذَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّيْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَإِذَا أَتَانِيْ يَمْشِيْ أَتَيْتُهٗ هَرْوَلَةً»

(رواہ البخاری: کتاب التوحید)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں جو آپ نے اللہ تعالیٰ سے بیان کیا گویا کہ یہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔''

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن مجھے ایک عورت کہنے لگی کیا میرے لیے بھی توبہ ہے۔ میں نے زنا کیا حمل سے بچہ پیدا ہوا اور میں نے اسے قتل کر ڈالا اب جاننا چاہتی ہوں کہ میرا گناہ معاف ہونے کی کوئی صورت ہے؟ میں نے کہا ہرگز نہیں وہ بڑی حسرت کے ساتھ آہیں بھرتی ہوئی واپس چلی گئی۔ اگلے دن نبی ﷺ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھ کر میں فارغ ہوا تو آپ سے رات کا قصہ عرض کیا آپ نے فرمایا تو نے غلط جواب دیا ابوہریرہ تو نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی {وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ) اِلٰى قَوْلِهٖ (اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا} ''(اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو نہیں پکارتے) اس فرمان تک (مگر جس نے توبہ کی اور نیک اعمال کیے یہی وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ جن کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔) نبی ﷺ کا جواب سن کر میں نکلا اور اس عورت کو تلاش کرنا شروع کیا، وہ مجھے عشاء ہی کے وقت ملی میں نے اسے بشارت دی اور بتایا کہ نبی کریم نے تیرے سوال کا جواب یہ دیا ہے عورت سنتے ہی سجدے میں گر گئی اور کہنے لگی شکر ہے اُس رب کا جس نے میرے لیے معافی کا دروازہ کھولا اور میری نجات کی راہ بنائی۔'' (تفسیر طبری: جلد ۱۹)

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي» (رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول معظم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کائنات کی تخلیق سے فارغ ہوا تو اپنی کتاب میں جو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس عرش کے اوپر ہے اس میں لکھا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑے سے بڑے مجرم کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ تمام کے تمام گناہ معاف کرنے والا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے:

۱۔ ''اللہ'' کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔ (یوسف: ۸۷)
۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ (الزمر: ۵۳)
۳۔ ''اللہ'' کی رحمت سے گمراہوں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ (الحجر: ۵۶)
۴۔ مومن اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۸)
۵۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں اپنے پروردگار کو پکاروں گا اُمید ہے کہ میں اُس کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ (مریم: ۴۸)
۶۔ اس کی رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (الاعراف: ۱۵۶) ۷۔ اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہوا کرتی ہے۔ (الاعراف: ۵۶)
۸۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر مہربانی کرنا از خود اپنے آپ پر لازم قرار دے لیا ہے۔ (الانعام: ۵۴)

وَ اَنِيْبُوْٓا	اِلٰى	رَبِّكُمْ	وَ اَسْلِمُوْا	لَهٗ	مِنْ قَبْلِ
اورتم رجوع کرو	طرف	اپنے رب کی	اورتم مطیع ہوجاؤ	اس کے لیے	اس سے پہلے
اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ	الْعَذَابُ	ثُمَّ	لَا	تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾	وَاتَّبِعُوْٓا
کہ	آجائے تمہارے پاس	عذاب	پھر	نہ	تم مدد کیے جاؤ	اورتم پیروی کرو
اَحْسَنَ	مَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	مِّنْ
بہترین	جو	نازل کی گئی	تمہاری طرف	سے	تمہارے رب	اس سے
قَبْلِ	اَنْ	يَّاْتِيَكُمُ	الْعَذَابُ	بَغْتَةً	وَّ اَنْتُمْ	لَا
پہلے	کہ	آجائے تمہارے پاس	عذاب	اچانک	حالانکہ تم	نہ
تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾	اَنْ	تَقُوْلَ	نَفْسٌ	يّٰحَسْرَتٰى	عَلٰى	مَا
شعور رکھتے ہو	کہ	کہے	کوئی نفس	ہائے افسوس	اُس پر	جو

''اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہیں مل سکے گی۔(۵۴) اور پیروی کرو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔(۵۵) کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں کوئی شخص کہے افسوس میرے کردار پر

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے لہٰذا اس کی گرفت سے پہلے پہلے اس کے حضور حاضر ہو جاؤ اس انتباہ میں دنیا اور آخرت کے دونوں عذاب شامل ہیں۔

گناہگاروں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ اگر اپنے رب کی بخشش اور رحمت چاہتے ہو تو فوراً اپنے رب کی طرف رجوع کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے اور تمہیں اس کی خبر نہ ہو پائے اس وقت افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہو کہ کاش! میں اپنے رب کے معاملے میں کوتاہی نہ کرتا اور نہ ہی اس کی آیات کو مذاق کرنے والوں میں شامل ہوتا یا اس تمنا کا اظہار کرے کہ کاش! میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت پا کر متقی بن جاتا یا موت دیکھ کر کہے کہ ہائے افسوس! میرے لیے کسی طرح دنیا میں لوٹ جانے کی کوئی صورت بن جائے اور میں نیکی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ ان آیات میں اس کیفیت کا ذکر کیا گیا ہے جو اللہ کے عذاب یا موت کے وقت کافر، مشرک اور مجرموں پر وارد ہوتی ہے ایسے لوگ حسرت پر حسرت کا اظہار کرتے ہیں لیکن اس وقت انہیں اپنی حسرتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اسی بات کو دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے۔

فَرَّطْتُّ	فِيْ	جَنْۢبِ	اللّٰهِ	وَاِنْ	كُنْتُ	لَمِنَ
میں نے کوتاہی کی	میں	بارے	اللہ کے	اور بلاشبہ	میں رہا	البتہ سے
السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾	اَوْ	تَقُوْلَ	لَوْ	اَنَّ	اللّٰهَ	هَدٰىنِيْ
مذاق کرنے والوں	یا	وہ کہے	اگر	بے شک	اللہ	مجھے ہدایت دیتا
لَكُنْتُ	مِنَ	الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾	اَوْ	تَقُوْلَ	حِيْنَ	تَرَى	الْعَذَابَ
توضرور میں ہوتا	سے	پرہیزگاروں	یا	وہ کہے	جس وقت	وہ دیکھے گا	عذاب
لَوْ	اَنَّ	لِيْ	كَرَّةً	فَاَكُوْنَ	مِنَ	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾
اگر	بے شک ہو	میرے لیے	ایک بار لوٹنا	تو میں ہو جاؤں گا	سے	نیکوکاروں

جو میں اللہ کے بارے میں کوتاہی کرتا رہا، بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں شامل تھا۔(۵۶) یا کہے! کاش اللہ نے مجھے ہدایت بخشی ہوتی تو میں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہوتا۔(۵۷) یا عذاب دیکھ کر کہے کاش! مجھے ایک موقعہ اور مل جائے اور میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔''(۵۸)

{ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ } (المنافقون: ۱۰، ۱۱)

''جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں کچھ خرچ کرو اس سے پہلے کہ تمہیں موت آجائے اس وقت کہو کہ اے ہمارے رب! اگر ہمیں تھوڑی سی اور مہلت دیتا تو ہم صدقہ کرتے اور نیک بندوں میں شریک ہو جاتے جب کسی کو موت کا وقت آن پہنچے تو اللہ کسی کو مہلت نہیں دیتا اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔''

«عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ مَلَآئِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْئُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اخْرُجِيْ إِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَبٍ قَالَ فَتُفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ» (رواہ أحمد: مسند براء بن عازب [صحیح])

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کافر کا دنیا سے رخصت ہونے اور موت کا وقت آتا ہے تو آسمان سے کالے چہروں والے فرشتے اترتے ہیں ان کے پاس ٹاٹ کا لباس ہوتا ہے فرشتے

فوت ہونے والے کافر سے حدِ نگاہ تک دور بیٹھ جاتے ہیں، ملک الموت اس کے سرہانے آ کر کہتا ہے اے خبیث جان۔ اللہ کی ناراضگی اور غضب کا سامنا کر پھر روح اس کے جسم سے الگ ہوتی ہے فرشتے اسے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گرم سلاخ کو روئی سے کھینچا جاتا ہے۔''

اس لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس کے عذاب سے بچنا اور اس کی رحمت کے حقدار بننا چاہتے ہو تو رجوع الی اللہ کے لیے یکسو ہو جاؤ تمہارے رب کی رحمت بے کنار ہے اس کی بخشش کا دروازہ ہر ایک کے لیے اس کے نزع کے وقت تک کھلا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا مگر ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب کی طرف اخلاص کے ساتھ رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے لیے ارشاد ہے کہ اے میرے بندو! اِدھر اُدھر کی بجائے اور میرے عذاب سے پہلے پہلے صرف میری طرف رجوع کرو جب میرا عذاب نازل ہوگا تو اس وقت اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں ہوگا لہٰذا اس کی پیروی کرو جو بہترین چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اتاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے اور اس کی رحمت اور بخشش کے حقدار ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ① اِدھر اُدھر کی بجائے صرف اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ② اس طریقہ کے مطابق جس کی وضاحت قرآن مجید میں کی گئی ہے اس کے لیے "اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

مسائل

۱۔ انسان کو ''اللہ'' کی گرفت سے پہلے توبہ کرنی چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آیا کرتا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب یا موت کے بعد نیکی کی حسرت کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔
۴۔ نیکی اور توبہ کا موقعہ عذاب اور موت سے پہلے ہوتا ہے جس سے فائدہ اٹھا کر اپنے رب کے حضور توبہ کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

توبہ واستغفار کی اہمیت وفضیلت:

۱۔ وہ لوگ جو جہالت کی بنا پر بُرے عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کرتے ہیں اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (النحل:۱۱۹)
۲۔ جو شخص جرم کرنے کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرے بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (المائدۃ:۳۹)
۳۔ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کے لیے بہتر ہے۔ (التوبۃ:۷۴) ۴۔ اے ایمان والو! خالص توبہ کرو۔ (التحریم:۸)
۵۔ یقیناً میں اسے معاف کردوں گا جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ (طٰہٰ:۸۲)
۶۔ جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے اور عمل صالح کرے تو میں اس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردوں گا۔ (الفرقان:۷۰)
۷۔ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے تو اللہ تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردے گا۔ (النساء:۳۱)
۸۔ توبہ کرنا مومن کا شیوہ ہے۔ (التوبۃ:۱۱۲) ۹۔ توبہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ (البقرۃ:۲۲۲)

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ

کیوں نہیں تحقیق آئی تھیں تیرے پاس میری آیات پس تو نے جھٹلایا ان کو اور تو نے تکبر کیا

وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ

اور تو تھا سے کافروں اور دن قیامت کے آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو

كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

جنہوں نے جھوٹ بولا پر اللہ اور ان کے چہرے سیاہ ہوں گے کیا نہیں میں جہنم

مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

ٹھکانہ تکبر کرنے والوں کے لیے اور نجات دے گا اللہ ان لوگوں کو انہوں نے تقویٰ اختیار کیا

بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

ان کی کامیابی کے ساتھ نہیں پہنچے گی ان کو برائی اور نہ وہ غمگین ہوں گے

''اور اسے جواب ملے کہ کیوں نہیں میری آیات تیرے پاس آ چکی تھیں مگر تو نے نہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو کافروں میں شامل ہوا۔ (۵۹) قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بنائے ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کے لیے جہنم کافی نہیں ہے۔؟ (۶۰) اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اُن کی کامیابی کی وجہ سے اللہ ان کو نجات دے گا، ان کو نہ کوئی گزند پہنچے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (۶۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفر وشرک اور بڑے گناہوں سے توبہ نہ کرنے کا نقصان۔

''اللہ'' کے نافرمان عذاب اور موت کی سختیوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو پھر زبان سے یا دل ہی دل میں ان حسرتوں کا اظہار کرتے ہیں جن کا ذکر اس سے پہلی آیات میں ہوا ہے۔ ملائکہ انہیں اپنے رب کی طرف سے جواب دیتے ہیں کہ تیرے پاس تیرے رب کے ارشادات پہنچے لیکن تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں شامل رہا۔ اے نبی ﷺ آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بنایا ان کے چہرے کالے ہوں گے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، ان کے مقابلے میں جو لوگ کفر وشرک اور نافرمانیوں سے بچے رہے انہیں اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا وہاں انہیں معمولی تکلیف بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے کچھ اہل علم نے ''بِمَفَازَتِهِمْ'' میں ''ب'' ظرفیہ اور ''مَفَازَةٌ'' کا معنیٰ ''مَامَنٌ'' کیا ہے جس سے مراد جنت ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ

ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً، قَالَ إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ » (رواہ مسلم: باب تحریم الکبر وبیانہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ وہاں موجود ایک شخص نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہر آدمی کی یہ خواہش ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کا جوتا قیمتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ تکبر حق کو چھپانے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے منہ کالے ہوں گے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

۲۔ متقی جنت میں ہوں گے وہاں انہیں کوئی تکلیف اور غم نہیں ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

جنتیوں اور جہنمیوں میں فرق:

۱۔ ہم نے جنت میں کھجوروں، انگوروں کے باغ بنائے ہیں اور ان میں چشمے جاری کیے ہیں۔ (یٰس: ۳۴)

۳۔ یقیناً متقین باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ (الذاریات: ۱۵) ۴۔ یقیناً متقی نعمتوں والی جنت میں ہوں گے۔ (الطور: ۱۷)

۵۔ جنت میں انہیں سونے اور لولو کے زیور پہنائے جائیں گے۔ (فاطر: ۳۳)

۶۔ جنت میں تمام پھل دو، دو قسم کے ہوں گے۔ (الرحمٰن: ۵۲) ۷۔ جنتی سبز قالینوں اور مسندوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ (الرحمٰن: ۷۶)

۸۔ جنتیوں کو شرابِ طہور دی جائے گی۔ (الدھر: ۲۱) ۹۔ جنتیوں کے چہرے روشن ہوں گے۔ (عبس: ۳۸)

۱۰۔ جنتی جس چیز کی خواہش کریں گے وہ اسے پالیں گے۔ (حم سجدہ: ۳۱) ۱۱۔ جہنمیوں کے چہرے کالے ہوں گے۔ (عبس: ۴۱)

۱۲۔ اس دن ہم انکا مال جہنم کی آگ میں گرم کرینگے اسکے ساتھ انکی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو داغا جائیگا۔ (التوبہ: ۳۵)

۱۳۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب وہ ہلکی ہونے لگے گی تو ہم اسے مزید بھڑکا دیں گے۔ (بنی اسرائیل: ۹۷)

۱۴۔ تھور کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہوگا۔ (الدخان: ۴۴) ۱۵۔ پھر ان کے لئے کھولتا ہوا پانی ہوگا۔ (الصّٰفّٰت: ۶۲، ۶۷)

۱۶۔ اس میں وہ کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور اس طرح پئیں گے جس طرح پیاسا اونٹ پانی پیتا ہے۔ (الواقعہ: ۵۴ تا ۵۵)

۱۷۔ ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کی ہے جو انہیں گھیرے ہوئے ہوگی اور انہیں پانی کی جگہ پگھلا ہوا تانبا دیا جائے گا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا۔ (الکہف: ۲۹)

۱۸۔ جہنمیوں کے جسم بار بار بدلے جائیں گے تاکہ انہیں پوری پوری سزا مل سکے۔ (النساء: ۵۶)

اَللّٰهُ	خَالِقُ	كُلِّ	شَيْءٍ	۫ وَّهُوَ	عَلٰى	كُلِّ
اللہ	خالق ہے	ہر	چیز کا	اور وہ	پر	ہر
شَيْءٍ	وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾	لَهٗ	مَقَالِيْدُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	وَالَّذِيْنَ
چیز	نگہبان ہے	اسی کے لیے ہیں	چابیاں	آسمانوں	اور زمین کی	اور جو لوگ
كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع	
انہوں نے کفر کیا	آیات کے ساتھ	اللہ کی	یہی لوگ	وہ	نقصان اٹھانے والے ہیں	

''اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (۶۲) زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی چابیاں اُسی کے پاس ہیں جو لوگ اللہ کی آیات سے کفر کرتے ہیں وہ نقصان پانے والے ہیں۔'' (۶۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ''اللہ'' نے ظالموں کو سزا دینا ہے اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کو جزا اور انہیں جنت میں داخل کرنا ہے وہی ''اللہ'' ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور اس پر نگران ہے زمین و آسمان کے اختیارات اسی کے پاس ہیں۔

جاندار ہو یا غیر جاندار، چھوٹی ہو یا بڑی زمین و آسمانوں، ہواؤں اور فضاؤں میں ہو یا تحت الثریٰ میں ہو یا عرشِ معلیٰ پر اسے پیدا کرنے والا صرف اور صرف ایک ''اللہ'' ہے اس کے سوا نہ کسی نے کوئی چیز پیدا کی ہے اور نہ کوئی پیدا کرسکتا ہے یاد رہے کہ پیدا کرنے اور کسی چیز کے بنانے میں بہت فرق ہے۔ پیدا کرنے کا معنیٰ ہے کہ وہ چیز سرے سے ہی موجود ہی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کے لیے ''جَعَلَ'' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے جس کا معنیٰ بنانا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی اس چیز کا میٹریل پیدا کیا اور پھر اسی نے ہی اسے اس طرح بن جانے کا حکم دیا جس طرح اس کی منشا تھی بنانے کا لفظ آدمی کے لیے بھی بولا جاسکتا ہے کہ فلاں شخص نے فلاں چیز بنائی ہے لیکن خالق کا لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے نہیں بولا جاسکتا جس طرح کچھ سیاستدان بانیٔ پاکستان کو خالقِ پاکستان کہتے ہیں ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا صرف ''اللہ'' ہے لہٰذا خالق کا لفظ اس کے سوا کسی کے لیے بولنا جائز نہیں وہ صرف خالق ہی نہیں بلکہ ہر چیز کا وکیل بھی ہے وکیل کا لفظ جزوی معنوں میں کسی انسان کے لیے بولا جاسکتا ہے لیکن کلی مفہوم کے لحاظ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا وکیل ہے۔ جو تخلیق سے لے کر موت تک ہر جاندار کی تمام ضرورتیں پوری کرنے والا ہے یعنی وہ ہر اعتبار سے اس کا ذمہ دار ہے اسی کے پاس زمین و آسمانوں کی چابیاں ہیں یاد رہے کہ ہر زبان میں چابی کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ تالا یا کسی بند چیز کو کھولنے والی چیز۔ ۲۔ کسی چیز کا قبضہ اور اختیار رکھنا۔ ۳۔ خزانے کا مالک ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے پاس ہر اعتبار سے زمین و آسمانوں کی چابیاں ہیں اس نے کسی زندہ یا مردہ کو اپنی خدائی میں کوئی اختیار نہیں دیا جو لوگ اس کے ارشادات اور احکام کا جزوی یا کلی طور پر انکار کرتے ہیں وہ نا قابل تلافی اور دائمی نقصان پائیں گے۔

«عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ﷺ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ، إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ»

(رواه البخاری: باب [وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ])

''حضرت عبداللہ بن سالم ﷺ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں اللہ تعالیٰ کو قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے؟ کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کل کیا کرنا ہے؟ اور کسی کو علم نہیں کہ اسے کس سرزمین پر موت آئے گی یقیناً اللہ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی خالق اور ہر چیز کا وکیل ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ (البقرۃ:۲۲)

۲۔ اللہ ہی نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا فرمایا۔ (التین:۴)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نطفے سے پیدا کیا۔ (الدھر:۲)

۴۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ (الروم:۲۰)

۵۔ اللہ نے ایک ہی جان سے سب انسانوں کو پیدا کیا۔ (الاعراف:۱۸۹)

۶۔ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کا ہی حکم چلنا چاہیے۔ (الاعراف:۵۴)

۷۔ لوگو! اس رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ (النساء:۱)

۸۔ اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز پر کارساز ہے۔ (الانعام:۱۰۲)

۹۔ بے شک آپ ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہی ہر چیز پر کارساز ہے۔ (ہود:۱۲)

۱۰۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور وہی کارساز کافی ہے۔ (النساء:۱۳۲)

۱۱۔ میرے بندوں پر شیطان کا داؤ پیچ نہیں چلے گا اللہ اپنے بندوں کا کارساز ہے۔ (بنی اسرائیل:۶۵)

قُلْ	اَفَغَيْرَ	اللّٰهِ	تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ	اَعْبُدُ	اَيُّهَا
آپ فرمادیں	کیا پس غیر کا	اللہ کے	تم مجھے حکم دیتے ہو	میں عبادت کروں	اے
الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾	وَلَقَدْ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	وَاِلَى	الَّذِيْنَ
جاہلو	اور البتہ تحقیق	وحی کی گئی	آپ کی طرف	اور طرف	ان لوگوں کی جو
مِنْ	قَبْلِكَ ۚ	لَئِنْ	اَشْرَكْتَ	لَيَحْبَطَنَّ	عَمَلُكَ
سے	آپ سے پہلے	البتہ اگر	آپ نے شرک کیا	تو یقیناً ضائع ہو جائیں گے	آپ کے عمل
وَلَتَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾			
اور ضرور آپ ہو جائیں گے	سے	نقصان اٹھانے والوں			

''اے نبی! اعلان فرمادیں کہ اے جاہلو! تم مجھے اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے کے لیے کہتے ہو۔(۶۴) حالانکہ آپ کی طرف اور آپ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضائع ہو جائیں گے اور آپ نقصان پانے والوں میں ہوں گے۔''(۶۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جب ہر چیز کا خالق اور وکیل صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر عبادت اور تابعداری بھی اسی کی ہونی چاہیے۔ اس کے سوا کسی کی بندگی کی دعوت دینا جہالت کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے آپ کو ہر حوالے سے کائنات کا خالق، مالک، بادشاہ اور وکیل ثابت کیا ہے اس لیے ہر انسان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اسی کا حکم تسلیم کرے اور اسی کی بندگی بجالائے لیکن کافر اور مشرک ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے مکہ کے مشرک نہ صرف اس بات کے انکاری تھے بلکہ ان کی کوشش تھی کہ محمد ﷺ اس دعوت کو چھوڑ دیں یا کم از کم اس بات پر سمجھوتہ کرلیں کہ ہم اس کے الٰہ کی عبادت کریں گے اور وہ ہمارے معبودوں کی عبادت کرے اس پر آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ ان جاہلوں سے فرمادیں کہ مجھے اللہ کے سوا دوسروں کی بندگی کے لیے کہتے ہو؟ حالانکہ اس نے میری طرف اور مجھ سے پہلے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف وحی کی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرا ہر عمل ضائع ہو جائے گا اور تو نقصان پانے والوں میں شامل ہوگا انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما کر اشارہ دیا ہے کہ ہر نبی کو انہیں الفاظ میں کہا گیا تھا کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے تمام اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے دوسرے مقام پر اٹھارہ (۱۸) انبیائے عظام کا نام لے کر یہ بات کہی گئی ہے۔

''یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے'' اور ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا کیے ان سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان،

ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے" اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ان سب کو جہانوں پر فضیلت دی اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولاد اور انکے بھائیوں میں سے بعض کو بھی اور ہم نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔" (الانعام: ۸۳ تا ۸۷)

{ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ } (الانعام:۸۸)

"یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو اُن کے اعمال بھی ضائع ہو جاتے۔"

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا الكَبَائِرُ؟ قَالَ الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ ثُمَّ عُقُوقُ الوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ اليَمِينُ الغَمُوسُ» (رواہ البخاری: بَابُ إِثْمِ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ، وَعُقُوبَتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ)

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی ذات کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا۔"

مسائل

۱۔ مشرک آپ ﷺ کو شرک کی دعوت دیتے تھے۔ ۲۔ شرک سے نیک اعمال برباد اور ضائع ہو جاتے ہیں۔
۳۔ تمام انبیاء کی طرف وحی کی گئی کہ ان میں سے کسی نے بھی شرک کیا تو اسکے اعمال ضائع کر دیے جائیں گے۔
۴۔ شرک کی دعوت دینا جاہلوں کا کام ہے۔ ۵۔ شرک کرنے سے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

شرک کی بڑی بڑی اقسام:

۱۔ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ (الکہف: ۴۲) ۲۔ اللہ تعالیٰ کے حکم میں دوسروں کو اس کا شریک بنانا۔ (الکہف: ۲۶)
۳۔ اللہ کی صفات میں شرک کرنا۔ (الکہف: ۱۰۲) ۴۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائیں: (الکہف: ۱۱۰)
۵۔ اللہ ہی پیدا کرتا ہے اور وہی مختار کل ہے دوسروں کو کوئی اختیار نہیں ہے لہٰذا اللہ انکے شرک سے پاک ہے۔ (القصص: ۶۸)
۶۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیزیں بتاتے ہو جس کا اسے علم نہیں ہے اللہ پاک ہے اور مشرکوں کے شرک سے بلند و بالا ہے۔ (یونس: ۱۸)
۷۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آچکا ہے کہ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (النحل: ۱)
۸۔ مشرک ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔ (النجم: ۲۸)

بَلِ	اللّٰهَ	فَاعْبُدْ	وَ كُنْ	مِّنَ	الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾
بلکہ	اللہ کی	پس تو عبادت کر	اور تو ہو جا	سے	شکر گزاروں میں

''اے نبی تم بس اللہ ہی کی بندگی کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ۔''(۶۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: غیروں کی بندگی اور شرک سے بچنا ہی نہیں بلکہ ایک رب کی عبادت بھی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر قسم کے شرک سے منع کرنے کے ساتھ صرف اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے عبادت کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کیونکہ ''اللہ'' خالق بھی ہے اور انسان کی تمام ضرورتوں کا ذمہ دار بھی ہے۔اس لیے اس کا شکر ادا کرنا انسان پر لازم ہے با الفاظ دیگر اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق اور الوکیل مان لیا۔اس کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوگا جس کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوگا وہ اپنے رب کی ہر حال میں بندگی کرے گا۔

اکثر مفسرین نے عبادت کا معنی تذلّل یعنی نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنا بیان کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عبادت میں عاجزی اور انتہا درجے کی انکساری ضروری ہے، آدمی اللہ کے حضور قیام کرے تو نا صرف زبان سے اقرار کرے بلکہ اس کا پورا جسم گواہی دے کہ میرے وجود کا ایک ایک ریشہ تیرے حضور عاجز و بے بس ہے جبینِ نیاز جھکائے تو اپنے آپ کو عجز و انکساری کی انتہا تک لے جائے گویا کہ وہ پستیوں کے سمندر میں ڈوب چکا ہے، زبان جنبش کرے تو اس کی حمد و ثنا کے گیت گائے، دستِ سوال دراز کرے تو سراپا التجا بن جائے، مال خرچ کرے تو اس عاجزی کے ساتھ کہ میں تو مالک کی ملکیت ہی واپس لوٹا رہا ہوں نہ مال میرا ہے اور نہ اس میں میرا کمال ہے۔گویا کہ پوری زندگی میں اپنے رب کا حکم ماننا اور اس کے تابع رہنے کا نام عبادت ہے۔

«عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَخَذَ بِيَدِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ إِنِّي لَأُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ، فَقُلْتُ وَأَنَا أُحِبُّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَدَعْ أَنْ تَقُولَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ رَبِّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ» (رواه النسائی: نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الدُّعَاءِ [صحیح])

''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعہ پر میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذ میں تمہارے ساتھ محبت کرتا ہوں اور میں تمہیں کچھ کلمات سکھانا چاہتا ہوں ان کو فرض نماز کے بعد کبھی بھی نہ چھوڑنا۔پھر آپ ﷺ نے مجھے یہ کلمات سکھائے: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر ادا کروں اور اخلاص کے ساتھ تیری بندگی کر سکوں۔''

مسائل

۱۔ صرف ایک ''اللہ'' ہی کی عبادت کرنا چاہیے۔

۲۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے والا ہی حقیقت میں اس کا شکر گزار ہوتا ہے اور شکر گزار ہی تابعدار ہوا کرتا ہے۔

وَ	مَا	قَدَرُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	قَدْرِهٖ ۖ	وَالْاَرْضُ
اور	نہیں	انہوں نے قدر کی	اللہ کی	حق	اس کی قدر کرنے کا	اور زمین

جَمِيْعًا	قَبْضَتُهٗ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وَالسَّمٰوٰتُ	مَطْوِيّٰتٌۢ
سب کی سب	اس کی مٹھی میں ہوگی	دن	قیامت کے	اور آسمان	لپٹے ہوں گے

بِيَمِيْنِهٖ ؕ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى	عَمَّا	يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾
اس کے دائیں ہاتھ میں	وہ پاک ہے	اور وہ بلند ہے	اس سے جو	وہ شریک ٹھہراتے ہیں

''اور انہوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں کی جس طرح اسکی قدر کرنے کا حق ہے۔ قیامت کے دن پوری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ اللہ اُس شرک سے پاک اور بالاتر ہے جو وہ کرتے ہیں۔'' (۶۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ یا اس کے ساتھ کسی کی عبادت کرتے ہیں وہ مشرک ہونے کے ساتھ اللہ کے ناقدردان اور ناشکرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنی عبادت کا حکم دینے سے پہلے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق اور اس کا وکیل ہے اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں۔ جاہل لوگوں کی خواہش اور کوشش ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کی جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے یہی اس کے شکر ادا کرنے کا صحیح طریقہ ہے جو لوگ اللہ کے سوا یا اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی قدر ہی نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ اسی کے پاس زمین و آسمانوں کی چابیاں ہیں اور قیامت کے دن بھی پوری کی پوری زمین اس کے قبضہ میں ہوگی اور ساتوں آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے وہ مشرکوں کی مشرکانہ عبادت سے پاک اور ان کے بے ہودہ عقائد سے بلند و بالا ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے قبضہ میں لے لے گا اور آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟''

(رواہ البخاری: باب یقبض اللہ الارض)

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ، إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللّٰهَ يَجْعَلُ السَّمَوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ، وَسَائِرَ الْخَلَائِقِ عَلَى إِصْبَعٍ، فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى

بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ ﷺ {وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ}» (رواه البخاری: باب قَوْلِهِ وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نبی ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا اے محمد ﷺ! ہم تورات میں پاتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، تمام درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ کر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں۔ نبی اکرم ﷺ یہودی کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے مسکرا پڑے یہاں تک آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ {وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ}''

① ۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے شرف اور مقام کے پیش نظر اسے صرف اپنے سامنے جھکنے کا حکم دیا ہے لیکن مشرک اس کی ناقدری کرتے ہوئے در، در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ ② ۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اپنی بارگاہ سے مانگنے کا حکم دیا لیکن مشرک ہر جگہ جھولی پھیلائے پھرتا ہے۔

مسائل

۱۔ مشرک اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کرتا۔ ۲۔ قیامت کے دن زمین و آسمان ''اللہ'' کی مٹھی میں ہوں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ مشرکین کے شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا مشرک اور اس کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو لوگ شرک کرتے ہیں۔ (النحل: ۳)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا حکم آچکا وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (النحل: ۱)

۳۔ کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ ہے، بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (النمل: ۶۳)

۴۔ اللہ پیدا کرتا ہے اور مختار کل ہے دوسروں کو کوئی اختیار نہیں ہے اللہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے۔ (القصص: ۶۸)

۵۔ قیامت کے دن آسمانوں کو اللہ اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹ لے گا۔ اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (الزمر: ۶۷)

۶۔ کیا ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے اللہ بری ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (الطور: ۴۳)

وَنُفِخَ	فِي	الصُّوْرِ	فَصَعِقَ	مَنْ	فِي السَّمٰوٰتِ
اور پھونک ماری جائے گی	میں	صور	تو بے ہوش ہو جائے گا	جو	میں آسمانوں
وَمَنْ	فِي	الْاَرْضِ	اِلَّا	مَنْ	شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ
اور جو	میں	زمین	مگر	جسے	چاہے اللہ پھر
نُفِخَ	فِيْهِ	اُخْرٰى	فَاِذَا	هُمْ	قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾
پھونک ماری جائے گی	اس میں	دوسری مرتبہ	تو یکا یک	وہ	کھڑے دیکھتے ہوں گے

''اور اُس دن صور پھونکا جائے گا اور جو آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے سوائے اُن کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور یکا یک سب کے سب اُٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' (۶۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس قیامت کا پچھلی آیت میں ذکر ہوا ہے اس کی ابتدا یوں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ جب قیامت برپا کرنے کا فیصلہ فرمائے گا تو اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا یونہی اسرافیل صور پھونکیں گے تو جو بھی جاندار آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں وہ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اس کے بعد پھر اسرافیل کو دوسری مرتبہ حکم ہوگا جونہی صور پھونکا جائے گا تو سب لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوں گے اس فرمان میں ''اِلَّا مَنْ شَاءَ'' فرما کر کچھ لوگوں کا استثناء کیا ہے کہ وہ بے ہوش ہونے سے بچ جائیں گے۔ حدیثِ مبارکہ میں کھلے الفاظ میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ کس کس کو بے ہوش ہونے سے محفوظ رکھے گا البتہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ایسی مخلوق بھی ہوگی جو بے ہوش نہیں ہوگی بعض اہل علم نے غیر مستند روایات کے حوالے سے کچھ شخصیات کا نام لیا ہے۔ اس سے چاروں فرشتے یعنی جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل مراد لیے ہیں بعض نے اس میں حاملین عرش کو بھی شامل کیا ہے اور بعض نے انبیاء، صلحاء اور شہداء کو بھی۔ لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں سے کوئی بھی اس بے ہوشی سے نہ بچے گا۔ جب رسول اللہ ﷺ بھی بے ہوش ہوں گے تو دوسرے کیسے بچ سکتے ہیں۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینے کے بازار میں ایک یہودی نے قسم کھا کر کہا اُس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو بشریت (محمد ﷺ) پہ فضیلت عطا فرمائی ایک انصاری اُٹھا اُس نے اُس کے چہرے پہ تھپڑ مارتے ہوئے کہا تو اس طرح کہتا ہے جب کہ اللہ کے نبی ہم میں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صور پھونکا جائے گا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز بے ہوش ہو جائے گی مگر وہی بچے گا جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا سارے کے سارے رب کے روبرو پیش ہو جائیں گے آپ نے فرمایا: میں سب سے پہلے سر اُٹھاؤں گا اور موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ تھامے ہوئے پاؤں گا میں نہیں جانتا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے پہلے سر اُٹھایا یا وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ کی طرف سے استثنا حاصل ہوگا جس نے کہا میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اُس نے جھوٹ بولا۔'' (رواہ الترمذی: باب وَمِنْ سُوْرَةِ الزُّمَرِ [حسن صحیح])

وَ اَشْرَقَتِ	الْاَرْضُ	بِنُوْرِ	رَبِّهَا	وَ وُضِعَ	الْكِتٰبُ
اور چمک اُٹھے گی	زمین	نور سے	اپنے رب کے	اور رکھی جائے گی	کتاب
وَ جِایْٓءَ	بِالنَّبِيّٖنَ	وَ الشُّهَدَآءِ	وَ قُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْحَقِّ
اور لائے جائیں گے	انبیاء	اور گواہ	اور فیصلہ کیا جائے گا	ان کے درمیان	حق کے ساتھ
وَ هُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾	وَ وُفِّيَتْ	كُلُّ	نَفْسٍ	مَّا
اور وہ	نہیں	ظلم کیے جائیں گے	اور پورا دیا جائے گا	ہر	نفس کو	جو
عَمِلَتْ	وَ هُوَ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع	
اس نے کیا ہوگا	اور وہ	خوب جانتا ہے	ساتھ اس کے جو	وہ کرتے ہیں	

’’زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور لوگوں کے سامنے ان کے اعمال نامے لا کر رکھ دیئے جائیں گے، انبیاء اور تمام گواہ حاضر کر دیے جائیں گے لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔(۶۹) اور ہر جان نے جو عمل کیا اُس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا لوگ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔‘‘(۷۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کا اپنی اپنی جگہ سے نکل کر محشر کے میدان میں جمع ہونا اور عدالتِ کبریٰ کا قیام۔

قرآن مجید نے یہ بھی بتلایا ہے کہ پہلے نفخہ کے بعد زمین و آسمانوں کو تبدیل کر دیا جائے گا۔(ابراہیم:۴۸) زمین اس قدر چٹیل میدان ہوگی کہ کوئی اس پر نشیب و فراز نہیں ہوگا۔(طٰہٰ:۱۰۶،۱۰۷) اس کے بعد اسرافیل کو دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا حکم صادر ہوگا جونہی وہ صور پھونکے گا لوگ اپنے اپنے مقام سے نکل کر محشر کے میدان میں جمع ہو جائیں گے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس بات کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے کہ لوگوں کو کس طرح میدانِ محشر میں اکٹھا کیا جائے گا لوگ محشر کے میدان میں اکٹھے ہو جائیں گے تو ملائکہ کو محشر کے میدان میں پہنچنے کا حکم جاری ہوگا ملائکہ اور جبرائیل امین قطار اندر قطار کھڑے ہوں گے۔(النبا:۳۸) اسی اثناء میں ربِ ذوالجلال جلوہ افروز ہوں گے پوری کی پوری زمین رب ذوالجلال کے جمال سے منور ہو جائے گی اس کے بعد لوگوں کے اعمال نامے ان تک پہنچ جائیں گے، انبیائے کرام علیہم السلام اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اس طرح لوگوں کے درمیان حق اور عدل کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا کسی پر رائی کے دانے برابر بھی زیادتی نہیں ہوگی ہر کسی کے عمل کے مطابق اسے بدلہ دیا جائے گا جو کچھ لوگ عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے یعنی اعمال ناموں اور گواہوں پر ہی اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کو بلا واسطہ بھی سب کچھ معلوم ہے اور ہوگا۔

«عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ قِيلَ لَهُ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ؟ قَالَ ذَاكَ يَوْمٌ يَنْزِلُ اللهُ تَعَالَى عَلَى كُرْسِيِّهِ يَئِطُّ كَمَا يَئِطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيدُ مِنْ تَضَايُقِهِ بِهِ وَهُوَ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ» (رواہ الدارمی: باب فی شأن الساعۃ ونزول الرب تعالیٰ [ضعیف جداً])

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا مقام محمود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے، اللہ کے عرش سے اس طرح آواز آئے گی جس طرح کہ نئے پالان سے آواز آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے عرش کی وسعت آسمانوں اور زمینوں کی وسعت کے کے برابر ہے۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن پوری کی پوری زمین اپنے رب کے نور سے منور ہو جائے گی۔
۲۔ قیامت کے دن ہر شخص کا اعمال نامہ اس تک پہنچ جائے گا۔
۳۔ قیامت کے دن انبیائے کرام علیہم السلام اور گواہ اپنی اپنی شہادت پیش کریں گے۔
۴۔ قیامت کے دن کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہو پائے گی۔
۵۔ قیامت کے دن حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔
۶۔ ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ ۷۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔

تفسیر بالقرآن

عدالتِ کبریٰ کا ایک منظر:

۱۔ اللہ تعالیٰ انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (یونس: ۵۴)
۲۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ (الزمر: ۶۹)
۳۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو پورا پورا اجر دے گا اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ (البقرۃ: ۲۸۱)
۴۔ ''اللہ'' کی عدالت میں مجرم کی سفارش قبول نہیں ہوگی۔ (البقرۃ: ۴۸)
۵۔ ''اللہ'' کی عدالت میں خرید و فروخت، دوستی اور کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی۔ (البقرۃ: ۲۵۴)
۶۔ اس دن عدل و انصاف کا ترازو قائم کیا جائے گا اور کسی پر رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (الانبیاء: ۴۷)
۷۔ قیامت کے دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ (الدخان: ۴۱، ۴۲)
۸۔ قیامت کے دن متقین کے سوا سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ (الزخرف: ۶۷)

وَسِيْقَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اِلٰى	جَهَنَّمَ	زُمَرًا ؕ	حَتّٰٓى
اور ہانک کر لے جایا جائے گا	ان لوگوں کو	جنہوں نے کفر کیا	طرف	جہنم کی	گروہ در گروہ	یہاں تک

اِذَا	جَآءُوْهَا	فُتِحَتْ	اَبْوَابُهَا	وَقَالَ	لَهُمْ	
جب	وہ اس کے پاس آئیں گے	تو کھول دیے جائیں گے	اس کے دروازے	اور کہیں گے	ان کے لیے	

خَزَنَتُهَآ	اَلَمْ	يَاْتِكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْكُمْ	يَتْلُوْنَ	عَلَيْكُمْ
اس کے داروغے	کیا نہیں	آئے تھے تمہارے پاس	رسول (جمع)	تم میں سے	وہ پڑھتے تھے	تم پر

اٰيٰتِ	رَبِّكُمْ	وَيُنْذِرُوْنَكُمْ	لِقَآءَ	يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ		
آیات	تمہارے رب کی	اور وہ ڈراتے تھے تم کو	ملاقات سے	اس دن کی		

''جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے جب وہ جہنم کے قریب پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے چوکیدار جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے، جنہوں نے تمہارے رب کی تمہیں آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ تمہیں یہ دن دیکھنا ہوگا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: عدالتِ کبریٰ کے فیصلے کے بعد کفار کا جہنم کی طرف ہانکا جانا۔

جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا تو ربِ ذوالجلال کی طرف سے حکم ہوگا کہ جہنمیوں کو ان کے جرائم کے مطابق گروہ بندی کر کے جہنم کی طرف دھکیل دیا جائے جہنمی جہنم کے پاس پہنچیں گے تو جہنم کے داروغے جہنم کے دروازے کھولتے ہوئے جہنمیوں کو طعنہ اور جھڑکتے ہوئے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے سامنے تمہارے رب کے ارشادات پڑھتے اور تمہیں آج کے دن سے ڈراتے جہنمی زار و قطار روتے ہوئے اقرار کریں گے کہ کیوں نہیں! ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول آئے اور انہوں نے ہمیں بار بار اخلاص کے ساتھ سمجھایا لیکن ہم باز نہ آئے جس وجہ سے عذاب کا حکم ہم پر برحق ثابت ہوا اور ہم اس کے سزاوار ٹھہرے۔

اس کے بعد ملائکہ انہیں جہنم کے دروازوں میں دھکیلتے ہوئے کہیں گے تم نے فخر و غرور کی وجہ سے اپنے رب کے ارشادات کا انکار کیا لہٰذا تکبر کرنے والوں کے لیے جہنم ہے جو بدترین ٹھکانہ ہے اور تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہوگا یاد رہے کہ رب کی عبادت کے پیچھے شکر گزاری کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی کے پیچھے شعوری یا بے پرواہی اور تکبر ہوتا ہے۔ اس لئے جہنّمیوں سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے تکبّر کا نتیجہ ہے لہٰذا اس کی سزا پاؤ تم نے یہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

قَالُوْا	بَلٰى	وَلٰكِنْ	حَقَّتْ	كَلِمَةُ	الْعَذَابِ	عَلَى
انہوں نے کہا	کیوں نہیں	اور لیکن	ثابت ہوگئی	بات	عذاب کی	پر
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾	قِيْلَ	ادْخُلُوْٓا	اَبْوَابَ	جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ۚ
کافروں	کہا جائے گا	تم داخل ہو جاؤ	دروازوں میں	جہنم کے	ہمیشہ رہو گے	اس میں
فَبِئْسَ	مَثْوَى	الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾				
پس بُرا ہے	ٹھکانہ	تکبر کرنے والوں کا				

جہنمی جواب دیں گے ہاں آئے تھے مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چسپاں ہوا۔(۷۱) کہا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ یہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔متکبروں کے لیے بُرا ٹھکانہ ہے۔''(۷۲)

{ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ } (الحجر:۴۴)

''اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کے لئے ایک گروہ مقرر ہے۔''

مسائل

۱۔ کفار کو گروہوں کی صورت میں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔

۲۔ کفار کو دیکھتے ہی جہنّم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ملائکہ ان سے سوال کریں گے۔

۳۔ جہنّمی اقرار کریں گے کہ ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے تھے اور انہوں نے اس کا پیغام پہنچایا تھا۔

۴۔ جہنّمیوں کے اقرار کے بعد ملائکہ انہیں جہنّم میں دھکیل دیں گے۔ ۵۔ جہنّم رہنے کے اعتبار سے بدترین جگہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

منکرین کا انجام:

۱۔ زمین میں چل، پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(النحل:۳۶)

۲۔ ہم نے ان سے انتقام لیا دیکھئے جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(الزخرف:۲۵)

۳۔ قیامت کے دن منکرین کے لیے ہلاکت ہے۔(الطور:۱۱) ۴۔ منکرین کے لیے جہنم کا کھولتا ہوا پانی ہے۔(الواقعۃ:۹۲)

۵۔ اللہ تعالیٰ متکبر کو پسند نہیں کرتا۔(النحل:۲۳) ۶۔ تکبر کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔(المومن:۷۶)

۷۔ قیامت کے دن منکرین کے لیے ہلاکت ہے۔(الطور:۱۱)

۸۔ ہم مجرموں سے انتقام لیا کرتے ہیں۔(سجدہ:۲۲)

وَسِيْقَ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	اِلَى	الْجَنَّةِ	زُمَرًا ؕ
اور لے جایا جائے گا	ان لوگوں کو	جو ڈرتے رہے	اپنے رب سے	طرف	جنت کی	گروہ در گروہ
حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءُوْهَا	وَفُتِحَتْ	اَبْوَابُهَا	وَقَالَ	
حتیٰ کہ	جب	وہ آئیں گے اس کے پاس	اور کھلے ہوئے ہوں گے	اس کے دروازے	اور کہیں گے	
لَهُمْ	خَزَنَتُهَا	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	طِبْتُمْ	فَادْخُلُوْهَا	
ان کے لیے	اس کے دربان	سلام ہو	تم پر	تم پاکیزہ رہے	لہٰذا تم داخل ہو جاؤ اس میں	
خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾	وَقَالُوا	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِىْ	صَدَقَنَا	وَعْدَهٗ
ہمیشہ رہنے والے	اور انہوں نے کہا	سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں		وہ جو	اس نے سچ کر دیا ہم سے	اپنا وعدہ
وَاَوْرَثَنَا	الْاَرْضَ	نَتَبَوَّاُ	مِنَ	الْجَنَّةِ	حَيْثُ	
اور ہمیں وارث بنا دیا	زمین کا	ہم ٹھکانہ بنائیں	سے	جنت	جہاں	
نَشَآءُ ۚ	فَنِعْمَ	اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾			
ہم چاہیں	پس اچھا ہے	اجر	عمل کرنے والوں کا			

''اور جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے بچتے رہے انہیں جماعتوں کی صورت میں جنت کی طرف لے جایا جائے گا جب وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جا چکے ہوں گے جنت کے ملائکہ کہیں گے کہ تم پر سلام ہو تم بہت اچھے رہے لہٰذا ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (۷۳) اور جنتی کہیں گے کہ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا اب ہم جنت میں جہاں چاہیں گے رہیں گے پس عمل کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے۔'' (۷۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کے مقابلے میں جنتیوں کو جنت میں جانے کا حکم اور انہیں ملائکہ کا سلام پیش کرنا۔

یہاں دو وجہ سے جنتیوں سے پہلے جہنمیوں کا ذکر کیا گیا ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ پچھلی آیات میں عدالتِ کبریٰ کے قیام کے ذکر سے پہلے جہنمیوں کا ذکر ہو رہا تھا دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے بعد جنتیوں کو جہنمیوں کی حالتِ زار دکھانا چاہیں گے تاکہ انہیں احساس ہو کہ اگر ہم پر ہمارے رب کا فضل نہ ہوتا تو آج ہم بھی جہنمیوں میں شامل ہوتے یہ مشاہدہ اور احساس کروانے کے بعد جنتیوں کو حکم ہوگا کہ تم نے تکبر اور نافرمانیوں سے بچ کر زندگی گزاری لہٰذا اپنے رب کی

جنت میں داخل ہوجاؤ! جنتی خراماں خراماں جنت کے دروازوں کے پاس پہنچیں گے تو فرشتے ڈھک، ڈھک جنت کے دروازے کھولتے ہوئے انہیں سلام کہیں گے اور خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ تم بہت اچھے رہے اس لیے ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہوجاؤ اس پر جنتی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ تمام تعریفات اس ذاتِ پاک کے لیے ہیں جس نے ہمارے ساتھ اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا اور ہمیں جنت کی سرزمین کا وارث بنایا اور ہمیں جنت میں اپنی مرضی کے مطابق رہنے کی اجازت عنایت فرمائی ملائکہ کہیں گے کہ اچھے عمل کرنے والوں کے لیے کتنا ہی اچھا اجر ہے۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ عَلٰى آثَارِهِمْ كَأَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ إِضَآءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ لَا تَبَاغُضَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ لِكُلِّ امْرِيءٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَرَآءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ»

(رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں پہلا گروہ جنت میں چودھویں رات کے چاند کی صورت میں داخل ہوگا ان کے بعد کے لوگ آسمان میں چمکدار اور حسین ستارے کی مانند ہوں گے ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی طرح ہوں گے ان کے درمیان نہ کوئی بغض ہوگا اور نہ ہی حسد ہر جنتی کے لیے حور العین میں سے دو بیویاں ہوں گی جن کی ہڈیوں کا گودا، گوشت ہڈیوں کے درمیان سے نظر آئے گا۔''

تفسیر بالقرآن

متقین کا استقبال:

۱۔ جب فرشتے پاکباز لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو انھیں سلام کہتے ہیں اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (النحل ۳۲)

۲۔ فرشتے کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو تم نے صبر کیا آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے۔ (الرعد: ۲۴)

۳۔ داخل ہوجاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ آج تمھارے لیے داخل ہونے کا دن ہے۔ (ق: ۳۴)

۴۔ جب ملائکہ جنتیوں کے پاس آئیں گے تو انہیں سلام کہیں گے۔ (الزمر: ۸۹)

۵۔ قیامت کے دن نیک لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے اس میں ان کے لیے دعا سلام ہوگا۔ (ابراہیم: ۲۳)

۶۔ اللہ کی توحید پر استقامت اختیار کرنے والوں پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ انہیں خوشخبری دیتے ہوئے کہتے ہیں غم و حزن میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں تمہارے لیے جنت ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۰)

وَتَرَى	الْمَلٰٓئِكَةَ	حَآفِّيْنَ	مِنْ	حَوْلِ	الْعَرْشِ
اور آپ دیکھیں گے	فرشتوں کو	گھیرے ہوئے	سے	اردگرد	عرش کے

يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ	رَبِّهِمْ ۚ	وَقُضِيَ	بَيْنَهُمْ	بِالْحَقِّ
وہ تسبیح بیان کر رہے ہوں گے	حمد کے ساتھ	اپنے رب کی	اور فیصلہ کیا جائے گا	ان کے درمیان	حق کے ساتھ

وَقِيْلَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾
اور کہا جائے گا	تمام تعریفیں	اللہ کے لیے ہیں	جو رب ہے	تمام جہانوں کا

''اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کر رہے ہوں گے، اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور صدائیں بلند ہونگی کہ تمام کی تمام تعریف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔'' (۷۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں اور جنتیوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد عدالتِ کبریٰ کا اختتام۔

جب جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو عدالتِ کبریٰ برخاست کر دی جائے گی۔ جہنمیوں کے انجام اور جنتیوں کے انعام کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوا اے رسول ﷺ! آپ دیکھیں گے کہ ملائکہ اپنے رب کے عرش کے چاروں طرف کھڑے ہوئے اپنے رب کی حمد کر رہے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان پورے انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ہر چیز پکار اٹھے گی کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ جونہی ربِ ذوالجلال عدالتِ کبریٰ قائم فرمائیں گے تو ملائکہ کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے عرش کے چاروں طرف موجود ہوگی جو ربِ ذوالجلال کی جلالت و جبروت کی وجہ سے دل ہی دل میں اس کی حمد و ستائش کر رہے ہوں گے لیکن جونہی جہنمیوں اور جنتیوں کے درمیان فیصلہ سنایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف اور اس کے رحم و کرم کو دیکھتے ہوئے ملائکہ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ تمام تعریفات جہانوں کے رب کے لیے ہیں کیونکہ اس نے عدل پر مبنی فیصلہ صادر فرمایا ہے، اس کے ساتھ ہی جنتی حضرات اپنے رب کی حمد و ستائش میں مصروف ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کی بنا پر یقین ہے کہ جہنمی بھی اپنے رب کے عدل و انصاف کی تعریف کریں گے اس لیے سب کے لیے "قِيْلَ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

''عرشِ الٰہی کے حامل فرشتے اور جو ملائکہ عرش کے گرد و پیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں، وہ ''اللہ'' پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر غالب ہے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی اتباع کی انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔'' (المومن: ۷)

سورۃ المؤمن کا تعارف

یہاں سے ان سورتوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جن کی ابتدا لفظ ''حٰمٓ'' سے ہوتی ہے ان کو اہل علم ''حوامیم'' کے نام سے پکارتے ہیں ہر ''حٰمٓ'' کی ابتدائی آیات میں قرآن مجید کا تعارف مختلف الفاظ میں کروایا گیا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور یہ لوگوں کے لیے رحمت، برکت اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

المؤمن نو رکوع اور پچاس آیات پر مشتمل ہے یہ سورہ مبارکہ مکہ اور اس کے گرد و پیش میں نازل ہوئی۔

ربطِ سورۃ: الزمر کا اختتام اس ارشاد پر ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے پاس حاضر فرشتے اپنے رب کی تسبیح پڑھ رہے ہوں گے اور جب لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کر دیئے جائیں گے تو ہر کوئی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کی تعریف کر رہا ہوگا ''المؤمن'' کی ابتدا میں یہ بتلایا گیا ہے کہ الکتاب کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو سب کو جاننے والا اور ہر چیز اور کام پر غالب ہونے کے باوجود لوگوں کے گناہوں کو معاف کرتا اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے وہ بڑا طاقتور اور مجرموں کو سخت سزا دینے والا ہے اس سے بڑھ کر کوئی طاقت ور نہیں اور ہر کسی نے اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اس کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام اور ارشادات کے بارے میں جھگڑتے ہیں ایسے لوگوں کے رہن سہن اور چال ڈھال سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔

حقیقت یہ ہے ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اور بہت سے گروہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب اور انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کا سخت احتساب کیا اور آخرت میں یہ لوگ جہنم رسید کر دیئے جائیں گے ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ ایمانداروں اور ان کے نیک اہل خانہ کو جنت میں داخل کرے گا ان کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ مشرکوں کا حال یہ ہے جب انہیں اللہ وحدہ لاشریک کی طرف بلایا جاتا ہے تو انکار کرتے ہیں اور جب کوئی اس کے ساتھ شرک کرتا ہے تو اس کے ساتھی بن جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے بے شک یہ کفار کے لیے کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد آلِ فرعون کے مظالم کا ذکر کیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان بنیادی اختلاف یہی تھا۔ اس بنا پر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کی برادری کا ایک شخص جس نے اب تک اپنے ایمان کا اظہار نہیں کیا تھا وہ کھڑا ہوا اور اس نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے سامنے فطری دلائل اور تاریخی حقائق کے حوالے سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ جس شخص کی جان کے دشمن بن چکے ہو اس کی دعوت پر غور کرو کہ یہ تمہیں کہتا کیا ہے لیکن فرعون نے اس کی بات کی طرف توجہ دینے کی بجائے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لیے ایک ایسا مینار کھڑا کیا جائے جس کے ذریعے میں آسمان پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھنا چاہتا ہوں اس پر مردِ مومن نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو آخری بار سمجھایا کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی دعوت دیتے ہو اگر تم میری بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہو تو میں اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں جو ہر حال میں اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام اور

مومنوں کو تسلی دی ہے کہ ہم اپنے بندوں کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے مددگار ہوں گے پھر ارشاد فرمایا کہ اندھا اور بینا، نیک اور بد برابر نہیں ہو سکتے لیکن نصیحت حاصل کرنے والے ہمیشہ تھوڑے لوگ ہوا کرتے ہیں، لوگو! اپنے رب کی دعوت قبول کرو جو اس کی دعوت قبول نہیں کریں گے انہیں بہت جلد جہنم میں ذلیل کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورت کے آخر میں اپنی توحید کے چھ دلائل دیئے ہیں۔

①۔ ''اللہ'' ہی تمہارا رب ہے اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کیا لہٰذا اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

②۔ ''اللہ'' ہی نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار دیا اور آسمان کو چھت بنایا اسی نے تمہاری شکل وصورت بنائی اور وہی تمہیں پاکیزہ رزق دیتا ہے تمہارا رب بڑی برکت والا ہے۔

③۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کا حکم ہے کہ ہر حال میں صرف اسی کو پکارا جائے کیونکہ تمام تعریفات اسی کے لیے ہیں وہ رب العالمین ہے۔

④۔ ''اللہ'' ہی نے مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر لوتھڑے سے تمہیں بچے کی صورت میں پیدا کیا تا کہ تم جوان ہو کر اپنے بڑھاپے تک پہنچ جاؤ وہی کچھ کو بڑھاپے سے پہلے موت دیتا ہے اور کچھ طبعی عمر کو پہنچ کر فوت ہوتے ہیں۔ غور کرو کہ ان کاموں میں کسی اور کا عمل دخل ہے؟

⑤۔ ''اللہ'' ہی موت وحیات کا مالک ہے جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو ''کُنْ'' کہتا ہے۔ وہ کام اس کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے۔

⑥۔ ''اللہ'' نے ہی تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے تم ان پر سواری کرتے ہو ان کا گوشت کھاتے ہو ان سے اور بھی فائدے اٹھاتے ہو۔

سورۃ المؤمن کا اختتام اس بات پر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے پہلے اس پر سچا ایمان لے آؤ جب اس کا عذاب نازل ہوگا تو اس وقت تمہیں ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ کا پہلے لوگوں کے لئے بھی یہی اصول تھا اور آئندہ کے لیے بھی یہ اصول کارفرما رہے گا۔



سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا – ۹
اٰيَاتُهَا – ۸۵

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

حٰمٓ ①	تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	مِنَ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ ②
حٰمٓ	اُتارنا	کتاب کا	سے	اللہ	جو بڑا غالب	جاننے والا ہے
غَافِرِ	الذَّنْۢبِ	وَقَابِلِ	التَّوْبِ	شَدِيْدِ	الْعِقَابِ	ذِي الطَّوْلِ
بخشنے والا	گناہ کو	اور قبول کرنے والا	توبہ کو	شدید	سزا دینے والا	فضل والا
لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	اِلَيْهِ	الْمَصِيْرُ ③	
نہیں	معبود	مگر	وہی	اس کی طرف	لوٹ کر جانا ہے	

''ح۔م۔(۱) اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے جو زبردست اور سب کچھ جاننے والا ہے۔(۲) گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا اور بہت فضل کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اُسی کی طرف سب کو پلٹ کر جانا ہے۔''(۳)

فہم القرآن

سورۃ الزمر کا اختتام اس بات پر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کو جہنم میں داخل کرے گا اور ایماندار لوگوں کو جنت میں داخل فرمائے گا جنتی اپنے اعمال کے بدلے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش کے نتیجے میں جنت میں جائیں گے اور جہنمی برے اعمال کے نتیجے میں جہنّم میں داخل کیے جائیں گے سورۃ المومن کی ابتدا میں کھلے الفاظ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو معاف کرنے والا ہے اور وہ ظالموں کو سخت عذاب دینے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق اب تک یہ پہلی سورۃ ہے جو حٰمٓ سے شروع ہو رہی ہے حٰمٓ کا لفظ بھی حروفِ مقطعات میں سے ہے اس کا معنیٰ حدیثِ رسول ﷺ سے ثابت نہیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا ہے جو انتہا درجہ کی صفاتِ حسنہ سے متصف ہے اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی صفات میں درج ذیل کا تذکرہ کیا ہے۔

① اللہ ہر اعتبار سے اپنی مخلوق پر غالب ہے کوئی اسکے ارادے کو بدل اور اسکے حکم کو ٹال نہیں سکتا اسکے باوجود وہ حکیم ہے۔

② وہ علیم ہے سب کچھ جاننے والا ہے یہاں تک کہ دلوں کے راز بھی جانتا ہے ارشاد ہوا کہ کوئی اپنی بات چھپائے یا اُسے ظاہر کرے اللہ تعالیٰ کے لیے ظاہر اور باطن دونوں برابر ہیں۔

③ اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے مجرموں پر غلبہ پانے والا ہے۔
④ سب کچھ جاننے کے باوجود گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ ⑤ لوگوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔
⑥ شدید سزا دینے والا ہے وہ کسی کو سزا دینے کا فیصلہ کرے تو کوئی ایسی طاقت نہیں جو مجرم کو سزا سے بچا سکے کیونکہ اس کی گرفت بہت شدید ہے۔
⑦ بڑا انعام کرنے والا ہے وہ کسی پر انعام کرنا چاہے تو کوئی اس کے فضل و کرم کو روک نہیں سکتا۔
⑧ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، الٰہ کا پہلا معنیٰ یہ ہے کہ جس ذات کی عبادت کی جائے عبادت میں حکم ماننا، تابعداری کرنا اور اس میں بندگی کے تمام معاملات شامل ہیں۔
⑨ مرنے کے بعد کسی نے اِدھر اُدھر نہیں جانا سب نے اسی کے حضور پیش ہونا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں سب پر غالب ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کرنے والا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ ۸۔ مرنے کے بعد سب نے ''اللہ'' کے حضور حاضر ہونا ہے۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' ہی الٰہ ہے:

۱۔ الٰہ ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ (البقرۃ: ۱۶۳)
۲۔ تمہارا صرف ایک ہی الٰہ ہے اسی کے تابع ہو جاؤ۔ (الحج: ۳۴)
۳۔ تمہارا الٰہ ایک ہی ہے لیکن آخرت کے منکر نہیں مانتے۔ (النحل: ۲۲) ۴۔ تمہارا الٰہ اللہ ہی ہے۔ (طٰہٰ: ۹۸)
۵۔ آپ ﷺ فرما دیں میری طرف وحی کی جاتی ہے تمہارا الٰہ صرف ایک ہی الٰہ ہے۔ (الانبیاء: ۱۰۸)
۶۔ ہمارا الٰہ اور تمہارا الٰہ صرف ایک ہی ہے ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (العنکبوت: ۴۶)
۷۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے جسے میں تلاش کروں۔ (الاعراف: ۱۴۰)
۸۔ اللہ ہی الٰہ ہے وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے۔ (الانعام: ۱۰۲)
۹۔ کوئی اور الٰہ نہ بناؤ الٰہ تو ایک ہی ہے (النحل: ۵۱) ۱۱۔ اسکے سوا کوئی الٰہ نہیں مگر وہ اکیلا ہی ہے (المائدۃ: ۷۳)
۱۰۔ اعلان کر دیں اللہ ہی ایک الٰہ ہے اور میں تمہارے شرک سے بری ہوں۔ (الانعام: ۱۹)

مَا	يُجَادِلُ	فِيْٓ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	اِلَّا	الَّذِيْنَ
نہیں	جھگڑا کرتے	میں	آیات	اللہ کی	مگر	وہ لوگ
كَفَرُوْا	فَلَا	يَغْرُرْكَ	تَقَلُّبُهُمْ	فِي	الْبِلَادِ ۝۴	كَذَّبَتْ
جنہوں نے کفر کیا	لہٰذا نہ	آپ کو دھوکے میں ڈالے	چلنا پھرنا ان کا	میں	شہروں	جھٹلایا
قَبْلَهُمْ	قَوْمُ	نُوْحٍ	وَّالْاَحْزَابُ	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ ۖ	وَهَمَّتْ
ان سے پہلے	قوم نے	نوح کی	اور گروہوں نے	سے	ان کے بعد	اور ارادہ کیا
كُلُّ	اُمَّةٍۢ	بِرَسُوْلِهِمْ	لِيَاْخُذُوْهُ	وَ	جٰدَلُوْا	بِالْبَاطِلِ
ہر	امت نے	اپنے رسولوں کی بابت	تاکہ وہ پکڑیں اس کو	اور	انہوں نے جھگڑا کیا	جھوٹ کے ساتھ

''اللہ کی آیات کے بارے میں وہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا ہے۔ اے نبی آپ کو اُن کی بھاگ دوڑ کسی دھوکے میں مبتلا نہ کردے۔ (۴) ان سے پہلے نوح کی قوم بھی جھٹلا چکی ہے اور اس کے بعد بہت سے گروہوں نے بھی یہ کام کیا ہے۔ ہر قوم اپنے رسول پر جھپٹی تاکہ اُسے گرفتار کرے۔ اور ان سب نے باطل کے ساتھ

فہم القرآن

ربطِ کلام: عظیم ترین صفات رکھنے والے ایک الٰہ کو اس کی پوری مخلوق مانتی ہے لیکن صرف کافر نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کی ابتداء میں اپنی سات صفات کا حوالہ دے کر یہ بات واضح فرمائی ہے کہ قرآن مجید کو اسی ذات نے نازل کیا ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں لیکن ''اللہ'' کو ایک الٰہ نہ ماننے والے اس کی آیات یعنی دلائل کے بارے میں بحث و تکرار کرتے ہیں۔ اے رسول ﷺ! کفار کا شہروں میں چلنا پھرنا اور ان کی ترقی سے آپ کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے اور ان کے بعد کئی گروہوں نے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے۔ جس طرح یہ لوگ آپ کے خلاف منصوبہ بندی کر رہے ہیں اسی طرح ہر دور کے لوگوں نے اپنے رسول کے خلاف منصوبہ بنایا کہ اسے گرفتار کر کے شہید کر دیا جائے کفار حق کے بارے میں جھگڑتے رہے تاکہ حق کو دبا دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا دیکھ لیں کہ اللہ نے ان پر کس قدر سخت گرفت کی جس طرح انہیں پکڑ لیا گیا تھا اسی طرح ہی آپ کے دور کے کفار کو پکڑ لیا جائے اور آخرت میں یقیناً یہ جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں کفار اور مشرکین کے جھگڑنے کی جو صورتیں ہو سکتی ہیں ان میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

① اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا کوئی شریک نہیں مشرک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ثابت کرتے ہیں۔

لِيُدْحِضُوْا	بِهِ	الْحَقَّ	فَاَخَذْتُهُمْ	فَكَيْفَ	كَانَ عِقَابِ ۝۵
تاکہ ڈگمگادیں	اس کے ساتھ	حق کو	میں نے پکڑلیا ان کو	تو کیسی	تھی میری سزا

وَكَذٰلِكَ	حَقَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	عَلَى الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا
اور اسی طرح	ثابت ہوگئی	بات	آپ کے رب کی	ان لوگوں پر	جنہوں نے کفر کیا

اَنَّهُمْ	اَصْحٰبُ	النَّارِ ۝۶
بلاشبہ وہی	ساتھی	آگ کے

وقف لازم

حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کی مگر آخر کار میں نے ان کو پکڑ لیا، تو دیکھ لو میری سزا کیسی سخت تھی۔ (۵) اسی طرح آپ کے رب کا فیصلہ اُن لوگوں پر چسپاں ہو چکا ہے جو کفر کے مرتکب ہوئے ہیں یقیناً وہ آگ والے ہیں۔'' (۶)

② اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے اپنی خدائی میں کسی کو کوئی اختیار نہیں دیا مشرک بحث کرتا ہے کہ ''اللہ'' نے فوت شدگان کو اختیار دے رکھے ہیں۔

③ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری کوئی اولاد نہیں کافر لوگ ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں، یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

④ اللہ کا فرمان ہے کہ میرا کوئی جز نہیں مشرک نبی ﷺ کو ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ'' کہتے ہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام کے تمام انبیاء علیہم السلام میرے بندے اور انسان تھے کافر کہتے ہیں کہ بشر رسول نہیں ہوسکتا ہے بعض کلمہ گو کہتے ہیں کہ رسول بشر نہیں ہوتا۔

⑥ اللہ فرماتا ہے کہ میں نے قرآن مجید نازل کیا ہے کافر کہتے ہیں قرآن نبی ﷺ نے خود بنالیا ہے۔

⑦ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے سوا کوئی مشکل کشا اور حاجت روا نہیں مشرک کہتا ہے کہ اولیاء بھی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتے ہیں۔

اے پیغمبر ﷺ آپ کفار اور مشرکین کے تہذیب وتمدن اور شان وشوکت سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ یہ زندگی عارضی اور قلیل ہے۔

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں لوگ نسل در نسل خوشحالی، اقتدار اور اختیار کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے ایسا ہرگز نہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اصول یہ ہے کہ وہ انہیں مہلت پہ مہلت دیئے جاتا ہے تاکہ انہیں گناہ کرنے میں کوئی حسرت باقی نہ رہے اس کا ارشاد ہے:

{ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ } (آل عمران:۱۷۸)

''کافر ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں یہ مہلت تو ہم نے اس لیے دی ہے کہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔''

{ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ } (الانعام:۴۴،۴۵)

''ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تھیں ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا تو پھر وہ ناامید ہو گئے۔ جنہوں نے ظلم کیا تھا ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

قومِ نوح اور اس کے بعد جس قوم نے بھی اپنے رسول کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کی سازش اور حق کو دبانے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے انہیں عبرت ناک عذاب سے دوچار کیا دیکھنا چاہو تو ان قوموں کے کھنڈرات دیکھو وہ زبانِ حال سے بتائیں گے کہ تیرے رب کا عذاب کس قدر شدید تھا اور قیامت کے دن یہ لوگ یقیناً جہنم میں پھینکیں جائیں گے۔

مسائل

۱۔ مشرک اور کافر اللہ کی آیات کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں۔ ۲۔ بے دین لوگوں کی ترقی پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے۔
۳۔ پہلی اقوام نے بھی اپنے رسولوں کو قابو کرنے اور حق کو دبانے کی کوشش کی تھی۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے نافرمان قوموں کو دنیا میں سزا دی اور آخرت میں یہ لوگ جہنم میں جھونکیں جائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

پہلی اقوام کے عذاب کا ایک منظر:

۱۔ کیا وہ لوگ بے فکر ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ (النحل:۴۵)
۲۔ قومِ ثمود کو چیخ نے آ پکڑا وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (ھود:۶۷)
۳۔ قومِ عاد کو تند و تیز ہوا نے ہلاک کیا۔ (الحاقۃ:۶)
۴۔ قومِ لوط کی بستی کو الٹا کر دیا اور ان پر کھنگر والے پتھر برسائے گئے۔ (الحجر:۷۴)
۵۔ آلِ فرعون کو غرق کر دیا گیا۔ (البقرۃ:۵۰)
۶۔ ان کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا کسی پر تند ہوا بھیجی، کسی کو ہولناک آواز نے آلیا، کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ کو غرق کر دیا۔ (العنکبوت:۴۰) ۷۔ بنی اسرائیل کو اللہ نے ذلیل بندر بنا دیا۔ (البقرۃ:۶۵)

اَلَّذِيْنَ	يَحْمِلُوْنَ	الْعَرْشَ	وَمَنْ	حَوْلَهٗ	يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ
وہ	جواٹھائے ہوئے ہیں	عرش	اور جو	اس کے اردگرد	وہ پاکیزگی بیان کرتے ہیں	تعریف کے ساتھ

رَبِّهِمْ	وَيُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ۚ
اپنے رب کی	اور وہ ایمان رکھتے ہیں	ساتھ اس کے	وہ بخشش مانگتے ہیں	ان لوگوں کے لیے	جو ایمان لائے

رَبَّنَا	وَسِعْتَ	كُلَّ	شَيْءٍ	رَّحْمَةً	وَّعِلْمًا	فَاغْفِرْ
اے ہمارے رب	تو نے گھیر لیا	ہر	چیز کو	رحمت	اور علم کے لحاظ سے	پس تو بخش دے

لِلَّذِيْنَ	تَابُوْا	وَاتَّبَعُوْا	سَبِيْلَكَ	وَقِهِمْ	عَذَابَ	الْجَحِيْمِ ۝۷
ان لوگوں کے لیے	جنہوں نے توبہ کی	اور پیروی کی	تیرے راستے کی	اور بچا ان کو	عذاب سے	دوزخ کے

''عرشِ الٰہی کے حامل فرشتے اور جو ملائکہ عرش کے گردو پیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں، وہ ''اللہ'' پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمانداروں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے الٰہی جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی اتباع کی انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔(۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ کے حکم سے ملائکہ کفّار اور مشرکین کو سزا دیتے ہیں اور مومنوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔

پہلی اقوام کا اپنے رسولوں کے ساتھ سلوک اور حق کے معاملہ میں ان کا رویہ بتلا کر رسولِ محترم ﷺ کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ اے رسول! مومنوں کو بتلائیں کہ انہیں دل چھوٹا کرنے اور ہمت نہیں ہارنا چاہیے بے شک کفار اور مشرکین ان کی جان کے درپے اور حق کو دبانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن انہیں خوش ہونا چاہیے کہ ان کی دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے ملائکہ صبح وشام دعائیں کرتے ہیں جو اپنے رب کا عرش تھامے ہوئے اور اپنے رب کی حمد میں رطب اللسان رہتے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ہر چیز کو اپنی رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے تو ان لوگوں کو معاف کردے جو تیرے حضور توبہ کرتے اور تیرے راستے کی پیروی کرتے ہیں انہیں جہنم کے عذاب سے بچائے رکھنا۔ اے ہمارے رب! انہیں اپنے وعدے کے مطابق ہمیشہ کی جنت میں داخل فرما اور ان کے ساتھ ان کے نیک ماں باپ، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کو بھی جنت میں داخل فرما کیونکہ تو ہی غالب حکمت والا ہے اور تو ہی سب گناہوں کو معاف کرنیوالا اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمانے والا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جسے تو نے قیامت کے عذاب سے بچالیا اس پر تیرا بڑا کرم ہوا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

ملائکہ کی دعاؤں اور مومنوں کی نیکیوں کے بدلے اللہ تعالیٰ جنتیوں پر کرم فرماتے ہوئے انکے قریبی رشتہ داروں کو اکٹھا فرمائیگا۔ اہل علم نے لکھا ہے کہ جنت کے نچلے درجے میں رہنے والوں کو جنت کے اعلیٰ مقام میں رہنے والوں کیساتھ ملا دیا

رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَ مَنْ

اے ہمارے رب اور تو داخل کر ان کو باغات میں ہمیشہ رہنے والے وہ جو تو نے ان سے وعدہ کیا اور جو

صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ

نیک ہوئے سے ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد بے شک آپ

اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۸ وَ قِهِمُ السَّیِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ

تو بڑا غالب خوب حکمت والا ہے اور بچا ان کو برائیوں سے اور جس کو تو بچائے گا برائیوں سے

یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝۹

اس دن تو تحقیق تو نے رحم کیا اس پر اور یہ وہ کامیابی ہے بہت بڑی

اے ہمارے رب! اور داخل کر اُن کو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں جن کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہوں تو بلاشبہ قادرِ مطلق اور حکیم ہے۔ (۸) اور بچا اُن کو برائیوں سے جس کو تو نے قیامت کے دن برائیوں سے بچالیا اُس پر تو نے بڑا رحم فرمایا یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (۹)

جائیگا گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی کرم کیساتھ جنت میں بھی لوگوں کو ترقیوں سے ہمکنار فرمائیں گے۔

{ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ كُلُّ امْرِیٍٔۢ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ۝۲۱ } (الطور: ۲۱)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی ایمان لانے میں اُن کے پیچھے چلی ان کی اولاد کو ہم اُن کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، ہر شخص اپنی کمائی کے عوض گروی ہے۔''

یہاں ملائکہ کی دعا میں "السَّیِّئٰتِ" کا لفظ آیا ہے اس کے مفسرین نے تین معنیٰ کیے ہیں۔

① گناہ ② ہر قسم کا نقصان ③ عذاب۔

مسائل

۱۔ عرشِ معلیٰ کے فرشتے اپنے رب کی حمد بیان کرنے کے ساتھ مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

۲۔ عرشِ معلیٰ کے ملائکہ مومنوں کے لیے جہنّم کے عذاب سے نجات اور جنت میں داخلے کی دعائیں کرتے ہیں۔

۳۔ جہنم سے نجات پا کر جنت میں داخل ہونا بہت بڑی کامیابی ہے۔

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	يُنَادَوْنَ	لَمَقْتُ	اللّٰهِ	اَكْبَرُ
بلاشبہ	جولوگ	انہوں نے کفر کیا	وہ پکارے جائیں گے	البتہ ناراضگی	اللہ کی	بہت بڑی ہے

مِنْ	مَّقْتِكُمْ	اَنْفُسَكُمْ	اِذْ	تُدْعَوْنَ	اِلَى	الْاِيْمَانِ
سے	تمہاری ناراضگی	اپنے آپ پر	جب	تم بلائے جاتے تھے	طرف	ایمان کی

فَتَكْفُرُوْنَ ⑩	قَالُوْا	رَبَّنَآ	اَمَتَّنَا	اثْنَتَيْنِ	وَ اَحْيَيْتَنَا
تو تم انکار کرتے تھے	انہوں نے کہا	اے ہمارے رب تو نے ہمیں موت دی	دو مرتبہ		اور تو نے ہمیں زندہ کیا

اثْنَتَيْنِ	فَاعْتَرَفْنَا	بِذُنُوْبِنَا	فَهَلْ	اِلٰى	خُرُوْجٍ	مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪
دو مرتبہ	اب ہم نے اقرار کیا	اپنے گناہوں کا	تو کیا ہے	طرف	نکلنے کے	کوئی راستہ

''جن لوگوں نے کفر کیا انہیں قیامت کے دن کہا جائے گا کہ آج جتنا اپنے آپ پر تمہیں غصہ آ رہا ہے جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے تو اللہ تم پر اس سے زیادہ غضبناک ہوتا تھا (۱۰) وہ کہیں گے اے ہمارے رب حقیقت یہی ہے کہ تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندگی دی، اب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی طریقہ ہوسکتا ہے۔'' (۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنتیوں کے بعد جہنمیوں کا ذکر۔

جہنمی جہنم میں نہ صرف اپنے علماء، پیروں اور لیڈروں پر غصہ نکالیں گے بلکہ وہ اپنے آپ پر بھی غضبناک ہوں گے یہاں تک کہ اپنے ہاتھوں کو کاٹتے ہوئے کہیں گے کہ کاش! ہم رسول کا راستہ چھوڑ کر فلاں فلاں کو اپنا خیر خواہ نہ بناتے۔ (الفرقان: ۲۷۔۲۸)

جب وہ اپنے ہاتھ کاٹ رہے ہوں گے تو ربِ ذوالجلال انہیں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمائیں گے کہ جس طرح آج تمہیں اپنی حالتِ زار پر غصہ آ رہا ہے۔ جب دنیا میں تم مجھ پر ایمان لانے سے انکار کرتے اور میرے شریک بناتے تھے تو مجھے اس سے کہیں زیادہ غصہ آتا تھا لیکن میں نے تمہیں مہلت دیئے رکھی تا آنکہ تم جہنم میں داخل کر دیئے گئے۔ اس وقت جہنمی فریاد پر فریاد کریں گے کہ اے ہمیں پیدا کرنے اور پالنے والے رب! تو نے ہمیں دو مرتبہ پیدا کیا اور دو مرتبہ زندہ فرمایا اب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں کیا ہماری نجات کا کوئی راستہ ہے؟ تمام اہل علم نے لکھا ہے کہ دو مرتبہ موت سے مراد ایک انسان کی وہ حالت ہے جب اس کا وجود نہیں ہوتا ہے۔

دوسری مرتبہ جب زندگی گزار کر مرتا ہے۔ اسی طرح پہلے ماں کے پیٹ سے جنم لینا اور دوسری مرتبہ موت کے بعد زندہ

ذٰلِكُمْ	بِاَنَّهٗٓ	اِذَا	دُعِيَ	اللّٰهُ	وَحْدَهٗ
یہ تمہارے	بلاشبہ وہ	جب	پکارا جاتا تھا	اللہ	اکیلے کو
كَفَرْتُمْ ۚ	وَاِنْ	يُّشْرَكْ	بِهٖ	تُؤْمِنُوْا ؕ	فَالْحُكْمُ
تم انکار کرتے تھے	اور اگر	شریک ٹھہرایا جاتا	اس کے ساتھ	تو تم مان لیتے	پس حکم
لِلّٰهِ	الْعَلِيِّ	الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾			
اللہ کے لیے ہے	جو نہایت بلند	بہت بڑا ہے			

جہنمیوں کو جواب دیا جائے گا کہ جس حالت میں تم مبتلا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم ماننے سے انکار کرتے تھے اور جب اُس کے ساتھ دوسروں کو ملایا جاتا تو تم مان لیتے تھے اب فیصلہ اللہ بزرگ و برتر کے اختیار میں ہے۔'' (۱۲)

ہونا ہے جسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ''تم اللہ کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:۲۸)

قرآن مجید کے دوسرے مقام پر بیان ہوا ہے کہ کاش آپ دیکھیں کہ جب جہنمی جہنم میں سر جھکائے فریادیں کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے سب کچھ دیکھ اور سن لیا ہماری التجاء ہے کہ ہمیں ایک مرتبہ دنیا میں واپس کر دیں ہم نیک عمل کریں گے اور آپ کے ارشادات پر یقین کریں گے۔ (السجدۃ:۱۲)

اس کے جواب میں انہیں فرمایا جائے گا کہ تمہارا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ جب تمہیں ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے جب اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے یعنی آج تم مجھے ''اللہ'' مانتے ہو لیکن دنیا میں تم میرے ساتھ تو کفر و شرک کیا کرتے تھے سورۃ الزمر آیت ۴۵ میں بیان ہوا ہے کہ جب ایک اللہ کا ذکر ہوتا تھا تو تمہارے چہرے بگڑ جاتے تھے اور دوسروں کا ذکر ہوتا تو تمہارے چہرے کِھل جاتے تھے اب کفر و شرک کی وجہ سے تمہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ہے، اس کے ساتھ ہی کہا جائے گا کہ فیصلے کا اختیار ''اللہ'' اعلیٰ اور اکبر کو ہے یہ فرما کر انہیں مزید احساس دلایا جائے گا کہ تم دنیا میں اس لیے دوسروں کو اللہ کا شریک بناتے تھے کہ یہ بزرگ اور بت تمہیں اللہ تعالیٰ سے چھڑا لیں گے یہ تمہاری خام خیالی تھی اب دیکھ لو کہ بلند و بالا ہستی کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا لہٰذا اس کا فیصلہ اٹل ہے جو اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے اعلیٰ ہے اور اقتدار اور اختیار کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی شریک نہیں پھر دیکھ لو کہ اس کی بڑائی اور کبریائی کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَطْوِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟»

(رواہ مسلم: کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ کر ان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے گا۔ پھر فرمائے گا ''میں ہی بادشاہ ہوں'' دنیا کے جابر اور سرکش آج کہاں ہیں؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ زمین کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا۔ ''میں ہی بادشاہ ہوں'' دنیا کے جابر اور سرکش آج کہاں ہیں؟''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے واویلا پر اپنے غضب کا اظہار کریں گے۔
۲۔ جہنمی اپنے کفر و شرک کی وجہ سے جہنم میں جھونکے جائیں گے۔
۳۔ جہنمی جہنم میں اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے مگر انہیں اس اعتراف کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا

تفسیر بالقرآن

مشرکین کا ''اللہ'' کی توحید کے ساتھ وطیرہ:

۱۔ کیا تو ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کی عبادت ہمارے آباء کرتے رہے ہیں۔ (ھود:۶۲)
۲۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہمیں ہمارے آباء واجداد کافی ہیں۔ (المائدۃ:۱۰۴)
۳۔ جب ان کے پاس اللہ وحدہٗ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل جلتے ہیں۔ (الزمر:۴۵)
۴۔ جب مشرکین کو توحید کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت:۳۵)
۵۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اللہ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ (النساء:۶۱)
۶۔ جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ کی نازل کردہ کتاب کی پیروی کرو تو جواب میں اپنے آباء واجداد کی پیروی کا حوالہ دیتے ہیں۔ (البقرۃ:۱۷۰)
۷۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی پیروی کا حکم دیا جاتا ہے تو اپنے آباء اجداد کی پیروی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (لقمان:۲۱)
۸۔ کفار کہتے تھے کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے آباء واجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ (ابراہیم:۱۰)
۹۔ انبیاء نے کفار کو توحید کی دعوت دی تو انہوں نے کہا ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ (ابراہیم:۱۳)

هُوَ	الَّذِیْ	یُرِیْكُمْ	اٰیٰتِهٖ	وَیُنَزِّلُ	لَكُمْ
وہ	جو	تمہیں دکھاتا ہے	اپنی نشانیاں	اور وہ نازل کرتا ہے	تمہارے لیے
مِّنَ	السَّمَآءِ	رِزْقًا ؕ	وَمَا	یَتَذَكَّرُ	اِلَّا	مَنْ
سے	آسمان	رزق	اور نہیں	نصیحت پکڑتا	مگر	جو
یُّنِیْبُ ﴿۱۳﴾	فَادْعُوا	اللّٰهَ	مُخْلِصِیْنَ	لَهُ	الدِّیْنَ	وَلَوْ
رجوع کرتا ہے	لہٰذا تم پکارو	اللہ کو	خالص کرتے ہوئے	اس کے لیے	دین کو	اور اگرچہ
كَرِهَ	الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾	رَفِیْعُ	الدَّرَجٰتِ	ذُو الْعَرْشِ ۚ	یُلْقِی	الرُّوْحَ
ناپسند کریں	کافر (جمع)	بلند	درجات	عرش والا	وہ ڈالتا ہے	روح
مِنْ اَمْرِهٖ	عَلٰی مَنْ	یَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	لِیُنْذِرَ	یَوْمَ	التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾
سے	اپنے حکم	جس پر	وہ چاہتا ہے	سے	اپنے بندوں میں	تاکہ وہ ڈرائے	دن	ملاقات کے

وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمہارے لیے رزق نازل کرتا ہے، اللہ کی طرف رجوع کرنے والے کے سوا دوسرا نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ (۱۳) پس اے لوگو! صرف ایک اللہ کو پکارو۔ اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے بے شک یہ کام کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ (۱۴) ''اللہ'' بلند و بالا اور عرش کا مالک ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کر دیتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے لوگوں کو خبردار کر دے۔ (۱۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ایک ''اللہ'' کے ساتھ مشرک شرک کرتے ہیں صرف وہی تو ہے جو سب کو رزق دیتا ہے مگر مشرک اس کی خالص عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

مشرک کی عادت اور بدقسمتی پر غور فرمائیں کہ جو ''اللہ'' اسے اور سب کو آسمانوں سے رزق دیتا ہے۔ اسے حقیقی داتا ماننے کے لیے تیار نہیں اور نہ اس کی خالص عبادت کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ شرک کی نحوست اور جہالت کی وجہ سے مشرک اس قدر اپنے رب سے فکری اور عملی طور پر دور ہوتا ہے کہ جوں ہی اللہ کی وحدت اور توحیدِ خالص کا ذکر کیا جائے تو مشرک کو یہ بات گراں گزرتی ہے جس وجہ سے مشرک نصیحت پانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ حقیقی نصیحت کی ابتدا اور انتہا صرف توحید کو سمجھنا اور اس کے تقاضے پورے کرنا ہے اس سے بڑی کوئی حقیقی نصیحت نہیں جو آخرت میں انسان کے کام آسکے۔

''اللہ تعالیٰ نے کئی بار بارش کو اپنی توحید کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ''اللہ'' ہی تمہارے لیے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے اس سے مراد اکثر مفسرین نے بارش لی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بارش

يَوْمَ	هُمْ	بٰرِزُوْنَ ۚ	لَا	يَخْفٰى	عَلَى	اللّٰهِ
جس دن	وہ	نکلیں گے	نہیں	مخفی ہوگی	پر	اللہ
مِنْهُمْ	شَيْءٌ ؕ	لِمَنِ	الْمُلْكُ	الْيَوْمَ ؕ	لِلّٰهِ	الْوَاحِدِ
ان سے	کوئی چیز	کس کے لیے ہے	بادشاہی	آج کے دن	اللہ کے لیے	ایک ہے
الْقَهَّارِ ⑯	اَلْيَوْمَ	تُجْزٰى	كُلُّ	نَفْسٍ	بِمَا	كَسَبَتْ ؕ
بڑی طاقت والا	آج	بدلہ دیا جائے گا	ہر	نفس کو	اس کے ساتھ جو	اس نے کمایا
لَا ظُلْمَ	الْيَوْمَ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ ⑰	
نہیں ہوگا کوئی ظلم	آج	بلاشبہ	اللہ	جلد لینے والا ہے	حساب	

جس دن اللہ سے اُن کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہوگی، پوچھا جائے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے اس دن اللہ واحد قہار کی بادشاہی ہوگی۔ (۱۶) آج ہر شخص کو اُس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' (۱۷)

رزق کا بہت بڑا ذریعہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ہر چیز کی زندگی کا انحصار پانی پر رکھا ہے۔'' (الانبیاء: ۳۰)

بارش تو ایک ذریعہ ہے کیونکہ رزق کے بارے میں ارشاد ہے۔ اے لوگو! جس رزق کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمانوں میں ہے۔ (الذّٰریات: ۲۲)

اگر صرف بارش کے حوالے سے بات کی جائے تو غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش کا کس طرح انتظام کرتا ہے۔ اس اللہ کی قدرت سے سمندر کا پانی بخارات کے ذریعے اوپر جاتا ہے اور اس کے حکم سے بخارات کو ہوا اٹھائے پھرتی ہے۔ پھر بخارات بادل بنتے ہیں اور بادلوں کو برسنے کا حکم ہوتا ہے۔ (الاعراف: ۵۷) اس پورے نظام میں دنیا کے حکمران، کسی ستارے، دیوتا اور فوت شدگان کا کوئی عمل دخل نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اس لحاظ سے بارش اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو ہر دور کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ دکھلاتا آرہا ہے اور دکھلاتا رہے گا۔ مگر اس کے باوجود کافر اور مشرک نہ اس کو ایک اللہ مانتے ہیں اور نہ اسی کی عبادت کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس لیے مومنوں کو حکم ہے کہ کفار کو یہ دعوت اور یہ طریقہ عبادت کتنا ہی برا لگے آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے رب کے حکم کے مطابق صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں وہی بلند و بالا اور عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے۔ جس پر وحی کی جائے وہ لوگوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرائے۔ جس دن لوگ اپنے اپنے مدفن سے نکل کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے اور ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہوگی اس دن ربِ ذوالجلال فرمائے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟ بالآخر خود جواب دے گا کہ آج اکیلے اللہ قہار کی بادشاہی ہے۔ (رواہ مسلم: باب صفة القیامة والجنة والنار)

پھر اعلان ہوگا کہ بے شک آج ایک اللہ قہار کی بادشاہی ہے لیکن اس کے باوجود کسی پر رتی برابر زیادتی نہ ہونے پائے گی ہر کسی کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ اے لوگو! ہوش کرو! تمہارا رب بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ آیت ۱۵

میں درج ذیل چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

① **رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ:** اس کے مفسرین نے دو معنیٰ کیے ہیں۔
اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، رفعت مکانی اور علوِ مرتبت کے لحاظ سے بے مثال اور اعلیٰ ہے۔

② وہی اپنے فضل سے مومنوں کے درجات بلند فرمانے والا ہے۔

③ **ذُو الْعَرْشِ** بڑے عرش والا جس کے بارے میں عرشِ عظیم اور عرشِ کریم کے الفاظ بھی استعمال فرمائے ہیں۔

④ **يُلْقِي الرُّوْحَ:** الرّوح کے کئی معانی ہیں جن میں ایک معنیٰ وحی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی وحی کے لیے منتخب کرتا ہے جن بندوں کو اس نے اپنی وحی کے لیے منتخب کیا ان میں آخری اللہ کے بندے حضرت محمد ﷺ ہیں جو اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا رسولوں کا کام لوگوں تک حق بات پہنچانا تھا منوانا نہیں تھا۔

⑤ **يَوْمَ التَّلَاقِ:** مختلف مراحل کے حوالے سے قیامت کے کئی نام ہیں ان میں ایک نام "**يَوْمَ التَّلَاقِ**" ہے جس کا معنیٰ ملاقات کا دن ہے اس میں ہر شخص بلاواسطہ اپنے رب کے حضور پیش ہوگا اچھے اچھے اعمال کی جزا ملے گی اور بُرے اعمال کی سزا ہوگی۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے بلند و بالا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے۔ وحی کا ایک مقصد آخرت کے عذاب سے لوگوں کو ڈرانا ہے۔
۴۔ ربِ ذوالجلال سے لوگوں کی کوئی بات پوشیدہ ہے اور نہ رہے گی۔
۵۔ قیامت کے دن ہر کسی کو اس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔
۶۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر رائی کے دانے برابر زیادتی نہ ہوگی۔ ۸۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

بارش کس طرح نازل ہوتی ہے:

۱۔ ہوائیں بخارات اُٹھاتی اور بادلوں کو چلاتی ہیں۔ (الاعراف: ۵۷)
۲۔ آسمان سے بارش نازل ہونے، بارش سے زمین کو زندہ کرنے، چوپایوں کے پھیلنے، ہواؤں کے چلنے اور بادلوں کے مسخر ہونے میں نشانیاں ہیں۔ (البقرۃ: ۱۶۴)
۳۔ تم اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو وہ آسمان سے تمہارے لیے بارش نازل فرمائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ فرمادے گا۔ (ہود: ۵۲)
۴۔ اللہ سے بخشش طلب کرو وہ معاف کردے گا اور بارش نازل فرمائے گا اور تمہارے مال و اولاد میں اضافہ فرمائے گا۔ (نوح: ۱۰۔۱۲)

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

اور آپ ڈرائیں ان کو دن سے قریب آنے والے جب دل قریب ہوں گے گلے کے

كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ

غم سے بھرے ہوئے نہیں ظالموں کے لیے کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی

يُّطَاعُ ۘ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾

جس کی بات مانی جائے وہ جانتا ہے خیانت آنکھوں کی اور جو چھپاتے ہیں سینے

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اور اللہ فیصلہ کرے گا حق کے ساتھ اور جو لوگ پکارتے ہیں سے اس کے سوا

لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع ۱۱ ۷

نہیں وہ فیصلہ کر سکتے کسی چیز کا بلاشبہ اللہ وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے

''اے نبی! ان لوگوں کو اُس دن سے ڈرائیں جو قریب آ چکا ہے، جب کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے اور وہ غم میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔ (۱۸) اللہ وگوں کی نگاہوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور سینوں میں چھپائے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔ (۱۹) اور اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا، اللہ کو چھوڑ کر مشرک جن کو پکارتے ہیں وہ کسی بات کا فیصلہ کرنے والے نہیں ہیں، بلاشبہ اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔'' (۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اس کے باوجود لوگوں کے کلیجے منہ کو آ رہے ہوں گے۔

ربِ ذوالجلال کا رعب اور قیامت کے حساب و کتاب کے ڈر کی وجہ سے لوگوں کے کلیجے ان کے حلق تک آ چکے ہوں گے۔ اس وقت ظالموں کا کوئی خیر خواہ اور سفارشی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور دلوں میں چھپے ہوئے خیالات کو جانتا ہے وہ اپنے بندوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے اس کے سوا جن کو پکارا جاتا ہے وہ کوئی بھی حکم نہیں دے سکتے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سب کو سُننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

قیامت کے دن ظالموں کا یہ حال ہوگا کہ ربِّ ذوالجلال کے خوف کی وجہ سے ان کے کلیجے ان کے حلقوں میں اٹک جائیں گے اور ظالم اس قدر پریشان ہوں گے کہ ان کے چہروں سے ان کی ذلّت اور پریشانی عیاں ہوگی وہ اپنے دوست و احباب سے مدد طلب کریں گے مگر کوئی بھی ان کی مدد کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ مجرم حساب و کتاب کے ابتدائی مرحلے میں جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے گناہوں کا انکار اور انہیں چھپانے کی کوشش کریں گے مگر وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا نہیں سکیں گے کیونکہ وہ

انسان کی آنکھوں کی خیانت اور اس کے دل میں چھپے ہوئے خیالات کو جانتا ہے۔ مشرک اس لیے بھی شرک کرتا ہے کہ قیامت کے دن اس کے بنائے ہوئے شریک اسے بچالیں گے مگر جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ تعالیٰ سے کوئی کسی کو چھڑا نہیں سکے گا وہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی فیصلے کرنے والا ہوگا جو حق اور سچ کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے صادر فرمائے گا۔ اس کا فرمان ہے کہ کسی پر ذرہ برابر زیادتی نہ ہو پائے گی۔ دنیا میں بھی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور قیامت کے دن بھی سامنے ہوگی وہ ہر حال میں ہر بات سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

«عَنِ الْمِقْدَادِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ»

(رواہ مسلم: باب فِی صِفَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَعَانَنَا اللّٰهُ عَلَى أَهْوَالِهَا)

''حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا آپ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن سورج لوگوں سے ایک میل کی مسافت پر ہوگا لوگوں کا پسینہ ان کے اعمال کے مطابق ہوگا بعض لوگوں کے ٹخنوں تک، بعض کے گھٹنوں تک بعض کی کمر تک اور بعض کے منہ تک پسینہ ہوگا یہ بیان کرتے ہوئے رسول ﷺ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن ربِّ ذوالجلال کے خوف کی وجہ سے ظالموں کے کلیجے ان کے حلق میں اٹک جائیں گے۔
۲۔ قیامت کے دن ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید جانتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن حق اور سچ کیساتھ فیصلہ فرمائے گا۔
۵۔ قیامت کے دن اللہ کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوگا۔
۶۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن کفّار اور مشرکین کا کوئی مددگار نہیں ہوگا:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (ہود: ۲۰۔ البقرۃ: ۱۰۷)
۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو تمہاری مدد کر سکے۔ (البقرۃ: ۱۲۰)
۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی اور بچانے والا نہیں ہے۔ (الرعد: ۳۷)
۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں ہوگا۔ (العنکبوت: ۲۲۔ الشوریٰ: ۳۱)

اَوَ لَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ
کیانہیں	پھرے وہ	میں	زمین	پس وہ دیکھتے	کیسا	ہوا
عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	كَانُوْا	مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ	كَانُوْا	هُمْ
انجام	ان لوگوں کا	جو تھے	ان سے پہلے	تھے	وہ
اَشَدَّ	مِنْهُمْ	قُوَّةً	وَّ	اٰثَارًا	فِي	الْاَرْضِ
زیادہ سخت	ان سے	قوت میں	اور	نشانوں میں	میں	زمین

''کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ انہیں اُن لوگوں کا انجام نظر آئے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھے اور ان سے زیادہ زمین میں اثرات چھوڑ گئے ہیں۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کو پوری کائنات پر کلی اختیارات حاصل ہیں لیکن معبودانِ باطل کو کسی قسم کا کوئی اختیار حاصل نہیں اس حقیقت کو دیکھنا چاہو تو زمین میں چل پھر کر مغضوب اقوام کا حال دیکھ لو۔ کہ ان کا کیا انجام ہوا۔

ہلاک ہونے والی اقوام کا سب سے بڑا جرم اپنے رب کے ساتھ شرک کرنا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا انکار کرنا تھا۔ اپنے اپنے اعتقاد اور سوچ کے مطابق ان کا یقین تھا کہ ہمارے دیوتے، بزرگ اور ہمارے بندوبست ہمیں مشکل کے وقت بچالیں گے۔ اسی طرح ہی مکہ والے اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے اور اپنے وسائل پر اتراتے تھے۔ یہاں تک مکہ والوں کے اسباب اور قوت کا معاملہ ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان سے پہلی اقوام اسباب اور قوت کے اعتبار سے ان سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ ان کی ترقی اور اسباب کا عالم یہ تھا کہ ان میں کسی نے پہاڑوں کے سینے چیر کر ان میں کالونیاں بنائیں اور بڑے بڑے محل تعمیر کیے، کسی نے اپنی شان وشوکت کے لیے بڑی بڑی یادگاریں تعمیر کیں لیکن ربِ ذوالجلال نے انہیں ان کے جرائم کی بنا پر پکڑا تو ان کے بت، دیوتے، بزرگ اور ان کے وسائل انہیں بچا نہ سکے حالانکہ ان کے پاس ان کے رسول بڑے بڑے معجزات اور ٹھوس دلائل کے ساتھ آئے اور انہیں شب و روز سمجھاتے رہے لیکن انہوں نے کفر ہی اختیار کیے رکھا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا اور اس کی پکڑ بڑی شدید ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ بڑی قوت والا اور سخت گرفت کرنے والا ہے۔

مسائل

۱۔ ہلاک ہونے والی اقوام اہل مکہ سے زیادہ طاقتور تھیں۔

۲۔ ہلاک ہونے والی اقوام نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا انکار کیا۔

فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ ؕ	وَمَا	كَانَ	لَهُمْ	مِّنَ اللّٰهِ
پھر پکڑ لیا ان کو	اللہ نے	بسبب ان کے گناہوں کے	اور نہ	تھا	ان کے لیے	سے اللہ

مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَانَتْ	تَّاْتِيْهِمْ	رُسُلُهُمْ
کوئی بچانے والا	یہ	اس سبب سے کہ بے شک	تھے	آتے ان کے پاس	ان کے رسول (جمع)

بِالْبَيِّنٰتِ	فَكَفَرُوْا	فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ ؕ	اِنَّهٗ
واضح دلائل کے ساتھ	تو انہوں نے انکار کیا	پھر پکڑ لیا ان کو	اللہ نے	بلاشبہ وہ

قَوِيٌّ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾
بڑا قوت والا	شدید	سزا دینے والا ہے

مگر اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا اور انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔(۲۱) یہ اس لیے ہوا کہ ان کے پاس اُن کے رسول واضح دلائل لے کر آئے اور انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا آخر کار اللہ نے ان کو پکڑ لیا یقیناً وہ بڑی قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔''(۲۲)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت کی تو انہیں کوئی نہ بچا سکا۔

تفسیر بالقرآن

ہلاک ہونے والی چند اقوام کی تباہی کا ایک منظر:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حق کی تکذیب کرنے والوں کو انکے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر کے دوسری قوم کو پیدا فرمایا۔(الانعام:۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کر دیا۔(الشعراء:۱۲۰))

۳۔ بستی والوں نے جب ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔(الکہف:۵۹)

۴۔ قوم عاد نے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔(الشعراء:۱۳۹)

۵۔ قوم تبع اور ان سے پہلے مجرموں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔(الدخان:۳۷)

۶۔ آل فرعون نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کیوجہ سے ہلاک کر دیا۔(الانفال:۵۴)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی طرف وحی کی کہ وہ ظالموں کو ضرور ہلاک کرے گا۔(ابراہیم:۱۳)

۸۔ ہم کسی بستی والوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کرتے جب تک ان میں ڈرانے والے نہ بھیج دیں۔(الشعراء۲۰۸)

وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	وَسُلْطٰنٍ	مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾
اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجا	موسیٰ کو	اپنی نشانیوں کے ساتھ	اور دلیل کے ساتھ	واضح
اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَهَامٰنَ	وَقَارُوْنَ	فَقَالُوْا	سٰحِرٌ	كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾
طرف	فرعون	اور ہامان	اور قارون کی	تو انہوں نے کہا	جادوگر ہے	بڑا جھوٹا
فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	بِالْحَقِّ	مِنْ	عِنْدِنَا	قَالُوا	اقْتُلُوْٓا
پس جب	وہ آیا ان کے پاس	حق کے ساتھ	سے	ہماری طرف	انہوں نے کہا	تم قتل کرو
اَبْنَآءَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَهٗ	وَاسْتَحْيُوْا	نِسَآءَهُمْ
بیٹوں کو	ان لوگوں کے	جو ایمان لائے	اس کے ساتھ	اور تم زندہ رکھو	ان کی عورتیں
وَمَا	كَيْدُ	الْكٰفِرِيْنَ	اِلَّا	فِيْ	ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾
اور نہیں	چال	کافروں کی	مگر	میں	ناکام

''اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح دلائل کے ساتھ فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا۔ (۲۳) مگر انہوں نے کہا موسیٰ جادوگر اور کذاب ہے۔ (۲۴) جب موسیٰ ہماری طرف سے ان کے سامنے حق لایا تو انہوں نے کہا جو لوگ اس پر ایمان لائے ہیں اُن کے بیٹوں کو قتل کرو اور عورتوں کو زندہ رہنے دو۔ لیکن کفار کی کارروائی بے نتیجہ رہی۔'' (۲۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ہلاک کی جانے والی اقوام میں آلِ فرعون بھی شامل تھے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بڑے بڑے معجزات اور دلائل دے کر فرعون، ہامان اور قارون کی طرف بھیجا، مگر انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا اور جادوگر قرار دیا۔ جوں ہی موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے حق لے کر پہنچے تو فرعون اور ان کے ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ جو بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اسے قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں کو اپنے لیے باقی رہنے دیا جائے۔ حق کے مقابلے میں کفار کی منصوبہ بندیاں ہمیشہ انہیں دنیا اور آخرت کے نقصان میں زیادہ ہی کرتی ہیں۔ انسان مشکل کے وقت تدبیر اس لیے کرتا ہے کہ وہ مصیبت سے نجات پائے لیکن جب انسان اپنے رب کا باغی بن جائے اور حق بات کو ٹھکراتا چلا جائے تو اس کی عقل الٹی ہو جاتی ہے وہ ایسی تدبیریں کرتا ہے اور اس کے ساتھی اپنے مفاد اور اس کی خوشنودی کے لیے اُسے ایسے مشورے دیتے ہیں کہ جس سے اس کی ذلت اور نقصان میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے یہی حالات فرعون اور اس کے ساتھیوں کے تھے جوں ہی موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سامنے بڑے بڑے معجزات پیش کیے اور انہیں

ٹھوس دلائل کے ساتھ اللہ کی توحید کی دعوت دی تو انہوں نے حق تسلیم کرنے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ ایمان لانے والے مردوں اوران کے بیٹوں کو قتل کیا جائے اوران کی بیویوں اور بیٹیوں کو باقی رہنے دیا جائے۔ یادرہے کہ فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کو قتل کرنے کی یہ دوسری مہم تھی اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بھی بنی اسرائیل کا قتلِ عام کیا گیا تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ (البقرۃ:۴۹)

دنیا میں بنی اسرائیل کے علاوہ شاید ہی کوئی قوم ہو جسے اجتماعی طور پر یہ سزا دی گئی ہو کہ ان کے مردوں کو کئی سال تک قتل کیا گیا اوران کی بہو بیٹیوں کو ہر قسم کی زیادتی کا نشانہ بنانے کے لیے زندہ رہنے دیا گیا ہو بنی اسرائیل دومرتبہ طویل عرصہ تک اس آزمائش کا شکار رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے بالآخر موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی بے مثال جدوجہد کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کو فرعون اوراس کے ساتھیوں کے مظالم سے نجات دی۔ اوراس دنیا میں فضیلت عطا فرمائی۔

"سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ" سے مراد ایسے دلائل ہیں جنہیں سننے کے بعد آدمی کے دل میں یقین پیدا ہو جائے کہ واقعی حق یہی ہے۔ فرعون اوراس کے ساتھیوں کو پہلے دن ہی موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدھا بننا اور ہاتھ کا روشن ہونا دیکھ کر یقین ہو گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں اور وہ یہ بھی سوچنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ جو شخص کچھ عرصہ پہلے گرفتاری کے ڈر سے یہاں سے بھاگ نکلا تھا آج کس جرأت کے ساتھ ہمارے سامنے کھڑا ہو کر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہمارے نظریات کے خلاف باتیں کر رہا ہے، یقیناً اسے اللہ کی مدد حاصل ہے انہیں یہ بھی یقین ہو چکا تھا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو ڈھیل دی گئی تو اس کے ساتھیوں میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا جائے گا۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں کو دور رکھنے اور حکومت کا دبدبہ قائم کرنے کے لیے فرعون نے فوری طور پر حکم جاری کیا کہ جو شخص بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اسے اور اسکے رشتہ داروں کو سرِ عام قتل کر دیا جائے البتہ ان کی بیویوں اور بہو، بیٹیوں کو اپنے لیے باقی رہنے دیا جائے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بڑے بڑے معجزات اور ٹھوس دلائل دے کر فرعون اوراس کے ساتھیوں کی طرف بھیجا۔

۲۔ فرعون اوراس کے ساتھیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کذّاب اور جادوگر قرار دیا۔

۳۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو سرِ عام قتل کرنے کی مہم چلائی۔

۴۔ فرعون نے اپنی اور اپنی قوم کی خدمت کے لیے بنی اسرائیل کی بہو بیٹیوں کو باقی رکھا۔

تفسیر بالقرآن

موسیٰ علیہ السلام کو دیے جانے والے عظیم معجزات اور دلائل:

۱۔ (یونس:۷۵) ۲۔ (المومنون:۴۶) ۳۔ (العنکبوت:۳۹) ۴۔ (الاعراف:۱۳۳) ۵۔ (المومن:۲۷)

وَ قَالَ	فِرْعَوْنُ	ذَرُوْنِيْٓ	اَقْتُلْ	مُوْسٰى	وَلْيَدْعُ
اور کہا	فرعون نے	تم چھوڑو مجھے	میں قتل کردوں	موسیٰ کو	اور وہ پکارے
رَبَّهٗ ۚ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اَنْ	يُّبَدِّلَ	دِيْنَكُمْ	اَوْ
اپنے رب کو	بلاشبہ میں	ڈرتا ہوں	کہ	وہ بدل دے گا	تمہارا دین	یا
اَنْ	يُّظْهِرَ	فِي	الْاَرْضِ	الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾	وَ قَالَ
یہ کہ	وہ پھیلائے گا	میں	زمین	فساد	اور کہا
مُوْسٰٓى	اِنِّيْ	عُذْتُ	بِرَبِّيْ	وَ رَبِّكُمْ	مِّنْ
موسیٰ نے	بے شک میں	پناہ میں آتا ہوں	اپنے رب	اور تمہارے رب کے ساتھ	سے
كُلِّ	مُتَكَبِّرٍ	لَّا	يُؤْمِنُ	بِيَوْمِ	الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع
ہر	متکبر	جو نہیں	ایمان رکھتا	دن کے ساتھ	حساب کے

''فرعون نے اپنے درباریوں سے کہا مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور یہ میرے مقابلے میں اپنے رب کو بلا لے مجھے خطرہ ہے کہ یہ تمہارا دین بدل ڈالے گا یا ملک میں فساد برپا کردے گا۔(۲۶) موسیٰ نے فرمایا میں نے ہر متکبر کے مقابلے میں جو یوم الحساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لے لی ہے۔''(۲۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بنی اسرائیل کے قتلِ عام کے بعد فرعون کا انتہائی اقدام کرنے کا فیصلہ۔

نامعلوم فرعون نے کتنی مدت تک بنی اسرائیل کا قتلِ عام جاری رکھا۔اس ظالمانہ اقدام کے باوجود بنی اسرائیل کا نوجوان طبقہ موسیٰ علیہ السلام پر دھڑا دھڑ ایمان لانے لگا جس کا قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

{ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ قَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ } (یونس:۸۳تا۸۶)

''موسیٰ پر اس کی قوم کے نوجوانوں کے سوا فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف اور ان کے ظلم کی وجہ سے کوئی ایمان نہ لایا اور بلاشبہ فرعون زمین میں سرکش اور حد سے بڑھنے والوں میں تھا۔موسیٰ نے فرمایا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر

ایمان لائے ہوتو اسی پر توکل کرو اگر تم فرمانبردار ہو۔ تو انہوں نے کہا ہم نے اللہ پر توکل کیا، اے ہمارے رب ہمیں ظالم لوگوں سے بچا اور اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں کافر لوگوں سے نجات عطا فرما۔''

اس صورتِ حال میں فرعون نے یہ محسوس کیا کہ جس مقصد کے لیے بنی اسرائیل کے قتلِ عام کا فیصلہ کیا گیا تھا اس کا نتیجہ ہماری بجائے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جا رہا ہے اس لیے اس نے موسیٰ علیہ السلام کے خلاف انتہائی اقدام کرنے کا اعلان کیا جس کے لیے اس نے وزیروں مشیروں کو کہا کہ میرے راستے سے ہٹ جاؤ اب میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر کے رہوں گا بیشک وہ میرے مقابلے میں طیش میں آ گیا ہے اور اپنے رب کو لے آئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو اسی طرح ڈھیل دیئے رکھی تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور ملک کو برباد کر دے۔ قرآن مجید کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ فرعون غصہ میں اپنے آپ سے باہر ہوا جا رہا تھا اور اس کی قتلِ عام کی مہم ناکام ہو چکی تھی اس لیے اس نے موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگائے کہ یہ ہمارے دین کو بدلنا چاہتا ہے اور ملک کو برباد کرنے کے درپے ہے۔ مجھے چھوڑ دو کے بارے میں مفسرین نے تین آراء کا اظہار کیا ہے۔

① موسیٰ علیہ السلام کی جرأت اور ان کے معجزات دیکھ کر فرعون اپنے دل میں خوف زدہ تھا کہ اگر میں نے موسیٰ علیہ السلام کو کوئی گزند پہنچائی تو اللہ تعالیٰ فوری طور پر میری گرفت کرے گا۔

② جس طرح اس نے یہ جھوٹ بولا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ملک میں فساد برپا کرنا چاہتا ہے اسی طرح ہی اس نے جھوٹی دھمکی دی تھی کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔

③ فرعون موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی وارننگ دے کر انہیں مرعوب کرنا چاہتا تھا حالانکہ اسے معلوم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا آسان نہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سچے رسول ہیں اور اپنے رب کی نگرانی میں ہیں اور ان کے پاس ایسے معجزے ہیں جن کا ہمارے پاس کوئی توڑ نہیں جہاں تک کہ فرعون کا یہ کہنا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارا دین بدلنا چاہتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام ملک میں فساد برپا کرنا چاہتا ہے یہ بات شروع سے ہی حکمران اور دنیا دار لوگ انبیاء اور داعی حق کے بارے میں کہتے آ رہے ہیں۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کی دین سے مراد اس کا نظامِ حکومت ہے یہ بات بھی ٹھیک ہے لیکن اس بات کی گنجائش بھی موجود ہے کہ مشرک جس کی پوجا کرتے ہیں وہ دین اور ثواب سمجھ کر ہی کرتے ہیں۔ فرعون کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مذہبی لوگوں کو دین کے حوالے سے اور سیاسی لوگوں کو ملک کے نظام کے حوالے سے اکسایا تھا تاکہ بیک وقت مذہب اور سیاست کے نام پر لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھڑکایا جا سکے۔ قرآن مجید کے الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فرعون نے کسی دوسرے موقع پر براہِ راست موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی دھمکی دی تھی جس پر موسیٰ علیہ السلام نے کھلے الفاظ میں فرمایا کہ میں قیامت کا انکار کرنیوالے ہر متکبر سے اپنے اور تمہارے رب کی حفاظت میں آ چکا ہوں۔ (المومن: ۲۷)

تکبر کی سزا:

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ

فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيمَةِ)) (رواه البخاری: کتاب أحادیث الأنبیاء)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک دفعہ ایک شخص تکبر کے ساتھ چادر گھسیٹ کر چل رہا تھا تو اسے زمین میں دھنسا دیا گیا اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا جائے گا۔''

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ))

(رواہ مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

مسائل

۱۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ملک میں فساد کرنے والا قرار دیا۔ ۲۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی۔

۳۔ فرعون نے اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے لیے لوگوں کو کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارا دین بدلنا چاہتا ہے۔

۴۔ موسیٰ علیہ السلام نے بلاخوف یہ بات فرمائی کہ میری حفاظت میرے رب نے اپنے ذمے لے رکھی ہے۔

۵۔ مومن کو تکبر اور متکبر شخص سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

۶۔ جو شخص قیامت کے حساب وکتاب کو نہیں مانتا حقیقتاً وہ متکبر ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

متکبر شخص کی عادات اور اس کا انجام:

۱۔ سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا۔ (ص: ۷۴) ۲۔ تکبر کرنا فرعون اور اللہ کے باغیوں کا طریقہ ہے۔ (القصص: ۳۹)

۳۔ تکبر کرنے والے کے دل پر اللہ مہر لگا دیتا ہے۔ (المؤمن: ۳۵)

۴۔ متکبر کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ (النحل: ۲۳) ۵۔ تکبر کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ (المومن: ۷۶)

۶۔ اللہ تعالیٰ ہر جابر اور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (المومن: ۳۵)

۷۔ کافروں کو ان کی جمعیت اور تکبر کام نہیں آسکے گا۔ (الاعراف: ۴۸)

۸۔ تکبر کرنے والوں کو ذلت آمیز سزا دی جائے گی۔ (الاحقاف: ۲۰)

۹۔ جو لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (الاعراف: ۳۶)

۱۰۔ جہنم کے دروازوں سے ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل ہو جاؤ تکبر کرنے والوں کا کیسا برا ٹھکانہ ہے۔ (النحل: ۲۹)

وَقَالَ	رَجُلٌ	مُّؤْمِنٌ ۚ	مِّنْ	اٰلِ	فِرْعَوْنَ	يَكْتُمُ
اور کہا	آدمی نے	مومن	سے	آل	فرعون	وہ چھپاتا تھا
اِيْمَانَهٗٓ	اَتَقْتُلُوْنَ	رَجُلًا	اَنْ	يَّقُوْلَ	رَبِّيَ	اللّٰهُ
اپنا ایمان	کیا تم قتل کرتے ہو	ایک آدمی کو	یہ کہ	وہ کہتا ہے	میرا رب	اللہ ہے
وَقَدْ	جَآءَكُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	مِنْ	رَّبِّكُمْ ؕ	وَاِنْ	
اور تحقیق	آیا ہے تمہارے پاس	روشن دلائل کے ساتھ	سے	تمہارے رب کی طرف	اور اگر	
يَّكُ	كَاذِبًا	فَعَلَيْهِ	كَذِبُهٗ ۚ	وَاِنْ	يَّكُ	صَادِقًا
ہے وہ	جھوٹا	تو اسی پر ہے	اس کا جھوٹ	اور اگر	ہے وہ	سچا
يُّصِبْكُمْ	بَعْضُ	الَّذِيْ	يَعِدُكُمْ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا
تو تم کو پہنچے گا	کچھ حصہ	وہ جو	تم سے وعدہ کرتا ہے	بے شک	اللہ	نہیں
يَهْدِيْ	مَنْ هُوَ	مُسْرِفٌ	كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾			
وہ ہدایت دیتا	وہ جو	حد سے بڑھنے والا	جھوٹا ہو			

''اس موقع پر آلِ فرعون میں سے ایک مومن جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا بول اٹھا کیا تم ایک شخص کو اس بناء پر قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اگر وہ سچا ہے تو تمہیں ان واقعات سے ضرور واسطہ پڑے گا جس کا تمہیں وعدہ دیتا ہے اور ڈراتا ہے یقین جانو کہ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور جھوٹا ہو۔''(۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: فرعون کی دھمکی کے ردِعمل میں ایک مومن کا دردمندانہ خطاب۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ میں تیرے اقدامِ قتل سے نہیں ڈرتا کیونکہ میری حفاظت میرے رب کے ذمے ہے اس صورتِ حال میں ایک مومن تڑپ اٹھا جس کے بارے میں قرآن مجید بتلا رہا ہے کہ اس نے حالات کے جبر کی وجہ سے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا، جوں ہی اس نے محسوس کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون انتہائی قدم اٹھانے والا ہے تو وہ بے دھڑک ہو کر فرعون کے سامنے پُرسوز لہجہ اور پورے جلال کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے بار بار اپنی قوم کو سمجھاتا ہے۔ اہلِ تاریخ نے لکھا ہے کہ یہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا اس

نے کہا کہ کیا موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب ''اللہ'' ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ٹھوس اور واضح دلائل لایا ہے بالفرض اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہوگا اگر وہ سچا ہے تو پھر تمہیں وہ عذاب ضرور آلے گا جس سے وہ تمہیں ڈراتا ہے اور تمہیں وعدہ دیتا ہے یاد رکھو! اللہ تعالیٰ جھوٹے اور زیادتی کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا۔ آلِ فرعون سے تعلق رکھنے والے مردِ مومن نے یہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا تعارف کروایا کہ موسیٰ علیہ السلام تمہیں ''اللہ'' کی طرف بلاتے ہیں اور انہوں نے دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ اللہ ہی تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے۔ مردِ مومن نے بڑی جرأت سے کام لیتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا انہی الفاظ میں تعارف کروایا۔ جن الفاظ کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام نے پہلے دن فرعون کے سامنے اپنی دعوت پیش کی تھی۔ (الاعراف: ۱۰۴)

تعجب کی بات یہ ہے کہ مردِ مومن نے نہ صرف فرعون اور اس کے ساتھیوں کو کھلے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا تعارف کروایا بلکہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے دلائل کی تائید کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور زیادتی کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتا گویا کہ اس نے ایک حد تک اپنے الفاظ میں واضح کر دیا کہ تم جھوٹے ہو اور موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔

آلِ فرعون کا مردِ مومن اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

((عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ أَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَفَعَهُ عَنْهُ فَقَالَ أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ)) (رواه البخاری: باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا)

''عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''مجھے بتاؤ کہ مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ جو تکلیف دی وہ کیا تھی؟ وہ کہنے لگے کہ ''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط آگے بڑھا اس نے آپ کے کندھے پکڑے اور آپ کی گردن میں کپڑا ڈال کر زور سے گلا گھونٹا اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے انہوں نے عقبہ کو کندھے سے پکڑ کر اسے آپ سے پیچھے دھکیل دیا اور فرمایا کیا تم اس شخص کو اس لیے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔''



يٰقَوْمِ	لَكُمُ	الْمُلْكُ	الْيَوْمَ	ظٰهِرِيْنَ	فِي	الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ
اے میری قوم	تمہارے لیے	بادشاہی ہے	آج	جب کہ تم غالب ہو	میں	زمین پھر کون
يَّنْصُرُنَا	مِنْۢ	بَاْسِ	اللّٰهِ	اِنْ	جَآءَنَا ؕ	قَالَ
ہماری مدد کرے گا	سے	عذاب	اللہ کے	اگر	وہ آیا ہمارے پاس	کہا
فِرْعَوْنُ	مَآ	اُرِيْكُمْ	اِلَّا	مَآ	اَرٰى	وَمَآ
فرعون نے	نہیں	میں دکھاتا تمہیں	اگر	وہی جو	میں دیکھتا ہوں	اور نہیں
اَهْدِيْكُمْ	اِلَّا	سَبِيْلَ	الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾			
میں تمہاری رہنمائی کرتا	مگر	راستہ کی	بھلائی کے			

''اے میری قوم کے لوگو! آج تمہیں بادشاہی حاصل ہے اور ملک میں تم غالب ہو اگر ہم پر اللہ کا عذاب آیا تو کون ہماری مدد کرے گا، فرعون نے کہا میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جو میں مناسب دیکھ رہا ہوں اور میں تمہاری اُسی راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہوں جو ٹھیک ہے۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مردِ مومن کے خطاب کے جواب میں فرعون کا جواب۔

مردِ مومن نے اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے قوم کو یہ کہہ کر مزید احساس دلایا کہ آج ملک پر تمہاری بادشاہی ہے اور تم مملکتِ مصر پر برسر اقتدار ہو لیکن یاد رکھو! اگر ہم پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تو بتاؤ ہمیں کون اس کے عذاب سے بچائے گا؟ مردِ مومن نے اس قدر مؤثر اور جاندار انداز میں فرعون اور اپنی قوم کے نمائندوں کو خطاب کیا کہ جو فرعون توحید کی بات سننا گوارا نہیں کرتا تھا وہ مردِ مومن کے جواب میں صرف اتنی بات کہہ سکا کہ میں تو تمہیں وہی کچھ کہہ رہا ہوں جو کچھ میں دیکھتا اور سمجھتا ہوں میرے خیال کے مطابق اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ فرعون کی بات سن کر مردِ مومن چونک اٹھا اور اس نے اپنی قوم کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ کہیں تم پر ایسے حالات وارد نہ ہو جائیں جو پہلے لوگوں پر وارد ہوئے تھے، جس طرح قومِ نوح علیہ السلام قومِ ثمود، قومِ عاد اور ان کے بعد کچھ قوموں پر نازل ہوئے۔ اے میری قوم کے لوگو! اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا کہ یہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔ اے میری قوم! مجھے یہ بھی ڈر ہے کہ اس دن تم ایک دوسرے کو آواز پے آواز دو گے لیکن تمہاری فریاد سننے والا کوئی نہیں ہوگا اس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا تمہیں کوئی پناہ نہیں دے سکے گا۔ یاد رکھو! جسے اللہ تعالیٰ گمراہی کے لیے کھلا چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اس دن سے مراد کچھ

وَقَالَ	الَّذِیْٓ	اٰمَنَ	یٰقَوْمِ	اِنِّیْٓ	اَخَافُ
اور کہا	اس آدمی نے جو	ایمان لایا	اے میری قوم	بلاشبہ میں	ڈرتا ہوں
عَلَیْکُمْ	مِّثْلَ	یَوْمِ	الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾	مِثْلَ	دَاْبِ
تم پر	مانند	دن کی	گروہوں کے	مانند	حال
قَوْمِ	نُوْحٍ	وَّعَادٍ	وَّثَمُوْدَ	وَالَّذِیْنَ	مِنْ
قوم	نوح	اور عاد	اور ثمود کے	اور جو لوگ	سے
بَعْدِهِمْ ؕ	وَمَا	اللّٰهُ	یُرِیْدُ	ظُلْمًا	لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾
ان کے بعد	اور نہیں	اللہ	وہ ارادہ کرتا	ظلم کرنے کا	بندوں پر
وَیٰقَوْمِ	اِنِّیْٓ	اَخَافُ	عَلَیْکُمْ	یَوْمَ	التَّنَادِ ﴿۳۲﴾
اور اے میری قوم	بلاشبہ میں	ڈرتا ہوں	تم پر	دن سے	پکارنے کے

وہ شخص جو ایمان لایا تھا اس نے کہا اے میری قوم! مجھے ڈر ہے کہ تم پر بھی وہ دن نہ آجائے جو اس سے پہلے بہت سے لوگوں پر آچکا ہے۔(۳۰) جیسا دن قومِ نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والی قوموں پر آیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔(۳۱) اے میری قوم مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر آہ وفغاں کا دن نہ آجائے۔''(۳۲)

بزرگوں نے عذاب کا دن لیا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ عذاب کے دن کے بارے میں مردِ مومن نے قومِ نوح علیہ السلام، قومِ عاد، قوم ثمود اور دیگر اقوام کا حوالہ دیا ہے۔ اس لیے "یَوْمَ التَّنَادِ" سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن لوگ ''اللہ'' کے عذاب سے بچنے کے لیے ایک دوسرے کو دہائی دیں گے۔''(عبس: ۳۴ تا ۳۷)

{ وَلَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ﴿۱۰﴾ یُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِىٕذٍۭ بِبَنِیْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ ثُمَّ یُنْجِیْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ } (المعارج: ۱۰ تا ۱۸)

''کوئی دوست کسی دوست کو نہیں پوچھے گا ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے گناہ گار اس دن کے عذاب کے بدلے فدیے میں اپنے بیٹوں کو، اپنی بیوی کو اور اپنے کنبے کو جو اسے پناہ دیتا تھا اور زمین کی ہر چیز کو دینا چاہے گا تاکہ یہ اسے نجات دلا دے لیکن یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ یقیناً وہ شعلہ والی آگ ہے جو منہ اور سر کی کھال کھینچ لینے والی ہے وہ ہر اس شخص کو پکارے گی جو پیچھے ہٹتا اور منہ موڑتا ہے اور مال جمع کر کے رکھتا ہے۔''

يَوْمَ	تُوَلُّوْنَ	مُدْبِرِيْنَ ۚ	مَا	لَكُمْ	مِّنَ
جس دن	تم پھرو گے	پیٹھ پھیرتے ہوئے	نہیں	تمہارے لیے	سے
اللّٰهِ	مِنْ عَاصِمٍ ۚ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا
اللہ	کوئی بچانے والا	اور جس کو	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں
لَهٗ	مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾				
اس کو	کوئی ہدایت دینے والا				

جب تم ایک دوسرے کو پکارو گے اور بھاگے پھرو گے مگر اُس وقت اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا، سچ یہ ہے کہ جسے اللہ گمراہ کردے اُسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔'' (۳۳)

مسائل

۱۔ مردِ مومن کے جواب میں فرعون کوئی معقول بات نہ کرسکا۔

۲۔ مردِ مومن نے اپنی قوم کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا۔

۳۔ قیامت کے دن مجرم ایک دوسرے کو پکاریں گے لیکن کوئی کسی کی مدد نہیں کرسکے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جسے گمراہی کے لیے کھلا چھوڑ دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

تفسیر بالقرآن

ہدایت صرف ''اللہ'' کے اختیار میں ہے:

۱۔ ہدایت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت قرار دے۔ (البقرۃ:۱۲۰)

۲۔ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص:۵۶) ۳۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ:۲۱۳)

۴۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پاسکتا۔ (الاعراف:۴۳)

۵۔ ہدایت جبری نہیں اختیاری چیز ہے۔ (الدھر:۳) ۶۔ نبی ﷺ بھی کسی کو ہدایت نہیں دے سکتے۔ (القصص:۵۶)

۷۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کے کرم سے حاصل ہوتی ہے۔ (الحجرات:۱۷)

۸۔ ہدایت پر استقامت کی دعا کرنا چاہیے۔ (آل عمران:۸)

۹۔ رسولِ اکرم ﷺ کی تابعداری انسان کی ہدایت کی ضمانت ہے۔ (النور:۵۴)

۱۰۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایمان ہدایت کی کسوٹی ہے۔ (البقرۃ:۱۳۷)

وَلَقَدْ	جَآءَكُمْ	يُوْسُفُ	مِنْ قَبْلُ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَمَا زِلْتُمْ
اور البتہ تحقیق	آئے تمہارے پاس	یوسف	اس سے پہلے	واضح دلائل کے ساتھ	پھر تم ہمیشہ رہے
فِيْ	شَكٍّ	مِّمَّا	جَآءَكُمْ	بِهٖ ؕ	حَتّٰٓى	اِذَا
میں	شک	اس سے جو	وہ تمہارے پاس لایا	ساتھ اس کے	یہاں تک کہ	جب
هَلَكَ	قُلْتُمْ	لَنْ	يَّبْعَثَ	اللّٰهُ	مِنْۢ	بَعْدِهٖ
وہ فوت ہو گئے	تو تم نے کہا	ہرگز نہیں	بھیجے گا	اللہ	سے	اس کے بعد
رَسُوْلًا ؕ	كَذٰلِكَ	يُضِلُّ	اللّٰهُ	مَنْ هُوَ	مُسْرِفٌ
کوئی رسول	اسی طرح	گمراہ کرتا ہے	اللہ	وہ جو	حد سے بڑھنے والا

''اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف دلائل لے کر آئے تھے مگر تم اُن کی دعوت میں شک ہی کرتے رہے، جب وہ فوت ہو گئے تم نے کہا اب ان کے بعد اللہ کوئی رسول نہیں بھیجے گا، اسی طرح اللہ اُن سب لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور

فہم القرآن

ربطِ کلام: مردِ مومن کا خطاب جاری ہے۔

مردِ مومن نے مصر کی پرانی تاریخ کا حوالہ دے کر اپنی قوم کو سمجھایا کہ یاد کرو! جب تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کھلے دلائل کے ساتھ آئے تھے، تم نے ان کے بارے میں بھی شک کا اظہار کیا تھا جب یوسف علیہ السلام فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ایسے لوگوں کو جو حق بات میں شک کرنے والے اور حد سے تجاوز کرنے والے ہوتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے اللہ کی ذات اور اس کے ارشادات کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ حق کے بارے میں جھگڑنا اللہ اور اس کے مومن بندوں کے نزدیک بڑی بُری بات ہے۔ اس فعل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مغرور انسان کے دل پر گمراہی کی مہر ثبت کر دیتا ہے۔

''اللہ'' کی ناراضگی تو واضح ہے کیونکہ وہ ہر بُرے کام پر ناراض ہوتا ہے۔ مومنوں کی ناراضگی کا اس لیے حوالہ دیا گیا ہے کہ مومن کی خوشی اور ناراضگی اپنے رب کی خوشی اور ناراضگی کے تابع ہوتی ہے مردِ مومن نے یہ بات بھی کھلے الفاظ میں فرعون اور اپنی قوم کو سمجھائی کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ناراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اس لیے تمہارے نظریات اور کردار پر اعتراض کرتے اور ناراض ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عقائد اور کردار کو پسند نہیں کرتا۔

مردِ مومن نے حضرت یوسف علیہ السلام کا حوالہ اس لیے دیا کہ مصر کے خاص و عام یوسف علیہ السلام کے جمال اور کمال سے پوری طرح آگاہ تھے مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے حُسن کے چرچے اور ان کی پاکدامنی کے قصّے لوگوں کی زبان پر عام تھے

مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾	اِلَّذِيْنَ	يُجَادِلُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	بِغَيْرِ
شک کرنا والا ہو	جولوگ	جھگڑتے ہیں	میں	آیتوں	اللہ کی	بغیر
سُلْطٰنٍ	اَتٰىهُمْ ؕ	كَبُرَ	مَقْتًا	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَعِنْدَ
دلیل کے	جوآئی ہوان کے پاس	بڑی ہے	ناراضگی کے لحاظ سے	نزدیک	اللہ کے	اورنزدیک
الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا ؕ	كَذٰلِكَ	يَطْبَعُ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ
ان لوگوں کے	وہ ایمان لائے	اسی طرح	مہرلگادیتا ہے	اللہ	پر	ہر
قَلْبِ	مُتَكَبِّرٍ	جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾				
دل	متکبر کے	سرکش کے				

شک میں مبتلا رہتے ہیں۔(۳۴)اور بغیر دلیل کے اللہ کی آیات سے جھگڑتے ہیں یہ طریقہ اللہ اور ایمان والوں کے نزدیک نہایت مبغوض ہے،اسی طرح اللہ ہر متکبر وجبار کے دل پر مہر لگادیتا ہے۔''(۳۵)

اوران کے نظامِ حکومت کی خوبیوں اور عدل وانصاف کے واقعات نسل درنسل تاریخ کا حصہ بن چکے تھے۔یوسف علیہ السلام کے بعد اس طرح نہ مصر کی خوشحالی باقی رہی اور نہ ہی ان جیسا کوئی عدل وانصاف قائم کرسکا۔تاریخ میں یوسف علیہ السلام کا دور مصر کا سنہری دور شمار ہوتا ہے اس بنا پر ہر سمجھدار شخص کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم پر ناراض ہو چکا ہے لہٰذا اب کوئی رسول نہیں بھیجے گا کیونکہ ہم نے یوسف علیہ السلام کی قدر نہیں کی تھی جس وجہ سے اب رسول نہیں آئے گا۔اس کا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا نہ یوسف علیہ السلام جیسا رسول آئے گا اور نہ ہی ہم اس پر ایمان لائیں گے۔

بندہ مومن نے یہ بات بھی سمجھانے کی کوشش کی اے میری قوم کے لوگو!اب تو موسیٰ علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں لہٰذا پہلے کی طرح شک کرنے سے بچو اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاؤ گویا کہ اس نے بین السطور یہ بات سمجھادی کہ فرعون کے پیچھے مت چلو یہ مغرور اور متکبر آدمی کا راستہ ہے جو خود گمراہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کررہا ہے۔اس مومن نے اپنے خطاب میں یہ بھی فرمایا کہ تم نے یوسف علیہ السلام کو بھی شک کی نظر دیکھا تھا حالانکہ یوسف علیہ السلام کئی صدیاں پہلے فوت ہو چکے تھے مومن کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ تمہارے باپ دادا نے یوسف علیہ السلام پر شک کیا اور تم موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر شک کررہے ہو حالانکہ موسیٰ علیہ السلام بھی وہی دعوت دے رہے ہیں جو یوسف علیہ السلام نے جیل کی کال کوٹھڑی میں قیدیوں کو اور مصر کے بادشاہ بننے کے بعد پوری قوم کو دی تھی۔انہوں نے یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا اور انہیں جیل بھیج دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو باعزت جیل سے نکال کر بادشاہ بنایا،تم بھی موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگاتے ہو اور اسے قتل کرنے کے درپے ہو چکے ہو سوچو اور غور کرو!کہ قیامت کے دن کیا جواب دو گے مردِ مومن نے یوسف علیہ السلام کا حوالہ دے کر اپنی قوم،فرعون اور قوم کے نمائندوں کو خطاب فرمایا اور بتلایا کہ گمراہی کا

دوسرا نام دین کے بارے میں شک کرنا ہے۔ کیونکہ ہدایت یقین سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کی ذات اور بات پر یقین کرو۔ نبی معظم ﷺ بھی اپنی قوم کے ہاتھوں ایسی صورت حال سے دوچار تھے۔

دل پر گمراہی کی مہر لگنا:

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيئَةً نُكِتَتْ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ عَادَ زِيدَ فِيهَا حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللهُ {كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ}»

(رواہ الترمذی: کتاب تفسیر القرآن [حسن])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب بندہ کوئی غلطی کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے جب وہ گناہ چھوڑ دے اور توبہ و استغفار کرے تو اس کا دل پالش ہو جاتا ہے اگر وہ دوبارہ گناہ کی طرف پلٹے تو سیاہی اس کے دل پر چڑھ جاتی ہے یہی وہ زنگ ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے کہ {ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے زنگ چڑھ چکا ہے۔}''

مسائل

۱۔ یوسف علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے حق پیش کرتے رہے لیکن لوگوں نے حق کے بارے میں شک کا اظہار کیا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے اور حق کے بارے میں شک کرنیوالے کو ہدایت نہیں دیتا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اور مومن بُری باتوں پہ ناراض ہوتے ہیں۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ متکبر اور مغرور کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگاتا ہے:

۱۔ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ (البقرۃ: ۷) ۲۔ مشرکوں کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ (الانعام: ۴۶)
۳۔ اللہ کے علاوہ دوسرے کو معبود بنانے والوں کے دلوں پر مہر ثبت کر دی جاتی ہے۔ (الجاثیۃ: ۲۳)
۴۔ افتراء بازی کرنے والوں کے دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ (الشوریٰ: ۲۴)
۵۔ مرتد ہونے والے کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔ (المنافقون: ۳)
۶۔ تکبر کرنے والے کے دل پر مہر لگائی جاتی ہے۔ (المومن: ۳۵)
۷۔ جہاد سے پیچھے رہنے والوں کے دلوں پر مہر ثبت کر دی جاتی ہے۔ (التوبۃ: ۹۳)

وَقَالَ	فِرْعَوْنُ	يٰهَامٰنُ	ابْنِ	لِيْ	صَرْحًا	لَّعَلِّيْٓ
اور کہا	فرعون نے	اے ہامان	تو بنا	میرے لیے	بلند عمارت	تاکہ میں
اَبْلُغُ	الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾	اَسْبَابَ	السَّمٰوٰتِ	فَاَطَّلِعَ	اِلٰٓى	اِلٰهِ
میں پہنچوں	راستوں پر	راستے	آسمانوں کے	پھر میں جھانک کر دیکھوں	طرف	الٰہ
مُوْسٰى	وَاِنِّيْ	لَاَظُنُّهٗ	كَاذِبًا ؕ	وَكَذٰلِكَ	زُيِّنَ	لِفِرْعَوْنَ
موسیٰ کے	اور بے شک میں یقیناً اسے گمان کرتا ہوں	جھوٹا	اور اسی طرح	مزّین کر دیا گیا	فرعون کے لیے	
سُوْٓءُ	عَمَلِهٖ	وَصُدَّ	عَنِ	السَّبِيْلِ ؕ	وَمَا	كَيْدُ
بُرا	اس کا عمل	اور وہ روک دیا گیا	سے	راستے	اور نہیں	چال
فِرْعَوْنَ	اِلَّا	فِيْ	تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ ع			
فرعون کی	مگر	میں	تباہی			

ع ۴ ۱۰ ۹

''فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت بناؤ تا کہ میں ان راستوں تک پہنچ سکوں۔(۳۶) جو آسمانوں کے راستے ہیں۔ میں موسیٰ کے الٰہ کو جھانک کر دیکھوں، مجھے تو موسیٰ جھوٹا معلوم ہوتا ہے، اس طرح فرعون کے لیے اس کی بدعملی خوبصورت بنا دی گئی اور وہ راہِ راست سے روک دیا گیا، فرعون کی ساری چال بازی اُس کی اپنی تباہی کا باعث ثابت ہوئی۔''(۳۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مردِ حق کے خطاب کے مقابلے میں فرعون کا ردّعمل۔

چاہیے تو یہ تھا کہ مردِ حق کے مدلّل اور مؤثر خطاب کے بعد فرعون ہدایت قبول کرتا لیکن اس نے اپنے خصوصی مشیر ہامان کو حکم دیا کہ میرے لیے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کی جائے تا کہ میں اس کے ذریعے آسمان کے دروازوں تک پہنچ جاؤں اور دیکھوں کہ موسیٰ علیہ السلام کا الٰہ کہاں بیٹھا ہوا ہے میں تو موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ فرعون کے تکبّر اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے اس کی رسی کھلی چھوڑ دی گئی جس بنا پر اسے اپنی غلط سوچ اور کردار بہترین دکھائی دیتا تھا اسی بنا پر وہ سیدھے راستہ سے روک دیا گیا۔ فرعون کا ہر قدم اس کے لیے تباہی کا سبب ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے ہدایت سے روک دے پھر اسے کون ہدایت دے سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مردِ حق اپنی قوم اور حکومت کے ایوانوں میں بہت اثر رسوخ رکھنے والا تھا جس بنا پر فرعون نے نہ اسے کسی قسم کی دھمکی دی اور نہ ہی اس کے خطاب کا سخت جواب دیا۔ اس لیے اب بھی موسیٰ علیہ السلام کو ہدفِ تنقید بنا رہا ہے چنانچہ کہنے لگا زمین میں تو مجھے

موسیٰ علیہ السلام کا خدا دکھائی نہیں دیتا اب دیکھتے ہیں کہ وہ آسمان میں کہاں رہتا ہے اگر موسیٰ علیہ السلام کا خدا مل گیا تو پوچھیں گے کہ جناب نے ہمارے پاس موسیٰ جیسا رسول بھیجا ہے کہ جسے بات کرنے کا بھی سلیقہ نہیں آتا کہ بادشاہ کے حضور کس طرح فریاد کی جاتی ہے۔ کیا تجھے موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور آدمی نہیں مل سکا ایسے ہی بیہودہ خیالات کا اظہار اہلِ مکہ بھی کیا کرتے تھے کہ اگر واقعی اللہ نے کسی کو نبی بنانا ہوتا تو مکہ یا طائف کے سرداروں میں سے کسی کو نبی بناتا۔ پہلی دفعہ لفظِ اسباب سے مراد وہ ذرائع ہیں جن کے ذریعے وہ آسمان تک پہنچنا چاہتا تھا اور دوسری مرتبہ اسباب سے مراد آسمان کے دروازے ہیں۔ جس شخص کو بار بار اس کی گمراہی سے آگاہ کیا جائے اور وہ توبہ کرنے کی بجائے گمراہی کو اپنے لیے بہتر سمجھے تو ایسے شخص کو کون ہدایت دے سکتا ہے ایسے شخص کو اس کے گناہوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی حد ہوتی ہے جس بنا پر اللہ تعالیٰ اس کے دل پر گمراہی کی مہر لگا دیتا ہے۔

مسائل

۱۔ فرعون کو اپنے بُرے اعمال اچھے دکھائی دیتے تھے۔

۲۔ جسے اپنے بُرے اعمال اچھے دکھائی دیں اسے ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

۳۔ فرعون کے بدترین اعمال کی وجہ سے اسے ہدایت سے روک دیا گیا کیونکہ اس کا ہر قدم گمراہی اور تباہی کی طرف اٹھتا تھا۔

تفسیر بالقرآن

کن لوگوں کے بُرے اعمال ان کے لیے خوبصورت بنا دیئے جاتے ہیں:

۱۔ ظالموں کے دل سخت ہو گئے اور شیطان ان کے اعمال کو مزین کر کے دکھاتا ہے۔ (الانعام: ۴۳)

۲۔ اکثر مشرکین کے لیے قتلِ اولاد کا عمل مزین کر دیا۔ (الانعام: ۱۳۷)

۳۔ شیطان نے اللہ کے راستہ سے روکنے والوں کے بُرے اعمال کو مزیّن کر دیا اور کہا تم ہی غالب ہو گے۔ (الانفال: ۴۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے شیطان نے انکے بداعمال کو مزین کر دیا۔ (النحل: ۶۳)

۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کو سجدہ کرنے والوں کے بُرے اعمال کو شیطان نے ان کے لیے مزّین کر دیا۔ (النمل: ۲۴)

۶۔ قوم عاد و ثمود کے اعمال بد کو شیطان نے مزین کر دیا۔ (العنکبوت: ۳۸)

۷۔ ہر گروہ کے بداعمال کو شیطان نے ان کے لیے مزین کر دیا۔ (الانعام: ۱۰۹)

۸۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کے اعمال ان کے لیے مزّین کر دیے جاتے ہیں۔ (یونس: ۱۲)

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ

اور کہا اس آدمی نے ایمان لایا تھا اے میری قوم تم میری پیروی کرو میں تمہیں بتلاؤں گا راستہ

الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّ

بھلائی کا اے میری قوم صرف یہ زندگی دنیا والی تھوڑا سا فائدہ ہے اور

اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ

بے شک آخرت وہی گھر ہے ٹھہرنے کا جس نے کی

سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ

کوئی برائی تو نہیں وہ بدلہ دیا جائے گا مگر اسی کے برابر اور جس نے کی

صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ

نیکی سے مرد یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہی لوگ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

وہ داخل ہوں گے جنت میں وہ رزق دیے جائیں گے اس میں بغیر حساب کے

''جو شخص ایمان لایا تھا اس نے کہا اے میری قوم میری بات مانو میں تمہیں صحیح راستہ بتاتا ہوں۔(۳۸) اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی تو چند دن ہے ہمیشہ رہنے کی جگہ آخرت ہے۔(۳۹) جو برائی کرے گا اُس کو اتنی ہی سزا ملے گی جتنی اُس نے برائی کی ہوگی، اور جو ایماندار نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت وہ جنت میں داخل ہوں گے جنت میں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔''(۴۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: فرعون کے جواب میں مردِ حق کا جواب۔

قرآن مجید کسی بات کو داستان گوئی کے انداز میں بیان نہیں کرتا۔ قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ قاری کی توجہ صرف ان نکات پر مرکوز رہے جو اس کی راہنمائی کے لیے لازم ہیں۔ اس لیے یہ نہیں بتلایا گیا کہ فرعون اور مردِ مومن کی گفتگو کسی ایک اجتماع میں ہوئی یا مختلف مجالس میں ہونے والی گفتگو کا خلاصہ ہے البتہ یہ بات واضح ہے کہ مردِ مومن کے خطاب کے وقت فرعون کے ہاں اس کی قوم کے نمائندے ضرور موجود تھے جس بنا پر مردِ مومن فرعون کی بیہودہ باتوں کا جواب دینے کی بجائے قوم کے نمائندوں کو مخاطب کرتے اور بار، بار فرماتے ہیں کہ اے میری قوم! میری بات مانو! میں تمہیں سیدھے راستے کی راہنمائی کر رہا ہوں، بار بار سمجھانے کے باوجود قوم دنیاوی مفادات کی خاطر مردِ مومن کی طرف توجہ دینے کے لیے تیار نہ ہوئی۔ انہیں

یہ کہہ کر احساس دلانے کی کوشش کی کہ جس دنیا کے عہدوں، محلات اور مفادات کی خاطر دعوتِ حق سے منہ موڑے ہوئے ہو یہ سب عارضی ہیں، آخرت کی زندگی اور اس کا گھر ہمیشہ کے لیے ہے۔ یاد رکھو! جس نے برے کام کیے وہ ان کے مطابق سزا پائے گا اور جس نے صالح اعمال کیے وہ اس کی جزا پائے گا بے شک وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ ایمان دار ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا اس میں اُسے بے حد وحساب رزق دیا جائے گا۔ مومن نے ایمان کی شرط سے ثابت کیا کہ صالح اعمال کی قبولیت اور جنت میں داخلے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان میں خالص اور اپنے رب کی توحید پر پکا ہو۔

مسائل

۱۔ فرعون کے لیے اس کے برے اعمال مزین کر دیے گئے۔
۲۔ فرعون کی تدبیر ناکام ہوگئی۔
۳۔ مردِ مومن نے کہا اے میری قوم! میری پیروی کرو! میں تمہاری سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہوں۔
۴۔ دنیا کی زندگی تھوڑا سا فائدہ ہے اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی ہمیشہ ہمیش رہے گی۔
۵۔ نیکوکاروں اور بدکاروں کو ان کے کیے کی جزا و سزا دی جائے گی۔
۶۔ جنتیوں کو بغیر حساب کے رزق دیا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

نیکی کی جزا اور بُرائی کی سزا:

۱۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال: ۷ تا ۸)
۲۔ برائیوں میں مرنے والے کے لیے جہنم ہے۔ (البقرۃ: ۱۷)
۳۔ برائی کا بدلہ اس کی مثل ہی ہوگا۔ (القصص: ۸۴)
۴۔ جو ایک نیکی کرے گا اس کو دس نیکیوں کا بدلہ ملے گا جو برائی کرے گا اس کی سزا صرف اتنی ہی ہوگی۔ (الانعام: ۱۶۰)
۵۔ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اس کا بدلہ جہنم ہے۔ (النازعات: ۳۷)
۶۔ نافرمانوں کو ہمیشہ کے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ (یونس: ۵۲)
۷۔ تکبر کرنے والوں کو ذلّت آمیز سزا دی جائے گی۔ (الاحقاف: ۲۰)
۸۔ شیطان اور اس کے پیروکاروں کو جہنم کی سزا دی جائے گی۔ (بنی اسرائیل: ۶۳)
۹۔ صبر کرنے والوں کے لیے جنت کی جزا ہے۔ (الدھر: ۱۲)
۱۰۔ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ (یوسف: ۸۸)

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ

اور اے میری قوم کیا ہے میرے لیے کہ میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھے

اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ

طرف آگ کی تم بلاتے ہو مجھے کہ میں کفر کروں اللہ کے ساتھ اور میں شریک ٹھہراؤں

بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۖ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ

اس کے ساتھ جو نہیں مجھے ساتھ اس کے علم اور میں تمہیں بلاتا ہوں

اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ

طرف غالب بخشنے والے کی نہیں شک صرف تم مجھے بلاتے ہو مجھے اس کی طرف

''اے قوم! آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی دعوت دیتے ہو۔(۴۱) تم مجھے کہتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اُن کو شریک ٹھہراؤں جنہیں میں نہیں جانتا، جب کہ میں تمہیں اُس زبردست اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو بخشنے والا ہے۔(۴۲) حق اور حقیقت یہ ہے کہ جن کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو

فہم القرآن

ربطِ کلام: مردِ حق کے خطاب کا آخری حصہ۔

مردِ حق نے اپنی قوم کو پہلی اقوام کی تباہی کے حوالے سے سمجھایا اور پھر دنیا کی بے ثباتی بتلانے کے ساتھ جنت کی نعمتوں کی ترغیب بھی دی مگر قوم سمجھنے کی بجائے الٹا اس پر دباؤ بڑھاتی ہے کہ تجھے یہ دعوت چھوڑ کر اپنی قوم کا ساتھ دینا چاہیے نہ معلوم فرعون اور اس کے ساتھیوں نے مردِ مومن پر کتنا دباؤ ڈالا اور کس قدر لالچ دیا ہوگا جس سے مجبور ہو کر اللہ کا بندہ پکار اٹھتا ہے کہ اے میری قوم! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس بات کی طرف کھینچتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراؤں جس کے لیے میرے پاس کوئی علمی اور عقلی دلیل نہیں مانو یا نہ مانو میں پھر بھی تمہیں اس اللہ کی طرف بلاتا رہوں گا جو ہر اعتبار سے غالب اور اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس بات کی طرف تم مجھے بلاتے ہو اس کا دنیا اور آخرت میں کوئی ثبوت نہیں یاد رکھو! ہم سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے یقین جانو! کہ حد سے آگے نکلنے والے جہنّم کی آگ میں جھونکے جائیں گے جو نصیحت میں تمہیں کر رہا ہوں اگر تم نے اسے قبول نہ کیا تو وقت آنے پر تم پچھتاؤ گے اور اس نصیحت کو یاد کرو گے بس میں اپنا کام اللہ کے حوالے کرتا ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پوری طرح دیکھنے والا ہے۔ مردِ حق نے اپنے خطاب کے

لَيْسَ	لَهٗ	دَعْوَةٌ	فِي	الدُّنْيَا	وَلَا	فِي
نہیں ہے	اس کے لیے	پکار	میں	دنیا	اور نہ	میں
الْاٰخِرَةِ	وَاَنَّ	مَرَدَّنَآ	اِلَى	اللّٰهِ	وَاَنَّ	الْمُسْرِفِيْنَ
آخرت	اور بلاشبہ	ہمارا لوٹنا ہے	طرف	اللہ کی	اور بلاشبہ	حد سے بڑھنے والے
هُمْ	اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾	فَسَتَذْكُرُوْنَ	مَآ	اَقُوْلُ	لَكُمْ ؕ	وَاُفَوِّضُ
وہی	دوزخی ہیں	پس عنقریب تم یاد کرو گے	جو	میں کہتا ہوں	تم سے	اور میں سونپتا ہوں
اَمْرِيْٓ	اِلَى	اللّٰهِ ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	بَصِيْرٌۢ	بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾
اپنا معاملہ	طرف	اللہ کی	بلاشبہ	اللہ	خوب دیکھ رہا ہے	بندوں کو

اُن کے حق میں نہ دنیا میں کوئی پکار ہے، نہ آخرت میں اور ہم سب کا پلٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور حد سے گزرنے والے جہنمی ہیں۔(۴۳) جو کچھ میں کہہ رہا ہوں عنقریب وقت آئے گا تم اُسے یاد کرو گے، اب میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں، وہ اپنے بندوں کو پوری طرح دیکھنے والا ہے۔''(۴۴)

اختتام پر شرک کی بے حیثیتی کا ذکر کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ شرک کفر ہے اور اس کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں اور نہ ہی دنیا اور آخرت میں اس کی قبولیت ہوگی، کفار اور مشرکین کو اللہ تعالیٰ جہنّم میں جھونک دے گا۔ بس میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اب معاملہ ''اللہ'' کے حوالے کرتا ہوں جو اپنے بندوں کو ہر حال میں دیکھنے والا ہے۔

مسائل

مردِ حق کے خطاب کا خلاصہ:

۱۔ موسیٰ علیہ السلام کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام نے ٹھوس دلائل کے ساتھ تمہیں سمجھایا ہے کہ میرا اور تمہارا رب صرف ''اللہ'' ہے۔

۳۔ بالفرض موسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں تو جھوٹ کا وبال انہیں پر ہوگا اگر وہ سچے ہیں تو پھر ''اللہ'' کا عذاب تمہیں آلے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جھوٹے اور زیادتی کرنیوالے کو ہدایت نہیں دیتا۔ ۵۔ اللہ کا عذاب نازل ہوا تو ہمیں کوئی بچا نہیں سکے گا۔

۶۔ میری قوم کے لوگو! اگر تم کفر و شرک پر قائم رہے تو تمہیں قومِ نوح علیہ السلام، عاد اور ثمود جیسے حالات سے واسطہ پڑے گا۔

۷۔ اے میری قوم! قیامت کے دن تم ایک دوسرے کو مدد کیلئے بلاؤ گے لیکن اللہ تعالیٰ سے کوئی تمہیں چھڑا نہیں سکے گا۔

۸۔ اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے بارے میں بلا دلیل جھگڑتے ہو۔

۹۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے ایماندار بندے کفر وشرک پر ناراض ہوتے ہیں

۱۰۔ اللہ تعالیٰ متکبر اور سرکش انسان کے دل پر گمراہی کی مہر لگا دیتا ہے۔

۱۱۔ اے میری قوم! میں تمہیں سیدھے راستے کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے جہنّم کی آگ کی دعوت دیتے ہو۔

۱۲۔ اے میری قوم! یہ دنیا عارضی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

۱۳۔ جو بُرا کام کرے گا وہ اس کے برابر سزا پائے گا جو نیکی کرے گا وہ اس کی جزا پائے گا۔

۱۴۔ جس مرد یا عورت نے ایمان کی حالت میں صالح اعمال کیے اسے جنّت میں بے حساب رزق دیا جائے گا۔

۱۵۔ اے میری قوم! تم مجھے کفر وشرک کی طرف بلاتے ہو اور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔

۱۶۔ اے میری قوم! جس بات کی طرف تم مجھے دعوت دیتے ہو یہ دنیا اور آخرت میں منظور نہیں ہوگی۔

۱۷۔ اے میری قوم! ہم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو آگ میں جھونک دے گا۔

۱۸۔ اے میری قوم! وقت آنے پر تم میری دعوت اور نصیحت کو ضرور یاد کرو گے۔

۱۹۔ اے میری قوم! میں اپنے کام کو ''اللہ'' کے حوالے کرتا ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

شرک کے حق میں کوئی دلیل نہیں:

۱۔ جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کو پکارتا ہے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ (المؤمنون: ۱۱۷)

۲۔ انہوں نے اللہ کے علاوہ کئی معبود بنا لیے ہیں آپ فرمائیں اس کی دلیل لاؤ۔ (الانبیاء: ۲۴)

۳۔ ''اللہ'' کے سوا کوئی اور الٰہ ہے اگر تم سچے ہو تو اس کی دلیل لاؤ۔ (النمل: ۶۴)

۴۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت کے لیے کوئی دلیل نازل نہیں کی گئی۔ (الحج: ۷۱)

۵۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے نہیں ڈرتے جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ (الانعام: ۸۱)

۶۔ اے لوگو! تمہارے پاس رب کی توحید کی دلیل آچکی ہے۔ (النساء: ۱۷۵)

۷۔ اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو نا پکارو اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں مگر وہی (القصص: ۸۸)

۸۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو نا پکارو ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (الشعرآء: ۲۱۳)

۹۔ کون ہے جو لاچار کی فریاد سنتا اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے، کیا اللہ کیساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۲)

فَوَقٰىهُ	اللّٰهُ	سَيِّاٰتِ	مَا	مَكَرُوْا	وَحَاقَ
پھر بچالیا اس کو	اللہ نے	بُرائیوں سے	جو	انہوں نے مکر کیا	اور گھیر لیا
بِاٰلِ	فِرْعَوْنَ	سُوْٓءُ	الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾	اَلنَّارُ	يُعْرَضُوْنَ
آلِ	فرعون کو	بُرے	عذاب نے	آگ	وہ پیش کیے جاتے ہیں
عَلَيْهَا	غُدُوًّا	وَّعَشِيًّا ۚ	وَيَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ ۫
اس پر	صبح	اور شام	اور جس دن	قائم ہوگی	قیامت
اَدْخِلُوْٓا	اٰلَ	فِرْعَوْنَ	اَشَدَّ	الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾	
تم داخل کرو	آل	فرعون کو	سخت	عذاب میں	

''انہوں نے اُس مومن کے خلاف بُری سے بُری چالیں چلیں، اللہ نے اُن سے اُسے بچالیا اور فرعون کے ساتھی بدترین عذاب میں گھیرے گئے۔ (۴۵) آلِ فرعون صبح وشام جہنم کی آگ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اور قیامت کے دن حکم ہوگا کہ آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کیا جائے۔'' (۴۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مردِ حق نے اپنے خطاب میں فرعون اور قوم کے سامنے وہی باتیں کیں جو موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے سامنے پیش کی تھیں۔

جن باتوں سے فرعون اور اس کی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ڈرایا کرتے تھے وہی باتیں مردِ حق نے آلِ فرعون کو سمجھائیں مگر وہ نہ سمجھے جس کے نتیجے میں انہوں نے وہی پایا جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی سازشوں سے محفوظ رکھا فرعون اور آلِ فرعون کو بدترین عذاب میں مبتلا کیا۔ عالمِ برزخ میں صبح وشام انہیں آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن فرعون اور اس کے ساتھیوں کو حکم ہوگا کہ شدید ترین عذاب میں داخل ہوجاؤ۔ صبح وشام آگ کے سامنے پیش کرنے سے مراد ہر وقت جہنّم کی آگ میں جلنا ہے۔

عالمِ برزخ میں عذاب:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودی عورت آئی اُس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور کہنے لگی آپ کو اللہ عذابِ قبر سے محفوظ فرمائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذابِ قبر کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا: ہاں عذابِ قبر برحق ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جس میں آپ نے عذابِ قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔'' (رواہ البخاری: باب مَا جَاءَ فِی عَذَابِ الْقَبر)

وَاِذْ	يَتَحَآجُّوْنَ	فِي	النَّارِ	فَيَقُوْلُ	الضُّعَفٰٓؤُا
اور جب	وہ باہم جھگڑیں گے	میں	آگ	تو کہیں گے	کمزور لوگ
لِلَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	كُنَّا	لَكُمْ	تَبَعًا	فَهَلْ
ان لوگوں کے لیے	جنہوں نے تکبر کیا	بلاشبہ ہم	تھے	تمہارے لیے	تابع	تو کیا
اَنْتُمْ	مُّغْنُوْنَ	عَنَّا	نَصِيْبًا	مِّنَ	النَّارِ ﴿۴۷﴾	قَالَ
تم	ہٹاؤ گے	ہم سے	کچھ حصہ	سے	آگ	کہیں گے
الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا	كُلٌّ	فِيْهَآ	اِنَّ	اللّٰهَ
وہ لوگ	جنہوں نے تکبر کیا	بے شک ہم	سب	اس میں ہیں	بلاشبہ	اللہ
قَدْ	حَكَمَ	بَيْنَ	الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾			
تحقیق	اس نے فیصلہ کر دیا ہے	درمیان	بندوں کے			

''وہ لوگ جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے، دنیا میں جو لوگ کمزور تھے وہ بڑوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے کیا تم جہنم کے کچھ حصے سے ہمیں بچاؤ گے۔(۴۷) بڑے جواب دیں گے کہ ہم سب یہاں ایک ہی حالت میں ہیں، اور اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے۔(۴۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آلِ فرعون اور دوسرے جہنّمیوں کا جہنّم میں حال؟

جب جہنّمی جہنم میں جھونکے جائیں گے تو وہ آپس میں جھگڑیں گے جو لوگ دنیا میں جس کسی کی تابعداری کرتے تھے ان سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابعدار تھے کیا اب تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو، بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سب اس آگ میں اکٹھے ہیں اب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے اس کا فیصلہ بدلنے کی نہ ہم میں ہمّت ہے اور نہ تم بدل سکتے ہو لہٰذا ہم نے اسی آگ میں رہنا ہے۔ اس کے بعد نہایت مجبور ہو کر جہنم کے فرشتوں سے کہیں گے کہ تم ہی ہمارے لیے اپنے پروردگار سے سفارش کرو! کہ ایک دن تو عذاب سے رخصت مل جایا کرے ملائکہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں سمجھانے والے نہیں آئے تھے؟ جہنمی جواب دیں گے کیوں نہیں وہ تو ہمیں سمجھاتے رہے لیکن ہماری بدبختی ہم پر غالب آگئی فرشتے کہیں گے ہم میں تو تمہاری سفارش کرنے کی ہمت نہیں تم خود ہی اپنے رب سے فریاد کرو! لیکن کفار کا فریاد کرنا انہیں کچھ فائدہ نہ دے گا دوسرے مقام پر جہنّمیوں کی حالتِ زار کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	فِي	النَّارِ	لِخَزَنَةِ	جَهَنَّمَ	ادْعُوْا	رَبَّكُمْ
اور کہیں گے	وہ لوگ ہیں	میں	آگ	دربان کے لیے	جہنم کے	تم پکارو	اپنے رب کو
يُخَفِّفْ	عَنَّا	يَوْمًا	مِّنَ	الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾	قَالُوْٓا	اَوَلَمْ
وہ ہلکا کردے	ہم سے	ایک دن	کچھ	عذاب	وہ کہیں گے	کیا نہیں
تَكُ	تَاْتِيْكُمْ	رُسُلُكُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ ؕ	قَالُوْا	بَلٰى ؕ	قَالُوْا
تھے	آتے تمہارے پاس	تمہارے رسول	واضح دلائل کے ساتھ	وہ کہیں گے	کیوں نہیں	وہ کہیں گے
فَادْعُوْا ۚ	وَمَا	دُعٰٓؤُا	الْكٰفِرِيْنَ	اِلَّا	فِيْ	ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع
تم پکارو	اور نہیں	پکار	کافروں کی	مگر	میں	بے کار

ع ۱۳ ۵ ۱۰

پھر جہنمی جہنم کے دربان سے کہیں گے اپنے رب سے درخواست کرو کہ ہمارے عذاب میں بس ایک دن کی تخفیف کردے۔(۴۹) ملائکہ پوچھیں گے کیا تمہارے رسول تمہارے پاس دلائل لے کر نہیں آئے تھے، وہ کہیں گے کیوں نہیں آئے تھے جہنم کے دربان کہیں گے پھر خود ہی ''اللہ'' سے درخواست کرو لیکن کافروں کی درخواست بے کار ثابت ہوگی۔''(۵۰)

{ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ }

(الزمر:۷۱، ۷۲)

''کافر گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، جب وہ جہنم کے قریب پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ جہنم کے دربان جہنمیوں سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہیں تمہارے رب کی آیات سناتے تھے اور اس دن کی ملاقات سے ڈراتے جہنمی جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے لیکن عذاب کا حکم ہم پر ثابت ہوگیا۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ! جہاں تم نے ہمیشہ رہنا ہے، پس سرکشوں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے۔''

{ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ } (الاعراف:۳۸، ۳۹)

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان جماعتوں کو جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں آگ میں داخل ہو جاؤ، جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی تو اپنے سے پہلی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تو انہیں آگ کا دگنا عذاب دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے ان کی پہلی جماعت اپنے سے بعد والی جماعت سے کہے گی تمہیں ہم پر کوئی سہولت حاصل نہیں عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔''

مسائل

۱۔ جہنمی جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔
۲۔ کمزور اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ ہماری کچھ نہ کچھ مدد کرو!
۳۔ بڑے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہو چکا لہٰذا ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔
۴۔ جہنمی جہنم کے فرشتوں سے کہیں گے کہ اپنے رب سے فریاد کرو! لیکن ملائکہ انکی سفارش کرنے سے انکار کرینگے۔

تفسیر بالقرآن

جہنم میں جہنمیوں کا آپس میں جھگڑا کرنا:

۱۔ قیامت کے دن پیر مرید ایک دوسرے کا انکار کریں گے اور ایک دوسرے پر پھٹکار کریں گے۔(العنکبوت:۲۵)
۲۔ قیامت کے دن پیشوا اپنے پیروکاروں سے براءت کا اظہار کریں گے۔(البقرۃ:۱۶۶)
۳۔ قیامت کے دن گمراہ پیروں اور لیڈروں کے پیچھے لگنے والے کہیں گے اگر دنیا میں جانا ہمارے لیے ممکن ہو تو ہم تم سے علیحدگی اختیار کریں گے۔(البقرۃ:۱۶۵)
۴۔ کمزور بڑوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایمان لے آتے۔(سبا:۳۱،۳۲)
۵۔ قیامت کے دن مجرم دوزخ میں جھگڑیں گے تو چھوٹے لوگ اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے۔(المومن:۴۸)
۶۔ قیامت کے دن جہنمیوں کا آپس میں جھگڑنا یقینی ہے۔(صٓ:۶۴)
۷۔ مجرم اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کے لیے اپنے برے اعمال کا کلیتاً انکار کریں گے۔(الانعام:۲۳)
۸۔ مجرم اپنی جان بچانے کے لیے اپنے گناہوں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالیں گے۔(الاحزاب:۶۶۔۶۸)

اِنَّا	لَنَنْصُرُ	رُسُلَنَا	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فِي
بلاشبہ ہم	البتہ مدد کرتے ہیں	اپنے رسولوں کی	ان لوگوں کی	جو ایمان لائے	میں
الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَيَوْمَ	يَقُوْمُ	الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾	يَوْمَ	لَا
زندگی	دنیا والی	اور جس دن	کھڑے ہوں گے	گواہ	جس دن	نہیں
يَنْفَعُ	الظّٰلِمِيْنَ	مَعْذِرَتُهُمْ	وَلَهُمُ	اللَّعْنَةُ	وَلَهُمْ
نفع دے گی	ظالموں کو	ان کی معذرت	اور ان کے لیے	لعنت ہے	اور ان کے لیے ہے
سُوْٓءُ	الدَّارِ ﴿۵۲﴾
بُرا	گھر

''یقیناً ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کرتے ہیں اور آخرت میں بھی کریں گے جب گواہ کھڑے کیے جائیں گے۔(۵۱) اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہیں دے گی اُن پر لعنت پڑے گی اور ان کا بدترین ٹھکانہ ہوگا۔''(۵۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن کفار کی فریاد بھی قبول نہیں ہوگی ان کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے رسولوں اور مومنوں کی مدد کرتا ہے اور اس دن بھی مدد کرے گا جس دن گواہ پیش کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور بندوں کی دنیا میں مدد کرتا ہے اور قیامت کے دن بھی مدد فرمائے گا جس دن ظالموں کی معذرت بھی قبول نہیں کی جائے گی ان کے لیے برا ٹھکانہ ہوگا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ پھٹکار برستی رہے گی۔ دنیا میں رسولوں اور مومنوں کی مدد کرنے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا پوری طرح کوئی نہیں جانتا تاہم قرآن مجید، تاریخ اور انبیاء کی سیرت سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ اس طرح ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو اخلاق اور کردار کے حوالے سے ہمیشہ سربلند فرمایا جس کا اعتراف ان کے مخالفین بھی کیا کرتے تھے۔

② انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کی سچائی کفار بھی دل میں تسلیم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی انبیائے کرام علیہم السلام کو شہادت کے منصب پر فائز فرمایا جو ہر نبی کی تمنا تھی اور یہی ہر مومن کی خواہش ہوتی ہے۔

③ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو نبوت کے ساتھ سیاسی اقتدار بھی نصیب فرمایا۔

④ کفار اور مشرکین انبیاء علیہم السلام کی دعوت مٹانا چاہتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کا کام اور نام باقی رکھا۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیائے کرام علیہم السلام کو نبوت کے ساتھ دنیا کے مال واسباب سے بھی ہمکنار فرمایا۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے دشمنوں کو بالآخر ذلیل کیا اور اپنے رسولوں کو دنیا میں احترام اور مقام بخشا۔

⑦ اللہ تعالیٰ بے شمار نیک بندوں کو دنیا میں بھی کفار سے برتر رکھتا ہے۔

⑧ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر صورت اپنے رسولوں اور بندوں کو معزز فرمائے گا۔

⑨ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے رسولوں اور بندوں کی سفارش قبول کرے گا ان کے مقابلے میں کفار کی معذرت بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

⑩ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے رسولوں اور بندوں کو بے حساب انعامات سے نوازے گا ان کے مقابلے میں کفار پر لعنتیں برستی رہیں گی۔

⑪ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنوں کو جنّت میں اعلیٰ مقام دے گا اور ان کے مخالفین کو جہنّم میں جھونکا جائے گا جو رہنے کے اعتبار سے بدترین ٹھکانہ ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

لعنت کن لوگوں پر برستی ہے:

۱۔ شیطان لعنتی ہے۔(النساء:۱۱۸) ۲۔ شیطان پر قیامت تک لعنت برستی رہے گی۔(ص:۷۵)

۳۔ اصحاب السبت لعنتی ہیں۔(النساء:۴۷) ۴۔ جھوٹے پر لعنت برستی ہے۔(آل عمران:۶۱)

۵۔ ظالم پر لعنت برستی ہے،(ھود:۱۸) ۶۔ حق چھپانے والے لعنتی ہیں۔(البقرۃ:۱۵۹)

۷۔ اللہ اور رسول کو تکلیف دینے والے لعنتی ہیں۔(الاحزاب:۵۷) ۸۔ یہودی لعنتی ہیں۔(المائدۃ:۷۸)

۹۔ بے گناہ مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے پر لعنت اور اللہ کا عذاب ہوگا۔(النساء:۹۳)

۱۰۔ کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے اور جہنم کا عذاب ہوگا۔(الاحزاب:۶۴)

۱۱۔ ظالموں کے لیے جہنم کا عذاب اور لعنت ہے۔(حٰمٓ السجدۃ:۵۲)

۱۲۔ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔(المائدۃ:۶۴) ۱۳۔ جہنمی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔(الاعراف:۳۸)

۱۴۔ منافقین پر اللہ کی لعنت اور انکے لئے جہنم کا عذاب ہوگا۔(الفتح:۶) ۱۵۔ بچھڑا پوجنے والوں پر خدا کی لعنت ہوئی۔(طٰہٰ:۸۷)

۱۶۔ اللہ اور رسول کو ایذا پہنچانے والوں پر لعنت برستی ہے۔(الاحزاب:۵۷)

۱۷۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدلنے کی وجہ سے یہودیوں پر لعنت کی گئی۔(النساء:۴۶)

۱۸۔ اللہ کے ساتھ کیے ہوئے میثاق کو توڑنے پر لعنت برستی ہے۔(الرعد:۲۵)

وَلَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْهُدٰى	وَاَوْرَثْنَا	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اورالبتہ تحقیق	ہم نے دی	موسیٰ کو	ہدایت	اورہم نے وارث بنایا	بنی اسرائیل کو
الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾	هُدًى	وَّذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾	فَاصْبِرْ	
کتاب کا	ہدایت	اورنصیحت ہے	عقل والوں کے لیے	لہٰذا آپ صبر کریں	
اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّاسْتَغْفِرْ	لِذَنْۢبِكَ
بلاشبہ	وعدہ	اللہ کا	سچا ہے	اورآپ معافی مانگیے	اپنے گناہ کی
وَسَبِّحْ					
اور پاکیزگی بیان کیجیے					
بِحَمْدِ	رَبِّكَ	بِالْعَشِيِّ	وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾		
حمد کے ساتھ	اپنے رب کی	شام	اورصبح کو		

''ہم نے موسیٰ کی رہنمائی کی اور بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔(۵۳) جو عقل و دانش رکھنے والوں کے لیے ہدایت و نصیحت تھی۔(۵۴) پس صبر کر اللہ کا وعدہ برحق ہے، اپنی کوتاہی کی معافی مانگو، اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہو۔''(۵۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی راہنمائی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت اور کتاب کے ساتھ مبعوث فرمایا اور بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا۔ جس میں عقل مندوں کے لیے نصیحت اور راہنمائی موجود ہے۔ کتاب سے مراد تورات ہے جو پہلی آسمانی کتابوں کی ترجمان ہے اور ہدایت سے مراد راہنمائی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چلنے کی توفیق دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے بعد آنے والے انبیائے کرام علیہم السلام اور علماء کی ذمہ داری لگائی گئی کہ وہ اس کتاب کے مطابق لوگوں کی راہنمائی کریں جو عقل مندوں کے لیے راہنمائی اور نصیحت کا سرچشمہ بنائی گئی۔ اولی الالباب کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ صحیح عقل مند وہی ہوتا ہے جو اللہ کی ہدایت پر مستقل مزاجی سے گامزن رہتا ہے۔ اسی لیے رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ کے راستے میں جو مشکلات آرہی ہیں اس پر صبر کریں اور یقین رکھیں کہ اللہ کا وعدہ سچا اور پکا اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگو اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کرتے رہو! آپ کے رب کا وعدہ سچا ہے کہ وہ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا۔ حالات کے جبر سے پریشان ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے عرض کریں کہ کوئی ایسا معجزہ نازل کرے جس سے کفار ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں یا پھر انہیں تہس نہس کر دیا جائے۔ ان حالات کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کئی بار خیال پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نازل نہیں ہو رہی اللہ کی مدد طلب کرنا ہر

شخص کے لیے لازم ہے۔لیکن نبی کا مقام اتنا ارفع ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معمولی عجلت بھی پسند نہیں کرتا آپ عجلت پسندی پر اپنے رب سے معافی مانگیں اس کی تشریح کرتے ہوئے بریلوی مکتبہ فکر کے ترجمان پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

افضل اور اولیٰ کا ترک عام لوگوں کے لیے جرم اور گناہ تصور نہیں ہوتا لیکن مقرّبین صمدیت سے غیر اولیٰ کا صدور بھی قابلِ مواخذہ ہوتا ہے یہاں بھی جس ذنب سے استغفار کی ہدایت کی جارہی ہے اس سے مراد ایسے امر سے استغفار ہے جو بذاتِ خود اگرچہ مباح اور جائز ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کے مقامِ رفیع اور شانِ عالی کے شایانِ شان نہیں اور سالکانِ راہ محبت سے یہ چیز مخفی نہیں کہ منزلِ محبوب کی طرف ان کے سفر میں ایک لمحہ کے لیے توقف بھی نا قابلِ برداشت ہے اور لائق صد استغفار ہے۔(ضیاء القرآن جلد ۴ ص:۳۱۱، ۳۱۲)

صبح وشام تسبیح کرنے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرتے رہو! دوسرا یہ کہ ان مخصوص اوقات میں نماز ادا کرو! یہ دوسرے معنیٰ لینے کی صورت میں اشارہ نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف ہے جو اس سورت کے نزول کے کچھ مدت بعد تمام اہل ایمان پر فرض کر دی گئی۔اس لیے عشیّ کا لفظ عربی زبان میں زوالِ آفتاب سے لیے کر رات کے ابتدائی حصے تک کے لیے بولا جاتا ہے جس میں ظہر سے عشاء تک کی چاروں نمازیں آجاتی ہیں اور ابکار صبح کی پَو پھوٹنے سے طلوعِ آفتاب تک کے وقت کو کہتے ہیں جو نماز فجر کا وقت ہے۔(تفہیم القرآن جلد ۴)

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوْا إِلَى اللهِ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ» (رواہ مسلم: کتاب الذکر والدعاء والتوبة، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منہ)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو۔ بلاشبہ میں ہر روز سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات اور راہنمائی سے سرفراز فرمایا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تورات کا وارث بنایا۔

۳۔ عقل مند لوگ ہی نصیحت حاصل کرتے اور اپنے رب کی ہدایت پر چلتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں۔

۵۔ انسان کو اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہنا چاہیے۔

۶۔ ہر مسلمان کو نماز کی پابندی اور بالخصوص صبح وشام اپنے رب کا ذکر کرنا چاہیے۔

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُجَادِلُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	بِغَيْرِ
بلاشبہ	جولوگ	جھگڑتے ہیں	میں	آیات	اللہ کی	بغیر

سُلْطٰنٍ	اَتٰىهُمْ ۙ	اِنْ	فِيْ	صُدُوْرِهِمْ	اِلَّا	كِبْرٌ	مَّا هُمْ
دلیل کے	آئی ان کے پاس	نہیں	میں	ان کے سینوں	مگر	بڑائی	نہیں وہ

بِبَالِغِيْهِ ۚ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ ؕ	اِنَّهٗ هُوَ	السَّمِيْعُ	الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾
اس تک پہنچنے والے	لہٰذا آپ پناہ مانگیں	اللہ سے	بلاشبہ وہی	خوب سننے والا	خوب دیکھنے والا ہے

''حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ کسی دلیل کے بغیر جو اُن کے پاس آئی ہو اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔ اُن کے دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہے مگر وہ اُس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں، بس اللہ کی پناہ مانگ وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔'' (۵۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح راہنمائی آجانے کے باوجود جو لوگ اس کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں درحقیقت ان لوگوں کے دلوں میں کِبر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے بارے میں جو لوگ جھگڑا کرتے ہیں۔ ان کے پاس جھگڑا کرنے کی کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ ان کے دلوں میں یہ خواہش اور کوشش ہے کہ وہ حق پر غالب آجائیں اور نبی ﷺ سے بڑا بن جائیں مگر ان کی خواہش کبھی پوری نہ ہو پائے گی۔ اے رسول ﷺ ''آپ'' ہر قسم کے کبر، فخر سے پناہ مانگیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ اس فرمان میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے ساتھ جھگڑا کرنے والوں کے پاس تکبر کے سوا کوئی معقول وجہ نہیں ہوتی کِبر کی بنیاد عام طور پر دو باتوں پر ہوتی ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو اپنے آپ سے نیچ سمجھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تکبر کرنے والا اپنے نظریات کو شعوری یا غیر شعوری طور پر حق بات پر مقدم جانے۔ اہلِ مکہ میں دونوں گناہ پائے جاتے تھے ان کا کہنا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے واقعی ہی کسی شخص کو نبی بنانا ہوتا تو وہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) یا پھر طائف کے سردار اس لائق تھے کہ ان میں سے کسی کو نبی بنایا جاتا۔ مکہ والوں میں یہ کِبر بھی پایا جاتا تھا کہ وہ کہتے تھے کیا ہم محمد ﷺ کے کہنے پر اپنے آباء اجداد کا دین چھوڑ دیں۔ اس کِبر کی وجہ سے مکہ کے کئی سردار ہدایت سے محروم رہے۔ اللہ تعالیٰ کو کِبر پسند نہیں اس لیے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کے حضور کِبر سے پناہ مانگا کریں یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون کس نیت کے ساتھ بات کرتا اور حق کی مخالفت کرتا ہے اور حق کی مخالفت کرنے والے دل میں کیا جذبات چھپے ہوئے ہیں۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ» (رواہ مسلم: باب تحریم الکبر)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا ایک آدمی نے عرض کی کہا بلاشبہ ہر آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے تکبر حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''

نبی ﷺ کی دعا:

«عَنْ أَنَسٍ ؓ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ»

(رواہ النسائی: باب الاستعاذۃ من شر الکبر [صحیح])

''حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کلمات کے ساتھ پناہ مانگا کرتے تھے ''اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، بزدلی، بخیلی، تکبر کی برائی، دجال کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا یا ان کا انکار کرنا آیات کے ساتھ جھگڑا کرنے کے مترادف ہے۔

۲۔ تکبر انسان کو حق بات قبول کرنے نہیں دیتا۔ ۳۔ تکبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہیے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

کبر کا گناہ اور اس کے نقصانات:

۱۔ اللہ تعالیٰ فخر وغرور کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ (النساء: ۳۶)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو دیا ہے اس پر نہ اتراؤ اللہ فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الحدید: ۲۳)

۳۔ زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چل تو زمین کو پھاڑ نہیں سکتا۔ (بنی اسرائیل: ۳۷)

۴۔ زمین میں اکڑ اکڑ کر نہ چل اللہ تعالیٰ اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان: ۱۸)

۵۔ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں تکبر اور فساد نہیں کرتے۔ (القصص: ۸۳)

لَخَلْقُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	اَكْبَرُ	مِنْ	خَلْقِ	النَّاسِ
البتہ پیدائش	آسمانوں	اورزمین کی	زیادہ بڑی ہے	سے	پیدائش	لوگوں کی
وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾	وَمَا	يَسْتَوِي
اورلیکن	اکثر	لوگ	نہیں	وہ جانتے	اورنہیں	برابر ہوتا
الْاَعْمٰى	وَالْبَصِيْرُ ۙ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَلَا
اندھا	اوردیکھنے والا	اوروہ لوگ	جوایمان لائے	اورانہوں نے عمل کیے	نیک	اورنہ
الْمُسِيْٓءُ ۭ	قَلِيْلًا	مَّا	تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾	اِنَّ	السَّاعَةَ	لَاٰتِيَةٌ
برائی کرنے والا	تھوڑے ہی	جو	تم نصیحت پکڑتے ہو	بلاشبہ	قیامت	یقیناً آنے والی ہے
لَّا رَيْبَ	فِيْهَا	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾
نہیں کوئی شک	اس میں	اورلیکن	اکثر	لوگ	نہیں	وہ ایمان لاتے

''آسمانوں اورزمین کا پیدا کرنا انسان کو پیدا کرنے کے مقابلے میں یقیناً بڑا کام ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۵۷) اوراندھا اور بینا برابر نہیں، اور صالح اعمال کرنے والا ایماندار اور بدکار برابر نہیں ہو سکتے، مگر تم لوگ بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔(۵۸) یقیناً قیامت آنے ہی والی ہے اس کے آنے میں کوئی شک نہیں مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔''(۵۹)

فہم القرآن

ربط کلام: حق کے بارے میں کبر اختیار کرنے والوں کو دیکھنا اور سوچنا چاہیے کہ پیدائش اور وجود کے اعتبار سے وہ بڑے ہیں یا زمین وآسمان بڑے ہیں ظاہر ہے کہ زمین وآسمان بڑے ہیں مگر جو لوگ بلا دلیل اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں حقیقتاً وہ اندھے ہیں اس لیے بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہیں۔انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قیامت برپا ہونے والی ہے جس کے بارے میں یہ شک کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔

جب آدمی تکبر کا شکار ہو جاتا ہے تو حقیقت پر غور کرنا تو درکنار اسے سُننا بھی پسند نہیں کرتا ایسا آدمی کافر ہے وہ قولاً بھی قیامت کا انکار کرتا ہے پھر اپنے انکار کو حق ثابت کرنے کے لیے کہتا ہے کہ جب انسان مر کر مٹی کے ذرات بن جاتا ہے تو پھر اسے کس طرح زندہ کیا جا سکتا ہے، آخرت کے منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ہزاروں سال گزر چکے لیکن آج تک کوئی شخص مر کر زندہ نہیں ہوا۔ان کے کان کھولنے کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے قیامت کا انکار کرنے والو! ذرا زمین وآسمان کی تخلیق پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس وسیع وعریض زمین اور بلند وبالا آسمانوں کو کس طرح پیدا کیا ہے کیا لوگوں کو پیدا کرنا بڑا کام ہے یا زمین وآسمان کو پیدا کرنا بڑا کام ہے؟ اتنی واضح حقیقت دیکھنے اور جاننے کے باوجود

لوگوں کی اکثریت اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں. جولوگ کھلے حقائق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے حقیقت میں وہ اندھے ہیں اندھا اور بینا برابر نہیں ہوسکتے اور نہ ہی باطل عقیدہ رکھنے والے اور بُرے کردار کے لوگ صالح اعمال کرنے والوں کے برابر ہوسکتے ہیں۔ بُرے لوگوں کو اسے لیے اندھا کہا گیا ہے کہ یہ ان کے اندھے پن کی دلیل ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ قیامت قائم نہیں ہوگی، اگر قیامت قائم نہیں ہوگی تو دنیا میں بے بس مظلوم کو انصاف کہاں سے ملے گا؟ کیا ظالم کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ کمزوروں پر ظلم کرتا رہے اور اسے پوچھنے والا کوئی نہ ہو کیا ایسا سوچنا اور عقیدہ رکھنا اندھے پن کی دلیل نہیں؟ ایک آدمی دنیا میں اپنے رب سے ڈر ڈر کر زندگی گزارتا اور دوسرا اپنے رب کے ساتھ کفر وشرک کرتا اور ہر قسم کی نافرمانی کرتا رہتا ہے کیا نیک کو جزا دینے والا اور نافرمان کو سزا دینے والا کوئی نہیں ہونا چاہیے؟ اگر ہونا چاہیے تو اس کے لیے ایک وقت اور مقام ہونا بھی ضروری ہے اس دن کا نام قیامت اور اس جگہ کا نام محشر ہے لہٰذا تم مانو یا انکار کرو قیامت آکر رہے گی جو اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کے تقاضے پورے کرتا ہے وہ بینا اور نیک ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اندھا اور متکبر ہے۔ عقل کا تقاضا ہے کہ قیامت ضرور برپا ہونی چاہیے لیکن اس کے باوجود اکثر لوگ اس پر ایمان لانے اور اپنے رب کی نصیحت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: دانا وہ ہے جس نے اپنے آپ کو عقل مند بنالیا اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کیے اور نادان وہ ہے جس نے اپنے آپ کو خواہشات کے پیچھے لگالیا اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے۔''

(رواہ الترمذی: باب الکیس من دان نفسہ [ضعیف])

مسائل

۱۔ لوگوں کو پیدا کرنے سے زمین وآسمان کو پیدا کرنا بڑا کام ہے۔ ۲۔ اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہوتے۔
۳۔ صالح کردار ایمان دار اور برا شخص برابر نہیں ہوسکتے۔ ۴۔ لوگوں کی اکثریت نصیحت قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتی۔

تفسیر بالقرآن

قیامت ہر صورت برپا ہو کر رہے گی:

۱۔ یقیناً قیامت آنے والی ہے۔ (الحجر: ۸۵)
۲۔ یقیناً قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھائے گا۔ (الحج: ۷)
۳۔ قیامت برپا ہونے میں کوئی شک نہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ (الکہف: ۲۱)
۴۔ اے لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ (الحج: ۱)
۵۔ کافر ہمیشہ شک میں رہیں گے یہاں تک کہ قیامت اچانک آجائے گی۔ (الحج: ۵۵)

وَقَالَ	رَبُّكُمُ	ادْعُوْنِيْٓ	اَسْتَجِبْ	لَكُمْ ؕ	اِنَّ الَّذِيْنَ
اور کہا	تمہارے رب نے	تم مجھے پکارو	میں قبول کروں گا	تمہاری پکار	بلاشبہ جولوگ
يَسْتَكْبِرُوْنَ	عَنْ	عِبَادَتِيْ	سَيَدْخُلُوْنَ	جَهَنَّمَ	دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع
وہ تکبر کرتے ہیں	سے	میری عبادت	عنقریب وہ داخل ہوں گے	جہنم میں	ذلیل ہوکر

ع ۶ ۱۰ ۱۱

''تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھے ہی پکارو میں ہی تمہاری دعائیں قبول کروں گا، جولوگ تکبر کرتے ہوئے میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل کیے جائیں گے۔''(۶۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اندھے پن سے نجات اور قیامت کی ہولناکیوں سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ صرف ایک رب کی عبادت کی جائے اور صرف اسی سے دعا کی جائے۔

قیامت کا انکار کرنے والوں کی اکثریت ہمیشہ ایسی رہی ہے جو اپنے رب کی عبادت کرنے اور صرف اسی سے مانگنے کی بجائے بتوں، دیوتاؤں، جنّات اور فوت شدہ بزرگوں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی اور ہستی سے مانگنا اپنے رب کے ساتھ تکبّر کرنا ہے کیونکہ اس کا حکم ہے کہ لوگو! صرف مجھ ہی سے مانگا کرو۔ میں ہی تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا ہوں جو لوگ للہ تعالیٰ سے اس کے حکم کے مطابق نہیں مانگتے وہ متکبر ہیں۔ اس کا فرمان ہے کہ عنقریب میں متکبرین کو جہنم میں ذلیل کروں گا۔ اس آیت کریمہ میں ہمارے رب کا حکم ہے کہ لوگو! دعا مجھ ہی سے کیا کرو پھر اس دعا کو عبادت قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں "اُدْعُوْا" کو تین معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

دعا بمعنٰی عبادت:

{ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع }

(المومن: ۶۰)

''تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے بے پرواہی کرتے ہیں ضرور وہ ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

دعا کا معنی مدد طلب کرنا:

{ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ } (البقرۃ:۲۳)

''اللہ کے بغیر اپنے مددگاروں سے مدد مانگو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔''

دعا اور پکار:

{ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ } (یونس:۱۰۶)

''اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا۔''

دعا اور عقیدہ:

انسان جس سے مانگتا ہے اس کے بارے میں تین باتوں میں سے کوئی ایک بات اس کے سامنے ضرور ہوتی ہے۔ وہ مجھے دیکھتا ہے، میری فریاد سنتا ہے اور میری مدد کرتا ہے ظاہر ہے کہ یہ اوصاف اور قدرت رکھنے والا تو صرف ایک ''اللہ'' ہے لہٰذا جو شخص ان میں کسی ایک بات کے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ خوبی فلاں بزرگ، فرشتے، جن یا کسی اور میں بھی پائی جاتی ہے تو وہ صرف شرک ہی نہیں کرتا بلکہ کفر کا مرتکب بھی ہوتا ہے کیونکہ ان میں کوئی خوبی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں حقیقی طور پر نہیں پائی جاتی۔

«اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ» (رواہ أبو داؤد: کتاب الصلوۃ، باب الدعاء [صحیح]) ''دعا عبادت ہے۔''

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِيَسْأَلْ أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهِ إِذَا انْقَطَعَ» (رواہ الترمذی: ابواب الدعوات باب منہ [ضعیف])

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کو اپنی ہر حاجت اللہ سے مانگنی چاہیے، یہاں تک اگر جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں۔

۲۔ جو لوگ صرف ایک رب سے نہیں مانگتے وہ تکبر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو جہنم میں داخل کریگا۔

تفسیر بالقرآن

دعا کے بارے میں ہدایات:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ مجھ سے مانگو۔ (المؤمن: ۶۰) ۲۔ اللہ تعالیٰ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ (ق: ۱۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اپنے بندوں کے قریب ہوں اور ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں۔ (البقرۃ: ۱۸۶)

۴۔ اے لوگو! تم محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ (فاطر: ۱۵)

۵۔ ہمارے رب ہم نے ایمان کی دعوت قبول کی تو ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ (آل عمران: ۱۹۳)

۶۔ اے رب ہمارے! ہمیں اور ہمارے مومن بھائیوں کو معاف فرما۔ (الحشر: ۱۰)

۷۔ جب طالوت اور جالوت کے لشکر بالمقابل ہوئے تو انھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر نازل فرما اور ہمیں ثابت قدم فرما اور کافروں کی قوم پر ہماری مدد فرما۔ (البقرۃ: ۲۵۰)

۸۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب بے شک ہم ایمان لائے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ (آل عمران: ۱۶)

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الَّیْلَ	لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ
اللہ	وہ جس	نے بنایا	تمہارے لیے	رات کو	تاکہ تم آرام کرو اس میں
وَالنَّهَارَ	مُبْصِرًا ؕ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَى النَّاسِ
اور دن کو	روشن	بلاشبہ	اللہ	بڑے فضل والا ہے	پر لوگوں
وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا	یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ رَبُّكُمْ
اور لیکن	اکثر لوگ	نہیں	وہ شکر کرتے	یہ تمہارا	اللہ تمہارا رب ہے
خَالِقُ	كُلِّ شَیْءٍ ۘ	لَاۤ اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ ۚ	فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾
پیدا کرنے والا ہے	ہر چیز کو	نہیں کوئی معبود	مگر	وہی	پھر کہاں تم پھیرے جاتے ہو
كَذٰلِكَ	یُؤْفَكُ	الَّذِیْنَ	كَانُوْا	بِاٰیٰتِ اللّٰهِ	یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
اسی طرح	پھیرے جاتے رہے	وہ لوگ	جو تھے	اللہ کی آیتوں کا	انکار کرتے

وقف لازم

''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ (۶۱) وہی اللہ تمہارا رب ہے اور ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کدھر بہکائے جا رہے ہو۔ (۶۲) اسی طرح وہ سب لوگ بہکائے گئے جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔'' (۶۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس رب کی عبادت کرنے اور اس سے مانگنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی صفات یہ ہیں جو کسی اور میں نہیں پائی جاتیں۔ لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرو اور اسی کے سامنے اپنا دامنِ حاجت پھیلاؤ۔ جس طرح تمہاری نیند کے بعد تمہیں اُٹھاتا ہے اسی طرح تمہاری موت کے بعد تمہیں اٹھائے گا اور تم سے حساب لے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی جن قدرتوں کا کئی بار تذکرہ کیا ہے ان میں سے لیل و نہار بھی ہیں انہیں اپنی قدرت کی عظیم دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ رات کو لباس اور باعثِ سکون بنایا ہے۔ رات کے مقابلے میں دن ہے جس کے لیے یہاں ''مُبْصِراً'' کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی دن کو دیکھنے والا بنایا گیا ہے۔ لیل و نہار کو بنانے والا ''اللہ'' اپنے بندوں پر بڑا ہی فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔ یہاں شکر سے پہلی مراد یہ ہے کہ آدمی صرف ایک رب کی عبادت کرے اور اسی کے سامنے اپنا دامنِ حاجت پھیلائے جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ اپنے رب کے ناشکرے اور متکبر ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کا رب ہے اور اسی نے ہر چیز پیدا فرمائی ہے اس کے سوا نہ کسی نے کوئی چیز پیدا کی اور نہ کسی کی عبادت کرنا جائز ہے، نہ ہی اس کے سوا کوئی ایسی ذات ہے جو اپنی مخلوق کی ضرورتیں پوری کرے اور لوگوں کی مشکلات کو رفع فرمائے۔

ایسی قدرتوں اور فضل کرنے والے رب کو چھوڑ کر کہاں ٹکریں کھاتے پھرتے ہو۔ جس طرح مشرک در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی مارے مارے پھرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں یعنی کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنی قدرت اور تخلیق کی سب سے پہلی دلیل یہ دی ہے کہ اس نے رات کو سکون کا باعث قرار دیا ہے جو انسان کے لیے ہی باعثِ سکون نہیں کہ اس سے تھکے ماندے انسان کی تھکاوٹ دور ہوتی ہے اور صبح کے وقت تازہ دم ہو کر اپنے کام کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے، رات ہر جاندار کے لیے باعثِ سکون بنائی گئی ہے اور وہ بھی صبح کے وقت تازہ دم ہو جاتا ہے۔ دن کو اس لیے روشن بنایا گیا ہے تا کہ لوگوں کو اپنا کام کاج کرنے اور اِدھر سے اُدھر جانے میں پریشانی نہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہر قسم کا فضل فرماتا ہے، صرف رات اور دن پر غور فرمائیں کہ اگر رات کو بھی روشن کر دیا جائے تو لوگوں کی نیند حرام ہو جائے گی اور دن کے کسی حصہ کو تاریک کر دیا جائے تو لوگوں کے کام کاج ٹھپ ہو جائیں، رات اور دن کا حوالہ دے کر یہ بھی اشارہ دیا ہے کہ جس طرح رات کے بعد دن ہے اسی طرح مرنے کے بعد زندگی اور اس دنیا کے بعد آخرت ہے مگر پھر بھی لوگ خالص ''اللہ'' کی عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ یہ سب سے بڑا تکبر اور اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہی رات کو باعث سکون اور دن کو روشن بنایا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور اس کی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔
۳۔ ہر دور کے مشرک اور کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے رہے ہیں۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق اور حاجت روا، مشکل کشا نہیں۔
۵۔ مگر اس کے باوجود لوگ اِدھر اُدھر بہکے پھر رہے ہیں۔
۶۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت فضل کرنے والا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس کا شکر ادا نہیں کرتی۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' ہی پیدا کرنے والا ہے۔''

۱۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ (البقرۃ:۲۲)
۲۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ (الروم:۲۰) ۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نطفے سے پیدا کیا۔ (الدھر:۲)
۴۔ اللہ ہی نے انسان کو بڑی اچھی شکل وصورت میں پیدا فرمایا۔ (التین:۴)
۵۔ اللہ نے ایک ہی جان سے سب انسانوں کو پیدا کیا۔ (الاعراف:۱۸۹)
۶۔ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کا ہی حکم چلنا چاہیے۔ (الاعراف:۵۴)
۷۔ لوگو اس رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ (النساء:۱) (الانعام:۱۰۲)

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ	قَرَارًا
اللہ	وہ جس	نے بنایا	تمہارے لیے	زمین کو	قرارگاہ
وَّالسَّمَآءَ	بِنَآءً	وَّصَوَّرَكُمْ	فَاَحْسَنَ	صُوَرَكُمْ
اور آسمان کو	چھت	اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں	پس اچھی بنائیں اس نے	تمہاری صورتیں
وَرَزَقَكُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ ؕ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ ۚ
اور اس نے تمہیں رزق دیا	سے	پاکیزہ چیزوں	یہ ہے تمہارا	اللہ	تمہارا رب
فَتَبٰرَكَ	اللّٰهُ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾
سو بہت بابرکت ہے	اللہ	رب	تمام جہانوں کا

''اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو چھت ٹھہرایا، اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور بڑی ہی اچھی بنائیں اسی نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا، یہ ''اللہ'' ہی تمہارا رب ہے اور بے حساب برکتوں والا ہے۔'' (۶۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ''اللہ'' نے اپنی ذات سے مانگنے کا حکم دیا ہے اور جس نے رات کو پُرسکون بنایا اور دن کو روشن کیا ہے اس کی یہ بھی صفت اور قدرت ہے کہ اس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور وہی لوگوں کی بہترین شکل وصورت بناتا ہے اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں مشرک اور کافر جھگڑتے ہیں حالانکہ اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے لوگوں کے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو چھت ٹھہرایا ہے اور پھر وہی ہے جو لوگوں کی بہتر سے بہتر شکل وصورت بناتا ہے اور اسی نے انسانوں کے لیے پاکیزہ رزق کا بندوبست کیا ہے۔ اس کے سوا کوئی زندہ یا فوت شدہ اور کوئی بھی ہستی نہیں جس نے ان میں سے کوئی ایک کام کیا ہو یا ان کاموں میں کسی کا عمل دخل ہو صرف ایک ''اللہ'' ہی سب کچھ پیدا کرنے والا ہے اور سارے کا سارا نظام چلانے والا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین قدرتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ① اس نے صرف زمین بنائی ہی نہیں بلکہ لوگوں اور ہر جاندار کے رہنے کے لیے اسے جائے قرار بھی بنایا ہے۔ زمین پہلے حرکت کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑوں کی میخیں لگا دیں جس سے زمین میں ٹھہراؤ اور قرار پیدا ہوا۔ ② اللہ تعالیٰ نے زمین کے ساتھ انسان کا اُنس یعنی قرار پیدا کر دیا ہے جس وجہ سے ہر انسان اور جاندار اپنے علاقہ، بستی اور گھر کے ساتھ پیار کرتا ہے بیشک پردیس میں اسے ہر چیز میسر ہو مگر پھر بھی اس کا دل اپنے وطن اور گھر کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ ③ زمین اس لحاظ سے بھی جائے قرار ہے کہ انسان کی زندگی بھر کی جسمانی ضروریات کا تعلق زمین کے ساتھ وابستہ ہے۔

④۔انسان کا وجود زمین سے بنایا گیا ہے اور موت کے بعد اس نے مٹی میں جانا ہے لہٰذا اوّل و آخر انسان کا ٹھکانہ یہی زمین ہے بہرحال یہ زمین انسان کے لیے کئی اعتبار سے جائے قرار ہے۔

''اللہ'' ہی لوگوں کی شکل وصورت بنانے والا ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی تخلیق کے مختلف مراحل کا بارہا دفعہ ذکر فرمایا ہے۔یہاں انسان کی تخلیق کے آخری مرحلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''اللہ'' ہی وہ ذاتِ بابرکات ہے کہ جس نے تمہیں بہتر سے بہترین شکل میں پیدا فرمایا اس بات کو دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے۔''

{ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۝۵ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶ } (آل عمران:۵،۶)

''بے شک اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز چھپی نہیں ہے۔وہی ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں وہ نہایت غالب اور خوب حکمت والا ہے۔''

{ وَ التِّيْنِ وَ الزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ } (التین:۱ تا ۴)

''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طورِ سیناء کی اور اس امن والے شہر کی ہم نے انسان کو یقیناً بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔''

«عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذٰلِكَ وَالسَّهْلُ وَالْحَزْنُ وَالْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ»

(رواہ ابو داود: کتاب السنہ، باب فی القدر [صحیح])

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا جو ساری زمین سے لی گئی آدم کی اولاد زمین کے مطابق ہوئی ان میں سرخ، سفید سیاہ اور درمیانی رنگت کے لوگ ہیں ان میں سخت بھی ہیں اور نرم طبیعت بھی، نیک بھی ہیں اور بد بھی۔''

''اللہ'' ہی لوگوں کو رزق دینے والا ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے صرف رزق کا بندوبست نہیں کیا بلکہ رزقِ طیب سے نوازا ہے۔طیب کا معنیٰ ایسا رزق جو پاک بھی ہو اور طبعِ انسانی کے موافق بھی۔انسان جب شکم مادر میں تھا تو اس کے لوتھڑے کو خون کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے ماں کے خون سے اس لوتھڑے کی پرورش کی، جب لوتھڑے نے انسانی وجود کی شکل اختیار کی تو ماں کی خوراک سے اس کی خوراک

کا بندوبست فرمایا، جب پیدا ہوا تو کھانے پینے کے قابل نہ تھا تو اس کے لیے ماں کی چھاتی سے دودھ جاری کیا اس طرح عمر کے لحاظ سے اس کے رزق کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ انسان کے لیے جو چیز پیدا کی وہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے پاکیزہ اور طیّب پیدا فرمائی۔ پھلوں کو لیجیے! اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح چھلکوں میں سنبھال کر رکھا ہے گندم، چاول اور دیگر اشیاء کو دیکھیں بے شک وہ گندے پانی میں ہی تیار کیوں نہ ہوئے ہوں۔ ان کے ذائقہ میں کسی قسم کی غلاظت کا ایک ذرہ بھی شامل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس میں بو تک نہیں پائی جاتی گائے، بھیڑ، بکری اور دیگر دودھ دینے والے چوپاؤں کو دیکھیں کہ بیشک وہ گلا سڑا چارہ کھائیں لیکن ان کے دودھ اور گوشت میں کڑواہٹ یا گندگی کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ اس کے ساتھ ہی اس بات پر غور کریں کہ دنیا میں کروڑوں انسان ہوئے اور ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی کا اس قدر انتظام کیا ہے کہ ہر آنے والے وقت میں ان کی روزی میں اضافہ ہی کیا جا رہا ہے گندم اور چاول وغیرہ آج سے پہلے جس زمین میں تھوڑی مقدار میں پیدا ہوتے تھے آج وہی زمین دگنی مقدار دے رہی ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑی بابرکت ذات ہے جو جہانوں کو پیدا کرنے اور پالنے والا ہے۔

مسائل

۱۔ ''اللہ'' ہی نے زمین کو باعثِ قرار اور آسمان کو چھت بنایا۔

۲۔ ''اللہ'' ہی لوگوں کی شکل وصورت بنانے والا ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا پیدا کرنیوالا اور سب کی ضرورتیں پوری کرنیوالا ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ بابرکت ذات ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ بابرکت ہستی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ بابرکت ذات ہے جس نے اپنے بندے پر حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں۔ (الفرقان:۱)

۲۔ بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں زمین وآسمان کی بادشاہت ہے۔ (الملک:۱)

۳۔ بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج بنائے ہیں۔ (الفرقان:۶۱)

۴۔ ہر چیز تباہ ہو جائے گی صرف اللہ کی بابرکت ذات ہے جسے دوام حاصل ہے۔ (الرحمٰن:۲۷)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زمین وآسمان کا نور ہے۔ (النور:۳۵)

۶۔ بابرکت ہے وہ ذات جو سب سے احسن پیدا کرنے والی ہے۔ (النور:۱۴)

۷۔ بابرکت ہے وہ ذات جو تمام جہانوں کو پالنے والی ہے۔ (المومن:۶۴)

هُوَ	الْحَيُّ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	فَادْعُوْهُ
وہ	ہمیشہ زندہ ہے	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہی	پس تم اس کو پکارو
مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ ؕ	اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾
خالص کرتے ہوئے	اس کے لیے	دین کو	سب تعریفیں	اللہ کے لیے ہیں	جو رب ہے	تمام جہانوں کا
قُلْ	اِنِّيْ	نُهِيْتُ	اَنْ	اَعْبُدَ	الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ
آپ فرمادیں	بے شک میں	روک دیا گیا ہوں	کہ	میں عبادت کروں	ان لوگوں کی جنہیں	تم پکارتے ہو
مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	لَمَّا	جَآءَنِيَ	الْبَيِّنٰتُ	مِنْ
سے	سوا	اللہ کے	جب کہ	آگئیں میرے پاس	واضح دلیلیں	سے
رَّبِّيْ ۫	وَاُمِرْتُ	اَنْ	اُسْلِمَ	لِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾
میرے رب	اور میں حکم دیا گیا ہوں	یہ کہ	میں فرمانبردار رہوں	رب کے لیے	تمام جہانوں کے

''اللہ'' ہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کو پکارو اپنے دین کو اُسی کے لیے خالص کرو، تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ (۶۵) اے نبی ان لوگوں سے فرمادیں کہ جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو مجھے اُن کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلائل آچکے ہیں، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کے آگے سرِ تسلیم خم کروں۔'' (۶۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ''اللہ'' سے مانگنے اور صرف اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اس کی صفت ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

جس ''اللہ'' نے زمین کو باعثِ قرار، آسمان کو چھت بنایا اور لوگوں کی بہترین شکلیں بنائیں اور ان کے لیے پاکیزہ رزق کا بندوبست فرمایا وہ بابرکت ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ''اَلْحَیُّ'' کا معنٰی ہے ہمیشہ ہمیش زندہ رہنے والا اور جب تک چاہے مخلوق کو زندہ رکھنے والا۔ اس کے سوا نہ کوئی ہمیشہ سے زندہ ہے اور نہ رہے گا اور نہ اس کے سوا زمین و آسمان، اور انسان کی شکل وصورت بنانے والا ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی رزق دینے والا ہے وہ اپنی صفات اور ذات میں اکیلا ہے لہٰذا اس کی اسی طرح عبادت کرنی چاہیے جس طرح اس نے حکم دیا ہے اس لیے تمام تعریفات اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ اے نبی ﷺ! آپ فرمادیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کی ہرگز عبادت نہ کروں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اس لیے کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے میرے پاس ٹھوس دلائل آچکے

ہیں کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنا اسی بنا پر مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں کائنات کے رب کی بندگی کرتا رہوں۔ اس مقام پر توحید کا بیان آیت ۶۰ سے شروع ہوا جس میں دعا کو عبادت قرار دیا گیا ہے لہٰذا یہاں "اَعْبُدُ" اور "تَدْعُوْنَ" کے الفاظ کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے بالواسطہ یا بلا واسطہ مانگنا جائز نہیں کیونکہ صرف ایک اللہ ہی پوری کائنات کا رب ہے۔ اس کے سوا کسی سے مانگنے اور اس کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

{ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ } (یونس:۱۰۶،۱۰۷)

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکاریں جو نہ آپ کو نفع دے سکتی ہے اور نہ آپ کو نقصان پہنچا سکتی ہے اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ اس وقت ظالموں میں سے ہوگا اگر اللہ تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو رد کرنے والا کوئی نہیں وہ اسے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے مستفید کرتا ہے اور وہی بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

مسائل

۱۔ ''اللہ'' ہمیشہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ۲۔ ''اللہ'' کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صرف اسی کی ہی عبادت کرنی چاہیے۔

۴۔ اللہ ہی پوری کائنات کا خالق اور مالک ہے لہٰذا اسی کی تابعداری کرنی چاہیے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اور آپ کے ذریعے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' کے علاوہ کسی کو نہیں پکارنا چاہیے:

۱۔ میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ (یونس:۱۰۴)

۲۔ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی اللہ کے سوا تم عبادت کرتے ہو۔ (الانعام:۵۶)

۳۔ کیا میں اللہ کے سوا ان کو پکاروں جو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (الانعام:۷۱)

۴۔ جن کو لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں انہوں نے کوئی چیز پیدا نہیں کی وہ تو خود پیدا کیے گئے ہیں۔ (النحل:۲۰)

۵۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں۔ (الاعراف:۱۹۴)

۶۔ اللہ کے سوا کسی کو مت پکاریں جو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (یونس:۱۰۶)

هُوَ	الَّذِیْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ	تُرَابٍ	ثُمَّ	مِنْ
وہی	جس نے	پیدا کیا تمہیں	سے	مٹی	پھر	سے
نُّطْفَةٍ	ثُمَّ	مِنْ	عَلَقَةٍ	ثُمَّ	يُخْرِجُكُمْ	طِفْلًا
نطفے	پھر	سے	جمے ہوئے خون	پھر	وہ تم کو نکالتا ہے	بچہ
ثُمَّ	لِتَبْلُغُوْٓا	اَشُدَّكُمْ	ثُمَّ	لِتَكُوْنُوْا	شُيُوْخًا ۚ	
پھر	تا کہ تم پہنچو	اپنی جوانی کو	پھر	تا کہ تم ہو جاؤ	بوڑھے	

''وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں پیدا کرتا اور تمہیں جوان کرتا ہے تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر بڑھاپے کو پہنچو۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی الوہیت کے واضح دلائل دے کر حکم دیا ہے کہ صرف میری ہی فرمانبرداری کی جائے۔ اس لیے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسی نے ہی انسان کو مختلف مراحل کے بعد پیدا کیا ہے۔

جس رب کی تابعداری کا حکم ہوا ہے اسی نے انسانوں کو پیدا کیا ہے لفظ رب کا پہلا معنیٰ خالق ہے۔ اس بنا پر ارشاد ہوا کہ اسی نے تمہیں پہلے مٹی سے پیدا کیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور آدم علیہ السلام سے اس کی بیوی کو پیدا کیا پھر ان سے انسان کی آفزائش کا سلسلہ شروع فرمایا۔ (النساء: ۱) اور تمام انسانوں کی تخلیق کا آغاز نطفہ سے کیا جس سے لوتھڑا بنایا پھر بچہ بنا کر تمہیں تمہاری ماؤں کے بطن سے پیدا کیا اور تمہیں بھرپور جوانی تک پہنچایا پھر تمہیں بوڑھا کرتا ہے اور اس کے بعد تم اپنی موت کے وقت کو پہنچ جاتے ہو یہ تخلیقی مراحل اس لیے بتائے اور سمجھائے جا رہے ہیں تا کہ تم سمجھنے کی کوشش کرو کہ وہی ایک ذات ہے جو تمہیں زندگی عطا کرتی ہے اور وہی موت سے ہمکنار کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے صرف ہو جانے کا حکم دیتا ہے تو وہ کام اس کی منشا اور نقشے کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خالق ہونے کے ثبوت میں انسان کی تخلیق کا کئی بار تذکرہ کیا ہے اور بار بار انسان کو توجہ دلائی ہے تا کہ انسان اپنے بارے میں غور کرے کہ اسے کیسے اور کس نے اور کس لیے پیدا کیا ہے ظاہر بات ہے کہ اسے صرف ایک ''اللہ'' ہی نے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا اسی سے مانگنا اور اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے رحم میں ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے وہ پوچھتا ہے اے میرے رب! یہ نطفہ ہے اے میرے رب! یہ گوشت کا لوتھڑا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کی تخلیق کا فیصلہ فرماتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ کہتا ہے اے میرے رب مذکر یا مؤنث بدبخت یا خوش بخت اس کا

وَمِنْكُمْ	مَّنْ	يُّتَوَفّٰى	مِنْ قَبْلُ	وَلِتَبْلُغُوْٓا	اَجَلًا مُّسَمًّى
اور تم میں سے کچھ	جو	فوت کر دیے جاتے	اس سے پہلے	اور تا کہ تم پہنچو	ایک معین مدت کو
وَّلَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾	هُوَ	الَّذِيْ	يُحْيٖ	وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا
اور تا کہ تم	سمجھو	وہی	جو	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے پھر جب
قَضٰٓى	اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ	لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع ۸ ۱۲
وہ فیصلہ کر لیتا ہے	کسی کام کا	تو صرف	وہ کہتا ہے	اس کے لیے	تو ہو جا	تو وہ ہو جاتا ہے

تم میں سے کسی کو پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تا کہ تم اپنی موت کو پہنچو اور اس لیے کہ تم حقیقت کو سمجھو۔ (۶۷) وہی ہے زندگی دینے والا، اور وہی موت دینے والا ہے، وہ جس بات کا فیصلہ کرتا ہے بس ایک حکم دیتا ہے کہ وہ ہو جائے اور وہ کام ہو جاتا ہے۔'' (۶۸)

رزق کتنا ہے اس کی عمر کتنی ہے اس طرح سب کچھ انسان کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔'' (رواہ مسلم: باب كَيفِيَةِ الخلقِ الخلقِ الآدَمِيِ فِي بَطنِ أُمِهِ وَكِتَابَةِ رِزقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقَاوَتِهِ وَسَعَادَتِهِ)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ انسان کو مختلف مراحل سے گزار کر ایک بچے کی شکل میں ماں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہی آدمی کو جوان اور بوڑھا کرتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہی موت دیتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کسی کی موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ ۶۔ اللہ تعالیٰ ہی موت و حیات کا مالک ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ جو کام کرنا چاہے تو اس کے لیے صرف لفظ کُنْ کہتا ہے تو وہ کام اس کی مرضی کے مطابق ہو جاتا ہے۔
۸۔ انسان کو اپنی تخلیق اور اللہ کی توحید کے دلائل سمجھنے کے لیے عقل سے کام لینا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل:

۱۔ ''اللہ'' نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ (آل عمران: ۵۹) ۲۔ حوا کو آدم سے پیدا کیا۔ (النساء: ۱)
۳۔ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ (المومنون: ۱۲) ۴۔ ''اللہ'' نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ (النحل: ۴)
۵۔ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ (الدھر: ۲) ۶۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین شکل و صورت میں پیدا فرمایا۔ (التین: ۴)

اَلَمْ	تَرَ	اِلَى	الَّذِيْنَ	يُجَادِلُوْنَ	فِيْٓ
کیانہیں	آپ نے دیکھا	طرف	ان لوگوں کی	جو جھگڑتے ہیں	میں

اٰيٰتِ	اللّٰهِ ؕ	اَنّٰى	يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
آیات	اللہ کی	کہاں	وہ پھیرے جارہے ہیں	جولوگ	جھٹلایا انہوں نے

بِالْكِتٰبِ	وَبِمَآ	اَرْسَلْنَا	بِهٖ	رُسُلَنَا ۫	فَسَوْفَ
اس کتاب کو	اوراس کو کہ	ہم نے بھیجا	اس کے ساتھ	اپنے رسولوں کو	پس عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۷۰﴾	اِذِ	الْاَغْلٰلُ	فِيْٓ	اَعْنَاقِهِمْ	وَالسَّلٰسِلُ ؕ
وہ جان لیں گے	جب	طوق ہوں گے	میں	ان کی گردنوں	اورزنجیریں

يُسْحَبُوْنَ ۙ﴿۷۱﴾	فِي	الْحَمِيْمِ ۙ	ثُمَّ	فِي
وہ گھسیٹے جائیں گے	میں	کھولتے پانی	پھر	

النَّارِ	يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۚ	
آگ	وہ جلائے جائیں گے	

''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں کہ کہاں سے وہ بھٹکائے جارہے ہیں۔(۶۹) جولوگ اس کتاب کو اور اُن کتابوں کو جھٹلاتے ہیں جو ہم نے اپنے رسولوں پر بھیجی تھیں عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔(۷۰) جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں انکے پاؤں میں ہونگی جن میں جکڑے ہوئے کھولتے پانی میں گھسیٹے جائیں گے۔(۷۱) اور پھر دوزخ کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔''(۷۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جولوگ واضح دلائل آجانے کے باوجود اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں ان کا انجام۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں توحید و رسالت اور قیامت کے بارے میں اتنے واضح اور ٹھوس دلائل دیئے ہیں کہ معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی انہیں قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا بشرطیکہ وہ جھگڑالو نہ ہو جھگڑالو آدمی اپنی اَنا اور تعصب کی بنیاد پر حقیقت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا بالخصوص مشرک توحید کی بات سمجھنا اور ماننا تو دور کی بات اسے سننا بھی گوارہ نہیں کرتا اس قسم کے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو ''اللہ'' کی آیات کے بارے میں جھگڑتے ہیں کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ یہ لوگ کس بنیاد پر بھٹک رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے بھٹک جانے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی شخص دین کے کسی مسئلہ کو مخصوص نقطہ نظر سے اختیار کرلے تو اس کے پاس بھی جھگڑا کے سوا کچھ نہیں ہوتا جن لوگوں نے کتاب اللہ اور اس چیز کو جھٹلایا جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ کتاب اللہ کے ساتھ جو چیز انبیائے کرام علیہم السلام کو

دی جاتی تھی وہ کتاب اللہ کی تشریح اور اس پر عمل کرنے کا عملی طریقہ تھا جس کے بغیر کوئی شخص کتاب اللہ سے صحیح استفادہ نہیں کرسکتا اس لیے قرآن مجید کے ساتھ مستند حدیث پر ایمان لانا اور اس کے مطابق عمل کرنا فرضِ عین ہے اس کے بغیر گمراہی ہے جو لوگ قرآن وحدیث کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کی بجائے حیلے بہانے بناتے ہیں عنقریب انہیں اپنے انجام کا علم ہو جائے گا ان کی گردنوں میں طوق پہنائے جائیں گے اور انہیں زنجیروں سے جکڑ کر جہنّم میں پھینکا جائے گا۔ جب انہیں پیاس لگے گی تو جہنّم کا ابلتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ جہنم میں جلتے رہیں گے۔

«وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُؤْتٰى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَّجُرُّوْنَهَا» (رواہ مسلم: باب فِی شِدَّةِ حَرِّ نَارِ جَهَنَّمَ وَبُعْدِ.....)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ کو لایا جائے گا اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے، جو اسے کھینچ کر لائیں گے۔''

مسائل

۱۔ کتاب اللہ اور حدیثِ رسول ﷺ کو جھٹلانے والے گمراہ ہوتے ہیں انہیں موت کے بعد اپنے انجام کا علم ہو جائے گا۔
۲۔ گمراہ شخص کے پاس اس کی گمراہی کی معقول وجہ نہیں ہوتی۔
۳۔ جہنّمیوں کے گلے میں جہنّم کے طوق اور انہیں بڑی بڑی زنجیروں سے جکڑا جائے گا۔
۴۔ جہنّمیوں کو جہنّم سے بے انتہا ابلتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور اس میں غوطے دیے جائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

جہنّمیوں کو جہنّم میں مختلف سزائیں دی جائیں گی:

۱۔ آنتوں اور کھالوں کا بار بار گلنا۔ (النساء:۵۶) ۲۔ دوزخیوں کی کھال کا بار بار بدلنا۔ (الحج:۲۰)
۳۔ کانٹے دار جھاڑیوں کا کھانا دیا جانا۔ (الغاشیہ:۶) ۴۔ کھانے کا گلے میں اٹک جانا۔ (المزمل:۱۳)
۵۔ دوزخیوں کو کھولتا ہوا پانی دیا جانا۔ (الانعام:۷۰) ۶۔ دوزخیوں کو پیپ پلایا جانا۔ (النبا:۲۵)
۷۔ جہنمیوں کو آگ کا لباس پہنایا جانا۔ (الحج:۱۹) ۸۔ لوہے کے ہتھوڑوں سے سزا دیا جانا۔ (الحج:۲۱، ۲۲)
۹۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب آگ ہلکی ہونے لگے گی تو ہم اسے مزید بھڑکا دیں گے۔ (بنی اسرائیل:۹۷)
۱۰۔ اس میں وہ کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور اس طرح پئیں گے جس طرح پیاسا اونٹ پیتا ہے۔ (الواقعہ:۵۴ تا ۵۵)
۱۱۔ جہنمی گرم ہوا کی لپیٹ میں اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔ (الواقعۃ:۴۲)

ثُمَّ	قِيْلَ	لَهُمْ	اَيْنَ	مَا	كُنْتُمْ	تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾
پھر	کہا جائے گا	ان کے لیے	کہاں ہیں	جو	تم تھے	شریک ٹھہراتے
مِنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ ؕ	قَالُوْا	ضَلُّوْا	عَنَّا	بَلْ
سے	سِوا	اللہ کے	انہوں نے کہا	وہ گم ہو گئے	ہم سے	بلکہ
لَّمْ	نَكُنْ	نَّدْعُوْا	مِنْ قَبْلُ	شَيْـًٔا ؕ	كَذٰلِكَ	يُضِلُّ
نہیں	ہم تھے	پکارتے	اس سے پہلے	کسی کو	اسی طرح	گمراہ کرتا ہے
اللّٰهُ	الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾	ذٰلِكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ	تَفْرَحُوْنَ	فِي
اللہ	کفار کو	یہ تمہارے	بسبب اس کے	تم تھے	خوش ہوتے	میں
الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ	وَبِمَا	كُنْتُمْ	تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ ۚ	اُدْخُلُوْٓا
زمین	بغیر	حق کے	اور سبب اس کے جو	تم تھے	اتراتے	تم داخل ہو جاؤ
اَبْوَابَ	جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا ۚ	فَبِئْسَ	مَثْوَى	الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾
دروازوں میں	جہنم کے	ہمیشہ رہنے والے	اس میں	پس بُرا ہے	ٹھکانہ	تکبر کرنے والوں کا

''پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ کہاں ہیں اللہ کے سوا۔ (۷۳) جن کو تم شریک بناتے تھے وہ جواب دیں گے کہ وہ ہم سے کھوئے گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی کو نہیں پکارتے تھے'' اللہ'' اس طرح کافروں کا گمراہ ہونا ثابت کر دے گا۔ (۷۴) اُن سے کہا جائیگا یہ تمہارا انجام ہے کیونکہ تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے اور اُس پر اترایا کرتے تھے۔ (۷۵) اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، تم نے ہمیشہ وہیں رہنا ہے متکبرین کیلئے یہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔'' (۷۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں سے کیے جانے والے سوالات میں سے ایک سوال۔

جہنمیوں کو جہنّم میں داخل کرنے سے پہلے میدانِ محشر میں دوسری مرتبہ عین جہنّم کے دروازوں کے سامنے کھڑا کر کے اور تیسری دفعہ جہنّم میں جھونک دینے کے بعد دیگر سوالات کے ساتھ ہر مرحلہ پر ان سے پہلا یہ سوال ہوگا کہ دنیا میں جن کو تم اللہ کے سوا مشکل کشا سمجھ کر پکارتے تھے آج وہ کہاں ہیں اور وہ تمہاری کیوں مدد نہیں کرتے؟ جہنمی کہیں گے۔ مولا ہمیں تو کچھ یاد نہیں کہ وہ کون تھے خوف کے مارے یہ بھی کہیں گے کہ ہم نے تو کبھی کسی کو پکارا ہی نہیں تھا۔ ربِ ذوالجلال کے رُعب اور جہنم کے عذاب کی وجہ سے وہ سب کچھ بھول جائیں گے۔ دنیا میں کفار اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے اور آخرت میں کچھ دیر کے لیے

اپنے خداؤں کو بھی بھول جائیں گے۔ کچھ مدت کے بعد انہیں ان کے مشکل کشا یاد کروائے جائیں گے تا کہ یہ ایک دوسرے کو ذلیل کریں۔ جب آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے تو انہیں کہا جائے گا یہ ذلت اور عذاب تمہیں اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم باطل نظریات پر خوش ہوتے اور حق بات کا انکار کیا کرتے تھے اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ تم نے اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔ جو متکبرین کے لیے بدترین جگہ ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ»

(رواہ مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

مسائل

۱۔ میدانِ محشر میں جہنمیوں کو پہلا سوال یہ ہوگا کہ تمہارے مشکل کشا کہاں ہیں؟
۲۔ ایک مرحلہ میں جہنمی سب کو بھول جائیں گے اور پھر بالکل ہی انکار کر دیں گے۔
۳۔ جہنمیوں کا ایک گناہ یہ بھی ہوگا کہ وہ اپنے گناہوں پر اترایا کرتے تھے۔
۴۔ جہنم متکبرین کے لیے بدترین جگہ ہے۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں سے کیے جانے والے سوالات:

۱۔ مجرموں سے سوال کیا جائیگا کہ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ وہ اپنے گناہوں کی ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالیں گے۔ (الصّٰفّٰت: ۲۲۔۳۱)
۲۔ انکو ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھنا ہے تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟۔ (الصافات: ۲۴ تا ۲۵)
۳۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھے گا آج کس کی بادشاہی ہے؟ (المومن: ۱۶)
۴۔ اپنے معبودوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔ (البقرۃ: ۲۳)
۵۔ اللہ کے علاوہ جن معبودوں کا تمھیں زعم ہے انھیں بلاؤ آج وہ بھی تمہاری مصیبت دور نہیں کر سکتے۔ (بنی اسرائیل: ۵۶)
۶۔ انہیں بلاؤ آج وہ تمھیں جواب نہیں دیں گے۔ (الاعراف: ۱۹۴)
۷۔ اس دن ان سے کہا جائے گا بلاؤ اپنے معبودان کو، وہ بلائیں گے تو انھیں جواب نہیں ملے گا۔ (القصص: ۶۴)

فَاصْبِرْ	اِنَّ	وَعْدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ ۚ	فَاِمَّا	نُرِيَنَّكَ
پس آپ صبر کیجیے	بے شک	وعدہ	اللہ کا	سچا ہے	پھر اگر	ہم آپ کو دکھائیں
بَعْضَ	الَّذِیْ	نَعِدُهُمْ	اَوْ	نَتَوَفَّيَنَّكَ	فَاِلَيْنَا	
بعض	وہ جو	ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں	یا	ہم آپ کو فوت کر دیں	تو ہماری طرف	
يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾	وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	رُسُلًا	مِّنْ قَبْلِكَ	مِنْهُمْ	
وہ لوٹائے جائیں گے	اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجے	کئی رسول	آپ سے پہلے	ان میں سے	
مَّنْ	قَصَصْنَا	عَلَيْكَ	وَمِنْهُمْ	مَّنْ	لَّمْ	نَقْصُصْ	عَلَيْكَ ؕ
وہ جو	ہم نے بیان کیا	آپ پر	اور ان میں سے	وہ جو	نہیں	ہم نے بیان کیا	آپ پر

''پس اے نبی صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، ہم چاہیں گے تو آپ کے سامنے ان کو ان بُرے نتائج کا کوئی حصہ دکھا دیں گے۔ جن سے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں یا اس سے پہلے آپ کو دنیا سے اُٹھا لیں، انہیں بھی ہماری طرف پلٹ کر آنا ہے۔ (۷۷) اے نبی تجھ سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں۔ جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کو بتائے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: ٹھوس دلائل اور ان کے بارے میں پُرخلوص کوشش کے ساتھ سمجھانے کے باوجود جو لوگ نصیحت حاصل کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اے نبی ﷺ آپ کو صبر سے کام لینا اور اپنے رب کے حکم کا انتظار کرنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ اپنا کام اور آرام چھوڑ کر دن، رات اس کوشش میں لگے رہتے کہ لوگ ہدایت پا جائیں لیکن آپ کے مخاطب ہدایت پانے کی بجائے آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے آپ اور آپ کے ساتھیوں پر ہر قسم کی زیادتیاں کرتے تھے جس پر آپ کو رنج پہنچتا اور آپ سوچتے کہ یہ کیسے ناہنجار لوگ ہیں کہ میں کسی مفاد کے بغیر ان کے لیے رات، دن ایک کیے ہوئے ہوں لیکن یہ ''اللہ'' کا قرآن سمجھنے کی بجائے اس سے مزید دور ہو رہے ہیں اس پر آپ کو حکم ہوا کہ آپ صبر و حوصلہ کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں اگر یہ لوگ اپنی روش سے باز نہ آئے تو ہم آپ کی زندگی میں وہ کچھ دکھائیں گے جس کا ان سے وعدہ کرتے ہیں یا پھر آپ کی وفات کے بعد انہیں دکھایا جائے گا بالآخر انہوں نے ہمارے پاس ہی آنا ہے وہاں اپنے کیے کا پورا انجام پالیں گے بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں بعض کے واقعات ہم نے آپ کے سامنے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے حالات ہم نے بیان نہیں کیے یاد رکھیں کہ کسی رسول کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کوئی معجزہ اپنی مرضی سے پیش کر سکے ہاں جس وقت ''اللہ'' کا حکم یعنی اس کا عذاب آئے گا تو ان کا قضیہ پورے عدل و انصاف کے ساتھ چکا دیا جائے گا۔ یقیناً باطل اختیار کرنے والے دنیا اور آخرت میں ہر صورت نقصان پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ساتھ اپنا وعدہ آپ

وَمَا	كَانَ	لِرَسُوْلٍ	اَنْ	يَّاْتِيَ	بِاٰيَةٍ	اِلَّا
اور نہیں	ہے	کسی رسول کے لیے	کہ	وہ لے آئے	کوئی نشانی	مگر
بِاِذْنِ	اللّٰهِ ۚ	فَاِذَا	جَآءَ	اَمْرُ	اللّٰهِ	قُضِيَ
حکم سے	اللہ کے	پھر جب	آ گیا	حکم	اللہ کا	فیصلہ کر دیا گیا
	بِالْحَقِّ	وَخَسِرَ	هُنَالِكَ		الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾	
	حق کے ساتھ	اور خسارہ پایا	وہاں		اہلِ باطل نے	

کسی رسول کے پاس یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔ جب اللہ کا حکم آیا تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور اُس وقت باطل پرست خسارے میں پڑ گئے۔'' (۷۸)

کی زندگی میں اس طرح پورا فرمایا کہ آپ کے بڑے بڑے دشمن بدر کے میدان میں قتل ہوئے اور باقی مسلمان ہو گئے یہودی اور عیسائی کچھ آپ کی حیات مبارکہ میں اور باقی خلفائے راشدین کے دور میں سرنگوں ہو گئے اس طرح اسلام سربلند ہوا اور کفر و شرک ذلیل ہوئے۔ یہاں تک پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کا مقصد ہے ان میں آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے لیے راہنمائی اور تسلی کا سامان ہے۔ نوح علیہ السلام کو دیکھیں ساڑھے نو سو سال دن، رات محنت کرتے رہے لیکن چند لوگ مسلمان ہوئے بالآخر ان کے مخالفین کو ڈبکیاں دے دے کر ختم کر دیا گیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی جد و جہد پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو کس طرح بچایا اور کامیاب فرمایا ان کے مخالف اپنی سازشوں اور شرارتوں میں کیسے ناکام اور ذلیل ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعات پر توجہ فرمائیں کہ ان پر اور ان کے ساتھیوں پر کتنا اور کتنی مدت تک ظلم ہوتا رہا لیکن موسیٰ علیہ السلام ہمت نہیں ہارے اور ان کے ساتھیوں نے بھی صبر کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیا نتیجتاً فرعون اور اس کے لشکر و سپاہ ذلت کی موت مرے۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کامیاب ٹھہرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ عظیم معجزے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیے لیکن انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ اپنی طرف سے انہیں تختہ دار پر لٹکا دیا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا کر ان کی مدد فرمائی اور ان کے دشمنوں کو ہمیشہ کے لیے ناکام اور ذلیل کر دیا یقین کریں کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہوتا ہے تو اہل باطل دنیا میں بھی ناقابلِ تلافی نقصان پایا کرتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو لامحدود اور لامتناہی ہے۔

«عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رضی اللہ عنہ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً لَهُ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ، قُلْنَا لَهُ أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا أَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لَنَا قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِيمَنْ قَبْلَكُمْ يُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ فَيُجْعَلُ فِيهِ، فَيُجَاءُ بِالْمِنْشَارِ، فَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ فَيُشَقُّ بِاثْنَتَيْنِ، وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ

عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ، مَا دُونَ لَحْمِهِ مِنْ عَظْمٍ أَوْ عَصَبٍ، وَمَا يَصُدُّهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللهِ لَيُتِمَّنَّ هَذَا الأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مِنْ صَنْعَاءَ إِلَى حَضْرَمَوْتَ، لاَ يَخَافُ إِلاَّ اللهَ أَوِ الذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ، وَلَكِنَّكُمْ تَسْتَعْجِلُونَ»

(رواه البخاری: باب علامات النبوة)

''حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس وقت شکایت کی جب آپ کعبہ کے سایہ میں چادر لپیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کی آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے ہیں کہ وہ ہماری مدد فرمائے۔ آپ اپنے چہرے سے چادر ہٹا کر بیٹھ گئے اور فرمایا اللہ کی قسم تم سے پہلے لوگوں کو پکڑا جاتا اور اُن کو ایک گھڑھے میں گاڑ کر اُس کے سر پر آرا چلا کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا وہ پھر بھی اپنے دین پر قائم رہتا اُس کا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے نوچ لیا جاتا لیکن پھر بھی دین سے منحرف نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب فرمائے گا کہ ایک سوار صنعا سے لے کر حضر موت تک تن تنہا سفر کرے گا۔ اُسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا اُسے صرف اپنی بکریوں کے متعلق بھیڑیے کا خوف ہوگا، لیکن تم عجلت کا مظاہرہ کر رہے ہو۔''

مسائل

۱۔ مسلمان کو مصیبت کے وقت صبر کرنا چاہیے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دنیا میں بھی مدد کرتا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کامیاب فرمایا اور آپ کے دشمنوں کو ذلیل کیا۔
۴۔ کسی نبی نے کوئی معجزہ اپنی مرضی سے پیش نہیں کیا۔ ۵۔ اہلِ باطل دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھایا کرتے ہیں۔
۶۔ بالآخر سب نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

تفسیر بالقرآن

صبر کا حکم اور اس کا اجر:

۱۔ صبر کیجئے اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (ھود: ۱۱۵) ۲۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۱۵۳)
۳۔ صبر کرنے والے کامیاب ہوں گے۔ (المومنون: ۱۱۱) ۴۔ صبر کرنے والے کی آخرت اچھی ہوگی۔ (الرعد: ۲۴)
۵۔ صبر کرنے والوں کو جنت میں سلامتی کی دعائیں دی جائیں گی۔ (الفرقان: ۷۵)
۶۔ صبر کرنے والے بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ (الزمر: ۱۰) ۷۔ صبر کیجیے اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ (الروم: ۶۰)
۸۔ اگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لیے بہترین اجر ہے۔ (النحل: ۱۲۶)
۹۔ صبر کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (الانفال: ۴۶) ۱۰۔ اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر کیجیے۔ (الدھر: ۲۴)
۱۱۔ بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کیساتھ ہے۔ (البقرۃ: ۲۴۹)

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَنْعَامَ	لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا
اللہ	وہ جو	اس نے بنایا	تمہارے لیے	چوپائے	تاکہ تم سواری کرو ان میں سے
وَمِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾	وَلَكُمْ	فِيْهَا	مَنَافِعُ	وَلِتَبْلُغُوْا
اوران میں سے	تم کھاتے ہو	اورتمہارے لیے	ان میں	فائدے ہیں	اورتاکہ تم پہنچو
عَلَيْهَا	حَاجَةً	فِیْ	صُدُوْرِكُمْ	وَعَلَيْهَا	وَعَلَى الْفُلْكِ
ان پر	حاجت کو	میں	تمہارے سینوں	اوران پر	اور پر کشتیوں
تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾	وَيُرِيْكُمْ	اٰيٰتِهٖ	فَاَیَّ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾
تم سوار کیے جاتے ہو	اوروہ دکھاتا ہے تمہیں	اپنی نشانیاں	پھر کس	آیت کا	اللہ کی تم انکار کرو گے

''اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپائے بنائے ہیں تاکہ ان میں سے کسی پر سواری کرو اور کسی کا گوشت کھاؤ۔(۷۹)ان میں تمہارے لیے اور بھی بہت سے فائدے ہیں، تم جہاں چاہو وہاں اُن پر پہنچ سکو تم اُن پر اور کشتیوں پر بھی تم سواری کرتے ہو۔(۸۰) اللہ اپنی نشانیاں تمہیں دکھا رہا ہے آخر تم اُس کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟''(۸۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اگر باطل پرست حق پانا اور دنیا، آخرت کے نقصان سے بچنا چاہتے ہیں تو انہیں کم از کم چوپاؤں اور کشتیوں پر ہی غور کر لینا چاہیے اگر بلا تعصب غور کریں گے تو یقیناً ہدایت پائیں گے۔

اس آیتِ کریمہ سے پہلے آیت ۶۰ میں حکم دیا گیا ہے کہ صرف اپنے رب سے مانگو اور اس کی عبادت کرو اس کے بعد آفاق اور انسان کو اپنی تخلیق اور خوراک پر غور کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں پیدا کرنے اور پالنے والا صرف ایک ''اللہ'' ہے بس اس کے حکم کے مطابق اور پورے اخلاص کے ساتھ صرف اسی ہی کی عبادت کرو کیونکہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور زندگی وموت کا مالک ہے پھر مشرکین کے روّیہ ان کے انجام کا ذکر کیا اور اس کے ساتھ ہی نبی ﷺ کو صبر کرنے کا حکم دیا اور اس بات سے آگاہ فرمایا کہ کہ کفر وشرک پر اصرار کرنے والے بالآخر نقصان اٹھائیں گے۔اب کفر وشرک کے متوالوں کو ایک دفعہ پھر توحید کے ایسے دلائل دیئے جا رہے ہیں۔جن سے ہر کس وناکس کو واسطہ پڑتا ہے اور ہر دور کے انسانوں کو ان سے واسطہ پڑتا رہے گا کون سا علاقہ اور ملک ہے جہاں چوپائے نہیں ہوتے اور لوگ ان سے استفادہ نہیں کرتے لہٰذا توجہ دلائی جا رہی ہے کہ جس اللہ سے مانگنے اور جس کی عبادت کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اسی نے تمہارے لیے چوپائے بنائے ہیں جن میں ایسے بھی ہیں جن پر تم سواری کرتے ہو اور ان کا گوشت بھی کھاتے ہو اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کا دودھ، گوشت استعمال کرنے کے ساتھ ان سے اور بھی کام لیتے ہو اور جہاں جانا چاہتے ہو انہیں سواری کے طور پر استعمال

کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلاتا اور ان پر غور کرنے کا حکم دیتا ہے لہٰذا تم اس کی کس کس نعمت اور قدرت کا انکار کرو گے۔ صرف اس بات پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو سواریاں عطا فرمائی ہیں بیک وقت ان کے کتنے فائدے ہیں انسان کو ابتدائے آفرینش سے چوپائے میسر ہیں ہزاروں سال شہری اور دیہاتی انہیں سواریوں کو ہی استعمال کرتے رہے ہیں، اونٹ پر غور فرمائیں کہ آج بھی یہ ایسی سواری ہے جو صحراء میں کئی کئی دن کھائے پیے بغیر مسافر کو لیے پھرتا ہے۔ بے شک انسان نے تیز سے تیز تر سواریاں بنالی ہیں مگر عام لوگوں کو صحراء میں صرف اونٹ ہی کام دیتا ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کی مادہ کا دودھ پیا جاتا ہے اس کے اور بھی فوائد ہیں، اسی طرح گھوڑے کو دیکھیں کہ بڑی بڑی حکومتوں نے جدید سے جدید ترین ہیلی کاپٹر، گاڑیاں اور ٹینک تیار کر لیے ہیں مگر گھوڑے کے بغیر آج بھی گزارا نہیں کیونکہ پہاڑوں میں نقل وحمل کے لیے گھوڑے اور گدھے ہی فوج کے کام آتے ہیں گھوڑے، اونٹ اور ہاتھی کی طاقت اور وجود کا اندازہ کریں اگر انہیں طبعاً سرکش بنایا جاتا تو انسان کے بس میں تھا کہ اتنے آرام سے ان پر سواری کر لیتا؟ اب کشتی پر غور کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو کشتی بنانے کی سمجھ نہ دیتا تو نہ صرف دنیا کے انسان ایک دوسرے سے کٹ کر رہ جاتے بلکہ باہمی تجارت بھی اس قدر محدود ہوتی کہ لوگ ایک دوسرے سے استفادہ کرنے سے محروم رہتے کشتی سازی اور کشتی رانی اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر وہ فضلِ عظیم ہے کہ جس کا جتنا شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ کشتی بنانا سب سے پہلے نوح علیہ السلام کو سکھلایا گیا تھا یہ بات اس لیے قرینِ قیاس نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام پر وحی کی کہ تیری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے بعد کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا ان پر افسوس کرنے کی بجائے آپ ہمارے سامنے ہماری وحی کے مطابق ایک کشتی تیار کریں اب ظالموں سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اب غرق ہونے والے ہیں۔ (ھود: ۳۶، ۳۷)

اللہ تعالیٰ انسان کو ہر حوالے سے اپنی قدرتیں دکھلاتا ہے جس کا بُرے سے برا شخص بھی اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے باوجود کافر اپنے رب کا انکار کرتا ہے اور مشرک اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے چوپائے بنائے جن کا انسان دودھ پیتا، گوشت کھاتا اور ان پر سواری کرتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے چوپاؤں میں بے شمار فوائد رکھ دیئے ہیں۔

۳۔ انسان چوپاؤں کو اپنی مرضی سے ہانکتا اور ان سے کام لیتا ہے۔

۴۔ کافر اور مشرک اپنے رب کی قدرتوں کو جانتے ہیں مگر پھر بھی اس کے ساتھ کفر و شرک کرتے ہیں۔

اَفَلَمْ	يَسِيْرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ
کیا پھر نہیں	انہوں نے سیر کی	میں	زمین	کہ وہ دیکھتے	کیسا	ہوا
عَاقِبَةُ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ	كَانُوْا	اَكْثَرَ	مِنْهُمْ
انجام	ان لوگوں کا	ان سے پہلے تھے	وہ تھے	زیادہ	ان سے
وَ اَشَدَّ	قُوَّةً	وَّ اٰثَارًا	فِي	الْاَرْضِ	فَمَآ
اور بہت سخت تھے	قوت میں	اور نشانات	میں	زمین	پھر نہ
اَغْنٰى	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾	فَلَمَّا	جَآءَتْهُمْ
کام آیا	ان کے	جو	تھے	وہ کماتے	پس جب	آئے ان کے پاس
رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَرِحُوْا	بِمَا	عِنْدَهُمْ	مِّنَ	الْعِلْمِ
ان کے رسول	واضح دلائل کے ساتھ	تو وہ خوش ہوئے	بسبب اس کے جو	ان کے پاس ہے	سے	علم

''پھر کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کو اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، وہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے اور ان سے بڑھ کر طاقتور تھے، اور زمین میں بڑے بڑے آثار چھوڑ گئے ہیں جو کچھ اُنہوں نے کمایا اُن کے کسی کام نہ آیا۔ (۸۲) جب اُن کے رسول ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو وہ اپنے علم پر خوش رہے جو ان کے پاس تھا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی نعمتوں اور اس کے واضح دلائل کو جھٹلانے والوں کا انجام۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لیے خارجی اور داخلی اسباب پیدا فرمائے ہیں لیکن ان کی حقیقت پانے کے لیے انسان کا سلیم الفطرت ہونا ضروری ہے انسان کی فطرت جتنی زندہ اور بیدار ہوگی اتنا ہی وہ ہدایت قبول کرنے میں مستعد ہوگا۔ خارجی اسباب میں خوف اور ڈر ایک ایسا سبب ہے کہ اگر انسان کو اپنے رب کا خوف پیدا ہو جائے تو وہ خود بخود نافرمانی کا راستہ چھوڑ کر اپنے رب کی تابعداری کی شاہراہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ اور بھی خوف ہیں جن کی وجہ سے آدمی اپنے رب کی نافرمانی چھوڑ کر ہدایت قبول کر لیتا ہے اس خوف کو بیدار کرنے کے لیے قرآن مجید میں کئی بار اس طرف توجہ دلائی گئی ہے اگر ظالموں کو اللہ تعالیٰ کی گرفت پر یقین نہیں آ رہا تو انہیں چاہیے وہ زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے ہلاک ہونیوالوں کے کھنڈرات کا مشاہدہ کریں اور قرآن مجید اور تاریخ میں انکے حالات پڑھیں۔ یقیناً انہیں معلوم ہو جائیگا کہ بالآخر ظالموں کا کیا انجام ہوا۔ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو اہلِ مکہ سے زیادہ طاقتور اور ترقی کے اعتبار سے بہت آگے تھے۔ انہوں نے اپنی ترقی کی نمائش اور اپنا نام اور کام باقی

وَحَاقَ	بِهِمْ	مَّا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾
اور گھیر لیا	ان کو	جو	وہ تھے	اس کے ساتھ	ٹھٹھا کرتے
فَلَمَّا	رَاَوْا	بَاْسَنَا	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَحْدَهٗ
پھر جب	انہوں نے دیکھا	ہمارا عذاب	تو انہوں نے کہا	ہم ایمان لائے	اللہ پر	ایک
وَكَفَرْنَا	بِمَا	كُنَّا	بِهٖ	مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾	فَلَمْ	يَكُ
اور ہم نے انکار کیا	ان کا	ہم تھے	ساتھ اس کے	شریک ٹھہرانے والے	پھر نہ	ہوا کہ
يَنْفَعُهُمْ	اِيْمَانُهُمْ	لَمَّا	رَاَوْا	بَاْسَنَا ؕ	سُنَّتَ	اللّٰهِ	الَّتِيْ
نفع دیتا ان کو	ان کا ایمان	جب	انہوں نے دیکھ لیا	ہمارا عذاب	طریقہ	اللہ کا	وہ جو
قَدْ	خَلَتْ	فِيْ	عِبَادِهٖ ۚ	وَخَسِرَ	هُنَالِكَ	الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع
تحقیق	گزرا	میں	اس کے بندوں	اور خسارہ اٹھایا	وہاں	کافروں نے

اور پھر اُسی میں مبتلا ہوئے جس کا مذاق اُڑاتے تھے۔ (۸۳) جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو پکار اُٹھے کہ ہم نے اللہ وحدہٗ لاشریک کو مان لیا اور جن کو ہم اُس کا شریک بناتے تھے اُن کا انکار کرتے ہیں (۸۴) مگر ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کا ایمان اُن کے لیے فائدہ مند نہ ہوا، کیونکہ اللہ کا مقرر ضابطہ ہے جو ہمیشہ سے اس کے بندوں پر جاری رہا ہے، اور اس وقت کافر خسارے میں پڑ گئے۔'' (۸۵)

رکھنے کے لیے بڑی بڑی یادگاریں تعمیر کیں اللہ تعالیٰ نے جب ان کی گرفت کی تو نہ وہ اپنے آپ کو بچا سکے اور نہ ہی انہیں کوئی اور بچانے والا تھا۔ ان کی بستیاں اجڑ گئیں، محلات قبرستانوں کی شکل اختیار کر گئے اور ان کی ترقی ہی ان کے لے وبالِ جان ثابت ہوئی۔ ان کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ جب ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے تو انہوں نے ان کی دعوت قبول کرنے کی بجائے اپنے علم، عقل اور ترقی پر ناز کیا۔ رسولوں نے انہیں ''اللہ'' کے عذاب سے بہت ڈرایا مگر وہ انہیں مذاق کرتے رہے اور یہی مذاق ہی ان کی تباہی کا سبب ثابت ہوا جب انہوں نے عذاب کو اپنے سامنے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ جن کو ہم اپنے رب کے شریک بنایا کرتے تھے ہم ان کا انکار کرتے ہیں اور اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا اصول اور طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو پھر اس کا ایمان لانا اور اور آہ وزاریاں کرنا اُسے کوئی فائدہ نہیں دیتا یہی پہلی قوموں کے لیے اصول تھا جس وجہ سے وہ دنیا میں ذلیل ہوئے اور آخرت میں ناختم ہونیوالا نقصان پائیں گے۔

{ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ

الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾ } (یونس:۹۸)

''پھر کوئی ایسی بستی نہ تھی جو ایمان لائی ہو اور اس کے ایمان نے اسے فائدہ دیا ہو، سوائے یونس کی قوم کے وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔''

توبہ کب تک قبول ہوتی ہے؟

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَالَمْ يُغَرْغِرْ»(رواہ ابن ماجۃ: کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ [حسن])

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل بندے کی توبہ قبول کرتا رہتا ہے جب تک جان حلق تک نہ پہنچ جائے۔''

مسائل

۱۔ مغضوب قوموں نے اپنے علم وفہم اور ترقی کو انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر ترجیح دی اور انہیں مذاق کا نشانہ بنایا۔

۲۔ پہلی اقوام کی تباہی سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

پہلی اقوام کی تباہی کا ایک منظر:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اقوام کو تباہ کیا۔(الانعام:۶) ۲۔قوم نوح طوفان کے ذریعے ہلاک ہوئی۔(الاعراف:۶ ۱۳)

۳۔ جب تم سے پہلے لوگوں نے ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔(یونس:۱۳)

۴۔ ثمود زوردار آواز کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔(الحاقۃ:۵) ۵۔قوم ثمود کے لیے دوری ہے۔(ھود:۶۸)

۶۔ عاد زبردست آندھی کے ذریعے ہلاک ہوئے۔(الحاقۃ:۶) ۷۔فاسق ہلاک کر دیے گئے۔(الاحقاف:۳۵)

۸۔ قوم لوط کو زمین سے اٹھا کر آسمان کے قریب لے جا کر الٹا دیا گیا۔(ھود:۸۲)

۹۔ مدین والوں کا نام ونشان مٹ گیا قوم ثمود کی طرح مدین والوں کے لیے دوری ہے۔(ھود:۹۵)

۱۰۔ قوم عاد نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کیا قوم عاد کے لیے دوری ہے۔(ھود:۶۰)

۱۱۔ یہودیوں پر اللہ نے ذلت ومحتاجی مسلط کر دی۔(البقرۃ:۶۱) ۱۲۔یہودی اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے۔(البقرۃ:۹۰)

۱۳۔ بنی اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے لعنت کی۔(المائدۃ:۷۸)

سورۃ حٰمٓ السجدۃ کا تعارف

یہ سورۃ مکہ معظمہ اور اس کے گرد و پیش میں نازل ہوئی۔ ۵۴ آیات اور ۶ رکوع پر مشتمل ہے۔

ربطِ سورۃ: سورۃ المؤمن کا اختتام اس فرمان پر ہوا کہ مجرموں کے پاس جب بھی ان کے رسول واضح دلائل کے ساتھ آئے تو ان کی اقوام نے اپنے علم اور تجربہ پر ناز کرتے ہوئے انبیائے کرام علیہم السلام کو استہزا کا نشانہ بنایا۔ اس جُرم کی پاداش میں اُن پر عذاب نازل ہوا تو پکار اُٹھے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لاتے ہیں لیکن اس وقت ان کا ایمان ان کے لیے فائدہ مند ثابت نہ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ عذاب نازل کرنے کے بعد وہ مجرموں کو موقع نہیں دیا کرتا۔ سورۃ حٰمٓ السجدۃ کی ابتداء اس فرمان سے ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی مہربان اور شفقت فرمانے والا ہے اس نے اپنی رحمت کی بنا پر لوگوں کی راہنمائی کے لیے مفصل کتاب نازل فرمائی ہے۔ جس میں بُرے لوگوں کو انتباہ کیا ہے اور اچھے لوگوں کو خوشخبری کا پیغام دیا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس طرح اعراض کرتی ہے جس طرح انہوں نے حق بات کو سنا ہی نہیں ہوتا۔

حٰمٓ سورتوں میں یہ دوسری سورۃ ہے اس کا آغاز قرآن مجید کے تعارفی کلمات سے ہوتا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ قرآن کی دعوت دو باتوں پر مشتمل ہے۔ اس پر جو ایمان لائیں گے ان کے لیے خوشخبری ہے اور جو اس سے اعراض کریں گے انہیں کھلے الفاظ میں انتباہ کیا جاتا ہے لیکن لوگوں کی اکثریت ہمیشہ اعراض ہی کیا کرتی ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا میں نبی علیہ السلام سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ آپ لوگوں میں واضح الفاظ میں اعلان کرتے جائیں کہ میں رشتہ انسانی کے اعتبار سے تمہارے جیسا انسان ہوں مگر میرا یہ اعزاز ہے کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ میں تمہیں سمجھاؤں اور بتلاؤں کہ تمہارا الٰہ صرف ایک ہے لہٰذا اس بات پر قائم ہو جاؤ، ہمیشہ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو اور یاد رکھو جو لوگ اپنے رب کی ذات اور صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرتے ہیں ان کے لیے ہلاکت ہی ہلاکت ہے، جو لوگ اپنے رب پر ایمان لائیں گے اور اس کے احکام کو تسلیم کریں گے اُن کے لیے ایسا صلہ ہے جس میں کبھی کمی واقع نہیں ہوگی اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں کیا انہوں نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا پھر اس پر پہاڑ گاڑ دیئے اس کے بعد دو دن میں سات آسمان بنائے ہر آسمان کو اس کے متعلقہ اُمور کا حکم دیا پھر آسمان دنیا کو ستاروں سے سجایا اور شہابِ ثاقب سے اس کی حفاظت کا بندوبست کیا یہ ہے تمہارا رب جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود اہلِ مکہ اللہ کی توحید کا انکار کرتے اور لوگوں کو قرآن پڑھنے اور سننے سے روکتے تھے۔ انہیں سمجھانے اور بُرے انجام سے آگاہ کرنے کے لیے قومِ عاد کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

اس سورت میں آپ سے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو ''اللہ'' کی توحید پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے تقاضے پورے کرتے ہیں یاد رکھیں کہ نیکی اور بدی، اچھائی اور بُرائی برابر نہیں ہوتے لہٰذا آپ بُرائی کا جواب نیکی اور حسن

اخلاق سے دیں تا کہ تمہارا دشمن تمہارے اخلاق اور دعوت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے اور وہ آپ کا جگری دوست بن جائے۔ یہ مقامِ صبر سے حاصل ہوتا ہے اگر شیطان آپ کو کسی وقت ورغلانے اور بھڑکانے کی کوشش کرے تو آپ ''اللہ'' کی پناہ مانگیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو شیطان کی شرارتوں اور سازشوں سے بچانے والا ہے۔

حٰمٓ السجدہ کے آخر میں اُن لوگوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور مصائب کے باوجود اپنے ایمان پر پکے رہے۔ جب ان کو موت آئے گی تو ملائکہ انہیں تسلی دیں گے کہ کسی قسم کا خوف کھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے جنت کی خوشخبری ہے تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور ہم دنیا میں بھی تمہارے ساتھی تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے، جنت میں جو چاہو گے سو پاؤ گے وہاں رب رحیم کی طرف سے تمہاری مہمان نوازی کی جائے گی یہ مہمان نوازی ان لوگوں کو نصیب ہوگی جو ''اللہ'' کی توحید اور اس کے تقاضے پورے کریں گے۔

سجدہ تلاوت کی دعا

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ (سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ»

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم [صحیح])

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ قیام اللیل میں سجدہ تلاوت کے وقت یہ دعا کرتے تھے سجدہ اس ذات کے لئے جس نے اسے اپنی قدرت سے پیدا فرما کر اسے کان اور آنکھیں عطا کیے۔ اللہ تعالیٰ بابرکت اور بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''



سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة مَكِّيَّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا — ٦
اٰيَاتُهَا — ٥٤

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

حٰمٓ ①	تَنْزِيْلٌ	مِّنَ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ ②	كِتٰبٌ
حٰمٓ	نازل شدہ	سے	رحمٰن	رحیم	کتاب
فُصِّلَتْ	اٰيٰتُهٗ	قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	لِّقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ ③
کھول کر بیان کی گئی	اس کی آیتیں	قرآن	عربی	ایسی قوم کے لیے	جو جانتے ہیں

ح م۔(۱) یہ قرآن رحمان ورحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔(۲) یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں، قرآن عربی زبان میں ہے اُن لوگوں کے لیے جو جاننے والے ہیں۔'' (۳)

فہم القرآن

سورۃ المومن کا خاتمہ اس بات پر ہوا تھا کہ باطل پر اصرار کرنے والے بالآخر نقصان اٹھائیں گے۔ سورہ حٰمٓ سجدہ کا آغاز اس بات سے ہو رہا ہے کہ اگر دنیا اور آخرت کے نقصان سے بچنا چاہتے ہو تو رب رحمان کی اتاری ہوئی کتاب پر پوری طرح ایمان لاؤ لیکن اکثر لوگ اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔

حٰمٓ حروفِ مقطعات ہیں۔ جن کے بارے میں قرآن مجید کا فہم رکھنے والا جانتا ہے کہ ان کا معنیٰ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ سورہ حٰمٓ سجدہ کا آغاز لفظ ''تَنْزِيْلٌ'' کے بعد "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کی صفات سے ہو رہا ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بے شک تم انکار کرو لیکن یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اس قرآن میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جسے نبی ﷺ نے اپنی طرف سے بنایا اور شامل کیا ہو۔ قرآن سارے کا سارا اسی ذاتِ اقدس نے نازل فرمایا ہے جس کی شفقت اور مہربانی کی کوئی انتہا نہیں لوگوں کی مکمل راہنمائی اور سہولت کی خاطر اس کی آیات اپنا مفہوم خود واضح کرتی ہیں یہ عربی زبان میں ہے اس سے وہی لوگ راہنمائی حاصل کریں گے جو صحیح دانست سے کام لیں گے۔ یہاں قرآن مجید کی تین صفات کو کھلے الفاظ میں اور ایک وصف کا اشارتاً ذکر کیا گیا ہے۔

① قرآن کے نزول میں کسی بندے یا پوری مخلوق میں سے کسی کا کوئی عمل دخل نہیں۔

② اس کی آیات اپنا مدعا کھول کر بیان کرتی ہیں جن میں حق اور باطل، کھرے اور کھوٹے، نیک اور بد، نفع اور نقصان کے درمیان فرق واضح کر دیا گیا ہے۔

③ قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے کیونکہ دنیا کی تمام زبانوں سے زیادہ پُرتاثیر اور جامع زبان ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں کیوں نہیں نازل کیا گیا اس کی تین وجوہات ہیں۔ ① قرآن نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہے آپ اپنے اخلاق، کردار اور صلاحیتوں کے اعتبار سے پوری دنیا میں منفرد انسان تھے جیسا نہ

کوئی تھا اور نہ ہوگا۔ ② نزول قرآن کے وقت عربی تمام زبانوں میں فصیح زبان تھی اور اب بھی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گی۔ ③ قرآن مجید کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو اعتراض کرنے والے پھر اس زبان پر اعتراض کرتے کیونکہ آپ عربی تھے اس لیے قرآن عربی زبان میں ہے اور ہونا چاہیے تھا۔

④ قرآن کسی فرشتے، جن اور بندے کی طرف سے نازل نہیں کیا گیا یہ رب رحمٰن اور الرحیم نے نازل فرمایا ہے جس میں کھلا اشارہ ہے کہ اگر اپنے رب کی شفقت اور مہربانی چاہتے ہو تو اس کی شفقت و مہربانی قرآن کی تعلیم اور اس پر عمل کرنے میں مضمر ہے بالفاظ دیگر یہ قرآن تمہارے رب کی رحمت کا سرچشمہ ہے۔

قرآن کا لفظ تین معانی کے لیے استعمال کیا گیا ہے:

① ایسی کتاب جو بار بار پڑھی جائے کیونکہ قرآن کی تلاوت بار بار اور کثرت کے ساتھ کی جاتی ہے اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا نام دیا ہے۔

② جو حوض پانی سے لبالب بھرا ہوا ہو عرب اسے ''قرات الحوض'' کہتے ہیں، اسی سے ہی قرآن کا لفظ لیا گیا ہے یعنی وہ کتاب جو علم و معرفت سے لبالب ہے۔

③ قرن کا معنی ملانا ہے قرآن مجید کے الفاظ اور مضامین آپس میں ملے اور جڑے ہوئے ہیں اس لیے اس کا نام قرآن رکھا گیا ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِأَنِّي عَرَبِيٌّ، وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ، وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ)) (بیہقی فی شعب الایمان: باب فی خلق الرسول ﷺ حسن لغیرہ)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں تین وجوہ کی بناء پر عربی زبان سے محبت کرنی چاہیے۔ ۱۔ میں عرب ہوں۔ ۲۔ قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ ۳۔ اہل جنت کی زبان بھی عربی ہوگی۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے ہی نازل فرمایا ہے۔ ۲۔ قرآن مجید پیکرِ رحمت ہے۔
۳۔ قرآن مجید کی آیات بہت ہی واضح ہیں۔ ۴۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصافِ حمیدہ کی ایک جھلک:

۱۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔ (البقرۃ:۲) ۲۔ قرآن مجید رحمت اور ہدایت کی کتاب ہے۔ (لقمان:۳)
۳۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت و رہنمائی کی کتاب ہے۔ (البقرۃ:۱۸۵)
۴۔ قرآن مجید بابرکت اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ (الانعام:۹۲)
۵۔ قرآن مجید میں ہدایت واضح کر دی گئی ہے۔ (النحل:۸۹) ۶۔ قرآن مجید روشن اور بین کتاب ہے۔ (المائدۃ:۱۵)
۷۔ قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ (یوسف:۳) ۸۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ (الشعراء:۱۹۲)

بَشِيْرًا	وَّنَذِيْرًا ۚ	فَاَعْرَضَ	اَكْثَرُهُمْ	فَهُمْ	لَا يَسْمَعُوْنَ ④
خوشخبری دینے والا	اور ڈرانے والا	پھر منہ موڑ لیا	ان میں سے اکثر نے	تو وہ	نہیں سنتے

وَقَالُوْا	قُلُوْبُنَا	فِيْٓ	اَكِنَّةٍ	مِّمَّا	تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ
اور انہوں نے کہا	ہمارے دل ہیں	میں	پردوں	اس سے جو	کہ تو ہمیں بلاتا ہے اس کی طرف

وَفِيْٓ	اٰذَانِنَا	وَقْرٌ	وَّمِنْ	بَيْنِنَا	وَبَيْنِكَ
اور میں	ہمارے کانوں	ڈاٹ ہے	اور سے	ہمارے درمیان	اور تیرے درمیان

حِجَابٌ	فَاعْمَلْ	اِنَّنَا	عٰمِلُوْنَ ⑤	
پردہ ہے	لہٰذا تو کام کر	بلاشبہ ہم	کام کرنے والے ہیں	

''قرآن خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے مگر ان کی اکثریت اس سے روگردانی کرتی اور اسے بے توجہگی سے سنتی ہے۔(۴) کہتے ہیں جس چیز کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے اس کے بارے میں ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں، اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا ہے تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔''(۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن مجید کے نزول اور نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد نیک لوگوں کو خوشخبری سنانا اور بُروں لوگوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈرانا ہے۔

نزولِ قرآن کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے نیک لوگوں کو ان کے بہتر انجام کی خوشخبری دی جائے اور بُرے لوگوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈرایا جائے۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر نبی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے یہی بات بیان فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کا مقصد حقیقی ایمان اور صالح کردار رکھنے والوں کو دنیا اور آخرت کی خوشخبری سنانا اور باطل عقائد اور بُرا کردار رکھنے والوں کو ان کے بھیانک انجام سے ڈرانا ہے۔ جسے آپ ﷺ نے پورے خلوص اور جانفشانی کے ساتھ کھول کر بیان کر دیا لیکن اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت نے اعراض کیا اور آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوئے، نہ صرف سننے کے لیے تیار نہ ہوئے بلکہ کھلے الفاظ میں کہتے ہیں کہ جس بات کی آپ دعوت دیتے ہیں اسکے بارے میں ہمارے دلوں پر پردے پڑ چکے ہیں، ہمارے کان اسے سننے سے بہرے ہیں اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ حائل ہو چکا ہے تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے رہیں گے۔ مکہ کی غالب اکثریت کا یہی روّیہ تھا اس لیے انہوں نے اپنے بارے میں یہ الفاظ استعمال کیے اس کے دو مفہوم بنتے ہیں۔

۱۔ تم دعوت دینے سے باز آنے والے نہیں اور ہم مرتے دم تک آپ کی مخالفت چھوڑنے والے نہیں۔

۲۔ تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کریں گے یعنی تم اپنے طریقے کے مطابق رب کی عبادت کرو ہم اپنے طریقے کے مطابق عبادت کریں گے۔

سردارانِ قریش دعوتِ اسلام کو نیچا دکھانے کے لیے کئی طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے مگر ناکام ہوئے بالآخر انہوں نے یہ ہتھکنڈا استعمال کیا کہ آپ ﷺ اور اُن کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے ایک دن رسول کریم ﷺ حرم کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے اور دوسرے گوشہ میں چند سرداران قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ ایک معزز قریشی سردار، نہایت بہادر اور فطرتاً نیک دل انسان تھا وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ میں محمد ﷺ کے سامنے کچھ باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ ان میں سے کوئی ایک بات ضرور مان لے گا۔ اگر اس نے میری بات قبول کر لی تو ہم اس مصیبت سے نجات حاصل کر لیں گے اس کے ساتھیوں نے کہا: ابوالولید! آپ یہ کام ضرور کریں چنانچہ عتبہ وہاں سے اٹھ کر رسول کریم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا بھتیجے! قوم میں جو تفریق پیدا ہو چکی ہے آپ اسے جانتے ہیں اس کے تدارک کے لئے میں چند باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جو چاہو پسند کر لو مکہ کی حکومت چاہتے ہو یا کسی بڑے گھرانے میں شادی یا مال و دولت؟ اور اگر آپ کے پاس کوئی جن بھوت آتا ہے تو اس کے علاج کی بھی ذمہ داری قبول کرتے ہیں مگر آپ اپنی دعوت سے باز آ جائیں۔

رسول اللہ ﷺ عتبہ کی باتیں سنتے رہے جب عتبہ خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اب میری بات سنیں آپ نے سب باتوں کے جواب میں اسی سورہ کی ابتدائی چند آیات تلاوت فرمائیں جب آپ اس آیت پر پہنچے تو عتبہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں عذاب اسی وقت نہ اُتر پڑے پھر وہ اٹھ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر کہنے لگا۔ محمد ﷺ جو کلام پیش کرتا ہے وہ شاعری نہیں بلکہ ربانی کلام ہے تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس میں تمہاری ہی عزت ہے اور اگر وہ خود ہی ختم ہو گیا تو یہی تم چاہتے ہو۔ اس کے ساتھیوں نے کہا: ابوالولید! معلوم ہوتا ہے کہ تم پر بھی اس کا جادو چل گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

مسائل

۱۔ اللہ کے رسول ایمانداروں کو خوشخبری دینے اور دوسروں کو ڈرانے کے لیے تشریف لائے تھے۔

۲۔ کفار فخر و غرور اور جہالت کی بنیاد پر کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردہ، کانوں پر بوجھ اور تیرے اور ہمارے درمیان ایک رکاوٹ کھڑی ہو چکی ہے۔ ۳۔ لوگوں کی اکثریت حق بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔

قُلْ	اِنَّمَآ	اَنَا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ	يُوْحٰٓى	اِلَيَّ
آپ فرمادیجیے	صرف	میں	بشر ہوں	تمہاری طرح	وحی کی جاتی ہے	میری طرف
اَنَّمَآ	اِلٰهُكُمْ	اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	فَاسْتَقِيْمُوْٓا	اِلَيْهِ	وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ
صرف	تمہارا معبود	معبود ہے	ایک	لہٰذا تم قائم رہو	اس کی طرف	اور تم اس سے بخشش مانگو
وَوَيْلٌ	لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ ۶	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَهُمْ	
اور ہلاکت ہے	مشرکین کے لیے	جو لوگ	نہیں وہ دیتے	زکوٰۃ	اور وہ	
بِالْاٰخِرَةِ	هُمْ	كٰفِرُوْنَ ۝ ۷	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
آخرت کا	وہ	انکار کرنے والے ہیں	بلاشبہ	جو لوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے
الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	اَجْرٌ	غَيْرُ	مَمْنُوْنٍ ۝ ۸ ع		
نیک	ان کے لیے	اجر ہے	نہ	ختم ہونے والا		

ع ۱ ۱۵

''اے نبی ان سے فرمائیں میں تمہارے جیسا بشر ہوں مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہارا الٰہ ایک ہی الٰہ ہے لہٰذا تم اُسی کی طرف اپنا رُخ کرو اور اس سے معافی مانگو، مشرکوں کے لیے تباہی ہے۔ (۶) جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ (۷) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے، اُن کے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔'' (۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن مجید کو اپنے لیے بوجھ قرار دینے والوں کو نبی محترم ﷺ کا جواب۔

جو شخص گمراہی اور اپنی جہالت کا اعتراف کرنے کے باوجود اس پر اترائے اس کے ساتھ جھگڑنے یا اس پر مزید وقت صرف کرنے کی بجائے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیے۔ اسی کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے فرما دیں کہ بحیثیت انسان میں بھی تمہارے جیسا ایک بشر ہوں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول منتخب کیا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم پر واضح کروں کہ ہر قسم کی عبادت کے لائق صرف ایک اللہ کی ذات ہے اسکا حکم ہے کہ اِدھر اُدھر کے راستوں کو چھوڑ کر صرف اسی کے راستے پر پکے ہو جاؤ، اپنے گناہوں کی معافی مانگو! اور کفر و شرک سے تائب ہو جاؤ! یاد رکھو! کہ مشرکین کے لیے ویل ہے۔ ویل سے مراد افسوس اور جہنّم ہے۔ ان کے لیے بھی ویل ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے مقابلے میں وہ لوگ جو ایمان لائے اور صالح اعمال کرتے رہے ان کے لیے ایسا اجر ہے جو نہ کم ہوگا اور نہ ہی ختم ہوگا۔ آپ ﷺ سے آپ کی بشریت کا اعلان کروانے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ نبی کا کام حق بات پہنچانا ہے منوانا نہیں کسی کو ہدایت دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے لہٰذا اگر تم نے اپنے لیے گمراہی کو پسند کر لیا ہے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟ بحیثیت انسان میرے ذمہ حق بات

پہنچانا ہے کسی کو ہدایت دینا میرے بس کی بات نہیں البتہ یہ بات یاد رکھو کہ مشرک اور وہ لوگ بھی جہنّم میں جائیں گے جو زکوٰۃ اور آخرت کے منکر ہیں اکثر اہلِ علم نے یہ مفہوم لیا ہے لیکن کچھ مفسرین نے زکوٰۃ کا معنیٰ شرک سے پاک ہونا مراد لیا ہے۔ان کا فرمان ہے:

«روی الحکم بن أبان عَنْ عِکْرِمَةَ لا یُؤْتُونَ الزَّکَاةَ قَالَ لَا یَقُولُونَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»

(اعراب اتوان للنحاس)

''حکم بن ابان عکرمہ رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ''وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے'' یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کا اقرار نہیں کرتے۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَامِنْ رَجُلٍ لَا یُؤَدِّیْ زَکَاةَ مَالِهٖ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ عُنُقِهٖ شُجَاعًا ثُمَّ قَرَأَ عَلَیْنَا مِصْدَاقَهٗ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ {وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ} الآیة» (رواہ الترمذی: باب ومن سورۃ آلِ عمران [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات کو نبی کریم ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا مال اس کی گردن میں گنجا سانپ بنا کر ڈالے گا۔پھر آپ نے کتاب اللہ سے اس آیت کی تلاوت کی {وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ}۔''

مسائل

۱۔ نبی اکرم ﷺ بشر تھے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کوئی الٰہ نہیں۔
۳۔ جو لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی کا خیال نہیں رکھتے یقیناً وہ آخرت کے انکاری ہیں۔
۴۔ ایمان لانے اور صالح اعمال کرنے والوں کے لیے دائمی اجر و ثواب ہے۔

تفسیر بالقرآن

تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے:

۱۔ انبیاء علیہم السلام کا اقرار کہ ہم بشر ہیں۔(ابراہیم:۱۱) ۳۔ ہم نے آدمیوں کی طرف وحی کی۔(یوسف:۱۰۹)
۲۔ ہم نے آپ سے پہلے جتنے نبی بھیجے وہ بشر تھے۔(النحل:۴۳)
۴۔ شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ تو ہماری طرح بشر ہے اور ہم تجھے جھوٹا خیال کرتے ہیں۔(الشعراء:۱۸۶)
۵۔ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر اور یہ تم پر فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔(المومنون:۲۴)
۶۔ نہیں ہے تو مگر ہمارے جیسا بشر کوئی نشانی لاؤ اگر تو سچا ہے۔(الشعراء:۱۵۴)
۷۔ نہیں ہے یہ مگر تمہارے جیسا بشر جیسا تم کھاتے ہو، ویسا وہ کھاتا ہے۔(المومنون:۳۳)
۸۔ آپ ﷺ اعلان فرمائیں کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔(الکہف:۱۱۰)
۹۔ نبی آخر الزماں ﷺ کا اعتراف کہ میں تمہاری طرح بشر ہوں۔(حٰمٓ السجدۃ:۶)

قُلْ	اَئِنَّكُمْ	لَتَكْفُرُوْنَ	بِالَّذِيْ	خَلَقَ	الْاَرْضَ	فِيْ
آپ فرما دیجیے	کیا بے شک تم	البتہ تم کفر کرتے ہو	اس کے ساتھ	جس نے پیدا کی	زمین	میں
يَوْمَيْنِ	وَتَجْعَلُوْنَ	لَهٗٓ	اَنْدَادًا ؕ	ذٰلِكَ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ ۝۹
دو دن	اور تم بناتے ہو	اس کے لیے	شریک	وہ	رب ہے	تمام جہانوں کا
وَجَعَلَ	فِيْهَا	رَوَاسِيَ	مِنْ	فَوْقِهَا	وَبٰرَكَ	فِيْهَا
اور اس نے بنائے	اس میں	مضبوط پہاڑ	سے	اس کے اوپر	اور اس نے برکت دی	اس میں
وَقَدَّرَ	فِيْهَآ	اَقْوَاتَهَا	فِيْٓ	اَرْبَعَةِ	اَيَّامٍ ؕ	
اور اس نے اندازہ رکھا	اس میں	اس کی غذاؤں کا	میں	چار	دنوں	
سَوَآءً	لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۱۰	ثُمَّ	اسْتَوٰٓى	اِلَى	السَّمَآءِ	
یکساں	پوچھنے والوں کے لیے	پھر	وہ متوجہ ہوا	طرف	آسمان کی	

''اے نبی ان سے کہو کیا تم اُس اللہ کا انکار کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا، وہی پوری کائنات کا رب ہے۔(۹) اُس نے زمین بنانے کے بعد اُس پر پہاڑ جما دیے اور ان میں برکتیں رکھ دیں اور زمیں میں سب طلب گاروں کے لیے ان کی ضرورت کے مطابق ٹھیک اندازے سے خوراک کا انتظام فرما دیا، یہ سب کام چار دن میں ہو گئے۔(۱۰) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا

فہم القرآن

ربطِ کلام: مشرک اور کافر جس حقیقی الٰہ کے ساتھ شرک اور کفر کرتے ہیں صرف اسی ایک ذات نے زمین و آسمانوں اور پہاڑوں کو بنایا ہے بتاؤ کوئی ہستی ہے؟ جس نے یہ کام کیے ہوں؟

قرآن مجید نے یہ بات بھی بارہا دفعہ بتلائی ہے کہ زمینوں آسمانوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے نہیں بنایا اور نہ ہی ان کے بنانے میں کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک تھا۔ اس لیے کفار سے استفسار کیا گیا ہے کہ کیا تم اس ذاتِ کبریا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو یوم میں پیدا فرمایا۔ تم بتوں، بزرگوں اور دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ایک ''اللہ'' ہی عبادت کے لائق ہے۔ اسی نے زمین پر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت پیدا فرمائی اور اس میں ہر قسم کا معیشت کا سامان رکھا جو ضرورت مندوں کیلئے برابر ہے۔ اے نبی ﷺ جنہوں نے آپ سے سوال کیا ہے انکا جواب یہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہودیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین و آسمانوں کے بارے میں سوال کرتا ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ زمین اتوار اور پیر کے دن، پہاڑ اور جو کچھ ان میں معدنیات ہیں انہیں منگل کے دن، درخت

وَهِيَ	دُخَانٌ	فَقَالَ	لَهَا	وَلِلْاَرْضِ	ائْتِيَا	طَوْعًا
اور وہ	دھواں تھا	تو اس نے فرمایا	اس کے لیے	اور زمین کے لیے	تم دونوں آؤ	خوشی

اَوْ	كَرْهًا ؕ	قَالَتَآ	اَتَيْنَا	طَآئِعِيْنَ ⑪	فَقَضٰىهُنَّ	سَبْعَ
یا	ناخوشی سے	ان دونوں نے کہا	ہم آئے	خوشی خوشی	پھر اس نے بنا دیا ان کو	سات

سَمٰوٰتٍ	فِيْ	يَوْمَيْنِ	وَاَوْحٰى	فِيْ	كُلِّ	سَمَآءٍ
آسمان	میں	دو دنوں	اور اس نے القا کیا	میں	ہر	آسمان

اَمْرَهَا ؕ	وَزَيَّنَّا	السَّمَآءَ	الدُّنْيَا	بِمَصَابِيْحَ ۖ	وَحِفْظًا ؕ
اس کا کام	اور ہم نے مزین کیا	آسمان کو	دنیا والے	چراغوں سے	اور حفاظت سے

ذٰلِكَ	تَقْدِيْرُ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ ⑫
یہ	اندازہ ہے	نہایت غالب	خوب جاننے والے کا

جو اس وقت دھواں تھا، اُس نے آسمان اور زمین سے فرمایا چاہو یا نہ چاہو ہر حال وجود میں آجاؤ، دونوں نے کہا ہم فرمانبردار ہو کر حاضر ہو گئے۔(۱۱) تب اُس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیے اور ہر آسمان میں اس کا قانون جاری کر دیا، اور آسمان دنیا کو ہم نے چراغوں سے خوبصورت بنایا اور اسے محفوظ کر دیا یہ سب کچھ جاننے والی ایک زبردست ہستی کا بنایا ہوا ہے۔''(۱۲)

دریا، سمندر اور صحراء وغیرہ بدھ کے دن بنائے گئے اس طرح یہ نظام چار دن میں اپنی تکمیل کو پہنچا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان بنانے کا ارادہ فرمایا جو دھویں کی شکل میں تھا۔ زمین اور آسمان کو حکم صادر فرمایا کہ خوشی یا ناخوشی سے میرے پاس حاضر ہو جاؤ زمینوں اور آسمانوں نے عرض کی کہ ہم بڑی خوشی کے ساتھ آپ کے حضور حاضر ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو دن میں آسمان بنائے اور ہر آسمان میں جو کچھ پیدا فرمایا اسے حکم دیا کہ تو نے یہ یہ کام سرانجام دینے ہیں پھر آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزیّن فرمایا اور شیطانوں سے اس کی حفاظت کا بندوبست کیا اس نظام کو صرف ''اللہ'' غالب اور سب کچھ جاننے والے نے اپنی مرضی سے بنایا اور پوری طرح مربوط کیا ہے۔ پہلی آیت میں یہ ذکر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان بنانے کا ارادہ فرمایا تو زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ خوشی یا ناخوشی سے میرے پاس حاضر ہو جاؤ گویا کہ یہ شاہی فرمان تھا کہ تم چاہو یا نہ چاہو بہر حال تمہیں یہ کام کرنا ہوگا۔ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی رفعت وجلالت کا پتہ چلتا ہے۔ زمین وآسمان سے مراد ان کا میٹریل ہے جو اللہ کے پہلے حکم پر معرضِ وجود میں آچکا تھا۔

جس کی موجودہ زمانے کے کچھ سائنسدان بھی تائید کرتے ہیں۔ اس کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہر چیز کا ذخیرہ فرما دیا تا کہ زمین میں رہنے والی مخلوق قیامت تک اپنی ضرورت پوری کرتی رہے اس میں پہاڑ، سمندر، صحراء اور ہر چیز

شامل ہے اس میں اس بات کا بھی خیال رکھا گیا کہ کسی ایک علاقے کی بجائے مختلف چیزوں کو زمین کے مختلف طبقات میں رکھا جائے تا کہ تمام لوگ ایک دوسرے کے ضرورت مند ہوں اور آپس میں رابطہ رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے رہیں، اس لیے سائلین کا معنیٰ حاجت مند بھی کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین، سمندر اور پہاڑوں میں اس طرح خزانے چھپا دیئے ہیں کہ ہر دور کے انسان اپنی کوشش اور صلاحیت کے مطابق نکالتے رہیں گے اور ان سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے لیکن پھر بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہیں جو سب سے بڑا گناہ ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دنوں میں تخلیق فرمایا۔ ۲۔ اللہ نے زمین کی تخلیق کے بعد اس میں پہاڑ جما دیے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو دو دنوں میں پیدا کیا۔ ۴۔ زمین و آسمانوں میں اللہ کا ہی حکم چلتا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ نے انسان اور ہر جاندار کیلئے زمین، پہاڑ اور سمندر میں رزق رکھ کر اس میں برکت پیدا فرما دی ہے۔
۶۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کیا اور اس سے آسمان کی حفاظت کا بندوبست بھی فرمایا ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے:

۱۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ (الروم: ۲۰) ۲۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نطفے سے پیدا کیا۔ (الدھر: ۲)
۳۔ اللہ ہی نے انسان کو بڑی اچھی شکل وصورت میں پیدا فرمایا۔ (التین: ۴)
۴۔ اللہ نے ایک ہی جان سے سب انسانوں کو پیدا کیا۔ (الاعراف: ۱۸۹)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور زمین و آسمانوں کو پیدا فرمایا۔ (البقرۃ: ۲۲)
۶۔ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کا ہی حکم چلنا چاہیے۔ (الاعراف: ۵۴)
۷۔ لوگو اس رب سے ڈر جاؤ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ (النساء: ۱)
۸۔ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے۔ (الذاریات: ۵۸) ۹۔ اللہ ہی رزق فراخ کرتا اور کم کرتا ہے۔ (السباء: ۳۹)
۱۰۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے رزق طلب نہیں کرتا بلکہ وہ لوگوں کو رزق دیتا ہے۔ (طٰہٰ: ۱۳۲)

فَاِنْ	اَعْرَضُوْا	فَقُلْ	اَنْذَرْتُكُمْ	صٰعِقَةً	مِّثْلَ	صٰعِقَةِ
پھر اگر	وہ منہ موڑیں	تو آپ فرما دیجیے	میں نے تمہیں ڈرا دیا	کڑک سے	مثل	کڑک کی

عَادٍ	وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾	اِذْ	جَآءَتْهُمُ	الرُّسُلُ	مِنْ
عاد	اور ثمود کی	جب	آئے ان کے پاس	رسول (جمع)	سے

بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ	وَمِنْ	خَلْفِهِمْ	اَلَّا	تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا
ان کے سامنے	اور سے	ان کے پیچھے	کہ نہ	تم عبادت کرو	مگر

اللّٰهَ ؕ	قَالُوْا	لَوْ شَآءَ	رَبُّنَا	لَاَنْزَلَ	مَلٰٓئِكَةً	فَاِنَّا
اللہ کی	انہوں نے کہا	اگر چاہتا	ہمارا رب	تو ضرور نازل کر دیتا	فرشتے	پس بلاشبہ ہم

بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
اس کے ساتھ جو	تم بھیجے گئے ہو	اس کے ساتھ	انکار کرنے والے

''اگر وہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے فرمائیں کہ میں تمہیں اُسی طرح کے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عاد اور ثمود پر آیا تھا۔ (۱۳) جب اللہ کے رسول اُن کے ہاں ان کے آگے، پیچھے سے آئے اور انہیں سمجھایا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو، تو انہوں نے کہا ہمارا رب چاہتا تو فرشتے بھیجتا، لہٰذا جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی قدرتیں دیکھنے اور اس کی نعمتیں استعمال کرنے کے باوجود جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کفر و شرک کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو قومِ عاد اور قومِ ثمود کے انجام پر نظر رکھنا چاہیے۔

اے نبی ﷺ! آپ کے مخاطبین ہر قسم کے دلائل سُننے اور حقائق جاننے کے باوجود اپنے رب کے ساتھ کفر و شرک چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو انہیں بتلا دیں کہ میں نے تمہیں قومِ عاد اور قومِ ثمود کے دھماکوں سے ڈرا دیا ہے۔ ان کے پاس اور ان کے بعد رسول آئے اور انہوں نے زندگی بھر انہیں دعوت دی کہ اللہ کے سوا نہ کسی کو معبود مانو اور نہ کسی اعتبار سے ان کی بندگی کرو۔ قومِ عاد اور ثمود نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا اگر واقعی ''اللہ'' اپنا پیغام پہنچانا چاہتا تو تمہاری بجائے ہمارے پاس فرشتے بھیجتا جس چیز کی تم دعوت دیتے ہو ہم اسے ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ حق کے منکرین کی شروع سے یہ عادت ہے کہ وہ رسولوں کو انسان تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے فرق صرف یہ ہے پہلے لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ بشر نبوت جیسے عظیم منصب پر فائز نہیں ہو سکتا اور آج کلمہ پڑھنے والے بعض مسلمان کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو بشر کہنا آپ کی توہین ہے۔ فرق یہ ہے کہ اہلِ مکہ آپ ﷺ کو بشر

مانتے تھے لیکن رسالت کا انکار کرتے تھے آج کچھ مسلمان آپ کی نبوت مانتے ہیں لیکن بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کا ذکر فرما کر اپنی کبریائی کا اشارہ کیا اور بتلایا کہ قومِ عاد اور قوم ثمود بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے اور اہلِ مکہ بھی اپنے آپکو بڑا سمجھتے ہیں جس طرح قومِ عاد اور ثمود کا بُرا انجام ہے اسی طرح مکہ والے بھی بُرے انجام کو پہنچے گے۔

مسائل

۱۔ قومِ عاد اور قومِ ثمود کی تباہی سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

۲۔ کفار نے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا اس لیے انکار کیا کہ وہ انسان تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اس لیے مبعوث فرمائے تا کہ وہ لوگوں کو سمجھائیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔

تفسیر بالقرآن

کفّار کے نبوت کو تسلیم نہ کرنے کے بہانے:

۱۔ کفار نے کہا ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تو زمین سے ہمارے لیے کوئی چشمہ جاری نہ کر دے۔ (بنی اسرائیل:۹۰) ۲۔ مشرکین نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ پر خزانہ کیوں نہیں نازل ہوتا۔ (ھود:۱۲)

۳۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ جب تک ہم اللہ کو اپنے سامنے نہیں دیکھ لیتے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ (البقرۃ:۵۵)

۴۔ قرآن کے نزول کے وقت منافقین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔ (التوبۃ:۱۲۷)

۵۔ منافقین قرآن مجید کے نزول کا مذاق اڑاتے اور کہتے ہیں اس سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا؟ (التوبۃ:۱۲۴)

۶۔ جب قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول سے مل کر جہاد کرو تو منافق بہانے تراشنے لگتے ہیں۔ (التوبۃ:۸۶)

فَاَمَّا	عَادٌ	فَاسْتَكْبَرُوْا	فِي	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ
پھر لیکن	عاد	پس انہوں نے تکبر کیا	میں	زمین	بغیر	حق کے
وَقَالُوْا	مَنْ	اَشَدُّ	مِنَّا	قُوَّةً ؕ	اَوَلَمْ	يَرَوْا
اور انہوں نے کہا	کون ہے	زیادہ سخت	ہم سے	قوت میں	کیا نہیں	انہوں نے دیکھا
اَنَّ	اللّٰهَ	الَّذِيْ	خَلَقَهُمْ	هُوَ	اَشَدُّ	مِنْهُمْ
کہ بے شک	اللہ	جس نے	پیدا کیا انہیں	وہ	زیادہ سخت ہے	ان سے
قُوَّةً ؕ	وَكَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ ⑮	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	رِيْحًا
قوت میں	اور وہ تھے	ہماری آیتوں کا	انکار کرتے ہیں	پس ہم نے بھیجی	ان پر	ہوا
صَرْصَرًا	فِيْٓ	اَيَّامٍ	نَّحِسَاتٍ			
سخت	میں	دنوں	منحوس			

''قومِ عاد کا حال یہ تھا کہ وہ زمین میں بلاوجہ بڑے بن بیٹھے اور کہنے لگے ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے۔ (۱۵) آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں ان پر شدید آندھی بھیجی

فہم القرآن

ربطِ کلام: قومِ عاد کا کفر اور اس کا انجام۔

حضرت ھود علیہ السلام کا تعلق عرب کے عاد قبیلے سے تھا جن کی رہائش موجودہ جغرافیے کے مطابق عمان اور یمن کے علاقے حضرموت کے درمیان تھی یہ علاقہ سمندر کے کنارے پر واقع تھا یہاں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے اور بلند و بالا پہاڑ ہیں۔

قومِ عاد کے لوگ جسمانی اعتبار سے دراز قامت، کڑیل جوان اور قوی ہیکل تھے دنیا میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ انہوں نے پہاڑ تراش، تراش کر خوبصورت محلات تعمیر کر رکھے تھے، ان کی سرزمین نہایت سرسبز تھی جس میں ہر قسم کے باغات آراستہ تھے انھیں قرآن مجید میں ''احقاف والے'' کہا گیا ہے۔ احقاف ریت کے بڑے بڑے ٹیلوں کو کہا جاتا ہے جو عرب کے جنوب مغربی حصہ میں واقع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی علاقہ میں حضرت ھود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا جو خوش اندام، کڑیل جوان اور بہترین صورت و سیرت کے حامل تھے۔

قومِ عاد کی خصوصیات اور جرائم:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے عاد کو قومِ نوح کے بعد زمین پر اقتدار اور اختیار بخشا۔ (الاعراف:۶۹)

لِّنُذِيْقَهُمْ	عَذَابَ	الْخِزْيِ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ	وَلَعَذَابُ
تاکہ ہم ان کو چکھائیں	عذاب	رسوائی کا	میں	زندگی میں	دنیا والی	اور البتہ عذاب

الْاٰخِرَةِ	اَخْزٰى	وَهُمْ	لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾
آخرت کا	بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے	اور وہ	نہیں مدد کیے جائیں گے

تاکہ انہیں دنیا کی زندگی میں ذلّت کے عذاب کا مزا چکھائیں، اور آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کن ہے وہاں ان کی کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا۔'' (۱۶)

۲۔ قومِ عاد اس قدر کڑیل اور قوی ہیکل جوان تھے کہ ان جیسا دنیا میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا۔ (الفجر ۶ تا ۸)

۳۔ انھیں افرادی قوت اور مویشیوں سے نوازا گیا۔ (الشعراء: ۱۳۳)

۴۔ یہ قوم بڑے بڑے محلات میں رہتی تھی کھیتی باڑی اور باغات میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ (الشعراء ۱۲۹ تا ۱۳۴)

۵۔ انھوں نے خود ساختہ معبود بنا رکھے تھے۔ (الانعام: ۱۰۱)

۶۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اس دنیا کے سوا اور کوئی جہاں برپا نہیں ہوگا۔ (المؤمنون: ۳۷)

۷۔ قومِ عاد اپنی قوت پر اترانے والے تھے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۵)

قومِ عاد کے کفر کو اللہ تعالیٰ نے تکبّر قرار دیا ہے۔ بے شک کفر کرنے والا بول چال اور معاملات میں کتنا ہی با اخلاق کیوں نہ ہو حقیقت میں وہ متکبر ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات کو ترجیح دینے کی بجائے اپنے مفاد اور نظریات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کافر اور مشرک کو متکبّر قرار دیا ہے۔ قومِ عاد نے اس لیے تکبّر کیا تھا وہ سمجھتے تھے کہ جسمانی قوت اور دنیوی ترقی کے اعتبار سے ہم سے بڑھ کر کوئی نہیں حالانکہ انہیں غور کرنا چاہیے تھا کہ جس ''اللہ'' نے انہیں پیدا کیا ہے وہ کتنا قوت والا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے احکام کا انکار کیا جس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کچھ دن منحوس بنا دیئے ان میں زبردست آندھیاں چلائیں۔ مسلسل آندھی اور بادوباراں کے طوفان کے ذریعے دنیا میں ذلّت کی موت مرے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہوگا اور انہیں کسی طرف سے کوئی مدد نہیں مل سکے گی۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی دن اور چیز فی نفسہٖ منحوس پیدا نہیں کی منحوس ایام سے مراد جن ایام میں قوم عاد پر عذاب نازل کیا گیا۔ وہ دن قومِ عاد کے لیے منحوس ثابت ہوئے۔

«وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ» (رواہ البخاری: باب الجذام)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی کی

بھی نہیں ہے۔ نہ الو بدروح ہے اور نہ صفر کا مہینہ نحوست والا ہے اور کوڑھی شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔''

قومِ عاد پر ''اللہ'' کے عذاب کی مختلف صورتیں:

۱۔ سات راتیں اور آٹھ دن زبردست آندھی اور ہوا کے بگولے چلے۔ (الحاقۃ:۷) (الشعراء:۲۰)

۲۔ گرج چمک اور بادوباراں کا طوفان آیا۔ (الاحقاف:۲۴)

۳۔ آندھیوں نے انھیں کھجور کے تنوں کی طرح پٹخ پٹخ کر دے مارا۔ (الحاقۃ:۷)

۴۔ انھیں ریزہ ریزہ کر دیا گیا۔ (الذاریات:۴۱، ۴۲) ۵۔ قومِ عاد کو نیست و نابود کر دیا گیا۔ (الاعراف:۷۲)

مسائل

۱۔ قومِ عاد اپنی طاقت کی وجہ سے متکبّر ہوگئی۔ حالانکہ جس ذات نے انہیں پیدا کیا وہ زیادہ طاقت ور ہے۔

۲۔ قومِ عاد نے تکبّر کی بنیاد پر اپنے رب کی ذات اور اس کے ارشادات کا انکار کیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد پر شدید آندھیاں چلائیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ عاد کو دنیا میں ذلیل کیا اور آخرت میں وہ شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

۵۔ قومِ عاد کی کوئی بھی مدد نہ کر سکا۔

۶۔ قیامت کے دن بھی قومِ عاد کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔

تفسیر بالقرآن

قومِ عاد کی تباہی کا ایک منظر:

۱۔ قومِ عاد کی تباہی کا سبب رسولوں کی نافرمانی تھی۔ (ھود:۵۹)

۲۔ عاد زبردست آندھی کے ذریعے ہلاک ہوئے۔ (الحاقۃ:۶)

۳۔ قومِ عاد نے اپنے رسول کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ (الشعراء:۱۳۹)

۴۔ قومِ عاد بڑے سفاک اور ظالم لوگ تھے۔ (النجم:۵۲)

۵۔ (الشعراء:۲۰) (الاعراف:۷۲) (الذاریات:۴۱، ۴۲) (الحاقۃ:۷) (الاحقاف:۲۴) (القمر:۱۹) (القمر:۲۰)

وَ اَمَّا	ثَمُوْدُ	فَهَدَيْنٰهُمْ	فَاسْتَحَبُّوا	الْعَمٰى	عَلَى
اورلیکن	ثمود	توہم نے ان کی رہنمائی کی	پس انہوں نے پسند کیا	اندھاپن	پر
الْهُدٰى	فَاَخَذَتْهُمْ	صٰعِقَةُ	الْعَذَابِ	الْهُوْنِ	بِمَا
ہدایت	پھر پکڑ لیا ان کو	کڑک نے	عذاب کی	ذلت والے	بہ سبب اسکے جو
كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾	وَ نَجَّيْنَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَ كَانُوْا
وہ تھے	کماتے	اور ہم نے نجات دی	ان لوگوں کو	جو ایمان لائے	اور وہ تھے
يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾					
تقویٰ اختیار کرتے					

''رہے ثمود تو ہم نے ان کی رہنمائی کی مگر انہوں نے ہدایت پانے کی بجائے اندھا پن ہی پسند کیا، آخر ان کی کرتوتوں کی وجہ سے اُن پر ذلت کا عذاب ٹوٹ پڑا۔(۱۷) اور ہم نے اُن لوگوں کو بچالیا جو ایمان لائے اور بدعملی سے پرہیز کرتے تھے۔''(۱۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قومِ عاد کے بعد قومِ ثمود کا کردار اور انجام۔

اس قوم کو اصحاب الحجر بھی کہا گیا ہے اصحاب الحجر سے مراد وہ قوم اور علاقہ ہے جو مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے یہ علاقہ جغرافیائی اعتبار سے خلیج اربعہ کے مشرق میں اور شہر مدین کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔قومِ ثمود اس قدر ٹیکنالوجی اور تعمیرات کے معاملے میں ترقی یافتہ تھی کہ انہوں نے پہاڑوں کو تراش تراش کر مکانات اور محلات تعمیر کیے تھے تاکہ کوئی زلزلہ اور طوفان انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔

قومِ ثمود کا کردار:

۱۔ قومِ ثمود اللہ کیساتھ شرک کیا کرتی تھیں۔(ھود:۶۲۔۶۱) ۲۔ثمود انبیاء کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔(الشعراء:۱۴۱)
۳۔ وہ پہاڑوں اور نرم زمین پر بڑے بڑے محل تعمیر کیا کرتے تھے۔(الاعراف:۷۴)
۴۔ وہ لوگ بہت زیادہ اسراف، تکبر اور زمین میں فساد کرنے والے تھے۔(الشعراء:۱۵۲،۱۵۱)
۵۔ قومِ ثمود ہدایت کی بجائے گمراہی کو پسند کرتی تھی۔(حٰمٓ السجدۃ:۱۷)
۶۔ انہوں نے اللہ کی نشانی کو جھٹلایا۔(ھود:۶۶)

قوم کے جواب اور الزامات:

۱۔ اے صالح ہم تجھے بہت اچھا سمجھتے تھے مگر تو ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ قرار دیتا ہے۔(ھود:۶۲)
۲۔ کیا تو ہمیں ان کاموں سے روکتا ہے جو ہمارے بزرگ کرتے چلے آئے ہیں۔(ھود:۶۲)

۳۔ ہم تمھیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔(النمل:۴۷)

۴۔ کیا ہم اپنے بزرگوں، آباؤ اجداد کے مذہب کو چھوڑ کر صرف تمھاری پیروی کریں۔(القمر:۲۴)

۵۔ صالح تو بہت جھوٹا اور متکبر ہے۔(القمر:۲۵)۶۔تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔(الشعراء:۱۵۳)

قوم کی ہٹ دھرمی اور عذاب کا مطالبہ:

۱۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ حضرت صالح کو اہل وعیال سمیت ختم کر دیں گے۔(النمل:۴۹)

۲۔ قوم نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔(القمر:۲۹)

۳۔ اے صالح! ہم تمہارے عقیدے کا انکار کرتے رہیں گے۔(الاعراف:۷۶)

۴۔ اے صالح! تو جس چیز سے ہمیں ڈراتا ہے اسے لے آؤ۔(الاعراف:۷۷)

عذاب کا وقت اور اس کی تباہ کاری:

۱۔ قوم ثمود کو تین دن کی مہلت دی گئی۔(ھود:۶۵)

۲۔ قوم ثمود کو صبح کے وقت ہولناک دھماکے نے آلیا اور ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔(الحجر ۸۳۔۸۴)

۳۔ ہم نے ان پر ہولناک چیخ نازل کی وہ ایسے ہو گئے جیسے بوسیدہ اور سوکھی ہوئی باڑ ہوتی ہے۔(القمر:۳۱)

قوم ثمود کو حضرت صالح علیہ السلام نے زندگی بھر سمجھایا مگر ان کی گمراہی ہدایت پر غالب آ گئی جس کے نتیجہ میں انہیں ایک دھماکہ کی صورت میں ذلت آمیز عذاب نے آلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب سے بچا لیا جو صالح کردار اور ایماندار تھے۔

تفسیر بالقرآن

قوم ثمود کا انجام:

۱۔ انھوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور وہ نادم ہونے والوں میں سے ہو گئے۔(الشعراء:۱۵۷)

۲۔ حضرت صالح اور حضرت شعیب کو جادو زدہ کہا گیا۔(الشعراء:۱۵۳۔۱۸۵)

۳۔ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ کیا۔(الاعراف:۷۷)

۴۔ قوم ثمود کے بدبختوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔(الشمس:۱۴)

۵۔ ثمود زوردار آواز کے ساتھ ہلاک کیے گئے۔(الحاقۃ:۵)

۶۔ قوم عاد وثمود کے اعمال بد کو شیطان نے ان کے لیے فیشن بنا دیا تھا۔(العنکبوت:۳۸)

۷۔ قوم ثمود کو زلزلے نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔(الاعراف:۷۸)

۸۔ قوم ثمود کو چیخ نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔(ھود:۶۷)

وَيَوْمَ	يُحْشَرُ	اَعْدَآءُ	اللّٰهِ	اِلَى	النَّارِ	فَهُمْ
اور جس دن	اکٹھا کیا جائے گا	دشمنوں کو	اللہ کے	طرف	آگ کی	تو وہ
يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾	حَتّٰٓى	اِذَا	مَا	جَآءُوْهَا	شَهِدَ	عَلَيْهِمْ
وہ روکے جائیں گے	یہاں تک کہ	جب	جو	وہ آجائیں گے اس کے پاس	گواہی دیں گے	ان پر
سَمْعُهُمْ	وَاَبْصَارُهُمْ	وَجُلُوْدُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾	وَقَالُوْا
ان کے کان	اور ان کی آنکھیں	اور ان کے چمڑے	ساتھ ان کے جو وہ تھے	عمل کرتے	اور وہ کہیں گے	
لِجُلُوْدِهِمْ	لِمَ	شَهِدْتُّمْ	عَلَيْنَا ؕ	قَالُوْٓا	اَنْطَقَنَا	اللّٰهُ
اپنی جسموں سے	کیوں	تم نے گواہی دی	ہمارے خلاف	وہ کہیں گے	ہمیں بلوایا	اللہ نے
الَّذِيْٓ	اَنْطَقَ	كُلَّ	شَيْءٍ	وَّهُوَ	خَلَقَكُمْ	
جس نے	بلوایا	ہر	چیز کو	اور وہ	اسی نے پیدا کیا تمہیں	
اَوَّلَ	مَرَّةٍ	وَّاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾			
پہلی	مرتبہ	اور اسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے			

''جس دن اللہ کے دشمن جہنم کے لیے اکٹھے کئے جائیں گے، انہیں اُن سے پیچھے آنے والوں کے لیے روک لیا جائے گا۔(۱۹) جب وہاں پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے وجود ان پر گواہی دیں گے کہ وہ کیا کرتے تھے۔(۲۰) وہ اپنے وجود سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی وہ جواب دیں گی ہمیں اُسی اللہ نے بولنے کی طاقت دی ہے جس نے ہر چیز کو بولنا سکھایا اُسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اُسی کی طرف تم لوٹائے جا رہے ہو۔''(۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قومِ عاد اور ثمود دنیا میں ذلّت کی موت مرے اور آخرت میں انہیں جہنّم میں داخل کیا جائے گا۔

اس سے پہلے قومِ عاد اور ثمود کی تباہی کا ذکر ہوا جس میں یہ بتایا گیا کہ ہم نے صالح کردار ایمانداروں کو عذاب سے بچا لیا۔ تفصیل بیان نہیں کی گئی کہ صاحبِ ایمان اور صالح کردار کو کس طرح بچایا گیا تاہم یہ بات حقیقت ہے کہ جس نبی کے دور میں اس کی قوم پر عذاب نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اس کے ساتھیوں کو وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ عذاب سے محفوظ ہو جائیں۔ اب مجرموں کے اُخروی انجام کا ذکر کیا جاتا ہے جس کی ابتدا یوں ہوگی کہ جب محشر کے میدان میں تمام لوگ اکٹھے ہوں گے تو ایماندار اور صالح کردار حضرات کو ہلکے پھلکے حساب کے بعد جنت میں داخل ہونے کی اجازت

دی جائے گی۔ان کے مقابلے میں کفر وشرک کا عقیدہ رکھنے اور بُرے اعمال کرنے والوں سے کڑا حساب لیا جائے گا۔ان میں ایسے مجرم بھی ہوں گے جو اپنے اعمال نامے کا انکار کر دیں گے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شہادت کو یہ کہہ کر مسترد کر دیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں اور ہمیں کسی سمجھانے والے نے سمجھایا ہی نہیں تھا ایسے مجرموں کے خلاف زمین گواہی دے گی اور ان کے اعضاء اور جسم شہادت دیں گے کہ ان کے مجرم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

حساب وکتاب کے وقت جنت اور جہنم کا قریب ہونا:

{ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ }

(الشعراء:۹۰تا۹۲)

''اس دن جنت پرہیز گاروں کے قریب لائی جائے گی اور دوزخ گمراہ لوگوں کے سامنے کھڑی کی جائے گی،ان سے پوچھا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کیا کرتے تھے؟''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن ''اللہ'' کے دشمنوں کو جہنّم کے قریب لا کھڑا کیا جائے۔

۲۔ مجرموں کے اعضاء اور ان کے وجود ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو بولنے کی صلاحیت عطا فرماتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن شہادتیں:

۱۔ قیامت کے دن ہر کسی کو اس کا اعمال نامہ دے کر کہا جائے گا اسے پڑھ۔(بنی اسرائیل:۱۴)

۲۔ اعمال نامہ پڑھ کر مجرم کہیں گے کہ اس کتاب نے تو کوئی بات نہیں چھوڑی۔(الکہف:۴۹)

۳۔ قیامت کے دن مجرموں کے خلاف گواہ پیش کیے جائیں گے۔(ہود:۱۸)

۴۔ قیامت کے دن مجرم کے ہاتھ، پاؤں اور زبان اس کے خلاف گواہی دیں گے۔(النور:۲۴)

۵۔ قیامت کے دن مجرموں کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی پھر اسکے ہاتھ اور پاؤں اسکے خلاف گواہی دیں گے۔(یٰس:۶۵)

۶۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کے بارے میں گواہی دیں گے۔(النساء:۴۱)

۷۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امّت کے بارے میں گواہی دیں گے۔(البقرۃ:۱۴۳)

وَمَا	كُنْتُمْ	تَسْتَتِرُوْنَ	اَنْ	يَّشْهَدَ	عَلَيْكُمْ	سَمْعُكُمْ
اور نہیں	تم تھے	چھپاتے	کہ	گواہی دیں گے	تمہارے خلاف	تمہارے کان

وَلَآ	اَبْصَارُكُمْ	وَلَا	جُلُوْدُكُمْ	وَلٰكِنْ	ظَنَنْتُمْ	اَنَّ
اور نہ	تمہاری آنکھیں	اور نہ	تمہاری جلدیں	اور لیکن	تم نے خیال کیا کہ	بلاشبہ

اللّٰهَ	لَا	يَعْلَمُ	كَثِيْرًا	مِّمَّا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾	وَذٰلِكُمْ
اللہ	نہیں	وہ جانتا	بہت سے	اس سے جو	تم عمل کرتے تھے	اور یہ تمہارا

ظَنُّكُمُ	الَّذِيْ	ظَنَنْتُمْ	بِرَبِّكُمْ	اَرْدٰىكُمْ	فَاَصْبَحْتُمْ	مِّنَ
گمان ہے	وہ جو	تم نے گمان کیا	اپنے رب کے ساتھ	ہلاک کیا تم کو	چنانچہ ہو گئے تم	سے

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾	فَاِنْ	يَّصْبِرُوْا	فَالنَّارُ	مَثْوًى	لَّهُمْ ۚ	وَاِنْ
خسارہ پانے والوں	پھر اگر	وہ صبر کریں	تو آگ	ٹھکانہ ہے	ان کے لیے	اور اگر

يَّسْتَعْتِبُوْا	فَمَا	هُمْ	مِّنَ	الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾
وہ معافی طلب کریں گے	تو نہیں	وہ	سے	معاف کیے جانے والوں میں

''جب تم دنیا میں جرائم کرتے وقت چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے وجود تم پر گواہی دیں گے۔ تم نے سمجھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو خبر نہیں ہوگی۔ (۲۲) تم نے اپنے رب کے ساتھ جو گمان کیا تھا وہی تمہاری تباہی کا باعث ثابت ہوا اور اسی کی وجہ سے تم خسارہ پانے والوں میں شامل ہوئے۔ (۲۳) صبر کریں یا نہ کریں آگ ہی ان کا ٹھکانہ ہوگی، اور اگر توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنّمیوں کے اعضاء کی مزید گواہی۔

جب جہنّمیوں کے اعضاء اور ان کے وجود گواہی دے رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کیا تم اپنا گھناؤنا کردار اس لیے چھپایا کرتے تھے کہ شاید تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری چمڑیاں گواہی نہ دیں گی اور تم یہ بھی گمان رکھتے تھے کہ تمہارے بہت سے اعمال کا تمہارے رب کو علم نہیں ہوگا۔ اپنے رب کے بارے میں جو تم گمان رکھتے تھے اسی نے تمہیں ہلاک کر دیا اور تم نقصان پانے والوں میں شامل ہو گئے۔ اب صبر کرو یا واویلا کرو دونوں صورتوں میں تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اور تمہاری توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو گناہوں سے بچانے کے لیے یہ سوچ

اورعقیدہ دیا ہے کہ اسے ہر کام کرنے سے پہلے دو باتیں ذہن میں رکھنی چاہییں پہلی بات یہ ہے کہ اسے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تعالیٰ اُسے ہر حال میں دیکھ رہا ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ جن اعضاء کے ساتھ انسان نیکی یا بُرائی کرتا ہے اعضاء اور اس کا پورا وجود اس کے حق یا اس کے خلاف گواہی دے گا۔

''وہ غیب اور ظاہر کو جاننے والا، بہت بڑا اور نہایت بلند و بالا ہے برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے یا اسے بلند آواز سے کرے اور جو رات کو چھپا ہوا ہے اور جو دن کو سر عام پھرنے والا ہے۔ اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے نگران لگے ہوئے ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کو، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو خود بدلے جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم پر مصیبت کا ارادہ کر لے تو اسے کوئی ہٹانے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں۔'' (الرعد:۹ تا ۱۱)

{ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ } (المجادلة:۷)

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور زمین کی ہر چیز سے واقف ہے تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر اللہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے کم اور نہ ہی زیادہ۔ مگر ''اللہ'' ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔ قیامت کے دن وہ انہیں ان کے اعمال سے آگاہ کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

مسائل

۱۔ انسان اپنے رب سے کوئی بات چھپا نہیں سکتا۔

۲۔ قیامت کے دن انسان کے اعضاء اس کے حق یا اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

۳۔ جہنمی آہ وزاریاں کریں گے لیکن ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

تفسیر بالقرآن

جہنّم میں کفار اور مشرکین کی آہ زاریاں:

۱۔ اے ہمارے رب ہمیں تھوڑی دیر کے لیے مہلت دے ہم تیری دعوت قبول اور تیرے رسول کی بات کو تسلیم کریں گے۔ (ابراہیم:۴۴)

۲۔ جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو واپس لوٹا دے۔ (السجدۃ:۱۲)

۳۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال لے ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔ (فاطر:۳۷)

۴۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال لے اگر دوبارہ ایسا کریں تو بڑے ظالم ہوں گے۔ (المومنون:۱۰۷)

وَقَيَّضْنَا	لَهُمْ	قُرَنَآءَ	فَزَيَّنُوْا	لَهُمْ	مَّا
اور ہم نے مقرر کر دیے	ان کے لیے	ساتھی	سو انہوں نے خوبصورت کر دیا	ان کے لیے	وہ جو
بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ	وَحَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْقَوْلُ
ان کے سامنے ہے	اور وہ جو	ان کے پیچھے ہے	اور ثابت ہو گئی	ان پر	بات
فِيْٓ	اُمَمٍ	قَدْ	خَلَتْ	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنَ	الْجِنِّ
میں	امتوں کی	تحقیق	گزر چکیں	ان سے پہلے	سے	جنوں
وَالْاِنْسِ ۚ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	خٰسِرِيْنَ ۝۲۵			
اور انسانوں	بلاشبہ وہ	تھے	خسارہ پانے والوں سے			

ع ۳ ۱۷

''ہم نے اُن پر ایسے ساتھی مسلط کر دیے تھے جو انہیں آگے اور پیچھے ہر چیز کو خوشنما بنا کر دکھاتے تھے، اُن پر بھی وہی فیصلہ نافذ ہوا جو ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کے گروہوں پر نافذ ہو چکا ہے، یقیناً وہ نقصان پانے والے تھے۔'' (۲۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جب انسان فکری اور اعتقادی طور پر اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیتا ہے تو پھر وہ اپنے فیصلے، نظریے اور معاشرے کے رسم و رواج کو اپنے لیے حرفِ آخر سمجھتا ہے اور یہ فکر اس پر اس طرح مسلط ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے سوا کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ بھی کھلا چھوڑ دیتا ہے۔

انسان کی لاپرواہی کی انتہا ہوتی ہے جب کوئی بُرا کام اس کے لیے فیشن بن جاتا ہے جو لوگ قیامت کے حساب اور اپنے رب کو بھول جاتے ہیں ان پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ جس پر شیطان مسلط کر دیا جائے تو اس کی سوچ، کردار اور ماحول بُرا بن جاتا ہے اگر حکمران ہے تو اس کے وزیر، مشیر، اس کے بُرے کاموں کی تعریف کرتے ہیں اور اسے باور کرواتے ہیں کہ آپ اور ملک لازم ملزوم ہیں آپ کے جانے کے بعد ملک کا بُرا حال ہو جائے گا، اگر وہ کسی جماعت، قبیلے کا سربراہ ہے تو اس کے حواری کہتے ہیں کہ آپ تو جماعت اور قبیلے کے لیے ناگزیر ہیں یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہتا ہے جب تک وہ شخص لوگوں کی نظروں میں ذلیل نہیں ہو جاتا جوں ہی وہ ذلت کے گھاٹ اترتا ہے جو اس کی تعریف کرنے والے اس کی جگہ لینے والے کی تعریفیں کر رہے ہوتے ہیں ایسے شخص کو غلط کاموں اور خوشامد میں لذت محسوس ہوتی ہے اسی وجہ سے جنوں اور انسانوں کے پہلے گروہ گمراہ ہوئے اور انہیں کے گناہوں کے اثرات کی وجہ ان کی آنے والی نسلیں گمراہی کا شکار ہوئیں یہ لوگ قیامت کے دن یقیناً نقصان پانے والے ہیں یہ بات فہم القرآن کے کئی مقامات پر عرض کی ہے کہ جب گمراہی کی نسبت ''اللہ'' کی طرف

ہوتی ہے تو اس کا معنیٰ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کے حوالے کر دیتا ہے جو گمراہی اور تباہی کا آخری درجہ ہے۔ اس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان اپنے رب سے سچی توبہ اور بُرے ماحول سے نکل جائے۔

«عَنْ أَبِي مُوسَى ﷺ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً»

(رواه البخاری: کتاب الذبائح والصید، باب المسک)

''حضرت ابوموسیٰ ﷺ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے اور برے ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے اور بھٹی پھونکنے والے کی طرح ہے کستوری بیچنے والا یا تجھے تحفہ دے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا تم اس سے اچھی خوشبو پاؤ گے اور بھٹی پھونکنے والا یا تمہارے کپڑوں جلا دے گا یا تو اس سے بری بو محسوس کرے گا۔''

{ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ } (الزخرف:۳۶)

''جو شخص رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑتا ہے ہم شیطان کو اس کا ساتھی بنا دیتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ بُرے لوگوں کے لیے ان کے اعمال خوبصورت بنا دیئے جاتے ہیں۔

۲۔ بُرے لوگوں پر اللہ کا عذاب برحق ثابت ہوتا ہے۔ ۳۔ بُرے جِنّات اور انسان ناقابلِ تلافی نقصان پائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

دنیا اور آخرت میں نقصان پانے والے لوگ:

۱۔ اللہ کفار کے اعمال دنیا میں تباہ کرے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پائیں گے۔ (التوبۃ:۶۹)

۲۔ دین اسلام کا انکار کرنے والے نقصان پائیں گے۔ (البقرۃ:۱۲۱)

۳۔ اسلام کے بغیر دین تلاش کرنے والے نقصان پائیں گے۔ (آل عمران:۸۵)

۴۔ شیطان کی تابعداری کرنے والے نقصان پائیں گے۔ (المجادلۃ:۱۹)

۵۔ مشرک نقصان پائیں گے۔ (الزمر:۶۵) ۶۔ کافر نقصان پائیں گے۔ (النحل:۱۰۹)

۷۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم نقصان پانیوالے ہوں گے۔ (الاعراف:۲۳)

۸۔ جس نے اللہ کے سوا شیطان کو دوست بنالیا اس نے بہت نقصان پایا۔ (النساء:۱۱۹)

۹۔ ان لوگوں نے نقصان پایا جنہوں نے اللہ کی ملاقات کی تکذیب کی۔ (الانعام:۳۱)

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لَا	تَسْمَعُوْا	لِهٰذَا	الْقُرْاٰنِ
اور کہا	ان لوگوں نے	انہوں نے کفر کیا	نہ	تم سنو	یہ	قرآن
وَالْغَوْا	فِيْهِ	لَعَلَّكُمْ	تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾	فَلَنُذِيْقَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
اور تم شور کرو	اس میں	تا کہ تم	غالب آجاؤ	پھر ضرور ہم چکھائیں گے	ان لوگوں کو	جنہوں نے کفر کیا
عَذَابًا	شَدِيْدًا	وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ	اَسْوَاَ الَّذِيْ	كَانُوْا	يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾	
عذاب	شدید	اور البتہ ضرور ہم ان کو بدلہ دیں گے	بُرا جو	وہ تھے	کرتے	
ذٰلِكَ	جَزَآءُ	اَعْدَآءِ	اللّٰهِ	النَّارُ ۚ	لَهُمْ	فِيْهَا
یہ	بدلہ ہے	دشمنوں کا	اللہ کے	آگ	ان کے لیے ہے	اس میں
دَارُ	الْخُلْدِ ؕ	جَزَآءًۢ	بِمَا	كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾
گھر	ہمیشہ کا	بدلہ ہے	اس کا جو	وہ تھے	ہماری آیتوں کا	انکار کرتے

''کفار کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو شور وغل کیا کرو، تا کہ تم غالب آجاؤ۔(۲۶) ان کافروں کو ہم سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے اور ہم ان کے بُرے اعمال کی پوری پوری سزا دیں گے۔(۲۷) اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے جو ہمیشہ کے لیے ان کا ٹھکانہ ہوگی، یہ سزا اس جرم کی ہے کیونکہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔''(۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح پہلے لوگ گمراہ ہوئے اسی طرح ہی اہلِ مکہ نے گمراہی اختیار کی۔

ابھی بیان ہوا ہے کہ جو لوگ اپنے لیے گمراہی کا راستہ پسند کرتے ہیں ان کے لیے ان کے اعمال خوبصورت بنا دیئے جاتے ہیں جس کے لیے شیطان بُرے اعمال خوبصورت بنا دے پھر اسے سمجھ نہیں رہتی کہ میں کس قدر گمراہی میں آگے نکل چکا ہوں یہی صورتِ حال اہلِ مکہ کی تھی۔ اللہ کے نبی ﷺ انہیں اس لیے قرآن مجید سناتے تھے تا کہ وہ گمراہی کے راستے کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائیں۔ آپ کی تلاوت سن کر لوگ بالخصوص نوجوان طبقہ آپ کی طرف متوجہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ نبوت کے ابتدائی تین سالوں میں ابوجہل کے بھتیجے بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ ''قرآن'' کے انقلاب کو روکنے کے لیے کفار نے یہ حربہ بھی استعمال کیا اور لوگوں کو کہا کہ اس کے مقابلے میں شور وغوغا کرو تا کہ تمہاری آواز قرآن کی دعوت پر غالب رہے۔ اندازہ لگائیں کہ اہلِ مکہ کس قدر گمراہ ہو چکے تھے کہ وہ قرآن مجید کے بارے میں ایک دوسرے کو کہتے کہ جب محمد ﷺ تمہارے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کریں اُسے تو خاموشی سے سُننے کی بجائے جواب میں شور وغوغا کیا کرو تا کہ تمہاری آواز قرآن مجید کی تلاوت اور دعوت پر غالب رہے۔ اس کے جواب میں قرآن مجید نے انہیں ایک بار پھر سمجھایا'' کہ جب قرآن پڑھا

جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (الاعراف: ۲۰۴)

لیکن اس کے باوجود کفار شور وغوغا کرنے سے باز نہ آئے۔ ربِ ذوالجلال نے ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہے تو ہم ان کو ان کے برے اعمال کے بدلے شدید ترین عذاب میں مبتلا کریں گے یہ اللہ کے دشمن ہیں اس لیے انہیں جہنّم کی آگ میں جھونکا جائے گا جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ سورہ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی اور ان آیات کا سیاق وسباق بتلا رہا ہے کہ اہل مکہ قرآن مجید کے جواب اور اس کی تاثیر کے مقابلے میں بے بس ہو چکے تھے جس وجہ سے وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ انہیں باز رکھنے کیلئے انہیں سمجھایا گیا ہے کہ اللہ کے غضب کو چیلنج کرنے کی بجائے اسکا رحم مانگو! جو قرآن مجید سننے اور اس پر عمل کرنے سے نصیب ہوگا۔

قرآن مجید کی تلاوت کے اثرات اور برکات:

''حضرت ابی اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا کہ ایک آدمی اپنے گھر میں سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اُس کے گھوڑے نے بدکنا شروع کر دیا تو اُس نے سلام پھیر کر آسمان کی طرف نظر اُٹھائی تو اُسے بادلوں کا ایک ٹکڑا نظر آیا جو اُسے ڈھانپے ہوئے تھا۔ اُس نے اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا آپ نے فرمایا کہ آپ کو تلاوت کرتے رہنا چاہیے تھا یہ تو سکینت تھی جو قرآن کے لیے نازل ہوئی تھی۔''

(رواہ البخاری: باب علامات النبوۃ فی الإسلام)

مسائل

۱۔ کفار ایک دوسرے کو قرآن سننے سے منع کرتے تھے۔ ۳۔ قرآن مجید کا مقابلہ کرنے والوں کو سخت ترین عذاب ہوگا۔
۲۔ کفار نے قرآن مجید پر غالب آنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔
۴۔ قرآن مجید کی مخالفت کرنے والے ''اللہ'' کے دشمن ہیں جنہیں جہنّم کی آگ میں جھونکا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے بارے میں منافقین اور کفار کا رویہ:

۱۔ جب قرآن سنایا جاتا تو منافقین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔ (التوبۃ: ۱۲۷)
۲۔ منافقین قرآن مجید کے نزول کا مذاق اڑاتے اور کہتے ہیں اس سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟ (التوبۃ: ۱۲۴)
۳۔ جب قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا ہے تو یہ بہانے تراشنے لگتے ہیں۔ (التوبۃ: ۸۶)
۴۔ جب قرآن میں قتال کا تذکرہ ہوتا ہے تو منافق آپ کی طرف ایسے دیکھتے جیسے ان پر موت کی بیہوشی طاری ہوگئی ہو۔ (سورہ محمد: ۲۰) ۵۔ کفار کہتے کہ اس قرآن کو بدل دیا جائے۔ (یونس: ۱۵)

وَقَالَ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	رَبَّنَآ	اَرِنَا	الَّذَيْنِ
اور کہا	ان لوگوں نے	جنہوں نے کفر کیا	اے ہمارے رب	تو دکھا ہمیں	ان لوگوں کو
اَضَلّٰنَا	مِنَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	نَجْعَلْهُمَا	تَحْتَ
جنہوں نے گمراہ کیا تھا ہمیں	سے	جن	اور انسانوں	ہم کر دیں انہیں	نیچے
اَقْدَامِنَا	لِيَكُوْنَا	مِنَ	الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾		
اپنے قدموں کے	تا کہ وہ ہوں	سے	سب سے نچلے لوگوں		

''اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں اُن جنّوں اور انسانوں کو دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا ہم انہیں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں گے تا کہ وہ سب سے زیادہ ذلیل ہوں۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کا جہنم میں داخل ہونے کے بعد غلط لیڈروں، علماء اور مرشدوں کے خلاف ردِعمل۔

ربِ ذوالجلال سے جہنّمی مطالبہ کریں گے کہ ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ لیڈر اور مرشد دکھلا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا اور ان کی وجہ سے ہم جہنّم میں داخل ہوئے۔ اگر وہ ہمارے ہاتھ چڑھ جائیں تو ہم انہیں اپنے پاؤں تلے روند کر سب کے سامنے ذلیل کریں گے اور کہیں گے کہ اے ذلیلو! اگر تم ہمیں گمراہ نہ کرتے تو آج ہم جہنم کی بجائے جنت میں موجیں مار رہے ہوتے۔

تفسیر بالقرآن

جہنم میں لیڈر اور ان کے ورکر، پیر اور ان کے مرید، علماء اور ان کے مقتدی آپس میں جھگڑا کریں گے:

۱۔ پوجنے والے اور جن کو وہ پوجتے تھے انہیں اکٹھا کیا جائیگا پھر انہیں جہنم کے راستہ پر ڈال دیا جائیگا (الصّٰفّٰت: ۲۲ تا ۲۳)

۲۔ جہنّمی کہیں گے تم پر اللہ کی مار تمہاری وجہ سے اس مصیبت کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ہے۔ (ص: ۶۰)

۳۔ جہنمی جہنم میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ (یونس: ۴۵)

۴۔ جہنمی اپنے سے پہلوں کے بارے میں کہیں گے انہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ (الاعراف: ۳۸)

۵۔ جب جہنم میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور اپنے بڑوں سے کہیں گے کہ یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو۔ (المومن: ۴۷)

۶۔ بڑے اور تکبر کرنے والے کمزوروں سے کہیں گے کہ تم تو خود ہی مجرم تھے۔ (سبا: ۳۲)

۷۔ اے ہمارے رب ہمارے بڑوں نے ہمیں گمراہ کیا لہٰذا انہیں دوگنا عذاب دیا جائے۔ (الاحزاب: ۶۷، ۶۸)

اِنَّ	الَّذِيْنَ	قَالُوْا	رَبُّنَا	اللّٰهُ	ثُمَّ	اسْتَقَامُوْا
بلاشبہ	وہ لوگ	جنہوں نے کہا	ہمارا رب	اللہ ہے	پھر	وہ جم گئے
تَتَنَزَّلُ	عَلَيْهِمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَلَّا	تَخَافُوْا	وَلَا	تَحْزَنُوْا
اترتے ہیں	ان پر	فرشتے	یہ کہ نہ	تم خوف کرو	اور نہ	تم غم کھاؤ
وَاَبْشِرُوْا	بِالْجَنَّةِ	الَّتِيْ	كُنْتُمْ	تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾		نَحْنُ
اور خوش ہو جاؤ	جنت کے ساتھ	وہ جو	تم تھے	وعدہ دیے جاتے		ہم
اَوْلِيٰٓؤُكُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَفِي	الْاٰخِرَةِ ۚ	
تمہارے دوست ہیں	میں	زندگی	دنیا والی	اور میں	آخرت	
وَلَكُمْ	فِيْهَا	مَا	تَشْتَهِيْٓ	اَنْفُسُكُمْ	وَلَكُمْ	فِيْهَا
اور تمہارے لیے ہے	اس میں	جو	چاہیں گے	تمہارے نفس	اور تمہارے لیے ہے	اس میں
مَا	تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾	نُزُلًا	مِّنْ	غَفُوْرٍ	رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾	
جو	تم مانگو گے	مہمانی ہے	طرف سے	بخشنے والا	رحم کرنے والا کی	

''یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر قائم رہے یقیناً اُن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو، بلکہ اُس جنت کے بارے میں خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (۳۰) ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی، وہاں جو چاہو گے تمہیں ملے گا اور جس چیز کی تمنا کرو گے اُسے پاؤ گے۔ (۳۱) یہ ہے مہمان نوازی اُس ''رب'' کی طرف سے جو غفور رحیم ہے۔'' (۳۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفار کے مقابلے میں موحدوں کے ساتھ ملائکہ کا سلوک اور ان کا اکرام۔

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب ''اللہ'' ہے پھر اس پر مرتے دم تک قائم رہے موت کے وقت ان کے لیے ملائکہ آتے ہیں جو انہیں ان کے رب کی طرف سے تسلی دیتے ہیں کہ غمگین اور پریشان نہیں ہونا بلکہ اس جنت کے بارے میں خوش ہو جاؤ جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے ساتھ تھے اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھی ہیں تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے وہ سب کچھ ہے جو تمہارا دل چاہے گا اور تمہارے رب کے ہاں تمہاری مہمان نوازی ہوگی۔

''رَبُّنَا اللّٰهُ'' سے مراد یہ نہیں کہ بس انہوں نے ایک مرتبہ کہہ دیا کہ ہمارا رب ''اللہ'' ہے اور پھر اپنی مرضی کرتے رہے۔

اس کا معنیٰ ہے کہ انہوں نے دل کی سچائی اور کردار کی گواہی سے مرتے دم تک ثابت کر دکھایا کہ واقعی ہمارا خالق، مالک ،رازق اور حقیقی حاکم صرف ایک ''اللہ'' ہے، ہم اسی کے بندے اور غلام ہیں۔ ہمارا مال، جان، عزت و اقبال اسی کا دیا ہوا ہے اور اسی کے نام اور کام پر قربان ہوگا۔ اسے دوسرے مقام پر یوں بیان کیا گیا ہے۔ ''فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت ''اللہ'' کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے تابع بنوں۔ فرما دیجیے کہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔'' (الانعام: ۱۶۲ تا ۱۶۴)

{ الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ } (العنکبوت: ۱ تا ۳)

''الف۔لام۔میم۔ کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے ہیں اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا حالانکہ ہم ان سے پہلے لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں، اللہ ضرور دیکھے گا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔''

«عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِي رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلاً لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ فَاسْتَقِمْ»

(رواہ مسلم: کتاب الایمان، باب جَامِعِ أَوْصَافِ الإِسْلاَمِ)

''حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتائیں جو مجھے آپ ﷺ کے بعد ابو اسامہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو آپ نے فرمایا تو کہہ دے کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔''

«عَنْ وَهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ رحمہ اللہ قِيلَ لَهُ أَلَيْسَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مِفْتَاحَ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا وَلَهُ أَسْنَانٌ فَإِنْ جِئْتَ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْنَانٌ فُتِحَ لَكَ» (رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب)

''حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کسی نے یہ سوال کیا کیا لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن ہر چابی کے دندانے (پیچ) ہوا کرتے ہیں اگر تو پیچ دار چابی سے تالا کھولے گا تو کھل سکتا ہے (بصورت دیگر تیرے لیے دروازہ نہیں کھل سکتا۔)''

استقامت کی دعا:

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ «يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰى

دِينِكَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اٰمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهٖ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا قَالَ نَعَمْ إِنَّ الْقُلُوْبَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللّٰهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَآءُ»

(رواه الترمذی: کتاب القدر، باب ماجاء أن القلوب [صحیح])

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا کرتے۔ اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھنا، میں نے کہا: اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے۔ کیا آپ ہمارے بارے میں بھی خطرہ محسوس کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جیسے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔''

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَقُوْلُ «يَا وَلِيَّ الإِسْلَامِ وَأَهْلِهٖ ثَبِّتْنِيْ حَتّٰى أَلْقَاكَ»» (رواه الطبرانی: فی الأوسط [وهو حديث صحيح])

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے کہ اے سلامتی کے مالک اور اس کے اہل! مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ آپ سے آملوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ پر ایمان لانے کے بعد اس پر استقامت اختیار کرنی چاہیے۔

۲۔ جو لوگ عقیدۃ توحید پر قائم رہتے ہیں ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔

۳۔ صراط مستقیم پر گامزن رہنے والوں کو فرشتے تسلی اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

دین پر استقامت اختیار کرنے والوں کی جزا:

۱۔ بے شک جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اظہار کرتے ہوئے صبر و استقامت کا ثبوت دیا انھیں کوئی خوف اور حزن و ملال نہیں۔ (الاحقاف: ۱۳)

۲۔ مومنوں کی استقامت دیکھ کر شیطان ڈر جاتا ہے۔ (الانفال: ۴۸)

۳۔ اللہ کی توحید پر استقامت اختیار کرنے والوں پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور وہ انہیں خوشخبری دیتے ہوئے کہتے ہیں غم و حزن میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں تمہارے لیے جنت ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۰)

وَمَنْ	اَحْسَنُ	قَوْلًا	مِّمَّنْ	دَعَآ	اِلَى	اللّٰهِ
اورکون	زیادہ اچھا	بات میں	اس سے جس نے	بلایا	طرف	اللہ کی

وَعَمِلَ	صَالِحًا	وَّقَالَ	اِنَّنِيْ	مِنَ	الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾
اوراس نے عمل کیے	نیک	اوراس نے کہا	بے شک میں ہوں	سے	فرمانبرداروں میں

''اور اُس شخص کی بات سے اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے کہ جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوں۔'' (۳۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ایمانداروں میں اعلیٰ کردار اور بلند مقام کے حامل حضرات۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس پر مرتے دم تک قائم رہنا بہت بڑا کام اور مقام ہے ایمان داروں میں وہ ایمان دار بہتر ہے جس نے اسلام قبول کیا اور پھر لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور خود صالح اعمال کرتا رہا۔ ''اللہ'' کی طرف بلانے سے مراد اس کے دین کی بلا مفاد اور پوری جانفشانی کیساتھ دعوت دینا ہے۔ جس میں سرِفہرست اللہ کی توحید کی دعوت دینا ہے کیونکہ دین کی ابتدا اور اس کی انتہا توحید پر رکھی گئی ہے اسلامی انقلاب اور اصلاحِ انسان کے لیے اس سے بہتر اور زوداثر کوئی دعوت نہیں ہوسکتی۔ اسی لیے ارشاد ہوا کہ ''اے رسول ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں سو تم میری ہی بندگی کرو۔'' (الانبیاء:۲۵)

اسی بنا پر آپ ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال اسی بات پر زور دیا اور ماریں کھائیں اگر اپنی دعوت میں کسی اور بات کو سرفہرست رکھتے تو آپ کو اتنی تکلیفیں کبھی نہ اٹھانا پڑتیں۔ توحید میں بھی سرِفہرست توحید الوہیت کو رکھا اس لیے پوری امّت کے اہلِ علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے پہلے حضرت محمد ﷺ ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے اور صالح نمونہ پیش کرنے کا حق ادا کردیا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم جماعت ہے جنہوں نے دعوتِ الی اللہ کی خاطر وہ تکالیف برداشت کیں اور مال وجان کی قربانیاں دیں جس کی مثال قیامت تک کوئی شخص پیش نہیں کرسکتا۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ مُعَاذًا رضی اللہ عنہ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوْا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِيْ أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ»

(رواہ البخاری: کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا لوگوں کو اس بات کی دعوت دو کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں اگر وہ آپ کی دعوت مان لیں تو انہیں بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ آپ کی اس بات میں اطاعت کریں تو انہیں بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔''

«عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمَ النَّحْرِ فَإِنَّ دِمَآءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا إِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ» (رواہ البخاری: کتاب الحج، باب الخطبة أیام منی)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: یقیناً تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے لیے آج کا دن، مہینہ اور یہ شہر قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کیا میں نے ''اللہ'' کا پیغام تمہیں پہنچا دیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں۔''

مسائل

۱۔ سب سے بہتر دعوت اللہ کی توحید کی دعوت ہے۔ ۲۔ توحید پورے دین کی بنیاد ہے۔
۳۔ بہترین مبلّغ وہ ہے جو اپنی دعوت میں توحید کو سرِفہرست رکھے اور خود بھی دین پر عمل کرے۔

تفسیر بالقرآن

احسن قول اور احسن مسلمان:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن التقویم بنایا ہے۔ (التین: ۴) ۲۔ اللہ تعالیٰ نے احسن حدیث اتاری ہے۔ (الزمر: ۲۳)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے موت وحیات اس لیے بنائے ہیں تاکہ انسان احسن عمل کرے۔ ((الملک: ۲)
۴۔ اللہ کی توحید کی دعوت دینا سب سے بہتر بات ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۳)
۵۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینا احسن ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۴)
۶۔ جھگڑے کی بجائے احسن انداز اختیار کرنا۔ (النحل: ۱۲۵)

وَلَا	تَسْتَوِي	الْحَسَنَةُ	وَلَا	السَّيِّئَةُ ۭ	ادْفَعْ
اور نہیں	برابر ہوتی	نیکی	اور نہ	برائی	آپ دفاع کریں
بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ	فَاِذَا	الَّذِيْ	بَيْنَكَ	وَبَيْنَهٗ
ایسی بات سے کہ	جو	اچھی ہے	تو یکا یک	وہ جو	آپ کے درمیان	اور اس کے درمیان
عَدَاوَةٌ	كَاَنَّهٗ	وَلِيٌّ	حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾	وَمَا	يُلَقّٰىهَآ	اِلَّا
دشمنی ہے	گویا کہ وہ	دوست ہے	گہرا	اور نہیں	دی جاتی یہ	مگر
الَّذِيْنَ	صَبَرُوْا ۚ	وَمَا	يُلَقّٰىهَآ	اِلَّا	ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾	
ان لوگوں کو	جنہوں نے صبر کیا	اور نہیں	دی جاتی یہ	مگر	جو بڑے نصیبے والا ہو	

''اور اے نبی نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے آپ بُرائی کا دفاع اچھائی کے ساتھ کریں۔ دیکھیں جس کی آپ کے ساتھ عداوت ہے وہ دلی دوست بن جائے گا۔ (۳۴) اُن لوگوں کو یہ خوبی حاصل ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام اُن لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو بڑے نصیبے والے ہیں۔'' (۳۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: داعیٔ حق کے لیے بنیادی ہدایت۔

ایک داعی کو اپنی دعوت کے دوران اس بات کو ہمیشہ مدِّنظر رکھنا چاہیے کہ اچھائی اور برائی، نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے برائی پر چلنے اور اس کا پرچار کرنیوالے لوگ ہمیشہ جلد باز اور جذباتی ہوتے ہیں بالخصوص مشرک کی فطرت ہے کہ وہ شرک اور غیر اللہ کی محبت میں بڑا غالی اور جذباتی ہوتا ہے جونہی اس کے سامنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بات کی جائے تو وہ سیخ پا ہو جاتا ہے اور توحید بیان کرنے والے کو بزرگوں کا گستاخ اور بے ادب کہتا ہے۔ اس کے لیے بے دین یا اس کے ہم معنٰی لفظ استعمال کرتا ہے۔ جس طرح نبی اکرم ﷺ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ کے کافر صابی کہتے تھے ہر دور میں مشرک ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس میں داعی کے لیے بات کرنا مشکل ہو جاتی ہے ایسی صورت حال میں داعی کی دانش اور حکمت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اشتعال انگیز ماحول بنانے سے اجتناب کرے۔ ظاہر بات ہے کہ اس کے لیے ٹھنڈے دل و دماغ اور بڑے حوصلے کی ضرورت ہے یہ حوصلہ پیدا کرنے کے لیے داعی کے ذہن میں ہمیشہ یہ بات پختہ رہنی چاہیے کہ اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتے، اچھائی کی اشاعت کے لیے تین باتیں ضروری ہوتی ہیں۔ ① الدّاعی کا اخلاق اور کردار اچھا ہونا چاہیے۔ ② الدّاعی کو اپنا حوصلہ بڑا رکھنا چاہیے۔ ③ الدّاعی کو اچھے ماحول میں بہتر سے بہتر سلیقہ کے ساتھ بات کرنے کا ڈھنگ اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اچھائی کا جواب برائی سے دیتا ہے تو پھر بھی برائی کا جواب برائی

سے نہیں دینا چاہیے۔ بُرائی کا جواب بُرائی کے ساتھ دینے سے ماحول میں تلخی بڑھتی ہے اور جس قدر ماحول میں تلخی بڑھے گی اسی قدر ہی داعی کی مشکلات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا جس سے داعی کی بجائے دوسرے کو زیادہ فائدہ ہوگا اس لیے داعی کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ وہ برائی کو اچھائی کے ساتھ ٹالنے کی کوشش کرے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر زیادتی کرنے والے کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے جس کا بالآخر یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ اور اس کے ساتھی یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ جو شخص تعصب اور کسی مفاد کے بغیر ہماری خیر خواہی کر رہا ہے اور ہماری زیادتی کا جواب حسنِ سلوک سے دیتا ہے یقیناً وہ ہماری بھلائی چاہتا ہے داعی جن لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے مخاطب کر رہا ہے اگر وہ طبقہ نرم نہیں ہوتا تو بالآخر ان میں سے کچھ لوگ ضرور متوجہ ہوں گے جو اس کے ہمسفر ہو جائیں گے اس کی ہر دور میں بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں دور نہ جائیں آج سے تقریباً ساٹھ سال پہلے کسی مسجد میں توحید و سنت کی بات کی جاتی تو بات کرنے والے کو مسجد سے اٹھا کر باہر پھینک دیا جاتا تھا اور لوگوں میں نفرت پیدا کرنے کے لیے مسجد کو دھویا جاتا تھا لیکن آج لوگ قرآن و سنت کی بات کو ترجیح دیتے ہیں۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینا، زیادتی کے مقابلے میں خیر خواہی کرنا ہر کسی کا کام نہیں یہ وہی مبلّغ اور کارکن کر سکتا ہے جسے اپنا مشن عزیز اور اپنے رب کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ ورنہ عام مبلغ مخالف کی بات کو اپنی اَنا کا مسئلہ اور اپنے دھڑے کے لیے ذلّت سمجھتا ہے۔ بعض اَن پڑھ مبلّغ اور جذباتی کارکن کسی ایک صحابی کے ذاتی اور انفرادی واقعہ کو دلیل بنا کر اسے تبلیغ پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ تبلیغ کے میدان میں پیغمبر اسلام ﷺ اور کسی صحابی نے گالی کا جواب گالی سے نہیں دیا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے ذاتی معاملات میں بھی کسی صحابی کی طرف سے گالی کا جواب گالی سے دینا پسند نہیں فرمایا جب کہ اس کی ایک حد تک گنجائش بھی پائی جاتی ہے۔

مسائل

۱۔ نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتے۔ ۳۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینا مخالف کو اپنا گرویدہ بنانا ہے۔
۲۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینا چاہیے۔ ۴۔ برائی کا جواب اچھائی سے دینے والا بڑے حوصلے کا مالک اور خوش نصیب ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مبلّغ کے لیے ہدایات:

۱۔ اللہ کے دین کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھے طریقے سے بلائیں۔ (النحل: ۱۲۵)
۲۔ فرما دیجیے یہ میرا راستہ ہے میں اس کی طرف بصیرت کے ساتھ بلاتا ہوں۔ (یوسف: ۱۰۸)
۳۔ آپ انہیں دینِ حق کی طرف بلائیں اور اللہ کے حکم پر قائم رہیں۔ (الشوریٰ: ۱۵)
۴۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی کہ اے رب ان میں نبی بھیج جو ان کو علم اور عقل کی باتیں سکھلائے۔ (البقرۃ: ۱۲۹)
۵۔ داعی اور قائد کو ہمدرد ہونا چاہیے۔ (التوبۃ: ۱۲۸) ۶۔ قائد میں عفو و درگزر کا جذبہ ہونا چاہیے۔ (المائدۃ: ۱۳)

نوٹ: مزید ہدایات سورۃ مزمل اور مدثر کی ابتدائی آیات میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَاِمَّا	يَنْزَغَنَّكَ	مِنَ	الشَّيْطٰنِ	نَزْغٌ	فَاسْتَعِذْ
اوراگر	آپ کواُکسائے	سے	شیطان	وسوسہ	توآپ پناہ مانگیے

بِاللّٰهِ ؕ	اِنَّهٗ هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾
اللہ کی	یقیناًوہی	خوب سننے والا	خوب جاننے والا ہے

''اوراگر شیطان کی طرف سے آپ کوئی اُکساہٹ محسوس کریں تو اللہ کی پناہ مانگیں، اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''(۳۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مبلّغ کو اپنے بچاؤ کے لیے ہدایات۔

مبلّغ بھی انسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں دفاع کے لیے غیرت اور غصّہ رکھا ہے اگر انسان میں غیرت اور غصہ نہ ہوتا تو یہ کبھی اپنی عزت اور مال وجان کی حفاظت نہ کرسکتا غیرت کا اظہار اور غصہ کرنا بعض مواقع پر فرض ہے لیکن کچھ مواقع ایسے ہیں جن میں غصہ کا اظہار فائدے کی بجائے نقصان کا باعث ثابت ہوتا ہے بالخصوص اگر الداعی جذباتی اور جھگڑالو ہو گا تو فائدے کی بجائے اپنا اور دینِ حنیف کا نقصان کر بیٹھے گا طبیعت میں غصہ اور طیش آئے تو حکم ہے کہ "اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور جاننے والا ہے توجہ اور بار بار پڑھنے سے یقیناً غصہ رفو ہو جائے گا۔ عربی میں عوذ چوپائے کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ابتدائی ایام میں چلنے کے قابل نہیں ہوتا جس وجہ سے گرتے اور لڑکھڑاتے ہوئے چل کر اپنی ماں کے دودھ تک پہنچتا ہے مقصد یہ ہے کہ "اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھنے والا اس قدر اپنے آپ کو بے بس سمجھ کر پڑھے اور اپنے رب سے پناہ طلب کریں۔

«عن سُلَيْمَان بْن صُرَدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ وَأَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالُوا لِلرَّجُلِ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَسْتُ بِمَجْنُونٍ»(رواہ البخاری: کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب)

''حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے دو آدمیوں نے آپ ﷺ کی موجودگی میں آپس میں گالی گلوچ شروع کی دونوں میں ایک شدید غصے میں تھا وہ دوسرے کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ جس وجہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں ایسی بات جانتا ہوں اگر اسے پڑھے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ "اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" ''میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا کیا تم نبی اکرم ﷺ کا فرمان نہیں سنتے؟ اس شخص نے کہا میں پاگل نہیں ہوں

یعنی میں نے سُن لیا اور اس پر عمل کرتا ہوں۔''

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ» (رواه البخاری: کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کو پچھاڑنے والا طاقتور نہیں ہے طاقتور تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''

«قِيْلَ نَزَلَتِ الْآيَةُ فِيْ أَبِيْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ، فَإِنَّ رَجُلاً شَتَمَهُ فَسَكَتَ مِرَاراً، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ شَتَمَنِيْ وَأَنْتَ جَالِسٌ، فَلَمَّا رَدَدْتُ عَلَيْهِ قُمْتَ، قَالَ إِنَّ مَلِكًا كَانَ يُجِيْبُ عَنْكَ، فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَيْهِ ذَهَبَ ذٰلِكَ الْمَلَكُ وَجَاءَ الشَّيْطَانُ، فَلَمْ أَجْلِسْ عِنْدَ مُجِيْءِ الشَّيْطَانِ» (تفسیر الرازی)

''ایک موقعہ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک شخص بدزبانی کر رہا تھا تنگ آ کر جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس جیسی زبان استعمال کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک آپ صبر اور درگزر کر رہے تھے اس وقت تک آپ کی طرف سے ایک فرشتہ جواب دے رہا تھا جب آپ نے اس کا جواب دیا تو فرشتے کی جگہ شیطان آ گیا۔''

{ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ۱۳۴ } (آل عمران: ۱۳۴)

''جو لوگ آسانی اور سختی میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ غصہ سے نجات پانے کے لیے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھنا چاہیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں شیطان لعنتی اور پھٹکارا ہوا ہے۔

تفسیر بالقرآن

تعوذ کی ترغیب اور اس کے فائدے:

۱۔ موسیٰ علیہ السلام نے جہالت سے پناہ مانگی۔ (البقرۃ: ۶۷) ۲۔ حضرت نوح کو جہالت سے بچنے کا حکم۔ (ہود: ۴۶)

۳۔ جاہلوں سے بحث کی بجائے اجتناب اور اعراض کرنا چاہیے۔ (الفرقان: ۶۳)



وَمِنْ	اٰيٰتِهِ	الَّيْلُ	وَالنَّهَارُ	وَالشَّمْسُ	وَالْقَمَرُ ؕ
اور سے	اس کی نشانیوں	رات	اور دن	اور سورج	اور چاند ہے
لَا	تَسْجُدُوْا	لِلشَّمْسِ	وَلَا	لِلْقَمَرِ	وَاسْجُدُوْا	لِلّٰهِ
نہ	تم سجدہ کرو	سورج کو	اور نہ	چاند کو	اور سجدہ کرو	اللہ کو
الَّذِیْ	خَلَقَهُنَّ	اِنْ	كُنْتُمْ	اِيَّاهُ	تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾	فَاِنِ
جس نے	ان کو پیدا کیا	اگر	تم ہو	صرف اسی کی	عبادت کرتے	پھر اگر
اسْتَكْبَرُوْا	فَالَّذِيْنَ	عِنْدَ	رَبِّكَ	يُسَبِّحُوْنَ	لَهٗ	بِالَّيْلِ
وہ تکبر کریں	پس جو لوگ ہیں	پاس	آپ کے رب	وہ تسبیح بیان کرتے ہیں	اس کے لیے	رات کو
وَالنَّهَارِ	وَهُمْ	لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ السجدة
اور دن کو	اور وہ	نہیں تھکتے

''رات اور دن اور سورج اور چاند، اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر فی الواقع تم اُسی کی عبادت کرنے والے ہو۔ (۳۷) اگر یہ تکبر کا اظہار کریں تو تیرے رب کے مقرب فرشتے شب و روز اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔'' (۳۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس رب پر ایمان لانا اور اس کی توحید کی دعوت دینا ہے اس کی وحدت کے دلائل اور اوصاف۔

جس رب کی طرف لوگوں کو بلانا اور غصہ کی حالت میں شیطان سے جس رب کی پناہ چاہنا ہے اس کی قدرت کا عالم یہ ہے کہ رات اور دن سورج اور چاند اسی کے تابع فرمان ہیں کیا مجال کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے رب کی سرِ مو حکم عدولی کرے۔ جب رات اور دن، سورج اور چاند اس کے حکم کے تابع ہیں تو پھر چاند اور سورج کو سجدہ کرنا کیا معنٰی دارد؟ سجدہ تو اس اللہ کو کرنا چاہیے جس نے سورج اور چاند کو پیدا کیا، رات اور دن بنائے۔ جو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اسے سب کی بندگی چھوڑ کر صرف اور صرف ایک رب کی عبادت کرنی چاہیے جو لوگ ایک رب کی عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں وہ تکبر کرتے ہیں متکبروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اپنے رب کی عبادت کا اندازہ کرنا چاہو تو سنو! جو فرشتے ہمہ وقت اس کے حضور حاضر رہتے ہیں۔ وہ رات اور دن کی ہر گھڑی میں اس کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اس میں انہیں کبھی اکتاہٹ اور تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔

جو لوگ اپنے رب کی بندگی نہیں کرتے یا اس کی بندگی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں حقیقت میں وہ اپنے رب کی ذات اور اس کے حکم کے ساتھ تکبر کرتے ہیں یاد رہے! کہ چاند اور سورج کی عبادت کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم چاند اور سورج کی

عبادت نہیں کرتے بلکہ انہیں خدا کی قدرت کا مظہر سمجھ کر انہیں اللہ کی قربت کا ذریعہ سمجھتے ہیں یہی بات قبروں کے بجاری اور بتوں کے مجاور کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور حکم کے ساتھ تکبر قرار دیا ہے۔

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے معلوم ہے جب سورج غروب ہوتا ہے تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا' اللہ اور اس کے رسول کو علم ہے۔ آپ نے فرمایا سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے اسے اجازت مل جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو، وہ طلوع ہونے کی اجازت چاہے مگر اُسے اجازت نہ ملے اسے حکم ہو کہ جدھر سے آیا اسی طرف سے طلوع ہو جا پھر سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے آپ نے فرمایا اس کا ٹھکانا عرش کے نیچے ہے۔'' (رواہ البخاری: کتاب بدأ الخلق باب صِفَةِ الشَّمسِ وَالْقَمَرِ)

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ» (رواہ مسلم: کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ)

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

مسائل

۱۔ رات اور دن، سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

۲۔ سورج اور چاند کو سجدہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنا چاہیے جو سورج اور چاند کا خالق ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے جو اس کا حکم نہیں مانتا وہ تکبّر کرتا ہے۔

۴۔ اللہ کے حضور حاضر رہنے والے فرشتے ہر وقت اس کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت کرنے میں اکتاہٹ اور تھکاوٹ محسوس نہیں کرتے۔

تفسیر بالقرآن

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوتی ہے:

۱۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ (الحدید: ۱) ۲۔ رعد اس کی حمد و تسبیح بیان کرتی ہے۔ (الرعد: ۱۲)

۳۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۴۴)

۴۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں اور مومنوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ (الشوریٰ: ۵)

وَمِنْ	اٰيٰتِهٖٓ	اَنَّكَ	تَرَى	الْاَرْضَ	خَاشِعَةً
اور سے	اس کی نشانیوں	بے شک آپ	دیکھتے ہیں	زمین	بنجر
فَاِذَآ	اَنْزَلْنَا	عَلَيْهَا	الْمَآءَ	اهْتَزَّتْ	وَرَبَتْ ؕ
پھر جب	ہم نے نازل کیا	اس پر	پانی	وہ لہلہانے لگی	اور ابھر آئی
اِنَّ	الَّذِيْٓ	اَحْيَاهَا	لَمُحْيِ	الْمَوْتٰى ؕ	اِنَّهٗ
بلاشبہ	جس نے	اس کو زندہ کیا	یقیناً زندہ کرنے والا ہے	مُردوں کو	بے شک وہ
عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾		
پر	ہر	چیز	قادر ہے		

''اور اللہ کی نشانیوں میں سے اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو کہ زمین بنجر ہوتی ہے جب اس پر ہم بارش برساتے ہیں تو یکا یک وہ پھول اُٹھتی ہے اور اُبھر جاتی ہے، بے شک جو اللہ مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے وہ مُردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' (۳۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' کی قدرت کی ایک اور نشانی۔

جس ذاتِ کبریا نے سورج اور چاند پیدا کیے، رات اور دن بنائے اس کی نشانیوں میں ایک نشانی بارش بھی ہے ہر کوئی دیکھتا ہے کہ زمین خشک اور ویران ہو چکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر بارش برساتا ہے اور جو بیج اس میں پڑے ہوتے ہیں وہ اُگ آتے ہیں جس سے زمین سبز لباس پہن لیتی ہے جس زمین پر ویرانی کی وجہ سے نظر نہیں ٹکتی تھی آج ہریالی کی وجہ سے اس قدر پُر کشش ہو چکی ہے کہ نظر کو سکون اور دل کو قرار حاصل ہوتا اور نظر اس سے اٹھنے کے لیے تیار نہیں ہوتی زمین سے نباتات کا اُگنا اس بات کی دلیل ہے کہ جس ذاتِ کبریا نے بارش سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس میں مدت سے دبے ہوئے بیج اگاتا ہے۔ وہی قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گا۔ وہ دنیا کی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور قیامت کے دن بھی وہی ہر چیز پر قادر ہوگا۔

«عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُنْبَتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَيْئٌ لَا يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» [متفق علیہ] وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ كُلُّ ابْنِ اٰدَمَ يَاكُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيْهِ يُرَكَّبُ»

(رواہ البخاری: کتاب التفسیر القرآن، باب [یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجاً])

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوصور پھونکنے کا عرصہ چالیس ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگردوں نے پوچھا کہ چالیس دن؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا انہوں نے استفسار کیا چالیس مہینے ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا میں یہ نہیں کہتا انہوں نے پھر پوچھا چالیس سال ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ بھی نہیں کہتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا لوگ یوں اُگیں گے جس طرح انگوری اگتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کی دمچی کے علاوہ ہر چیز ختم ہوجائے گی قیامت کے دن انسان کی دومچی سے اس کے اعضاء کو جوڑا جائے گا۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے تمام اعضاء کو مٹی کھاجاتی ہے لیکن دمچی کو نہیں کھاتی انسان اسی سے پیدا اور جوڑا جائے گا۔‘‘

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ بارش کے بعد مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔

۲۔ جس طرح زمین سے بیج اگتا اور نکلتا ہے اسی طرح قیامت کے دن مردوں کو زندہ کر کے نکال لیا جائے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو زندہ کرے گا:

۱۔ آپ فرمادیں کہ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التغابن: ۷)

۲۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اٹھائے گا تا کہ ان کے درمیان فیصلہ صادر فرمائے۔ (الانعام: ۶۰)

۳۔ اللہ تعالیٰ تمام مردوں کو اٹھائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (الانعام: ۳۶)

۴۔ قیامت کے دن اللہ سب کو اٹھائے گا پھر ان کے اعمال کی انھیں خبر دے گا۔ (المجادلۃ: ۶ تا ۱۸)

۵۔ موت کے بعد تمھیں ضرور اٹھایا جائے گا۔ (ھود: ۷)

۶۔ یقیناً قیامت کے دن اللہ تمھیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں۔ (الانعام: ۱۲)

۷۔ آپ فرمادیں تمھارے پہلے اور آخر والے سب کو ضرور اکٹھا کیا جائے گا۔ (الواقعۃ: ۴۷ تا ۵۰)

۸۔ پھر ہم تمھیں تمھاری موت کے بعد اٹھائیں گے۔ (البقرۃ: ۵۶)

۹۔ جس دن تم سب کو جمع ہونے والے دن اللہ جمع کرے گا۔ (التغابن: ۹)

۱۰۔ جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا۔ (المائدۃ: ۱۰۹)

۱۱۔ یہ فیصلہ کا دن ہے ہم نے تمھیں اور پہلوں کو بھی جمع کر دیا ہے۔ (المرسلات: ۳۸)

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُلْحِدُوْنَ	فِيْٓ	اٰيٰتِنَا	لَا	يَخْفَوْنَ
بلاشبہ	جولوگ	کج روی کرتے ہیں	میں	ہماری آیات	نہیں	وہ پوشیدہ رہتے
عَلَيْنَا ؕ	اَفَمَنْ	يُّلْقٰى	فِي	النَّارِ	خَيْرٌ
ہم پر	کیا پھر جو شخص	وہ ڈالا جائے گا	میں	آگ	بہتر ہے
اَمْ	مَّنْ	يَّاْتِيْٓ	اٰمِنًا	يَّوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ	اِعْمَلُوْا
یا	وہ جو	آئے گا	امن سے	دن	قیامت کے	تم عمل کرو
مَا	شِئْتُمْ ۙ	اِنَّهٗ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾
جو	چاہو تم	بلاشبہ وہ	ساتھ اس کے جو	تم عمل کرتے ہو	خوب دیکھنے والا ہے

''جولوگ ہماری آیات کے ساتھ کج روی کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں کیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جائے گا یا وہ بہتر ہے جو قیامت کے دن امن میں ہوگا ان میں تم جو چاہو اختیار کر دتمہارے اعمال کو اللہ دیکھتا ہے۔''(۴۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: دلائل اور حقائق کو جھٹلانے والے لوگوں کا انجام۔

اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور قیامت کے دن لوگوں کو زندہ کرنے کے سینکڑوں دلائل دیئے ہیں جن میں عقلی اور مشاہداتی دلائل بھی شامل ہیں مشاہداتی دلائل میں سے آسمان سے بارش نازل کرنا اور اس کے ذریعے زمین سے ہر قسم کی نباتات کو اُگانا ہے کافر ہو یا مسلمان ہر کوئی مانتا ہے کہ بارش نازل کرنا اور زمین سے نباتات کو اگانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر اس کے باوجود کافر ''اللہ'' کی ذات کا انکار کرتا ہے اور مشرک اسکے ساتھ دوسروں کو شریک بناتا ہے اور اس کی آیات کو غلط معانی پہناتے ہیں ایسے لوگ اور ان کے خیالات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہیں بھلا جو شخص جہنّم کی آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا جو قیامت کے دن امن وسکون سے ہوگا وہ بہتر ہے؟ ٹھوس دلائل اور واضح حقائق ہونے کے باوجود کافر اور مشرک نہیں مانتے تو انہیں انتباہ فرمائیں کہ جو چاہو عمل کرو لیکن اس بات پر یقین رکھو کہ جو بھی تم عمل کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہاں توحید و رسالت اور قیامت کا انکار کرنے والوں کے لیے ''اِلْحَادْ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے کہ ''اللہ'' کے احکام اور ارشادات کی غلط تاویل کرنا اور اس پر اصرار کرنا۔ جس طرح بے دین سائنسدان ایٹم کے حوالے سے کہتے ہیں کہ دنیا کو پیدا کرنے والا کوئی نہیں مادہ خود بخود اپنی حالت بدلتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری رہے گا اور اس کی کوئی ابتدا اور انتہا نہیں۔ مشرک یہ کہہ کر ''اللہ'' کی ذات اور صفات کا انکار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی ریاضت سے خوش ہو کر انہیں اپنی خدائی میں شامل کر رکھا ہے۔ اسی طرح کافر اپنے کفر اور مشرک اپنے شرک پر اصرار کرتا ہے۔

{ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ } (الانعام:۵۹)

''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی تر اور خشک دانہ نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

مسائل

۱۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کی من گھڑت تاویلیں کرتے ہیں حقیقت میں وہ کج روی کا شکار ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے کسی کی نیت اور عمل پوشیدہ نہیں رہتا۔

۳۔ کیا جہنم کی آگ میں جانا بہتر ہے یا ہر قسم کے خوف سے مامون ہونا بہتر ہے؟

۴۔ لوگ جو بھی عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا اور جانتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور دیکھتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی خیانت کو جانتا ہے۔(البقرۃ:۱۸۷)

۲۔ ہر ایک کی نماز اور تسبیح اللہ جانتا ہے۔(النور:۴۱) ۳۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے۔(المائدۃ:۷)

۴۔ اللہ پر بھروسہ کیجیے کیونکہ وہ سنتا اور جانتا ہے۔(الانفال:۶۱)

۵۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔(النور:۱۸) ۶۔ اللہ دیکھنے والا ہے جو لوگ عمل کرتے ہیں۔(آل عمران:۱۶۳)

۷۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے۔(الحجرات:۱۶)

۸۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے باطن اور ظاہر کو جانتا ہے وہی غیب کو جاننے والا ہے۔(التوبۃ:۷۸)

۹۔ کیا آپ نہیں جانتے اللہ آسمان و زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔(الحج:۷۰)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان نہ کرو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(النحل:۷۴)

۱۱۔ اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات سے واقف ہے۔(البقرۃ:۲۳۵)

۱۲۔ اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔(البقرۃ:۲۳۳)

۱۳۔ اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہی تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔(آل عمران:۱۵۶)

۱۴۔ بے شک جو لوگ عمل کرتے ہیں اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔(ھود:۱۱۱)

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِالذِّكْرِ	لَمَّا	جَآءَهُمْ ۚ	وَاِنَّهٗ
بلاشبہ	جولوگ	انہوں نے کفر کیا	ذکر کے ساتھ	جب	وہ آیا ان کے پاس	اور بے شک وہ
لَكِتٰبٌ	عَزِيْزٌ ۙ﴿۴۱﴾	لَّا	يَاْتِيْهِ	الْبَاطِلُ	مِنْۢ	بَيْنِ يَدَيْهِ
البتہ کتاب ہے	بلند مرتبہ	نہیں	آسکتا اس کے پاس	باطل	سے	اس کے آگے
وَلَا	مِنْ	خَلْفِهٖ ؕ	تَنْزِيْلٌ	مِّنْ	حَكِيْمٍ	
اور نہ	سے	اس کے پیچھے	نازل کردہ ہے	سے	حکمت والے	
حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾	مَا	يُقَالُ	لَكَ	اِلَّا	مَا	قَدْ
قابلِ تعریف	نہیں	کہا جاتا	آپ سے	مگر	وہ جو	تحقیق
قِيْلَ	لِلرُّسُلِ	مِنْ قَبْلِكَ ؕ	اِنَّ	رَبَّكَ	لَذُوْ مَغْفِرَةٍ	وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾
کہا گیا	رسولوں سے	آپ سے پہلے	بے شک	آپ کا رب	بخشش والا	اور دردناک عذاب والا ہے

''بے شک جن لوگوں کے پاس نصیحت آئی اور انہوں نے اُسے ماننے سے انکار کیا، حالانکہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔(۴۱) نہ باطل اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے آسکتا ہے یہ اللہ حکمت والے اور قابلِ تعریف کی طرف سے نازل کردہ ہے۔(۴۲) اے نبی آپ کو جو باتیں کہی جارہی ہیں یہی باتیں آپ سے پہلے رسولوں کو کہی جا چکی ہیں، بے شک آپ کا رب بہت درگزر کرنے والا اور سخت عذاب دینے والا ہے۔''(۴۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جولوگ اللہ کی آیات میں کج روی تلاش کرتے ہیں درحقیقت وہ اپنے رب کی نصیحت کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور قیامت قائم ہونے کے سینکڑوں دلائل دیئے ہیں اور بار بار لوگوں کو سمجھایا ہے کہ تمہاری بہتری اسی بات میں ہے کہ تم اپنے رب کے ارشادات کو قبول کرو اور ان کے مطابق عمل کرتے رہو۔ اور یقین کرو کہ قیامت کے دن تمہیں اپنے کیے کا حساب دینا ہے لیکن لوگ اپنے رب کی نصیحت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس قرآنِ عزیز پہنچ چکا ہے جس پر باطل کسی اعتبار سے دخل انداز نہیں ہوسکتا۔ یہ قرآن اس رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو بڑا ہی حکمت والا اور صاحبِ تعریف ہے۔ اے رسول ﷺ! آپ کے بارے میں وہی باتیں کہی جاتیں ہیں جو آپ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کو کہی گئی ہیں۔ آپ کا رب بخشنہار بھی ہے اور سخت عذاب دینے والا بھی۔ قرآن مجید کے بارے میں کفار کئی قسم کے الزمات لگاتے تھے جن میں ایک الزام یہ تھا کہ اس شخص کو یہ باتیں شیطان القاء کرتا ہے جس کی یہ کہہ کر تردید کی گئی ہے۔

{ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ }

(الشعراء:۲۱۰تا۲۱۲)

''اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اترے نہ یہ کام ان کو لائق ہے اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں وہ تو اس کو سننے سے بھی دور کر دیئے گئے ہیں۔''

اتنی کھلی وضاحت کے باوجود کفار بار بار یہ الزام دہراتے تھے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں یہ تو اس پر شیطان القاء کرتے ہیں اس پر آپ ﷺ کو دو انداز میں تسلی دی گئی۔ اے نبی ﷺ آپ کو اس پر زیادہ افسردہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آپ اس معاملے میں اکیلے نہیں بلکہ آپ سے پہلے جتنے رسول گزر چکے ہیں۔ انکے بارے میں بھی ان کے مخالف ایسی ہی بے ہودہ باتیں کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کا رب لوگوں کو مہلت پر مہلت دیئے جاتا ہے کیونکہ وہ گناہوں کو بخشنے والا ہے اور جو لوگ کفر و شرک سے باز نہیں آئیں گے انہیں سخت سزا دینے والا ہے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید ہر اعتبار سے باطل کی آمیزش سے پاک ہے۔ ۲۔ قرآن مجید عظیم المرتبت کتاب ہے۔
۳۔ قرآن مجید کو اللہ حکمت والے اور ہمہ صفت موصوف نے نازل کیا ہے۔
۴۔ جو الزامات اور باتیں نبی ﷺ کے بارے میں کی گئیں ایسی ہی یا وہ گوئی پہلے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی کی گئی تھی۔
۵۔ اللہ تعالیٰ بخشنہار بھی ہے اور سخت عذاب دینے والا بھی۔

تفسیر بالقرآن

پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں کفّار کی یاوہ گوئی:

۱۔ حضرت نوح کی قوم کے لوگ ان کے پاس سے گذرتے تھے تو وہ ان سے مذاق کرتے تھے۔ (ہود:۳۸)
۲۔ یہ لوگ مذاق کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (التوبۃ:۷۹)
۳۔ جب ہماری نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت:۱۴)
۴۔ ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا مگر وہ اس کے ساتھ استہزاء کرتے تھے۔ (الزخرف:۷)
۵۔ لوگوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جب بھی رسول آیا تو انہوں نے ان کے ساتھ استہزاء کیا۔ (یٰس:۳۰)
۶۔ جب بھی ان کے پاس آپ سے پہلے رسول آئے انہوں نے انہیں جادوگر اور مجنوں قرار دیا۔ (الذاریات:۵۲)

وَلَوْ	جَعَلْنٰهُ	قُرْاٰنًا	اَعْجَمِيًّا	لَّقَالُوْا	لَوْ
اوراگر	ہم کرتے اس کو	قرآن	عجمی	توالبتہ وہ کہتے	کیوں
لَا	فُصِّلَتْ	اٰيٰتُهٗ ؕ	ءَاَعْجَمِيٌّ	وَّعَرَبِيٌّ ؕ	قُلْ	هُوَ
نہیں	کھول کر بیان کی گئیں	اس کی آیتیں	کیا عجمی	اور عربی	آپ فرمادیجیے	یہ
لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	هُدًى	وَّشِفَآءٌ ؕ	وَالَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ
ان لوگوں کے لیے	جوایمان لائے	ہدایت	اورشفا ہے	اوروہ لوگ جو	نہیں	ایمان لاتے
فِيْٓ	اٰذَانِهِمْ	وَقْرٌ	وَّهُوَ	عَلَيْهِمْ	عَمًى ؕ
میں	ان کے کانوں	ڈاٹ ہے	اوروہ	ان کے حق میں	اندھاپن ہے
اُولٰٓئِكَ	يُنَادَوْنَ	مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾
یہ لوگ	پکارے جاتے ہیں	دور جگہ سے

''اگر ہم قرآن کو کسی دوسری زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں۔کیسی عجیب بات ہے کہ کلام عجمی ہے اور مخاطب عربی ہیں۔انہیں فرمائیں کہ ایمان لانے والوں کے لیے قرآن ہدایت اور شفاء ہے،مگر جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں کے لیے بوجھ اور ان کی آنکھوں کے لیے پردہ ہے،اُن کا حال تو ایسا ہے جیسے اُن کو دور سے پکارا جارہا ہو۔''(۴۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن مجید کے بارے میں کفّار کی ایک اور یاوہ گوئی۔

اس سے پہلے آیت ۴۰ اور ۴۱ میں بتایا گیا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کی غلط توجیح کرتے ہیں اور اس کی نازل کردہ نصیحت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس میں کسی باطل کی کسی حوالے سے بھی آمیزش نہیں ہے،کفار یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کسی غیر عربی پر نازل ہونا چاہیے تھا۔اگر ہم اسے غیر عربی میں نازل کرتے تو یہ اعتراض کرتے کہ ہم عربی ہیں اور قرآن مجید کی زبان عجمی ہے ہم اسے سمجھیں تو کسی طرح؟ یہ عربی میں ہونا چاہیے تھا تاکہ اس کی زبان اور احکام کو ہم اچھی طرح سمجھ جاتے۔

درحقیقت ان کی نیت میں خرابی ہے جس بنا پر یہ ایک ہی وقت میں متضاد قسم کے اعتراضات کرتے ہیں ان کے دلوں میں کفر کا مرض ہے جس وجہ سے یہ قرآن مجید کو من جانب اللہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں،انہیں فرمادیجیے کہ جو لوگ اخلاصِ نیت کے ساتھ قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں ان کے لیے قرآن ہدایت کا سرچشمہ ہونے کیساتھ شفا بھی ہے۔اللہ

تعالیٰ قرآن کے ذریعے لوگوں کی راہنمائی کرتا اور ان کے دلوں کو کفر وشرک کے مرض سے پاک کرتا ہے لیکن جو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل اس کی تلاوت سے بوجھ محسوس کرتے ہیں اور ان کی آنکھیں اور دل اندھے ہو چکے ہیں۔اس وجہ سے قرآن مجید کی دعوت ان کے لیے اس طرح ہے جس طرح کسی شخص کو دور سے آواز دی جائے تو اس کے لیے اس بات کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

{ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ } (البقرہ:۱۷۱)

''کفار کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جو چرواہے کی صرف پکار اور آواز سنتے ہیں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، انہیں عقل نہیں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عربی میں نازل کیا ہے۔ ۲۔قرآن مجید عربی میں اس لیے نازل کیا گیا کیونکہ نبی ﷺ عربی تھے۔

۲۔ عربی ہر دور میں جامع اور پُرکشش زبان رہی ہے اور رہے گی۔

۳۔ قرآن مجید کو نہ ماننے والے لوگ اس پر بے ہودہ اعتراض کرتے ہیں۔

۴۔ قرآن مجید پر ایمان نہ لانے والا حقیقت میں اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید اور ہدایت کے بارے میں اندھے بہرے لوگ:

۱۔ کفار کی مثال اندھے بہرے کی طرح ہے۔(ھود:۲۴)

۲۔ ''اللہ'' کی آیات کی تکذیب کرنے والے اندھے بہرے ہیں۔(الانعام:۳۹)

۳۔ کانوں آنکھوں کا صحیح استعمال نہ کرنے والے لوگ جانوروں سے بدتر ہیں۔(الاعراف:۱۷۹)

۴۔ اندھے بہرے لوگ عقل نہیں رکھتے۔(البقرۃ:۱۷۱)

۵۔ اندھے بہرے لوگ ہدایت کی طرف نہیں آتے۔(البقرۃ:۱۸)

۶۔ نبی کریم ﷺ بھی اندھے بہرے لوگوں کو ہدایت نہیں دے سکتے تھے۔(الروم:۵۲)

۷۔ جہنمی کہیں گے کہ کاش ہم صحیح بات سُنتے اور عقل سے کام لیتے اور جہنم میں داخل نہ ہوتے۔(الملک:۱۰)



وَلَقَدْ	اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	فَاخْتُلِفَ	فِيْهِ ؕ
اور البتہ تحقیق	ہم نے دی	موسیٰ کو	کتاب	تو اختلاف کیا گیا	اس میں
وَلَوْ	لَا	كَلِمَةٌ	سَبَقَتْ	مِنْ	رَّبِّكَ	لَقُضِيَ
اور اگر	نہ	ایک بات	پہلے سے ہو چکی ہوتی	سے	آپ کے رب	تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا
بَيْنَهُمْ ؕ	وَاِنَّهُمْ	لَفِيْ	شَكٍّ	مِّنْهُ	مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾	مَنْ
ان کے درمیان	اور بے شک وہ ہیں	البتہ میں	شک	اس سے	جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے	جس نے
عَمِلَ	صَالِحًا	فَلِنَفْسِهٖ	وَمَنْ	اَسَآءَ	فَعَلَيْهَا ؕ
عمل کیا	نیک	تو اس کے اپنے لیے ہے	اور جس نے	برا کیا	تو اسی پر ہے
وَمَا	رَبُّكَ	بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾		
اور نہیں ہے	آپ کا رب	ظلم کرنے والا	بندوں پر		

''تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اس کے ساتھ بھی اختلاف کیا گیا، اگر آپ کے رب نے پہلے سے یہ بات طے نہ کی ہوتی تو اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کے بارے میں پریشان کن شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۴۵) جو نیک عمل کرے گا وہ اپنے ہی لیے کرے گا جو بُرائی کرے گا اس کا وبال اُسی پر ہوگا آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔'' (۴۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لانے والوں کا صرف قرآن کے بارے میں یہ رویہ نہیں بلکہ ایسے لوگوں کا تورات کے بارے میں بھی یہی رویہ تھا۔

قرآن مجید سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں میں سب سے جامع اور مفصّل کتاب تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اس کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا کچھ لوگ اس پر ایمان لائے اور باقی نے انکار کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ طے شدہ نہ ہوتا تو دنیا میں ہی ان کا فیصلہ کر دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے طے کر رکھا ہے کہ لوگوں کو دنیا میں اچھے، بُرے عمل کے لیے مہلت دی جائے اور آخرت میں حساب و کتاب کیا جائے اس مہلت کی وجہ سے ہی لوگوں نے تورات کے بارے میں اختلاف کیا اور اسی مہلت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ لوگ قرآن اور قیامت کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں بالآخر قیامت کے دن ان لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا لیکن کسی پر کوئی زیادتی نہ ہوگی کیونکہ آپ کا رب اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتا۔ مکہ والوں کے سامنے یہ حقیقت بالکل واضح ہو چکی تھی کہ یہ قرآن من جانب اللہ ہے

اوراس کے دلائل نا قابلِ تردید ہیں۔ یہ بات ان کے دلوں میں سخت اضطراب پیدا کیے ہوئے تھی لیکن ضد کی بنا پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے۔ یاد رہے کہ جو کتاب اللہ کو نہیں مانتا وہ یقین کی دولت سے بھی دامن ہوتا ہے جو یقین کی دولت سے محروم ہوتا ہے وہ ذہنی کشمکش کا شکار رہتا ہے۔ جسے یوں بھی بیان کیا گیا ہے یہ لوگ اپنی سرکشی میں پریشان پھرتے ہیں۔ (البقرۃ: ۱۵) یہ کیفیت انسان کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے قیامت پر یقین ہی انسان کو نیکی میں اطمینان دلاتا اور برائی سے خوف پیدا کرتا ہے یہ خوف بھی آدمی کے لئے اطمینان کا باعث بنتا ہے لہٰذا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے گا اس کے اعمال کا اسے ہی فائدہ ہوگا جس نے ایمان لانے سے انکار کیا اور بُرے اعمال کرتا رہا وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا۔

«عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَاعِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا»

(رواہ مسلم: کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے میرے بندو! یقیناً میں نے اپنے آپ پر ظلم کرنا حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیتا ہوں پس تم آپس میں ظلم نہ کیا کرو۔''

مسائل

۱۔ جس طرح لوگ قرآن مجید کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اسی طرح تورات کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا تھا۔
۲۔ کتاب اللہ اور اس کی تعلیم کے بارے میں اختلاف کرنے والے ہمیشہ اضطراب میں رہتے ہیں۔
۳۔ نیکی کا فائدہ اور برائی کا نقصان اس کے کرنے والے کو ہی ہوگا۔ ۴۔ ربِ کریم اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتا۔

تفسیر بالقرآن

ربِ کریم اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتے:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (التوبۃ: ۷۰)
۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ (الروم: ۹)
۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (یونس: ۴۴)
۴۔ قیامت کے دن لوگ اپنے اعمال کو اپنے روبرو پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ (الکھف: ۴۹)
۵۔ قیامت کے دن انصاف کا ترازو قائم کیا جائیگا اور کسی پر کچھ ظلم نہیں ہوگا۔ (الانبیاء: ۴۷)
۶۔ آج کے دن کسی پر ظلم نہیں کیا جائیگا اور ہر کسی کو اس کے اعمال کا صلہ دیا جائیگا۔ (یٰس: ۵۴)
۷۔ اللہ تعالیٰ بلاوجہ عذاب نہیں دیتا۔ (النساء: ۱۴۷) ۸۔ اللہ تعالیٰ ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ (النساء: ۴۰)

اِلَيْهِ	يُرَدُّ	عِلْمُ	السَّاعَةِ ؕ	وَمَا	تَخْرُجُ	مِنْ
اسی کی طرف	لوٹایا جاتا ہے	علم	قیامت کا	اورنہیں	نکلتا	سے
ثَمَرٰتٍ	مِّنْ	اَكْمَامِهَا	وَمَا	تَحْمِلُ	مِنْ	اُنْثٰى
پھل	سے	اپنے غلافوں	اورنہیں	حاملہ ہوتی	سے	مادہ
وَلَا	تَضَعُ	اِلَّا	بِعِلْمِهٖ ؕ	وَيَوْمَ	يُنَادِيْهِمْ	اَيْنَ
اورنہ	وہ جنتی ہے	مگر	اس کے علم سے	اورجس دن	وہ انہیں پکارے گا	کہاں ہیں

''قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف راجع ہوتا ہے، جو شگوفوں سے نکلنے والے پھل اس کے علم میں ہیں، اُسی کو معلوم ہے کہ کونسی مادہ حاملہ ہوئی ہے اور کس نے بچہ جنا ہے، پھر جس دن وہ ان لوگوں کو پکارے گا کہ کہاں ہیں۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو شخص کتاب اللہ کے بارے میں شک کرتا ہے وہ قیامت کے بارے میں بھی شک کا شکار ہوتا ہے۔

قرآن مجید کا اسلوبِ بیان خطاب برائے خطاب نہیں، قرآن انسان کی ہر پہلو پر راہنمائی کرتے ہوئے اس کی توجہ حقیقت پر مرکوز رکھتا ہے۔ قرآن کے بنیادی مضامین تین ہیں۔ توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کی ترغیب دینا ہے۔ فکرِ آخرت کو اس لیے بنیادی عقائد میں شامل کیا ہے کہ اس کے سوا آدمی کو نہ نیکی کرنے میں حوصلہ ملتا ہے اور نہ ہی برائی کرنے میں خوف محسوس ہوتا ہے۔ اس لیے توحید و رسالت کی تسلیم و اطاعت کے لیے آخرت کا احساس دلایا جاتا ہے اہلِ مکہ کی غالب اکثریت قیامِ آخرت کی منکر تھی جس بنا پر وہ نبی معظم ﷺ سے بار بار سوال کرتے کہ جس قیامت سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے وہ کب برپا ہوگی؟ قرآن مجید نے اس سوال کے کئی جواب دیئے ہیں۔ اس موقع پر صرف یہ ارشاد فرمایا کہ جس قیامت کے بارے میں تم استفسار کرتے ہو اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یاد رکھو کہ کوئی پھل اپنے خوشے سے نہیں نکلتا اور نہ ہی کوئی مامتا اپنے بچے کو جنم دیتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کو اس کا مکمل علم ہوتا ہے جس قیامت کا تم انکار کرتے ہو اس کا علم بھی اسی کے پاس ہے اس دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو حکم فرمائے گا کہ جنہیں تم میرا شریک بناتے تھے وہ کہاں ہیں؟ آج انہیں سامنے لایا جائے۔ قبروں کے پجاری، بتوں کے مجاور، بزرگوں اور حکمرانوں کے پرستار عرض کریں گے۔ بارِ الٰہا! ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔ قیامت کا جواب دینے کے بعد پھل کا اپنے خوشے سے نکلنا اور مامتا کا بچے کو جنم دینے کا اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ منکرینِ قیامت کو احساس ہو کہ جس طرح کوئی انسان ماں کے رحم سے جنم لینے والے بچے اور خوشے سے نکلنے والے پھل کے بارے میں حقیقی علم نہیں رکھتا۔ اسی طرح ہی قیامت کے بارے میں

شُرَكَآءِیْ ۙ	قَالُوْٓا	اٰذَنّٰكَ ۙ	مَا	مِنَّا	مِنْ شَهِیْدٍ ﴿٤٧﴾
میرے شریک	وہ کہیں گے	ہم آپ سے عرض کر چکے	نہیں	ہم سے	کوئی گواہ
وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا	يَدْعُوْنَ	مِنْ قَبْلُ
اور گم ہو جائیں گے	ان سے	جو	تھے	وہ پکارتے	اس سے پہلے
وَظَنُّوْا	مَا	لَهُمْ	مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾		
اور وہ گمان کریں گے	نہیں	ان کے لیے	کوئی بھاگنے کی جگہ		

میرے وہ شریک۔ یہ کہیں گے ہم عرض کر چکے ہیں آج ہم میں سے کوئی اس کی گواہی دینے والا نہیں ہے۔(۴۷) اس وقت وہ تمام معبودان سے گم ہو جائیں گے جنہیں وہ اس سے پہلے پکارتے تھے، اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لیے اب کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔''(۴۸)

اسے کچھ علم نہیں ہوتا۔ جو ذات بیج سے خوشہ اور خوشے سے پودا پھر پودے سے پھل نکالتی ہے اور جو ماں کے رحم سے بچہ کو مختلف مراحل سے گزار کر پیدا کرتی ہے اور تم اس عمل اور حقیقت کو مانتے ہو اسی ذات کا فرمان ہے کہ قیامت ہر صورت قائم ہو کر رہے گی۔ جنہیں تم اس کا شریک بناتے اور سمجھتے ہو وہ قیامت کے دن تمہیں ''اللہ'' کی گرفت سے چھڑا نہیں سکیں گے جب قیامت قائم ہو گی تو تمہاری حالت یہ ہو گی کہ تم اس بات کا اقرار کرو گے کہ جنہیں ہم دنیا میں اپنا سہارا سمجھتے تھے آج وہ ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ اس وقت تمہیں یقین ہو جائے گا کہ آج ہماری کسی طرح نجات نہیں ہو سکتی نہ ہی بھاگنے کی جگہ ہو گی یہاں مشرک کے بنائے ہوئے شریکوں کے لیے "ضَلَّ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ "ضَلَّ" کا معنیٰ ہے گم ہو جانا، بھول جانا، راستے سے بھٹک جانا، دین سے پھر جانا۔ قیامت کے مراحل میں ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا کہ رب ذوالجلال کے جلال کی وجہ سے مشرکوں کو ان کے شریک بھول جائیں گے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہو گی۔
۲۔ کوئی نہیں جانتا کہ پھل پکے گا یا پہلے ہی ضائع ہو جائے گا۔
۳۔ کوئی ماں نہیں جانتی کہ وہ کب صاحب امید ہو گی اور کیسا بچہ جنم دے گی۔
۴۔ قیامت کے دن مشرک اپنے مشکل کشاؤں کو بھول جائیں گے۔ ۵۔ قیامت کے دن مشرکوں کی نجات نہ ہو گی۔

لَا	يَسْـَٔمُ	الْاِنْسَانُ	مِنْ	دُعَآءِ	الْخَيْرِ ۫	وَاِنْ
نہیں	تھکتا	انسان	سے	مانگنے	بھلائی کو	اور اگر
مَّسَّهُ	الشَّرُّ	فَيَـُٔوْسٌ	قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾	وَلَئِنْ	اَذَقْنٰهُ
اسے پہنچے	تکلیف	تو مایوس	بہت ناامید ہوتا ہے	اور البتہ اگر	ہم چکھائیں اسے
رَحْمَةً	مِّنَّا	مِنْۢ	بَعْدِ	ضَرَّآءَ	مَسَّتْهُ	لَيَقُوْلَنَّ
رحمت	اپنی طرف سے	سے	بعد	تکلیف کے	اسے پہنچی	تو وہ یقیناً کہتا ہے
هٰذَا	لِيْ ۙ	وَمَآ	اَظُنُّ	السَّاعَةَ	قَآئِمَةً ۙ	وَّلَئِنْ
یہ تو	میرے لیے ہے	اور نہیں	میں گمان کرتا	قیامت کو	قائم ہونے والی	اور البتہ اگر
رُّجِعْتُ	اِلٰى	رَبِّيْٓ	اِنَّ	لِيْ	عِنْدَهٗ	لَلْحُسْنٰى ۚ
میں لوٹایا گیا	طرف	اپنے رب کی	بلاشبہ	میرے لیے	اس کے پاس	البتہ بھلائی ہے

''انسان بھلائی کی دعا مانگتے ہوئے کبھی نہیں تھکتا اور جب اس پر کوئی آفت آتی ہے تو مایوس اور دل شکستہ ہو جاتا ہے۔(۴۹) ہم اسے تکلیف کے بعد اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں اسی کا حقدار تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آئے گی، اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف لٹایا گیا تو وہاں بھی میرا انجام بہتر ہوگا۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: مشرک کے شرک کی بنیادی وجہ مفاد پرستی اور جلد بازی کرنا ہے۔

مشرک کی طبیعت میں ہمیشہ مفاد پرستی اور جلد بازی کا عنصر غالب رہتا ہے مشرک دنیا کے بارے میں بڑا حریص ہوتا ہے اس لئے معمولی آزمائش اور نقصان برداشت نہیں کرسکتا ہمیشہ دنیا کیلئے ہی دعائیں کرتا رہتا ہے۔(البقرۃ:۲۰۰)

مشرک کو تکلیف پہنچے اور اس کی دعا جلد قبول نہ ہو تو یہ اپنے رب سے ہی مایوس ہو جاتا ہے، مایوسی کے عالم میں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے نواز دے تو سمجھتا ہے کہ یہ میری کوشش کا نتیجہ ہے بسا اوقات اپنی زبان سے بھی کہتا ہے کہ میری تکلیف اس لیے رفع ہوئی کہ میں نے اس کے لیے بہتر منصوبہ بندی اختیار کی اور بروقت اس کا علاج کرلیا ہے۔ مشرکانہ عقیدہ اور دنیا پرستی کی وجہ سے اس کا مستقل ذہن بن جاتا ہے بالخصوص ان لوگوں کا جو کئی نسلوں سے دولت مند ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا نظام اس طرح ہی چلتا رہے گا بالفرض اگر قیامت قائم ہوگئی تو وہاں بھی ہمیں دوسروں پر برتری حاصل ہوگی یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمیں طویل سے طویل تر زندگی دی جائے یہاں تک کہ ہم ہزار سال زندہ رہیں حالانکہ طویل زندگی انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ

پھر ہم ضرور بتلائیں گے ان کو جنہوں نے کفر کیا ساتھ اس کے جو انہوں نے عمل کیے اور ہم ضرور چکھائیں گے ان کو

مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى

سے عذاب سخت اور جب ہم احسان کرتے ہیں پر

الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ

انسان وہ منہ موڑ لیتا ہے اور دور ہو جاتا اپنے پہلو کے ساتھ اور جب اسے پہنچتی ہے تکلیف

فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾

تو دعائیں کرنے والا لمبی چوڑی

کفر کرنے والوں کو یقیناً ہم بتا کر رہیں گے کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں اور انہیں ہم بڑے سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔(۵۰) انسان کو جب ہم نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ پھیرتا ہے اور اکڑ جاتا ہے، اور جب اُسے کوئی آفت آتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔''(۵۱)

{ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ } (البقرة:۹۶)

''آپ انہیں سب سے زیادہ دنیا کی زندگی کا حریص پائیں گے۔ یہ حرص مشرکوں سے بھی زیادہ ہے ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ کاش اسے ایک ہزار سال کی عمر دی جائے حالانکہ یہ عمر بھی انہیں عذاب سے نہیں چھڑا سکتی۔ اللہ تعالیٰ اچھی طرح دیکھ رہا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔''

ایسے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ملے تو منہ پھیر لیتا ہے اور ناشکری کرتا ہے تکلیف پہنچے تو لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے۔ یہ حالت اس شخص کی ہوتی ہے جو رسمی طور پر اسلام کا نام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کافر گردانا ہے جنہیں سخت اور شدید عذاب دیا جائے گا۔

«عَنْ خَبَّابٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ سَيْفًا، فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لاَ أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قُلْتُ لاَ أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ، ثُمَّ يُحْيِيَكَ قَالَ إِذَا أَمَاتَنِي اللَّهُ ثُمَّ بَعَثَنِي، وَلِي مَالٌ وَوَلَدٌ فَأُنْزَلَ اللَّهُ ﴿أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾»

(رواه البخاری: کتاب التفسیر، باب قَوْلِهِ ﴿أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا﴾)

''حضرت خباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار تھا میں نے عاص بن وائل سہمی کے لیے تلوار بنائی اس کے پاس

مزدوری لینے کے لیے گیا تو اس نے کہا میں اس وقت تک تجھے تیری اجرت نہیں دوں گا جب تک تو محمد ﷺ کی رسالت کا انکار نہ کردے میں نے کہا اللہ تجھے موت دے پھر زندہ کرے میں پھر بھی محمد ﷺ کی نبوت کا انکار نہیں کروں گا اس نے کہا جب اللہ تعالیٰ میری موت کے بعد مجھے زندہ کرے گا تو اس وقت بھی میرے پاس مال ہوگا لہٰذا میں قیامت کے دن تیری اُجرت ادا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی کہ کیا اسے غیب کا علم ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کر رکھا ہے کہ اسے آخرت میں بھی اچھا مقام اور مال دیا جائے گا۔'' بظاہر یہ خاص شخص کا واقعہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بے شمار لوگ یہ ذہن رکھتے ہیں اس لیے ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے۔

دنیادار کے مقابلے میں مؤمن کا کردار:

((عَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ)) (رواہ مسلم: کتاب الزہد والرقائق، باب المؤمن أمرہ کلہ خیر)

''حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کے معاملات عجیب ہیں۔ اس کے تمام معاملات میں خیر ہے اور یہ صرف مومن کے لیے ہے اگر اس کو آسانی ملتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے یہ اسکے لیے بہتر ہے اور اگر اسے تنگدستی آتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''

مسائل

۱۔ مشرک اور کافر دنیا کے معاملے میں بڑا حریص ہوتا ہے۔ ۲۔ دنیادار شخص تکلیف کے وقت اپنے رب سے مایوس ہوجاتا ہے۔
۳۔ دنیادار شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر حاصل ہو تو وہ اسے اپنی لیاقت سمجھتا ہے۔
۴۔ دنیا پرست انسان کو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دے گا۔

تفسیر بالقرآن

دنیا پرست انسان کا انجام:

۱۔ جو لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں یہ دور کی گمراہی میں ہیں۔ (ابراہیم: ۳)
۲۔ جن لوگوں کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا قیامت کے دن ہم ان کو بھلا دیں گے۔ (الاعراف: ۵۱)
۳۔ یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی بے شک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (النحل: ۱۰۷)
۴۔ جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کو ترجیح دی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (النازعات: ۳۷ تا ۳۹)
۵۔ دنیا چاہنے والوں کو دنیا اور آخرت چاہنے والوں کو آخرت مل جائے گی۔ (آلِ عمران: ۱۴۵)

قُلۡ	اَرَءَيۡتُمۡ	اِنۡ	كَانَ	مِنۡ	عِنۡدِ	اللّٰهِ	ثُمَّ
فرما دیجیے	بھلا دیکھو تو	اگر	ہو وہ	سے	پاس	اللہ کے	پھر

كَفَرۡتُمۡ	بِهٖ	مَنۡ	اَضَلُّ	مِمَّنۡ	هُوَ	فِىۡ	شِقَاقٍ	بَعِيۡدٍ ﴿۵۲﴾
تم انکار کرو	اس کا	کون	زیادہ گمراہ	اس سے جو	وہ ہے	میں	مخالفت	دور والی

''اے نبی انہیں فرمائیں کہ کبھی تم نے سوچا ہے کہ اگر واقعی قرآن اللہ کی طرف سے ہے اور تم اس کا انکار کرتے رہے تو اس شخص سے بڑھ کر بھٹکا ہوا اور کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں دور نکل گیا ہو۔'' (۵۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے منکر دنیا کے فائدے کی خاطر قرآن مجید کی مخالفت کرتے ہیں۔

اس سے پہلے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہم انسان پر جب انعام کرتے ہیں تو وہ شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری اور اعراض کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سب سے بڑا انعام قرآن مجید کا نزول ہے جس میں انسان کی راہنمائی کا کامل اور اکمل انتظام کیا گیا ہے اکثر انسان اس پر ایمان لانے کی بجائے کفر اختیار کرتے ہیں جو شخص قرآن کا انکار کرتا ہے اس سے بڑا کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا۔

اے رسول ﷺ! ان لوگوں سے استفسار فرمائیں کہ جس قرآن اور اس کی تعلیمات کا انکار کرتے ہو اگر واقعی ہی یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور یقیناً اسی کا نازل کردہ ہے تم نے اسے نہ مانا اور اس کی مخالفت میں دور نکل گئے تو بتاؤ! اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا۔ قرآن مجید کے سمجھانے کا یہ بھی ایک اسلوب ہے کہ وہ انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ اے انسان! بار بار سوچ! کہ جس قرآن کا تو انکار کرتا ہے اگر وہ واقعی اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے تو پھر قیامت کے دن تیرا کیا حال ہوگا؟ قرآن مجید کا انکار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کئی قسم کے دلائل کے ساتھ سمجھایا ہے کہ یہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اس میں جن وانس کا کوئی عمل دخل نہیں یہ شیطان کی شیطنت سے ہر اعتبار سے محفوظ ہے اور نہ ہی یہ شاعرانہ کلام ہے اگر پھر بھی تمہیں یقین نہیں آتا تو سب کے سب جمع ہو کر قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت جیسی کوئی سورت بنا لاؤ لیکن تم ہرگز اس جیسا کلام نہیں بنا سکتے جب تم ایسا کر نہیں سکتے تو پھر اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں یہ منکرین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ (البقرۃ: ۲۳، ۲۴) اس انتباہ کے باوجود اگر تم انکار کیے جا رہے ہو تو یاد رکھو! جو قرآن کی مخالفت حدود پھلانگ کر کرتا ہے اس شخص سے بڑھ کر کوئی شخص گمراہ نہیں ہوسکتا۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔ ۲۔ قرآن کی مخالفت کرنے والا پرلے درجے کا گمراہ ہوتا ہے۔

سَنُرِيْهِمْ	اٰيٰتِنَا	فِى	الْاٰفَاقِ	وَفِىْٓ	اَنْفُسِهِمْ
عنقریب ہم ان کو دکھائیں گے	اپنی نشانیاں	میں	آفاق	اور میں	ان کے نفسوں
حَتّٰى	يَتَبَيَّنَ	لَهُمْ	اَنَّهُ	الْحَقُّ ؕ	اَوَلَمْ
یہاں تک کہ	واضح ہو جائے گا	ان کے لیے	کہ بے شک وہ	حق ہے	کیا نہیں
يَكْفِ	بِرَبِّكَ	اَنَّهٗ	عَلٰى	كُلِّ	شَىْءٍ	شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾
کافی	آپ کا رب	کہ بے شک وہ	پر	ہر	چیز	گواہ ہے

''ہم عنقریب انہیں آفاق اور ان کے اپنے نفوس میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ قرآن واقعی برحق ہے، کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (۵۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن کی مخالفت کرنے والوں کو ایک اور انتباہ۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان اور قوم کے لیے ایک حد مقرر کر رکھی ہے جب کوئی انسان اور قوم اس حد کو پھلانگ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے عتاب کا کوڑا حرکت میں آجاتا ہے اس وقت سے آگاہ کرنے کے لیے منکرینِ حق کو بتلایا ہے کہ ہم عنقریب انہیں آفاق اور ان کی ذات سے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر حق آشکارا ہو جائے گا یعنی اس وقت حق کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکیں گے لیکن اس وقت اعتراف اور اظہارِ حق کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اے نبی ﷺ! آپ اس یقین کے ساتھ اپنا کام کرتے جائیں کہ آپ کا رب ہر حال میں ہر چیز کو دیکھتا اور اس پر گواہ ہوتا ہے۔ اُفق کی جمع آفاق ہے جس کا معنیٰ حدِنگاہ یا آسمان کا کنارہ ہے اور نفس کی جمع نفوس یا اَنْفُس آتی ہے جس سے مراد تمام انسان ہیں لیکن یہاں انسان سے مراد کافر لوگ ہیں انہیں انتباہ کیا گیا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ انہی کے نفوس میں سے اور آفاق سے اپنی قدرت کی نشانیاں ظاہر کرے گا۔ اکثر مفسّرین نے آفاق سے مراد اسلام کی فتوحات لی ہیں اور وضاحت فرمائی ہے کہ فتوحات بذاتِ خود کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ دنیا میں ظالم اور فاسق قومیں ہوئیں اور صدیوں تک برسرِ اقتدار رہی ہیں لیکن اسلامی فتوحات کی خوبی یہ ہے کہ اس میں دیانت و امانت کا بول بالا ہوا، شرم وحیا نے اپنا مقام پایا اور مظلوم کا ہاتھ ظالم کے گریباں تک پہنچا اور عدل وانصاف قائم ہوا جس سے دنیا جنت کی نظیر پیش کرنے کے قابل ہوئی، اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی فتوحات ''اللہ'' کی قدرت اور اس کی رحمت کا کرشمہ تھیں جس بنا پر دنیا نے اسلام کے دامن میں سکون پایا مگر آفاق کی نشانیوں میں ان نشانیوں کو بھی شامل کرنا چاہیے جنہیں مکہ میں ظاہر کیا گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی انگلی کے اشارے سے مکہ والوں کے سامنے چاند دو ٹکڑے ہوا جس

کی شہادت دینے پر اہلِ مکہ مجبور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو مسجدِ حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ اور مسجد اقصیٰ سے لے کر آسمانوں کی سیر کروائی کفار نے مسجدِ اقصیٰ کی نشانیاں طلب کیں تو آپ ﷺ کے سامنے مسجدِ اقصیٰ پیش کر دی گئی آپ نے ایک ایک کر کے کفّار کے سوالات کا جواب دیا جس کے نتیجے میں انہیں خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی پتھروں نے دی، مکہ کے بڑے بڑے سردار میدانِ بدر میں تہہ تیغ ہوئے اور باقی نے اللہ کی وحدت، نبی ﷺ کی رسالت اور قرآن کی صداقت کو دل و جان سے قبول کیا۔ اس طرح ہمارے رب کا فرمان سچ ثابت ہوا اور قیامت تک اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلاتا رہے گا اس آیتِ مبارکہ کو سائنسی تجربات اور میڈیکل سائنس کے حوالے سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان اور بھی آشکارا ہو جاتا ہے۔ "فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"! اس لیے ہر انسان کو اپنے افکار اور اعمال کو قرآن وسنت کے تابع کر دینا چاہیے اور ہر دم یہ عقیدہ تازہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ آفاق، نباتات اور قدرت کے عجائبات کا ادراک کرنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں سو سائنسدانوں کے مشاہدات پر مشتمل کتاب ''اللہ'' موجود ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے نفوس اور آفاق میں سے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ دلائل اور اپنی قدرت کی نشانیوں سے حق کو واضح کرتا ہے۔
۳۔ ہر انسان کو ہر وقت یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز اور کام کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے:

۱۔ تم جو بھی عمل کرتے ہو وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ (یونس:۶۱) ۲۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو جاننے والا ہے۔ (یٰس:۷۹)
۳۔ جو لوگ جہالت کی وجہ سے برائی کرتے ہیں، پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں اللہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اللہ ہر چیز کو جانتا اور حکمت والا ہے۔ (النساء:۱۷)
۴۔ اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (النساء:۳۲)
۵۔ جو کچھ تم اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُس کو جانتا ہے۔ (النساء:۳۹)
۶۔ قیامت کا، بارش کے نازل ہونے کا، اور جو کچھ رحموں میں ہے اور انسان کل کیا کمائے گا اور اُسے کہاں موت آئے گی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ (لقمان:۳۴)
۷۔ فرشتوں نے کہا تو پاک ہے ہمیں اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھلایا ہے اور تو جاننے والا، حکمت والا ہے۔ (البقرۃ:۳۲)

اَلَآ	اِنَّهُمْ	فِيْ	مِرْيَةٍ	مِّنْ	لِّقَآءِ	رَبِّهِمْ ؕ
خبردار	بے شک وہ	میں	شک	سے	ملاقات	اپنے رب کی
اَلَآ	اِنَّهٗ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	مُّحِيْطٌ ﴿٥٤﴾ ع
خبردار	بے شک وہ	ہر	چیز کو	گھیرنے والا ہے

''خبردار وہ اپنے رب کی ملاقات میں شک کرتے ہیں یقیناً اللہ نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔'' (۵۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: کفار اپنے رب کی قدرتیں دیکھنے کے باوجود اس کی ذات اور ملاقات سے انکار کرتے ہیں۔

انسان کا ذہن آخرت کے فکر سے خالی ہو جائے تو وہ بڑے سے بڑے حقائق اور دلائل کو ٹھکراتا چلا جاتا ہے۔ یہی حالت اہلِ مکہ کی تھی ان کے سامنے اللہ کی الوہیّت کے دلائل پیش کیے جاتے تو وہ انہیں مسترد کر دیتے۔ نبی ﷺ کی رسالت کا ثبوت دیا جاتا تو وہ اسے مذاق کا نشانہ بناتے، فکرِ آخرت کی بات ہوتی تو اہلِ مکہ یہ کہہ کر انکار کرتے کہ جب انسان مر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے گا تو اسے کس طرح دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ دیکھیں یہ لوگ کس طرح اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں متردّد اور شک کا شکار ہیں کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو رب انہیں آفاق اور ان کے نفوس میں اپنی قدرتیں دکھلاتا ہے جن کے سامنے یہ لوگ بے بس ہو جاتے ہیں اور اکثر مرتبہ ان کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ پھر غور کرو! کہ جس نے زمین و آسمان، صحراء، دریا، شجر و حجر اور انسان کو پیدا کیا ہے کیا وہ انسان کو مارنے کے بعد اسے زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ بلاشبہ وہ اس بات پر قادر ہے اور اس نے انسان کو ہر صورت دوبارہ زندہ کرنے کے بعد اپنی بارگاہ میں حاضر کرنا ہے کوئی اس کا اقرار کرے یا انکار کرے اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر قادر ہے کیونکہ اس نے اپنے علم، اختیار اور اقتدار کے حوالے سے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ انسان جل کر مرے یا پانی میں تحلیل ہو جائے اللہ تعالیٰ ہر صورت اسے اپنے حضور حاضر کرے گا۔

مسائل

۱۔ آخرت کے منکر کے پاس کوئی عقلی اور نقلی دلائل موجود نہیں۔

۲۔ کوئی چاہے یا نہ چاہے اس کی اپنے رب کے ساتھ ملاقات ضرور ہوگی۔

۳۔ یقین کریں! کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

سورۃ الشّوریٰ کا تعارف

الشّوریٰ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی یہ ترپین (۵۳) آیات اور پانچ رکوعات پر مشتمل ہے اور حٰمٓ کے لفظ سے شروع ہونے والی یہ تیسری سورت ہے۔

ربطِ سورۃ: سورۃ حٰمٓ السجدہ کا اختتام اس بات پر ہوا کہ اگر قرآن مجید ''اللہ'' کی طرف سے نازل ہوا ہے اور یقیناً ہوا ہے تم اس کا انکار کرتے ہو تو پھر بتاؤ اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو جان بوجھ کر قرآنِ مجید کا انکار کرتا ہے الشوریٰ کا آغاز ان الفاظ سے ہوا کہ اے نبی ﷺ آپ پر اسی طرح ہی وحی کی جارہی ہے جس طرح آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی کی جاتی تھی وحی کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ اللہ کی توحید پر ایمان لاکر اس کے تقاضے پورے کیے جائیں جو لوگ توحید کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں ان پر مزید وقت صرف کرنے کی بجائے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کسی پر نگران اور پاسبان نہیں بنایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں سے امیدیں وابستہ رکھتے ہیں انہیں دیکھنا اور سوچنا چاہیے کہ جس رب پر ایمان لانے اور اس کی بات ماننے کا حکم دیا جاتا ہے اسی نے زمین وآسمان، انسان اور چوپاؤں کو پیدا کیا ہے اور وہی رزق کا بندوبست کرنے والا ہے یہ باتیں حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی کی گئیں لیکن ہر دور کے مشرک نے ان باتوں کا انکار کیا۔ اے نبی مشرک کا رویہ جو بھی ہو آپ کو یہی دعوت دینا اور اس پر استقامت اختیار کرنا ہے البتہ انہیں ارشاد فرمائیں کہ میں اس دعوت کے عوض میں رشتہ داری کے احترام کے سوا تم سے کسی بات کا مطالبہ نہیں کرتا۔

یاد رکھو جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ عارضی ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اپنے بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والا ہے۔ الشوریٰ کی آیت ۳۸ میں مسلمانوں کے اجتماعی نظام کی خوبی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا اجتماعی نظام آمریت کی بجائے شورائیت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس اجتماعیت کا تقاضا ہے کہ مسلمان باجماعت نماز کا اہتمام کرتے اور مال دار لوگ دوسروں پر خرچ کرتے ہیں اس سورت کا آغاز اس بات سے ہوا کہ قرآن مجید بھی اسی طرح وحی کے ذریعے نازل کیا جارہا ہے جس طرح پہلے انبیاء پر وحی کے ذریعے کتابیں نازل کی گئی تھیں۔ کفار کے الزام کے جواب میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ براہِ راست کلام فرمائے اس نے جس پر اپنا پیغام نازل فرمایا وہ وحی اور حجاب کے ذریعے ہی نازل کیا جاتا تھا اور اسی طرح ہی آپ پر وحی کی جاتی ہے، وحی سے پہلے آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ قرآن اور ایمان کیا ہیں؟ یہ تو اللہ کا کرم ہوا ہے کہ اُس نے آپ پر قرآن نازل کیا اور آپ کو صراطِ مستقیم کی رہنمائی فرمائی۔ آپ یاد رکھیں کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ کے ہاں مرتب شدہ ہے بالفاظ دیگر انجامِ کار ''اللہ'' کے ہاتھ میں ہے۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا — ٥
اٰيَاتُهَا — ٥٣

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

حٰمٓ ①	عٓسٓقٓ ②	كَذٰلِكَ	يُوْحِيْٓ	اِلَيْكَ	وَاِلَى
حٰمٓ	عٓسٓقٓ	اسی طرح	وحی کرتا ہے	آپ کی طرف	اور طرف
الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِكَ ۙ	اللّٰهُ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ③	
ان لوگوں کی جو	آپ سے پہلے تھے	اللہ	نہایت غالب	خوب حکمت والا ہے	
لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي
اسی کے لیے ہے	جو ہے	میں	آسمانوں	اور جو	میں
الْاَرْضِ ؕ	وَهُوَ	الْعَلِيُّ	الْعَظِيْمُ ④		
زمین	اور وہ	بلند ہے	بڑی عظمت والا		

''حٰمٓ (۱) عٓسٓقٓ (۲) اللہ غالب اور حکیم ہے جو اسی طرح آپ کی طرف وحی کرتا ہے جس طرح آپ سے پہلے رسولوں کی طرف وحی کرتا رہا ہے۔ (۳) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، وہ بلند و بالا اور بڑی عظمت والا ہے۔'' (۴)

فہم القرآن

سورہ حٰمٓ السجدہ کا اختتام اس بات پر ہوا کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے جو شخص اسکا انکار کرتا ہے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں سورۃ الشوریٰ کا آغاز اس بات سے ہو رہا ہے کہ جس طرح قرآن کی صورت میں آپ ﷺ کی طرف وحی کی جارہی ہے اسی طرح آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی کی جاتی تھی۔

حٰمٓ، عٓسٓقٓ حروفِ مقطعات میں سے ہیں ان کا معنیٰ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اے نبی ﷺ! ''اللہ'' ہی وحی کے ذریعے قرآن مجید آپ کی طرف نازل کر رہا ہے۔ جس طرح اس نے ابراہیم علیہ السلام پر صحائف، موسیٰ علیہ السلام پر تورات، داؤد علیہ السلام پر زبور اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر وحی بھیجی قرآن مجید اسی ذات نے نازل فرمایا ہے جو ہر کام کرنے پر غالب ہے اس کے ہر حکم میں دانش ہوتی ہے اور اس کے احکام محکم ہوتے ہیں وہی زمین و آسمانوں اور ان کی ہر چیز کا مالک ہے وہ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بلند و بالا اور عظیم تر ہے۔ یہاں پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف وحی بھیجنے کا ذکر فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ جن انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں تمہارا ایمان ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ وحی نازل کرتا تھا اسی طرح تمہارا ایمان ہونا چاہیے کہ وہی ''اللہ'' حضرت محمد ﷺ پر

وحی کے ذریعے قرآن نازل کر رہا ہے۔ اہلِ مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کچھ پیغمبروں کے بارے میں ایمان رکھتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی تھی۔ یہودی بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یقین رکھتے تھے اور رکھتے ہیں کہ ان پر وحی کی جاتی تھی اور وہ اللہ کے پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کا نام لیے بغیر ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح ان پر وحی کی جاتی تھی۔ اے نبی ﷺ! آپ پر بھی اسی طرح وحی کی جا رہی ہے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی یا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر ہیں ایسا ہرگز نہیں کیونکہ زمین و آسمان اور ان میں جو چیز ہے وہ اللہ کی ملکیت میں ہے اور اللہ اپنی ذات، صفات، اقتدار اور اختیار کے اعتبار سے بلند و بالا اور عظیم تر ہے۔ بار بار دلائل پیش کرنے کے باوجود یہ لوگ نہیں مانتے تو یہ اللہ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ انہیں مہلت دیے جا رہا ہے۔ جب پکڑنے پر آئے گا تو کوئی چیز اس کے سامنے مزاحم نہیں ہو سکے گی۔ ان آیات میں ایک طرف نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور دوسری طرف قرآن مجید کے مخالفوں کو انتباہ کیا گیا ہے کہ تم بلند و بالا اور عظیم تر ہستی کی دسترس سے باہر نہیں ہو اگر تم اپنی نافرمانیوں کے باوجود بچے ہوئے ہو تو یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ اس نے تمہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دے رکھی ہے۔

مسائل

۱۔ حٰمٓ، عٓسٓقٓ حروفِ مقطعات ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل فرمائی جس طرح پہلے انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل فرمائی تھی۔

۳۔ زمین و آسمان اور ان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ بلند بالا، عظیم تر، غالب اور حکمت والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مِلک ہے:

۱۔ ہدایت وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت قرار دے۔ (البقرۃ: ۱۲۰) ۲۔ ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے۔ (القصص: ۵۶)

۳۔ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ: ۲۱۳) ۴۔ اللہ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ (آلِ عمران: ۲۷)

۵۔ اللہ جسے چاہتا ہے معزز اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ (آلِ عمران: ۲۶)

۶۔ اللہ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ (الاحقاف: ۳۳) ۷۔ عزت ساری کی ساری اللہ ہی کے پاس ہے۔ (فاطر: ۱۰)

۸۔ اللہ سب کو موت دے کر دوسری مخلوق پیدا کر سکتا ہے۔ (النساء: ۱۳۳)

۹۔ ہر قسم کی عزت اللہ کے لیے ہے وہ سننے اور جاننے والا ہے۔ (یونس: ۶۵)

تَكَادُ	السَّمٰوٰتُ	يَتَفَطَّرْنَ	مِنْ	فَوْقِهِنَّ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ
قریب ہے کہ	آسمان	پھٹ جائیں	سے	ان کے اوپر	اور فرشتے
يُسَبِّحُوْنَ	بِحَمْدِ	رَبِّهِمْ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ	لِمَنْ	فِي الْاَرْضِ ؕ
تسبیح کرتے ہیں	حمد کے ساتھ	اپنے رب کی	اور مغفرت مانگتے ہیں	ان کے لیے جو ہیں	میں زمین
اَلَآ	اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْغَفُوْرُ	الرَّحِيْمُ ۝۵
خبردار	بے شک	اللہ	وہی	بڑا بخشنے والا	نہایت رحم کرنے والا ہے

''قریب ہے کہ آسمان ان پر پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور زمین والوں کے حق میں درگزر کی فریاد کرتے ہیں۔ سنو! یقیناً اللہ غفور ورحیم ہے۔'' (۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ اس قدر بلند وبالا اور عظیم تر ہے کہ وہ چاہے تو منکرینِ قرآن پر آسمان گرا دے، ایسا اس لیے نہیں کرتا کیونکہ وہ غفور الرّحیم ہے۔

منکرین حق قرآنِ مجید کا اس لیے انکار کرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی رسالت کو نہیں مانتے نبی ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کا انکار کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا ہے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے دعویٰ نبوت اپنی طرف سے نہیں کیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے یہ اعلان کروایا اور آپ پر قرآن نازل فرمایا۔ اس لیے قرآن اور نبی ﷺ کا انکار کرنا ربّ ذوالجلال کو (خاکم بدھن) جھوٹا کہنے کے مترادف ہے یہ اتنا سنگین گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ درگزر نہ فرماتا تو قریب تھا اور ہے کہ منکرین قرآن پر آسمان پھٹ پڑے اور اللہ کے ملائکہ اتر پڑیں جو ہر وقت اپنے رب کی شان کے لائق اس کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور ہر دم اہلِ زمین کے لیے اپنے رب کے حضور معافی کی درخواست کرتے ہیں، جس بنا پر اللہ تعالیٰ قرآن اور رسالت کے منکرین سے درگزر کرتا ہے مجرموں کو یاد ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بار بار معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ فرشتوں کے نازل کرنے کا مقصد مجرموں کو عذاب دینا یا پھر قیامت برپا کرنا ہے۔

حمد کی عظمت:

«عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ، خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ»

(رواہ البخاری: کتاب التوحید)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو کلمے رحمان کو بڑے پسند ہیں،

زبان سے ادا کرنے میں آسان اور وزن کے لحاظ سے بھاری ہیں۔''

«عَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَاٰنِ اَوْ تَمْلَأُ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ»

(رواہ مسلم: باب فَضْلِ الْوُضُوءِ)

''حضرت ابو مالک اشعری ﷺ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ذکر کرتے ہیں کہ پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے'' ''الحمدللہ'' کے الفاظ میزان کو بھر دیتے ہیں۔ ''سبحان اللہ'' اور ''الحمدللہ'' دونوں کلمے زمین و آسمان کو بھر دیتے ہیں۔''

استغفار کی فضیلت:

''حضرت ابو سعید خدری ﷺ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے پھر توبہ کے لیے ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے پوچھا کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے جواب دیا نہیں اس نے اسے بھی قتل کر دیا پھر مسئلہ پوچھنے کے لیے دوسرے عالم کے پاس گیا، اس شخص نے اُسے ایک بستی کی طرف رہنمائی کی۔ راستے میں اس کو موت نے آلیا وہ اپنے سینے کے بل گرا۔ اس شخص کے بارے میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو حکم دیا کہ مرنے والے کے قریب ہو جائے اور چھوڑی ہوئی بستی کو اس سے دوری کا حکم دیا پھر دونوں کے درمیان فاصلہ ناپنے کا حکم ہوا مرنے والا منزل مقصود کے بالشت بھر قریب پایا گیا اس لیے اس کو معاف کر دیا گیا۔'' (رواہ البخاری: باب حدیث الغار)

مسائل

۱۔ قریب ہے کہ منکرین قرآن پر آسمان ٹوٹ پڑے یا فرشتے اتر پڑیں۔ ۳۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بڑا رحیم ہے۔

۲۔ ملائکہ اپنے رب کی تسبیح پڑھنے کے ساتھ اہلِ زمین کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

استغفار کی برکات:

۱۔ حضرت یونس کی قوم کے سوا کسی قوم کو عذاب کے وقت ایمان لانے کا فائدہ نہ ہوا۔ (یونس: ۹۸)

۲۔ اللہ سے بخشش طلب کرو یقیناً وہ معاف کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔ (النساء: ۱۰۶)

۳۔ اگر تم استغفار کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بہتر صلہ دے گا۔ (ہود: ۳)

۴۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور اس کی طرف رجوع کرو میرا رب رحم کرنے اور شفقت فرمانے والا ہے۔ (ہود: ۹۰)

۵۔ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو یقیناً وہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ (المزمل: ۲۰)

وَالَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ	اللّٰهُ	حَفِيْظٌ
اور وہ لوگ	جنہوں نے بنالیے	سے	اس کے سوا	کارساز	اللہ	نگہبان ہے

عَلَيْهِمْ ۭ	وَمَآ	اَنْتَ	عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ ۝٦
ان پر	اور نہیں	آپ	ان پر	ذمہ دار

''جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں، اللہ ہی اُن پر نگران ہے، آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔'' (٦)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بخشنہار اور مہربان ''اللہ'' کو چھوڑ کر لوگ دوسروں کو اپنا کارساز اور خیر خواہ بناتے ہیں حالانکہ وہ سب پر نگران اور سب کا ذمہ دار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام گناہوں کو معاف کرنے والا اور ان کے جرائم سے درگزر فرمانے والا ہے۔ چاہیے تو یہ کہ ہر انسان ایسے مہربان کو اپنا کارساز اور خیر خواہ مانے مگر مشرک کی حالت یہ ہے کہ وہ ''اللہ'' بخشنہار اور مہربان کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا کارساز اور خیر خواہ سمجھتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر کسی پر نگران اور اس کی نیّت و عمل سے آگاہ ہے۔ اے رسول ﷺ! آپ اپنا کام کرتے جائیں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنایا ہے رسول کا کام لوگوں کو حق کا پیغام دینا ہے منوانا اس کی ذمہ داری نہیں۔ نبی کریم ﷺ صبح و شام پوری جانفشانی اور اخلاص کے ساتھ لوگوں کو توحید اور دینِ حق کی دعوت دیتے مگر مشرکین کی حالت یہ تھی کہ وہ کفر و شرک میں آگے بڑھے جا رہے تھے۔ اس صورتِ حال پر آپ ﷺ افسردہ اور دل گرفتہ ہو جاتے جس پر آپ کی طبیعت مضمحل ہو جاتی اس لئے آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کا ابلاغ کرنے کے لیے مبعوث فرمایا: ہے کسی پر پاسبان اور چوکیدار مقرر نہیں کیا۔

قرآن مجید نے مشرکین کے لیے کئی بار یہ لفظ استعمال کیا ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا اولیاء سمجھتے ہیں ولی کی جمع اولیاء ہے جس کا معنیٰ خیر خواہ اور دلی دوست ہے۔

مفسرین نے ولی کے مختلف معنیٰ و مفہوم بیان کیے ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

① جس کے کہنے پر آدمی چلے، جس کی ہدایات پر عمل کرے، اور جس کے مقرر کیے ہوئے طریقوں کی پیروی کرے۔

(النساء:١١٩، الاعراف: ٣، ٢٧، ٣٠)

② جس کی راہنمائی پر آدمی اعتماد کرے اور یہ سمجھے کہ وہ اسے صحیح راستہ بتانے اور غلطی سے بچانے والا ہے۔

(بنی اسرائیل: ٩٧، الکہف: ١٧، ٥٠، الجاثیۃ: ١٩)

③ جس کے متعلق آدمی عقیدہ رکھے کہ میں دنیا میں خواہ کچھ کرتا رہوں وہ مجھے اس کے برے نتائج سے بچا لے گا۔

(النساء: ۱۲۳، ۱۷۳، الانعام: ۵۱، الرعد: ۳۷، العنکبوت: ۲۲، الاحزاب: ۶۵، الزمر: ۳)

④ جس کے متعلق آدمی یہ سمجھے کہ وہ دنیا میں مافوق الفطرت طریقے سے اس کی مدد کرتا ہے، آفات ومصائب سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے روزگار دلواتا ہے، مرادیں برلاتا ہے اور ہر طرح کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔

(ہود: ۲۰، الرعد: ۱۶، العنکبوت: ۴۱)

بعض مقامات پر قرآن مجید میں ولی کا لفظ ان میں کسی ایک معنٰی میں استعمال کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر اس کے سارے ہی مفہوم مراد ہوتے ہیں۔ یہاں اللہ کے سوا دوسروں کو ولی بنانے سے مراد مذکورہ بالا چار یا کسی ایک معنٰی میں ان کو اپنا سرپرست بنانا اور حامی و مددگار سمجھنا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیوی وسائل کے تحت ایک حد تک انسان کو ایک دوسرے کا خیر خواہ اور کارساز بنایا ہے لیکن یہ کارسازی اور خیر خواہی انسان کے اپنے بس کی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو عام انسان تو درکنار جنم دینے والی ماں بھی اپنی اولاد کی خیر خواہی اور اس کی چارہ جوئی نہیں کرسکتی۔ ماں کے دل سے رحم کا جذبہ ختم ہوجائے تو اپنے ہی لختِ جگر کا گلا گھونٹ دیتی ہے، ماں بیماری کی وجہ سے لاچار ہوجائے تو جگر گوشے کو دودھ پلانا تو درکنار اسے آنکھیں کھول کر دیکھ بھی نہیں سکتی یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ انسان ایک دوسرے کی چارہ جوئی کرتا ہے لہٰذا حقیقی اور بنیادی طور پر خیر خواہ اور کارساز صرف ایک ''اللہ'' ہے لیکن مشرک اسے چھوڑ کر یا اس کے ساتھ دوسروں کو بھی اپنا چارہ گر اور خیر خواہ سمجھتا ہے جو سب سے بڑا گناہ ہے۔

مسائل

۱۔ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز اور خیر خواہ سمجھتا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی پر نگران اور پاسبان ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کارساز اور حقیقی خیر خواہ نہیں سمجھنا چاہیے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو کیونکہ وہ ہر کسی کا کارساز ہے۔ (الانعام: ۱۰۲)

۲۔ بے شک آپ ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہی ہر چیز پر کارساز ہے۔ (ہود: ۱۲)

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پروردگار ہے اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (الزمر: ۴۱)

۴۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے اور وہ کارساز کافی ہے۔ (النساء: ۱۳۲)

۵۔ میرے بندوں پر شیطان کا داؤ پیچ نہیں چلے گا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کارساز ہے۔ (بنی اسرائیل: ۶۵)

۶۔ وہ مشرق ومغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اسی کو کارساز مانو۔ (المزمل: ۹)

وَكَذٰلِكَ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	قُرْاٰنًا	عَرَبِيًّا	لِّتُنْذِرَ	اُمَّ الْقُرٰى
اور اسی طرح	ہم نے وحی کی	آپ کی طرف	قرآن	عربی	تاکہ آپ ڈرائیں	مکہ والوں کو

وَمَنْ	حَوْلَهَا	وَتُنْذِرَ	يَوْمَ	الْجَمْعِ	لَا	رَيْبَ
اور جو	اس کے اردگرد ہیں	اور آپ ڈرائیں	دن سے	جمع ہونے کے	نہیں	کوئی شک

فِيْهِ ؕ	فَرِيْقٌ	فِي	الْجَنَّةِ	وَفَرِيْقٌ	فِي	السَّعِيْرِ ۝
اس میں	ایک گروہ	میں	جنت	اور ایک گروہ	میں	بھڑکنے والی آگ

''اے نبی اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن بھیجا ہے تاکہ آپ بستیوں کے مرکز مکہ اور اس کے گردوپیش رہنے والوں کو خبردار کریں، اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اس دن ایک گروہ کو جنت میں اور دوسرے گروہ کو دوزخ میں جانا ہوگا۔'' (۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا خیرخواہ اور کارساز بنالیا ہے۔ انہیں ان کے برے عقیدے کے انجام سے ڈرانے کے لیے آپ کی طرف قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ آپ انہیں ان کے برے انجام سے متنبہ فرمائیں اس کا آغاز مکہ اور گردونواح سے ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی علیہ السلام پر قرآن مجید نازل کیا جو عربی زبان میں ہے۔ عربی زبان میں نازل کرنے کی بنیادی طور پر تین وجوہات ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر قرآن مجید غیر عربی میں ہوتا تو نہ صرف آپ ﷺ کے مخاطبین کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی ملکہ آپ کو بھی قرآن سمجھنے اور سمجھانے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا عربی زبان میں قرآن نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس دقت سے بچالیا، دوسری وجہ عربی میں قرآن نازل کرنے کی یہ ہے کہ اس زمانے میں صرف عربی زبان ہی ایسی زبان تھی جس کی جامعیت کا اہلِ علم اعتراف کرتے تھے اور آج بھی یہ زبان پوری دنیا کی زبانوں میں الفاظ اور قواعد کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ آخر کسی نہ کسی زبان میں قرآن مجید نازل ہونا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ان تمام اوصاف سے متصف فرمایا تھا جو آخر الزماں پیغمبر میں ہونے چاہئیں تھے۔ آپ ﷺ عربی تھے اس لیے قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا۔ جس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ امّ القریٰ اور اس کے گردوپیش میں رہنے والے لوگوں کو آخرت کے ثواب اور احتساب سے آگاہ فرمائیں جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ اس دن ذات پات اور ہر قسم کی اونچ نیچ کے سوا صرف لوگ دو حصوں میں تقسیم ہوں گے صحیح عقیدہ اور صالح اعمال رکھنے والے لوگ جنت میں جائیں گے اور بدبخت لوگوں کو جہنّم میں جھونکا جائے گا۔ قرآن مجید نے سورۃ الاعراف میں ایک تیسرے گروہ کا ذکر بھی کیا ہے جنہیں

قیامت کے دن اصحاب الاعراف کے نام سے پکارا جائے گا جو بالآخر جنت میں جائیں گے تاہم کچھ بنیادی کوتاہیوں کی وجہ سے انہیں ایک عرصہ کے لیے جنّت اور جہنّم کے درمیان روک لیا جائے گا ان کا ذکر یہاں اس لیے نہیں کیا گیا کیونکہ بالآخر وہ جنت کے مہمان ہوں گے اس لیے انہیں جنتیوں میں ہی شمار کیا گیا ہے۔قرآن مجید نے مکہ معظمہ کو امّ القریٰ قرار دیا ہے۔جس کا معنٰی ہے بستیوں کی ماں اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین وآسمان بنانے کا فیصلہ کیا تو سب سے پہلے بیت اللہ کے مقام پر زمین کا آغاز ہوا۔(آل عمران:۹۶) دوسری وجہ یہ ہے کہ مکہ معظمہ بیت اللہ کی وجہ سے ابتداء ہی سے مرجع خلائق رہا ہے امّ القریٰ کے آس پاس سے مراد مکہ کے گردونواح کی بستیاں ہیں اس آیت میں تبلیغ کا نیٹ ورک بتلایا گیا ہے کہ کام کا آغاز اپنے قریب سے کرنا چاہیے جس کے لیے حکم ہے کہ اپنے آپ اور اپنے عزیز واقربا کو جہنم کی ہولناکیوں سے بچاؤ۔(التحریم:۶) اکثر اہلِ علم نے امّ القریٰ سے پوری دنیا مراد لی ہے کیونکہ قرآن مجید کا ارشاد اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ میں کالے اور گورے، عربی اور عجمی کے لیے رسول بنایا گیا ہوں اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اسلام کا پیغام دنیا کے ہر گھر تک نہ پہنچ جائے۔(رواہ احمد: مسند مقدار بن اسود رضی اللہ عنہ [صحیح])

{قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا} (الاعراف:۱۵۸)

''اے پیغمبر ﷺ فرما دیجئے! اے لوگو میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی اکرم ﷺ پر قرآن مجید نازل کیا ہے۔ ۲۔قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔
۳۔ اللہ کے رسول ﷺ اہلِ مکہ اور پوری دنیا کو قیامت کے حساب وکتاب سے متنبّہ کرنے کے لیے مبعوث کیے گئے۔
۴۔ قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد لوگ دو اقسام میں تقسیم کیے جائیں گے۔
۵۔ ایک فریق جنتی ہوگا اور دوسرا فریق دوزخ میں جھونکا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن بالآخر دو حصوں میں تقسیم ہوں گے:

۱۔ اس دن ایک گروہ کو جنت میں اور دوسرے گروہ کو دوزخ میں جانا ہوگا۔(الشوریٰ:۷)
۲۔ جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، وہ کہے گا آؤ میرا نامہ اعمال پڑھو۔(الحاقہ:۱۹)
۳۔ جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کاش کہ مجھے یہ نامہ اعمال نہ دیا جاتا۔(الحاقہ:۲۰)
۴۔ جس کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا اس کا حساب آسان ہوگا۔(الانشقاق:۸۔۷)
۵۔ جس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا وہ موت کو پکارے گا اور دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔(الانشقاق:۱۰ تا ۱۲)

وَلَوۡ	شَآءَ	اللّٰهُ	لَجَعَلَهُمۡ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً
اور اگر	چاہتا	اللہ	تو یقیناً کر دیتا ان کو	امت	ایک
وَّلٰكِنۡ	يُّدۡخِلُ	مَنۡ	يَّشَآءُ	فِىۡ	رَحۡمَتِهٖ ؕ	وَالظّٰلِمُوۡنَ
اور لیکن	وہ داخل کرتا ہے	جسے	چاہتا ہے	میں	اپنی رحمت	اور ظالم
مَا	لَهُمۡ	مِّنۡ وَّلِىٍّ	وَّلَا	نَصِيۡرٍ ۝۸	اَمِ	اتَّخَذُوۡا
نہیں	ان کے لیے	کوئی دوست	اور نہ	کوئی مددگار	کیا	انہوں نے بنا لیے
مِنۡ	دُوۡنِهٖۤ	اَوۡلِيَآءَ ۚ	فَاللّٰهُ	هُوَ	الۡوَلِىُّ	وَهُوَ
سے	اس کے سوا	کارساز	تو اللہ	وہی ہے	کارساز	اور وہی
يُحۡىِ	الۡمَوۡتٰى ۖ	وَهُوَ	عَلٰى	كُلِّ	شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ ۝۹ ع ۱ ۹ ۲
زندہ کرے گا	مردوں کو	اور وہ	پر	ہر	چیز	خوب قادر ہے

''اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی ولی ہوگا نہ مددگار (۸) کیا انہوں نے اسے چھوڑ کر دوسرے دوست بنا رکھے ہیں دوست تو اللہ ہی ہے وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو لوگ جہنّمی نہ بنتے اور سب کے سب لوگ جنت میں داخل ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حق پر مجبور کرنے کی بجائے اس نے لوگوں کو حق و باطل میں انتخاب کا اختیار دے رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر زمین میں حکمرانی عطا فرمائی اور ہر چیز کو اس کی خدمت پر لگا دیا۔ اشرف المخلوقات اور زمین پر خلیفہ ہونے کی حیثیت سے اسے اس کی ذات کے بارے میں ایک حد تک اختیارات عطا فرمائے ہیں جس میں سب سے بڑا اختیار یہ دیا کہ یہ چاہے تو ''اللہ'' کی نازل کردہ ہدایت قبول کرے نہ چاہے تو گمراہی کا راستہ اختیار کر لے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کے سامنے ہدایت اور گمراہی کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا یعنی ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے اور جو لوگ اس کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے وہ ظالم ہیں اور ظالموں کے لیے قیامت کے دن کوئی خیر خواہ اور مددگار نہیں ہوگا۔ ظالم سے پہلی مراد مشرک ہیں مشرک کا سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اپنا کارساز اور حقیقی خیر خواہ سمجھ رکھا ہے حالانکہ موت و حیات صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو ہر چیز پر اقتدار اور اختیار رکھتا ہے۔ لفظ ولی کی تشریح اس سے پہلے آیت ۶ میں کر دی گئی ہے۔ شرک کی حمایت کرنے والے مفسّرین نے یہاں بھی من دونہٖ اولیاء سے مراد بت لیے ہیں حالانکہ

ان سے مراد وہ بزرگ ہیں جن کی زندگی میں یا ان کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے انہیں حاجت روا اور مشکل کشا بنا لیا ہے یہاں اولیاء سے مراد اس لیے بزرگ لیے گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کے الفاظ استعمال فرما کر کھلا اشارہ دیا ہے کہ جن بزرگوں اور اولیاء کے سامنے لوگ فریادیں کرتے ہیں وہ تو اپنی موت اور زندگی پر بھی اختیار نہیں رکھتے جب کسی کو اپنی موت اور زندگی کے بارے میں اختیار نہیں تو وہ کسی کی بگڑی کس طرح سنوار سکتا ہے جو لوگ ہر مقام پر من دون اللہ سے مراد بت لیتے ہیں انہیں انصاف سے سوچنا اور اقرار کرنا چاہیے کہ کیا بت میں روح ہوتی ہے؟ اس کے بارے میں موت اور زندگی کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے؟ کیا بتوں کو قیامت کے دن زندہ کر کے ان سے حساب لیا جائے گا؟ یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے یہاں رحمت سے مراد دین کا فہم اور اس پر عمل کرنا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَاللهُ الْمُعْطِي وَأَنَا الْقَاسِمُ» (رواه البخاری: بابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى (فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ)

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جسے اپنی رحمت میں شامل کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔
۲۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سرفراز فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مشرک دور ہوتا ہے۔ ۴۔ قیامت کے دن ظالموں کا کوئی خیر خواہ اور مددگار نہیں ہوگا۔
۵۔ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور بزرگوں کو اپنا مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔
۶۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی موت وحیات کا مالک ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرک اللہ کے سوا اور اس کے ساتھ دوسروں کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں:

۱۔ کیا کافر لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ میرے بندوں کو میرے سوا کارساز بنا لیں گے۔ (الکہف: ۱۰۲)
۲۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے ہی بندے ہیں۔ (الاعراف: ۱۹۴)
۳۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (الاعراف: ۱۹۷)
۴۔ ان سے پوچھیں کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ (الاحقاف: ۴)
۵۔ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ (الحج: ۷۳)
۶۔ تم بعل (بت) کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑ دیتے ہو۔ (الصّٰفّٰت: ۱۲۵)

وَمَا	اخْتَلَفْتُمْ	فِیْهِ	مِنْ	شَیْءٍ	فَحُكْمُهٗۤ	اِلَى	اللّٰهِ ؕ
اور جو	تم نے اختلاف کیا	اس میں	سے	کسی چیز	تو اس کا فیصلہ ہے	طرف	اللہ کی

ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبِّیْ	عَلَیْهِ	تَوَكَّلْتُ ۚ	وَاِلَیْهِ	اُنِیْبُ ①
یہی	اللہ	میرا رب	اسی پر	میں نے بھروسا کیا	اور اسی کی طرف	میں رجوع کرتا ہوں

''تمہارے درمیان جو بھی اختلاف ہے اس کا فیصلہ اللہ ہی کرے گا، وہی ''اللہ'' میرا رب ہے اُسی پر میں بھروسہ کرتا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔'' (۱۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے انسان کو فکر و عمل کا اختیار دینے کے باوجود حکم فرمایا ہے کہ وہ ہر حال میں اس کے حکم کی پیروی کرے اور اس کی ذات پر بھروسہ کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فکر و عمل کی آزادی عطا فرمائی ہے جس وجہ سے لوگوں کی فکر اور عمل میں تضاد اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ دین میں اختلاف اس وقت رُونما ہوتا ہے جب کوئی شخص بالخصوص عالم دین اپنی ذاتی رائے کو حرفِ آخر سمجھ لیتا ہے اگر اس کی سوچ دین کے بنیادی اصولوں کے خلاف نہ ہو اور اس اختلاف کے پیچھے دینوی مفاد اور فرقہ واریت ہونے کی بجائے اخلاص ہو تو اس اختلاف کے نقصانات تھوڑے ہوتے ہیں اور اس کی ایک حد تک دین میں گنجائش بھی موجود ہے۔ اگر یہ اختلاف عقیدہ توحید، رسالت اور آخرت یعنی دین کے بنیادی اصولوں میں کیا جائے تو اس کے نقصانات نا قابلِ تلافی ہوتے ہیں۔ جس کا پہلا نقصان یہ ہے کہ آدمی دین سے نکل کر دائرہ کفر میں داخل ہو جاتا ہے۔ اختلاف بنیادی ہو یا فروعی، معاشی ہو یا معاشرتی، سیاسی ہو یا سماجی، انفرادی ہو یا اجتماعی بیشک اختلاف حاکم اور محکوم کے درمیان کیوں نہ ہو ہر کسی کے لیے حکم ہے کہ اس کا حل اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق اور مالک ہے۔ یہی سرورِ دو عالم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ اپنے مخالفوں کو بتلائیں اور سمجھائیں کہ جس بات میں تم میرے ساتھ اختلاف کر رہے ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے وہ میرا خالق ہے اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرنے والا ہوں میرا رب چاہے گا تو دنیا میں ہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا اگر دنیا میں فیصلہ نہ ہوا تو آخرت میں بہر حال یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ کون ہدایت پر تھا اور کون گمراہی میں مبتلا تھا۔ مومن کو ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ کرنا چاہیے اور اسی کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ قرآن مجید نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے درمیان کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول اور اپنے امیر کی طرف لوٹاؤ۔ (النساء: ۵۹) کیونکہ اصل حاکم اللہ کی ذات ہے اس لیے یہاں اللہ تعالیٰ نے صرف اپنا نام لیا ہے اگر اس حکم سے مراد قیامت کے متعلق حکم لیا جائے تو وہاں بھی صرف ایک ''اللہ'' کا حکم چلے گا۔

فَاطِرُ	السَّمٰوٰتِ	وَالۡاَرۡضِ ؕ	جَعَلَ	لَكُمۡ	مِّنۡ
پیدا کرنے والا	آسمانوں	اور زمین کو	اس نے بنائے	تمہارے لیے	سے
اَنۡفُسِكُمۡ	اَزۡوَاجًا	وَّمِنَ	الۡاَنۡعَامِ	اَزۡوَاجًا ۚ	يَذۡرَؤُكُمۡ
تمہارے نفسوں	جوڑے	اور سے	چوپایوں	جوڑے	وہ تم کو پھیلاتا ہے
فِيۡهِ ؕ	لَيۡسَ	كَمِثۡلِهٖ	شَىۡءٌ ۚ	وَهُوَ	السَّمِيۡعُ	الۡبَصِيۡرُ ⑪
اس میں	نہیں	اس کی مثل	کوئی چیز	اور وہ	خوب سننے والا	خوب دیکھنے والا ہے

''آسمانوں اور زمین کا بنانے والا جس نے تمہارے جوڑے پیدا کیے اور اسی طرح جانوروں میں بھی جوڑے بنائے اور وہی تمہیں پھیلاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔''(۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس اللہ پر بھروسہ کرنا ہے اسی نے زمین وآسمان اور لوگوں کو پیدا کیا ہے۔

فاطر کا لغوی معنٰی ہے پیدا کرنے والا اور کسی کام کو بالکل ابتدا سے شروع کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور اس کے بعد نسلِ انسانی کی افزائش کا سلسلہ جاری فرمایا۔(النساء:۱)

اللہ تعالیٰ نے ہی انسان کی خدمت کے لیے چوپائے پیدا کیے ان میں بھی نر اور مادہ بنائے تاکہ ان کی افزائش کا سلسلہ جاری رہے، اسی نے جاندار اور غیر جاندار چیزیں پیدا فرمائی ہیں زمین وآسمانوں میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت رکھتی ہو وہ اپنی مخلوق کی ہر بات سنتا ہے اور اسے ہر حال میں دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں "لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ" کے الفاظ استعمال فرما کر یہ واضح کیا ہے کہ مخلوق میں کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے اس کے دیکھنے کی طرح کوئی دیکھ نہیں سکتا وہ ہر بات سُنتا ہے اس کے سُننے کی طرح کوئی سُن نہیں سکتا۔ اس کی مخلوق کا شمار نہیں وہ سب کی بولیاں سمجھتا اور سنتا ہے جن وانس اور ملائکہ سب سے اعلیٰ مخلوق ہیں مگر ان میں بھی کسی کی یہ استعداد نہیں کہ بیک وقت وہ اپنے ہی ہم جنس افراد کی باتیں سمجھ سکیں اور سب کو دیکھ پائیں یہ صرف اللہ ہی کی شان ہے جو اپنی مخلوق کو جانتا، ان کی بولیاں سمجھتا ہے اور ہر چیز کو ہر حالت میں دیکھتا ہے۔ اس لیے اس کا ارشاد ہے کہ اس کی ذات اور صفات کے ساتھ کسی چیز کی مثال نہ دی جائے کیونکہ اس کی ذات اور صفات بے مثال ہیں لیکن افسوس! مشرک پھر بھی ایسی باتیں کرتے اور مثالیں دیتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے بندے کو دور رکھنے کے لئے اپنے رب کے بارے میں اتنی کمزور اور سطحی مثالیں دی جاتی ہیں کہ جس پر

آدمی حیرت کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے علماء کا کہنا ہے کہ ڈی سی سے ملنے کے لیے چپڑاسی کی ضرورت ہے اور مکان کی چھت پر سیڑھی کے بغیر نہیں چڑھا جا سکتا۔ اس مثال اور باطل عقیدے کو اس شدومد کے ساتھ پھیلایا گیا ہے کہ اچھے بھلے، پڑھے لکھے حضرات حتیٰ کہ عدالتیں کرنے والے جج، قانون کی باریکیوں اور موشگافیوں سے واقف وکلاء، اندرون اور بیرونِ ملک یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل سکالر، اس پراپیگنڈے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ صحیح بات ماننا تو درکنار اسے ٹھنڈے دماغ سے سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔

ڈی سی او ایک انسان ہے جو بیک وقت ایک ہی انسان کی بات سُن اور سمجھ سکتا ہے کمزور آدمی اس تک اس لیے نہیں پہنچ سکتا کہ اس نے لوگوں کے درمیان چھوٹے بڑے کا امتیاز قائم کر رکھا ہے کیا اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہے کہ اس نے امیر اور غریب چھوٹے اور بڑے کے درمیان امتیاز قائم کر رکھا ہے؟ چھت قریب آ نہیں سکتی اور انسان سیڑھی کے بغیر اس پر چڑھ نہیں سکتا کیا اللہ تعالیٰ کا بھی یہی معاملہ ہے؟ (نعوذ باللہ من ذالک)

مسائل

۱۔ اللہ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ ۲۔ اللہ ہی نے انسانوں اور چوپاؤں کے جوڑے بنائے ہیں۔
۳۔ اللہ ہی انسانوں اور چوپاؤں کی افزائش کرنے والا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔
۵۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات لازوال اور بے مثال ہیں۔ ۶۔ مخلوقات میں کوئی کسی اعتبار سے بھی اس جیسا نہیں۔

تفسیر بالقرآن

اللہ ہر اعتبار سے لازوال اور بے مثال ہے:

۱۔ ہر چیز تباہ ہو جائے گی صرف اللہ کی ذات کو دوام حاصل ہے۔ (الرحمٰن: ۲۶ تا ۲۷)
۲۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی۔ (القصص: ۸۸)
۳۔ قیامت کے دن اللہ ہی کی بادشاہی ہوگی۔ (الفرقان: ۲۶)
۴۔ اللہ تعالیٰ ہی ازلی اور ابدی ذات ہے۔ (الحدید: ۳)
۵۔ اللہ تعالیٰ کی ذات زمین و آسمان کا نور ہے۔ (النور: ۳۵)
۶۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں لہٰذا صرف اسی کو پکارو (المومن: ۶۵)
۷۔ ہمیشہ زندہ رہنے والے اللہ پر توکل کرو جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ (الفرقان: ۵۸)
۸۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا۔ (آل عمران: ۲)
۹۔ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس کو نیند اور اونگھ نہیں آتی۔ (البقرۃ: ۲۵۵)

لَهٗ	مَقَالِيْدُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ۚ	يَبْسُطُ	الرِّزْقَ
اسی کے لیے	کنجیاں ہیں	آسمانوں	اور زمین کی	وہ کشادہ کرتا ہے	رزق
لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيَقْدِرُ ؕ	اِنَّهٗ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ﴿١٢﴾
جس کے لیے	وہ چاہتا ہے	اور وہی تنگ کرتا ہے	بلاشبہ وہ	ہر ایک	چیز کو	خوب جاننے والا ہے

''آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اُسے ہر چیز کا علم ہے۔''(۱۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ''اللہ'' جیسا کوئی اور نہیں ہے اس کے اختیارات دائمی اور لامحدود ہیں اور اسی کے پاس زمین و آسمانوں کے خزانوں کا کنٹرول ہے۔ اس کے اختیارات میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے پاس ہی زمین و آسمانوں کی چابیاں ہیں وہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے یقیناً وہ ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی جاندار پیدا کیا ہے اس کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے وہ ہر کسی کے مستقل قیام اور عارضی ٹھہراؤ کو جانتا ہے اور اس نے ہر بات لوحِ محفوظ میں لکھ رکھی ہے۔ (ھود:٦) قرآن مجید میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اے انسان! تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (المدثر:٣١) اللہ تعالیٰ ہی انسان کو پیدا کرنے والا ہے اور اس نے ہی اس کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ رزق سے مراد صرف کھانے پینے والی چیزیں نہیں بلکہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ایک ذی روح کی ضرورت ہوتی ہے اس میں ہوا، پانی، خوراک اور رہن سہن کی ضروریات شامل ہیں یہ سب چیزیں عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے اپنا دسترخوان اتنا وسیع اور (Mobile) بنایا ہے کہ ہر کھانے والے کو اس کی خوراک مل رہی ہے گوشت کھانے والے کو گوشت مل رہا ہے اور دانہ دُنکا لینے والے کو دانہ دُنکا میسر ہے۔ چند جمع کرنے والوں کے سوا باقی سب کے سب صبح وشام تازہ خوراک سے لطف اندوز ہوتے ہیں جہاں تک انسان کا معاملہ ہے اس کا رزق بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے البتہ حکم ہے کہ اللہ کا رزق تلاش کیا کرو اس کے لیے محنت ومشقت کرنا لازم ہے لیکن رزق کی کمی وبیشی کا انحصار انسان کی محنت پر نہیں اگر رزق محنت کی بنیاد پر دیا جاتا تو معذور اور لاچار بھوکے مرجاتے۔ جہاں تک رزق کی کمی وبیشی کا تعلق ہے یہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اصول کے مطابق ہے جس کے پیش نظر لوگوں کا رزق بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے اگر کہیں قحط سالی پیدا ہو جاتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے طے شدہ اصول کے مطابق ہوتی ہے جس کا سبب بنیادی طور پر انسان ہی ہوا کرتا ہے بے شک قحط سالی بارش کی کمی کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو بارش کی کمی بھی انسان کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس قانون کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے رزق کا ذمہ لیا ہے وہ لوگوں کی مستقل قیام گاہوں اور عارضی

رہائش کو جانتا ہے کیونکہ لوگوں کے اعمال اور ضروریات سے باخبر رہنا اس کی صفت کاملہ ہے اس لیے نہ صرف ہر لحاظ سے باخبر رہتا ہے اسی کے پاس زمین و آسمانوں کی چابیاں ہیں یعنی ہر چیز کا کنٹرول اسی کے پاس ہے اس نے انسان اور دنیا کی ہر چیز کے بارے میں سب کچھ لوحِ محفوظ میں ثبت کر رکھا ہے۔

«عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ﷺ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اللَّهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدّ» (رواہ مسلم: باب مایقول إذا رفع رأسہ من الرکوع)

''حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے اپنا سر اُٹھاتے تو پڑھتے، اے ہمارے رب! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں آسمانوں و زمین کے درمیان خلاء جتنی اور اس کے بعد جتنی تو چاہتا ہے، تو اُس ثناء کا سب سے زیادہ اہل ہے اور اُس بزرگی کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے جو ثناء اور عظمت بندہ بیان کرتا ہے ہم سب تیرے ہی بندے ہیں اے اللہ! جو چیز تو عطا کرنا چاہے اُس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز تو روک لے اُس کو کوئی عطا کرنے والا نہیں تجھ سے بڑھ کر کوئی عظمت والا نفع نہیں دے سکتا۔''

مسائل

۱۔ زمین و آسمان کی چابیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ۲۔ اللہ ہی رزق بڑھانے اور گھٹانے والا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے۔ (الذاریات: ۵۸) ۲۔ اللہ ہی رزق فراخ کرتا اور کم کرتا ہے۔ (سبا: ۳۹)
۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے رزق نہیں مانگتا بلکہ وہ لوگوں کو رزق دیتا ہے۔ (طٰہٰ: ۱۳۲)
۴۔ بے شک اللہ بغیر حساب کے جس کو چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے۔ (آل عمران: ۳۷)
۵۔ ہم نے اس زمین میں تمہارے لیے معاش کا سامان بنایا اور ان کے لیے بھی جنہیں تم روزی نہیں دیتے۔ (الحجر: ۲۰)
۶۔ کتنے ہی چوپائے ایسے ہیں کہ تم انہیں رزق نہیں دیتے اللہ ہی ان کو رزق دینے والا ہے۔ (العنکبوت: ۶۰)
۷۔ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو کیونکہ اللہ تمہیں اور انھیں بھی رزق دینے والا ہے۔ (الانعام: ۱۵۱)

شَرَعَ	لَكُمْ	مِّنَ	الدِّيْنِ	مَا	وَصّٰى	بِهٖ
اس نے مقرر کیا	تمہارے لیے	سے	دین	وہ جو	اس نے وصیت کی	اس کی

نُوْحًا	وَّالَّذِيْٓ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	وَمَا	وَصَّيْنَا	بِهٖٓ
نوح کو	اور وہ جو	ہم نے وحی کی	آپ کی طرف	اور وہ جو	ہم نے وصیت کی	اس کی

اِبْرٰهِيْمَ	وَمُوْسٰى	وَعِيْسٰٓى	اَنْ	اَقِيْمُوا	الدِّيْنَ
ابراہیم	اور موسیٰ	اور عیسیٰ کو	یہ کہ	تم قائم رکھو	دین

''اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جسے ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور اسی کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ دین کو قائم رکھو

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے جس طرح لوگوں کی روزی کا بندوبست کیا ہے اسی طرح ہی اس نے ان کی راہنمائی کا انتظام بھی فرمایا ہے۔

انسان کا وجود بنیادی طور پر دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ اس کا جسم مٹی سے بنایا گیا ہے جسم کی بنیادی ضروریات مٹی کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ انسان کے وجود کو جو چیز حرکت میں رکھتی ہے اس کا نام "اَلرُّوْحُ" ہے۔ "اَلرُّوْحُ" کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہے جسے اہلِ علم نے ملکوتی چیز قرار دیا ہے۔ "اَلرُّوْحُ" کی خوراک اور راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام پر وحی کا سلسلہ جاری فرمایا جو نبی آخر الزماں ﷺ پر مکمل ہوا۔ اس راہنمائی کا نام "اَلدِّيْنُ" ہے جس کے بنیادی اصول اور مسائل ہمیشہ سے ایک رہے ہیں البتہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اس کی شروعات میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ اس کے لیے مشہور مثال یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے دور میں بہن اور بھائی کا آپس میں نکاح جائز تھا لیکن جونہی انسان کی نسل افزائش پذیر ہوئی تو بہن بھائی کا نکاح حرام قرار پایا پہلی شریعتوں میں ایک آدمی کے نکاح میں بیک وقت دو بہنیں جائز قرار پائیں۔ لیکن شریعتِ محمدی ﷺ میں اسے بھی ناجائز قرار دیا گیا۔ پہلی شریعتوں میں تعظیمی سجدہ جائز تھا اب کلیتاً حرام ہے لہٰذا شرع سے مراد وہ تشریح اور تفسیر ہے جس سے دین کے تقاضے پورے ہوتے ہیں یہ تشریح اور تفصیل بھی وحی کے ذریعے نبی کو بتلائی اور سمجھائی جاتی ہے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن اور اس کی مثل ایک اور چیز بھی عطا کی گئی ہے۔ اسے ہم حدیثِ رسول ﷺ کے نام سے جانتے اور مانتے ہیں۔ قرآن وحدیث کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہی دین تمہارے لیے پسند فرمایا ہے جس کی وحی آپ ﷺ پر کی گئی ہے۔ اس طرح ہی آپ ﷺ سے پہلے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کی گئی تھی۔ مقصد یہ تھا اور ہے کہ دین کو قائم رکھو

وَلَا	تَتَفَرَّقُوْا	فِيْهِ ؕ	كَبُرَ	عَلَى	الْمُشْرِكِيْنَ	مَا	تَدْعُوْهُمْ
اور نہ	تم جدا جدا ہو	اس میں	بڑی ہے	پر	مشرکوں	جو	آپ بلاتے ہیں ان کو

اِلَيْهِ ؕ	اَللّٰهُ	يَجْتَبِيْٓ	اِلَيْهِ	مَنْ	يَّشَآءُ	وَيَهْدِيْٓ
اس کی طرف	اللہ	چن لیتا ہے	اپنی طرف	جسے	وہ چاہتا ہے	اور وہ ہدایت دیتا ہے

اِلَيْهِ	مَنْ	يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾
اپنی طرف	جو	رجوع کرتا ہے

اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو یہ بات مشرکین کو سخت ناگوار ہے جس کی طرف آپ انہیں دعوت دے رہے ہیں، اللہ جسے چاہتا ہے چُن لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسے دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔'' (۱۳)

اور اس میں تفرقہ بازی پیدا نہ کرو۔ "اَلدِّيْنَ" سے پہلی مراد اللہ کی توحید ہے جس کی دعوت مشرکین پر بڑی گراں گزرتی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی توحید کی سمجھ دے دے اسے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ کر لیتا ہے جو شخص بھی خلوصِ نیت کے ساتھ اللہ سے اس کی توحید کی راہنمائی چاہے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرور راہنمائی کرے گا۔ اس بات کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ہدایت دیتا ہے کیونکہ وہ نیکی کرنے والوں کی دستگیری کرتا ہے۔ (العنکبوت: ٦٩) اس آیت میں جو دوسری بات سمجھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ "اَلدِّيْنَ" میں تفرقہ پیدا نہیں کرنا تفرقہ سے بچنے کے لیے جو اصول سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کا حکم مانو! اگر امیر کے ساتھ کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کر دو۔ (النساء: ٥٩) اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید اور نبی ﷺ کے فرمان کے سامنے پیش کرو یہ اس قدر سادہ اور ٹھوس اصول ہے کہ نیت میں اخلاص اور رب کی رضا مطلوب ہو تو آج بھی اس میں ہمارے اختلافات کا حل موجود ہے لہٰذا ہر شخص اور فرقہ اپنے عقیدہ اور عمل کو بالخصوص قرآن مجید اور بخاری و مسلم کے سامنے پیش کرے۔ بالیقین امّت میں اٹھانویں فیصد اختلافات دور ہو جائیں گے مگر یہ بات مشرک اور مفاد پرست علماء اور دنیا دار لوگوں کو پسند نہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے معاملات کو قرآن و سنت کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے جس وجہ سے امت اختلافات کا شکار ہے اختلافات سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ پورے اخلاص کے ساتھ دین کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کیا جائے حقیقتاً یہی اس کے قیام کا معنیٰ ہے جو پورا ہونا چاہیے۔

«عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يكَرِبَ الْكِنْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ»

(رواه احمد: باب مسند المقدام بن معديكرب [صحيح])

''مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار بے شک مجھے کتاب اور اُس جیسی اور چیز عطا کی گئی ہے خبردار مجھے قرآن اور اُس جیسی ایک اور چیز عطا کی گئی ہے۔''

مسائل

۱۔ "اَلدِّیْنُ" ہمیشہ سے ایک ہے اور اس کی تشریح حدیث کی شکل میں موجود ہے۔
۲۔ قرآن مجید کی طرح حدیث بھی وحی کی صورت میں نازل کی گئی۔ ۳۔ "اَلدِّیْنُ" سے پہلی مراد اللہ کی توحید ہے۔
۴۔ اللہ کی توحید مشرکین پر بڑی گراں گزرتی ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے۔
۶۔ جو شخص ''اللہ'' کی طرف خلوصِ نیت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرور راہنمائی کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرک کو توحیدِ خالص اور دین کی دعوت گراں گزرتی ہے:

۱۔ کیا تو ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کی عبادت ہمارے آباء کرتے رہے ہیں۔ (ھود: ۶۲)
۲۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہمیں ہمارے آباء واجداد کافی ہیں۔ (المائدۃ: ۱۰۴)
۳۔ جب ان کے پاس اللہ وحدہٗ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل جل جاتے ہیں۔ (الزمر: ۴۵)
۴۔ جب مشرکین کو توحید کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ تکبر کرتے ہوئے اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت: ۳۵)
۵۔ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اللہ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ (النساء: ۶۱)
۶۔ جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں یہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ (المطففین: ۱۳)
۱۱۔ جب انہیں قرآن کی پیروی کے لیے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں ہمیں اپنے باپ دادا کافی ہیں۔ (البقرۃ: ۱۷۰)
۱۲ جہنمیوں کو جواب دیا جائے گا کہ جس حالت میں تم مبتلا ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صرف ایک اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم ماننے سے انکار کرتے تھے اور جب اُس کے ساتھ دوسروں کو ملایا جاتا تو تم اسے مانتے تھے اب فیصلہ اللہ بزرگ و برتر کے اختیار میں ہے۔ (المومن: ۱۲)
۱۳۔ اس الٰہ کو چھوڑ کر لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے اور کافر اپنے رب کا مخالف بنا ہوا ہے۔ (الفرقان: ۵۵)

وَمَا	تَفَرَّقُوْٓا	اِلَّا	مِنْۢ	بَعْدِ	مَا	جَآءَهُمُ
اور نہیں	وہ جدا جدا ہوئے	مگر	سے	بعد	اس کے کہ	آ گیا ان کے پاس
الْعِلْمُ	بَغْيًۢا	بَيْنَهُمْ ؕ	وَلَوْ	لَا	كَلِمَةٌ
علم	سرکشی سے	آپس میں	اور اگر	نہ ہوتی	ایک بات
سَبَقَتْ	مِنْ	رَّبِّكَ	اِلٰٓى	اَجَلٍ	مُّسَمًّى	لَّقُضِيَ
جو پہلے سے تھی	سے	آپ کے رب	طرف	وقت	مقرر کی	تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا
بَيْنَهُمْ ؕ	وَاِنَّ	الَّذِيْنَ	اُوْرِثُوا	الْكِتٰبَ	مِنْۢ	بَعْدِهِمْ
ان کے درمیان	اور بلاشبہ	وہ لوگ جو	وارث بنائے گئے	کتاب کے	سے	ان کے بعد
لَفِيْ شَكٍّ	مِّنْهُ	مُرِيْبٍ ⑭
البتہ ایسے شک میں ہیں	اس سے	جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے

''لوگوں میں تفرقہ اس وقت پیدا ہوا جب ان کے پاس علم آ چکا تھا وجہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اگر تیرا رب پہلے ہی یہ نہ فرما چکا ہوتا کہ ایک مقرر وقت تک فیصلہ ملتوی رکھا جائے گا تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کی طرف سے بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین ایک ہی تھا مگر ان کے بعد ان کے ناخلف وارثوں نے باہمی حسد و بغض کی وجہ سے اس میں اختلافات پیدا کر دیئے۔

دین کی بنیاد توحید و رسالت پر ہے توحید کا معنیٰ ہے کہ ایک اللہ کا حکم مانا جائے اور صرف اسی کی عبادت کی جائے رسالت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے جو فرمایا اور کر کے دکھلایا اس کے مطابق عمل کیا جائے ان دونوں چیزوں سے جو شخص جتنا آگے پیچھے ہوگا اتنا ہی وہ اتحادِ امت سے دور ہوگا اور عملاً اختلافات کا باعث بنے گا۔ اگر اس اختلاف میں حسد و بغض شامل ہو جائے تو دین اور ملت تفرقہ بازی کا شکار ہو جائیں گے پہلی امتوں میں یہی کچھ ہوا قرآن مجید بتلا رہا ہے کہ یہ تفرقہ بندی بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوئی تھی کہ انہیں علم نہ تھا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ جھوٹ کیا ہے اور سچ کیا ہے؟ پہلی امتوں کے علماء اور زعماء کو سب کچھ معلوم تھا مگر ذاتی مفاد اور باہمی عناد کی وجہ سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے، ذاتی اور جماعتی مفادات کی خاطر تقسیم در تقسیم کا شکار ہو گئے۔ جس کا نتیجہ نکلا کہ آنے والی نسلوں کا دین سے اعتماد اٹھ گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بات طے نہ ہوتی کہ لوگوں کو فکر و عمل کی آزادی دی جائے اور ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں

ہی ان کا فیصلہ چکا دیتا امت مسلمہ کو اس صورتِ حال سے بچانے کے لیے نبی ﷺ نے یوں راہنمائی فرمائی ہے:

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي»

(رواہ الترمذی: باب ماجاء فی افتراق ہذہ الامۃ [حسن])

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: میری امّت میں ایسا وقت ضرور آئے گا کہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ بالکل اس طرح مل جائے گی جس طرح جوتا ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امّت میں بھی ایسا ضرور ہوگا۔ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک گروہ کے علاوہ سارے کے سارے جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ نے استفسار کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کون سا گروہ ہے؟ آپ نے فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر عمل کرنے والا ہوگا۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا» (رواہ البخاری: باب مایُنہی عن التحاسد والتدابر)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔ تم کسی کی عیب جوئی، جاسوسی اور حسد نہ کرو، نہ کسی کی غیر حاضری میں باتیں کرو، نہ ہی دشمنی کرو۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔''

مسائل

۱۔ پہلی امتوں کے علماء اور زعماء نے باہمی حسد کی وجہ سے دین اور امت کو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ رکھا ہے
۳۔ دین میں اختلافات پیدا کرنے سے لوگوں کا دین پر اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

دین اور امّت میں اختلافات سے بچنے کا حکم:

۱۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو! تفرقہ بازی میں نہ پڑو! (آل عمران: ۱۰۳)
۲۔ اتحاد و اتفاق اللہ تعالیٰ کی توفیق کا نتیجہ ہے۔ (الانفال: ۶۳) ۳۔ اتحاد اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ (آلِ عمران: ۱۰۳)
۴۔ کتاب اللہ کا رشتہ نہ ٹوٹنے والا ہے۔ (البقرۃ: ۲۵۶) ۵۔ باہمی اختلاف اللہ کا عذاب ہوتا ہے۔ (الانعام: ۶۵)

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ

پھر اسی کی طرف	پس آپ بلائیں	اور ثابت قدم رہیں	جیسے	آپ کو حکم دیا گیا ہے	اور نہ اتباع کریں

اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ

ان کی خواہشات کی	اور فرما دیجیے	میں ایمان لایا	ساتھ اس کے جو	نازل کی	اللہ نے	سے

كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا

کتاب	اور میں حکم دیا گیا ہوں	کہ میں انصاف کروں	تمہارے درمیان	اللہ	ہمارا رب

وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ

اور تمہارا رب ہے	ہمارے لیے	ہمارے اعمال ہیں	اور تمہارے لیے	تمہارے اعمال ہیں	نہیں	کوئی جھگڑا

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝١٥

ہمارے درمیان	اور تمہارے درمیان	اللہ	جمع کرے گا ہمارے درمیان	اور اسی کی طرف	لوٹ کر جانا ہے

''اس لیے اے محمد! آپ اسی دین کی طرف بلائیں۔ جس کے لیے آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اسی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کریں۔ اعلان کریں کہ اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں اللہ ایک دن ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔'' (۱۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: پہلی امتوں کے لوگ حسد و بُغض کی وجہ سے تفرقہ بازی کا شکار ہوئے جس کے نتیجہ میں اللہ کا دین تقسیم ہوا اور لوگ دین کے بارے میں شک کا شکار ہو گئے افتراق اور شک سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان دین پر پکا رہے۔

دین پر پکا رہنے اور اس میں شک وشبہ سے بچنے کے لیے یہاں چار باتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ مسئلہ کی اہمیت کے پیشِ نظر بار بار نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم ہوا ہے کہ آپ کو ان باتوں پر ہر حال میں توجہ دینا اور ان پر قائم رہنا ہوگا۔

① قرآن مجید اور پہلی کتابوں پر ایمان لانا۔ ② حالات جیسے بھی ہوں دین پر استقامت اختیار کرنا۔ ③ لوگوں کی خواہشات کی پیروی سے اجتناب کرنا۔ ④ حالات کی پروا کیے بغیر دینِ حق کی لوگوں کو دعوت دیتے رہنا۔

جس داعی میں یہ چار اوصاف پائے جائیں وہی عدل کی بات کر سکتا اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زبانِ اطہر سے عدل کا ذکر فرما کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جو کچھ میں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں اس میں کسی کی حمایت اور مخالفت مقصود نہیں میں تو اسی بات کی دعوت دیتا ہوں جو انصاف پر مبنی ہے اور اللہ تعالیٰ کی

طرف سے مجھے اسی کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ "اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ" کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دین کے ساتھ اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ میں تمہارے درمیان تمہارے دینی اور دنیاوی اختلافات میں عدل کے ساتھ فیصلہ کروں اگر تم اسے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو ہمارے ساتھ جھگڑنے کی بجائے تم اپنا کام کرو اور ہمیں اپنا کام کرنے دو کیونکہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں نہ ہمارے اعمال کے بارے میں تمہیں پکڑا جائے گا اور نہ تمہارے اعمال کے بارے میں ہم پر کوئی گرفت ہوگی۔ اس کے باوجود تم جھگڑتے ہو تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہم سب کو قیامت کے دن اکٹھا فرما کر سب کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔ ہمیں تو ہر حال میں دین پر پکے رہنے کا حکم ہے اور لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے سے منع کیا گیا ہے۔

نبی ﷺ کی دعا:

«عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ (يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا قَالَ نَعَمْ إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أَصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ»

(رواه الترمذی: باب ما جاء أن القلوب بين أصبعي الرحمن [صحيح])

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے اے دلوں کو پھیرنے والے ''اللہ'' میرے دل کو دین پر ثابت فرما۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ ہم آپ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپ لے کر آئے اُسے تسلیم کیا۔ کیا آپ ہمارے بارے میں خطرہ محسوس کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! بے شک دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جدھر چاہتا ہے اُسے پھیرتا ہے۔''

مسائل

۱۔ مسلمان کو ہر حال میں لوگوں کو دین کی دعوت دینا چاہیے۔ ۲۔ ہر حال میں دین پر استقامت اختیار کرنی چاہیے۔
۳۔ لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہیں چلنا چاہیے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب اور قرآن مجید پر ایمان لانا فرض ہے۔
۵۔ دین کا ایک مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے لوگوں کے درمیان عدل قائم کیا جائے۔
۶۔ کوئی شخص دوسرے کے اعمال کا ذمہ دار نہیں۔
۷۔ اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے اور وہی لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلے کرے گا۔

تفسیر بالقرآن

دین پر استقامت اختیار کرنے کا حکم:

۱۔ دین پر قائم رہو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ (الشوریٰ: ۱۳) ۲۔ دین پر قائم رہو اور بے علموں کے راستہ کی پیروی نہ کرو۔ (یونس: ۸۹)
۳۔ ایمان لانے کے بعد استقامت دکھلانے والوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا۔ (الاحقاف: ۱۳)

وَالَّذِيْنَ	يُحَآجُّوْنَ	فِي	اللّٰهِ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا
اور وہ لوگ جو	جھگڑتے ہیں	میں	اللہ	اس کے بعد	جو

اسْتُجِيْبَ	لَهٗ	حُجَّتُهُمْ	دَاحِضَةٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ
مان لیا گیا	اس کے لئے	ان کی دلیل	کمزور ہے	پاس	ان کے رب کے

وَعَلَيْهِمْ	غَضَبٌ	وَّلَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِيْدٌ ⑯
اور ان پر	غضب ہے	اور ان کے لیے	عذاب	شدید ہے

''جو لوگ اللہ کے معاملہ میں جھگڑا کرتے ہیں ان کی حجت بازی اُن کے رب کے نزدیک باطل ہے، اور اُن پر اس کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔'' (۱۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' کی ذات اور آیات کے بارے میں جھگڑا کرنے والوں کی سزا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر قسم کے دلائل دیتے ہوئے ثابت فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذات، صفات اور اختیارات میں اکیلا ہے زمین و آسمانوں میں کوئی ذات ایسی نہیں جو کسی اعتبار سے اس کی معاون اور شریک ہو۔ اتنی ٹھوس اور واضح بات ہونے کے باوجود کافر اپنے رب کی ذات کا انکار کرتے ہیں اور مشرک اس کی ذات، صفات اور اختیارات کے بارے میں اہلِ توحید کے ساتھ جھگڑا کرتے ہوئے لایعنی قسم کے دلائل دیتے ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کفار اور مشرکین کے دلائل اس قدر بوسیدہ اور بے ہودہ ہیں جیسے کسی چیز کو پاؤں تلے مسل دیا گیا ہو سمجھانا یہ مقصود ہے کہ کفار اور مشرکین کی حجت بازی اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی گھٹیا اور ذلیل ہے اسی لیے موحدین کو ایسی باتوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھنا چاہیے جسے مشرک دلیل سمجھ کر پیش کرتے ہیں درحقیقت یہ اپنے رب کے ساتھ جھگڑا کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور قیامت کے دن انہیں شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔

مسائل

۱۔ کفار اور مشرکین کے دلائل محض حجت بازی کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفار اور مشرکین کی حجت بازی انتہائی گھٹیا اور ذلیل حرکت ہے۔

۳۔ جو لوگ اللہ کی ذات اور صفات کے بارے میں حجت بازی کرتے ہیں انہیں شدید ترین عذاب دیا جائے گا۔

اَللّٰهُ	الَّذِيْٓ	اَنْزَلَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	وَالْمِيْزَانَ ؕ
اللہ	جس نے	نازل کی	کتاب	حق کے ساتھ	اور ترازو

وَمَا	يُدْرِيْكَ	لَعَلَّ	السَّاعَةَ	قَرِيْبٌ ⑰	يَسْتَعْجِلُ	بِهَا
اور کیا	معلوم آپ کو	شاید	قیامت	قریب ہو	جلدی مانگتے ہیں	اس کو

الَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِهَا ۚ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مُشْفِقُوْنَ
وہ لوگ جو	نہیں	ایمان رکھتے	اس پر	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	ڈرنے والے ہیں

مِنْهَا ۙ	وَيَعْلَمُوْنَ	اَنَّهَا	الْحَقُّ ؕ	اَلَآ	اِنَّ	الَّذِيْنَ
اس سے	اور وہ جانتے ہیں	کہ یقیناً وہ	برحق ہے	آگاہ رہو	بلاشبہ	وہ لوگ جو

يُمَارُوْنَ	فِي السَّاعَةِ	لَفِيْ ضَلٰلٍ	بَعِيْدٍ ⑱
جھگڑتے ہیں	قیامت کے بارے میں	البتہ گمراہی میں ہیں	دور والی

''وہی اللہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور ترازو نازل کیا ہے اور تمہیں کیا خبر شاید کہ فیصلے کی گھڑی قریب ہی آ لگی ہو۔ (۱۷) جو لوگ اس کے آنے پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کو جلدی مانگتے ہیں، اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ آنے والی ہے۔ اچھی طرح سن لو جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔'' (۱۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' کی ذات اور صفات کے بارے میں جھگڑا کرنے والے لوگ اپنے بے حیثیت دلائل کو حق کے ترازو میں رکھ کر وزن کریں تو وہ عذابِ شدید سے مامون ہو جائیں گے۔

ہر جھگڑا کرنے والے کے پاس کوئی نہ کوئی حجت اور دلیل ہوا کرتی ہے۔ دلیل کو پرکھنے اور حق بات تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور ایک میزان نازل فرمائی ہے اس لیے کہ لوگ کتابِ الٰہی سے راہنمائی حاصل کریں اور اس میزان کے ذریعے اپنی دلیل کا وزن کریں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی حجت اور بات کی حیثیت کیا ہے؟ جہاں تک قیامت کی آمد کا معاملہ ہے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کس قدر قریب آ پہنچی ہے۔ لوگ اپنی بات کا میزان میں وزن کرنے کی بجائے قیامت کے بارے میں جلد بازی کا اظہار کر رہے ہیں اور اسی وجہ سے وہ لوگ آپ ﷺ سے کہتے کہ جس کی آمد سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے وہ اب تک کیوں نہیں آئی۔ ان کے مقابلے میں جو لوگ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے خائف

رہتے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ قیامت ہر حال میں برپا ہونی ہے اس لیے وہ اس کی ہولناکیوں اور اس کے حساب و کتاب سے ڈرتے ہیں جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں جو شخص قیامت کے برپا ہونے کا انکار کرتا ہے درحقیقت وہ کائنات کے نظام اور اپنی تخلیق کو بے مقصد قرار دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد پیدا نہیں کی۔ قرآن مجید میں "اَلْمِیْزَانُ" کا لفظ ۹ دفعہ آیا ہے تاہم دو آیات میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے ایک میزان بھی نازل فرمایا ہے۔ "اَلْمِیْزَانُ" کے بارے میں اہلِ علم کے چار قسم کے خیالات ہیں جو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حق پر مبنی ہیں۔ ① "اَلْمِیْزَانُ" درحقیقت الکتاب کی تشریح ہے۔ ② "اَلْمِیْزَانُ" سے مراد قرآن وسنت کی تعلیم ہے جس کے ذریعے انسان حق و باطل کے درمیان وزن اور فرق کرسکتا ہے۔ ③ "اَلْمِیْزَانُ" سے مراد وہ عقلِ سلیم ہے جس کی روشنی میں آدمی حق اور ناحق کی پہچان کرتا ہے۔ ④ "اَلْمِیْزَانُ" سے مراد دنیا کی کسی چیز کی پیمائش یا وزن کرنے کا وہ پیمانہ ہے جس کے ذریعے لوگ اپنا لین دین کرتے ہیں۔ جن آیات میں "اَلْمِیْزَانُ" کا لفظ ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (الانعام: ۱۵۲، الاعراف: ۸۵، ھود: ۸۴، ۸۵، الشوریٰ: ۱۷، الرحمٰن: ۷، ۸، ۹، الحدید: ۲۵)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور میزان نازل فرمایا ہے۔ ۲۔ قیامت کا انکار کرنے والے لوگ پرلے درجے کے گمراہ ہیں۔
۳۔ قرآن مجید اور میزان کے ذریعے لوگوں کو حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنا چاہیے۔
۴۔ جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے وہی اس کے بارے میں جلدی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔
۵۔ قیامت پر ایمان رکھنے والے لوگ اس کی ہولناکیوں اور اپنے حساب و کتاب سے ڈرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

دور کی گمراہی میں مبتلا ہونے والے لوگ:

۱۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہوا۔ (النساء: ۱۱۶)
۲۔ ''اللہ'' کے راستہ سے روکنے والے دور کی گمراہی میں ہیں۔ (النساء: ۱۶۷)
۳۔ سب سے بڑا گمراہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہے۔ (القصص: ۵۰)
۴۔ کفار سے دوستی کرنے والا سیدھی راہ سے دور چلا جاتا ہے۔ (الممتحنۃ: ۱)
۵۔ جس نے اللہ، رسول، ملائکہ، کتابوں اور دن آخرت کا انکار کیا وہ دور کی گمراہی میں مبتلا ہوا۔ (النساء: ۱۳۶)
۶۔ جو لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں وہ پرلے درجے کے گمراہ ہیں۔ (ابراہیم: ۳)

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

اللہ	بہت مہربان ہے	اپنے بندوں کے ساتھ	وہ رزق دیتا ہے	جس کو	چاہتا ہے

وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

اور وہ	خوب طاقت ور	نہایت غالب ہے

''اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔''(۱۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح حق و باطل میں فرق سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک میزان قائم فرمایا ہے اسی طرح اس کے ہاں رزق کے لیے ایک میزان ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ لوگوں کا رزق کم اور زیادہ کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے سے زائد اسماء الحسنیٰ ہیں۔ اسم ''اللہ'' کے علاوہ تمام کے تمام اسمائے گرامی صفاتی ہیں ہر صفت اپنے آپ میں ایک متعین معنیٰ رکھنے کے باوجود ایک حد تک دوسری صفات کی بھی ترجمانی کرتی ہے صفاتی اسماء میں ایک مبارک نام " اللَّطِيْفُ" بھی ہے۔ " اللَّطِيْفُ" کا معنیٰ باریک سے باریک چیز کو جاننے والا اور اپنی مخلوق پر ہمہ وقت لطف و کرم کی برکھا برسانے والا ہے۔ اسی لطف و کرم کا نتیجہ ہے کہ انسان اس کی بغاوت کی انتہا کر دیتا ہے مگر پھر بھی وہ اسے اپنی عنایات سے نوازتا ہے۔ اس کی نوازشات میں انسان کے رزق کا اہتمام کرنا بھی ہے۔ وہ اپنی حکمتِ کاملہ کے تحت جتنا اور جسے چاہتا ہے رزق سے نوازتا ہے۔ اس کے خزانوں میں کمی واقع نہیں ہوتی اور اس کے نظام میں کوئی دخل انداز نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو پیدا کرنے والا ہے اور اس نے ہی اس کے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے اللہ پر ہی بھروسہ کرے اور دوسرے کی امید میں نہ بیٹھا رہے۔

«عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا»

(رواہ الترمذی: کتاب الزہد، باب فِی التَّوَکُّلِ عَلَی اللّٰہِ [صحیح])

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے اسی طرح تمہیں رزق دیا جائے جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ وہ خالی پیٹوں کے ساتھ صبح کرتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹوں کے ساتھ لوٹتے ہیں۔''

تفسیر بالقرآن

اللہ ہی رزق عطا کرنے والا ہے:

(الذاریات:۵۸)(سباء:۳۹)(یونس:۳۱)(الزمر:۵۲)(ھود:۶)(الحجر:۲۰)(طٰہٰ:۱۳۲)(البقرۃ:۲۱۲)(العنکبوت:۶۰)

مَنۡ	كَانَ	يُرِيۡدُ	حَرۡثَ	الۡاٰخِرَةِ	نَزِدۡ	لَهٗ	فِيۡ
جو شخص	ہے	ارادہ کرتا	کھیتی کا	آخرت کی	ہم زیادہ کرتے ہیں	اس کے لیے	میں

حَرۡثِهٖ ۚ	وَمَنۡ	كَانَ	يُرِيۡدُ	حَرۡثَ	الدُّنۡيَا	نُؤۡتِهٖ
اس کی کھیتی	اور جو شخص	ہے	ارادہ کرتا	کھیتی کا	دنیا کی	ہم دیتے ہیں اس کو

مِنۡهَا	وَمَا	لَهٗ	فِى	الۡاٰخِرَةِ	مِنۡ نَّصِيۡبٍ ۝۲۰
اس سے	اور نہیں	اس کے لیے	میں	آخرت	کوئی حصہ

''جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی کو بڑھاتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے دنیا میں دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔'' (۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف ''اللہ'' ہی رزق دینے والا ہے لیکن اس نے انسان کو رزق کے حصول کے لیے محنت کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے محنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ انسان وہی کچھ پائے گا جس کے لیے وہ محنت کرے گا۔ (النجم: ۳۹) دنیا اور آخرت کے حصول کو ''حرث'' کہا گیا ہے۔ ''حرث'' کا معنیٰ کھیتی ہے جس میں ہر قسم کی فصل اور پوداجات شامل ہیں کھیتی پر غور فرمائیں تو اس سے غلّہ حاصل کرنے میں زمیندار کو کتنے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے بار بار ہل چلا کر زمین کو بیج کے قابل بنانا، صحیح وقت پر اسے سیراب کرنا، جڑی بوٹیوں اور کیڑوں مکوڑوں سے اس کی حفاظت کرنا، مناسب مقدار میں کھاد لگانا اس طرح بہت سے مراحل طے کرنے کے بعد انسان لقمہ کھانے کے قابل ہوتا ہے یہی حال پھل اور میوہ جات کا ہے کہ کتنی محنت کے بعد انسان اس قابل ہوتا ہے کہ ان سے لطف اندوز ہو سکے اللہ تعالیٰ نے "حَرۡثَ" کا لفظ بول کر انسان کو دنیا اور آخرت کے لیے محنت کرنے کی ترغیب دی ہے بے شک دنیا کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے لیکن آخرت کی کامیابی اسی شخص کو حاصل ہوگی جو اس کے لیے اخلاص اور قرآن وسنت کے مطابق کوشش کرے گا آخرت کی کامیابی کا حصول دنیا کی کامیابی کے مقابلے میں نسبتاً مشکل ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آخرت کی کھیتی کے لیے کوشش کرے گا ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو دنیا کی کھیتی کے لیے کوشش کرے گا ہم اسے دنیا کا حصہ دیں گے لیکن جس نے صرف دنیا کے لیے کوشش کی اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ نبی علیہ السلام نے آخرت کی کھیتی کے اضافہ کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

«عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَیِّبٍ وَّلَا یَقْبَلُ اللّٰهُ إِلَّا الطَّیِّبَ فَإِنَّ اللّٰهَ یَتَقَبَّلُهَا بِیَمِیْنِهٖ ثُمَّ یُرَبِّیْهَا لِصَاحِبِهٖ كَمَا یُرَبِّیْ أَحَدُكُمْ فُلُوَّهٗ حَتّٰی تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ» (رواہ البخاری: کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی کھجور کے برابر اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرتا ہے اور اللہ کے ہاں صرف پاک چیز ہی قبول ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے قبول کرتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر اس کو اس طرح پالتا اور بڑھاتا ہے جیسے تم میں سے کوئی بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ صدقہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ انسان کی محنت کے مطابق اسے دنیا اور آخرت کا صلہ دیتا ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو آخرت میں اس کی محنت سے زیادہ اجر عطا فرمائے گا۔
۳۔ جس نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دی اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

دنیا اور آخرت کا تقابل:

۱۔ دنیا کھیل اور تماشا ہے۔ (الانعام: ۳۲)
۲۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ (الرعد: ۲۶)
۳۔ دنیا عارضی اور آخرت پائیدار ہے۔ (المؤمن: ۳۹)
۴۔ دنیا کی زندگی محض دھوکے کا سامان ہے۔ (الحدید: ۲۰)
۵۔ دنیا آخرت کے مقابلہ میں بہت کمتر ہے۔ (التوبۃ: ۳۸)
۶۔ جو چیز تم دیے گئے ہو یہ دنیا کا سامان اور زینت ہے۔ (القصص: ۶۰)
۷۔ نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان۔ (آل عمران: ۱۸۵)
۸۔ مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ (الکہف: ۴۶)
۹۔ مال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہے۔ (التغابن: ۱۵)
۱۰۔ آپ فرما دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے۔ (النساء: ۷۷)
۱۱۔ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو جبکہ آخرت اس سے بہتر ہے۔ (الاعلیٰ: ۱۷)

اَمْ	لَهُمْ	شُرَكٰٓؤُا	شَرَعُوْا	لَهُمْ	مِّنَ	الدِّيْنِ	مَا لَمْ
کیا	ان کے لیے	شریک ہیں	جنہوں نے مقرر کیا ہے	ان کے لیے	سے	دین	وہ جو نہیں

يَاْذَنْ	بِهِ	اللّٰهُ ؕ	وَلَوْلَا	كَلِمَةُ	الْفَصْلِ	لَقُضِيَ
اجازت دی	اس کی	اللہ نے	اور اگر نہ ہوتی	بات	فیصلے کی	فیصلہ کر دیا جاتا

بَيْنَهُمْ ؕ	وَاِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾
ان کے درمیان	اور بلاشبہ	ظالم لوگ	ان کے لیے	عذاب ہے	دردناک

''کیا ان کے لئے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین جیسا ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اگر فیصلے کی بات طے نہ ہو گئی ہوتی تو ان کا قضیہ چکا دیا جاتا، یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (۲۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا ان لوگوں میں سرفہرست مشرک ہیں۔

''اَلدِّیْنِ'' اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی علیہ السلام کے ارشادات پر مبنی ہے جس میں زندگی گزارنے کا مکمل ضابطہ دیا گیا ہے اس میں کسی چھوٹے، بڑے، نیک اور بد یہاں تک کہ نبی ﷺ کو بھی یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ آپ ﷺ اس میں اپنی مرضی سے بال برابر بھی کمی بیشی کر سکیں آپ نے جو کچھ فرمایا اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق ارشاد فرمایا۔

اس قدر واضح اور ٹھوس اصول ہونے کے باوجود مشرکین نے کچھ لوگوں کو یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ دین کے نام پر جو چاہیں مسائل بناتے اور چلاتے رہیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہاں شرکاء سے پہلی مراد وہ لوگ ہیں جو حکمرانوں یا پارلیمنٹ کو اکثریت کی نمائندہ ہونے کی بنیاد پر آئین سازی کا اختیار دیتے ہیں جس بنا پر مسلمان ملکوں کی پارلیمنٹوں اور حکمرانوں نے اسلام کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس میں ماضی، حال کے وہ علماء اور پیر بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے فتویٰ اور فقہ کو شریعت کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا اور لوگوں نے اسے عقیدت کی بنیاد پر ٹھنڈے دل سے قبول کر لیا۔ جس طرح غیر اسلامی قانون بنانے والے رب کے شریک بن بیٹھے ہیں اسی طرح انہیں خاموشی سے قبول کرنے والے بھی ایک حد تک شرک کا ارتکاب کرتے ہیں گویا کہ دونوں فریق اپنے اپنے مقام پر شرک فی الحکم میں ملوث ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے فیصلے کا ایک وقت مقرر نہ کر رکھا ہوتا تو ان کا جرم اتنا بھاری تھا کہ انہیں نیست و نابود کر دیا جاتا، ظالموں کے لیے آخرت میں اذیت ناک عذاب ہوگا اس لیے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو حاکمِ کل تسلیم کرنے کی بجائے دوسروں کو بھی اس کی حاکمیت میں شریک کر رکھا ہے۔ اس ظلم کا نتیجہ ہے کہ ظالم کو پکڑنے والا اور مظلوم کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

«عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ يَا عَدِيُّ

اطْرَحْ عَنْكَ هَذَا الْوَثَنَ وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةَ (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ) قَالَ أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ» (رواہ الترمذی: باب وَمِنْ سورَةِ التَّوْبَةِ [حسن])

''حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا میری گردن میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی آپ نے فرمایا: اس بت کو پھینک دو، میں نے سنا آپ ﷺ سورۃ برأۃ کی تلاوت فرما رہے تھے (اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ) (میں نے عرض کیا کہ ہم انہیں رب نہیں مانتے) آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہیں کہ وہ ان کی عبادت نہیں کرتے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کہتے ہیں تو یہ اس کو حلال سمجھتے ہیں جب وہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو وہ اس کو حرام جانتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ ظالمو! نے دین میں ملاوٹ کر کے دوسروں کو اللہ کا شریک بنالیا ہے۔

۲۔ اللہ کے قانون کے مقابلے دوسروں کا قانون ماننا اور چلانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنانا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنی حاکمیت میں دوسروں کو شریک کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

۴۔ دوسروں کا قانون بنانے اور چلانے والے ظالم ہیں ظالموں کے لیے اذیت ناک عذاب ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

''اللہ'' کے قانون کے علاوہ قانون بنانے اور اُسے ماننے والے ظالم ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ جو کتاب پر نازل کی ہے آپ لوگوں کے درمیان اسکے مطابق فیصلہ کریں۔ (المائدۃ:۴۸)

۲۔ جو کتاب اللہ کے بغیر اپنی مرضی سے فیصلہ کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹک جائے گا۔ (ص:۲۶)

۳۔ قانون الٰہی کے خلاف فیصلہ دینے والے فاسق ہیں۔ (المائدۃ:۴۷)

۴۔ جو قانون الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ کافر ہے۔ (المائدۃ:۴۴)

۵۔ جو قانون الٰہی کے خلاف فیصلہ کرے وہ ظالم ہے۔ (المائدۃ:۴۵)

۶۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقہ سے انحراف کرنے والے ظالم ہیں۔ (الشوریٰ:۲۱)

تَرَى	الظّٰلِمِيْنَ	مُشْفِقِيْنَ	مِمَّا	كَسَبُوْا	وَهُوَ	وَاقِعٌۢ
آپ دیکھیں گے	ظالموں کو	ڈرنے والے	اس سے	انہوں نے کیا	اور وہ	واقع ہوگی

بِهِمْ ؕ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فِيْ	رَوْضٰتِ
ان پر	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	میں	سبزہ زار

الْجَنّٰتِ ۚ	لَهُمْ	مَّا	يَشَآءُوْنَ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ ؕ
باغات کے	ان کے لیے ہوگا	جو	وہ چاہیں گے	پاس	اپنے رب کے

ذٰلِكَ هُوَ	الْفَضْلُ	الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾
یہی	فضل ہے	بہت بڑا

''آپ دیکھیں گے ظالم اس وقت اپنے کیے پر ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا، اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے وہ سرسبز باغوں میں ہوں گے، جو چاہیں گے اپنے رب کے ہاں پائیں گے، یہ بہت بڑا فضل ہے۔'' (۲۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ظالموں کی سزا اور نیک لوگوں کی جزا کا ذکر۔

قرآن مجید اپنے اسلوب کے مطابق یہاں بھی ظالموں کی سزا کا تذکرہ کرنے کے بعد جنتیوں کی جزا کا ذکر کرتا ہے لہٰذا ارشاد ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جوں ہی وہ جہنم کا عذاب دیکھیں گے جو ان پر وارد ہونے والا ہوگا تو اپنے اعمال کے انجام پر خوف زدہ ہوں گے، ان کے مقابلے میں جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال کرتے رہے وہ جنت کے لہلہاتے اور مہکتے ہوئے باغات میں ہوں گے وہ جو چاہیں گے سو پائیں گے یہ ان پر ان کے رب کا بڑا فضل ہوگا۔

مسائل

۱۔ جہنّم کا عذاب دیکھ کر ظالم اپنے انجام سے خوف زدہ ہوں گے۔

۲۔ صالح اعمال کرنے والے ایماندار جنت کے باغات میں رہیں گے اور جو چاہیں گے پائیں گے۔

۳۔ جنتیوں کو ان کے اعمال سے زیادہ عطا کیا جائے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں پر بڑا فضل فرمائیں گے۔



ذٰلِكَ الَّذِیۡ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا

یہ وہی ہے جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا

اور انہوں نے عمل کیے نیک فرما دیجیے نہیں میں سوال کرتا تم سے اس پر کسی اجر کا

اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی ؕ وَمَنۡ يَّقۡتَرِفۡ حَسَنَةً

مگر محبت کا میں رشتے داری اور جو شخص کماتا ہے نیکی

نَّزِدۡ لَهٗ فِيۡهَا حُسۡنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۲۳﴾

تو ہم زیادہ کرتے ہیں اس کے لیے اس میں بھلائی بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت قدردان ہے

''یہ وہ اجر ہے جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اے نبی ان لوگوں سے فرما دیں کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، البتہ قرابت کی محبت چاہتا ہوں، جو کوئی بھلائی کرے گا ہم اس کی بھلائی میں اور اضافہ کر دیں گے بے شک اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور قدردان ہے۔'' (۲۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد بُرے لوگوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈرانا اور صاحبِ ایمان اور صالح اعمال لوگوں کو ان کے تابناک مستقبل کی بشارت دینا تھا۔ اس پر آپ ﷺ کسی معاوضہ کے طلب گار نہ تھے۔

آپ ﷺ بُرے لوگوں کو ڈرانے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کے ساتھ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں اس دعوت کے بدلے تم سے کسی اجر کا طلبگار نہیں ہوں البتہ یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں قرابت داری کا لحاظ رکھنا چاہیے جو شخص نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نیکی کرنے کی مزید توفیق عنایت فرمائے گا اور نیک لوگوں سے بتقاضائے بشریّت غلطی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے گا کیونکہ وہ معاف فرمانے والا، نیکی اور نیک لوگوں کی قدر کرنے والا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کی زبانِ اطہر سے اس بات کا اظہار کروایا گیا ہے کہ آپ ان لوگوں سے فرمائیں کہ میں قرابت داری کی محبت کے سوا تم سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتا ان الفاظ کے مفسّرین نے تین مفہوم لیے ہیں۔ نبی کریم ﷺ صبح و شام اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ لوگوں کو بُرے اعمال اور اس کے انجام سے بچنے کی تلقین کرتے تھے مگر ان کی حالت یہ تھی کہ وہ برے کاموں سے بچنے کی بجائے آپ ﷺ کی جان کے درپے ہو چکے تھے۔ ① اس پر آپ ﷺ نے انہیں سمجھایا کہ اگر تم برائی سے بچنے کے لیے تیار نہ ہو تو کم از کم تمہیں معاشرتی حقوق اور نسبی رشتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

سیّدنا عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ (اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی) کا کیا مطلب ہے؟ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہہ دیا

اس سے آپ ﷺ کی آل مراد ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے آپ جلد بازی کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس سے آپ کی کچھ نہ کچھ قرابت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے فرمایا کہ انہیں کہیے کہ اگر تم اور کچھ نہیں کرتے تو کم از کم قرابت ہی کا لحاظ رکھو! (رواہ البخاری: کتاب التفسیر)

② میں تم سے اس دعوت کا کوئی صلہ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم بُرے اعمال چھوڑ کر اپنے رب کے قریب ہونے کی کوشش کرو! یہی میری دعوت کا صلہ ہے۔

③ کچھ لوگوں نے اپنے مخصوص نظریات کی خاطر یہ تفسیر کی ہے کہ میں اس کے سوا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا کہ تم میرے رشتہ داروں کا بالخصوص اہلِ بیت کا خیال رکھو! ظاہر ہے کہ جن میں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔ اس تفسیر کو بڑے بڑے مفسّرین نے من گھڑت قرار دیا ہے کیونکہ جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تھی تو اس وقت حضرت فاطمہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح بھی نہیں ہوا تھا۔ (ضیاء القرآن: جلد ۴ پیر کرم شاہ صاحب بریلوی)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کی کامیابی اور جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو نیکی کی مزید توفیق دیتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرمانے والا اور ان کی نیکی کی قدر کرنے والا ہے۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ تبلیغ پر کسی سے کسی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

انبیائے کرام علیہم السلام نبوّت کے کام پر کسی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کرتے تھے:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا میں تم سے تبلیغ پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ (ہود:۲۹)

۲۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے تبلیغ کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ (الشعرا:۱۲۷)

۳۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا اجر اللہ رب العالمین پر ہے اور تم سے کچھ نہیں مانگتا۔ (الشعرا:۱۴۵)

۴۔ ہود علیہ السلام نے کہا میرا اجر اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ (ہود:۵۱)

۵۔ میرا اجر اللہ پر ہے اور وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ (سبا:۴۷)

۶۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں تم سے نہ اجر چاہتا ہوں اور نہ کسی قسم کا تکلف کرتا ہوں۔ (ص:۸۶)



اَمْ	يَقُوْلُوْنَ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	كَذِبًا ۚ
کیا	وہ کہتے ہیں	اس نے گھڑلیا	پر	اللہ	جھوٹ
فَاِنْ	يَّشَاِ	اللّٰهُ	يَخْتِمْ	عَلٰى	قَلْبِكَ ؕ
پس اگر	چاہے	اللہ	تو مہر لگادے	پر	آپ کے دل
وَيَمْحُ	اللّٰهُ	الْبَاطِلَ	وَيُحِقُّ	الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ ؕ
اور مٹاتا ہے	اللہ	باطل کو	اور ثابت کرتا ہے	حق کو	اپنی باتوں سے
اِنَّهٗ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٤﴾			
بلاشبہ وہ	خوب جاننے والا ہے	سینے کے راز کو			

''کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اللہ پر جھوٹ بولتا ہے اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے۔ اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو اپنے ارشادات سے حق ثابت کر دکھاتا ہے یقیناً وہ سینوں کے راز جانتا ہے۔'' (۲۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: سابقہ آیات میں ظالموں کی سزا اور نیک لوگوں کی جزا کا ذکر ہوا۔ اب یہ اعلان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو مٹائے گا اور حق کو حق ثابت کر دکھائے گا وہ جانتا ہے کون حق کو قبول کرتا ہے اور کون اس کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں کے راز جانتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں کفار اچھی طرح جانتے تھے کہ نبوّت سے پہلے بھی آپ ﷺ نے نہ کسی کے ساتھ غلط بیانی کی اور نہ ہی کسی معاملے میں آپ سے کوئی خیانت سرزد ہوئی کیونکہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قبل از نبوّت بھی ہر قسم کے عیب سے پاک رکھا جس کا اہل مکہ برملا اعتراف کرتے تھے۔ حقیقت جاننے اور اس کا اعتراف کرنے کے باوجود کفار آپ پر الزام لگاتے کہ آپ قرآن اور نبوت کے نام پر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہیں جس کی تردید کرتے ہوئے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کفار کے الزام کا یوں جواب دیتا ہے کہ اگر محمد ﷺ اللہ پر جھوٹ بولتے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر گمراہی کی مہر لگا دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا بہت بڑا ظلم ہے اس کی سنگینی کو واضح کرنے کے لیے نبی علیہ السلام کو براہِ راست یہ الفاظ کہے گئے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے، اس ارشاد سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا وجود ہی نہیں بلکہ دل بھی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں تھا اور یہی نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ تمام انسانوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہ جس طرح چاہتا ہے لوگوں کے دلوں کو پھیر دیتا ہے۔ اسی عقیدہ کی بنیاد پر آپ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو ہدایت پر قائم فرما! یہاں یہ حقیقت بھی

بتلائی ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ بھی قرآن مجید میں کمی بیشی کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بھی سزا دیتا جس کے نتیجہ میں آپ ﷺ کے دل پر مہر لگا دی جاتی کسی کے دل پر گمراہی کی مہر لگنا سب سے بڑی سزا ہے کیونکہ یہ ربِ ذوالجلال کی ناراضگی کی انتہا ہے اسی لیے کفار کے بارے میں کہا گیا ہے:

{ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۧ }

(البقرۃ:۷)

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے عظیم عذاب ہے۔''

اس لیے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو ایک حد سے آگے نہیں بڑھنے دیتا جب باطل اس کی مقرر کی ہوئی حد سے آگے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مٹا دیتا ہے اور حق کو حق ثابت کر دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جاننے والا ہے۔

{ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۚ }

(الحاقۃ:۴۴تا۴۶)

''اگر پیغمبر ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات بناتے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔''

مسائل

۱۔ اگر نبی کریم ﷺ قرآن مجید میں ترمیم و اضافہ کرتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے دل پر مہر لگا دیتا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ بالآخر باطل کو مٹا کر حق کو حق کر دکھاتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا کر حق کو حق ثابت کر دیتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کو غرقاب کر کے نوح علیہ السلام کی دعوت کو حق کر دکھایا۔ (ھود:۴۸)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا کر حق کو حق کر دکھایا۔ (الانبیاء:۶۹،۷۰)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کے مقابلے میں کامیاب فرما کر حق کو حق کر دکھایا۔ (یونس:۸۲)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے موقعہ پر نبی ﷺ کو بچا کر حق کو بلند فرمایا۔ (التوبۃ:۴۰)

وَهُوَ	الَّذِیْ	یَقْبَلُ	التَّوْبَةَ	عَنْ	عِبَادِهٖ	وَیَعْفُوْا
اور وہی	جو	قبول کرتا ہے	توبہ	سے	اپنے بندوں	اور وہ معاف کرتا ہے
عَنِ	السَّیِّاٰتِ	وَیَعْلَمُ	مَا	تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾	وَیَسْتَجِیْبُ	الَّذِیْنَ
سے	برائیاں	اور وہ جانتا ہے	جو	تم کرتے ہو	اور وہ قبول کرتا ہے	ان لوگوں سے جو
اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	وَیَزِیْدُهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ	
ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	اور ان کو زیادہ دیتا ہے	سے	اپنے فضل	
وَالْكٰفِرُوْنَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	شَدِیْدٌ ﴿۲۶﴾			
اور کافر لوگ	ان کے لیے	عذاب ہے	شدید			

''وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کی برائیوں سے درگزر فرماتا ہے اور تم جو کرتے ہو اسے سب کچھ معلوم ہے۔ (۲۵) وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے اُن کو مزید عطا کرتا ہے۔ جو انکار کرنے والے ہیں ان کے لیے سخت سزا ہے۔'' (۲۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اسلام کے مخالفین کو توبہ کرنے کی ترغیب۔

اہلِ مکہ کے الزام کی تردید کرنے اور قرآن مجید کو ہر قسم کی دست بُرد سے محفوظ ثابت کرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر اہلِ مکہ کو ترغیب دی گئی ہے کہ اے مکہ والو! نبی کریم ﷺ پر الزام لگانے سے باز آجاؤ اور اپنے رب کے حضور سچی توبہ کرو اور یقین کرو کہ تمہارا رب توبہ قبول کرنے اور گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرنے کے ساتھ اپنے فضل سے مزید عطا فرماتا ہے، جو کافر ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہوگا۔ پوری طرح جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اُسے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاحبِ ایمان اور صالح کردار لوگوں کو چار انعامات کی خوشخبری سنائی ہے۔

① اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

② اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی دعاؤں کو مستجاب فرماتا ہے۔

④ اللہ تعالیٰ لوگوں کی دعاؤں سے بڑھ کر انہیں عطا کرتا ہے۔ اس کے فضل کی انتہا دیکھیے کہ وہ نہ صرف اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ (الفرقان: ۷۰)

وَلَوْ	بَسَطَ	اللّٰهُ	الرِّزْقَ	لِعِبَادِهٖ	لَبَغَوْا
اوراگر	فراخ کردے	اللہ	رزق	اپنے بندوں کے لیے	تو وہ ضرور سرکشی کریں

فِي	الْاَرْضِ	وَلٰكِنْ	يُّنَزِّلُ	بِقَدَرٍ	مَّا	يَشَآءُ ؕ
میں	زمین	اورلیکن	وہ نازل کرتا ہے	اندازے کے ساتھ	جتنا	وہ چاہتا ہے

اِنَّهٗ	بِعِبَادِهٖ	خَبِيْرٌۢ	بَصِيْرٌ ﴿٢٧﴾
بلاشبہ وہ	اپنے بندوں سے	خوب خبردار	خوب دیکھنے والا ہے

''اگر اللہ اپنے بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرتے مگر جتنا چاہتا ہے وہ حساب کے مطابق نازل کرتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور اُنہیں دیکھنے والا ہے۔'' (۲۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ کے فضل کی ایک صورت بارش بھی ہے جس میں بے شمار فوائد ہیں اس لیے یہاں بارش کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر قسم کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ''اللہ'' ہی اپنی پوری مخلوق کو رزق دینے والا ہے اور وہی اپنے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق اپنے بندوں کو رزق عطا کرتا ہے اس کے رزق عطا کرنے کے اصولوں میں ایک اصول یہ ہے کہ وہ کسی کو ایک حد سے بڑھ کر رزق عطا نہیں کرتا اگر وہ لامحدود طریقہ سے کسی کو رزق عطا کرے تو لوگ زمین میں بغاوت کرنے لگیں وہ اپنے بندوں کو پوری طرح جانتا اور ہر وقت انہیں دیکھنے والا ہے۔ یہ بات تو اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے ہر انسان کے لیے اس کے رزق کی کیا حد مقرر کر رکھی ہے لیکن یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جب لوگوں کو رزق کی فراوانی حاصل ہوتی ہے تو چند لوگوں کے سوا باقی لوگ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کی بجائے اس کی نافرمانی کرتے ہیں دنیا میں کتنے لوگ ہوئے اور ہیں جنہوں نے دولت کی بنا پر لوگوں میں بے حیائی پھیلائی، کسی نے وسائل کی بنیاد پر اپنی قوم کو غلام بنایا اور ان کے لیے فرعون بن بیٹھا رزق کی فراوانی پر ہی بے شمار مالداروں نے غریبوں پر ظلم ڈھائے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مقرر کردہ اصولوں سے بڑھ کر ان لوگوں کو رزق دیتا تو نامعلوم یہ لوگ کیا کیا ظلم کرتے؟ رزق سے مراد صرف خورد و نوش کا سامان ہی نہیں بلکہ رزق سے مراد ہر قسم کے وسائل ہیں جن میں جاگیرداری نظام اور سیاسی اقتدار بھی شامل ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ''خَبِيْرٌ'' اور ''بَصِيْرٌ'' کی صفات کا ذکر فرما کر باغی لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ بات نہ بھولنا کہ تمہیں کوئی دیکھنے اور جاننے والا نہیں۔ یقین کرو کہ جو تمہیں رزق عطا کرتا ہے وہ ہر حال میں تمہیں دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

وَهُوَ	الَّذِیْ	یُنَزِّلُ	الْغَیْثَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	قَنَطُوْا
اور وہی	جو	نازل کرتا ہے	بارش	اس کے بعد	جو	وہ ناامید ہو گئے

وَیَنْشُرُ	رَحْمَتَهٗ ؕ	وَهُوَ	الْوَلِیُّ	الْحَمِیْدُ ﴿۲۸﴾
اور وہ پھیلاتا ہے	اپنی رحمت	اور وہ	کارساز	تعریف کے لائق ہے

''وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے، وہی کارساز اور قابلِ تعریف ہے۔''(۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ''اللہ'' لوگوں کا رزق مقرر کرتا اور انہیں عطا کرتا ہے وہی آسمان سے بارش برساتا ہے۔

وہی ''اللہ'' ہے جو لوگوں کے مایوس ہونے کے وقت آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور اس کے ذریعے اپنی رحمت بکھیر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی لوگوں کا والی اور خیر خواہ ہے جو ہر تعریف کے لائق ہے اس کے سوا کوئی بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسا سکتا بارش سراسر ''اللہ'' کی رحمت ہے بالخصوص جب لوگ اس کے برسنے سے ناامید ہو جاتے ہیں تو پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں اور اس کے بعد موسلا دھار بارش برستی ہے جس کے بارے میں "یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ "یَنْشُرُ" کے لفظ پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہواؤں کے ذریعے کس طرح بخارات کو اٹھاتا اور ان کو بادلوں میں تبدیل کرتا ہے پھر اس کے حکم سے بادل اس طرح ٹپکتے اور برستے ہیں کہ ہر چیز گرد و غبار سے دُھل جاتی ہے آج تک کبھی نہیں ہوا کہ بادل کسی آبشار یا پرنالے کی طرح ایک ہی جگہ پر پانی اُنڈیل دیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادل اس طرح برستے ہیں جس طرح کسی فوارے سے پانی نکلتا ہے اگر بادل ایک ہی دفعہ پانی اُنڈیل دیں تو کوئی بستی اور شہر باقی نہ رہے بارش کے برسنے کا انداز اور اس کا پانی سراسر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے بارش کا پانی ندی نالوں اور دریاؤں کے ذریعے ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہوتا ہے، بارش اس قدر اپنے وجود میں اللہ تعالیٰ کی رحمت لیے ہوئے ہوتی ہے کہ جس کے فوائد کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ البتہ چند فوائد ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ ہم بارش کی افادیت کو کسی حد تک سمجھ سکیں۔

① بارش سے پوری فضا صاف اور جراثیم سے پاک ہو جاتی ہے۔ ② بارش سے موسم کی تلخی ختم ہو جاتی ہے اور فضا خوشگوار بن جاتی ہے۔ ③ بارش سے درختوں کا پتا پتا دھل جاتا ہے اور پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ ④ بارش سے نہ صرف دریاؤں اور جھیلوں میں پانی کی مقدار بڑھتی ہے بلکہ زمین کے اندر کا پانی بھی اوپر آ جاتا ہے۔ ⑤ بارش سے انسان ہی نہیں بلکہ ہر جاندار چیز مستفید ہوتی ہے۔ ⑥ بروقت بارش سے فصلیں دوگنی ہونے کے ساتھ بجلی کی بے حد بچت ہوتی ہے۔

وَمِنْ	اٰيٰتِهٖ	خَلْقُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا
اور سے	اس کی نشانیوں میں	پیدا کرنا	آسمانوں	اور زمین کا	اور جو

بَثَّ	فِيْهِمَا	مِنْ	دَآبَّةٍ ؕ	وَهُوَ	عَلٰى جَمْعِهِمْ
اس نے پھیلائے	ان دونوں میں	سے	جانور	اور وہ	پر ان کے جمع کرنے

اِذَا	يَشَآءُ	قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ع	
جب	وہ چاہے	خوب قادر ہے	

''زمین اور آسمانوں کی پیدائش، اور جاندار مخلوق جو اس نے پھیلا رکھی ہے یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے وہ جب چاہے انہیں اکٹھا کر سکتا ہے۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس سے پہلی آیات میں رزق اور بارش کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ آسمان سے نازل ہوتے ہیں۔ رزق اور بارش کا تعلق زمین کے ساتھ بھی ہے اس لیے زمینوں آسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں قرار دیا ہے۔ جس طرح بارش اللہ کی قدرت کی نشانی ہے اسی طرح چوپائے بھی اس کی قدرت کا کرشمہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمانوں کی ہیت اور تخلیق کے بارے میں بارہا دفعہ ارشاد فرمایا ہے کہ لوگو! ان پر غور کرو کہ زمین وآسمان کی تخلیق کیسے ہوئی اور انہیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح قائم کر رکھا ہے اور پھر ان دونوں میں بے شمار مخلوقات کو پھیلا دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (المدثر:۳۱) وہ جب چاہے انہیں اکٹھا کرنے پر قادر ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو مجموعی طور پر ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

① آسمانوں میں بسنے والی مخلوق میں سے ہم صرف ملائکہ کے بارے میں چند معلومات رکھتے ہیں ان کی تعداد کے بارے میں نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے۔

«عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَآبَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَقَعُ حَافِرُهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ فَرَكِبْتُ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُهٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ تَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِيْ جِبْرَئِيْلُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرَئِيْلُ اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَاءِ .....وَقَالَ فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاِذَا اَنَا بِاِبْرَاهِيْمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهٗ اِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاِذَا هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ لَّا يَعُوْدُوْنَ

اِلَيْهِ.....)) (رواه مسلم: باب الإسرَاءِ بِرَسولِ اللهِ ﷺ إِلَى السَّمٰوَاتِ وَفَرضِ الصَّلَوَاتِ)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: پھر آسمان کی طرف ہمارا عروج شروع ہوا۔..... مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے تھا وہ بیت المعمور سے کمر لگائے ہوئے تشریف فرما تھے بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جن کی باری پھر کبھی نہیں آتی.....''

② زمین اور فضا میں رہنے والی مخلوق کی تعداد شمار کرنا کسی کے بس میں نہیں صرف کیڑوں مکوڑوں کے بارے میں ماہرینِ ارضیات اب تک کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد ساٹھ ہزار سے زائد بتلاتے ہیں۔

③ زمین کی تہہ میں بسنے والی مخلوق پانی میں رہتی ہو یا زمین کے اندر بستی ہو اس کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق زمین و آسمانوں، فضاؤں اور ہواؤں میں جہاں کہیں رہتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی وہاں ہی ضرورتیں پوری کر رہا ہے اور وہ جب چاہے انہیں اکٹھا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ "دَآبَّةٍ" کا لفظ عربی زبان میں عام طور پر چوپاؤں کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے "دَآبَّةٍ" کا لفظ اپنی پوری مخلوق کے لیے استعمال فرمایا۔ "دَآبَّةٍ" کا مصدر (ROOT) دبیب ہے جس کا معنیٰ حرکت کرنے والا کیونکہ زمین و آسمانوں کی ہر چیز اپنے اپنے مقام پر متحرک ہے۔ اس لیے ان سب کے لیے دَآبَّة کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں نوری، ناری، خاکی اور تمام مخلوقات شامل ہیں۔

مسائل

۱۔ زمین و آسمانوں کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی نشانیاں ہیں۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں میں بے شمار مخلوقات پیدا کر رکھیں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جب چاہے اکٹھا کر سکتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (البقرۃ: ۲۰) ۲۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے احاطہ علم میں ہے۔ (الطلاق: ۱۲)
۳۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران: ۲۹)
۴۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائیگا وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ: ۱۴۸)
۵۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے معاف کر دے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ: ۲۸۴)
۷۔ بے شک میرا پروردگار جو تم عمل کرتے ہو اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (ھود: ۹۲)
۸۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۵۴) ۹۔ اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔ (النساء: ۱۲۶)

وَمَآ	اَصَابَكُمْ	مِّنْ مُّصِيْبَةٍ	فَبِمَا	كَسَبَتْ	اَيْدِيْكُمْ
اور جو بھی	تمہیں پہنچتی ہے	کوئی مصیبت	بوجہ اس کے جو	کمایا	تمہارے ہاتھوں نے
وَيَعْفُوْا	عَنْ	كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾	وَمَآ	اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ	فِي
اور وہ درگزر کر دیتا ہے	سے	بہت سی	اور نہیں	تم	عاجز کرنے والے	میں
الْاَرْضِ ۚ	وَمَا	لَكُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ
زمین	اور نہیں	تمہارے لیے	سے	سوا	اللہ کے
مِنْ وَّلِيٍّ	وَّلَا	نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾
کوئی کارساز	اور نہ	کوئی مددگار

''تمہیں جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے، اور اللہ بہت سے گناہوں سے درگزر کرنے والا ہے۔(۳۰) تم اسے زمین میں عاجز نہیں کر سکتے، اور اللہ کے مقابلے میں تم کوئی حامی و مددگار نہیں رکھتے۔''(۳۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ صرف قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے پر قادر نہیں بلکہ وہ دنیا میں بھی لوگوں پر ہر قسم کا اختیار رکھتا ہے وہ جسے چاہتا ہے اسکی کوتاہی پر پکڑ لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس سے درگزر فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے اپنی مخلوق پر قادر ہے یہ اس کی قدرت کی نشانی اور اختیار ہے کہ جسے چاہے اس کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لے اور جسے چاہے معاف کر دے۔

اکثر انسانوں میں ہمیشہ سے یہ کوتاہی اور کمزوری رہی ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنے گناہوں، پر اصرار اور ان کا جواز تلاش کرتے ہیں بسا اوقات خدا کے باغی یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں یہ تو لیل و نہار کی گردش اور حالات کے تغیر و تبدل کا نتیجہ ہے گویا ان کے نزدیک ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔

{ وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾ } (الجاثیۃ:۲۴)

''وہ کہتے ہیں ہماری اس زندگی کے علاوہ کوئی دوسری زندگی نہیں ہمیں یہیں زندہ رہنا اور مرنا ہے، اور ہماری ہلاکت گردش زمانہ کی وجہ سے ہے حالانکہ انہیں اس حقیقت کا کوئی علم نہیں، یہ محض انکے خیالات ہیں۔''

ایسے انسان بھی ہر دور میں موجود رہے ہیں جو اپنے احوال کی درستگی کے برعکس اس کی ذمہ داری ان لوگوں پر ڈالتے رہے

ہیں جو حالات کو بدلنے اور ان کو برے اعمال چھوڑنے کی تلقین کرتے ہیں۔

{ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَیَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۱۸ } (یٰسٓ:۱۸)

''وہ مصلحین کو کہنے لگے کہ ہم تمہیں اپنے لیے منحوس خیال کرتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔''

ان کا کہنا تھا کہ یہ مشکلات و مصائب ہماری وجہ سے نہیں، تمہاری وجہ سے آیا کرتی ہیں جب ان کے سامنے حقائق کے پردے کھلتے ہیں تو تسلیم و اعتراف کی گردن جھکانے کی بجائے سب کچھ تقدیر کے حوالے کرتے ہوئے اپنے آپ کو پاک دامن اور معصوم خیال کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

جو کچھ تمہارے ساتھ بیت رہی ہے وہ تمہارے گناہوں کی ہلکی سی سرزنش ہے۔ جبکہ تمہاری بے شمار غلطیوں اور زیادتیوں سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے اگر دنیا میں تمہارے دامن کو تھوڑا سا کھینچا اور گریبان کو ہلکا سا جھنجھوڑا جاتا ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی شفقت و مہربانی پنہاں ہے تاکہ تمہارے قدم بغاوت و نافرمانی سے رک جائیں اور تم اپنے مالک حقیقی کی طرف پلٹ آؤ، سمجھدار اور نیکوکار لوگ اپنی کمزوریوں اور ان کے بدلے میں پیدا ہونے والے حالات کو اپنے کردار کے حوالے سے ہی دیکھا کرتے ہیں۔

{ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۴۱ } (الروم:۴۱)

''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کے کیے کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا ہے تاکہ اُن کو اُن کے بعض اعمال کا مزا چکھایا جائے شاید کہ وہ باز آجائیں۔''

{ وَ لَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۲۱ } (السجدۃ:۲۱)

''اُس بڑے عذاب سے پہلے ہم اِسی دنیا میں کسی نہ کسی چھوٹے عذاب کا انہیں مزا چکھاتے رہیں گے، شاید وہ اپنی باغیانہ روش سے باز آجائیں۔''

{ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲۷ }

(حٰمٓ السجدۃ:۲۷)

''ان کافروں کو ہم سخت عذاب کا مزا چکھائیں گے اور ہم انکے بُرے اعمال کی پوری پوری سزا دیں گے۔''

اور جب کسی پر اللہ کی پکڑ آتی ہے تو اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو کوئی عاجز کر سکتا ہے۔



وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ

اور سے اسی کی نشانیوں کشتیاں ہیں میں سمندر مانند پہاڑ کے اگر وہ چاہے

يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ

تو ٹھہرا دے ہوا کو پھر وہ ہو جائیں کھڑی ہونے والی پر اس کی سطح بلاشبہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ

میں اس ضرور نشانیاں ہیں ہر ایک کے لیے بہت زیادہ صبر کرنے والے شکر کرنے والے یا

يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّيَعْلَمَ

ان کو ڈبو دے بہ سبب اس کے جو انہوں نے کمایا اور درگزر کر دے سے بہت اور جان لیں

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾

وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں میں ہماری آیتوں نہیں ہے ان کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ

''اس کی نشانیوں سے ہیں یہ جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے ہیں۔(۳۲) اللہ جب چاہے ہوا کو ساکن کر دے اور کشتیاں سمندر کی سطح پر کھڑی کی کھڑی رہ جائیں، اس میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو اچھی طرح صبر و شکر کرنے والا ہے۔(۳۳) بہت سے گناہوں سے درگزر کرتے ہوئے ان کے چند گناہوں کی وجہ سے انہیں ڈبو دے اور اس وقت ہماری آیات میں جھگڑے کرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔''(۳۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس اللہ کو کوئی عاجز اور بے بس نہیں کر سکتا اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ سمندر میں پہاڑوں کی طرح لمبے، چوڑے اور بلند و بالا جہاز تیرتے پھر رہے ہیں۔

قرآن مجید نے متعدد آیات میں سمندر میں چلنے والی کشتیوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ قرار دیا ہے اور کشتیوں میں سفر کرنے والوں کو اس بات پر غور کرنے کا حکم دیا ہے کہ غور کرو! جو پانی ایک سوئی کا بوجھ برداشت نہیں کرتا وہی پانی ہزاروں ٹن کا بوجھ اٹھائے ہوئے بحری جہازوں اور کشتیوں کو سمندر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچاتا ہے۔ نزولِ قرآن کے زمانے میں بادبانی کشتیاں ہوتی تھیں جن کی چوٹیاں دور سے پہاڑوں کی طرح دکھائی دیتی تھیں ان کشتیوں کا دارومدار بادِ موافق پر تھا اگر کسی وقت ہوا کا رُخ مخالف ہو جاتا تو کئی کئی دن تک کشتیاں سمندر کے سینے پر ٹھہری رہتی تھیں بسا اوقات بادِ مخالف اس قدر تیز اور زور آور ہوتی کہ کشتی کے ملّاح اور اس کے ساتھیوں کو پتوار سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ کشتی میں سفر کرنے والے لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے اور وہ سب کچھ بھول کر صرف ایک الٰہ کو پکارنے پر مجبور ہوتے تھے۔ اسی صورتِ

حال کے بارے میں بتلایا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کشتیوں کو سمندر کے پانی پر جامد کردے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو کشتی کو ساحل سمندر تک پہنچا سکے اگر وہ چاہے تو لوگوں کے باطل نظریات اور برے اعمال کی وجہ سے کشتی کو غرق کردے۔ لیکن یہ اس کا کرم اور حوصلہ ہے کہ لوگوں کی بغاوت کے باوجود ان کی اکثر خطاؤں سے درگزر کرتا ہے کشتیوں کی آمد رفت میں صابر اور شکرگزار لوگوں کے لیے بہت سا سامان عبرت ہے۔ صابر اور شکرگزار لوگوں کی طرف اشارہ فرما کر یہ حقیقت واضح کی ہے کہ عبرت وہی شخص حاصل کرسکتا ہے جو مشکل کے وقت صبر کرتا ہے اور آسانی کے وقت اپنے رب کا شکرگزار ہوتا ہے۔ جہاں تک موجودہ ٹیکنالوجی اور جہاز رانی کا معاملہ ہے اس میں کوئی شک نہیں ہزاروں (HORSE POWER) رکھنے والے بحری جہاز ہزاروں ٹن بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے یہ اس طرح ہی بے بس ہیں جس طرح بادبانی کشتیاں بے بس ہوجایا کرتی تھیں۔ سمندر میں طغیانی اور طوفان ہو تو آج بھی بحری جہاز کئی کئی دن تک سمندر میں جامد اور ساکت کھڑے رہتے ہیں کپتان اور اس کا عملہ اسی طرح بے بس ہوجاتا ہے جس طرح پرانے زمانے کے ملّاح بے بس ہوجایا کرتے تھے۔ آج بھی پانی میں جہاز غرقاب ہوتے ہیں اور آبدوزیں سمندر کی تہہ میں ڈوب جاتی ہیں انہیں کوئی بھی بچانے والا نہیں ہوتا یہاں تک کہ اکثر اوقات ان کا ملبہ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ بڑی بڑی ترقی یافتہ حکومتیں بھی بے بس دکھائی دیتی ہیں۔ اسی بنا پر فرمایا ہے کہ جو لوگ ''اللہ'' کی آیات کے ساتھ جھگڑتے اور ان کا انکار کرتے ہیں وہ جان لیں کہ جس طرح وہ دنیا میں بے بس ہوجاتے ہیں اس سے ہزار گنا زیادہ قیامت کے دن بے بس ہونگے اور جہنم کے عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے۔

مسائل

۱۔ سمندروں میں بحری جہاز اور کشتیوں کا چلنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو جہازوں اور کشتیوں کو سمندر میں جامد اور ساکت کردے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی بہت سی غلطیوں سے درگزر فرمادیتا ہے۔

۴۔ اللہ کی آیات کے بارے میں جھگڑنے والے لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ وہ اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن میں کشتیوں کا تذکرہ:

۱۔ کشتیوں کا غرق ہونے سے بچنا اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ (یٰسٓ: ۴۳، ۴۴)

۲۔ سمندر میں کشتیوں کا چلنا ''اللہ'' کی قدرت کی نشانی ہے۔ (البقرۃ: ۱۶۴)

۳۔ کشتیاں دریاؤں میں ''اللہ'' کے حکم سے چلتی ہیں۔ (الحج: ۶۵)

۴۔ اللہ نے کشتیوں، نہروں، چاند، سورج، دن اور رات کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے۔ (ابراہیم: ۳۲۔ ۳۳)

۵۔ جب وہ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خالصتاً اللہ کو پکارتے ہیں۔ (العنکبوت: ۶۵)

فَمَآ	اُوْتِيْتُمْ	مِّنْ شَيْءٍ	فَمَتَاعُ	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا ۚ
پس جو بھی	تم دیے گئے ہو	کوئی چیز	تو سامان ہے	زندگی کا	دنیا والی
وَمَا	عِنْدَ اللّٰهِ	خَيْرٌ	وَّاَبْقٰى	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اور جو کچھ	اللہ کے پاس ہے	وہ کہیں بہتر ہے	اور باقی رہنے والا ہے	ان لوگوں کے لیے جو	ایمان لائے
وَعَلٰى	رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ ﴿٣٦﴾	وَالَّذِيْنَ	يَجْتَنِبُوْنَ	كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ
اور پر	اپنے رب	وہ بھروسا کرتے ہیں	اور وہ لوگ جو	بچتے ہیں	کبیرہ گناہ سے
وَالْفَوَاحِشَ	وَاِذَا مَا	غَضِبُوْا	هُمْ	يَغْفِرُوْنَ ۚ ﴿٣٧﴾	
اور بے حیائیوں سے	اور جب بھی	وہ غصے ہوتے ہیں	وہ	معاف کر دیتے ہیں	

''جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں۔ (۳۶) اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آئے تو درگزر کرتے ہیں۔'' (۳۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگ اپنے رب کے احکام اور ارشادات کے بارے میں بحث وتکرار کرتے ہیں انہیں جان لینا چاہیے کہ دنیا کی زندگی اور اس کا ساز وسامان قلیل اور عارضی ہے۔ اس لیے ''اللہ'' کے نیک بندے کبیرہ گناہوں اور بے حیائی سے اجتناب کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو دوسرے کو معاف کر دیتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے کی تلقین کے ساتھ معاف کر دینے کا اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ انسان غصے کی حالت میں دوسرے پر زیادتی کر جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قتل نفس کا واقعہ بھی پیش آ جاتا ہے جو کبیرہ گناہوں میں شامل ہے۔

جس دنیا کے اسباب ووسائل پر لوگ اتراتے اور اپنے رب کے احکام کے بارے میں بحث وتکرار کرتے ہیں۔ اس دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے اسباب ووسائل تھوڑے اور نہ پائیدار ہیں یہاں تک کہ انسان کی زندگی بھی تھوڑی اور عارضی ہے۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے وہ دنیا ومافیہا سے بہتر اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ہمیشہ کی بقا اور خیرِ کثیر ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اپنے رب پر سچا اور پکا ایمان رکھتے ہیں اور دنیا کے اسباب وسائل پر بھروسہ کرنے کی بجائے مسبّب الاسباب پر توکل اور بھروسہ کرتے ہیں۔ توکل کا یہ معنیٰ نہیں کہ انسان وسائل کو استعمال کرنے سے اجتناب کرے اور ان پر ایک حد تک اعتماد کرنے کی بجائے بے اعتمادی کا شکار رہے۔ بے اعتمادی کا شکار آدمی نہ دشمن کے مقابلے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ہی منزلِ مقصود پا سکتا ہے۔ توکل کا معنیٰ ہے کہ اپنی

محنت اور وسائل پر بھروسہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی رحمت پر بھروسہ کرے کیونکہ وہی وسائل دینے والا ہے اور اسی نے وسائل کو بروئے کار لانے کی توفیق دینے کے ساتھ انہیں مؤثر بناتا ہے۔ ایماندار لوگوں کے اوصاف میں نمایاں وصف یہ ہیں۔ ① اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے کبیرہ جرائم سے بچتے ہیں کبیرہ گناہوں سے اس لیے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک تو نافرمانی کے اعتبار سے یہ بڑے گناہ ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو کبیرہ گناہ سے بچا لیتا ہے اُسے چھوٹے گناہ چھوڑنے مشکل نہیں رہتے۔

② اللہ پر ایمان اور توکل رکھنے والے لوگ ہر قسم کی بے حیائی سے اجتناب کرتے ہیں فواحش سے مراد ہر وہ بری حرکت ہے جو شریف معاشرے میں ایک شریف انسان کو زیب نہیں دیتی۔ اس میں بھی وہی فلسفہ پنہاں ہے جس بنا پر بڑے گناہوں سے روکا گیا ہے کیونکہ جو شخص بڑی بے حیائی سے بچتا ہے اس کے لیے چھوٹی بے حیائی سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی بدکاری سے نفرت کرتا ہے تو اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ غیر محرم عورت کو اشارے کرے یا اس کے ساتھ آنکھ لڑانے کی کوشش کرے۔

کبیرہ گناہ:

''فرما دیجیے کہ آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور ہر قسم کی بے حیائی کے قریب نہ جاؤ جو ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے اللہ نے یہ تمہیں وصیت کی ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔'' (الانعام: ۱۵۱)

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْكَبَائِرُ الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ» (رواه البخاری: باب اليمين الغموس)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم اُٹھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔''

③ جب انہیں غصہ آتا ہے تو بدلہ اور انتقام لینے کی بجائے ایک دوسرے کو معاف کر دیتے ہیں۔ غصہ انسان کی فطری کمزوری بھی ہے اور اس کی ضرورت بھی کیونکہ غصہ کے بغیر انسان اپنی عزت، جان اور آبرو کی حفاظت نہیں کر سکتا اس لیے کلّی طور پر غصہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا البتہ اس میں یہ بات ضرور ہونی چاہیے کہ جب کوئی صالح شخص غیر ارادی طور پر زیادتی کر بیٹھے تو بدلہ لینے کی بجائے اسے معاف کرنا اللہ کے بندوں کا شیوہ ہونا چاہیے۔ نبی معظم ﷺ نے غصہ پر قابو پانے کے لیے ایک طریقہ اور ذکر بتلایا ہے۔

«عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ... إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ

ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلاَّ فَلْيَضْطَجِعْ)) (رواہ احمد: مسند ابی ذر الغفاری [صحیح])

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب تم میں سے کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو وہ بیٹھ جائے اگر غصہ چلا جائے تو ٹھیک ورنہ لیٹ جائے۔''

((عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ وَأَحَدُهُمَا يَسُبُّ صَاحِبَهُ مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالُوا لِلرَّجُلِ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَسْتُ بِمَجْنُونٍ)) (رواہ البخاری: کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب)

''حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دو آدمیوں نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپس میں گالی گلوچ کی اور ہم آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں ایک شدید غصے میں تھا وہ دوسرے کو برا بھلا کہہ رہا تھا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں ایسی بات جانتا ہوں اگر وہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے۔ ''أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ'' میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا کیا تو نے نبی ﷺ کا فرمان نہیں سنا؟ اس نے کہا میں پاگل تو نہیں ہوں۔ (یعنی میں نے سُن لیا ہے اور اسے پڑھتا ہوں)''

مسائل

۱۔ لوگوں کو دنیا میں جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ تھوڑا اور ناپائیدار ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب ایمان لوگوں کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے وہ ہمیشہ رہنے والا اور دنیا سے بیش بہا بہتر ہے۔

۳۔ اللہ کے بندے ہر حال میں اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ کے بندے بڑے گناہوں، ہر قسم کی بے حیائی سے بچتے اور ایک دوسرے کو معاف کر دیتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

توکل اور اس کے فوائد:

۱۔ رسول کریم ﷺ کو اللہ پر توکل کرنے کی ہدایت۔ (النمل: ۷۹) ۲۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم۔ (المجادلۃ: ۱۰)

۳۔ انبیاء اور نیک لوگ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ (یوسف: ۶۷)

۴۔ جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کافی ہو جاتا ہے۔ (الطلاق: ۳)

۵۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ (التوبۃ: ۱۲۹)

۶۔ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (آل عمران: ۱۵۹) ۷۔ جس نے اللہ پر توکل کیا اللہ اسے کافی ہوگا۔ (الطلاق: ۳)

وَالَّذِيْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِرَبِّهِمْ	وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ ۪	وَاَمْرُهُمْ
اور جنہوں نے	حکم مانا	اپنے رب کا	اور انہوں نے قائم کی	نماز	اور ان کا کام

شُوْرٰی	بَيْنَهُمْ ۪	وَمِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ ج
مشورہ کرنا	آپس میں	اور اس سے جو	ہم نے ان کو دیا	وہ خرچ کرتے ہیں

''جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اپنے معاملات باہم مشورے سے چلاتے ہیں ہم نے انہیں جو کچھ بھی رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (۳۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ کے نیک بندوں کے مزید اوصاف۔

مشاورت کی اہمیت اور اس کی غرض وغایت:

قرآن پاک نے مسلمانوں کو مشاورت کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ مسلمان اجتماعی مسائل کو اجتماعی انداز میں حل کرنے کی کوشش کریں اس طرز عمل کے بیک وقت کئی فوائد ہیں۔ ایک طرف اہلِ دانش کی دلجوئی ہے اور دوسری جانب ان کی صلاحیتوں سے اجتماعی فائدہ اٹھانا اور ان کی انفرادی فکر کو اجتماعی سوچ میں ڈھالنا اور باہمی فکر وعمل کا موقع فراہم کرنا ہے یہ ایسا خیر وبرکت سے بھرپور عمل ہے جس سے نبی اکرم ﷺ کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا حالانکہ آپ مسلسل اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور ہدایات میں زندگی گزارتے ہوئے لوگوں کی راہنمائی فرما رہے تھے آپ کی ذات گرامی کو حکم ہوا۔

{ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ }

(آل عمران:۱۵۹)

''اور معاملات میں ان کو شریکِ مشورہ رکھا کرو، جب آپ کا عزم کسی رائے پر پختہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔''

اس عمل کی اہمیت کو اجاگر اور ممتاز کرنے کے لیے پانچ رکوع پر مشتمل اس سورۃ کا نام ہی الشوریٰ رکھ دیا گیا تاکہ مسلمان مشاورت کے اصولوں کو اپناتے ہوئے اجتماعی زندگی بسر کریں۔ نبی اکرم ﷺ اس حکم کے نزول سے پہلے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے تھے لیکن نزول حکم کے بعد تو یہ حالت ہوگئی کہ آپ ہر کام میں صحابہ سے مشورہ فرماتے تھے۔

دیکھنا یہ ہے کہ مشورہ کن امور میں کرنا چاہیے؟ مشاورت کا حدود اربعہ کیا ہے؟ بدر، احد، خندق غرضیکہ ہر اہم معاملہ میں آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ جنگ سے پہلے مشاورت کا مقصد یہ نہیں تھا کہ جہاد کرنا چاہیے یا نہیں۔ اللہ کے واضح احکامات آجانے کے بعد ان کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں مشورہ کرنا تو درکنار، سوچنا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ مشاورت تو

اس بات پر کرنی ہے کہ دشمن پر فوری حملہ کرنا ہے یا کہ موسم، وقت، میدان جنگ کا انتخاب، اپنی اور دشمن کی جنگی تیاریوں کا پورا پورا اندازہ کر کے کرنا ہے۔ ان امور کو اللہ تعالیٰ نے امت کے ذمہ داران پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ دیانت داری اور غیر جذباتی فضا میں تجزیہ کریں کہ ہم نے آگے بڑھ کر یلغار کرنی ہے یا صرف دفاع کرنا ہے اور کس وقت یہ اقدام اٹھانا ہے

آپ ﷺ کے دورِ مبارک میں مجلس شوریٰ کے اجلاس اور ان کا ایجنڈا

نماز باجماعت کے لیے مشورہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدنی دور کی ابتدا میں لوگ نماز کے اوقات اپنے اپنے اندازے سے متعین کرتے تھے۔ ایک دن جماعت کے لیے مشورہ کیا گیا کسی نے یہود کے بوق کی تجویز پیش کی اور کسی نے نصاریٰ کے ناقوس بجانے کے لیے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ ایک شخص کو مقرر کیا جائے جو نماز کے اوقات میں بلند آواز سے لوگوں کو بلائے بالآخر اسی پر فیصلہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کام پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کے اوقات میں بلند آواز سے الصلوۃ جامعۃ کہا کرتے تھے۔ لوگو! نماز کے لیے جماعت تیار ہے لیکن بعد میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان کے مروجہ الفاظ سنے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کیے آپ نے انہیں حکم دیا کہ یہ الفاظ بلال کو سکھلاؤ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو انہی الفاظ کے ساتھ اذان کہنے کا حکم دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان سُنی تو دوڑتے ہوئے آئے اور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ اللہ کی قسم میں نے یہی الفاظ خواب میں سُنے ہیں۔

(رواہ ابو داؤد: باب کَیفَ الأَذَانُ [صحیح])

بعد ازاں وحی بھی اسکی تائید میں آ گئی۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

«مَبْدَاءُ الْاَذَانِ كَانَ عَنْ مَشُوَرَةٍ اَوْقَعَهَا النَّبِيُّ بَيْنَ اَصْحَابِهِ حَتّٰى اِسْتَقَرَّ بِرُؤْيَا بَعْضُهُمْ وَفِيهِ مَشْرُوْعِيَّةُ تَشَاوُرِفِي الْاُمُوْرِ الْمُهِمَّةِ» (فتح الباری لابن حجر: باب بدء الاذان)

''اذان کا آغاز مشاورت سے ہوا تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کی تھی بعد میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے خواب کے ذریعے اذان مقرر ہوئی۔ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اہم امور میں مشاورت کرنا شرعی طریقہ ہے۔''

غزوہ بدر کے بارے میں مشاورت:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے دی مگر آپ ﷺ انصار کی رائے حاصل کرنے کے لیے خاموش رہے انصار کے سردار سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا: اگر آپ حکم دیں تو ہم برک الغماد (یمن) تک گھوڑے دوڑانے کے لیے بھی تیار ہیں اس کے بعد روانگی کا حکم ہوا اور فوج مقام بدر پر مورچہ زن ہو گئی۔

کفار سے معاہدہ کرنے کے بارے میں مشورہ:

غزوہ خندق کے موقع پر جب محاصرہ سخت ہو گیا تو رسول اللہ نے بنو غطفان کے لیڈروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کے ساتھ مدینہ منورہ کے باغات کے پھلوں کا ۱/۳ (ثلث) دے کر مصالحت کی بات کی تا کہ یہ دونوں سردار قریش کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں یہ آپ ﷺ کی اپنی رائے تھی لیکن فیصلہ کرنے سے قبل مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ انصار کے رہنماؤں میں سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر یہ ''اللہ'' کا حکم ہے تو ہمیں تسلیم ہے اگر آپ ﷺ حالات کی وجہ سے ایسا کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں تسلیم نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ اللہ کا حکم ہوتا تو میں آپ سے مشورہ نہ کرتا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے خیال پر شوریٰ کی رائے کو ترجیح دی اور یہودیوں سے مصالحت کی بات ختم کر دی۔

سفر جاری رکھنے یا واپس پلٹنے کے بارے میں مشاورت:

حدیبیہ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ جب غدیر الاشطاط کے مقام پر پہنچے تو مسلمانوں کے مخبر نے اطلاع دی کہ قریش مکہ نے اپنے حلیف قبائل کو جمع کر لیا ہے وہ آپ کو بیت اللہ سے روکنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانو! مجھے مشورہ دو کہ اب کیا اقدام کیا جائے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ قریش کے ان دوستوں (احابیش) کے گھروں پر حملہ کیا جائے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ آپ ﷺ کعبہ کی زیارت کی غرض سے آئے ہیں پس آپ اسی غرض کے لیے آگے بڑھیں جو ہمیں روکے گا ہم اس سے لڑیں گے لیکن بعد میں معاہدہ صلح حدیبیہ طے پا گیا۔

جنگی قیدیوں کے بارے میں مشورہ:

بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا: قیدیوں کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیے جائیں لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان کی گردنیں اڑا دی جائیں اس لیے کہ یہ کفر کے امام اور دشمن قوم کے سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

غزوہ حُنین میں بنو ہوازن کے ۶ ہزار قیدی اور بہت سارا مال ہاتھ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جعرّانہ کے مقام پر کچھ دن انتظار کیا اس خیال سے کہ اگر یہ لوگ ایمان لے آئیں تو ان کا مال اور قیدی دونوں واپس کر دیئے جائیں۔ لیکن حُنین والوں نے آنے میں دیر کی تو مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔ بعد میں جب یہ لوگ پشیمان ہو کر آئے تو آپ ﷺ نے لوگوں کو بلایا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی رہا کر دیئے جائیں تم میں سے جو خوشی سے اپنا قیدی آزاد کرنا چاہے تو بہتر ہے ورنہ ہم اسے معاوضہ دے کر اس سے قیدی آزاد کرا لیں گے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہم بخوشی آزاد کرتے ہیں کچھ نے انکار کیا۔ صورتحال واضح نہ ہو سکی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم واپس جا کر اپنے نمائندوں (عرفاء) کو اپنی رائے دو۔ نمائندوں نے آ کر رپورٹ دی کہ سب کے سب راضی ہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے تمام قیدی رہا کر دیئے۔ تفصیل کے لیے میری کتاب (اتحادِ امّت اور نظم جماعت) ملاحظہ فرمائیں۔

وَالَّذِيْنَ	اِذَآ	اَصَابَهُمُ	الْبَغْيُ	هُمْ	يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾	وَجَزٰٓؤُا
اور وہ لوگ	کہ جب	ان کو پہنچتا ہے	ظلم	تو وہ	بدلہ لیتے ہیں	اور بدلہ
سَيِّئَةٍ	سَيِّئَةٌ	مِّثْلُهَا ۚ	فَمَنْ	عَفَا	وَاَصْلَحَ	فَاَجْرُهٗ
برائی کا	برائی ہے	اسی کی مثل	پھر جو	معاف کردے	اور صلح کرلے	تو اس کا اجر ہے
عَلَى	اللّٰهِ ؕ	اِنَّهٗ	لَا	يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾	وَلَمَنِ
پر	اللہ	بلاشبہ وہ	نہیں	پسند کرتا	ظالموں کو	اور البتہ جس نے
انْتَصَرَ	بَعْدَ	ظُلْمِهٖ	فَاُولٰٓئِكَ	مَا	عَلَيْهِمْ	مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾
بدلہ لیا	بعد	اپنے اوپر ظلم کے	تو یہی لوگ	نہیں	ان پر	کوئی راستہ

''اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو اس کا بدلہ لیتے ہیں۔(۳۹) زیادتی کا بدلہ ویسی زیادتی ہے، جو کوئی معاف کردے اور اصلاح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔(۴۰) اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں انہیں ملامت نہیں کی جاسکتی۔''(۴۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اہلِ ایمان کی نویں صفت۔

اہلِ ایمان کی یہ بھی صفت ہے کہ ان پر کوئی جارحیت کرے تو وہ پوری غیرت کے ساتھ اس کا جواب دیتے ہیں۔ اس سے پہلے اہلِ ایمان کی چوتھی یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ جب انہیں غصہ آتا ہے تو وہ دوسرے کو معاف کردیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے کو معاف کرنا بہت بڑا کام ہے لیکن لوگ اہلِ ایمان کو کمزور سمجھ کر دبانے اور جھکانے کی کوشش کریں۔ تو اس وقت اہلِ ایمان کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ جارحیت کرنے والوں کا پوری جرأت کے ساتھ جواب دیں۔ جارحیت کرنے والوں سے مراد کافر بھی ہیں اور وہ مسلمان بھی جو کمزوروں کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں ان کا ہاتھ روکنا لازم ہے، ایسے لوگوں کے ہاتھ نہ روکے جائیں تو قوم اور معاشرہ عدمِ تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر جارح غیر مسلم ہو تو اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جارحیت کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم اس کا بدلہ اتنا ہی لینا ہوگا جتنی وہ زیادتی کرے گا۔ اگر زیادتی کرنے والا مسلمان ہو اور وہ اپنی اصلاح کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اسے معاف کردینا چاہیے معاف کرنے والے کا اجر اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے، بدلہ لینے والے کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ہاں جو لوگ بدلہ چاہیں ان پر کوئی گناہ نہیں البتہ وہ لوگ ضرور گناہ گار ہوں گے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں انہیں اذیت ناک عذاب ہوگا۔ صبر کرے اور اپنے مسلمان بھائی کو معاف کردے ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے کاموں میں شمار ہوتا ہے۔

اِنَّمَا	السَّبِيْلُ	عَلَى	الَّذِيْنَ	يَظْلِمُوْنَ	النَّاسَ	وَيَبْغُوْنَ
بس	راستہ	پر	ان لوگوں	جو ظلم کرتے ہیں	لوگوں پر	اور سرکشی کرتے ہیں

فِي	الْاَرْضِ	بِغَيْرِ	الْحَقِّ ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾
میں	زمین	بغیر	حق کے	یہی لوگ	ان کے لیے	عذاب ہے	دردناک

وَلَمَنْ	صَبَرَ	وَغَفَرَ	اِنَّ	ذٰلِكَ	لَمِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾ ع
اور البتہ جس نے	صبر کیا	اور معاف کر دیا	بے شک	یہ ہے	البتہ سے	ہمت کے	کاموں

ع ٥ ٢٤ ٦

ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں بلاوجہ زیادتیاں کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔(۴۲) البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے تو یہ بڑی اولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔'' (۴۳)

یاد رہے کہ معافی فوج داری، مقدمات اور لین دین کے معاملے میں ہوگی۔

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا مَالَمْ يَكُنْ إِثْمًا فَإِنْ كَانَ إِثْمًا كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِنَفْسِهٖ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمُ لِلّٰهِ بِهَا» (رواه البخاری: کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ دونوں میں سے آسان کام کو اختیار کرتے بشرطیکہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا اگر وہ کام گناہ کا ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے۔ آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا البتہ جب اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اللہ کے لیے انتقام لیتے۔''

مسائل

۱۔ اللہ کے بندوں پر جارحیت کی جائے تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں۔

۲۔ بدلہ لینے میں زیادتی کرنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

۳۔ جس نے مسلمان بھائی کو معاف کر دیا اس کا اجر اللہ کے ہاں ثابت ہو گیا۔

۴۔ جو معاف کرنے کی بجائے بدلہ لینا چاہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

۵۔ جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں انہیں اذیت ناک عذاب ہوگا۔

۶۔ صبر کرنا اور دوسرے کو معاف کر دینا عظیم کاموں میں سے ایک کام ہے۔

وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا	لَهٗ	مِنْ وَّلِيٍّ	مِّنْۢ
اور جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں	اس کے لیے	کوئی کارساز	سے

بَعْدِهٖ ؕ	وَتَرَى	الظّٰلِمِيْنَ	لَمَّا	رَاَوُا	الْعَذَابَ	يَقُوْلُوْنَ
اس کے بعد	اور آپ دیکھیں گے	ظالموں کو	جب	وہ دیکھیں گے	عذاب	تو وہ کہیں گے

هَلْ	اِلٰى	مَرَدٍّ	مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ ج	وَتَرٰىهُمْ	يُعْرَضُوْنَ
کیا ہے	طرف	پلٹنے کی	کوئی راستہ	اور آپ ان کو دیکھیں گے	وہ پیش کیے جائیں گے

عَلَيْهَا	خٰشِعِيْنَ	مِنَ	الذُّلِّ	يَنْظُرُوْنَ	مِنْ
اس پر	جھکے ہوئے	سے	ذلت	وہ دیکھتے ہوں گے	سے

طَرْفٍ	خَفِيٍّ ؕ	وَقَالَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِنَّ	الْخٰسِرِيْنَ
پلکوں	چھپی ہوئی	اور کہیں گے	وہ لوگ	جو ایمان لائے	بلاشبہ	خسارہ پانے والے

''جسے اللہ گمراہی میں پھینک دے اسے اللہ کے سوا کوئی سنبھالنے والا نہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جب ظالم عذاب دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کیا واپس پلٹنے کا کوئی راستہ ہے۔ (۴۴) اور آپ دیکھیں گے کہ جب وہ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت کے مارے جھکے جا رہے ہوں گے اور اسے ترشی نظروں کے ساتھ دیکھیں گے، اور اس وقت ایمان والے کہیں گے کہ واقعی اصل نقصان پانے والے یہی لوگ ہیں۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں درحقیقت وہ صحیح راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کی کوئی راہنمائی کرنے والا نہیں ہوتا۔

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کا کوئی خیر خواہ اور دوست نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب یہ جہنم کے عذاب کو دیکھیں گے تو آہ وزاریاں کرتے ہوئے کہیں گے کہ کیا جہنّم سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ ہے۔ آپ انہیں دیکھیں گے کہ جب وہ جہنّم کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو ذلّت کی وجہ سے اپنی نگاہوں کو نیچے کیے ہوئے ترشی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے ہوں گے اس وقت مومن کہیں گے یقیناً یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو آج کے دن کے بارے میں نقصان میں رکھا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ظالم ہمیشہ رہنے والے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی دوست اور خیر خواہ نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اس کے لیے ہدایت کا کوئی راستہ اور طریقہ باقی نہیں رہتا۔ فہم القرآن میں کئی مرتبہ اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو گمراہ نہیں کرتا۔ اس کے گمراہ کرنے کا معنیٰ

الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	وَ اَهْلِيْهِمْ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ ؕ
وہی لوگ ہیں	جنہوں نے خسارے میں ڈالا	اپنے آپ کو	اور اپنے گھر والوں کو	دن	قیامت کے
اَلَآ	اِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	فِيْ	عَذَابٍ	مُّقِيْمٍ ﴿٤٥﴾
آگاہ رہو	بلاشبہ	ظالم لوگ ہوں گے	میں	عذاب	دائمی
وَمَا	كَانَ	لَهُمْ	مِّنْ اَوْلِيَآءَ	يَنْصُرُوْنَهُمْ	مِّنْ
اور نہیں	ہوں گے	ان کے لیے	کوئی دوست (جمع)	جو ان کی مدد کریں	سے
دُوْنِ	اللّٰهِ ؕ	وَمَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَمَا
سوا	اللہ کے	اور جسے	گمراہ کردے	اللہ	تو نہیں
لَهٗ	مِنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٦﴾				
اس کے لیے	کوئی راستہ				

جنہوں نے آج قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈال لیا۔ سن لو کہ ظالم ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ (۴۵) اور ان کے کوئی حامی و سرپرست نہ ہوں گے۔ جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کر سکیں، جسے اللہ گمراہی میں پھینک دے اس کے لیے بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔'' (۴۶)

یہ ہے کہ جو شخص اپنے لیے گمراہی کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے کھلا چھوڑ دیتا ہے گمراہی کو اپنی طرف منسوب کرنے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگتے ہوئے گمراہی سے بچنے کی توفیق بھی مانگنا چاہیے کیونکہ ہدایت اور گمراہی اسی کے اختیار میں ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ گمراہی میں کھلا چھوڑ دیتا ہے قیامت کے دن ان کی حالت یہ ہو گی کہ وہ ذلت کے مارے اپنی نگاہوں کو نیچے کیے ہوئے جہنّم کو ترشی نظروں کے ساتھ دیکھ رہے ہوں گے جس طرح ہر مجرم سزا کے وقت دیکھتا ہے اس حالت میں فریاد کریں گے کہ کاش! جہنّم سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نکل آئے۔ جنہیں دنیا میں اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے ان میں سے کوئی بھی انہیں بچانے والا نہیں ہوگا۔ جن لوگوں نے اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو گمراہ کیا انہیں ہمیشہ رہنے والے عذاب میں داخل کیا جائے گا۔

یاد رہے کہ بُرے سے بُرا شخص بھی اپنی اولاد کے نقصان کے لیے نہیں سوچتا مگر اس کے فکر و عمل سے متاثر ہو کر اس کی اولاد اس طرح ہی ہو جاتی ہے جس طرح کا ماں باپ نے ماحول دیا ہوتا ہے۔ اگر ماں باپ فکر و عمل کے اعتبار سے صالح لوگ ہیں تو غالب امکان ہے کہ ان کی اولاد بھی صالح ہوگی بصورتِ دیگر جیسے ماں باپ ہوں گے ویسی ہی اولاد ہوگی۔ اسی بنا پر قیامت کے دن جنتی جہنمیوں کے بارے میں کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو ناقابلِ تلافی نقصان میں ڈال دیا ہے۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ

یُهَوِّدَانِهٖ اَوۡ یُنَصِّرَانِهٖ اَوۡ یُمَجِّسَانِهٖ كَمَا تُنۡتَجُ الۡبَهِیۡمَةُ بَهِیۡمَةً جَمۡعَآءَ هَلۡ تُحِسُّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ جَدۡعَآءَ ثُمَّ یَقُوۡلُ "فِطۡرَةَ اللّٰهِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡهَا لَا تَبۡدِیۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ذَالِكَ الدِّیۡنُ الۡقَیِّمُ"۔ (رواہ البخاری: باب اذا اسلم الصبی فمات)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین اس کو یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح چار پائے اپنے بچے کو تام الخلقت جنم دیتے ہیں کیا تم ان میں سے کسی بچے کو کان کٹا پاتے ہو؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔ ''اللہ کی فطرت ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں تبدیلی نہیں ہے یہ بالکل سیدھا اور درست دین ہے۔''

{ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَ اَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا وَّ قُوۡدُهَا النَّاسُ وَ الۡحِجَارَةُ عَلَیۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ۝ } (التحریم:۶)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچالو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جو حکم کرتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو انہیں حکم دیا جاتا ہے اسی طرح ہی کرتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ قیامت کے دن جہنمی ذلّت کے مارے نگاہیں نیچے کیے ہوئے جہنّم کو دیکھیں گے۔
۲۔ جہنمی اس بات کی خواہش اور اظہار کریں گے کہ کاش! یہاں سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ مل جائے۔
۳۔ اہلِ ایمان جہنمیوں کو کہیں گے کہ تم نے اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال کو بڑے نقصان میں مبتلا کر دیا ہے۔
۴۔ جہنمی ہمیشہ اذیّت ناک عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ۵۔ جہنمیوں کی کوئی خیر خواہی اور مدد نہیں کر سکے گا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا:

۱۔ نہیں ہے تمہارا کوئی اللہ کے سوا دوست اور نہ مددگار۔ (البقرۃ:۱۰۷)
۲۔ نہ ملے ان کو اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ مددگار۔ (الاحزاب:۱۷)
۳۔ اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ (ھود:۳۰، ۶۳)
۴۔ نہیں ہے ان کے لیے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار۔ (التوبۃ:۷۴)
۵۔ نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور سفارشی پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ (السجدۃ:۴)

اِسْتَجِيْبُوْا	لِرَبِّكُمْ	مِّنْ قَبْلِ	اَنْ	يَّاْتِيَ	يَوْمٌ
تم حکم قبول کرو	اپنے رب کا	اس سے پہلے	کہ	آجائے	وہ دن

لَّا	مَرَدَّ لَهٗ	مِنَ	اللّٰهِ ؕ	مَا لَكُمْ	مِّنْ مَّلْجَاٍ
نہیں	پھرنا اس کا	سے	اللہ	نہیں ہے تمہارے لیے	کوئی جائے پناہ

يَّوْمَئِذٍ	وَّمَا	لَكُمْ	مِّنْ	نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾
اس دن	اور نہ ہوگا	تمہارے لیے	سے	انکار کرنا

''مان لو اپنے رب کی بات اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کی اللہ کی طرف سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس دن تمہارے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی اور نہ ہی وہ گناہوں کا انکار کر سکیں گے۔'' (۴۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: صراطِ مستقیم پانے اور جہنم سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ لوگوں کو اپنے رب کی بات مان کر اس کا تابع فرمان ہو جانا چاہیے۔

جب اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا اور آخرت میں کوئی مدد کرنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی دوسرا جہنم سے بچا سکتا ہے تو پھر لوگوں کو اپنے رب کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی میں زندگی گزارتے ہیں انہیں ایک مرتبہ پھر سمجھایا گیا ہے کہ اس دن کے عذاب سے پہلے اپنے آپ کو سدھار لو جس دن کا عذاب کسی کے ٹالنے سے ٹل نہیں سکتا اور نہ ہی کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی کوئی نکیر کر سکے گا۔ نکیر کا لفظ نکر سے نکلا ہے۔ جس کے اہلِ علم نے چار مفہوم ذکر کیے ہیں۔ ① ''مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ'' تم اپنے کیے کا انکار نہیں کر سکو گے۔ ② تم اپنی حالت بدل نہیں سکو گے۔ ③ تمہارے لیے جائے پناہ نہیں ہوگی۔ ④ تم کسی قسم کا احتجاج نہیں کر سکو گے۔

مسائل

۱۔ لوگوں کو اپنے رب کا حکم مان کر اپنے آپ کو بدل لینا چاہیے۔
۲۔ قیامت کا دن اور اس کا عذاب کسی کے ٹالنے سے ٹل نہیں سکتا۔
۳۔ قیامت کے دن کوئی جائے پناہ اور گناہوں سے انکار کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

فَاِنۡ	اَعۡرَضُوۡا	فَمَاۤ	اَرۡسَلۡنٰكَ	عَلَيۡهِمۡ	حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ
پھر اگر	وہ منہ موڑیں	تو نہیں	ہم نے بھیجا آپ کو	ان پر	کوئی نگران نہیں
عَلَيۡكَ	اِلَّا	الۡبَلٰغُ ؕ	وَاِنَّاۤ	اِذَاۤ	اَذَقۡنَا
آپ کے ذمے	مگر	پہنچا دینا ہی	اور بلاشبہ ہم	جب	چکھاتے ہیں
الۡاِنۡسَانَ	مِنَّا	رَحۡمَةً	فَرِحَ	بِهَا ۚ	وَاِنۡ
انسان کو	اپنی طرف سے	رحمت	تو وہ خوش ہوتا ہے	اس کے ساتھ	اور اگر
تُصِبۡهُمۡ	سَيِّئَةٌ	بِمَا	قَدَّمَتۡ	اَيۡدِيۡهِمۡ	فَاِنَّ
ان کو پہنچتی ہے	کوئی تکلیف	بہ سبب اس کے جو	آگے بھیجا	ان کے ہاتھوں نے	تو بلاشبہ
الۡاِنۡسَانَ	كَفُوۡرٌ ﴿۴۸﴾				
انسان	بہت ہی ناشکرا ہے				

''اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو اے نبی ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا ہے آپ پر حق بات پہنچانے کی ذمہ داری ہے۔ انسان کو جب ہم اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو اس پر خوش ہوتا ہے اگر اس کے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا مصیبت کی صورت میں اس پر آپڑتا ہے تو یقیناً انسان ناشکرا بن جاتا ہے۔'' (۴۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن مجرموں کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود یہ لوگ حق بات سے اعراض ہی کیے جارہے ہیں آپ ﷺ کا کام صرف لوگوں تک حق بات کا ابلاغ کرنا ہے لہٰذا یہ کام آپ کو کرتے رہنا چاہیے۔

نبی ﷺ پوری محنت اور اخلاص کے ساتھ شب و روز لوگوں کو سمجھاتے اور فرماتے کہ اے لوگو! قیامت کا دن آنے سے پہلے اپنے آپ کو سدھار لو! قیامت کے دن کوئی اپنے آپ اور کسی دوسرے کو نہیں بچا سکے گا، لیکن کفار اور مشرکین کی حالت یہ تھی کہ وہ حق قبول کرنے کی بجائے آپ ﷺ کی مخالفت میں روز بروز آگے ہی بڑھتے جارہے تھے۔ جس پر نبی کریم ﷺ دل آزردہ ہوجاتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے قریب تھا کہ آپ ﷺ کو کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوجاتا۔ اس صورتِ حال میں آپ کو تسلی دینے کے لیے ارشاد ہوا کہ کیا آپ اپنے آپ کو اس لیے بیمار کرلیں گے کہ یہ لوگ حق بات قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ (الشعراء: ۳) آپ کو یہ کہہ کر بھی ڈھارس دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نصیحت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اس نے آپ کو لوگوں پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا آپ کا کام نصیحت کرنا ہے۔ آپ نصیحت کرتے جائیں۔ (الغاشیۃ: ۲۱، ۲۲) آپ ﷺ کی تسلی کے لیے یہاں ارشاد فرمایا کہ

اگر یہ لوگ آپ سے اعراض کرنے پر تُلے ہوئے ہیں تو آپ کو ایک حد سے زیادہ فکرمند نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ہم نے آپ کو ان پر چوکیدار نہیں بنایا آپ کا کام صرف حق بات کی دعوت دینا ہے لہٰذا آپ ان کو دعوت دیتے جائیں اور اس کا نتیجہ اپنے رب کے حوالے کریں لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب ہم ان کو اپنی رحمت سے نوازتے ہیں تو یہ اس کے ساتھ خوش ہو جاتے ہے اگر ہم ان کو ان کے اعمال کی سزا دیتے ہیں تو اپنے رب کی ناشکری کرنے پر اتر آتے ہیں۔ اس آیت کے آغاز میں مخاطب تو اہلِ مکہ ہیں مگر نعمت اور سزا کا ذکر کرتے ہوئے ''الانسان'' کا لفظ لا کر پوری بنی نوع انسان کو مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ یہ دعوت اور آپ ﷺ کی بعثت صرف اہلِ مکہ کے لیے نہیں تھی آپ کی دعوت تو رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے لیے ہے جس بنا پر ہر داعی کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ وہ اپنے مخاطب کی فطرت کا خیال رکھتے ہوئے دعوت کا کام جاری رکھے، انسان کا یہ مزاج ہے کہ اپنی پسند کی بات پر خوش ہوتا ہے اور ناپسند پر ناراض ہوتا ہے۔ یہی رویہ اس کا اپنے رب کے بارے میں ہوتا ہے کبھی اس پر خوش ہوتا ہے اور کبھی ناراض ہو جاتا ہے۔ اس میں داعی کو یہ بھی سمجھایا جا رہا ہے کہ لوگوں کی خوشی اور ناراضگی کی پروا کیے بغیر اُسے حق کا ابلاغ کرتے ہی رہنا چاہیے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو لوگوں پر چوکیدار نہیں بنایا تھا۔

۲۔ نبی ﷺ کا کام حق بات کا ابلاغ کرنا تھا جسے آپ ﷺ نے کامل اور اکمل طریقے کے ساتھ سرانجام دیا۔

۳۔ انسان کی حالت یہ ہے کہ اسے کچھ ملے تو خوش ہو جاتا ہے اگر اسے تکلیف پہنچے تو وہ اپنے رب کا بھی ناشکرا بن جاتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

نبی ﷺ کا کام حق بات پہنچانا تھا منوانا نہیں:

۱۔ آپ ﷺ ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر کارساز ہے۔ (ہود: ۱۲)

۲۔ آپ کا کام تبلیغ کرنا ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ (الرعد: ۴۰)

۳۔ آپ کو ان پر نگران نہیں بنایا گیا آپ کا کام تبلیغ کرنا ہے۔ (الشوریٰ: ۴۸)

۴۔ (پیغمبروں نے فرمایا) ہمارے ذمہ دین کی تبلیغ کرنا ہے۔ (یٰس: ۱۷)

۵۔ آپ نصیحت کریں آپ کا کام بس نصیحت کرنا ہے، آپ کو چوکیدار نہیں بنایا گیا۔ (الغاشیۃ: ۲۱۔۲۲)

۶۔ رسولوں کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔ (النحل: ۳۵) ۷۔ نہیں ہے رسول پر مگر واضح طور پر پیغام پہنچانا۔ (النور: ۵۴)

لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ	يَخْلُقُ	مَا
اللہ ہی کیلئے ہے	بادشاہی ہے	آسمانوں	اور زمین کی	وہ پیدا کرتا ہے	جو
يَشَآءُ ؕ	يَهَبُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	اِنَاثًا	وَّيَهَبُ	لِمَنْ
چاہتا ہے	وہ عطا کرتا ہے	جسے	چاہتا ہے	لڑکیاں	اور وہ عطا کرتا ہے	جسے
يَّشَآءُ	الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾	اَوْ	يُزَوِّجُهُمْ	ذُكْرَانًا	وَّاِنَاثًا ۚ
چاہتا ہے	لڑکے	یا	ان کو ملا کر دیتا ہے	لڑکے	اور لڑکیاں
وَيَجْعَلُ	مَنْ	يَّشَآءُ	عَقِيْمًا ؕ	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌ	قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾
اور بنا دیتا ہے	جسے	چاہتا ہے	بانجھ	بلاشبہ وہ	خوب جاننے والا	بہت قدرت والا ہے

''اللہ ہی کیلئے زمین وآسمانوں کی بادشاہی ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔(۴۹) جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ رکھتا ہے، وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔''(۵۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور کسی دوسرے کو ہدایت دینے کا اختیار نہیں دیا ہدایت اور ہر قسم کے اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ یہاں تک انسان اپنی اولاد کو بھی ہدایت دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ ہی زمین وآسمانوں کا مالک اور بادشاہ ہے۔اس کے اختیارات کا عالم یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے صرف بیٹیاں ہی عنایت کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے اسے صرف بیٹے عطا کرتا ہے کسی کو بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے اور کسی کو زندگی بھر بانجھ رکھتا ہے وہ ہر چیز کا کامل اور اکمل علم رکھنے کے ساتھ ہر کسی پر قدرت رکھنے والا ہے۔اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے حوالے سے انسان کو یہ حقیقت سمجھائی ہے کہ اے انسان! جس رب کے ساتھ تو کفر وشرک کرتا ہے اس کے اختیارات کا عالم یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جسے چاہے بیٹے عطا فرمائے اور جس کو چاہے بیٹیاں دے اور جسے چاہے بیٹے، بیٹیاں دے اور جسے چاہے اسے بے اولاد رکھتا ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا جوڑا نہیں جو اپنی مرضی سے بیٹے یا بیٹی کو جنم دے سکے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ذات ہے جو کسی کو بیٹے یا بیٹیاں دے سکے اور نہ ہی بانجھ کو کوئی اولاد دے سکتا ہے۔ جب انسان اپنے رب کے سامنے اتنا بے بس ہے تو اسے دل کی رغبت کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننا چاہیے تاکہ دنیا میں اس کا بھلا ہو اور آخرت میں وہ سُرخرو ہو سکے اس کے باوجود مشرک کسی کو داتا کہتا ہے اور کسی کو اپنا دستگیر بنائے ہوئے ہے۔جس شخصیت کو داتا کہا جاتا ہے اس کا اپنا حال یہ تھا کہ انہوں نے دو سے زائد شادیاں کیں مگر زندگی بھر بیٹے اور بیٹی سے محروم رہے۔(سوانح علی ہجویری رحمہ اللہ، مطبع محکمہ اوقاف پنجاب)

ہدایت کے بارے میں بھی لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ کچھ لوگ نہایت صالح، کچھ لوگ ملے جلے کام کرنے والے اور کچھ بالکل ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔

وَمَا	كَانَ	لِبَشَرٍ	اَنْ	يُّكَلِّمَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا
اور نہیں	ہے لائق	کسی بشر کے	یہ کہ	اس سے کلام کرے	اللہ	مگر

وَحْيًا	اَوْ	مِنْ	وَّرَآئِ	حِجَابٍ	اَوْ	يُرْسِلَ	رَسُوْلًا
الہام	یا	سے	پیچھے	حجاب کے	یا	وہ بھیجتا ہے	فرشتہ

فَيُوْحِيَ	بِاِذْنِهٖ	مَا	يَشَآءُ ؕ	اِنَّهٗ	عَلِيٌّ	حَكِيْمٌ ﴿٥١﴾
تو وہ پہنچاتا ہے	اس کے حکم سے	جو	وہ چاہتا ہے	بلاشبہ وہ	بہت بلند	نہایت حکمت والا ہے

''کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بات کرے اس کی بات وحی کے ذریعے ہوتی ہے یا پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ ''وہ'' چاہتا ہے وحی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور حکیم ہے۔'' (۵۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: انسان ہی نہیں بلکہ انسانوں کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے انبیائے کرام علیہم السلام بھی کوئی اختیارات نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک وہ اللہ تعالیٰ سے برائے راست بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔

اس سورہ مبارکہ کا آغاز توحید و رسالت سے ہوا ہے اس کا اختتام بھی توحید و رسالت کے عنوان پر ہو رہا ہے۔ عام انسان نہیں بلکہ انسانوں کے سردار جنہیں نبوّت کے منصب پر فائز کیا گیا، ان کی بے اختیاری کا عالم یہ تھا کہ وہ بھی اللہ جل جلالہٗ سے براہِ راست بات کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی کسی انسان میں یہ سکت ہے کہ وہ بلاواسطہ اپنے رب کے ساتھ ہم کلام ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے ساتھ بھی کلام فرمایا اس پر وحی نازل فرمائی یا نور کے حجاب کے پیچھے اس سے کلام کیا یا فرشتہ بھیج کر اس تک اپنا پیغام پہنچایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند و بالا اور حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں کسی انسان کے ساتھ اپنے کلام کرنے کے تین طریقے ارشاد فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ کو تینوں طریقوں کیساتھ ہی اپنے ارشادات سے سرفراز فرمایا۔

وحی کا لغوی معنیٰ الہام، لکھا ہوا پیغام، اشارہ کرنا، چھپا کر بات کرنا اور کسی بات پر آمادہ کرنا۔

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِءَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ» (رواہ البخاری: باب بدء الوحی)

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول ﷺ کو وحی کی ابتدا نیند میں سچے خوابوں سے ہوئی۔''

② حجاب کا یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حجاب میں رہتا ہے اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ اور نبی کے درمیان حجاب ہوتا ہے۔

«وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ» (رواہ مسلم:

باب قولہ علیہ السلام (نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ)

''حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے (معراج کی رات) اپنے پروردگار کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا؟

③ تیسری قسم کے بارے میں قرآن شہادت دیتا ہے کہ قرآن مجید جبرائیلِ امین کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا گیا ہے۔

''بلاشک جبریل علیہ السلام نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اللہ کے حکم سے کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔'' (البقرۃ:۹۷)

''یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اِسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا اور اس نے اُسے آپ کے دل پر اُتارا ہے۔ تاکہ آپ ان لوگوں میں شامل ہوں جو ڈرانے والے ہیں یہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے۔'' (الشعراء:۱۹۲ تا ۱۹۵)

کفار کا مطالبہ تھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے بات کرتا ہے ہم سے کیوں بات نہیں کرتا، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایرے غیرے کے ساتھ بات نہیں کرتا وہ نبی کے ساتھ بھی براہ راست بات کرنے کی بجائے صرف تین صورتوں میں بات کرتا ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کسی بشر کے ساتھ براہِ راست بات نہیں کرتا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی کو بھی القاء کر سکتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ وحی کے ذریعے بات کرتا تھا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ پردے میں گفتگو فرمائی۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے ذریعے انبیائے کرام علیہم السلام تک اپنا پیغام پہنچاتا تھا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے بلند و بالا اور حکمت والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

وحی کے مختلف طریقے:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ پردے میں بات کرتا تھا۔ (الشوریٰ:۵۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی طرف القاء کیا کہ پہاڑوں اور درختوں پر اپنے گھر بنائے۔ (النحل:۶۸)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلائے۔ (القصص:۷)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے اپنا پیغام انبیاء تک پہنچایا۔ (الشعراء:۱۹۳)

وَ كَذٰلِكَ	اَوْحَيْنَآ	اِلَيْكَ	رُوْحًا	مِّنْ	اَمْرِنَا ؕ	مَا كُنْتَ
اور اسی طرح	ہم نے وحی کی	آپ کی طرف	ایک روح	سے	اپنے حکم	نہیں تھے آپ
تَدْرِیْ	مَا	الْكِتٰبُ	وَلَا	الْاِیْمَانُ	وَلٰكِنْ	جَعَلْنٰهُ
جانتے	کیا ہے	کتاب	اور نہ	ایمان	اور لیکن	ہم نے بنا دیا اس کو
نُوْرًا	نَّهْدِیْ	بِهٖ	مَنْ	نَّشَآءُ	مِنْ	عِبَادِنَا ؕ
نور	ہم ہدایت دیتے ہیں	اس کے ساتھ	جسے	ہم چاہتے ہیں	سے	اپنے بندوں
وَ اِنَّكَ	لَتَهْدِیْٓ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِیْمٍ ۙ﴿۵۲﴾		
اور بلاشبہ آپ	البتہ راہنمائی کرتے ہیں	طرف	راستے کی	سیدھے		

''اے نبی اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے تمہیں کچھ پتہ نہیں تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہے۔مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں یقیناً آپ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں۔(۵۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قرآن مجید بھی وحی کے ذریعے نازل ہوا ہے یہ وحی جبرائیلِ امین علیہ السلام کے ذریعے آیا کرتی تھی۔اس لیے بالخصوص جبرائیلِ امین علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اپنے حکم سے آپ ﷺ کی طرف جبریلِ امین علیہ السلام کے ذریعے قرآن نازل کیا حالانکہ اس سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کہ "اَلْكِتَابُ" اور "اَلْاِیْمَانُ" کیا ہوتا ہے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے نورِ ہدایت بنایا ہے۔اس کے ساتھ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں کو ہدایت کے ساتھ سرفراز فرماتا ہے۔اے نبی ﷺ! یقین جانو! کہ آپ صراطِ مستقیم کی راہنمائی کرنے والے ہیں یہ صراطِ مستقیم اللہ کا متعین کردہ ہے اللہ ہی وہ ذات ہے جو زمین و آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے،سب کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں اور وہی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔سورہ کے اختتام میں ایک مرتبہ پھر بالواسطہ کفار کے اس الزام کی تردید کی گئی ہے جو کہتے تھے کہ نبی ﷺ نے قرآن اپنی طرف سے تیار کرلیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن مجید جبرائیلِ امین علیہ السلام نے آپ کے دل پر نازل کیا ہے اس بات کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

{ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ } (الشعراء:۱۹۲ تا ۱۹۶)

صِرَاطِ	اللّٰهِ	الَّذِيْ لَهٗ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا
راستہ	اللہ کا	جس کے لیے ہے	جو ہے	میں	آسمانوں	اور جو کچھ

فِي	الْاَرْضِ ؕ	اَلَآ	اِلَى	اللّٰهِ	تَصِيْرُ	الْاُمُوْرُ ﴿٥٣﴾
میں	زمین	آگاہ رہو	طرف	اللہ کی	لوٹتے ہیں	سب معاملات

اس اللہ کے راستے کی طرف جو زمین و آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔ سُن لو! کہ سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔'' (۵۳)

''یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔ اِسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا اور اس نے اسے آپ کے دل پر اُتارا ہے تاکہ آپ ان لوگوں میں شامل ہوں جو ڈرانے والے ہیں یہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے اور پہلی کتابوں میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔''

اسی فرمان کی بنیاد پر امت کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید القاء، خواب یا کسی اور ذریعے سے نہیں اُترا بلکہ سارے کا سارا قرآن جبرائیلِ امین علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا۔ نزولِ قرآن سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کہ قرآن اور اس کی دعوت یعنی ایمان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نور قرار دیا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت سے سرفراز کرتا ہے اور یہی نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا اور ہے کہ آپ ﷺ قرآن کے ذریعے لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے یہاں ہدایت سے مراد قرآن مجید کی تعلیم اور راہنمائی ہے۔

«عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ اِشْتَكٰى فَدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ يَا عُمَرُ ؟ فَقَالَ أَرْجُوْ وَأَخَافُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اجْتَمَعَ الرَّجَاءُ وَالْخَوْفُ فِيْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ الرَّجَاءَ وَأَمِنَهُ الْخَوْفَ»

(رواه البیهقی: باب فی الرجاء من اللہ تعالی [ضعیف])

''سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے نبی اکرم ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: اے عمر! اپنے آپ کو کیسے محسوس کر رہے ہو؟ عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مجھے اُمید بھی ہے اور خوف بھی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کے دل میں امید اور خوف دونوں جمع ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کی امید پوری کر دیتے ہیں اور اسے خوف سے محفوظ فرما لیتے ہیں۔''

«عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہ أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا» (رواہ مسلم: باب الدلیل علی ان من رضی باللہ ربا)

''حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: جو

شخص اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا لطف پا لیا۔''

اہلِ علم نے ہدایت کے مدارج کی بہت سی قسمیں بیان فرمائی ہیں لیکن بنیادی طور پر اس کی چار اقسام ہیں: ① طبعی اور فطری ہدایت ② الہامی ہدایت ③ توفیقی ہدایت ④ ہدایتِ وحی۔

طبعی اور فطری ہدایت:

چاند، سورج اور سیارے طبعی رہنمائی کے مطابق اپنے مدار میں رواں دواں ہیں، ہوائیں اسی اصول کی روشنی میں رخ بدلتی اور چلتی ہیں، بادل فطری رہنمائی سے ہی راستے تبدیل کرتے اور برستے ہیں یہاں تک کہ اسی اصول کے تحت درخت روشنی کی تلاش میں ایک دوسرے سے اوپر نکلتے ہیں، فطری ہدایت کے مطابق ہی مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتے ہی مرغی کے قدموں میں پڑ جاتا ہے، بطخ کا بچہ خود بخود پانی کی طرف دوڑتا اور انسان کا نومولود ماں کی چھاتی کے ساتھ چمٹتا ہے اس طبعی اور فطری ہدایت کی قرآن نے ان الفاظ میں نشاندہی فرمائی ہے:

{ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ } (البلد: ۱۰) ''ہم نے اسے دو واضح راستے دکھا دیئے۔''

الہامی ہدایت:

الہام وحی کی ایک قسم ہے لیکن وحی اور الہام میں فرق یہ ہے کہ وحی صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے جب کہ الہام انبیاء کے علاوہ نیک اور عام آدمی حتی کہ قرآنِ مجید نے شہد کی مکھی کے لیے بھی وحی یعنی الہام کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں کوئی بات القاء فرما دیتا ہے۔ اسے ہدایتِ وہبی بھی کہا جاتا ہے۔ (النحل: ۶۸)

ہدایت بمعنیٰ توفیق اور استقامت:

ہدایت کی تیسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عنایت اور توفیق سے اپنے بندے کی رہنمائی کرتے ہوئے اسے صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے رسول اللہ ﷺ یہ دعا اکثر کرتے تھے۔

«يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ» (رواه الترمذی: كتاب الدعوات [صحيح])

''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا۔''

«اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ وَأَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ»

(رواه الترمذی: كتاب الدعوات، باب ماء فی جامع الدعوات [ضعيف])

''اے اللہ! میری راہنمائی فرما اور مجھے میرے نفس کے شر سے محفوظ رکھ۔''

وحی اور حقیقی ہدایت:

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اس ہدایت کی دو شکلیں ہیں اور دونوں آپس میں لازم و ملزوم اور ضروری ہیں۔ ایک ہدایت ہے ہر نیکی کی ظاہری حالت اور اس کی ادائیگی کا طریقہ جو ہر حال میں سنتِ نبوی کے مطابق ہونا چاہیے۔

دوسری اس کی روح اور اصل، اسے قرآن نے اخلاص سے تعبیر فرمایا ہے، اخلاص کے اثرات دل پر اثر انداز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی جس کا بدلہ جنت ہے کردار پر مرتب ہوں گے تو نفس اور معاشرے میں پاکیزگی پیدا ہوگی جس سے آدمی کو دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔

صراطِ مستقیم کا تعارف:

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی پھر فرمایا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے پھر اس کے دائیں اور بائیں خط کھینچ کر فرمایا: یہ راستے ہیں ان میں سے ہر ایک پر شیطان کھڑا ہے اور وہ اس کی طرف بلاتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی {بے شک یہ میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلتے رہنا اور پگڈنڈیوں پر نہ چلنا۔'' (مسند احمد: باب مسند عبداللہ بن مسعود [حسن])

قرآنِ مجید نے اس راستے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ قرار دیا اور اسے بصیرت سے تعبیر کیا ہے۔

{ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۫ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ } (یوسف:۱۰۸)

''آپ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار بصیرت کی بنیاد پر اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔''

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا وعظ فرمایا جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل ڈر گئے ہم نے کہا اللہ کے رسول یقیناً یہ تو الوداعی وعظ لگتا ہے اس لیے آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں تمہیں واضح دین پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح ہے ہلاک ہونے والے کے علاوہ کوئی اس سے نہیں ہٹے گا تم میں سے جو زندہ رہے گا عنقریب وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا تم نے جو میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ جانا اس کو لازم پکڑنا اور اسے داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھامنا اور امیر کی اطاعت کرتے رہنا اگرچہ وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ مومن نکیل والے اونٹ کی طرح ہوتا ہے اسے جہاں بھی لے جایا جائے وہ چلا جاتا ہے۔'' (رواہ ابن ماجۃ: کتاب المقدمۃ [صحیح])

تفسیر بالقرآن

صراطِ مستقیم اور اس کے سنگِ میل:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ (الحج:۵۴)

۲۔ اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔ (البقرۃ:۲۱۳)

۳۔ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے۔ تم اسی کی عبادت کرو یہی صراطِ مستقیم ہے۔ (آل عمران:۵۱، مریم:۳۶)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی جماعت کو چن لیا اور ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دی۔ (الانعام:۸۷)

۵۔ اللہ کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ (یٰس:۶۱) ۶۔ صراطِ مستقیم کی ہی پیروی کرو۔ (الانعام:۱۵۳)

سورۃ الزّخرف کا تعارف

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کی نواسی آیات اور سات رکوع ہیں۔

ربطِ سورۃ: سورۃ حٰمٓ السجدۃ اور الشوریٰ کی طرح اس سورۃ کی ابتداء بھی قرآن مجید کے تعارف سے ہوتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ قرآن بڑی واضح کتاب ہے اور اس کو ہم نے عربی زبان میں نازل کیا ہے اور یہ ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں بھی درج ہے اس کا مرکزی مضمون اللہ کی توحید ہے اور اس میں خاص طور پر اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ یا کسی اور کو اپنی بیٹیاں نہیں بنایا اس وضاحت کے ساتھ مشرکین کو انسانی فطرت کے حوالے سے یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ تم اپنے لیے بیٹیوں کی بجائے بیٹے پسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے لیے ملائکہ کو بیٹیاں قرار دیتے ہو۔ سوچو اور غور کرو کہ یہ بات حقیقی علم اور کس قدر فطرت کے خلاف ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا مشرکانہ عقیدہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیحت کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو شرک سے بچنے کی تلقین کی تھی، پھر کفار کے مطالبے کا ذکر کیا ہے کہ اُن کا کہنا تھا کہ قرآنِ مجید مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کیا آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرنے کا انہیں اختیار ہے یا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت تقسیم کرنے پر اختیار رکھتا ہے؟ اس کے ساتھ ہی یہ وضاحت فرمائی کہ لوگ دنیا کے مال کو عزت کا باعث سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی پُرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں، بے دین شخص کے لیے دنیا کی دولت صرف آزمائش نہیں بلکہ سزا بھی ہوا کرتی ہے کیونکہ اس سے گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے دنیادار شخص اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے جس وجہ سے اس پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن پتہ چل جائے گا کہ شیطان اس کا بدترین ساتھی تھا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ جب فرعون اپنی حد سے آگے بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے عبرت کا نشان بنا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوا اور ان کی دعوت کی وضاحت کی گئی جس طرح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم توحید کی دعوت دے رہے ہیں یہی دعوت عیسیٰ علیہ السلام دیا کرتے تھے توحید ہی صراطِ مستقیم کی بنیاد اور اساس ہے۔ سورت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن متقین کو حکم ہوگا کہ نہ آج تمہیں خوف کھانا چاہیے اور نہ آئندہ تمہیں کسی قسم کا غم ہوگا۔ متقین کو ان کی نیک بیویوں کے ساتھ جنت میں داخل کیا جائے گا اور مجرمین ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ان کا سب سے بڑا گناہ شرک ہوگا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بولتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ یا کچھ لوگوں کو اپنی اولاد بنا لیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے مبرّا اور بے نیاز ہے۔

سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا - ٧
اٰيَاتُهَا - ٨٩

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

حٰمٓ ①	وَ	الْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ ②	اِنَّا	جَعَلْنٰهُ	قُرْءٰنًا
حٰمٓ	قسم ہے	کتاب	واضح کی	بے شک ہم نے	بنایا اس کو	قرآن
عَرَبِيًّا	لَّعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ③	وَاِنَّهٗ	فِيْٓ	اُمِّ
عربی	تاکہ تم	سمجھو	اور بلاشبہ وہ	میں	اصل
الْكِتٰبِ	لَدَيْنَا	لَعَلِيٌّ	حَكِيْمٌ ④
کتاب کی	ہمارے پاس	یقیناً بہت بلند	نہایت حکمت والا ہے

''حٰمٓ۔(۱) قسم ہے اس کھلی کتاب کی۔(۲) ہم نے قرآن کو عربی میں زبان بنایا ہے تاکہ تم اِسے سمجھو۔(۳) اور یقیناً یہ ام الکتاب میں ثبت ہے جو ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب ہے۔'' (۴)

فہم القرآن

الشوریٰ کا اختتام اس ارشاد پر ہوا کہ ہم نے آپ پر وحی نازل فرمائی اس سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کہ قرآن اور ایمان کیا ہے۔ الزّخرف کی ابتدا اس بات سے ہو رہی ہے کہ وحی کی صورت میں جو کتاب آپ پر نازل کی گئی ہے اس کا نام قرآن ہے جو عربی میں ہے تاکہ لوگ اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔

حٰمٓ حروفِ مقطعات میں سے تین حروف ہیں۔ اب تک یہ چار سورتوں کی ابتدا میں آچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا مختلف الفاظ میں تعارف کروایا ہے یہاں قرآن مجید کی قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ یہ کتابِ مبین ہے۔ ہم نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا تاکہ تم عقل وفکر سے کام لو یہ ہمارے ہاں لوحِ محفوظ میں ثبت ہے۔ جو بڑی ہی عالی مرتبت اور پُرحکمت کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی قسم اٹھا کر اس کی عظمت وحرمت میں مزید اضافہ فرمادیا ہے یاد رہے کہ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم اٹھانا جائز نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم اٹھائے۔ قسم اٹھانے سے مقصود لوگوں کے یقین کو مضبوط بنانا اور اس چیز کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کلام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں شامل ہے۔ اس لیے اس موقع پر قرآن مجید کی پانچ صفات کا ذکر کیا ہے۔ ① قرآن مجید کتاب مبین ہے مبین کا معنیٰ ایسی کتاب جس کے ارشادات واضح اور اس کے احکام غیر مبہم ہیں۔ ② قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ عربی تھے اور آپ ﷺ کے پہلے مخاطب بھی عربی بولنے والے

تھے۔عربی زبان نزولِ قرآن کے وقت سے لے کر اب تک اور قیامت تک ہر اعتبار سے جامع ترین زبان ہے اور رہے گی کیونکہ قرآن مجید عربی میں نازل ہوا ہے۔اس لیے اہلِ مکہ کو سمجھایا گیا کہ تم اس کی مخالفت کرنے کی بجائے اس پر غور کرو کہ کیا کوئی انسان اس جیسا کلام کرسکتا ہے اور جو بعید ترین ماضی کے واقعات اور قوموں کے احوال اس میں بیان کیے گئے ہیں اس کا ریکارڈ کہیں موجود ہے؟ پھر سوچو کہ قرآن مجید جو پیشین گوئیاں کر رہا ہے اب تک کوئی ایک پیش گوئی غلط ثابت ہوئی ہے؟ اس کے ساتھ ہی اس بات پر غور کرو کہ جنّت اور دوزخ کے بارے میں جو حقائق بیان کیے گئے ہیں کیا وہ اس سے پہلے محمد ﷺ نے آپ کے سامنے کبھی بیان کیے تھے؟۔ظاہر ہے کہ اس سے پہلے کوئی بات بھی محمد ﷺ نے کبھی نہیں کہی تھی۔کیا محمد ﷺ نے اس سے پہلے چالیس سال کی زندگی میں کبھی جھوٹ بولا ہے؟ تم اقرار کرتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ تم میں الصادق اور الامین ہیں جب یہ حقائق اور دلائل ہیں تو پھر تمہیں ہر صورت عقل سے کام لینا چاہیے۔اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور یہ اس کے ہاں لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے۔یہ ہر اعتبار سے علوِ مرتبت کی حامل اور پُرحکمت کتاب ہے۔یہ اپنے اوصافِ حمیدہ کے اعتبار سے لاریب اور جامع کتاب ہے۔"اُمِّ الْكِتٰبِ" کا لفظ استعمال فرما کر یہ اشارہ کیا ہے کہ پہلی آسمانی کتابوں کی تعلیمات کی یہ کتاب ترجمان اور محافظ ہے۔''جَعَلْنٰهُ'' کا معنٰی اہلِ زبان نے ''اَنْزَلْنَا'' کے ساتھ کیا ہے۔''جَعَلَ'' کا لفظ قرآن مجید نے پیدا کرنے، بنانے اور حکم لگانے کے معنٰی میں بھی استعمال کیا ہے۔

مسائل

۱۔ حٰمٓ حروفِ مقطعات میں شامل ہیں۔ ۲۔ قرآن مجید ہر حوالے سے کتابِ مبین ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے۔ ۴۔ قرآن مجید لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔
۵۔ عربی زبان جاننے والوں کو بالخصوص قرآن مجید پر غور وخوض کرنا چاہیے۔
۶۔ قرآن مجید احکام اور ارشادات کے حوالے سے امّ الکتاب ہے۔
۷۔ قرآن مجید ہر اعتبار سے عالی مرتبت اور پُرحکمت کتاب ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کے اوصافِ حمید کی ایک جھلک:

۱۔ قرآن مجید لاریب کتاب ہے۔(البقرۃ:۲) ۲۔ قرآن مجید رحمت اور ہدایت کی کتاب ہے۔(لقمان:۳)
۳۔ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ورہنمائی کی کتاب ہے۔(البقرۃ:۱۸۵)
۴۔ قرآن مجید بابرکت اور پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔(الانعام:۹۲)

اَفَنَضْرِبُ	عَنْكُمُ	الذِّكْرَ	صَفْحًا	اَنْ	كُنْتُمْ قَوْمًا
کیا پھر ہم روک لیں گے	تم سے	ذکر	اعراض کرتے ہوئے	اس لیے کہ	تم ہو قوم

مُّسْرِفِيْنَ ۝٥	وَكَمْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ	نَّبِيٍّ	فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝٦
حد سے گزر جانے والی	اور کتنے	ہم نے بھیجے	سے	نبی	میں پہلوں

وَمَا	يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ نَّبِيٍّ	اِلَّا	كَانُوْا	بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٧
اور نہیں	آتا تھا ان کے پاس	کوئی نبی	مگر	وہ تھے	اس کے ساتھ مذاق کرتے

فَاَهْلَكْنَآ	اَشَدَّ مِنْهُمْ	بَطْشًا	وَّمَضٰى	مَثَلُ	الْاَوَّلِيْنَ ۝٨
چنانچہ ہم نے ہلاک کر دیا	ان سے کہیں زیادہ	زور آور کو	اور گزر چکی	مثال	پہلے لوگوں کی

''اب کیا تم سے بیزار ہو کر ہم تمہیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں صرف اس لیے کہ تم حد سے گزرے ہوئے ہو۔ (۵) ہم نے پہلی قوموں میں بھی نبی بھیجے ہیں۔ (۶) مگر انہوں نے اس کا مذاق ہی اُڑایا تھا۔ (۷) پھر جو لوگ ان سے کئی گنا زیادہ طاقتور تھے انہیں ہم نے ہلاک کر دیا، پچھلی قوموں کی مثالیں گزر چکی ہیں۔'' (۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اگر لوگوں کا ایک طبقہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں تو کیا ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی راہنمائی نہ کرے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا وہ مہربان ہے اور اس کی مہربانی کا تقاضا ہے کہ وہ لوگوں کی راہنمائی کرے جس کے لیے اس نے قرآن مجید نازل کیا ہے۔

قرآن مجید پہلی کتبِ آسمانی کا ترجمان، ان کے مضامین کا محافظ، پُرحکمت، عالی مرتبت اور عربی زبان میں ہے اس کے باوجود اہلِ مکہ اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا کہ قرآن مجید کی آواز کو ہر صورت دبا دیا جائے۔ اسی بنیاد پر وہ نبی کریم ﷺ کے جانی دشمن ہو چکے تھے وہ کسی طرح بھی گوارہ نہیں کرتے تھے کہ ان کی قوم کے سامنے قرآن مجید کی دعوت پیش کی جائے اس پر انہیں سمجھایا گیا کہ کیا تمہاری ہٹ دھرمی اور مخالفت کی وجہ سے ہم قرآن کو حضرت محمد ﷺ پر نازل کرنا اور لوگوں کی راہنمائی کرنا چھوڑ دیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ تم سے پہلی قوموں میں ہم نے رسول مبعوث کیے جب لوگوں کے پاس نبی آیا تو انہوں نے اس کا مذاق ہی اڑایا تھا۔ جس کی پاداش میں ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ حالانکہ وسائل و اسباب، قوت و سطوت کے اعتبار سے تم سے بڑھ کر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ وہ چند باغیوں کی خاطر اپنے بندوں پر کرم فرمانا ترک نہیں کرتا۔ وہ "اَلرَّحْمٰنُ" اور "اَلْحَكِيْمُ" ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ سرکشی چھوڑ کر اس کی

اطاعت میں زندگی بسر کریں تا کہ انہیں دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت سے سرفراز فرمائے وہ حکیم ہے حکیم کا کام ہے کہ وہ پُرحکمت طریقہ کے ساتھ بگاڑ کا سدھار کرے حکیم مریض کی خیر خواہی کی خاطر اس کی غلطی اور غفلت سے درگزر کرتے ہوئے علاج جاری رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم اور سب کچھ جانتا ہے اس لیے اس نے ایک عرصہ تک مکہ میں نزول قرآن کا سلسلہ جاری رکھا تا کہ چند سرداروں کو چھوڑ کر باقی لوگ اس سے ہدایت پائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کچھ لوگ نبی علیہ السلام کی ہجرت سے پہلے اور باقی فتح مکہ کے موقع پر قرآن کی نصیحت سے سرفراز ہوئے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ٹھہرے اللہ تعالیٰ نے انہیں "رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ" کے عظیم ترین اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

لغت میں ذکر کے معنیٰ یاد کرنا، کسی کی بزرگی بیان کرنا، یاد رکھنا، بات سمجھنا، سمجھانا، نصیحت کرنا اور اس کی حفاظت کرنا ہے۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ چند ظالموں کی وجہ سے اپنے بندوں پر رحم کرنا نہیں چھوڑتا۔
۳۔ نبی اکرم ﷺ سے پہلے جتنے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث کیے گئے ان سب کے ساتھ ان کی قوم نے مذاق کیا۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم قوموں کو ہلاک کر دیا جو مکہ والوں سے قوت وسطوت میں کہیں زیادہ تھیں۔

تفسیر بالقرآن

اقوام کا اپنے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سلوک:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ ان کے پاس سے گذرتے تھے تو ان سے مذاق کرتے۔ (ہود:۳۸)
۲۔ وہ مذاق کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (التوبۃ:۷۹)
۳۔ وہ تعجب کرتے اور مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت:۱۲)
۴۔ جب وہ ہماری نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق کرتے ہیں۔ (الصّٰفّٰت:۱۴)
۵۔ جب بھی ان کے پاس رسول آیا تو انہوں نے اُس سے مذاق کیا۔ (الحجر:۱۱)
۶۔ ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا مگر وہ اس کے ساتھ استہزاء کرتے تھے۔ (الزخرف:۷)
۷۔ لوگوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس جب کبھی رسول آئے تو انہوں نے ان کے ساتھ استہزاء کیا۔ (یٰسٓ:۳۰)
۸۔ جب بھی انکے پاس آپ سے پہلے رسول آئے تو انہوں نے انہیں جادوگر اور مجنوں قرار دیا۔ (الذاریات:۵۲)
۹۔ کفار کہتے تھے کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے آباء واجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ (ابراہیم:۱۰)

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	لَيَقُوْلُنَّ
اور البتہ اگر	آپ ان سے سوال کریں	کس نے پیدا کیا	آسمانوں	اور زمین کو	تو یقیناً وہ کہیں گے

خَلَقَهُنَّ	الْعَزِيْزُ	الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	الْاَرْضَ
پیدا کیا ان کو	نہایت غالب	خوب جاننے والے نے	وہ جس نے	بنایا	تمہارے لیے	زمین

مَهْدًا	وَّجَعَلَ	لَكُمْ	فِيْهَا	سُبُلًا	لَّعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾
بچھونا	اور بنائے	تمہارے لیے	اس میں	راستے	تا کہ تم	راہ پاؤ

''اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ کہیں گے کہ انہیں زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے۔(۹) اسی نے تمہارے لیے اس زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنائے تا کہ تم رہنمائی حاصل کرو۔'' (۱۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ ان کی اقوام کا بنیادی اختلاف اللہ کی توحید تھا اور یہی اختلاف اہلِ مکہ کو نبی ﷺ کے ساتھ تھا حالانکہ وہ مانتے تھے کہ کائنات کا خالق اور مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

اہلِ مکہ کا عقیدہ تھا کہ زمین و آسمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے مکہ والے یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے اور وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو جانتا اور اس کا خالق اور مالک ہے۔ جب بھی ان سے یہ سوال کیا جاتا تو وہ ان باتوں کا اقرار اور اظہار کرتے تھے۔ اس لیے انہیں فرمایا گیا ہے کہ جس اللہ نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا ہے اسی نے تمہارے لیے زمین میں راستے بنائے ہیں۔ عربی زبان میں مھد اس جھولے کو کہا جاتا ہے جس میں بچے کو سلایا جاتا ہے۔

دوسرے مقام پر زمین کو فرش قرار دیا ہے مگر یہاں اس کے لیے گہوارے کا لفظ استعمال فرمایا ہے یعنی جس طرح ایک بچہ پنگھوڑے میں آرام سے لیٹا ہوتا ہے، ایسے ہی تمہارے لیے اس عظیم الشان کُرے کو پُرسکون ٹھکانہ بنا دیا جو فضا میں معلق ہے، جو ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اپنے محور پر گھوم رہا ہے۔ جو ۶۶۶۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے رواں دواں ہے جس کے پیٹ میں وہ آگ بھری ہے کہ پتھروں کو پگھلا دیتی ہے اور آتش فشانوں کی شکل میں لاوا اُگل کر کبھی کبھی تمہیں بھی اپنی شان دکھا دیتی ہے مگر اسکے باوجود تمہارے خالق نے اسے اتنا پُرسکون بنا دیا ہے کہ تم آرام سے اس پر سوتے ہو اور تمہیں ذرا جھٹکا تک نہیں لگتا تم اس پر رہتے ہو اور تمہیں یہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ یہ کُرہ مُعلّق ہے اور تم اس پر سر کے بل لٹکے ہوئے ہو۔ تم اطمینان سے اُس پر چلتے پھرتے ہو اور تمہیں یہ خیال تک نہیں آتا کہ تم بندوق کی گولی سے بھی زیادہ تیز رفتار گاڑی پر سوار ہو۔ بے تکلف اُسے کھودتے ہو، اس کا سینہ چیرتے ہو طرح طرح سے اُس کے پیٹ سے اپنا رزق وصول کرتے ہو، حالانکہ اس کی ایک معمولی سی جھرجھری کبھی زلزلے کی شکل میں آکر تمہیں خبر دے دیتی ہے کہ یہ کس بلا کا خوفناک دیو ہے جسے اللہ نے

تمہارے لیے مسخر کر رکھا ہے۔ (تفہیم القرآن: جلد ۴)

جہاں تک زمین میں راستوں کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عوام اور حکومتوں نے راستے بنائے تا کہ آمدورفت اور نقل وحمل آسان سے آسان تر ہو جائے لیکن اگر راستے بنانے کی تاریخ پر غور کیا جائے تو ہر علاقہ میں قدرت کی طرف سے ایسے راستے اور نشانات ضرور پائے جاتے ہیں جن کی مدد سے سڑکیں اور نئے راستے بنائے جاتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی ساخت اس طرح بنا دی ہے کہ ان کے درمیان راستے بنا دیئے ہیں جنہیں انسان ہزاروں سالوں سے راستوں کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے اگر پوری زمین چٹیل میدان ہوتی تو ابتدائی طور پر انسان کو راستے متعین کرنے میں بہت مشکل پیش آتی۔ اب بھی صحراؤں اور ریگستانوں میں جو راستے بنائے جاتے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی نشان کو سامنے رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔ جہاں زمین کے نشان نظروں سے دور ہوتے ہیں وہاں ستاروں کی مدد سے راستے متعین کیے جاتے ہیں۔ آج ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں جن سے دن کے وقت بھی ستارے نظر آتے ہیں اور فاصلے قریب دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ سہولت اس لیے عطا فرمائی ہے تا کہ اسے ایک علاقہ سے دوسرے علاقے تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ اس کے لیے ہدایت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ جس طرح منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے تم صحیح راستوں کا انتخاب کرتے ہو اسی طرح تمہیں جنّت میں داخلے کے لیے اللہ کے متعین کردہ راستوں کو اختیار کرنا چاہیے جس کا بنیادی سنگِ میل عقیدہ توحید اور اس کے تقاضے پورے کرنا ہے۔

مسائل

۱۔ اہلِ مکہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زمین وآسمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔

۲۔ اہل مکہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر کسی پر غالب اور سب کچھ جانتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر بسنے والوں کی سہولت کے لیے زمین کو بچھونا بنا دیا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھنے اور نقل وحمل کے لیے زمین میں راستے بنا دیئے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

زمین کے بارے میں قرآن مجید کے ارشادات:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر نمونے کے زمین وآسمان بنائے۔ (البقرۃ: ۱۱۷) ۲۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برابر کیا۔ (البقرۃ: ۲۹)

۳۔ آسمان کو چھت اور زمین کو فرش بنایا۔ (البقرۃ: ۲۲) ۴۔ زمین اور آسمانوں کو چھ دنوں میں بنایا۔ (الاعراف: ۵۴)

۵۔ زمین وآسمان بنانے اور بارش اتارنے والا اللہ ہے اس کے ساتھ دوسرا الٰہ کیوں؟ (النمل: ۶۰) (یٰس: ۳۴)

۶۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑ بنائے تا کہ زمین ہل نہ سکے۔ (فاطر: ۴۱) (النمل: ۶۱) (الروم: ۸) (الزلزال: ۱)

وَالَّذِيْ	نَزَّلَ	مِنَ	السَّمَآءِ	مَآءًۢ	بِقَدَرٍ ۚ
اور وہ جس نے	نازل کیا	سے	آسمان	پانی	اندازے سے

فَاَنْشَرْنَا	بِهٖ	بَلْدَةً	مَّيْتًا ۚ	كَذٰلِكَ	تُخْرَجُوْنَ ⑪
پھر ہم نے اٹھایا	اس کے ساتھ	شہر	مردہ	اسی طرح	تم نکالے جاؤ گے

''جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح ایک دن تم زمین سے نکالے جاؤ گے۔''(۱۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس ذاتِ کبریا نے زمین وآسمانوں کو پیدا کیا اور زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں راستے بنائے ہیں وہی آسمان سے بارش نازل کرتا ہے۔

قرآنِ مجید نے درجنوں مقامات پر بارش کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کے طور پر پیش فرمایا ہے بارش کے فوائد بتلانے کے ساتھ یہ استدلال بھی لوگوں کے سامنے رکھا کہ بارش پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اسے ایک خاص مقدار اور انداز میں نازل کرتا ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی تفسیر میں یہ بات عرض ہوئی ہے کہ کبھی نہیں ہوا کہ بادل پورے کا پورا پانی برسانے کی طرح ایک ہی جگہ اُنڈیل دے۔ اللہ تعالیٰ ہواؤں کے ذریعے بادلوں کو نہ صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ چلاتا ہے بلکہ پہاڑوں کی مانند دکھائی دینے والے بادلوں کو ہوائیں زمین پر گرنے سے بچاتی ہیں۔ بادلوں سے اس طرح پانی برستا ہے جس طرح فواروں سے پانی برستا ہے۔ اس طرح ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہر علاقے میں ایک خاص کوٹہ کے مطابق پانی برسایا جاتا ہے لوگوں کے پانی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بارش ہے۔ اللہ تعالیٰ بارش کے ساتھ ویران زمین کو ہریالی کا لباس پہناتا ہے جس زمین پر ویرانی کی وجہ سے آنکھ نہیں ٹکتی۔ بارش کے بعد وہی زمین اس طرح سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے کہ اب آنکھ اسے بار بار دیکھ کر ٹھنڈک محسوس کرتی ہے آدمی بارش پر غور کرے تو اسے فوراً اس بات پر یقین آجائے گا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین سے سبز وشاداب کھیتیاں پیدا کرتا ہے اسی طرح ہی قیامت کے دن لوگوں کو قبروں سے اٹھالے گا۔

«عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالُوْا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَيْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُنْبَتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَيْءٌ لَا يَبْلٰى اِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» (متفق علیہ) وَفِیْ

رِوَایَۃ لمسلم قَالَ کُلُّ اِبْنِ اٰدَمَ یَاکُلُہُ التراب اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْہُ خُلِقَ وَفِیْہِ یُرَکَّبُ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوصور پھونکنے کا عرصہ چالیس ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے شاگردوں نے پوچھا چالیس دن؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا انہوں نے استفسار کیا چالیس ماہ ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا انہوں نے پھر پوچھا چالیس سال ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں یہ بھی نہیں کہتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا لوگ یوں اُگیں گے جس طرح انگوری اگتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انسان کی دمچی کے علاوہ ہر چیز بوسیدہ ہو جائے گی قیامت کے دن اسی سے تمام اعضاء کو جوڑا جائے گا۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی روایت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے تمام اعضاء کو مٹی کھا جائے گی لیکن دمچی کو نہیں کھائے گی انسان اسی سے پیدا کیا جائے گا اور جوڑا جائے گا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ایک خاص مقدار اور انداز میں آسمان سے بارش نازل کرتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہی بارش کے ذریعے مردہ زمین کو ہریالی بخشتا ہے۔

۳۔ جس طرح ایک مدت کے بعد بیج زمین سے اُگتا ہے اسی طرح ہی قیامت کے دن لوگوں کو زمین سے زندہ کر کے نکالا جائے گا۔

تفسیر بالقرآن

بارش اور زمین کے حوالے سے انسان کی پیدائش اور اس کی موت کا ثبوت:

۱۔ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنا، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کرنا اللہ کا کام ہے تم کہاں بہک گئے ہو؟ (الانعام: ۹۵)

۲۔ اللہ سے بخشش طلب کرو وہ تمہیں معاف کر دے گا اور بارش نازل فرمائے گا اور تمہارے مال و اولاد میں اضافہ فرمائے گا۔ (نوح: ۱۰۔۱۲)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ (الروم: ۲۰) ۴۔ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا۔ (المومنون: ۱۲)

۵۔ حضرت آدم بدبودار مٹی سے پیدا کیے گئے۔ (الحجر: ۲۶)

۶۔ اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہارے جوڑے جوڑے بنائے۔ (فاطر: ۱۱)

۷۔ کیا تو اس ذات کا کفر کرتا ہے جس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے تجھے آدمی بنایا۔ (الکہف: ۳۷)

وَالَّذِيْ	خَلَقَ	الْاَزْوَاجَ	كُلَّهَا	وَجَعَلَ	لَكُمْ	مِّنَ
اور اُسی نے	پیدا کیے	جوڑے	سب	اور بنائیں	تمہارے لیے	سے
الْفُلْكِ	وَالْاَنْعَامِ	مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿١٢﴾	لِتَسْتَوٗا	عَلٰى	ظُهُوْرِهٖ	ثُمَّ
کشتیوں	اور چوپائیوں	جن پر تم سوار ہوتے ہو	تاکہ تم جم کر بیٹھو	پر	ان کی پیٹھوں پر	پھر
تَذْكُرُوْا	نِعْمَةَ	رَبِّكُمْ	اِذَا	اسْتَوَيْتُمْ	عَلَيْهِ
تم یاد کرو	نعمت کو	اپنے رب کی	جب	تم برابر ہو کر بیٹھ جاؤ	اس پر
وَتَقُوْلُوْا	سُبْحٰنَ	الَّذِيْ	سَخَّرَ لَنَا	هٰذَا	وَمَا	كُنَّا
اور تم کہو	پاک ہے	وہ ذات جس نے	تابع کر دیا ہمارے لئے	اس کو	اور نہیں	تھے ہم
لَهٗ	مُقْرِنِيْنَ ﴿١٣﴾	وَاِنَّآ	اِلٰى	رَبِّنَا	لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٤﴾
اسے	قابو میں کرنے والے	اور بے شک ہم	طرف	اپنے رب کی	ضرور لوٹنے والے ہیں

''اللہ ہی ہے جس نے یہ تمام جوڑے پیدا کیے اور جس نے تمہارے لیے کشتیوں اور جانوروں کو سواری بنایا۔ (۱۲) تاکہ تم ان کی پشت پر چڑھو اور جب تم اُن پر بیٹھو تو اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے ''اللہ'' جس نے اس کو ہمارے لیے مسخر کر دیا اور یقیناً ہم انہیں قابو میں کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ (۱۳) اور یقیناً ایک دن ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔'' (۱۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو ذاتِ حق قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرے گی اسی نے ہی ساری مخلوق کے جوڑے پیدا فرمائے ہیں۔ جوڑوں کا ذکر فرما کر اشارہ دیا کہ جس طرح ہر چیز کے جوڑے ہیں اسی طرح زندگی کے بعد موت اور موت کے بعد زندگی ہے یعنی اس دنیا کے بعد آخرت ہے۔

قیامت کے دن زندہ ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ جس ذات نے مردوں کو زندہ کرنا ہے اسی ذات نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور اسی نے انسانوں کے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر انسان سواری کرتے ہیں۔ اس کا حکم ہے کہ جب تم سواریوں پر سوار ہو تو اپنے رب کے انعام کو یاد کرو کہ اسی نے چوپاؤں اور کشتیوں کو تمہارے تابع کیا ہے۔ جب تم ان پر اچھی طرح بیٹھ جاؤ تو یہ دعا پڑھو! وہ ذات ہر قسم کے شرک اور کمزوریوں سے پاک ہے جس نے ہمارے لیے انہیں مسخر کیا ہے ورنہ انہیں تابع کرنا ہمارے بس کی بات نہ تھی یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب سے انسان کو تخلیق فرمایا ہے اس وقت سے اس کی آمد و رفت اور بار برداری کے لیے چوپاؤں کو

پیدا کیا اور پھر انسان کو کشتی بنانے کا شعور بخشا۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک ذرائع مواصلات میں سب سے آسان ذریعہ چوپائے ہیں۔ جن پر نہ صرف انسان سواری کرتا ہے بلکہ ان سے دیگر فوائد بھی حاصل کرتا ہے۔ چوپاؤں پر غور فرمائیں! کہ اونٹ اپنی قدو قامت اور جسامت کے اعتبار سے انسان سے کتنا بڑا ہے مگر ایک چھوٹا سا بچہ اسے نکیل ڈالے جہاں چاہتا ہے لیے پھرتا ہے، سینکڑوں اونٹوں پر مشتمل ریوڑ کو ایک دو آدمی جہاں چاہتے ہیں ہانک کر لے جاتے ہیں۔ ایسا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں کے ذہنوں میں انسان کی برتری اور تابعداری پیدا کر دی ہے، ہاتھی کو دیکھیں! کتنا بڑا جانور، کس قدر لمبی سونڈ ہے مگر ایک فیل بان بے شک وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو ہاتھی کو اِدھر اُدھر لیے پھرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے انسان کے تابع نہ کرتا تو دس آدمی مل کر بھی ہاتھی پر قابو نہیں پا سکتے تھے، پھر غور کیجیے! کہ سائیکل سے لے کر ہوائی جہاز کی تکنیک انسان کے شعور میں کس نے پیدا کی؟ نہ معلوم! قیامت تک اللہ تعالیٰ انسان کے ذریعے کون کونسی ایجادات معرضِ وجود میں لائے گا انسان کو چاہیے کہ جونہی سواری پر براجمان ہو تو وہ سنتِ نبوی کے مطابق دعائیں پڑھے۔ جس میں رب کا شکر بھی ہے اور اس کی طرف سے حفاظت کا بندوبست بھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر رکاب میں پاؤں رکھا، پھر سوار ہونے کے بعد فرمایا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" پھر تین مرتبہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" اور تین دفعہ "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہا، پھر فرمایا: "سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ" اس کے بعد آپ ہنس دیئے، میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کس بات پر ہنسے ہیں؟ فرمایا: بندہ جب "رَبِّ اغْفِرْلِيْ" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت اچھی لگتی ہے وہ فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا اسے کوئی بخشنے والا نہیں۔

(رواہ الترمذی: باب مَا يَقُوْلُ إِذَا رَكِبَ دَآبَّةً [صحيح])

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے کشتیاں اور چوپائے اس لیے بنائے تاکہ لوگ ان پر سوار ہو سکیں۔
۳۔ سواری پر بیٹھ کر اپنے رب کو یاد کرنا چاہیے اور یہ مذکورہ بالا دعائیں پڑھنا چاہئیں۔ ۴۔ ہر کسی نے اپنے رب کے پاس جانا ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ (النحل: ۱)
۲۔ اللہ نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ شریکوں سے بلند وبالا ہے۔ (النمل: ۳)
۳۔ اللہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے اور وہ شریکوں کی شراکت سے بلند وبالا ہے۔ (المومنون: ۹۲)
۴۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ اللہ تعالیٰ مشرکوں کے شرک سے بالاتر ہے۔ (النمل: ۶۳)

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ

اورانہوں نے بنالیا اس کے لیے سے اس کے بندوں ایک حصہ بلاشبہ

الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾

انسان البتہ ناشکرا ہے صریح

''اس کے باوجود لوگوں نے اللہ کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جز بنالیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان واضح طور پر ناشکرا ہے۔''(۱۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: ''اللہ'' کی توحید کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتا ہے یہ اس کی واضح طور پر ناشکری کی دلیل ہے۔

جاری خطاب میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مشرکین کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ ان کا جواب ہوتا ہے اور ہوگا کہ زمین و آسمانوں کو صرف ایک ''اللہ'' نے پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی آٹھ قدرتوں اور نعمتوں کا ذکر فرمایا جس سے تمام انسان مستفید ہوتے ہیں۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا اعتراف کرنے اور اس کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے باوجود ''اللہ'' کے بندوں میں سے کچھ بندوں کو اس کا حصہ بناتے ہیں۔ جو مشرک کے کفر اور اس کی ناشکری کی واضح نشانی ہے۔ قومِ نوح علیہ السلام نے پانچ فوت شدگان کو اللہ تعالیٰ کا جز بنایا، ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے اپنے بادشاہ کو رب تسلیم کیا، فرعون نے اپنے آپ کو ''رب الاعلیٰ'' کے طور پر منوایا، یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، عسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کو رب کا جز بنایا۔ امتِ مسلمہ اس حد تک گراوٹ کا شکار ہوئی کہ اس میں ایک فرقہ پنجتن پاک کی محبت میں شرک کا ارتکاب کر رہا ہے اور امتِ مسلمہ کی کثیر تعداد نے نبی علیہ السلام کو ''نور من نور اللہ'' کے طور پر متعارف کروایا اور یارسول اللہ کہہ کر آپ سے مدد مانگتے ہیں ان میں کسی نے کسی کو داتا گنج بخش کہا، کسی کو دستگیر کے لقب سے یاد کیا اور کسی کو امام بری، میری قسمت کردے ہری بھری کہہ کر پکارا جاتا ہے، کسی کو عزت کا مالک سمجھتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ شہباز قلندر میری پت رکھنا، کسی کو لجپال کہا جاتا ہے نہ معلوم مشرکین نے کس کس کو کیا کیا اختیارات سونپ رکھے ہیں۔ یہاں شرک کو پرلے درجے کی ناشکری قرار دیا گیا ہے شرک کرنے والا اس لیے ناشکرا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی عزت وعظمت کی خاطر اسے صرف اپنے سامنے جھکنے اور دردر کی ٹکروں سے بچنے کا حکم دیا لیکن مشرک عقیدہ توحید پر راضی اور اسکی نعمت پر اپنے رب کا شکرگزار ہونے کی بجائے دردر کی ٹھوکروں کو پسند کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر انسان کی ناشکری کیا ہوسکتی ہے؟ حضرت یوسف نے اپنے قید کے ساتھیوں سے فرمایا تھا۔

''اے جیل کے دوساتھیو! کیا مختلف رب بہتر ہیں یا ایک ''اللہ''؟ جو اکیلا نہایت غالب ہے تم چند ناموں کے سوا عبادت نہیں کرتے۔ جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کے بارے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''(یوسف:۳۹،۴۰)

اَمِ	اتَّخَذَ	مِمَّا	يَخۡلُقُ	بَنٰتٍ	وَّ اَصۡفٰىكُمۡ	بِالۡبَنِيۡنَ ﴿١٦﴾
کیا	اس نے بنالیں	ان سے جو	وہ پیدا کرتا ہے	بیٹیاں	اور اس نے تمہیں چُن لیا	بیٹوں کے ساتھ
وَ اِذَا	بُشِّرَ	اَحَدُهُمۡ	بِمَا	ضَرَبَ	لِلرَّحۡمٰنِ	
حالانکہ جب	خوشخبری دی جاتی ہے	ان میں سے کسی کو	اس کے ساتھ جو	اس نے بیان کیا	رحمٰن کے لیے	
مَثَلًا	ظَلَّ	وَجۡهُهٗ	مُسۡوَدًّا	وَّهُوَ	كَظِيۡمٌ ﴿١٧﴾	
مثال	تو ہو جاتا ہے	اس کا چہرہ	سیاہ	اور وہ	غم سے بھرا ہوا	

''کیا اللہ نے اپنی مخلوق سے اپنے لیے بیٹیاں پسند کی ہیں اور تمہارے لیے بیٹے پسند کیے ہیں؟ (۱۶) حالانکہ جن کو یہ لوگ الرّحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی پیدائش کی خبر ان میں سے کسی کو دی جاتی ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔ (۱۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مشرکین کا ''اللہ'' کے بندوں میں کسی کو اس کا جز بنانے کا ثبوت۔

اہل مکہ نے خود ساختہ تصورات کی بنیاد پر کچھ شخصیات کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا جز اور کچھ کو اس کی صفات کا مظہر بنا رکھا تھا جن شخصیات کو اللہ تعالیٰ کا جز قرار دیتے تھے ان میں ملائکہ بھی شامل تھے ملائکہ کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ مشرکین کی مردہ فطرت کو بیدار کرنے کے لیے ان کی نفسانی کیفیت اور خواہش پیش کر کے سوال کیا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹیاں پسند کی ہیں اور تمہارے لیے بیٹے پسند کیے ہیں؟ حالانکہ تمہاری حالت یہ ہے کہ جب تم میں کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا ہو جاتا اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔ کیا جو زیور میں پرورش پائے اور کسی بحث کے دوران اپنا مؤقف کھول کر بیان نہ کر سکے اسے ''الرحمٰن'' کے لیے پسند کرتے ہو اور اپنے لیے اُسے عار سمجھتے ہو۔ غور کرو کہ یہ کیسی سوچ اور فیصلہ ہے؟ جس بنا پر تم نے ملائکہ کو ''الرحمٰن'' کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے حالانکہ ملائکہ اس کے غلام ہیں کیا یہ بات کہنے والے اس وقت موجود تھے؟ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو اپنی بیٹیاں قرار دیا تھا کہ ان کی گواہی لکھ لی جائے۔ ایسی بات ہرگز نہیں ہوئی اور یہ عقیدہ رکھنے اور ہرزہ سرائی کرنے والوں کو قیامت کے دن ضرور جواب دینا ہوگا۔ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینے والوں سے اللہ تعالیٰ نے پہلے تو بیٹیوں کی ولادت کے وقت جو ان کی حالت ہوتی ہے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد ان سے دو سوال کیے ہیں۔

اولاد کی ضرورت انسان کو تین وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے۔

① نسل کا تسلسل قائم رکھنا۔ ② فطری جذبہ اور محبت کے تحت اولاد کی خواہش کرنا۔ ③ اولاد اپنے ماں باپ کا سہارا

اَوَمَنْ	يُّنَشَّؤُا	فِي	الْحِلْيَةِ	وَهُوَ	فِي	الْخِصَامِ	غَيْرُ
کیا جس کی	پرورش کی جاتی ہے	میں	زیور	اور وہ	میں	بحث وحجت	نہیں
مُبِيْنٍ ﴿١٨﴾	وَجَعَلُوا	الْمَلٰٓئِكَةَ	الَّذِيْنَ	هُمْ	عِبٰدُ	الرَّحْمٰنِ
واضح کرنے والی	اور انہوں نے ٹھہرایا	فرشتوں کو	وہ جو	وہ	بندے ہیں	رحمان کے
اِنَاثًا ؕ	اَشَهِدُوْا	خَلْقَهُمْ ؕ	سَتُكْتَبُ	شَهَادَتُهُمْ	وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿١٩﴾
عورتیں	کیا وہ حاضر تھے	ان کی پیدائش کے وقت	ضرور لکھی جائے گی	ان کی گواہی	اور وہ سوال کیے جائیں گے

اللہ کی اولاد وہ ہے جو زیور میں پرورش پاتی ہے اور بحث وتکرار میں اپنا مدعا پوری طرح واضح نہیں کرسکتی۔(۱۸) انہوں نے فرشتوں کو جو الرّحمان کے خاص بندے ہیں، عورتیں قرار دے لیا ہے کیا ان کی تخلیق کے وقت وہ موجود تھے کہ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی انہیں ہر صورت اس کا جواب دینا ہوگا۔'' (۱۹)

ہوتی ہے اس لیے ہر ماں باپ اولاد کا طلبگار رہتا ہے لیکن والدین بیٹی کی بجائے بیٹے پسند کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تینوں قسم کے جذبات سے مبرا ہے لہٰذا اسے اولاد کی ضرورت نہیں۔ جہاں تک فرشتوں کا معاملہ ہے وہ اس کی بیٹیاں نہیں بلکہ وہ اس کے عاجز اور تابع فرمان غلام ہیں جو اس کے حکم کے مطابق اس کی طرف سے تفویض کردہ کام سرانجام دیتے ہیں ان کی کیا مجال کہ وہ بال برابر بھی نافرمانی کر پائیں۔

﴿۲﴾۔ انسان اپنی فطرت اور ضرورت کے تحت بیٹیوں کی بجائے بیٹے پسند کرتا ہے۔ بیٹی پیدا ہونے سے والدین اپنی ذمہ داریوں میں اضافہ محسوس کرتے ہیں اور بیٹے کو اپنا مددگار اور سہارا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں اور کمزوریوں سے مبرّا اور ماورآء ہے اس لیے اسے بیٹے اور بیٹی کی ضرورت نہیں اور نہ اس کی شان ہے کہ وہ کسی کو بیٹا یا بیٹی بنائے۔ یہاں تک بیٹی کا معاملہ ہے وہ تو فطری طور پر مرد کے مقابلے میں ناتواں ہوتی ہے اور طبعی طور پر اچھے لباس اور زیور کو پسند کرتی ہے اور اپنی فطری حیا کی وجہ سے جھگڑے کے وقت اپنی بات کھل کر بیان نہیں کرسکتی اعصابی اور ذہنی اعتبار سے بھی عورت مرد کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہے اگر کسی وجہ سے کسی مرد کے ساتھ اس کا جھگڑا ہو جائے تو حیا اور جذبات سے مغلوب ہو کر اپنا مؤقف بھی کھل کر بیان نہیں کرسکتی بے شک اس کا جھگڑا اپنے خاوند کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، ایسا معاملہ بزرگوں کے سامنے پیش ہو تو اکثر عورتیں اپنی بات کرتے ہوئے رو پڑتی ہیں۔

بیٹیاں آزمائش ہیں:

ماں، باپ کے لیے ساری اولاد آزمائش ہوتی ہے بالخصوص بیٹیاں بڑی آزمائش ہیں۔

{ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ } (التغابن:۱۵)

''تمہارا مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے اور ''اللہ'' کے ہاں بڑا اجر ہے۔''

«عَنۡ أَبِی سَعِیدٍ الۡخُدۡرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنۡ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَ زَوَّجَهُنَّ وَأَحۡسَنَ إِلَیۡهِنَّ فَلَهُ الۡجَنَّةُ» (رواہ ابو داؤد: باب فِی فَضۡلِ مَنۡ عَالَ یَتَامَی [ضعیف])

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے تین بچیوں کی پرورش کی انہیں ادب سکھایا اور اُن کی شادی کی اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کیا اُس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

مسائل

۱۔ بعض مشرک ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے ہیں حالانکہ اپنے لیے وہ بیٹوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

۲۔ اکثر باپ بیٹی کی خوشخبری سُن کر غم زدہ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ عورت فطری طور پر زیور کو پسند کرتی ہے اور جھگڑے کے وقت اپنا مؤقف کھل کر بیان نہیں کر سکتی۔

۴۔ بعض مشرک ملائکہ کو خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہرانے والوں کو قیامت کے دن اچھی طرح پوچھ گچھ کی جائے گی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینے کا گناہ اور اس کی سزا:

۱۔ ''اللہ'' اولاد سے پاک ہے۔ (الانعام: ۱۰۱) ۲۔ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام خدا نہیں اللہ کے بندے تھے۔ (المائدۃ: ۷۵)

۳۔ کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینا سنگین ترین جرم ہے۔ (مریم: ۹۱، ۹۲) ۴۔ اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔ (الجن: ۳)

۵۔ اللہ تعالیٰ کو کسی نے جنم نہیں دیا نہ اس نے کسی کو جنم دیا ہے۔ (الاخلاص: ۳)

۶۔ کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹے دیئے ہیں اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا ہے؟ یہ بڑی نامعقول بات ہے۔ (بنی اسرائیل: ۴۰)

۷۔ انہوں نے کہا اللہ کی اولاد ہے حالانکہ وہ اس سے پاک ہے۔ (البقرۃ: ۱۱۶)

۸۔ انہوں نے کہا ''الرحمٰن'' کی اولاد ہے حالانکہ وہ اولاد سے پاک ہے۔ (الانبیاء: ۲۶)

۹۔ اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں ہے نہ اس کے ساتھ کوئی اور الٰہ ہے۔ (المومنون: ۹۱)

وَقَالُوْا	لَوْ شَآءَ	الرَّحْمٰنُ	مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ	مَا لَهُمْ	بِذٰلِكَ
اور انہوں نے کہا	اگر چاہتا	رحمٰن	نہ ہم عبادت کرتے ان کی	نہیں ان کے لیے	اس کی بابت

مِنْ عِلْمٍ ۚ	اِنْ	هُمْ	اِلَّا	يَخْرُصُوْنَ ﴿٢٠﴾ ؕ	اَمْ	اٰتَيْنٰهُمْ
کوئی علم	نہیں ہیں	وہ	مگر	اٹکل پچو باتیں کرتے	یا	ہم نے دی ہے ان کو

كِتٰبًا	مِّنْ قَبْلِهٖ	فَهُمْ	بِهٖ	مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿٢١﴾	بَلْ
کوئی کتاب	اس سے پہلے	سو وہ	اسی کو	تھامنے والے ہیں	بلکہ

قَالُوْٓا	اِنَّا	وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا	عَلٰٓى اُمَّةٍ	وَّاِنَّا
انہوں نے کہا	بلاشبہ	ہم نے پایا	اپنے باپ دادا کو	طریقے پر	اور ہم تو

عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢٢﴾
انہی کے نشاناتِ قدم پر	ہدایت یافتہ ہیں

''وہ کہتے ہیں کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم کبھی ان کو نہ پوجتے حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ نہیں جانتے صرف اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔(۲۰) کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے جس کا ثبوت یہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔(۲۱) بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔''(۲۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن مشرک سے اس کے شرک کے بارے میں ہر صورت سوال ہوگا۔ دنیا میں اس سے اس کے شرک کے بارے میں سوال کیا جائے اور اس کو اس کے باطل عقیدہ کے بارے میں سمجھایا جائے تو وہ سمجھنے کی بجائے مختلف قسم کے بہانے پیش کرتا ہے۔ اس کے بہانوں میں سے ایک بہانہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم شرکیہ عقیدہ اختیار نہ کرتے۔

قرآن مجید نے ہر قسم کے دلائل کے ساتھ مشرکین کو یہ بات سمجھائی ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی اولاد بنایا ہے اور نہ ہی اس نے اپنی خدائی میں کسی کو اپنا شریک ٹھہرایا ہے۔ مشرکین مکہ کے پاس ان دلائل کا کوئی جواب نہیں تھا اور نہ ہی آج کا مشرک اس کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ہی آئندہ کوئی اس کا جواب دے سکے گا۔ اس کے باوجود مشرکین دیگر بہانوں کے ساتھ یہ بہانے بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو ہم کس طرح شرک کر سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ درحقیقت ان کے پاس علم نہیں جس وجہ سے یہ اٹکل پچو بیان کرتے ہیں جو حقیقی معنوں میں شریعت کا علم جانتا ہے وہ اس قسم کی بے معنیٰ باتیں نہیں کرتا۔ مشرک کے پاس علم نہ ہونے کا دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حد تک آزادی دے رکھی ہے کہ وہ چاہے تو ہدایت قبول کرے نہ چاہے تو گمراہی

کے راستے پر چلتا رہے علم نہ ہونے کا صاف معنیٰ ہے کہ مشرک جاہل ہوتا ہے کیا ان کے پاس پہلی آسمانی کتابوں میں سے کوئی آسمانی کتاب ہے کہ جس کی بنیاد پر اپنے باطل عقیدہ کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کے مخاطب اہل مکہ ہیں کیونکہ ان کے پاس قرآن مجید سے پہلے کوئی کتاب نہیں آئی تھی، اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ایمان کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے اور توحید کے دلائل آسمانی کتابوں میں دیئے گئے ہیں یہی حقیقی اور ٹھوس علم ہے اس کے علاوہ ایمان کی حقیقی تشریح کہیں اور جگہ نہیں ملتی اور نہ ہی وہ قابل قبول ہوگی کیونکہ علم کی حقیقی بنیاد وحی ہے۔ مشرکین مکہ سے ان دلائل کا جواب نہ بن پڑا تو کہنے لگے کہ ہم تو اسی راستے پر چلتے رہیں گے جن پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو چلتے ہوئے پایا۔ قرآن مجید نے دوسرے موقع پر اس کا جواب یہ دیا ہے کیا ان کے باپ دادا دین کی سمجھ اور ہدایت نہ رکھتے ہوں اس کے باوجود یہ لوگ ان کا راستہ اختیار کریں گے اس سے بڑھ کر بے عقلی اور گمراہی کی کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ (البقرۃ:۱۷۰)

مسائل

۱۔ مشرک بہانہ پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔
۲۔ حق کے منکر اپنے آباء اجداد کی تقلید کو ہدایت کی دلیل سمجھتے ہیں۔
۳۔ مشرک جہالت کی بنا پر گمراہی پر قائم رہتے ہیں۔ ۴۔ مشرک حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

علم کی حقیقت اور اس کا فائدہ:

۱۔ صاحب علم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ (الزمر:۹)
۲۔ اللہ تعالیٰ ایمانداروں اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔ (المجادلۃ:۱۱)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو علم عطا کیا۔ (النمل:۱۵) ۴۔ یقیناً اللہ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ (فاطر:۲۸)
۵۔ ہم لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتے ہیں مگر ان کو عالم لوگ ہی سمجھتے ہیں۔ (العنکبوت:۴۳)
۶۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ کچھ بتلایا جو یہ نہیں جانتا تھا۔ (العلق:۵) ۷۔ انسان کو رحمان نے قرآن سکھایا۔ (الرحمٰن:۲)
۸۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لکھنا سکھایا۔ (العلق:۴) ۹۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بولنا اور بیان کرنا سکھلایا۔ (الرحمٰن:۴)
۱۰۔ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا۔ (البقرۃ:۳۱) ۱۱۔ فرشتوں نے بھی سب کچھ اللہ تعالیٰ سے سیکھا۔ (البقرۃ:۳۲)

وَكَذٰلِكَ	مَآ	اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	فِيْ	قَرْيَةٍ	مِّنْ نَّذِيْرٍ
اور اسی طرح	نہیں	ہم نے بھیجا	آپ سے پہلے	میں	بستی	کوئی ڈرانے والا
اِلَّا	قَالَ	مُتْرَفُوْهَآ ۙ	اِنَّا	وَجَدْنَآ	اٰبَآءَنَا	عَلٰٓى اُمَّةٍ
مگر	کہا	اس کے خوش حال لوگوں نے	بلاشبہ	ہم نے پایا	اپنے باپ دادا کو	ایک طریقے پر
وَّاِنَّا	عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	مُّقْتَدُوْنَ ﴿٢٣﴾	قٰلَ	اَوَلَوْ	جِئْتُكُمْ	
اور ہم تو	اُن کے نشاناتِ قدم پر	اقتداء کرنے والے ہیں	کہا	کیا اگرچہ	میں لایا ہوں تمہارے پاس	
بِاَهْدٰى	مِمَّا	وَجَدْتُّمْ	عَلَيْهِ	اٰبَآءَكُمْ ؕ	قَالُوْٓا	اِنَّا
زیادہ ہدایت والا	اس سے جو	تم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا کو	انہوں نے کہا	یقیناً ہم
بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿٢٤﴾	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	فَانْظُرْ
اس کے ساتھ جو	تم بھیجے گئے ہو	اس کے ساتھ	انکار کرنے والے ہیں	چنانچہ ہم نے انتقام لیا	ان سے	پھر دیکھئے
كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع			
کیسا	ہوا	انجام	جھٹلانے والوں کا			

''اسی طرح آپ سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے انتباہ کرنے والا بھیجا تو اس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔ (۲۳) انبیاء نے فرمایا: کیا تم اس ڈگر پر چلے جاؤ گے۔ خواہ میں تمہیں اس راستے سے زیادہ صحیح راستہ بتاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے انہوں نے تمام رسولوں کو یہی جواب دیا کہ جس دین کی طرف بلانے کے لیے تم بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ (۲۴) ہم نے اُن سے انتقام لیا دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔'' (۲۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح کے بہانے مشرکین مکہ پیش کرتے تھے اسی طرح کے بہانے پہلے لوگوں نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام کے سامنے پیش کیے بہانے پیش کرنے والوں میں سرِفہرست ان کا مال دار طبقہ تھا۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے اطمینان کی خاطر بتلایا گیا کہ آپ سے پہلے جس بستی میں بھی رسول مبعوث کیا گیا وہاں کے سرمایہ دار طبقہ نے اپنے نبی کے سامنے یہی بہانہ پیش کیا کہ ہم اسی راستے پر چلتے رہیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور ہم اپنے بزرگوں کا مذہب اور کلچر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہر قوم کے نبی نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے بہترین راہنمائی لایا ہوں کیا پھر بھی تم اپنے باپ دادا کے دین اور رسم ورواج کو اپنائے رکھو گے؟ ان لوگوں نے کھلے الفاظ میں کہا ہاں ہم تمہاری بات اور طریقے کا انکار کرتے رہیں گے جب یہ لوگ ایک حد سے آگے بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے پیغمبر کا رہنا سہنا محال کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بغاوت کا انتقام لیا۔ تاریخ کے اوراق اور ان قوموں کے آثار دیکھو! انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ ان آیات میں یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ہر قوم کے مال دار طبقہ کی اکثریت ایسی ہی ہوتی ہے جو باطل تحریکوں اور تنظیموں کی اس لیے پشت پناہی کرتی ہے تاکہ وہ پہلے لوگوں کی تہذیب اور رسومات کا بہانہ بنا کر اپنی عیش وعشرت کو جاری رکھ سکیں یہی کچھ مکہ والے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے تھے اور یہی ہر دور میں ہوتا آرہا ہے۔

مسائل

۱۔ مال دار طبقہ کی اکثریت نے ہر دور کے نبی کی مخالفت کی ہے۔
۲۔ بالخصوص مال دار طبقہ باطل تحریک اور تہذیب وتمدن کی حمایت کرتا ہے۔
۳۔ بڑے لوگوں کی اکثریت نے ہمیشہ سے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا انکار کیا ہے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں سے انتقام لیا۔

تفسیر بالقرآن

بے دین مال دار طبقہ کا کردار اور انجام:

۱۔ مالدار بخل کو اپنے لیے اچھا خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ ان کے لیے بُرا ہے۔ (آل عمران: ۱۸۰)
۲۔ جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں فسق وفجور کرتے ہیں تو اس بستی پر بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے بری طرح برباد کر دیتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۶)
۳۔ ہم نے جب بھی کسی بستی میں رسول بھیجا تو مالدار لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔ (الزخرف: ۲۳)
۴۔ کبھی ایسا نہیں ہوا ہم نے کسی بستی میں رسول بھیجا ہو اور اس کو مالدار طبقے نے نہ جھٹلایا ہو۔ (سبا: ۳۴)
۵۔ جو کچھ زمین میں ہے وہ باعثِ آزمائش ہے۔ (الکہف: ۷)
۶۔ دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں قلیل اور حقیر ہے۔ (التوبۃ: ۳۸)
۷۔ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے۔ (العنکبوت: ۶۴) ۸۔ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ (آل عمران: ۱۸۵)
۹۔ لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی معمولی فائدہ ہے۔ (الرعد: ۲۶)

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهِيْمُ	لِاَبِيْهِ	وَقَوْمِهٖٓ
اور جب	کہا	ابراہیم نے	اپنے باپ کے لیے	اور اپنی قوم کے لیے
اِنَّنِيْ	بَرَآءٌ	مِّمَّا	تَعْبُدُوْنَ ﴿٢٦﴾	اِلَّا
بلاشبہ میں	بیزار ہوں	اس سے جس کی	تم عبادت کرتے ہو	سوائے
الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	فَاِنَّهٗ	سَيَهْدِيْنِ ﴿٢٧﴾	وَجَعَلَهَا
جس نے	مجھے پیدا کیا	تو بے شک وہ	عنقریب میری رہنمائی کرے گا	اور اس نے کر دیا اس کو
كَلِمَةً	بَاقِيَةً	فِيْ عَقِبِهٖ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾
کلمہ	باقی رہنے والا	اپنی اولاد میں	تا کہ وہ	رجوع کریں

''وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ جن کی تم بندگی کرتے ہو میرا اُن سے کوئی تعلق نہیں۔(۲۶) میرا تعلق صرف اس سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری راہنمائی کرے گا۔(۲۷) اور ابراہیم یہی دعوت اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔''(۲۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح ہر قوم کے حکمران اور امیر لوگوں نے اپنے رسول کی مخالفت کی اور اپنے آباء واجداد کے رسم ورواج پر قائم رہے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم باطل عقیدہ اور اپنے رسم ورواج پر قائم رہے۔

اہلِ مکہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا وارث سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اسی طریقہ سے اپنے رب کی عبادت کرتے تھے جس انداز میں ہم عبادت کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے مختلف الفاظ میں اس بات کی تردید کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شرکیہ عقیدہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ ہی ان کا مشرکین کے ساتھ کوئی واسطہ تھا وہ صرف اور صرف زمین وآسمان کے رب کی عبادت کرنے والے اور اسی کی طرف لوگوں کو بلانے والے تھے اور اپنے عقیدہ میں یکسو تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے توحید کی دعوت اپنے والد کے سامنے پیش فرمائی اور اپنی قوم کو بار بار سمجھایا کہ اے میری قوم! جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان سے لاتعلق ہوں میں تو صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہی عقیدہ اور دعوت اپنی اولاد میں چھوڑ کر گئے تا کہ ان کی اولاد ہر حال میں اپنے رب کی عبادت کرے اور اس کی طرف رجوع کرتی رہے۔ اے اہلِ مکہ تم اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سمجھتے ہو اور ان کی ملت کے دعوے دار ہو لہٰذا تمہیں نبی ﷺ کی دعوت کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ آپ ﷺ اسی بات کی دعوت دیتے ہیں لیکن تم اس طرح ہی مخالفت کر رہے ہو جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام

کے باپ، اس کی قوم اور حکمران طبقہ نے کی تھی۔

{ وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ } (البقرۃ: ۱۳۰ تا ۱۳۳)

''دین ابراہیمی سے وہی بے رغبتی کرے گا جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنالیا ہے، بلا شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں ہوں گے۔ جب اسے اس کے رب نے فرمایا کہ فرمانبردار ہو جاؤ اس نے کہا میں نے اپنے آپ کو رب العالمین کے سامنے جھکا دیا ہے۔ ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس دین کو پسند فرمایا لیا ہے تمہیں موت مسلمان ہونے کی حالت میں آنی چاہیے۔ کیا تم یعقوب کی موت کے وقت موجود تھے؟ جب اس نے اپنی اولاد کو فرمایا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل، اور اسحاق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔''

مسائل

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کے عقیدے سے برأت کا اعلان کیا تھا۔
۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کی عبادت مشرکوں کے طریقہ کے مطابق نہیں کرتے تھے۔
۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمیشہ خالقِ حقیقی کی طرف لوگوں کو بلایا۔
۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید کی دعوت دی اور اسی عقیدے پر پکے رہنے کی تاکید فرمائی۔

تفسیر بالقرآن

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عقیدہ اور دعوت:

۱۔ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کو فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو۔ (العنکبوت: ۱۶)
۲۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اے میری قوم! میں تمہارے شرک سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ (الانعام: ۷۹)
۳۔ مشرکین نے ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کا الاؤ جلایا اور اُنہیں آگ میں ڈال دیا اللہ نے اسے بچا لیا۔ (الصّٰفّٰت: ۹۷)
۴۔ ابراہیم نے کہا میں اپنے پروردگار کو پکاروں گا اُمید ہے کہ میں اُس کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔ (مریم: ۴۸)

بَلْ	مَتَّعْتُ	هٰٓؤُلَآءِ	وَاٰبَآءَهُمْ	حَتّٰى	جَآءَهُمُ
بلکہ	میں نے فائدہ پہنچایا	انہیں	اوران کے باپ دادا کو	یہاں تک کہ	آیا ان کے پاس
الْحَقُّ	وَرَسُوْلٌ	مُّبِيْنٌ ﴿٢٩﴾	وَلَمَّا	جَآءَهُمُ	الْحَقُّ
حق	اوررسول	کھول کر بیان کرنے والا	اورجب	آیا ان کے پاس	حق
قَالُوْا	هٰذَا	سِحْرٌ	وَّاِنَّا	بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿٣٠﴾
انہوں نے کہا	یہ	جادو ہے	اور بلاشبہ ہم	اس کے ساتھ	کفر کرنے والے ہیں
وَقَالُوْا	لَوْلَا	نُزِّلَ	هٰذَا	الْقُرْاٰنُ	عَلٰى
اورانہوں نے کہا	کیوں نہیں	نازل کیا گیا	یہ	قرآن	پر
رَجُلٍ	مِّنَ	الْقَرْيَتَيْنِ	عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾		
آدمی	سے	شہروں میں	بڑے		

''بلکہ میں نے انہیں اوران کے باپ دادا کو فائدہ پہنچایا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور کھول کھول کر بیان کرنے والا رسول آ گیا۔(۲۹) جب حق ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا یہ تو جادو ہے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔(۳۰) کہتے ہیں یہ قرآن دو شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔''(۳۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا مختصر ذکر کرنے کے بعد اب پھر اہلِ مکہ کو براہِ راست مخاطب کیا گیا ہے۔

اہلِ مکہ تعصّب میں آ کر اس قدر بوکھلا چکے تھے کہ وہ کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتے تھے۔جس بنا پر نئی سے نئی بات اور انوکھے سے انوکھا الزام لگاتے تھے جس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں مہلت پہ مہلت دیئے جا رہا تھا۔جب کسی ظالم شخص کو طویل مدت تک مہلت حاصل ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگتا ہے حالانکہ وہ حق پر نہیں ہوتا۔اہل مکہ بھی اپنے آپ کو حق پر گمان کرتے تھے ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ ان کی گمراہی اور مخالفت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم انہیں مہلت دیئے جا رہے ہیں جبکہ ان میں حضرت محمد ﷺ واضح حق کے ساتھ مبعوث کر دیئے گئے ہیں۔کفار کی تاریخ یہ ہے کہ جب بھی ان کے پاس حق پہنچا تو انہوں نے اسے جادو قرار دیا اور کہا کہ ہم کھلے بندوں حق کا انکار کرتے ہیں یہی اہل مکہ کا وطیرہ تھا ان کا کہنا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے واقعی قرآن کسی شخص پر نازل کرنا ہوتا تو مکہ اور طائف کے بڑے سرداروں میں سے کسی ایک پر نازل کیا جاتا۔نبوت کے لیے وہ ابوجہل اور طائف کے سرداروں کا نام لیتے تھے۔اس بات کے قرآن مجید

نے اور بھی جواب دیئے ہیں ان میں ایک جواب یہ ہے کہ کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرنے والے ہیں یا آپ کا رب اُسے تقسیم اور نازل کرنے والا ہے ظاہر بات ہے کہ ہر قسم کے اختیارات اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں اور وہ اپنی رحمت اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کرتا ہے یہاں رحمت سے پہلی مراد نبوت اور دوسری مراد معیشت ہے۔

{ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَیُصِیۡبُ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا یَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ } (الانعام:۱۲۴)

''اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اپنی رسالت کسے دے۔ جنہوں نے جرم کیے عنقریب انہیں اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکروفریب کرتے تھے۔''

{ مَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَ لَا الۡمُشۡرِكِیۡنَ اَنۡ یُّنَزَّلَ عَلَیۡكُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۱۰۵﴾ } (البقرۃ:۱۰۵)

''نہ اہل کتاب کے کافر اور نہ ہی مشرکین چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرماتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

مسائل

۱۔ اکثر لوگ اپنے رب کی دی ہوئی مہلت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۲۔ کفار کے پاس جب بھی حق آیا انہوں نے اس کا انکار ہی کیا۔

۳۔ اہل مکہ کا یہ بھی اعتراض تھا کہ نبوت طائف یا مکہ کے کسی ایک سردار پر نازل ہونی چاہیے تھی۔

۴۔ کسی کو ''الرسول'' منتخب کرنا اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنا رسول نامزد کرتا ہے۔

۵۔ نبی ﷺ کے بعد قیامت تک نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

تفسیر بالقرآن

کفار اور مشرکین کا حق کے ساتھ رویہ:

۱۔ مشرکین نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے۔ (النحل:۳۵)

۲۔ مشرکین نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ پر خزانہ کیوں نہیں نازل کیا جاتا۔ (ھود:۱۲)

۳۔ بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ جب تک ہم اللہ کو اپنے سامنے نہیں دیکھ لیتے ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ (البقرۃ:۵۵)

۴۔ کفار اور مشرکین نے نبی علیہ السلام کو جادوگر کہا۔ (الذاریات:۵۲)

۵۔ کفار اور مشرکین نے کہا یہ نبی کذاب اور جادوگر ہے۔ (ص:۴)

اَهُمْ	يَقْسِمُوْنَ	رَحْمَتَ	رَبِّكَ ؕ	نَحْنُ	قَسَمْنَا
کیاوہ	تقسیم کرتے ہیں	رحمت کو	اپنے رب کی	ہم نے	تقسیم کی
بَيْنَهُمْ	مَّعِيْشَتَهُمْ	فِي	الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	وَرَفَعْنَا
ان کے درمیان	ان کی روزی	میں	زندگانی	دنیاوالی	اورہم نے بلند کیا
بَعْضَهُمْ	فَوْقَ	بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ	لِّيَتَّخِذَ	بَعْضُهُمْ	بَعْضًا
ان کے بعض کو	پر	بعض	درجات میں	تا کہ بنائے	ان کا بعض	بعض کو
سُخْرِيًّا ؕ	وَرَحْمَتُ	رَبِّكَ	خَيْرٌ	مِّمَّا	يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾
خدمت گار	اوررحمت	آپ کے رب کی	بہت بہتر ہے	اس سے جو	وہ جمع کرتے ہیں

''کیا آپ کے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ان کے درمیان دنیا کی زندگی کے لیے وسائل تقسیم کیے ہیں۔ اور ہم نے ان میں بعض کو بعض پر برتری دی ہے تا کہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور جو وہ سمیٹ رہے ہیں آپ کے رب کی رحمت اس سے زیادہ بہتر ہے۔'' (۳۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اہل مکہ کا اعتراض تھا کہ نبوت کسی مالدار شخص کو ملنی چاہیے تھی ان کے جواب میں دولت اور نبوت میں فرق بتلایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان سماجی، سیاسی اور معاشی تفاوت اس لیے قائم فرمایا ہے تا کہ لوگ ایک دوسرے کی ضرورت محسوس کریں اور اس طرح دنیا کا نظام چلتا رہے۔ اے نبی ﷺ! یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عزت و احترام اور مقام آپ کو عطا فرمایا ہے وہ اس سے کروڑ ہا گنا بہتر ہے جو یہ لوگ کماتے اور جمع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان جو تفاوت قائم فرمایا ہے اس کی بنیادی حکمت اور مقصد یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھیں۔ اسی اصول کے پیشِ نظر بادشاہ کو وزیروں، مشیروں اور انتظامیہ کی ضرورت ہے، وزیر، مشیر اور انتظامیہ بادشاہ کے ساتھ تعلق رکھنے میں مجبور ہیں، کارخانے دار کو مزدور کی ضرورت ہے، مزدور کارخانے میں کام کیے بغیر اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتے، لینڈ لارڈ زرعی آلات رکھنے کے باوجود مزارع اور مزدور کے بغیر زمیندار انہیں کر سکتا اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

متحدہ پاکستان کے دور میں پاکستان دو صوبوں پر مشتمل تھا ایک کو مشرقی پاکستان اور دوسرے کو مغربی پاکستان دونوں کو ملا کر پاکستان کہا جاتا تھا۔ جس کا موجودہ پاکستان ایک صوبہ تھا۔ ۱۹۵۸ء سے لے کر ۱۹۶۶ء تک اس کا گورنر نواب آف کالاباغ

تھا جو بڑا منتظم اور سخت گورنر شمار ہوتا تھا اس کے دور میں پشاور شہر کے خاکروبوں نے ہڑتال کی شہر کے میئر اور وزراء نے خاکروبوں سے بار بار مذاکرات کیے لیکن خاکروبوں نے یہ شرط پیش کی کہ جب تک صوبائی گورنر ہمارے مطالبات تسلیم کرنے کی براہِ راست گارنٹی نہیں دیتے اس وقت تک ہم ہڑتال ختم نہیں کریں گے اس دور میں فلش سسٹم کا نیٹ ورک جامع اور شہر کی ضرورت کے مطابق نہیں تھا خاکروبوں کی ہڑتال طول پکڑ گئی جس وجہ سے شہر میں شدید تعفن پیدا ہوا اور کئی قسم کی بیماریوں نے شہریوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ شہر کے لوگوں نے مجبور ہو کر گورنر سے اپیل کی کہ وہ پشاور تشریف لا کر خاکروب حضرات سے مذاکرات کریں تا کہ شہر میں صفائی کا نظام بحال ہو سکے لیکن گورنر نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا جب ہڑتال کو زیادہ دن گزر گئے تو پشاور میں وباء نے شدت اختیار کر لی جس وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہسپتالوں میں داخل ہوئے اس صورت حال سے مجبور ہو کر میر محمد خان پشاور گئے اور خاکروبوں کے مطالبات تسلیم کیے تب جا کر شہریوں نے سکھ کا سانس لیا یہ بظاہر ایک شہر کا واقعہ ہے لیکن اس حقیقت کا ترجمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے کا محتاج بنایا ہے۔

باہمی ضرورت اور مفاد کے تحت بڑے اور ترقی یافتہ ممالک چھوٹے ملکوں سے رابطہ رکھنے پر مجبور ہیں ایسا اس لیے ہے تا کہ لوگ بقائے باہمی کی بنیاد پر آپس میں رابطہ رکھیں اور بحیثیت انسان ایک دوسرے کے کام آئیں۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت کا مالک ہے اور وہی لوگوں پر رحمت نازل فرمانے والا ہے۔

۲۔ یہاں رحمت سے پہلی مراد نبوت ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنایا ہے۔

۳۔ یہاں رحمت سے دوسری مراد دنیا کی خوشحالی ہے بشرطیکہ خوشحال شخص صاحبِ ایمان اور صالح اعمال کرنے والا ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے وسائل کے بارے میں لوگوں کے درمیان ایک فرق رکھا ہے۔

تفسیر بالقرآن

دنیا کے مال کی حیثیت:

۱۔ جو چیز تم دیے گئے ہو یہ تو دنیا کا سامان اور زینت ہے۔ (القصص:۶۰)

۲۔ نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر کھیل تماشا۔ (العنکبوت:۶۴) ۳۔ مال اور اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں۔ (التغابن:۱۵)

۴۔ کفار کے مال و اولاد ہرگز ان کے کام نہیں آسکیں گے۔ (آلِ عمران:۱۰)

۵۔ جو چیز تم دیے گئے ہو یہ دنیا کا سامان اور زینت ہے۔ (القصص:۶۰)

۶۔ مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ (الکہف:۴۶) ۷۔ دنیا آخرت کے مقابلہ میں بہت کمتر ہے۔ (التوبۃ:۳۸)

وَلَوْ	لَآ	اَنْ	يَّكُوْنَ	النَّاسُ	اُمَّةً وَّاحِدَةً	لَّجَعَلْنَا
اور اگر	نہ ہوتی	یہ کہ	ہو جائیں گے	لوگ	ایک گروہ	تو ہم ضرور بنا دیتے
لِمَنْ	يَّكْفُرُ	بِالرَّحْمٰنِ	لِبُيُوْتِهِمْ	سُقُفًا	مِّنْ	
ان لوگوں کے لیے جو	کفر کرتے ہیں	رحمٰن کے ساتھ	ان کے گھروں کی	چھتیں	سے	
فِضَّةٍ	وَّمَعَارِجَ	عَلَيْهَا	يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾	وَلِبُيُوْتِهِمْ	اَبْوَابًا	
چاندی	اور سیڑھیاں	جن پر	وہ چڑھتے ہیں	اور ان کے گھروں کے	دروازے	
وَّسُرُرًا	عَلَيْهَا	يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾	وَزُخْرُفًا	وَاِنْ	كُلُّ	ذٰلِكَ
اور تخت	جن پر	وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں	اور سونے کے	اور نہیں	سب کچھ	یہ
لَمَّا	مَتَاعُ	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةُ	عِنْدَ رَبِّكَ	لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾	
مگر	سامان	زندگی کا دنیا والی	اور آخرت	آپ کے رب کے نزدیک	پرہیزگاروں کے لیے ہے	

''اگر یہ نہ ہوتا کہ سارے لوگ ایک ہی طریقے پر ہو جائیں گے تو ہم رحمٰن سے کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتیں اور ان کی سیڑھیاں جن سے وہ اپنے بالا خانوں پر چڑھتے ہیں۔(۳۳) اور ان کے دروازے اور اُن کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں۔(۳۴) سب چاندی اور سونے کے بنا دیتے یہ تو دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور آخرت آپ کے رب کے ہاں صرف متقین کے لیے ہے۔''(۳۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس مال کو لوگ جمع کرتے ہیں اور جس کی محبت میں مرے جاتے ہیں، اس کی حقیقت۔

قرآن مجید نے بار بار لوگوں کو یہ حقیقت بتلائی اور سمجھائی ہے کہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز عارضی اور ناپائیدار ہے ہمیشہ رہنے والی آخرت ہے اس دن سچا ایمان اور صالح اعمال کام آئیں گے، جہاں تک دنیا کے وسائل اور اس کی زیب و زینت کا معاملہ ہے اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ دنیا کی خاطر سب کے سب لوگ کفر پر اکٹھے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کفار کے گھر ہی نہیں ان کے مکانوں کی چھتیں، سیڑھیاں، گھروں کے دروازے اور جہاں وہ تکیہ لگائے بیٹھا کرتے ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ سونے چاندی کے بنا دیتا یعنی اس قدر انہیں مال کی فراوانی سے ہمکنار کر دیتا لیکن سب کچھ دینے کے باوجود دنیا کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ آخرت کے مقابلے میں عارضی اور قلیل سامان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت ہر حال میں متقین کے لیے بہتر ہے۔ آیت ۳۲ کے ابتدائی الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر لوگوں کے

پھسل جانے کا خدشہ نہ ہوتا تو وہ کفار کو اس قدر دنیا کا مال ومتاع دیتا کہ یہ اپنے مکانوں کی چھتیں اور دروازے بھی سونے، چاندی کے بنا لیتے انسان آخر انسان ہے بے شک وہ کتنا ہی ایمان میں پختہ کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی وہ ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے متقین کو گمراہی سے بچانے کے لیے کفار کو ایک حد تک ہی وسائل عطا کیے ہیں لیکن آخرت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

«عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ» (رواه الترمذی: كتاب الزبد [صحيح])

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو وہ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔''

«عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَهُ فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوا مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهِ قَالَ أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ قَالُوا وَاللهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيهِ لِأَنَّهُ أَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ فَوَاللهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ»

(رواه مسلم: كتاب الزهد والرقائق، باب)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بازار میں ایک طرف سے داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے آپ ایک مردہ بکری کے بچے کے پاس سے گزرے آپ نے اس کے ایک کان کو پکڑ کر پوچھا اسے ایک درہم کے بدلے کون لینا پسند کرے گا؟ صحابہ نے کہا: ہم تو اسے کسی چیز کے بدلے بھی لینا نہیں چاہتے اس کا ہم کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اسے پسند کرتے ہو کہ یہ بکری کا بچہ تمہارا ہوتا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو کان چھوٹے ہونے کی وجہ سے اسے قبول نہ کیا جاتا۔ اب مرا ہوا ہے ہم اسے کیسے پسند کریں۔ آپ نے فرمایا: جیسے تمہارے نزدیک بکری کا مردہ بچہ بڑا حقیر ہے۔ اللہ کی قسم! اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو بڑی آزمائش سے بچانے کے لیے کفار کو ایک حد تک وسائل عطا کیے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو کفار کو اس قدر دنیا عطا کرتا کہ ان کے مکانوں کی چھتیں اور دروازے بھی چاندی کے ہوتے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں۔

وَمَنْ	يَّعْشُ	عَنْ	ذِكْرِ	الرَّحْمٰنِ	نُقَيِّضْ
اور جو	اندھا ہو جائے	سے	ذکر	رحمٰن کے	ہم مقرر کر دیتے ہیں

لَهٗ	شَيْطٰنًا	فَهُوَ	لَهٗ	قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾	وَاِنَّهُمْ
اس کے لیے	شیطان	تو وہ	اس کا	ہم نشین ہو جاتا ہے	اور بلاشبہ وہ

لَيَصُدُّوْنَهُمْ	عَنِ	السَّبِيْلِ	وَيَحْسَبُوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾
البتہ روکتے ہیں انہیں	سے	سیدھے راستے	اور وہ گمان کرتے ہیں کہ	بے شک وہ	ہدایت پر چلنے والے ہیں

حَتّٰٓى	اِذَا	جَآءَنَا	قَالَ	يٰلَيْتَ	بَيْنِيْ	وَبَيْنَكَ
یہاں تک کہ	جب	وہ آئے گا ہمارے پاس	تو کہے گا	اے کاش	میرے درمیان	اور تیرے درمیان

بُعْدَ	الْمَشْرِقَيْنِ	فَبِئْسَ	الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾	وَلَنْ	يَّنْفَعَكُمُ
دوری ہو	مشرقین کی	بہت برا ہے	ہم نشین	اور ہرگز نہ	نفع دے گی تمہیں

اَلْيَوْمَ	اِذْ ظَّلَمْتُمْ	اَنَّكُمْ	فِي	الْعَذَابِ	مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾
آج	جب تم نے ظلم کیا	یہ کہ تم	میں	عذاب	شریک ہو

''جو شخص الرحمان کے ذکر سے غفلت اختیار کرتا ہے اس پر ہم شیطان مسلط کر دیتے ہیں وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔(۳۶) یقیناً وہ ایسے لوگوں کو سیدھے راستے سے روکتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر ہیں۔(۳۷) آخر کار جب یہ ہمارے ہاں آئے گا تو شیطان سے کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی تو بدترین ساتھی ثابت ہوا۔(۳۸) اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ جب تم ظلم کر چکے لہٰذا آج یہ بات تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ تم سارے عذاب میں اکٹھے ہو گے۔''(۳۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: دنیا کو سب کچھ سمجھنے والا شخص نہ صرف آخرت کو فراموش کرتا ہے بلکہ اپنے رب کی یاد سے بھی غافل ہوتا ہے جس کے نتیجے میں شیطان اس کا ساتھی بنا دیا جاتا ہے۔

جو شخص اپنے رب کی یاد سے غافل ہو جائے اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلّط کر دیتا ہے اور وہ اس کا مستقل ساتھی بن جاتا ہے ایسے لوگوں کو شیطان نیکی کے کاموں سے روک لیتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ سمجھتے ہیں ہم صحیح راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ موت کے بعد ایسے شخص کی اپنے رب کے حضور حاضری ہوگی تو وہ بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کرے گا کہ کاش! دنیا میں میرے اور شیطان کے درمیان مشرق اور مغرب کی دوری ہوتی۔ اس کے ساتھ ہی شیطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہے گا کہ تو میرا بدترین ساتھی ثابت ہوا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوگا کہ تمہارا ایک دوسرے سے

جھگڑنا اور اپنے کیے پر افسوس کرنا اس کا آج کے دن تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تم نے ہر قسم کے مظالم کیے ہیں لہٰذا عذاب میں بھی تم ایک دوسرے کے ساتھی ہو گے۔ ان آیات میں تین باتوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ دینا چاہیے۔

① ''ذکر الرحمٰن'' سے مراد صرف زبانی ذکر نہیں بلکہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا اور اس کو یاد رکھنا ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا کسی پر شیطان مسلط کرنے کا یہ معنیٰ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے لیے بُرا راستہ اختیار کر لیتا اور اس پر اصرار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شیطان کے حوالے کر دیتا ہے گویا کہ اللہ نے ناراض ہو کر اس پر شیطان کو مسلط کر دیا ہے جس پر شیطان مسلط کر دیا جائے وہ مرتے دم تک نیکی اختیار کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

③ شیطان پہلا کام یہ کرتا ہے کہ وہ برائی اور بے حیائی کو لوگوں کے سامنے فیشن کے طور پر پیش کرتا ہے۔ برائی کو فیشن کے طور پر اختیار کرنے والے لوگوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔ جس وجہ سے وہ اپنے طرزِ زندگی کو صحیح تصور کرتے ہیں۔ ایسے شخص کا صحیح راستے کی طرف آنا ممکن نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن یہ لوگ ایک دوسرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ انہیں شیطان بھی یہ بات کہے گا۔

''اور جب پورے کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا تو شیطان کہے گا بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سچا وعدہ ہوا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی زور نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میرا کہنا مان لیا، اب مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو، نہ میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کرنے والے ہو، یقیناً میں اس کا انکار کرتا ہوں جو تم نے مجھے شریک بنایا۔ یقیناً جو لوگ ظالم ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (ابراہیم: ۲۲)

مسائل

۱۔ الرحمٰن کے ذکر سے غفلت کرنے والے پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے ۲۔ جس پر شیطان مسلط کر دیا جائے وہ برائی کو اچھائی سمجھتا ہے۔

۳۔ قیامت کے دن مجرم اس بات کی خواہش کریگا کہ کاش! دنیا میں میرے اور شیطان کے درمیان بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ ہوتا۔

۴۔ قیامت کے دن ظالم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکیں گے وہ جہنم میں اکٹھے ہوں گے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرمین کی خواہش اور آرزو:

۱۔ جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو واپس لوٹا دے۔ (السجدۃ: ۱۲)

۲۔ جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو دوبارہ جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے۔ (السجدۃ: ۲۰)

۳۔ جب بھی ارادہ کریں گے کہ ہم جہنم سے نکلیں تو اس میں واپس لٹائے جائیں گے۔ (الحج: ۲۲)

۴۔ اے رب ہمارے! ہمیں یہاں سے نکال ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔ (الفاطر: ۳۷)

اَفَاَنْتَ	تُسْمِعُ	الصُّمَّ	اَوْ تَهْدِى	الْعُمْىَ	وَمَنْ
کیا پھر آپ	سنا سکتے ہیں	بہرے کو	یا آپ راہ دکھا سکتے ہیں	اندھے کو	اور ان کو جو
كَانَ	فِىْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ ﴿٤٠﴾	فَاِمَّا	نَذْهَبَنَّ
ہیں	میں	گمراہی	صریح	پھر اگر	ہم لے جائیں
بِكَ	فَاِنَّا	مِنْهُمْ	مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿٤١﴾	اَوْ نُرِيَنَّكَ	الَّذِىْ
آپ کو	تو بے شک ہم	ان سے	انتقام لینے والے ہیں	یا ہم دکھا دیں آپ کو	وہ جو
وَعَدْنٰهُمْ	فَاِنَّا	عَلَيْهِمْ	مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿٤٢﴾		
ہم نے ان سے وعدہ کیا	تو بلاشبہ ہم	ان پر	قدرت رکھنے والے ہیں		

''کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں اور کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہ دکھا سکتے ہیں۔(۴۰) اب ہم نے ان کو سزا دینی ہے خواہ ہم آپ کو فوت کر لیں۔(۴۱) یا آپ کو ان کا انجام دکھا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہم ان پر پورا اختیار رکھتے ہیں۔''(۴۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس شخص پر شیطان مسلط کر دیا جائے وہ برائی کو اچھائی سمجھنے کی وجہ سے اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت بڑی واضح ہے کہ جو شخص برائی کو اچھائی سمجھ کر کرتا ہے اسے جس طرح بھی سمجھایا جائے وہ نہ صرف اچھی بات کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا بلکہ اسے سننا بھی گوارا نہیں کرتا ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ دل کے اندھے پن کی وجہ سے اچھی بات پر غور کرنا اور اسے توجہ کے ساتھ سننا بوجھ سمجھتا ہے۔ یہی صورتِ حال اہل مکہ اور اہلِ کتاب کی غالب اکثریت کی تھی۔ اہلِ مکہ دینِ ابراہیم علیہ السلام کے نام پر شرک و بدعت کرتے اور اہلِ کتاب اپنے آپ کو اہلِ حق سمجھتے تھے۔ انہیں جب بھی سمجھایا جاتا تو ان کا ردعمل اندھے اور بہرے لوگوں جیسا ہوتا۔ اس پر نبی کریم ﷺ کو ارشاد ہوا کہ کیا آپ بہرے شخص کو سنا سکتے ہیں اور اندھے کو راستہ دکھا سکتے ہیں اور اس شخص کو ہدایت دے سکتے ہیں جو پوری طرح گمراہ ہو چکا ہے؟ گمراہ شخص کی صورتِ حال بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کو ارشاد ہوا کہ اگر ہم آپ کو فوت کر لیں تو ان سے ضرور بدلہ لیں گے یا آپ کی زندگی میں وہ کر دکھائیں گے جس کا ان کے ساتھ ہم وعدہ کرتے تھے۔ ہم ان سے انتقام لینے پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں۔ اہلِ مکہ آپ ﷺ سے بار بار مطالبہ کرتے کہ جس عذاب سے ہمیں ڈرایا جاتا ہے وہ اب تک نازل کیوں نہیں ہوا؟ اس کا جواب اس موقع پر یوں دیا گیا کہ ہم چاہیں تو آپ کی موت کے بعد ان

سے بدلہ لیں اور اگر چاہیں تو آپ کی زندگی میں انہیں عذاب میں مبتلا کریں گے دونوں صورتوں میں ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں کیونکہ ہم ان پر ہر اعتبار سے اقتدار اور اختیار رکھتے ہیں۔

ہدایت کے لیے لازم ہے کہ انسان عقل وفکر سے کام لے:

{ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ } (قٓ:٣٧)

''جو شخص دل سے اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے سنتا ہے اس کے لیے اس میں نصیحت ہے۔''

{ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ } (الحج:٤٦)

''کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان کے دل سمجھنے والے یا ان کے کان سننے والے ہوتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر سینوں میں دل اندھے ہو جاتے ہیں۔''

مسائل

١۔ نبی اکرم ﷺ بھی بہرے کو سنا اور اندھے کو راستہ نہیں دکھا سکتے تھے۔

٢۔ یہاں بہرے اور اندھے سے پہلی مراد سچائی سننے سے بہرا ہونا اور ہدایت پانے سے اندھا ہونا ہے۔

٣۔ جو شخص برائی کو اچھائی سمجھتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے۔

٤۔ موت نبی اکرم ﷺ کا بھی مقدر تھی اس لیے آپ وفات پا چکے ہیں۔

٥۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب دینے کے لیے آپ ﷺ سے جو وعدہ فرمایا اسے آپ کی زندگی میں ہی پورا کر دیا۔

٦۔ مشرک اور کافر کو اس کی موت کے بعد بھی سخت عذاب ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے قادر ہے:

١۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں وزمیں کی ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران:٢٩)

٢۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں قیامت کے دن جمع فرمائیگا وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ:١٤٨)

٣۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے معاف کر دے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ:٢٨٤)

٤۔ اللہ تعالیٰ تمہارا خیر خواہ اور ذمہ دار ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الشوریٰ:٩)

٥۔ اللہ تعالیٰ ہی مُردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الروم:٥٠) ٦۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (البقرۃ:٢٠)

فَاسْتَمْسِكْ	بِالَّذِيْٓ	اُوْحِيَ	اِلَيْكَ ۚ	اِنَّكَ	عَلٰى
بس آپ مضبوطی سے تھام لیں	وہ جو	وحی کی گئی ہے	آپ کی طرف	بلاشبہ آپ ہیں	پر

صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٣﴾
راستہ	سیدھے

''آپ کو جو وحی کے ذریعہ سے کتاب بھیجی گئی ہے آپ اسے مضبوطی سے تھام لیں یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں۔'' (۴۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ حالات جیسے بھی ہوں آپ نے اپنے رب کی وحی کے مطابق چلنا اور اس کا ابلاغ کرنا ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ ''تَمَسَّكْ'' کا معنیٰ ہے چمٹنا، تھامنا، کسی چیز کو مضبوطی سے پکڑنا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا رسول منتخب فرمایا الرّسول کا سب سے پہلا کام ''اللہ'' کی وحی پر اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنا اور اسے مکمل طور پر لوگوں تک پہنچانا ہے۔ وحی کا بنیادی مقصد لوگوں کی صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرنا ہے یہی صراطِ مستقیم ہے جس پر آپ ﷺ تادمِ واپسیں قائم رہے اور لوگوں کی راہنمائی فرماتے رہے۔ یہاں کفار کی اس یاوہ گوئی کا جواب دیا گیا ہے جو وہ عوام میں کرتے اور پھیلاتے تھے کہ محمد ﷺ اپنے آباؤ اجداد کے صحیح راستے سے بہک گیا ہے۔ اس کا جواب سورہ یٰس کی ابتدائی آیات میں یوں دیا گیا ہے۔ اے سردار! قرآن مجید کی قسم یقیناً آپ انبیاء میں شامل ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑلو! (عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَعَلَيْكُمْ) تم اسے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو''

(رواہ ابن ماجۃ: فی المقدمۃ: باب اتِّبَاعِ سُنَّةِ الخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ المَهْدِيِّيْنَ [صحیح])

مسائل

۱۔ نبی محترم ﷺ بھی اپنے رب کی وحی کے پابند تھے۔

۲۔ آپ ﷺ صراطِ مستقیم پر قائم رہے اور زندگی بھر لوگوں کی راہنمائی فرماتے رہے۔

تفسیر بالقرآن

صراطِ مستقیم کے بنیادی اصول:

۱۔ کیا کچھ نہ کرنیوالا اور اچھی باتوں کی تعلیم دینے والا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ (النحل: ۷۶)

۲۔ جس شخص نے اللہ کی رسی کو پکڑ لیا اس کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی گئی۔ (آل عمران: ۱۰۱)

۳۔ اللہ کو ایک ماننا صراطِ مستقیم ہے۔ (آل عمران: ۵۱) ۴۔ ایک اللہ کی عبادت کرنے والا صراطِ مستقیم پر ہے۔ (یٰس: ۶۱)

وَ اِنَّهٗ	لَذِكْرٌ لَّكَ	وَ لِقَوْمِكَ ۚ	وَسَوْفَ	تُسْـَٔلُوْنَ ﴿٤٤﴾
اور بلاشبہ یہ	البتہ ایک ذکر ہے آپ کے لیے	اور آپ کی قوم کے لیے	اور عنقریب	تم سوال کیے جاؤ گے

وَسْـَٔلْ	مَنْ	اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	مِنْ رُّسُلِنَآ
اور پوچھیں	جسے	ہم نے بھیجا	آپ سے پہلے	سے اپنے رسولوں

اَجَعَلْنَا	مِنْ	دُوْنِ	الرَّحْمٰنِ	اٰلِهَةً	يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ ع
کیا ہم نے بنائے	سے	سوا	رحمٰن کے	اور معبود	کہ ان کی عبادت کی جائے

ع ۵

''حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب آپ اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے۔(۴۴) اور عنقریب تمہیں اس کی جواب دہی کرنا ہوگی ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے تھے ان سے پوچھ لیں کیا ہم نے الرحمن کے سوا دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟''(۴۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس کے ساتھ آپ ﷺ کو تمسک کرنے کا حکم ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو آپ اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے اس کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

قرآن مجید وحی کے ذریعے نازل کیا گیا ہے یہ اللہ کو یاد کرنے کا ذریعہ اور اس کی طرف سے نصیحت ہے۔ جسے آپ ﷺ اور لوگوں کی راہنمائی کے لیے نازل کیا گیا ہے اب لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اس کے مطابق زندگی بسر کریں اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ضرور اُن سے باز پُرس کرے گا۔ جو لوگ قرآن مجید کی آمد اور اس کے منع کرنے کے باوجود شرک کرتے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے استفسار فرمائیں جنہیں ہم نے آپ سے پہلے رسول بنایا تھا کیا ہم نے الرحمٰن کے سوا کوئی اور الٰہ بنایا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے؟ ان آیات میں پہلا ارشاد یہ ہے کہ جو قرآن آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے وہ آپ اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے جو لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے اور اس کے بتلائے ہوئے راستے پر گامزن نہیں ہوتے ان سے ضرور پوچھا جائے گا۔ پھر ارشاد ہوا کہ آپ ﷺ اپنے سے پہلے انبیاء سے پوچھ لیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ کوئی معبود بنایا تھا یا بنایا ہے جس کی یہ لوگ عبادت کریں۔ اس حقیقت کو ہر کوئی جانتا تھا اور مانتا ہے کہ پہلے انبیاء آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے فوت ہو چکے تھے۔ اس کے باوجود یہاں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ اے نبی ﷺ! پہلے انبیاء سے سوال کریں اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام جسمانی یا روحانی طور پر دنیا میں موجود تھے جن کے پاس جا کر آپ پوچھتے اس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع اور ان کی نبوت کا حوالہ دیتے ہیں آپ ان سے سوال کریں کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیم کے حوالے سے بتاؤ کہ رب الرحمن نے کسی آسمانی کتاب میں اس بات کی اجازت دی ہے کہ اس

کے سوا یا اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت کی جائے؟ ظاہر بات ہے کہ کسی آسمانی کتاب میں ربِ رحمٰن کے سوا کوئی الٰہ ثابت نہیں کہ جس کی عبادت کرنا جائز تھی اور نہ ہی قرآن مجید میں ربِ رحمٰن کے سوا کسی کو معبود بنانے کا اشارہ ملتا ہے۔ الٰہ کا معنیٰ ہے کہ جس کی عبادت کی جائے اور جسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جائے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں لہٰذا صرف اسی کی عبادت کرنا اور اسی کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور ماننا چاہیے۔

{ وَ قَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَہۡجُوۡرًا ﴿۳۰﴾ } (الفرقان: ۳۰)

''اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید وحی کے ذریعے نازل ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی طرف سے نصیحت ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے بارے میں ہر شخص سے باز پُرس کرے گا۔
۳۔ الرحمٰن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ جس کی عبادت کی جائے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق، حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔

تفسیر بالقرآن

الٰہ کے معانی اور مفہوم:

۱۔ اللہ کے ساتھ دوسرا الٰہ نہ بناؤ ورنہ بدحال بے یار و مددگار رہ جاؤ گے۔ (بنی اسرائیل: ۲۲)
۲۔ اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پکارو اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (القصص: ۸۸)
۳۔ اگر یہ اِلٰہ ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے۔ (الانبیاء: ۹۹)
۴۔ انہوں نے اللہ کے سوا اِلٰہ بنا لیے ہیں جنہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ (الفرقان: ۳)
۵۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اپنی مدد کے لیے الٰہ بنا لیے ہیں؟ (یٰس: ۲۳)
۶۔ زمین و آسمان بنانے اور بارش اتارنے والا اللہ ہے کیا اس کے ساتھ دوسرا الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۰)
۷۔ اللہ نے زمین کو جائے قرار بنایا اس میں پہاڑ اور دو سمندروں کے درمیان پردہ بنایا کیا اسکے ساتھ اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۱)
۸۔ کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۲)
۹۔ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں اللہ کے سوا کون رہنمائی کرتا ہے کیا کوئی اس کے ساتھ الٰہ ہے۔ (النمل: ۶۳)
۱۰۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنا اور زمین و آسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۴)
۱۱۔ تمہارا اِلٰہ ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ (البقرۃ: ۱۶۳)

وَلَقَدْ	اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَآ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ
اور البتہ تحقیق	ہم نے بھیجا	موسیٰ کو	اپنی نشانیوں کے ساتھ	طرف	فرعون کی
وَمَلَا۟ئِهٖ	فَقَالَ	اِنِّيْ	رَسُوْلُ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾	فَلَمَّا
اور اس کے سرداروں کی طرف	تو اس نے کہا	بے شک میں	رسول ہوں	تمام جہانوں کے رب کا	پھر جب
جَآءَهُمْ	بِاٰيٰتِنَآ	اِذَا هُمْ	مِّنْهَا	يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾	وَمَا
وہ آیا ان کے پاس	ہماری نشانیوں کے ساتھ	تو یکا یک وہ	اس سے	ہنستے تھے	اور نہیں
نُرِيْهِمْ	مِّنْ اٰيَةٍ	اِلَّا	هِيَ	اَكْبَرُ	مِنْ اُخْتِهَا
ہم دکھاتے ان کو	کوئی نشانی	مگر	وہ	بہت بڑی تھی	اس جیسی

''ہم نے اپنی نشانیوں کے ساتھ موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا اور اس نے جا کر کہا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔(۴۶) جب اس نے ہماری نشانیاں ان کے سامنے پیش کیں تو وہ ہنسنے لگے۔(۴۷) ہم نے ایک کے بعد انہیں بڑی نشانی دکھائی۔

فہم القرآن

ربطِ کلام: اہلِ مکہ غرور اور تکبر کی بنا پر نبی محترم ﷺ کو رسول تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان ہونے والی کشمکش کا کچھ حصہ بیان کیا گیا تا کہ مکہ والوں اور دوسرے لوگوں کو معلوم ہو کہ فرعون نے تکبر کی بنیاد پر موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی تھی جس بنا پر اس کا بدترین انجام ہوا۔ اے مکہ والو! تم نبی ﷺ کی مخالفت کر رہے ہو لہٰذا اپنا انجام سوچ لو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام غلام قوم کے ایک فرد تھے جوان ہوئے تو ان کے ہاتھوں سرکاری پارٹی کا سہواً ایک آدمی قتل ہوا اس وجہ سے موسیٰ علیہ السلام مدین کی طرف ہجرت کر گئے مدین میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ مصر واپس آ رہے تھے تو راستہ میں انہیں نبوت عطا ہوئی نبوت ملنے کے ساتھ دو معجزات بھی عطا کیے گئے، حکم ہوا کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے پاس جاؤ اور انہیں اپنے رب کی توحید سمجھاؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور یہ درخواست کی کہ میری معاونت کے لیے میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنایا جائے اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کا معاون نبی بنا دیا۔ حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون علیہم السلام کے ساتھ فرعون اور انکے وزیروں کے پاس گئے اور انہیں اللہ کی توحید کا پیغام سنایا اور اپنی قوم کی آزادی کا مطالبہ کیا نہ معلوم! موسیٰ علیہ السلام نے کتنی مدت تک جدوجہد جاری رکھی اس دوران جادوگروں کے ساتھ معرکہ پیش آیا جس میں موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام پر جادوگر ایمان لے آئے لیکن فرعون اور اس کے ساتھی

وَ اَخَذْنٰهُمْ	بِالْعَذَابِ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾	وَ قَالُوْا	يٰۤاَيُّهَ
اور ہم نے پکڑا ان کو	عذاب کے ساتھ	تا کہ وہ	رجوع کریں	اور انہوں نے کہا	اے

السّٰحِرُ	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ	عِنْدَكَ ۚ
جادوگر	تو دعا کر	ہمارے لیے	اپنے رب سے	اس کے ساتھ جو	اس نے عہد کیا	تجھ سے

اِنَّنَا	لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُمُ	الْعَذَابَ
بے شک ہم	ضرور ہدایت پانے والے ہیں	پھر جب	ہم دور کر دیتے	ان سے	عذاب

اِذَا	هُمْ	يَنْكُثُوْنَ ﴿٥٠﴾
تو اسی وقت	وہ	عہد توڑ دیتے ہیں

اور ہم نے اُن کو عذاب میں مبتلا کیا تا کہ وہ اپنی رَوش سے باز آئیں۔(۴۸) وہ موسیٰ سے کہتے اے جادوگر تیرے رب کی طرف سے جو تجھے مقام حاصل ہے اس بنا پر ہمارے لیے اس مصیبت سے بچنے کی دعا کرو ہم ضرور راہِ راست پر آجائیں گے۔(۴۹) جب ہم اُن سے عذاب ہٹا دیتے وہ اپنی بات سے پھر جاتے تھے۔''(۵۰)

موسیٰ کے معجزات دیکھنے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے نہ صرف ایمان نہ لائے بلکہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے بار بار مطالبہ کرتے رہے کہ تیرے کہنے کے باوجود ہم پر عذاب نازل کیوں نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے آل فرعون پر پانچ سخت اور ذلیل کر دینے والے عذاب بھیجے۔

سیلاب:

۱۔ بارش انسانی صحت اور ہر چیز کی نشوونما کے لیے نہایت ضروری ہے اس کے بغیر زمین مردہ اور ہر چیز مرجھا جاتی ہے بشرطیکہ یہ مناسب مقدار میں ہو اگر بارش غیر معمولی ہو تو اس سے ہر چیز تباہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آل فرعون پر غیر معمولی بارشیں نازل کیں جن سے ان کی فصلیں تباہ، جانور بدحال اور مکانات گر گئے بادو باراں کے طوفان اس لیے نازل کیے گئے تا کہ یہ لوگ توبہ واستغفار کریں لیکن توبہ کرنے کی بجائے یہ لوگ تکبر اور نافرمانی میں آگے ہی بڑھتے گئے اس کے بعد ٹڈیوں کا عذاب نازل ہوا۔

ٹڈیوں کے جھنڈ:

۲۔ ٹڈیوں کے دَل کے دَل اُمڈ آئے اور انہوں نے سیلاب سے بچ جانے والی فصلوں کو تباہ کیا بلکہ درختوں کی ٹہنیاں تک چبا ڈالیں۔

جوؤں کی بہتات:

۳۔آل فرعون کے لباس اور جسم کے ایک ایک رونگٹے میں اس قدر جوئیں پیدا ہوئیں کہ ان کا رات کا سونا اور دن کا سکون غارت ہوگیا۔انہوں نے خارش کی وجہ سے اپنے جسم لہولہان کر لیے مگر ایمان نہ لائے۔

مینڈکوں کی بہتات:

۴۔جوؤں کے بعد مینڈکوں کا اتنا شدید سیلاب آیا کہ مینڈکوں کے دَل کے دَل ان کے کھیتوں، کھلیانوں اور گھروں میں اس طرح گھس آئے کہ ان کے لیے چار پائی پر سونا بھی حرام ہوگیا، خوفناک شکل اور بھاری بھرکم مینڈک ملک میں اس طرح پھیل گئے کہ ہر شخص خوف کے مارے چھپتا پھرتا تھا۔

خون ہی خون:

۵۔ ہر کھانے پینے والی چیز میں خون پیدا ہوا، یہاں تک کہ آلِ فرعون خواتین کی چھاتیوں میں دودھ کی بجائے خون اتر آیا حتیٰ کہ آل فرعون میں سے کوئی کسی اسرائیلی سے پانی طلب کرتا تو جونہی پانی پینے لگتا تو وہ بھی گندے خون میں تبدیل ہوجاتا۔ بعض مفسرین نے یہاں تک لکھا ہے کہ آل فرعون کی ایک عورت نے انتہائی قلق کی حالت میں اپنی پڑوسن اسرائیلی عورت کو کہا کہ پانی کی ایک کلی میرے منہ میں ڈال دے تاکہ مجھے سکون حاصل ہو۔ جب اس کی پڑوسن نے ایسا کیا تو آل فرعون کی عورت کے منہ میں جا کر پانی کی کلی خون میں تبدیل ہوگئی۔

نہ معلوم فرعون نے پہلے پہل ان عذابوں کے بارے میں عوام میں کیا تاثر دیا ہوگا اور ان کے مقابلہ میں سرکاری سطح پر کیا کیا جتن کیے ہوں گے لیکن جب اس کی تمام کوششیں ناکام ہوجاتیں تو وہ عذاب سے مجبور ہوکر موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر انتہائی عاجزی کے ساتھ پختہ وعدہ کرتے ہوئے کہتا کہ اے موسیٰ! اپنے رب کے حضور دعا کیجیے کہ ہم سے یہ عذاب ٹل جائے اس سے نجات ملے گی تو ہم آپ پر ایمان لا کر بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔لیکن جونہی موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب ٹلتا تو وہ عہد شکنی کرتے ہوئے پہلے سے زیادہ شرک وکفر کرتے اور بنی اسرائیل کو اذیتیں دیتے۔قرآن وحدیث میں ان عذابوں کے دورانیہ کی وضاحت نہیں ملتی تاہم تفسیر روح المعانی اور قرطبی کے مؤلفین نے بنی اسرائیل کی روایات کو بنیاد بنا کر لکھا ہے کہ ہر عذاب کا دورانیہ ایک ہفتہ پر محیط ہوتا تھا اور اس کے بعد ایک مہینہ کی مہلت دی جاتی تھی جب کہ لوگ کچھ آسودہ حال ہوتے تو پہلے سے زیادہ کفر وشرک اور مظالم کا ارتکاب کرتے تھے۔

فرعون ہر مشکل موقع پر موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کرتا مگر اس کی رعونت کا حال یہ تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر پکارتا تھا لیکن موسیٰ علیہ السلام اپنے عظیم حوصلہ اور قوم کی خیر خواہی کی خاطر اس کی گستاخی برداشت کرتے کہ شاید ان میں سے کچھ لوگ ایمان لے آئیں فرعون اور اس کے ساتھی ہر بار عہد شکنی کرتے تھے ایک موقعہ پر فرعون نے یہاں تک ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا۔

وَنَادٰى	فِرْعَوْنُ	فِيْ	قَوْمِهٖ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اَلَيْسَ
اور پکارا	فرعون نے	میں	اپنی قوم	کہا	اے میری قوم	کیا نہیں
لِيْ	مُلْكُ	مِصْرَ	وَهٰذِهِ	الْاَنْهٰرُ	تَجْرِيْ
میرے لیے	بادشاہی	مصر کی	اور یہ	نہریں	چلتی ہیں
مِنْ	تَحْتِيْ ۚ	اَفَلَا	تُبْصِرُوْنَ ﴿٥١﴾	اَمْ	اَنَا	خَيْرٌ
سے	میرے نیچے	کیا پھر نہیں	تم دیکھتے	بلکہ	میں	بہتر ہوں
مِّنْ هٰذَا	الَّذِيْ	هُوَ	مَهِيْنٌ ۙ	وَّلَا	يَكَادُ
اس سے	وہ جو	وہ	کم تر ہے	اور نہیں ہے	قریب
يُبِيْنُ ﴿٥٢﴾	فَلَوْلَآ	اُلْقِيَ	عَلَيْهِ	اَسْوِرَةٌ	مِّنْ	ذَهَبٍ
کہ وہ واضح کرے	پھر کیوں نہیں	ڈالے گئے	اس پر	کنگن	سے	سونے
اَوْ	جَآءَ	مَعَهُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	مُقْتَرِنِيْنَ ﴿٥٣﴾
یا	آتے	اس کے پاس	فرشتے	جمع ہو کر

''اور فرعون نے اپنی قوم سے کہا کیا مصر میں میری بادشاہی نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتا؟ (۵۱) کہ میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ذلیل ہے اور اپنی بات بھی کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔ (۵۲) کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن اتارے گئے؟ یا فرشتوں کا ایک دستہ اس کے ساتھ آتا۔'' (۵۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: فرعون کے تکبر کی انتہا اور اس کی ہرزہ سرائی۔

عذاب ٹل جانے کے بعد فرعون اور اس کے ساتھی بار بار عہد شکنی کرتے اور موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر بلاتے تھے ان کے رویّے کے باوجود لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متاثر ہو رہے تھے۔ متاثر ہونے والوں میں فرعون کا ایک قریبی رشتہ دار بھی تھا جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا قریب تھا کہ جادوگروں کی طرح فرعون کے دوسرے رشتہ دار بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اعلان کرتے لیکن فرعون جابر اور بڑا شاطر انسان تھا جونہی لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام سے متاثر ہوتے ہوئے محسوس کرتا تو وہ کوئی نہ کوئی نیا ہتھکنڈا اور پراپیگنڈہ شروع کر دیتا اس بار اس نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے ایک طرف تکبر کی انتہا کر دی اور دوسری طرف اپنے کارناموں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اے میری محبوب عوام! خواہ مخواہ موسیٰ سے متاثر

ہوئے جارہے ہو دیکھو اور غور کرو! کہ ملک کا حکمران میں ہوں یا کوئی اور؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے محلات کے نیچے نہریں جاری ہیں یعنی ملک کا دارالخلافہ کس قدر خوبصورت ہے پھر میرے اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تجزیہ کرو کیا میں بہتر ہوں یا یہ ذلیل شخص (نعوذ باللہ) جو صاف گفتگو بھی نہیں کرسکتا؟ اس کی غربت اور کسمپرسی کا عالم یہ ہے کہ نہ اس کے پاس سونے کے کنگن ہیں اور نہ ہی کوئی اس کے باڈی گارڈ اس طرح فرعون نے عوام کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف مشتعل کرنے کی کوشش کی اس نے اپنے ملک کی ترقی بالخصوص شہروں میں انگلش وائر ورکس اور زراعت کے لیے آب پاشی کے نظام کا حوالہ دے کر قوم کو ورغلایا اور اپنے آپ کو ممتاز اور منفرد شخصیت کے طور پر پیش کرتے ہوئے ملک کے لیے ناگزیر قرار دیا فرعون نے اپنے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام کو حقیر اور گونگا کہا اور ملک کی خوشحالی کا حوالہ دیتے ہوئے قوم کو اپنی کلائیوں کے سونے کے کنگن دکھلائے اور جاہ وحشمت کے اظہار کے لیے اپنے لشکر وسپاہ کا حوالہ دیا، یاد رہے کہ ہر ڈکٹیٹر اپنے بارے میں یہی سوچتا ہے اور تاثر دیا کرتا ہے ایسے ہی خیالات کا اظہار اہلِ مکہ کیا کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ یہ تو غریب ہے نبی تو طائف یا مکہ کے فلاں سردار کو ہونا چاہیے تھا، اس لیے فرعون کی گفتگو کا قدِ تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے فرعون اس بات کا بھی اظہار کرتا تھا کہ اگر واقعی موسیٰ علیہ السلام اللہ کا رسول ہوتا تو اس کے ساتھ ہر وقت ملائکہ کا دستہ ہونا چاہیے تھا تاکہ وہ ہر موقع پر اس کی تائید اور مدد کرتے یہی گفتگو اہلِ مکہ نبی ﷺ کے بارے میں کیا کرتے تھے۔

زمانہ قدیم کے بادشاہ اور مالدار لوگ دولت کی نمائش کے لیے اپنی کلائیوں میں سونے کے کنگن پہنا کرتے تھے جس طرح آج کل کچھ لوگ کلائی میں کڑا اور ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں اور گلے میں سونے کی زنجیر لٹکاتے ہیں کچھ لوگ سونے کی گھڑی پہننے پر فخر محسوس کرتے ہیں حالانکہ ہماری شریعت میں مردوں کو سونا پہننے سے منع کیا گیا ہے۔

«عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَمْنَعُ أَهْلَ الْحِلْيَةِ وَالْحَرِيرِ وَيَقُولُ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيرَهَا فَلَا تَلْبَسُوهَا فِي الدُّنْيَا»

(رواہ احمد: باب حدیث عقبة بن عامر الجهنی [صحیح])

''حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ انہیں زیور اور ریشم سے منع کرتے اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت میں زیور اور ریشم پہننا چاہتے ہو تو دنیا میں نہ پہنا کرو!''

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ بِالْمَدَآئِنِ فَاسْتَسْقَى حُذَيْفَةُ فَجَآءَهُ دِهْقَانٌ بِشَرَابٍ فِي إِنَآءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ وَقَالَ إِنِّي أُخْبِرُكُمْ أَنِّي قَدْ أَمَرْتُهُ أَنْ لَا يَسْقِيَنِي فِيهِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي إِنَآءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَلْبَسُوا الدِّيبَاجَ وَالْحَرِيرَ فَإِنَّهُ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهُوَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

(رواہ مسلم: کتاب اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء)

''حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدائن میں تھے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی طلب کیا ایک کاشتکار چاندی کے برتن میں پانی لے کر حاضر ہوا حضرت حذیفہ نے برتن پھینکتے ہوئے فرمایا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ کوئی مجھے ایسے برتن میں نہ پلائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور (مرد) زیور اور ریشمی لباس نہ پہنے یقیناً یہ دنیا میں کافروں کے لیے ہے اور آخرت میں تمہارے لیے ہیں۔''

مسائل

۱۔ فرعون نے اپنی قوم کو ملک کی ترقی کا حوالہ دے کر ورغلایا۔

۲۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے صاحبِ جمال اور جلیل القدر پیغمبر کو اپنے مقابلے میں ذلیل کہا۔ (نعوذ باللہ)

۳۔ فرعون نے اپنے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام کو گونگا قرار دیا۔ ۴۔ فرعون نے اپنی جاہ وحشمت کا مظاہرہ کیا۔

تفسیر بالقرآن

نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے اہلِ مکہ کے مطالبات:

۱۔ منکرینِ حق اس قرآن کے علاوہ یا اس میں تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ (یونس:۱۵)

۲۔ کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانی کیوں نہیں نازل ہوئی۔ (یونس:۲۰)

۳۔ کفار کہتے ہیں کہ نبی پر اس کے رب کی طرف سے معجزات کیوں نازل نہیں ہوتے۔ (العنکبوت:۵۰)

۴۔ کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کردے۔ (بنی اسرائیل:۹۰)

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے مطالبہ کیا کہ تیرے لیے کھجور اور انگور کا ایک باغ ہونا چاہیے اس کے درمیان نہریں بھی جاری ہونی چاہئیں۔ (بنی اسرائیل:۹۱)

۶۔ آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرادے جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ (بنی اسرائیل:۹۲)

۷۔ تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا یقین نہیں کریں گے یہاں تک کہ تو ہم پر کتاب لے آئے جسے ہم پڑھیں۔ آپ فرمادیں میرا رب پاک ہے میں تو پیغام پہنچانے والا بشر ہوں۔ (بنی اسرائیل ۹۳)

فَاسْتَخَفَّ	قَوْمَهٗ	فَاَطَاعُوْهُ ؕ	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا
چنانچہ اس نے ہلکا کر دیا	اپنی قوم کو	بس انہوں نے اس کی اطاعت کی	بلاشبہ وہی	تھے	لوگ
فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾	فَلَمَّآ	اٰسَفُوْنَا	انْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	
نافرمانی کرنے والے	پھر جب	انہوں نے ہمیں غصہ دلایا	ہم نے انتقام لیا	ان سے	
فَاَغْرَقْنٰهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ ۙ	فَجَعَلْنٰهُمْ	سَلَفًا	وَّ مَثَلًا	لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ ع
پس ہم نے غرق کر دیا انہیں	سب کو	پھر ہم نے کر دیا ان کو	گئے گزرے	اور مثال	پچھلوں کے لیے

ع ١١ ١١

''اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی، حقیقت میں وہ فاسق لوگ تھے۔(۵۴) آخر کار انہوں نے ہمیں غضب ناک کر دیا ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو غرق کر دیا۔(۵۵) اور انہیں بعد والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔''(۵۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: فرعون کے تشدد اور پراپیگنڈہ کے قوم پر منفی اثرات۔

فرعون نے اپنی قوم کو ہر اعتبار سے مرعوب اور اپنے تابع رکھنے کے لیے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے جس کے نتیجہ میں قوم نے فرعون کی ہر بات کو تسلیم کیا جس کا سبب یہ تھا کہ یہ قوم بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمان تھی۔ فرعون اور اس کی قوم نے جب اللہ کو ناراض کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور سب کو سمندر میں غرق کر ڈالا اور انہیں ان کے بعد آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ فرعون کی قوم کے لیے ''فَاسْتَخَفَّ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے مفسرین نے دو معانی بیان کیے ہیں۔

① فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا۔ ② اس نے اپنی قوم کو ڈرا دھمکا کر اور مختلف قسم کے لالچ دے کر ہلکا کر دیا۔

ہر ڈکٹیٹر اور ظالم حکمران کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو مختلف قسم کے لالچ دے کر خرید لیتا ہے جس سے ان لوگوں کے ضمیر ہلکے ہو جاتے ہیں اور ڈکٹیٹر کو خوش کرنے کے لیے وہ حق والوں کی مخالفت کرتے ہیں جو لوگ بکنے والے نہیں ہوتے ان پر مظالم ڈھائے جاتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کی اکثریت دب کر رہ جاتی ہے یہی کچھ فرعون نے اپنی قوم کے ساتھ کیا جس کے نتیجے میں لوگ اس کے سامنے جھک گئے اور ان کے ضمیر ہلکے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ فرعون کا عذر قبول نہیں کیا اور ان کو نافرمان قرار دیتے ہوئے فرعون کے ساتھ ہی غرق کر دیا۔ فرعون کی قوم کے ساتھ یہ سلوک اس لیے ہوا کہ لوگوں کا اجتماعی طور پر فرض بنتا ہے کہ وہ ظالم کا ہاتھ روکیں اور سچے لوگوں کا ساتھ دیں لیکن انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی بجائے فرعون اور اس کی پارٹی کا ساتھ دیا جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کیا اس طرح انہیں آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

لوگوں کا اجتماعی فرض:

{ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾ } (التوبۃ:۱۱۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھی بن جاؤ۔''

«مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُّوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَإِنْ أَخَذُوْا عَلٰى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا»

(رواه البخاری: کتاب الشرکة، هل یقرع فی القسمة والإستهام فیه)

''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والے اور اس میں ملوث ہونے والوں کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے ایک بحری جہاز کے بارے میں قرعہ اندازی کی بعض کو اوپر والے حصے میں اور کچھ کو نیچے والے حصے میں جگہ ملی نیچے والوں کو پانی کی ضرورت پڑتی تو اوپر جاتے نیچے والوں نے کہا کہ ہم اپنے حصے میں سوراخ کر لیتے ہیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہیں دیتے اگر اوپر والے انہیں اسی حالت پر چھوڑ دیں تو سب لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو روک لیں گے تو سب بچ جائیں گے۔''

مسائل

۱۔ فرعون نے مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے اپنی قوم کو ہلکا کر دیا۔ ۲۔ درحقیقت فرعون کی قوم بھی فاسق لوگ تھے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے فاسق قوم سے بدلہ لیا اور انہیں فرعون کے ساتھ غرق کر دیا۔
۴۔ فرعون اور اس کی قوم کو ان سے بعد آنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے کن لوگوں سے انتقام لیا:

۱۔ ان کے پاس انہی سے رسول آئے لیکن انہوں نے تکذیب کی جس بنا پر انہیں عذاب نے آلیا۔ (النحل: ۱۱۳)
۲۔ ان کے لیے کہا جائے گا تکذیب کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا رہو۔ (السجدۃ: ۲۰)
۳۔ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ (الشعراء: ۱۳۹)
۴۔ قوم نوح نے جب حضرت نوح کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ (الفرقان: ۳۷)
۵۔ ہم نے آلِ فرعون سے انتقام لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ (الاعراف: ۱۳۶)
۶۔ ہم مجرموں سے انتقام لیا کرتے ہیں۔ (السجدہ ۲۲)

وَلَمَّا	ضُرِبَ	ابْنُ مَرْيَمَ	مَثَلًا	اِذَا	قَوْمُكَ
اور جب	بیان کی گئی	مریم کے بیٹے کی	مثال	یکا یک	آپ کی قوم
مِنْهُ	يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾	وَقَالُوْٓا	ءَاٰلِهَتُنَا	خَيْرٌ	اَمْ
اس سے	چلاتی ہے	اور انہوں نے کہا	کیا ہمارے معبود	بہتر ہیں	یا
هُوَ ؕ	مَا	ضَرَبُوْهُ	لَكَ	اِلَّا	جَدَلًا ؕ
وہ	نہیں	انہوں نے بیان کی وہ	آپ کے لیے	مگر	جھگڑنے کے لیے
هُمْ	قَوْمٌ	خَصِمُوْنَ ﴿٥٨﴾	اِنْ	هُوَ	اِلَّا
وہ	لوگ	جھگڑالو ہیں	نہیں ہے	وہ	مگر
اَنْعَمْنَا	عَلَيْهِ	وَجَعَلْنٰهُ	مَثَلًا	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾	
کہ ہم نے انعام کیا	اس پر	اور ہم نے بنا دیا اس کو	نمونہ	بنی اسرائیل کے لیے	

''اور جونہی ابن مریم کی مثال دی گئی آپ کی قوم کے لوگوں نے اس پر شور مچایا۔(۵۷) اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ۔ آپ کے سامنے یہ مثال وہ محض کج بحثی کے لیے پیش کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ جھگڑالو لوگ ہیں۔(۵۸) ابن مریم تو ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا۔''(۵۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون کو ان کے بعد آنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بنایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اہلِ مکہ اور دیگر لوگوں کے لیے قدرت کا نمونہ اور مثال بنایا ہے۔

اسی سورت کی آیت ۴۵ میں نبی علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ آپ اپنے سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام سے پوچھیں۔ انبیاء علیہم السلام سے پوچھنے سے مراد ان کی کتابیں اور اہل کتاب کے منصف مزاج اہلِ علم سے پوچھنا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے علاوہ کوئی معبود اور مشکل کشا بنایا ہے؟ جس کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی کو معبود نہیں بنایا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مکہ کے سامنے ان آیات کی تلاوت کی تو وہ کھِل کھِلا کر ہنسنے اور چلّانے لگے کہ کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام بہتر ہیں؟ حقیقت یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بہتر تھے اور بہتر ہیں اس پر انہوں نے یہ دلیل لی کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام جہنم میں جائیں گے (نعوذ باللہ) تو ہم اور ہمارے معبود بھی جہنّم میں جانے کے لیے تیار ہیں حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک ''اللہ'' کی

عبادت کا حکم دیا کرتے تھے جس کا ذکر اگلی آیات میں کیا گیا ہے، جہاں تک ان لوگوں کا جہنم میں داخل ہونے کا معاملہ ہے ان میں وہ پیر اور لوگ جہنم میں پھینکیں جائیں گے جنہوں نے شرک کی تعلیم دی یا ایسا ماحول دیا کہ لوگ ان کی یا دوسروں کی عبادت کرنے لگے ان سب کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑا انعام فرمایا اور انہیں بنی اسرائیل کے لیے نمونہ قرار دیا۔ جہاں تک مشرکین کی دلیل کا تعلق ہے بحث وتکرار اور جھگڑے کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو شرک وخرافات سے روکتے تھے جس کا ثبوت دو آیات کے بعد دیا جا رہا ہے عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات فرمائے ان کا اختصار یہ ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو بڑی عزت عطا فرمائی ہے۔
② اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرما کر اپنی قدرت کا نشان قرار دیا ہے۔
③ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑے بڑے معجزات عطا فرمائے۔ ④ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وجیہ اور معزز بنایا۔
⑤ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا۔ ⑥ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی قرار دیا
⑦ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صاحب کتاب نبی بنایا۔

مسائل

۱۔ مشرک اپنے شرک کی تائید میں خواہ مخواہ بہانے تلاش کرتا ہے۔
۲۔ مشرک کے پاس علم اور حقیقت پر مبنی دلیل نہیں ہوتی اس لیے وہ بحث وتکرار اور جھگڑا کرتا ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر بہت زیادہ فضل وکرم فرمایا تھا۔

تفسیر بالقرآن

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اور دعوت:

۱۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ (المائدۃ: ۷۲) ۲۔ عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تصدیق کی۔ (آل عمران: ۵۰)
۳۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کی گود میں اپنی نبوت اور بندہ ہونے کا اعلان فرمایا۔ (مریم: ۲۹، ۳۰)
۴۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا: بے شک میرا اور تمہارا پروردگار ''اللہ'' ہے بس اسی کی عبادت کرو۔ (مریم: ۳۶)
۵۔ روزِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ میں نے اپنی قوم کو یہی دعوت دی تھی اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ (المائدہ: ۱۱۷)

وَلَوْ نَشَآءُ	لَجَعَلْنَا	مِنْكُمْ	مَّلٰٓئِكَةً	فِي	الْاَرْضِ
اور اگر ہم چاہتے	تو البتہ کر دیتے	تم سے	فرشتے	میں	زمین

يَخْلُفُوْنَ ﴿٦٠﴾	وَاِنَّهٗ	لَعِلْمٌ	لِّلسَّاعَةِ	فَلَا تَمْتَرُنَّ	بِهَا
وہ جانشین ہوتے	اور بے شک وہ	البتہ ایک علم ہے	قیامت کا	لہٰذا نہ تم شک کرو	اس میں

وَاتَّبِعُوْنِ ؕ	هٰذَا	صِرَاطٌ	مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾	وَلَا	يَصُدَّنَّكُمُ
اور تم میری پیروی کرو	یہ	راستہ ہے	سیدھا	اور نہ	روک دے تمہیں

الشَّيْطٰنُ ۚ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ ﴿٦٢﴾
شیطان	بلاشبہ وہ	تمہارا	دشمن ہے	صریح

''ہم چاہیں تو تم سے فرشتے بنا دیں جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں۔(٦٠) اور یقیناً قیامت کی ایک نشانی ہے پس تم اس میں شک نہ کرو اور میری بات مان لو یہی سیدھا راستہ ہے۔(٦١) ایسا نہ ہو شیطان تم کو اس سے روک دے یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''(٦٢)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اہلِ مکہ کے ایک اور اعتراض کا جواب۔

جس طرح فرعون نے اپنی قوم سے کہا کہ میں موسیٰ علیہ السلام پر اسے لیے بھی ایمان نہیں لاتا کہ اس کی معاونت کے لیے ملائکہ مقرر نہیں کیے گئے۔ اعتراض کی شکل میں اہلِ مکہ کا بھی یہی مطالبہ تھا کہ محمد ﷺ کی تائید میں ملائکہ مقرر کیوں نہیں کیے گئے جس کا اس موقع پر جواب دیا گیا کہ اگر ہم چاہیں تو زمین میں فرشتے تمہارے جانشین بنا دیں۔ دوسرے موقع پر کفار کے اعتراض کے یہ جواب دیئے گئے۔

{ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾ }

(بنی اسرائیل:٩٥)

''اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا تے۔''

{ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿٨﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿٩﴾ } (الانعام:٨،٩)

''اور انہوں نے کہا اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو ضرور کام تمام کر دیا جاتا، پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو یقیناً اسے آدمی بناتے اور یہ اس پر وہی مغالطہ دیتے جو وہ مغالطہ اب پیدا کر رہے ہیں۔''

یعنی یہ کہتے کہ ہم انسان ہیں اس لئے ہمارے لیے انسان رسول کیوں نہ بھیجا گیا۔

جہاں تک عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں قیامت کی نشانی بنایا ہے لہٰذا لوگوں کو اس میں شک نہیں کرنا

چاہیے۔اے رسول ﷺ! لوگوں سے فرمادیں کہ بس میری اتباع کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید، نبی ﷺ کی رسالت اور قیامت کی نشانی کا ذکر فرما کر واضح کیا ہے کہ یہ عقیدہ اور سوچ صراطِ مستقیم ہے لوگوں کو اس کے مطابق چلنا چاہیے۔اس لیے آپ ﷺ سے یہ بات کہلوائی گئی کہ لوگوں کو یہ سمجھائیں کہ تمہیں شیطان صراطِ مستقیم سے نہ بہکائے اور پوری طرح جان لو! کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

«عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ لَیُوشِکَنَّ أَنْ یَنْزِلَ فِیکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرَ الصَّلِیبَ وَیَقْتُلَ الْخِنْزِیرَ وَیَضَعَ الْجِزْیَةَ وَیَفِیضَ الْمَالُ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتّٰی تَکُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرًا مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیهَا»

(رواہ البخاری: کتاب احادیث الانبیاء)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم عادل حکمران کی حیثیت میں آئیں گے وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے، مال و دولت کی اس قدر بہتات ہوگی کوئی اسے لینے والا نہیں ہوگا یہاں تک کہ ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔''

«عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِی مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ» (رواہ البخاری: بَابُ زِیَارَةِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِی اعْتِکَافِهِ)

''حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی گردش کی طرح دوڑتا ہے۔''

مسائل

۱۔ اگر زمین میں بسنے والے فرشتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کو نبی منتخب کرتا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی بنایا ہے اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔
۳۔ لوگوں کو شیطان کے پیچھے چلنے کی بجائے صراطِ مستقیم پر چلنا چاہیے۔ ۴۔ شیطان لوگوں کا کھلا دشمن ہے۔

تفسیر بالقرآن

شیطان کی لوگوں کے ساتھ دشمنی:

۱۔ شیطان انسان کا دشمن ہے۔(البقرۃ:۱۶۸) ۲۔ شیطان کی رفاقت کا بدترین انجام ہوگا۔(الفرقان:۲۹)
۳۔ شیطان بے وفائی کرتا ہے۔(الحشر:۱۶) ۴۔ شیطان بدترین ساتھی ہے۔(النساء:۳۸)
۵۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ دشمنی کی۔(الاعراف:۲۰ تا ۲۲) ۶۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔(یوسف:۵)

وَلَمَّا	جَآءَ	عِيۡسٰى	بِالۡبَيِّنٰتِ	قَالَ	قَدۡ
اور جب	آئے	عیسیٰ	واضح دلائل کے ساتھ	کہا	تحقیق

جِئۡتُكُمۡ	بِالۡحِكۡمَةِ	وَلِاُبَيِّنَ	لَكُمۡ	بَعۡضَ	الَّذِىۡ
میں آیا ہوں تمہارے پاس	حکمت کے ساتھ	اور تا کہ میں واضح کروں	تمہارے لیے	بعض	وہ جو

تَخۡتَلِفُوۡنَ	فِيۡهِ ۚ	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿٦٣﴾	اِنَّ	اللّٰهَ
تم اختلاف کرتے ہو	جس میں	پس تم اللہ سے ڈرو	اور میری اطاعت کرو	بلاشبہ	اللہ

هُوَ	رَبِّىۡ	وَرَبُّكُمۡ	فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ	هٰذَا	صِرَاطٌ
وہ	میرا رب	اور تمہارا رب ہے	لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو	یہ	راستہ ہے

مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿٦٤﴾	
سیدھا	

''اور جب عیسیٰ واضح نشانیاں لے کر آئے تو اس نے کہا کہ میں تمہارے پاس دانائی کی بات لے کر آیا ہوں تا کہ تم پر بعض اُن باتوں کی حقیقت بیان کروں جن میں تم اختلاف رکھتے ہو لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (٦٣) حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب اور تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ (٦٤)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اس آیت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہو رہا تھا اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری اور انکی دعوت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تو انہوں نے بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میری بعثت کا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں حکمت کی باتیں سکھلاؤں اور تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں جن میں تم اختلاف کرتے ہو بس اللہ سے ڈرو اور میری تابعداری کرو یقین جانو کہ ''اللہ'' ہی میرا اور تمہارا رب ہے صرف اسی کی عبادت کرو! یہی صراطِ مستقیم ہے عیسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے باوجود بنی اسرائیل کئی فرقوں میں بٹ گئے جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اختلاف کیا انہوں نے ظلم کیا اس لیے انہیں اذیّت ناک عذاب دیا جائے گا ظالموں کو صرف اس بات کا انتظار ہے کہ ان پر قیامت برپا ہو جائے قیامت ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے گی کہ انہیں اس کی خبر تک نہیں ہوگی۔ اہلِ مکہ کا سوال تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کی جاتی ہے تو کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی جہنّم میں جائیں گے؟ اس بات کی وضاحت کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا حوالہ دیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی یا کسی دوسرے کی عبادت کا سبق نہیں دیتے تھے وہ تو زندگی بھر یہی تلقین کرتے رہے کہ لوگو! صرف ایک اللہ کی عبادت کرو! وہی میرا اور تمہارا رب ہے صرف ایک رب کی عبادت کرنا ہی صراطِ مستقیم ہے لیکن لوگوں نے ان کی زندگی اور ان کے بعد عقیدہ توحید اور دوسرے مسائل میں اختلاف کیا حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام ان اختلافات کو مٹانے اور سلجھانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے مگر اس کے باوجود اہلِ کتاب نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ عقیدہ توحید اور دین کے

فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ

پھر اختلاف کیا گروہ نے انہی میں سے تو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے انہوں نے ظلم کیا سے

عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ

عذاب دن کے دردناک نہیں وہ انتظار کرتے مگر قیامت کا

اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾

کہ وہ آجائے ان کے پاس اچانک اور وہ نہ شعور رکھتے ہوں

مگر گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا پس تباہی ہے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب کی۔ (٦٥) کیا یہ لوگ بس اس کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک قیامت آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔'' (٦٦)

بنیادی مسائل میں اختلاف پیدا کرنا پرلے درجے کا ظلم ہے دین کے نام پر ظلم کرنے والوں کو جتنا بھی سمجھایا جائے ان کی اکثریت اس ظلم سے باز نہیں آتی اس لیے ارشاد ہوا کہ یہ لوگ تو صرف قیامت کے منتظر ہیں انہیں کیا خبر کہ قیامت اس قدر اچانک برپا ہوگی کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ أَوِ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَالنَّصَارَى مِثْلَ ذَلِكَ وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً»

(رواہ الترمذی: باب ماجاء فی افتراق ہذہ الامۃ [حسن صحیح])

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہودی اپنے دین میں اختلاف کرنے کی وجہ سے اکہتر فرقے ہوئے، عیسائی اختلاف کی بنا پر بہتر گروہوں میں تقسیم ہوگئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔''

مسائل

١۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو حکمت اور واضح دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔

٢۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا کہ اللہ سے ڈر کر ہر قسم کا شرک اور ظلم چھوڑ دو اور میری اتباع کرو۔

٣۔ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے کیونکہ وہ سب کا پیدا کرنے والا اور پالنہار ہے۔

٤۔ صراطِ مستقیم کی نشانی یہ ہے کہ صرف ایک ''اللہ'' کی عبادت کی جائے۔

٥۔ بنی اسرائیل نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور لوگوں کو انتشار کا شکار کیا۔

٦۔ جو لوگ دین میں اختلاف اور امت میں انتشار ڈالتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اذیت ناک سزا دے گا۔

٧۔ قیامت اچانک برپا ہوجائے گی اور لوگوں کو اس کے آنے کی خبر نہ ہو پائے گی۔

اَلْاَخِلَّآءُ	يَوْمَئِذٍ	بَعْضُهُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	اِلَّا	الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾
دوست	اس دن	ان کے بعض	بعض کے	دشمن ہوں گے	سوائے	متقین کے
يٰعِبَادِ	لَا خَوْفٌ	عَلَيْكُمُ	الْيَوْمَ	وَلَآ	اَنْتُمْ	تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾
اے میرے بندو	نہیں کوئی خوف	تم پر	آج	اور نہ	تم	غمگین ہوگے
اَلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾		اُدْخُلُوا
وہ لوگ جو	ایمان لائے	ہماری آیتوں کے ساتھ	اور وہ تھے	فرماں بردار		تم داخل ہوجاؤ
الْجَنَّةَ	اَنْتُمْ	وَاَزْوَاجُكُمْ	تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾			
جنت میں	تم	اور تمہاری بیویاں	تم خوش کیے جاؤ گے			

''اس دن متقین کے سوا باقی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوجائیں گے۔(٦٧) اے میرے بندو آج تمہارے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی پریشانی ہوگی۔(٦٨) یہ وہ لوگ ہوں گے جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرمانبردار بن کر رہے۔(٦٩) جنت میں داخل ہوجاؤ تمہیں اور تمہاری بیویوں کو خوش کردیا جائے گا۔''(٧٠)

فہم القرآن

ربطِ کلام: عیسائیوں میں شرک کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں غلو کی بنا پر ہوئی جس وجہ سے قیامت کے دن کے بارے میں بتلایا ہے کہ اس دن متقین کی دوستی کے علاوہ کسی کی دوستی اور محبت باقی نہیں رہے گی۔

قیامت کے لمحات کے بارے میں قرآن مجید نے بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

قیامت کے دن تین مراحل ایسے ہوں گے جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کریگا:

«عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِينَ يُقَالُ (هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ) حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ أَفِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ»(رواہ ابوداؤد: باب فی ذکر المیزان [ضعیف])

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن جہنم کو یاد کرکے رو رہی تھی رسول اللہ ﷺ نے پوچھا اے عائشہ! تجھے کس چیز نے رولایا ہے سیدہ عائشہ نے کہا جہنم کی آگ یاد آئی تو میں رو پڑی کیا قیامت کے دن آپ اپنے اہل وعیال کو یاد رکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مواقع ایسے ہیں جن میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔① اعمال تولے جانے کے وقت

جب تلک یہ پتہ نہ چل جائے کہ اُس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوا یا ہلکا۔ ② نامہ اعمال دیئے جانے کے وقت جب کہنے والا کہے گا کہ آؤ میرے اعمال نامہ کو پڑھ کر دیکھو حتیٰ کہ اُسے علم ہو جائے کہ اُس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جا رہا ہے یا پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ③ جب جہنم پر پل صراط کو رکھا جائے گا۔''

''اس دن گنہگار آرزو کرے گا کہ کاش! اپنے بیٹے، اپنی بیوی، اپنے بھائی اور اپنے کنبے والوں کو جو اسے پناہ دیا کرتے تھے اور زمین کو فدیے میں دے دے اور خود نجات پا جائے'' (المعارج: ۱۱ تا ۱۴)

''اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنے والدین، اپنی بیوی، اور اپنی اولاد سے بھاگ جائے گا۔'' (عبس: ۳۴ تا ۳۶)

متقین کی دوستی اور محبت قائم رہے گی:

اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت کے دن کافر اور مشرک کے بارے میں کوئی سفارش نہیں کر سکے گا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قیامت کے دن کچھ مراحل ایسے ہوں گے جب متقین تو درکنار انبیائے کرام علیہم السلام بھی نفسا نفسی کے عالم میں ہوں گے لیکن جب لوگوں کا حساب و کتاب ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ متقین کی سفارشات کو ایسے لوگوں کے حق میں قبول فرمائے گا جو کفر و شرک سے بچے ہوئے ہوں گے۔ ان کے لیے ان کے فوت ہونے والے نابالغ بچوں اور نیک لوگوں کی سفارش قبول کی جائے گی جن میں آخری اور سب سے بڑی سفارش نبی کریم ﷺ کی ہوگی۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن متقین کے سوا سب کے تعلقات ختم ہو جائیں گے۔

۲۔ قیامت کے دن متقین کے سوا سب لوگ آپس میں دشمن بن جائیں گے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ متقین کو ارشاد فرمائے گا۔ اے میرے بندو! تم اور تمہاری نیک بیویاں جنت میں تشریف لے جاؤ۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن اللہ کے بندوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا بلکہ ملائکہ انہیں سلام کریں گے:

۱۔ اللہ کی ہدایت پر عمل کرنے والا بے خوف ہوگا۔ (البقرۃ: ۳۸) ۲۔ اولیاء اللہ پر خوف نہیں ہوگا۔ (یونس: ۶۲)

۳۔ اللہ اور آخرت پر یقین رکھنے والے کو کوئی ڈر نہیں ہوگا۔ (المائدۃ: ۶۹)

۴۔ ایمان لانے کے بعد استقامت دکھلانے والوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا۔ (الاحقاف: ۱۳)

۵۔ رب کے سامنے اپنے آپ کو مطیع کر دینے والا بے خوف ہوگا۔ (البقرۃ: ۱۱۲)

۶۔ جب فرشتے پاکباز لوگوں کی روحیں قبض کرتے ہیں تو انھیں سلام کہتے ہیں اور جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ (النحل: ۳۲)

۷۔ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ آج تمہارے داخلے کا دن ہے۔ (ق: ۳۴)

يُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ ۚ وَفِيۡهَا

چلایا جائے گا ان پر رکابیوں کو سے سونے اور آبخورے اور اس میں ہے

مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا

جو چاہیں گے نفس اور لذت اندوز ہوں گی آنکھیں اور تم اس میں

خٰلِدُوۡنَ ۚ﴿٧١﴾ وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِىۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ

ہمیشہ رہو گے اور یہ جنت وہ تم وارث بنائے گئے ہو اس کے بہ سبب اس کے جو تم تھے

تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿٧٣﴾

عمل کرتے تمہارے لیے اس میں پھل ہوں گے بہت سے جن سے تم کھاؤ گے

''اُن کے سامنے سونے کے ٹرے اور ساغر پیش کیے جائیں گے اور ہر من پسند اور نگاہوں کو خوش کر دینے والی چیزیں وہاں موجود ہوگی ان سے کہا جائے گا تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔(۷۱) تم اس جنت کے وارث اپنے ان اعمال کی وجہ سے ہوئے ہو جو تم دنیا میں کرتے رہے۔(۷۲) تمہارے لیے یہاں کثیر تعداد میں پھل موجود ہیں جنہیں تم کھاؤ گے۔''(۷۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنت میں داخل ہونے کے بعد متقی لوگوں کی ضیافت۔

جونہی جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے محلّات میں داخل ہوں گے تو جنت کے خدام شرابِ طہور سے بھرے ہوئے سونے کے جام جنتیوں کے سامنے پیش کریں گے اور اس کے ساتھ ہی سونے، چاندی کی پلیٹوں میں رکھے ہوئے پھل اور خورد ونوش کی دوسری چیزیں پیش کی جائیں گی جنتیوں کے کھانے کے لیے جنت میں بے شمار قسم کے پھل ہوں گے جنتی جنت میں جو چاہیں گے انہیں فی الفور پیش کر دیا جائے گا وہ جدھر دیکھیں گے انہیں آنکھوں کی لذت اور دل کا سرور حاصل ہوگا جب تمام جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ اعلان کریں گے کہ جس جنت کے تم مالک بنائے گئے ہو یہ تمہارے صالح اعمال کا صلہ ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے جو ان کے بعد داخل ہوں گے یہ آسمان کے چمکنے والے ستارے کی طرح ہوں گے، تمام جنتیوں کے دل ایک جیسے ہوں گے نہ ان کے درمیان اختلاف ہوگا اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھیں گے۔ ان میں سے ہر شخص کے لیے حوروں میں سے دو بیویاں ہوں گی حسن کی وجہ سے جن کی پنڈلیوں کا گودا، ہڈی اور گوشت کے پیچھے دکھائی دے گا۔ اہل جنت صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے نہ وہ بیمار

ہوں گے اور نہ ہی پیشاب کریں گے، نہ رفع حاجت کریں گے اور نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ناک سے رطوبت بہائیں گے۔ ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، انگیٹھیوں کا ایندھن عودِ ہندی ہوگا اور ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا سب کا اخلاق ایک جیسا ہوگا نیز شکل وصورت میں سب اپنے باپ آدم علیہ السلام کی طرح ہوں گے آدم کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا۔'' (رواہ مسلم: کتاب الجنۃ ونعیمھا)

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَآ اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ {فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ}»

(رواہ البخاری: کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ وأنھا مخلوقۃ)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں، جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی ان کے متعلق کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔ اگر چاہو تو اس آیت کی تلاوت کرو { کوئی نہیں جانتا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپا کے رکھی گئی ہے }۔''

مسائل

۱۔ جونہی جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے سامنے شرابِ طہور سے بھرے ہوئے سونے کے جام پیش کیے جائیں گے۔
۲۔ جنتیوں کے سامنے جنت کے پھل اور خورد ونوش کا سامان سونے چاندی کی پلیٹوں میں پیش کیا جائے گا۔
۳۔ جنتی جنت میں جس چیز کی چاہت کریں گے وہ فی الفور ان کے حضور پیش کر دی جائے گی۔
۴۔ اعلان ہوگا کہ تمہیں جنت کا وارث اس لیے بنایا گیا ہے کہ تم نیک اعمال کیا کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

جنت کے پھل اور نعمتوں کی ایک جھلک:

۱۔ ایمان دار اور عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت الفردوس ہے۔ (الکہف: ۱۰۷)
۲۔ جنتیوں کے لیے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۱) ۳۔ جنت کے پھل جھک رہے ہوں گے۔ (الحاقۃ: ۲۳)
۴۔ یقیناً متقین سایوں اور چشموں اور پسندیدہ میوہ جات میں رہیں گے۔ (المرسلات: ۴۱۔۴۲)
۵۔ اللہ کے مخلص بندے نعمتوں والی جنت میں ہوں گے ایک دوسرے کے سامنے صوفوں پر بیٹھے ہونگے۔ (الصّٰفّٰت: ۴۳، ۴۴)
۶۔ پرہیز گاروں کے لیے عمدہ مقام ہے اور ہمیشہ رہنے کے لئے باغ ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے اور ان میں تکیے لگا کر تشریف فرما ہوں گے۔ (ص: ۴۹ تا ۵۰)

اِنَّ	الْمُجْرِمِيْنَ	فِيْ	عَذَابِ	جَهَنَّمَ	خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾	لَا
بلاشبہ	مجرم لوگ	میں	عذاب	جہنم کے	ہمیشہ رہیں گے	نہیں
يُفَتَّرُ	عَنْهُمْ	وَهُمْ	فِيْهِ	مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾	وَمَا	ظَلَمْنٰهُمْ
وہ ہلکا کیا جائے گا ان سے	اور وہ	اس میں	مایوس ہوں گے	اور نہیں		ہم نے ظلم کیا ان پر
وَلٰكِنْ	كَانُوْا	هُمُ	الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾	وَنَادَوْا	يٰمٰلِكُ	لِيَقْضِ
اور لیکن	تھے	وہ	ظلم کرنے والے	اور وہ پکاریں گے	اے مالک	تاکہ فیصلہ کردے
عَلَيْنَا	رَبُّكَ ؕ	قَالَ	اِنَّكُمْ	مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾	لَقَدْ	
ہم پر	تیرا رب	وہ کہے گا	بے شک تم	ٹھہرنے والے ہو	البتہ تحقیق	
جِئْنٰكُمْ	بِالْحَقِّ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَكُمْ	لِلْحَقِّ	كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾	
ہم لائے تمہارے پاس	حق	اور لیکن	تمہارے اکثر	حق کو	ناپسند کرنے والے ہیں	

''مجرمین ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔(۷۴) اُن کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی اور وہ اس میں مایوس پڑے ہوں گے۔(۷۵) ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔(۷۶) وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں موت دے دے مالک جواب دے گا اب یونہی پڑے رہو گے۔(۷۷) ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق سے کراہت تھی۔''(۷۸)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جنتیوں کے انعامات کے مقابلے میں جہنّمیوں کی سزائیں۔

جنتی جنت میں ہر قسم کی نعمتوں اور خوشیوں سے سرفراز ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے مقابلے میں جن پر فردِ جرم ثابت ہوجائے گی وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے ان کی آہ زاریوں کے باوجود ان پر عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا وہ جہنّم سے نکلنے میں مایوس ہوجائیں گے اور اسی مایوسی میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی یہ سزا ان کی اپنی زیادتیوں کا نتیجہ ہوگی۔ جہنمی جہنم کی اذیتوں سے تنگ آکر بالآخر جہنّم کے سردار فرشتے جس کا نام مالک ہے اس سے درخواست کریں گے کہ اے مالک! ہماری کوئی فریاد بھی قبول نہیں ہوئی اب آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے رب کے حضور ہماری طرف سے درخواست پیش کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری موت کا فیصلہ کردے۔ جہنمیوں کے جواب میں جہنم کا فرشتہ کہے گا کہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے مگر تم نے ہمیشہ حق سے کراہت کا اظہار کیا۔ ان الفاظ کے مفسرین نے دو مفہوم اخذ کیے ہیں پہلا مفہوم یہ ہے۔ ''لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ''، ہم تمہارے

پاس حق لے کر آئے اس سے مراد ملائکہ ہیں جو ملائکہ میں شامل ہونے کی وجہ سے وحی لانے والے فرشتے کی ترجمانی کریں گے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جہنمیوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ تم دنیا میں حق کی مخالفت کرتے رہے حالانکہ ہم نے تم تک حق پہنچا دیا تھا لہٰذا اب تمہیں ہمیشہ کی سزا بھگتنا ہوگی دنیا میں انسان مایوس ہو جائے تو وہ خودکشی کے ذریعے اپنی جان ختم کر لیتا ہے لیکن جہنّمی خودکشی بھی نہیں کر سکیں گے کیونکہ موت کو موت دے دی جائے گی۔

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ ابوکریب نے کچھ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان روک لیا جائے گا اور جنتیوں سے کہا جائے گا کیا اسے پہچانتے ہو وہ اسے پہچاننے کی کوشش کریں گے اور اس کی طرف دیکھیں گے اور کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔ جہنمیوں سے کہا جائے گا کیا تم اسے پہچانتے ہو وہ بھی پہچاننے کی کوشش کریں گے اچھی طرح دیکھ کر کہیں گے ہاں یہ موت ہے حکم ہوگا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا اسکے بعد اعلان ہوگا اے جنتیو! جنت میں ہمیشہ رہو تمہیں موت نہیں آئے گی۔ اے جہنمیو! تم بھی جہنم میں ہمیشہ رہو تمھیں بھی موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی اور انہیں حسرت والے دن سے ڈرایئے جب فیصلہ کیا جائے گا، وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لائیں گے۔'' (رواہ مسلم: کتاب الجنة)

مسائل

۱۔ مجرم ہمیشہ ہمیش جہنّم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ ۲۔ ان پر کبھی عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی یہ لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرنے والے تھے۔
۴۔ جہنّمی جہنّم سے نجات کے بارے میں مایوس ہو جائیں گے۔
۵۔ جہنّمی اس لیے جہنّم میں جائیں گے کیونکہ وہ حق کو ٹھکرایا کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

جہنمیوں کی آہ و بکا اور فریادیں:

۱۔ ہمارے رب ہمیں تھوڑی سی مہلت دے ہم تیری دعوت قبول اور تیرے رسول کی بات کو تسلیم کریں گے۔ (ابراہیم: ۴۴)
۲۔ جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہمیں واپس لوٹا دے۔ (السجدۃ: ۱۲)
۳۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دے ہم پہلے سے نیک عمل کریں گے۔ (الفاطر: ۳۷)
۴۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال اگر دوبارہ ایسا کریں تو بڑے ظالم ہوں گے۔ (المومنون: ۱۰۷)

اَمْ	اَبْرَمُوْٓا	اَمْرًا	فَاِنَّا	مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ ج	اَمْ
بلکہ	انہوں نے پختہ فیصلہ کیا	ایک کام کا	تو یقیناً ہم	قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں	کیا
يَحْسَبُوْنَ	اَنَّا	لَا	نَسْمَعُ	سِرَّهُمْ	وَنَجْوٰىهُمْ ط
وہ گمان کرتے ہیں	کہ بلاشبہ ہم	نہیں	سنتے	ان کا راز	اور ان کا سرگوشی کرنا
بَلٰى	وَرُسُلُنَا	لَدَيْهِمْ	يَكْتُبُوْنَ ﴿٨٠﴾		
کیوں نہیں	اور ہمارے بھیجے ہوئے	ان کے پاس	وہ لکھتے ہیں		

''کیا انہوں نے کوئی اقدام کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے تو پھر ہم بھی ایک فیصلہ کرنے والے ہیں۔(۷۹) کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ سب کچھ ہم سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس لکھ رہے ہیں۔''(۸۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اہلِ مکہ کے سامنے بار بار جنتیوں کے انعامات اور جہنمیوں کی سزاؤں کا ذکر کیا گیا تاکہ یہ اپنے انجام پر غور کریں مگر اس کے باوجود انہوں نے نبی علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔

نبی محترم ﷺ شب و روز اس بات پر محنت کر رہے تھے کہ مکہ کے لوگ کفر و شرک سے باز آجائیں اور کلمہ حق قبول کرلیں مگر ان کی حالت یہ تھی کہ وہ دن بدن کفر و شرک میں آگے ہی بڑھتے جا رہے تھے وہ حق کی مخالفت میں اس قدر آگے بڑھے کہ انہوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں کھلے الفاظ میں چیلنج کیا کہ اگر انہوں نے قطعی فیصلہ کرلیا ہے تو ہم نے بھی آخری فیصلہ کرلیا ہے لہٰذا انہیں یہ خیال چھوڑ دینا چاہیے کہ ہم ان کی خفیہ باتوں کو نہیں سنتے کیوں نہیں ہم ان کی خفیہ باتوں اور مجالس سے پوری طرح آگاہ ہیں اور جو وہ چھپاتے ہیں ہمارے فرشتے وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ اہلِ مکہ نے دار الندوہ میں منصوبہ بنایا کہ ہر خاندان کا ایک ایک آدمی مسلّح ہو کر محمد ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرے جب صبح کے وقت وہ نکلے تو اس پر یکبارگی حملہ کر کے اسے ختم کر دیا جائے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں اور انہیں کھلے الفاظ میں چیلنج کیا کہ اگر تم نے یہ فیصلہ کرلیا ہے تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی حفاظت کرے گا اور تمہیں ذلت اٹھانا پڑے گی چنانچہ یہی کچھ ہوا۔(واقعہ کی تفصیل جاننے کے لیے سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیجیے)

''جب کفر کرنے والے لوگ آپ کے خلاف تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو نکال دیں وہ سازش کر رہے تھے جبکہ اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سے سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''(الانفال:۳۰)

قُلْ	اِنْ	كَانَ	لِلرَّحْمٰنِ	وَلَدٌ ۖ	فَاَنَا	اَوَّلُ
آپ کہہ دیجئے	اگر	ہو	رحمٰن کی	کوئی اولاد	تو میں	سب سے پہلے
الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾	سُبْحٰنَ	رَبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	رَبِّ	الْعَرْشِ
عبادت کرنے والا ہوں	پاک ہے	رب	آسمانوں کا	اور زمین کا	رب	عرش کا
عَمَّا	يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾	فَذَرْهُمْ	يَخُوْضُوْا	وَيَلْعَبُوْا	حَتّٰى
اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں	چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دیں	وہ الجھے رہیں	اور کھیلیں کودیں	یہاں تک کہ
يُلٰقُوْا	يَوْمَهُمُ	الَّذِيْ	يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾	وَهُوَ الَّذِيْ	فِي السَّمَآءِ
وہ ملیں	اپنے اس دن کو	جس کا	وہ وعدے دیے جاتے ہیں	اور وہی ہے جو	آسمان میں
اِلٰهٌ	وَّفِي الْاَرْضِ	اِلٰهٌ ؕ	وَهُوَ	الْحَكِيْمُ	الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾
معبود ہے	اور زمین میں	معبود ہے	اور وہ	حکمت والا	جاننے والا ہے

''ان سے کہیں اگر رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا۔(۸۱) آسمانوں اور زمین کا فرمانروا عرش کا مالک اُن باتوں سے جو لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں پاک ہے۔(۸۲) انہیں ان کے باطل خیالات میں غرق اور کھیل میں لگے رہنے دیں یہاں تک کہ اپنے اس دن کو دیکھ لیں جس کا انہیں خوف دلایا جاتا ہے۔(۸۳) وہی آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں بھی وہی الٰہ اور حکیم وعلیم ہے۔''(۸۴)

فہم القرآن

ربطِ کلام: نبی علیہ السلام کے ساتھ مکہ والوں کا بنیادی اختلاف ''اللہ'' کی توحید پر تھا ان کا عقیدہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ ہستیوں کو اپنی خدائی میں شریک کر رکھا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بیٹیاں بنا کر انہیں اپنی خدائی میں شریک کرلیا ہے۔

قرآن مجید نے کئی بار اس بات کی نفی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو کسی کو اپنی خدائی میں شریک کیا ہے اور نہ ہی کسی کو اپنی اولاد بنایا ہے اس موقع پر اس بات کا صرف یہ جواب دیا کہ اے نبی ﷺ! ان سے ارشاد فرمائیں کہ اگر الرّحمن کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا یعنی اسے تسلیم کرتا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ اس بات کو میں تسلیم کرتا ہوں، یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ الرّحمن کے بارے میں جو کچھ یاوہ گوئی کرتے ہیں وہ اس سے پاک اور مبرّا ہے۔ وہی زمین و آسمانوں کا پیدا کرنے والا اور عرش کا مالک ہے اگر یہ لوگ اتنی بڑی حقیقت کو نہیں مانتے تو انہیں ان کی یاوہ گوئی اور بے ہودگی کے لیے چھوڑ دیجیے! یہاں تک کہ یہ اس دن کو پالیں جس دن کا ان کے ساتھ وعدہ کیا

جاتا ہے۔ الرحمٰن ہی زمین و آسمانوں کا ایک الٰہ ہے وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کے ہر فرمان میں حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ مشرکین کی یاوہ گوئی کے باوجود اس نے انہیں ڈھیل دے رکھی ہے تو اس میں بھی اس کی حکمت پوشیدہ ہے کہ یہ لوگ کھل کر گناہ کر لیں تاکہ ان کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے اور قیامت کے دن انہیں ٹھیک، ٹھیک سزا دی جائے یہ بات پہلے بھی عرض کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد اور کسی شریک کی اس لیے ضرورت نہیں کیونکہ وہ زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا خالق مالک، رازق اور بلا شرکت غیرے بادشاہ ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اور کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں کا اکیلا ہی رب ہے۔

۳۔ مشرکین اپنی یاوہ گوئی سے باز نہ آئیں تو انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔

۴۔ زمین و آسمانوں میں اللہ ہی اکیلا الٰہ ہے جو بڑا حکمت والا اور سب کچھ جانتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

زمین و آسمانوں میں صرف ایک ہی الٰہ ہے:

۱۔ ''اللہ'' نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اگائے کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۰)

۲۔ ''اللہ'' نے زمین کو جائے قرار بنایا اس میں پہاڑ اور دو سمندروں کے درمیان پردہ حائل کیا اس کے ساتھ اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۱)

۳۔ کون ہے جو لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۲)

۴۔ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں اللہ کے سوا کون رہنمائی کرتا ہے کیا کوئی اور بھی اس کے ساتھ الٰہ ہے۔ (النمل: ۶۳)

۵۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنا اور زمین و آسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے؟ (النمل: ۶۴)

۶۔ آپ فرما دیں سوائے ایک الٰہ کے آسمان و زمین کے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ (النمل: ۶۵)

۷۔ کیا کوئی ہے اس الٰہ کے سوا جو رات ختم کر کے دن لے آئے؟ (القصص: ۷۱)

۸۔ کیا کوئی ہے اس الٰہ کے علاوہ الٰہ جو دن ختم کر کے رات لے آئے؟ (القصص: ۷۲)

۹۔ بس اس ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کو نہ پکارو۔ (القصص: ۸۸)



وَتَبٰرَكَ	الَّذِيْ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا
اور بہت بابرکت ہے	وہ ذات	جس کے لیے	بادشاہی ہے	آسمانوں کی	اور زمین کی	اور جو

بَيْنَهُمَا ۚ	وَعِنْدَهٗ	عِلْمُ	السَّاعَةِ ۚ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٥﴾
ان دونوں کے درمیان	اور اسی کے پاس ہے	علم	قیامت کا	اور اسی کی طرف	تم لوٹائے جاؤ گے

وَلَا	يَمْلِكُ	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِهِ	الشَّفَاعَةَ
اور نہیں	اختیار رکھتے	وہ لوگ جو	پکارتے ہیں	سے	اس کے سوا	سفارش کا

اِلَّا	مَنْ	شَهِدَ	بِالْحَقِّ	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾
مگر	وہ جو	گواہی دی	حق کے ساتھ	اور وہ	جانتے ہیں

''بابرکت وہ ذات ہے جس کے قبضے میں زمین وآسمانوں اور ہر اس چیز کی بادشاہی ہے جو زمین وآسمان کے درمیان پائی جاتی ہے اور وہی قیامت کا علم رکھتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جانے والے ہو۔(۸۵) اسے چھوڑ کر لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، سوائے اس کے جو علم کی بناء پر حق کی شہادت دے۔''(۸۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: پچھلی آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اولاد کی ضرورت نہیں؟ کیونکہ زمین وآسمانوں کا وہی بادشاہ ہے اور ہر چیز اس کے تابع فرمان ہے۔اس کے باوجود کچھ لوگ ملائکہ یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک یا اس کی اولاد ٹھہراتے ہیں تاکہ وہ ان کی قیامت کے دن سفارش کریں۔

جب بھی اہلِ مکہ کے سامنے قیامت کا ذکر کیا جاتا تو وہ یہی کہتے کہ قیامت کب آئے گی؟ ہر موقع پر انہیں اس بات کا شافی جواب دیا گیا مگر پھر بھی وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پہ قائم رہتے تھے، اس بار یہ جواب دیا گیا کہ اللہ کی ذات بڑی بابرکت ہے اور زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسی کی مِلک ہیں، وہی قیامت کا علم رکھنے والا ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ اس کے ہاں سفارش کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔سفارش وہی لوگ کرسکیں گے جو علم ویقین کے ساتھ حق کی گواہی دیں گے اور ان کا اپنا عقیدہ اور عمل ٹھیک ہوگا۔قرآن مجید نے یہ مسئلہ بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کرسکے گا جس کو اس کے حضور سفارش کی اجازت ملے گی وہ بھی وہی بات کرے گا جو حق اور ٹھوس معلومات پر مبنی ہوگی مفسرین نے ''اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ'' کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ سفارش کرنے والا خود بھی حق کی گواہی دینے والا ہو یعنی اس کا کلمہ طیبہ پر پورا یقین اور اس پر عمل کرنے والا ہو جس کے متعلق گواہی دے گا وہ بھی اللہ اور اس کے رسول

پر ایمان لانے والا ہو۔اس حقیقت کا وہ مفسر بھی اعتراف کرتے ہیں جو من دون اللہ اور من دونہ کے الفاظ کو مخصوص معانی پہناتے ہیں۔ان کے الفاظ اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

کفار اس گھمنڈ میں تھے کہ یہ بت اور فرشتے ان کی شفاعت کریں گے بتادیا کہ ایسا نہیں ہوگا ہر ایک کی مجال نہیں کہ بارگاہِ رب العزت میں شفاعت کرنے کی جرأت کر سکے اور نہ ہر شخص اس قابل ہے کہ اس کی شفاعت کی جائے شفاعت کرنے کا وہ مجاز ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی بھی دے اور اس کی یہ گواہی علم یقین پر مبنی ہو۔اسی طرح شفاعت اس کی کی جائے گی جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ شفاعت صرف ان گناہگاروں کے لیے ہوگی جو ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے اور جن کا خاتمہ کفر یا شرک پر ہوگا ان کے لیے شفاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔(ضیاء القرآن: جلد ۴۔مولانا پیر کرم شاہ بریلوی)

یہاں بھی موصوف مفسر نے اپنے عقیدہ کی تائید میں {مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ} سے مراد بت لیے ہیں حالانکہ اگلی آیت میں واضح طور پر بتلایا گیا ہے کہ اگر آپ ﷺ نے ان سے سوال کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو یہ جواب دیں گے کہ ہمیں ''اللہ'' نے پیدا کیا ہے ان سے فرمائیں پھر تم کیوں بہکے پھر رہے ہو۔

① کیا نبی ﷺ نے بتوں سے سوال کرنا تھا؟ ② کیا بت کہتے ہیں کہ ہمیں ''اللہ'' نے پیدا کیا ہے؟

③ کیا پتھروں کو کہا گیا ہے کہ گمراہی میں کیوں بھٹکے پھر رہے ہو؟

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَآءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا» (رواه مسلم: كتاب الإيمان، باب اختباء النبی دعوة الشفاعة لأمته)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کی ایک مقبول دعا ہوتی ہے ہر نبی نے اپنی دعا کرنے میں جلدی کی میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کے لیے قیامت کے دن کے لئے بچا کر رکھا ہوا ہے میری امت کے ہر اس شخص کو فائدہ دے گی جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کے حضور سفارش نہیں کر سکے گا۔

۲۔ سفارش کرنے والے کے لیے لازم ہے کہ وہ خود بھی کلمہ پر یقین اور اس کا علم رکھنے والا ہو۔

۳۔ سفارش کرنے والا اسی کی سفارش کر سکے گا جس کا کلمہ پر حقیقی ایمان ہوگا۔

۴۔ ''اَلْحَقُّ'' سے مراد کلمہ طیبہ کو سمجھ کر پڑھنا اور حتی المقدور اس کے تقاضے پورے کرنا ہے۔

وَلَئِنْ	سَاَلْتَهُمْ	مَّنْ	خَلَقَهُمْ	لَيَقُوْلُنَّ	اللّٰهُ
اور اگر	آپ ان سے سوال کریں	کس نے	پیدا کیا ان کو	تو وہ ضرور کہیں گے	اللہ نے
فَاَنّٰى	يُؤْفَكُوْنَ ﴿٨٧﴾	وَقِيْلِهٖ	يٰرَبِّ	اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ
پھر کہاں	وہ پھیرے جاتے ہیں	اور اس کے یہ کہنا	اے رب	بلاشبہ	یہ
قَوْمٌ	لَّا	يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾	فَاصْفَحْ	عَنْهُمْ	وَقُلْ
لوگ	نہیں	ایمان لائیں گے	لہٰذا منہ پھیر لیجئے	ان سے	اور کہہ دیں
سَلٰمٌ ؕ	فَسَوْفَ	يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ ع			
سلام	بس عنقریب	وہ جان لیں گے			

وقف لازم ع ۲۲ ۱۳

''اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو یہ کہیں گے اللہ نے پھر کہاں سے یہ دھوکا کھا رہے ہیں؟ (۸۷) قسم ہے رسول کے اس قول کی کہ اے رب یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (۸۸) اے نبی ان سے درگزر کرو اور سلام کہو عنقریب انہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔'' (۸۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا یا اس کے ساتھ کسی کو شریک بناتے ہیں ان سے سوال کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی توحید سمجھانے کے لیے بے شمار اسلوب اختیار فرمائے ہیں جن میں ایک اسلوب اور طریقہ یہ بھی اختیار کیا ہے کہ مشرکوں سے پوچھا جائے کہ خود ان کی ذات کو کس نے پیدا کیا ہے اس سوال کا یہ بھی مفہوم ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو ان کو کس نے پیدا کیا ہے۔ دونوں صورتوں میں ہر دور کے مشرک اور کافر یہی جواب دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے کہ ہم سب کو صرف ایک ''اللہ'' نے پیدا کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا اس کے سوا دوسروں کو پکارنے کا کیا جواز ہے؟ جو لوگ حقیقت مان کر بھی سچا ایمان لانے اور توحیدِ خالص کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ قسم ہے رسول کے اس فرمان کی کہ اے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اے نبی ﷺ! بس ان سے درگزر کرو اور انہیں سلام کہہ دو اور یہ فرماؤ کہ عنقریب تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ یہاں سلام کا لفظ سلامتی کی دعا کے طور پر نہیں بلکہ قطعِ تعلق کے لیے ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے مایوس ہو کر کہا تھا۔

{سَلٰمٌ عَلَيْكَ} (مریم:۴۷) ''تجھ پر سلامتی ہو۔''

یہی مومنوں کی صفت ہے۔

{ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ }

(الفرقان:۶۳)

''الرحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اگر جاہل ان سے جھگڑیں تو وہ ان کو سلام کہہ کر چل دیتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں رسول کے اس فرمان کی قسم کھائی ہے کہ ''اے میرے رب! یہ قوم ایمان لانے والی نہیں۔'' بالآخر ہر پیغمبر کی جدوجہد کے دوران ایک مرحلہ ایسا آتا ہے جب پیغمبر اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو جاتا ہے ایسے مرحلہ میں نبی ہجرت کر جاتے تھے یا پھر قوم کے لیے بدعا کرتے تھے۔ سورہ یوسف کی آیت ۱۱۰ میں اسی مایوسی کا ذکر کیا گیا ہے حضرت نوح علیہ السلام نے ایسے موقع پر اپنی قوم کے لیے بدعا کی تھی (نوح: ۲۷) جہاں تک سرورِ دوعالم کا معاملہ ہے آپ ﷺ سے اس قسم کے الفاظ ثابت نہیں ممکن ہے کہ ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کے یہ جذبات ہوں جنہیں قرآن مجید نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کبیرہ گناہ ہے لیکن لوگوں کے رویہ سے مایوس ہونا گناہ نہیں لوگوں کے رویہ سے مایوس ہو کر ہی انبیائے کرام علیہم السلام اپنے وطن سے ہجرت کیا کرتے تھے۔

مسائل

۱۔ ہر دور کا کافر اور مشرک اس بات کا اقرار کرتا ہے اور کرتا رہے گا کہ سب کو پیدا کرنے والا صرف ایک ''اللہ'' ہے۔
۲۔ اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق، مالک اور بادشاہ ماننے کے باوجود مشرک صرف اس ایک کی عبادت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔
۳۔ ہر نبی کی زندگی میں ایسا وقت ضرور آتا ہے جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اس کی قوم کے لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔
۴۔ جن لوگوں کے ایمان لانے سے مبلغ مایوس ہو جائے ان سے جھگڑنے کی بجائے انہیں سلام کہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

مشرکین کا اعتراف:

۱۔ مشرک سے سوال کیا جائے کہ آسمان و زمین سے رزق کون دیتا ہے کہتے ہیں ''اللہ'' ہی رزق دیتا ہے۔ (یونس:۳۱)
۲۔ مشرکین سے پوچھا جائے مخلوق کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ جواب دیتے ہیں ''اللہ'' ہی پیدا کرنے والا ہے۔ (یونس:۳۴)
۳۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے؟ تو کہتے ہیں ''اللہ'' ہی خالق ہے۔ (الزمر:۳۸)
۴۔ مشرکوں سے پوچھا جائے سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون؟ جواباً کہتے ہیں، اللہ ہی مالک ہے۔ (المومنون:۸۶۔۸۷)
۵۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ ہر چیز پر کس کی بادشاہت ہے؟ جواب دیتے ہیں اللہ کی بادشاہی ہے۔ (المومنون:۸۸۔۸۹)
۶۔ یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے، پوچھیں کہ پھر کہاں سے بہکائے جا رہے ہیں۔ (العنکبوت:۶۱)

سورۃ الدّخان کا تعارف

الدّ خان مکہ معظّمہ اور اُس کے گردوپیش میں نازل ہوئی۔ یہ سورت اُنسٹھ آیات اور تین رکوعات پر مشتمل ہے۔ اس کا نام الدّ خان ہے جو دسویں آیت میں موجود ہے۔ قیامت کے ایک مرحلہ پر آسمان دھوئیں کی شکل اختیار کر جائے گا اس لیے اس سورت کا نام الدّ خان رکھا گیا۔

ربطِ سورۃ: سورۃ الزخرف کا اختتام اس فرمان پر ہوا کہ اگر آپ مشرکین سے سوال کریں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو ان کا جواب ہوگا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے :تو لوگ حقیقت کا اعتراف کرنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے اُن کو اُن کی حالت پر چھوڑ دینا چاہیے سورۃ الدّ خان کی ابتداء بھی قرآنِ مجید کے تعارف سے کی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اس مبارک رات میں نازل فرمایا جس میں ہر کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور یہ فیصلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں جو زمین وآسمانوں اور جو ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو تو تمہیں اس پر ایمان لانا چاہیے۔

سورۃ الدّ خان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ زمین وآسمانوں کا ایک ہی رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی موت وحیات کا مالک اور سب لوگوں کا رب ہے یہ حقیقت ٹھوس اور واضح ہونے کے باوجود لوگ اس میں شک کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا شک اُس وقت ہی دور ہوگا جب ان پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ اُس دن آسمان دھوئیں کی مانند ہوگا اور نافرمانوں کو پوری پوری سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ مجرموں سے بدلہ لے گا اس کے بعد فرعون کی غرقابی کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ذلت آمیز مظالم سے نجات دی اور اُنہیں دنیا کی اقوام پر فضلیت اور برتری عنایت فرمائی۔ بنی اسرائیل نے اپنے رب کا شکر ادا کرنے کی بجائے نافرمانی کا راستہ اختیار کیا جس طرح قومِ تبع نے نافرمانی کی۔ سورۃ کے آخری رکوع میں جہنمیوں کی خوراک کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ ان کی خوراک زقوم کا درخت ہو گا۔ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ان کے پیٹ میں کھلبلی مچا دے گا۔ جہنمیوں کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جب یہ چیخ وپکار کریں گے تو کہا جائے گا کہ اپنے کیے کا مزہ چکھو کیونکہ تم دنیا میں اپنے آپ کو بڑا معزز سمجھتے تھے اور قیامت کے دن کے بارے میں شک کا اظہار کیا کرتے تھے جہنمیوں کے مقابلے میں جنتی جنت میں امن وسکون کے ساتھ رہیں گے۔ انہیں پہننے کے لیے ریشم کا لباس دیا جائے گا، اُن کی بیویاں جنت کی حوریں ہوں گی اور وہ جنت میں ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف ہوں گے انہیں سب کچھ دیا جائے گا جس کی وہ چاہت کریں گے۔ انہیں پہلی موت کے بعد پھر موت نہیں آئے گی۔ اُن پر اُن کے رب کا بڑا فضل ہوگا حقیقت میں یہی بڑی کامیابی ہے۔ سورۃ الدّ خان کا اختتام اس بات پر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان پر قرآن کو آسان فرما دیا تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں اگر یہ لوگ نصیحت حاصل نہیں کرتے تو ان کو فرما دیں کہ تم اپنی جگہ انتظار کرو ہم اپنی جگہ انتظار کرتے ہیں۔

سُوْرَةُ الدُّخَان مَكِّيَّة

رُكُوْعُهَا — ٣
اٰيَاتُهَا — ٥٩

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

حٰمٓ ①	وَالْكِتٰبِ	الْمُبِيْنِ ②	اِنَّآ	اَنْزَلْنٰهُ	فِيْ	لَيْلَةٍ
حٰمٓ	قسم کتاب کی	واضح	بلاشبہ ہم نے	نازل کیا اس کو	میں	رات
مُّبٰرَكَةٍ	اِنَّا	كُنَّا	مُنْذِرِيْنَ ③	فِيْهَا	يُفْرَقُ	كُلُّ
بابرکت	بے شک ہم	ہیں	ڈرانے والے	اس میں	فیصلہ کیا جاتا ہے	ہر
اَمْرٍ	حَكِيْمٍ ④	اَمْرًا	مِّنْ عِنْدِنَا ؕ	اِنَّا	كُنَّا	مُرْسِلِيْنَ ⑤
معاملے کا	حکمت والے	حکم ہے	ہماری طرف سے	بے شک ہم	ہیں	بھیجنے والے
رَحْمَةً	مِّنْ رَّبِّكَ ؕ	اِنَّهٗ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ ⑥	
رحمت ہے	آپ کے رب سے	بلاشبہ	وہ	خوب سننے والا	خوب جاننے والا ہے	

''حٰمٓ۔(۱) قسم ہے اس واضح کتاب کی۔(۲) ہم نے اسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے کیونکہ ہم لوگوں کو متنبہ کرنے والے ہیں۔(۳) اس رات میں ہمارے حکم سے ہر معاملے کا حکیمانہ فیصلہ کیا جاتا ہے۔''(۴) ہم ایک رسول بھیجنے والے تھے۔(۵) آپ کے رب کی رحمت کے طور پر یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔''(۶)

فہم القرآن

ربطِ سورت: الزخرف کا اختتام اس بات پر ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو خالقِ کل ماننے کے باوجود اس کی خالص بندگی کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ان سے جھگڑا کرنے کی بجائے آپ ان کو سلام کہہ کر الگ ہو جائیں۔ الدّخان کی ابتداء اس فرمان سے ہوئی کہ ہم نے آپ پر قرآن مجید اس لیے نازل کیا ہے تاکہ ہم اس کے ذریعے کفار اور مشرکین اور نافرمانوں کو ڈرائیں شاید کہ وہ اپنی روش سے باز آجائیں۔

جن سورتوں کی ابتداء میں حٰمٓ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں یہ پانچویں سورت ہے۔ حٰمٓ حروف مقطعات میں شمار ہوتے ہیں جن کے بارے میں ہر صاحبِ علم جانتا ہے کہ ان کا معنیٰ اور مفہوم نبی علیہ السلام نے بیان نہیں فرمایا اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کا معنیٰ آپ سے پوچھنے کی ضرورت محسوس فرمائی لہٰذا حروفِ مقطعات کا معنیٰ جانے بغیر ہی ان کی تلاوت کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ نے لفظ حٰمٓ کے بعد اس سورۃ کی ابتداء اس بات سے کی ہے کہ اس کھلی کتاب کی قسم! ہم نے اسے مبارک رات میں نازل فرمایا ہے یقیناً ہم لوگوں کو ان کے برے انجام سے ڈرانے والے ہیں۔ جس رات میں قرآن مجید نازل کیا گیا اس میں ہر کام کے حکیمانہ فیصلے کیے جاتے ہیں یہ فیصلے صرف ہماری طرف سے صادر ہوتے ہیں اور ہم ہی رسول کو بھیجنے والے

ہیں باالفاظ دیگر ہم نے اس رات فیصلہ صادر فرمایا کہ ایک صاحبِ کتاب رسول مبعوث کرنا چاہیے۔ کتابِ مبین اور رسول کو بھیجنا سراسر آپ کے رب کی رحمت کا کرشمہ ہے یقیناً وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ کچھ اہلِ علم نے کمزور روایات کی بنیاد پر لکھا ہے کہ مبارک رات سے مراد شعبان کی پندرہویں رات ہے جسے شبِ برأت کہا جاتا ہے یہ نام کسی حدیث سے ثابت نہیں کیونکہ شب فارسی زبان کا لفظ ہے اور برأت عربی کا اس میں کوئی شک نہیں کہ اس رات کے بارے میں کچھ روایات ایسی ہیں جن سے اس رات کی کچھ نہ کچھ فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن جو فضائل اس رات سے منسوب کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب اس رات کے بارے میں ہیں جس رات میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے۔ یہاں اس رات کو مبارک رات اور سورۃ القدر میں اسے عزت والی رات کہا گیا ہے یہ رات رمضان المبارک میں آتی ہے کیونکہ قرآن مجید نے یہ بات کھلے الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید رمضان میں نازل کیا ہے۔ (البقرۃ:۱۸۵) اس فرمان کے بعد اس رات کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہ شعبان کی پندرہویں رات نہیں بلکہ یہ مبارک اور عزت والی رات رمضان المبارک میں آتی ہے۔ نبی علیہ السلام نے اس رات کی فضیلت اور نشاندہی فرمائی ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے اور اسی رات میں لوگوں کی زندگی کے بارے میں اہم فیصلے ہوتے ہیں یہ شب برأت نہیں بلکہ شب قدر ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو رحمت قرار دیا ہے جس کا معنیٰ ہے کہ جہاں یہ کتاب پڑھی جائے گی اور جن لوگوں پر اس کا نفاذ ہوگا اللہ تعالیٰ اس ملک اور ان لوگوں پر اپنی رحمت کا سایہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی نیت و عمل کو جاننے والا اور ہر بات کو سننے والا ہے۔

رسول اور کتاب بھیجنا آپ کے رب کی اپنے بندوں پر رحمت ہے تاکہ وہ صحیح عقیدہ اور صالح اعمال اختیار کریں اور دائمی طور پر اپنے رب کی رحمت کے حقدار بن جائیں۔

مسائل

۱۔ قرآن مجید روشن کتاب ہے۔ ۲۔ اس مبارک رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکیمانہ فیصلے صادر ہوتے ہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو مبارک اور عزت والی رات نازل فرمایا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ ہی رسول ﷺ کو بھیجنے والا ہے۔
۵۔ کتاب کے نزول اور رسول ﷺ کی آمد کا مقصد لوگوں کو ان کے برے انجام سے ڈرانا ہے۔
۶۔ قرآن مجید کو نازل کرنا اور نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمانا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

تفسیر بالقرآن

قرآن مجید کس مہینے اور رات میں نازل ہوا:

۱۔ قرآن مجید رمضان المبارک میں نازل کیا گیا۔ (البقرۃ:۱۸۵) ۲۔ قرآن مجید عزت والی رات میں نازل کیا گیا۔ (القدر:۱)
۳۔ قرآن مجید مبارک رات میں نازل کیا گیا۔ (الدخان:۳) ۴۔ اس رات اہم ترین فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ (الدخان:۴)

رَبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا ؕ	اِنْ
رب ہے	آسمانوں	اور زمین کا	اور جو	ان کے درمیان ہے	اگر
كُنْتُمْ	مُّوْقِنِيْنَ ۝٧	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ
تم ہو	یقین کرنے والے	نہیں	کوئی معبود	مگر	وہ
يُحْيٖ	وَيُمِيْتُ ؕ	رَبُّكُمْ	وَرَبُّ	اٰبَآئِكُمُ	الْاَوَّلِيْنَ ۝٨
وہ زندہ کرتا ہے	اور وہ مارتا ہے	تمہارا رب	اور رب	تمہارے باپ دادا کا	پہلے
بَلْ	هُمْ	فِيْ	شَكٍّ	يَّلْعَبُوْنَ ۝٩	
بلکہ	وہ	میں	شک	مبتلا ہیں	

''آسمانوں اور زمین کا رب اور ہر اس چیز کا رب جو آسمانوں و زمین کے درمیان ہے۔ اگر تم لوگ یقین رکھنے والے ہو۔ (۷) کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے تمہارا رب اور تمہارے ان آباء کا رب ہے جو پہلے گزر چکے ہیں۔ (۸) مگر یہ لوگ اپنے شک میں مبتلا ہیں۔'' (۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس رب نے مبارک رات میں قرآن مجید نازل کیا ہے وہی زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو پیدا کرنے والا اور ان کا مالک ہے۔

قرآن مجید کا پہلا اور مرکزی پیغام ''اللہ'' کی ذات اور اس کی صفات کی پہچان کروانا ہے۔ ''اللہ'' ہی سب کا رب ہے اور اسی نے زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو پیدا کیا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہی کائنات کی موت اور زندگی پر اختیار رکھنے والا ہے وہ تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا رب ہے اگر واقعی تم اس پر یقین کرنے والے ہو لیکن اکثر لوگ اپنے رب کی ذات اور اس کی صفات میں شک کرتے ہیں۔

اہل علم کی تقسیم کے مطابق یہ توحید کی دوسری بڑی قسم ہے جسے توحیدِ ربوبیت کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اکثر مقامات پر توحیدِ ربوبیت کو توحیدِ الوہیت کے اثبات کے لیے ذکر فرمایا ہے۔ توحید کی اقسام میں توحیدِ اُلوہیت ہی مرکزی حیثیت رکھتی ہے جو شخص توحیدِ اُلوہیت کا انکار یا اس میں شُبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ توحیدِ اُلوہیت کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ انسان اپنے رب کی ذات اور اس کی صفات کا پوری طرح اقرار کرے اور بلاشرکتِ غیرے اس کی عبادت کرے لیکن لوگوں کی غالب اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں شک کرتے ہیں ایسے لوگوں کو سمجھایا جائے تو وہ اس بات کو شغل کے طور پر لیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے انہیں یہی کہا تھا ان

آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ اپنا تعارف رب کہہ کر کروایا ہے۔لفظِ رب کے چار معانی ہے اور اس نام میں قربت اور شفقت پائی جاتی ہے۔ ① ۔ پوری کائنات کو پیدا کرنے والا۔ ② ۔مخلوق کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والا۔ ③ ۔ پوری کائنات کا مالک ④ ۔ پوری کائنات کا بادشاہ۔

{ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝ } (الانبیاء:۵۵)

''انہوں نے کہا ابراہیم کیا تو ہمارے سامنے حقیقت پیش کر رہا ہے یا مذاق کر رہا ہے؟''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا رب ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام انسانوں کا رب ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے وہی کائنات کی موت وحیات پر اختیار رکھنے والا ہے۔

۴۔ لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کو حقیقی رب ماننے کی بجائے دوسروں کو بھی رب کا درجہ دیتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

زمین و آسمانوں میں صرف ایک ہی الٰہ ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پھر آسمان سے پانی اتار کر باغات اگائے کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۰)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو جائے قرار بنایا اس میں پہاڑ اور دو سمندروں کے درمیان پردہ بنایا کیا اس کے ساتھ اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۱)

۳۔ کون لاچار کی فریاد رسی کرتا ہے اور اس کی تکلیف دور کرتا ہے کیا کوئی اور بھی الٰہ ہے؟ (النمل:۶۲)

۴۔ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں اللہ کے سوا کون رہنمائی کرتا ہے کیا کوئی اور بھی اس کے ساتھ الٰہ ہے۔ (النمل:۶۳)

۵۔ پہلے اور دوبارہ پیدا کرنا اور زمین و آسمان سے تمہارے لیے روزی کا بندوبست کرنیوالا اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہے (النمل:۶۴)

۶۔ آپ فرمادیں سوائے ایک الٰہ کے آسمان وزمین کے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ (النمل:۶۵)

۷۔ کیا کوئی ہے اس الٰہ کے سوا جو رات ختم کر کے دن لائے؟ (القصص:۷۱)

۸۔ کیا اس الٰہ کے علاوہ کوئی اور الٰہ ہے جو دن ختم کر کے رات لے آئے؟ (القصص:۷۲)

۹۔ بس اس ایک الٰہ کے سوا کسی دوسرے الٰہ کو نہ پکارو۔ (القصص:۸۸)

۱۰۔ تمہارا الٰہ ایک ہے وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ (البقرۃ:۱۶۳)

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿١٠﴾ يَّغْشَى

پس آپ انتظار کریں جس دن ہوگا آسمان دھواں واضح وہ ڈھانپ لے گا

النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا

لوگوں کو یہ عذاب ہے دردناک اے ہمارے رب دور کردے ہم سے

الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى

عذاب بلاشبہ ہم ایمان لانے والے ہیں کیونکر ہوگی ان کے لیے نصیحت

وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ

اور تحقیق آچکا ان کے پاس رسول واضح پھر انہوں نے منہ موڑ لیا اس سے

''بس انتظار کرو اس دن کا جب آسمان دھواں کی مانند ہو جائے گا۔(۱۰) اور دھواں لوگوں پر چھا جائے گا، یہ ہے دردناک عذاب۔ (۱۱) کہیں گے کہ پروردگار ہم سے عذاب ٹال دے، اب ہم ایمان لاتے ہیں۔(۱۲) ان کے لیے نصیحت کس طرح ہوگی حالانکہ ان کے پاس واضح طور پر رسول آچکا تھا۔(۱۳) پھر انہوں نے اس سے منہ موڑ لیا

فہم القرآن

ربطِ کلام: رب تعالیٰ کی ذات اور صفات میں شک کرنے والے لوگ قرآن مجید کو شغل کے طور پر لیتے ہیں اس پر ان لوگوں کو انتباہ کیا جاتا ہے۔

جو لوگ اپنے رب کو رب ماننے کے لیے تیار نہیں اور قرآن مجید کی دعوت کو کھیل کود سمجھتے ہیں انہیں ایک بار پھر انتباہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس وقت کا انتظار کریں جب آسمان دھویں سے بھر جائے گا اور وہ لوگوں کو بری طرح ڈھانپ لے گا اس دن شک کرنے والوں کو اذیت ناک عذاب ہوگا۔ مجرم اپنے رب کے حضور فریاد پہ فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب! اس عذاب کو ہم سے دور کردے یقیناً ہم تجھ پر ایمان لائیں گے لیکن اس وقت نصیحت حاصل کرنے کا موقع گزر چکا ہوگا کیونکہ اس سے پہلے رسول نے ان تک حق پہنچا دیا تھا لیکن انہوں نے یہ کہہ کر منہ موڑے رکھا کہ یہ کسی کا پڑھایا ہوا اور پاگل شخص ہے۔ ہم کچھ مدت کے لیے عذاب ہٹا دیں گے مگر تم لوگ وہی کچھ کرو گے جو پہلے کرتے رہے ہو بالآخر ایک دن ان کی سخت گرفت کریں گے اور ہم پوری طرح ان سے انتقام لیں گے۔ مفسرین نے ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے دو موقف اختیار کیے ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ ان آیات میں جس دھویں اور عذاب کا ذکر کیا گیا ہے وہ قیامت کے دن کا دھواں ہے دوسری جماعت کا نقطہ نظر ہے کہ بے شک آسمان اور لوگوں کو گھیر لینے والا دھواں قیامت کے دن ضرور نمودار ہوگا لیکن قیامت سے پہلے اس کا کچھ حصہ اہلِ مکہ پر اس وقت نازل ہوا جب

وَقَالُوْا	مُعَلَّمٌ	مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾	اِنَّا	كَاشِفُوا	الْعَذَابِ
اور کہا	وہ پڑھایا ہوا	دیوانہ ہے	بے شک ہم	دور کرنے والے ہیں	عذاب
قَلِيْلًا	اِنَّكُمْ	عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾	يَوْمَ	نَبْطِشُ	الْبَطْشَةَ
تھوڑی دیر کے لیے	بلاشبہ تم	دوبارہ وہی کرنے والے ہو	جس دن	ہم پکڑیں گے	پکڑنا
الْكُبْرٰى ۚ	اِنَّا	مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾			
بڑا	بلاشبہ ہم	انتقام لینے والے ہیں			

اور کہا کہ یہ تو پڑھا لکھا پاگل ہے۔ (۱۴) اگر ہم عذاب ہٹا بھی دیں تو تم وہی کچھ کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ (۱۵) جس دن بڑی پکڑ کریں گے وہ دن ہوگا جب ہم تم سے انتقام لیں گے۔'' (۱۶)

نبی اکرم ﷺ نے اہلِ مکہ کے لیے قحط کی دعا کی تھی جس کے نتیجے میں تین سال تک مکہ کی سرزمین پر بارش نہ ہوئی جس سے ایک طرف ان پر قحط مسلط ہوا اور دوسری طرف ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ نے اپنے علاقہ سے غلہ کی ترسیل روک لی جس وجہ سے اہل مکہ مردار کھانے پر مجبور ہوئے قحط سالی کے عالم میں وہ جدھر دیکھتے بھوک اور موسم کی حدت کی وجہ سے انہیں ہر طرف دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔ اس صورتِ حال سے مجبور ہو کر ابوسفیان نبی معظم ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہو کر درخواست کرتا ہے کہ یا محمد! آپ کی قوم کے لوگ بھوکے مر رہے ہیں اس لیے آپ اپنے امتی ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کو حکم جاری فرمائیں کہ وہ تاجر حضرات کو مکہ کی منڈی میں غلہ لانے کی اجازت دے اور اس کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا کریں کہ وہ رحمت کی بارش نازل فرمائے۔ نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان کی دونوں درخواستیں قبول فرمائیں بارش کی دعا کی اور ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مکہ والوں کے لیے غلہ کو جاری کیا جائے۔ بعض اہلِ علم نے لکھا ہے کہ اس موقع پر ابوسفیان نے نبی علیہ السلام سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر یہ عذاب ٹل جائے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے لیکن جب یہ عذاب ٹل گیا تو مکہ والوں نے پرانی ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ یہ تو کسی کا سکھلایا ہوا اور پاگل شخص ہے اس کا یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ یہ شخص جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتا ہے قرآن مجید نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہم کچھ مدت کے لیے عذاب ٹال دیں گے مگر یہ لوگ وہی کچھ کہیں اور کریں گے جو پہلے سے کر رہے ہیں چنانچہ عذاب ٹل جانے کے بعد اہل مکہ اسی طرح کفر و شرک کرتے رہے جس طرح عذاب سے پہلے کیا کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کی قیامت کے دن سخت پکڑ ہوگی اور ان کے کفر و شرک کی پوری پوری سزا دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ مجرموں سے سخت انتقام لینے والا ہے۔ اس کا یہ بھی مفہوم لیا گیا ہے کہ جب تم نہ رسول کی بات سنتے ہو اور نہ چھوٹے بڑے عذاب سے سمجھتے ہو تو اس دن کا انتظار کرو جس دن دھواں چھا جائے گا اور تم فریادیں کرو گے کہ اے رب قیامت کا عذاب ٹال دے اب ہم ایمان لاتے ہیں کہا جائے گا کہ اب ایمان لانے اور نصیحت پانے کا وقت گزر گیا کیونکہ جب تمہارے پاس رسول آیا اور اس نے تمہیں سمجھایا تو تم اسے

پاگل کہتے تھے اور الزام دیتے تھے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن نازل نہیں ہوا بلکہ کسی سے پڑھ کر ہمیں سناتا ہے اور یہ شخص مجنون ہے لہٰذا آج تم سے پوری طرح انتقام لیا جائے گا۔

«عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ الْغِفَارِيِّ ﷺ قَالَ كُنَّا قُعُودًا نَتَحَدَّثُ فِي ظِلِّ غُرْفَةٍ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ فَذَكَرْنَا السَّاعَةَ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَنْ تَكُونَ أَوْ لَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ حَتَّى يَكُونَ قَبْلَهَا عَشْرُ آيَاتٍ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَالدَّجَّالُ وَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَالدُّخَانُ وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذٰلِكَ تَخْرُجُ نَارٌ مِنَ الْيَمَنِ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوقُ النَّاسَ إِلَى الْمَحْشَرِ» (رواه ابو داؤد: باب أمارات الساعة [صحيح])

''حضرت حذیفہ بن اسید غفاری ﷺ بیان کرتے ہیں ہم نبی ﷺ کے حجرہ مبارک کے سائے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے ہم نے گفتگو کے دوران قیامت کا ذکر کیا گفتگو کے دوران ہماری آوازیں بلند ہوگئیں رسول ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں نہ پوری ہو جائیں۔ ① سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، ② دابہ جانور کا نکلنا، ③ یاجوج و ماجوج کا ظاہر ہونا، ④ دجال کا نکلنا، ⑤ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا، ⑥ دھواں کا ظاہر ہونا ⑦ زمین کا تین مرتبہ دھنسنا ایک مرتبہ مغرب میں ⑧ ایک مرتبہ مشرق میں ⑨ ایک مرتبہ جزیرۃ العرب میں ⑩ آگ یمن کے علاقہ سے عدن کی طرف رونما ہو گی جو لوگوں کو محشر کے میدان میں اکٹھا کرے گی۔''

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ مجرموں سے انتقام لینے والا ہے:

۱۔ ان کے پاس ان میں سے رسول آئے لیکن انہوں نے تکذیب کی تب انہیں عذاب نے آلیا۔ (النحل: ۱۱۳)

۲۔ ان کے لیے کہا جائے گا تکذیب کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا رہو۔ (السجدۃ: ۲۰)

۳۔ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ (الشعراء: ۱۳۹)

۴۔ قوم نوح نے جب حضرت نوح کی تکذیب کی تو ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ (الفرقان: ۳۷)

۵۔ ہم نے آلِ فرعون سے انتقام لیا اور انہیں دریا میں غرق کر دیا۔ (الاعراف: ۱۳۶)

۶۔ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (البقرۃ: ۱۰)

۷۔ ہم مجرموں سے انتقام لیتے ہیں۔ (السجدۃ: ۲۲)

وَلَقَدْ	فَتَنَّا	قَبْلَهُمْ	قَوْمَ	فِرْعَوْنَ	وَجَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ
اور البتہ تحقیق	ہم نے آزمایا	ان سے پہلے	قوم کو	فرعون کی	اور آیا ان کے پاس	رسول
كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾	اَنْ	اَدُّوْٓا	اِلَيَّ	عِبَادَ	اللّٰهِ ؕ	اِنِّيْ
معزز	اس نے کہا یہ کہ	تم حوالے کردو	میرے طرف	بندوں کو	اللہ کے	بے شک میں
لَكُمْ	رَسُوْلٌ	اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾	وَّاَنْ	لَّا	تَعْلُوْا	عَلَى
تمہارے لیے	رسول ہوں	امانت دار	اور یہ کہ	نہ	تم سرکشی کرو	پر
اللّٰهِ ۚ	اِنِّيْٓ	اٰتِيْكُمْ	بِسُلْطٰنٍ	مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ ۚ		
اللہ	بلاشبہ میں	لایا ہوں تمہارے پاس	دلیل	واضح		

''ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو اس آزمائش میں ڈال چکے ہیں ان کے پاس ایک معزز رسول آیا۔(۱۷) اور اس نے کہا اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کرو میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔(۱۸) اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو میں تمہارے سامنے اپنی نبوت کی واضح نشانی لایا ہوں۔(۱۹) اور میں

فہم القرآن

ربطِ کلام: جس طرح مکہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عذاب میں مبتلا کیا اسی طرح ہی قومِ فرعون کو مختلف قسم کے عذابوں میں مبتلا کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے جس طرح قومِ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا لیکن فرعون نے اسے ماننے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسے بڑے عذاب میں مبتلا کیا۔(المزمل:۱۵،۱۶)

ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس سے پہلے ایک معزز رسول کے ذریعے قومِ فرعون کو آزمایا اس رسول نے فرعون کو یہ بات کہی تھی کہ اللہ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو۔ میں تمہارے لیے امین اور ذمہ دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت نہ کرنا کیونکہ میں تمہارے پاس واضح دلیل لے کر آیا ہوں۔ اس مقام پر موسیٰ علیہ السلام کو کریم نبی کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور نبی علیہ السلام کے بارے میں رؤف، رحیم اور رحمت للعالمین کے الفاظ استعمال کیے ہیں اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظیم اور طویل جدوجہد کو اشارات کے ذریعے بیان کیا گیا ہے ان کی طویل جدوجہد کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہم نے قومِ فرعون کی طرف معزز رسول کو بھیجا اور اس نے اپنی قوم کی آزادی کا مطالبہ کیا جس کی مختصر روداد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا موسیٰ علیہ السلام نے سب

وَاِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَرَبِّكُمۡ اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ﴿۲۰﴾

اور بے شک میں نے پناہ لی ہے اپنے رب کی اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم سنگسار کرو دو مجھے

وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ

اور اگر نہیں تم ایمان لاتے میری بات پر تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ پھر اس نے پکارا اپنے رب کو

اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

کہ بلاشبہ یہ لوگ (تو) مجرم ہیں

اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھے رجم کرو۔(۲۰) اگر تم میری بات نہیں مانتے تو میرا راستہ چھوڑ دو۔(۲۱) آخر کار اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔'' (۲۲)

سے پہلے فرعون اور اس کی قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی اور اس کے ساتھ ہی اپنی قوم کی آزادی کا مطالبہ کیا جب فرعون نے انہیں ماننے سے انکار کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے سامنے دو عظیم معجزے پیش فرمائے مگر فرعون نے انہیں جادوگر کہہ کر ٹھکرا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی عظیم اور طویل جدوجہد کے دوران فرعون کے ساتھ کئی معرکے ہوئے لیکن فرعون اور اس کی قوم موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے لیے تیار نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے انہیں راہِ راست پر لانے کے لیے ان پر کئی عذاب نازل کیے مگر پھر بھی وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے البتہ موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد کا یہ نتیجہ نکلا کہ بنی اسرائیل کے علاوہ فرعون کی قوم کے نوجوان اور کچھ سرکردہ لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے جس کے ردِعمل میں فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو رجم اور قتل کرنے کی دھمکی دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس دھمکی کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمہاری دھمکیوں کا کوئی ڈر نہیں کیونکہ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آچکا ہوں اگر تم مجھ پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں تو میرا راستہ چھوڑ دو! مگر فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا ایک دفعہ پھر قتلِ عام شروع کر دیا نہ معلوم یہ قتلِ عام کتنا عرصہ جاری رہا بالآخر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور التجا کی کہ اے میرے رب! یہ قوم جرائم میں آگے ہی بڑھتی جا رہی ہے اس لیے آپ سے عاجزانہ التجا ہے کہ اب انہیں تہس نہس کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی التجا قبول فرمائی اور انہیں مصر سے ہجرت کر جانے کا حکم دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے آخری دفعہ پھر فرعون کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ میرا اور تمہارا رب ''اللہ'' ہے جس نے مجھے واضح دلائل اور بڑے بڑے معجزات کیساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے میں اسی کی طرف سے امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں یعنی جو کچھ میں تمہیں کہہ رہا ہوں اس میں میری ذات کا کوئی عمل دخل نہیں اور جو کچھ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں وہ پوری ذمہ داری سے پیش کر رہا ہوں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی سرکشی چھوڑ کر اس کی تابعداری اختیار کرو یہی تمہارے لیے بہتری کا راستہ ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔
۲۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی توحید سمجھانے کے ساتھ بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا۔
۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی معزز اور امانت دار رسول تھے۔ ۴۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو رجم کرنے کی دھمکی دی۔
۵۔ موسیٰ علیہ السلام نے واضح دلائل اور بڑے بڑے معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو توحید کی دعوت دی اور فرمایا کہ تمہیں اللہ کی سرکشی سے باز آنا چاہیے۔
۶۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم ایمان نہیں لاتے تو میرا راستہ چھوڑ دو۔
۷۔ فرعون کے بے انتہا مظالم کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مجرموں کی تباہی کی بددعا کی۔

تفسیر بالقرآن

مجرم اقوام کی انبیائے کرام علیہم السلام کو دھمکیاں:

۱۔ مشرکوں کی حضرت نوح علیہ السلام کو دھمکی اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔ (الشعراء:۱۱۶)
۲۔ ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے کہا اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا بس تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جا۔ (مریم:۴۶)
۳۔ حکمران اور قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا۔ (الانبیاء:۶۸)
۴۔ قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو رجم کرنے کی دھمکی دی۔ (ہود:۹۱)
۵۔ مشرکوں کی حضرت لوط علیہ السلام کو دھمکی کہ اگر تو باز نہ آیا تو تمھیں شہر بدر کر دیں گے۔ (الشعراء:۱۶۷)
۶۔ فرعون کی ایمانداروں کو دھمکیاں کہ میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دوں گا اور تمھیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھا دوں گا۔ (طٰہٰ:۷۱)
۷۔ فرعون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی کہ میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ (الدخان:۲۰)
۸۔ فرعون نے اپنی قوم کو کہا کہ میرا راستہ چھوڑ دو کیونکہ میں موسیٰ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ (المومن:۲۶)
۹۔ مشرکوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ ہم تجھے اور تیرے ساتھ ایمان لانے والوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ (الاعراف:۸۸)
۱۰۔ یہودیوں نے اپنے طور پر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکایا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس اٹھا لیا۔ (النساء:۱۵۷۔۱۵۸)
۱۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل اور ملک بدر کرنے کی سازش کی گئی۔ (الانفال:۳۰)
۱۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی ہدایت سے پھیر دینے کی سازش کی گئی۔ (البقرۃ:۱۰۹)

فَاَسۡرِ	بِعِبَادِىۡ	لَيۡلًا	اِنَّكُمۡ	مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿٢٣﴾	وَاتۡرُكِ
(حکم ہوا) اب تو لے چل	میرے بندوں کو	رات کے وقت	بے شک تم	پیچھا کیے جاؤ گے	اور تو چھوڑ دے
الۡبَحۡرَ	رَهۡوًا ؕ	اِنَّهُمۡ	جُنۡدٌ	مُّغۡرَقُوۡنَ ﴿٢٤﴾	كَمۡ	تَرَكُوۡا
سمندر کو	تھما ہوا	بلاشبہ وہ	لشکر	غرق کیے جائیں گے	کتنے ہی	انہوں نے چھوڑا
مِنۡ	جَنّٰتٍ	وَّعُيُوۡنٍ ﴿٢٥﴾	وَّزُرُوۡعٍ	وَّمَقَامٍ	كَرِيۡمٍ ﴿٢٦﴾	وَّنَعۡمَةٍ
سے	باغات	اور چشموں	اور کھیتیاں	اور محل	شاندار	اور سامانِ راحت
كَانُوۡا	فِيۡهَا	فٰكِهِيۡنَ ﴿٢٧﴾	كَذٰلِكَ ۫	وَاَوۡرَثۡنٰهَا	قَوۡمًا
کہ وہ تھے	ان میں عیش وعشرت کی زندگی گزارنے والے		اسی طرح ہوا	اور ہم نے وارث کر دیا ان کا	قوم کو
اٰخَرِيۡنَ ﴿٢٨﴾	فَمَا	بَكَتۡ	عَلَيۡهِمُ	السَّمَآءُ	وَالۡاَرۡضُ
ایک دوسری	پھر نہ	روئے	ان پر	آسمان	اور زمین
وَمَا	كَانُوۡا	مُنۡظَرِيۡنَ ﴿٢٩﴾ ع			
اور نہ	تھے وہ	مہلت دیے گئے			

''رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکل پڑ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔(۲۳) سمندر کو تھما ہوا چھوڑ دو یقیناً وہ غرق ہونے والے ہیں۔(۲۴) کتنے ہی باغ اور چشمے۔(۲۵) اور کھیت اور شاندار محل چھوڑ گئے۔(۲۶) اور عیش کے سامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے۔(۲۷) اسی طرح ان کا انجام ہوا اور ہم نے دوسروں کو ان کا وارث بنا دیا۔(۲۸) پھر زمین و آسمان نہیں روئے اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے قومِ فرعون کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام کی بد عا قبول فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام کو ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

یاد رہے کہ ہجرت معمولی کام نہیں کہ پیغمبر کا دل اکتائے اور وہ اپنی قوم کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے یہ مشکل ترین کام ہے جسے انتہائی مشکل ترین حالات میں کرنے کی اجازت دی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس پیغمبر کو بھی ہجرت کی اجازت دی گئی اس کے حالات اتنے پُر کٹھن تھے کہ پیغمبر کا مزید وہاں رہنا سود مند نہیں تھا۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو ہجرت کرنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے حالات اس نہج پر پہنچ چکے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر سے ہجرت کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور یہ ہدایت کی کہ رات کے وقت اپنے ساتھیوں کو لے کر نکل جاؤ لیکن یاد رکھنا کہ تمہارا تعاقب ضرور

کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی اجازت ملنے پر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ پوری احتیاط کے ساتھ فلاں دن اور فلاں وقت سمندر کے فلاں مقام پر پہنچ جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مصر کی سرزمین چھوڑنے کا حکم دے دیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق ان کے ساتھی ہر شہر اور علاقے سے نکل کر سمندر کے اس مقام پر پہنچے جس کی انہیں نشاندہی کی گئی تھی۔ جن کی تعداد مؤرخین نے ایک لاکھ کے قریب بتلائی ہے اتنی تعداد میں مختلف شہروں اور علاقوں سے لوگوں کا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکلنا اور ایک ہی مقام کی طرف رخ کرنا زیادہ دیر تک خفیہ نہیں رہ سکتا تھا۔ ہجرت کرنے والوں نے بے شک پوری احتیاط کی۔ لیکن فرعون کی ایجنسیاں ان پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھیں جونہی انہوں نے فرعون تک اطلاع پہنچائی تو فرعون نے انتظامیہ کو ان الفاظ میں حکم جاری کیا کہ یہ مٹھی بھر لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں طیش دلا دیا ہے اور ہم ایک ایسی جماعت ہیں جس کا شیوہ ہر وقت چوکس رہنا ہے۔ (الشعراء: ۵۴ تا ۵۶)

فرعون کے حکم کے مطابق انتظامیہ کے لوگ اور بڑے بڑے لیڈر اپنے گھروں سے نکل کر اجتماعی شکل میں بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہیں اُن کے نکلنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے اُنھیں اُن کے باغات، چشموں، خزانوں اور عمدہ مکانوں سے نکالا اور اس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنایا فرعون نے بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے وقت سرکاری طور پر جو اعلان کیا اُس کے الفاظ یہ تھے کہ لوگو! اپنے اپنے شہروں سے باہر نکلو بے شک بنی اسرائیل تھوڑے ہیں لیکن ان کا پوری طرح تعاقب کرو یہ لوگ جانے نہ پائیں۔ انتظامی نقطہ نظر سے چاہیے تو یہ تھا کہ فوج کے چند دستے اور سول انتظامیہ کی بھاری نفری بھیج کر نہتے اسرائیلیوں کو گرفتار کر لیا جاتا یا پھر مار مار کر ملک کی سرحد سے باہر نکال دیا جاتا لیکن فرعون نے طیش میں آکر سول انتظامیہ اور فوج کے ساتھ وزیروں، مشیروں اور ملک بھر سے بڑے بڑے لیڈروں کو اکٹھا کر کے بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اس طرح اُن کے نکلنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرما کر ثابت کیا ہے کہ یہ ہماری منشاء کے مطابق ہوا تاکہ ہم انھیں اُن کے باغات، چشموں، خزانوں اور ان کے محلات سے بے دخل کریں اور دوسری قوم کو ان کی تمام چیزوں کا وارث بنائیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے فرعون اور اس کے لشکر و سپاہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ پکار اٹھے کہ ہم تو مارے گئے۔

{ فَلَمَّا تَرَاۤءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۶۲﴾ }

(الشعراء: ۶۱، ۶۲)

''جب دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھی چیخ اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے موسیٰ نے فرمایا: ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔''

{ فَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ﴿۶۳﴾ }

(الشعراء: ۶۳)

''ہم نے موسیٰ کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ سمندر پر اپنا عصا مار یکا یک سمندر پھٹ گیا اور اس کی ہر لہر بہت بڑے پہاڑ کی طرح کھڑی ہوگئی۔''

ادھر موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سمندر عبور کر رہے تھے دوسری طرف فرعون اپنے ساتھیوں سمیت سمندر میں انہی راستوں سے داخل ہوا جہاں سے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی گزر چکے تھے موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ ایک دفعہ پانی پر عصا مار کر راستے بند کر دیئے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر روک دیا کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں داخل ہونے دیں جونہی سمندر میں داخل ہوں تو اپنا عصا سمندر پر ماریں تا کہ فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق کر دیا جائے موسیٰ علیہ السلام نے اس طرح ہی کیا جس کے نتیجے میں پہاڑوں کی مانند ٹھہری ہوئی لہریں چل پڑیں فرعون اور اس کے ساتھی غرق کر دیئے گئے۔ اس طرح فرعون اور اس کے ساتھی مہکتے ہوئے باغ، جاری چشمے، لہلہاتی ہوئی کھیتیاں، پُرشکوہ محلات اور بیش بہا عیش وعشرت کا سامان چھوڑ کر سمندر میں غرق ہوئے اللہ تعالیٰ نے دوسری قوم کو ان کا وارث بنایا اور ان کے ڈوب مرنے پر نہ زمین کو رونا آیا اور نہ ہی آسمان نے آنسو بہائے اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی ان آیات میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کی غرقابی اور ان کی عیش وعشرت کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ زمین وآسمان میں کوئی بھی ان پر رونے کے لیے تیار نہ ہوا جو لوگ فرعون اور اس کے وزیروں، مشیروں کی تعریفیں کرتے ہوئے نہیں تھکتے تھے اور ان کے استقبال کے لیے پہروں کھڑے رہتے تھے اور فرعون کے سامنے سر جھکاتے تھے۔ ان میں ایک نفس بھی ایسا نہیں تھا جس نے افسوس کا اظہار کیا ہو جس کے لیے یہ الفاظ کہے گئے کہ ان پر نہ زمین روئی اور نہ آسمان کو افسوس ہوا یہ ایک حقیقت ہونے کے ساتھ ہر زبان میں محاورہ بھی ہے کہ جب بدترین شخص دنیا سے جاتا ہے تو اس پر افسوس کرنے والا کوئی نہیں ہوتا جہاں تک قومِ فرعون کے بعد مصر کی سرزمین کے وارث بننے والوں کا تعلق ہے بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ بنی اسرائیل مصر پر قابض نہیں ہوئے ہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

بے شک تاریخ سے بنی اسرائیل کا آلِ فرعون کے محلات اور باغات کا مالک ہونا ثابت نہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید نے یہاں دوسری قوم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں لیکن سورۃ الشعراء میں کھلے الفاظ میں کہا ہے کہ ہم نے آل فرعون کو غرق کیا اور بنی اسرائیل کو ان کے باغوں، چشموں اور محلات کا مالک بنایا۔ (الشعراء:۵۹) اس وضاحت کے بعد تاریخ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ جب کہ تاریخی ریکارڈ بھی تسلسل کے ساتھ موجود نہیں ہے لہٰذا قرآن مجید کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل فلسطین کے ساتھ مصر کے بھی مالک ہوئے اور انہیں وہ سب کچھ ملا جو آلِ فرعون کے پاس ہوا کرتا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس کی فتح کے موقع پر ان آیات کی تلاوت کرنا:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس شہر کے قریب پہنچے تو ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ ڈالی، بیت القدس کا دلفریب منظر اور شاندار مکانات سامنے تھے دل پر ایک خاص اثر ہوا عبرت کے لہجہ میں یہ آیت

پڑھی۔{كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ} (الدخان:۲۵)

«عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ هَذَا الَّذِي تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ، وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ» (رواه النسائی: باب ضمۃ القبر وضغطتہ [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے حضرت بن معاذ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کی موت پر اللہ کا عرش کانپ گیا، ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی۔ جب انہیں قبر میں اتارا گیا تو قبر نے انہیں دبوچ لیا پھر ان کی قبر کشادہ کر دی گئی۔''

مسائل

۱۔ موسیٰ علیہ السلام کو قبل از وقت بتلا دیا گیا کہ فرعون تمہارا تعاقب کرے گا۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے رات کے وقت ہجرت کی۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ عصا مارنے پر سمندر کا پانی پہلے کی طرح ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

۴۔ فرعون اور اس کے ساتھی غرق کر دیئے گئے۔ ۵۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی امن وامان کے ساتھ سمندر پار کر گئے۔

۶۔ فرعون اور ان کے ساتھی اپنے باغات، بہتے ہوئے چشمے، لہلہاتی ہوئی کھیتیاں، بڑے بڑے محلات اور عیش وعشرت کا سامان چھوڑ کر سمندر میں غرق ہوئے۔ ۷۔ فرعون اور اسکے ساتھیوں پر کوئی ایک شخص بھی رونے کیلئے تیار نہ ہوا۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے مصر پر دوسری قوم کو اقتدار اور اختیار بخشا۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ جسے چاہے زمین کا وارث بناتا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حق کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر کے دوسری قوم کو وارث بنایا۔ (الانعام:۶)

۲۔ اے ایمان والو! اگر تم دین سے مرتد ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ (المائدۃ:۵۴)

۳۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے یہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔ (ابراہیم:۱۹۔۲۰)

۴۔ اگر اللہ چاہے تو تم کو فنا کر کے دوسری مخلوق لے آئے یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں۔ (فاطر:۱۶۔۱۷)

۵۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔ (النساء:۱۳۳)

۶۔ اگر اللہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے لے آئے۔ (الانعام:۱۳۳)

وَ لَقَدْ	نَجَّيْنَا	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	مِنَ	الْعَذَابِ	الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾
اور البتہ تحقیق	ہم نے نجات دی	بنی اسرائیل کو	سے	عذاب	رسوا کن

مِنْ	فِرْعَوْنَ ؕ	اِنَّهٗ	كَانَ	عَالِيًا	مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾
سے	فرعون	بلاشبہ وہ	تھا	بڑا سرکش	حد سے تجاوز کرنے والوں سے

وَ لَقَدِ	اخْتَرْنٰهُمْ	عَلٰى	عِلْمٍ	عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ ۚ وَ اٰتَيْنٰهُمْ
اور البتہ تحقیق	ہم نے پسند کیا ان کو	پر	علم	پر	تمام جہانوں اور ہم نے دی تھیں ان کو

مِّنَ الْاٰيٰتِ	مَا	فِيْهِ	بَلٰٓؤٌا	مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾
نشانیاں	وہ جو	ان میں	آزمائش تھی	واضح

''ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت آمیز عذاب سے نجات دی۔(۳۰) فرعون یقیناً حد سے گزرنے والوں میں پرلے درجے کا زیادتی کرنے والا تھا۔(۳۱) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دنیا کی دوسری قوموں میں سے پسند کیا۔(۳۲) اور انہیں ایسی نشانیاں دکھائیں جن میں کھلی آزمائش تھی۔''(۳۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بنی اسرائیل کا اذیت ناک عذاب سے نجات پانا، فرعون اور اس کے ساتھیوں کا غرق ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غرقاب کیا کیونکہ وہ بڑا ہی عالی اور غالی انسان تھا۔ دنیا میں بڑے بڑے باغی اور سرکش انسان گزرے ہیں مگر کسی نے رب الاعلیٰ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا فرعون ایسا غالی اور متکبر انسان تھا کہ اس نے رب الاعلیٰ ہونے کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو جبراً اپنے سامنے جھکایا کرتا تھا وہ بنی اسرائیل کو اذیت ناک سزائیں دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی بے مثال جدوجہد کے نتیجے میں بنی اسرائیل کو نجات عطا فرمائی۔ جس کے بارے میں ''عَذَابِ مُهِيْنٍ'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور اسے بہت بڑی آزمائش قرار دیا ذلت ناک سزا کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

{ وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٤٩﴾ } (البقرۃ:۴۹)

''اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے۔ وہ تمہارے لڑکوں کو مار ڈالتے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمتوں کا احساس، آخرت کا خوف اور ان کے ماضی کے الم ناک دور کا حوالہ دیتے ہوئے سمجھایا ہے کہ آج تم کمزور اور بے خانماں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہو وہ وقت بھی تمہیں یاد رکھنا چاہیے جب

فرعون تمہارے جوانوں اور نونہالوں کو سرِعام ذبح کرتا تھا اور تمہاری ماؤں اور بہو بیٹیوں کو باقی رہنے دیتا تھا۔ قرآنِ مجید نے اسے بلائے عظیم قرار دے کر ان تمام مضمرات کی طرف اشارہ کیا ہے جو مظلوم اور غلام قوم کو پیش آیا کرتے ہیں ظالم لوگ مغلوب اور مظلوم قوم کی بہو بیٹیوں کے ساتھ وہ سلوک روا رکھتے ہیں جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے تم پر احسانِ عظیم کرتے ہ ۔ئے ان مظالم سے تمہیں نجات دلائی اور تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے دشمن کو ذلت کی موت دیتے ہوئے ہمیشہ کے لیے اسے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اس سے دنیا میں تمہاری عظمت وسچائی اور بزرگی کی دھوم مچ گئی کہ بنی اسرائیل کے لیے سمندر رک گیا اور ان کی آنکھوں کے سامنے بدترین مغرور وسفاک، خدائی اور مشکل کشائی کا دعوی کرنے والا ڈبکیاں لیتے ہوئے دہائی دیتا رہا کہ لوگو! میں موسیٰ علیہ السلام اور اس کے خدا پر ایمان لاتا ہوں لیکن آواز آئی کہ تیرا ایمان ہرگز قبول نہیں ہوا اب تجھے آئندہ نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا جائے گا۔ (یونس:۹۱)

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ذلت آمیز سزاؤں سے نجات دی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ذلت کی موت مارا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو پوری دنیا پر فضیلت اور عظمت عطا فرمائی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کے بنی اسرائیل پر انعامات:

۱۔ اے بنی اسرائیل میری نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام فرمائیں۔ (البقرۃ:۴۰)

۲۔ بنی اسرائیل کو ساری دنیا پر فضیلت دی گئی۔ (البقرۃ:۴۷)

۳۔ بنی اسرائیل کے لیے سمندر کو پھاڑا گیا۔ (البقرۃ:۵۰)

۴۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آلِ فرعون سے نجات دی۔ (البقرۃ:۴۹)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ (الاعراف:۱۶۰)

۶۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے بادلوں کا سایہ کیا اور من وسلویٰ نازل فرمایا۔ (البقرۃ:۵۷)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے مقتول کو زندہ فرمایا۔ (البقرۃ:۷۳)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا۔ (البقرۃ:۲۴۳)

۹۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کمزوروں کی مدد فرمائی۔ (القصص:۵)

۱۰۔ ہم نے بنی اسرائیل کو اذیت ناک عذاب سے نجات دی۔ (الدخان:۳۰)

اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ	لَيَقُوْلُوْنَ ﴿٣٤﴾	اِنْ	هِيَ	اِلَّا
بلاشبہ	یہ لوگ	البتہ کہتے ہیں	نہیں ہے	یہ	مگر
مَوْتَتُنَا	الْاُوْلٰى	وَمَا نَحْنُ	بِمُنْشَرِيْنَ ﴿٣٥﴾	فَاْتُوْا	بِاٰبَآئِنَآ
ہمارا مرنا	پہلا ہی	اور نہیں ہم	دوبارہ اٹھائے جائیں گے	تم لے آؤ	ہمارے باپ دادا کو
اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٣٦﴾			
اگر	تم ہو	سچے			

''یہ لوگ کہتے ہیں۔(۳۴) کہ ہماری پہلی موت کے سوا ہم دوبارہ اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔(۳۵) اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو اٹھا کر لاؤ۔''(۳۶)

فہم القرآن

ربطِ کلام: فرعون اور اس کے ساتھیوں کا انجام ذکر کرنے کے بعد اہل مکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم بھی گھمنڈ میں آکر کہتے ہو کہ یہ موت ہی ہمارا آخری انجام ہے کیا انہیں معلوم نہیں کہ قیامت کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہوا جن میں آل فرعون کے ساتھ قوم تبع بھی شامل ہے۔

قرآن مجید نے منکرینِ قیامت کو سمجھانے کے لیے عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ قیامت ہر صورت قائم ہوگی لیکن قیامت کا انکار کرنے والے بلا دلیل اپنی بات اور ہٹ دھرمی پر قائم رہتے ہیں یہی حالت اہلِ مکہ کی تھی۔ نبی علیہ السلام نے انہیں قرآن مجید کے دلائل کے ساتھ بار بار سمجھایا کہ قیامت ہر صورت برپا ہو کر رہے گی کوئی ڈوب کے مرے یا آگ میں جل کر خاکستر ہو جائے۔ ہر صورت اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں حاضر کرے گا اور اس سے پورا، پورا حساب لیا جائے گا اتنے واضح اور ٹھوس دلائل ہونے کے باوجود مکہ کے لوگ آپ ﷺ کے سامنے اس بات پر مصر تھے کہ بس آدمی جب مر جاتا ہے تو پھر اس نے دوبارہ زندہ نہیں ہونا اس کے لئے یہ دلیل پیش کرتے کہ اگر واقعی قیامت آنی ہے تو ہمارے باپ دادا کو اٹھا لائیں تاکہ ہم ان سے پوچھیں کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں قرآن مجید نے کئی واقعات کا ذکر کیا ہے خاص طور پر حضرت ابرہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عزیر، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ہاتھوں زندہ ہونے والے افراد کا قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا اور فرمایا۔

{ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾ } (بنی اسرائیل:۴۹تا۵۱)

''اور وہ کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہم اٹھائے جائیں گے انہیں بتلائیں کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق بن جاؤ جو تمہارے دلوں میں بڑی ہے لیکن عنقریب وہ کہیں گے کون ہمیں لوٹائے گا؟ فرمادیں جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔''

مسائل

۱۔ قیامت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا۔

۲۔ قیامت کا انکار کرنے والے سب سے بڑی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کو ہمارے سامنے لایا جائے تب ہم ایمان لائیں گے کہ واقعی قیامت قائم ہوگی۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ کا مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا:

۱۔ وہ کہتے ہیں ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرمادیجیے جس نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (بنی اسرائیل:۵۱)

۲۔ ہم نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ:۵۵)

۳۔ اللہ ہی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے پھر وہی اسے دوبارہ لوٹائے گا۔ (یونس:۴)

۴۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ کام اس کے لیے آسان ہے۔ (الروم:۲۷)

۵۔ اللہ ہی نے مخلوق کو پیدا کیا، پھر وہ اسے دوبارہ پیدا کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الروم:۱۱)

۶۔ کیا اللہ کو اس بات پر قدرت نہیں؟ کہ وہ مردوں کو زندہ فرمائے۔ (القیامۃ:۴۰)

۷۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے سامنے چار پرندوں کو زندہ کیا۔ (البقرہ:۲۶۰)

۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے سامنے ان کی قوم کے ستر سرداروں کو موت دے کر دوبارہ زندہ کیا۔ (الاعراف:۱۵۵)

۹۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو سو سال مارنے کے بعد زندہ فرمایا۔ (البقرۃ: ۲۵۹)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کے گدھے کو ان کے سامنے دوبارہ زندہ فرمایا۔ (البقرۃ:۲۵۹)

۱۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو موت دے کر دنیا میں دوبارہ زندہ کیا۔ (البقرۃ:۲۴۳)

۱۲۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے سامنے ایک مقتول کو زندہ کیا۔ (البقرۃ:۷۳)

۱۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں مردوں کو زندہ فرمایا۔ (المائدۃ:۱۱۰)

۱۴۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین سو نو سال سلا کر بیدار فرمایا۔ (الکہف:۲۵)

اَهُمْ	خَيْرٌ	اَمْ	قَوْمُ	تُبَّعٍ ۙ	وَّالَّذِيْنَ
کیا یہ	بہتر ہیں	یا	قوم	تُبَّع کی	اور وہ لوگ جو

مِنْ قَبْلِهِمْ ۘ	اَهْلَكْنٰهُمْ ۫	اِنَّهُمْ	كَانُوْا	مُجْرِمِيْنَ ﴿٣٧﴾	
ان سے پہلے ہوئے	ہم نے ہلاک کیا ان کو	بلاشبہ وہ	تھے	مجرم لوگ	

''یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور اس سے پہلے لوگ ہم نے ان کو اس وجہ سے تباہ کیا بلاشبہ وہ مجرم تھے۔''(۳۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: آلِ فرعون اور اس کے ساتھیوں کا ظلم بیان کرنے کے بعد اہل مکہ کو قومِ تبع کا حوالہ دیا ہے جس میں یہ اشارہ موجود ہے کہ فرعون اور قومِ تبع کی تاریخ سامنے رکھو! جو اقتدار اور وسائل کے اعتبار سے تم سے بڑھ کر تھے۔ ان کے جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا ان کے مقابلے میں تم کچھ بھی نہیں ہو اگر تم ہلاکت سے بچنا چاہتے ہو تو پھر اپنے آپ کو ''اللہ'' اور اس کے رسول کے تابع کر لو۔

جس طرح فارس کا بادشاہ کسریٰ، روم کا حکمران قیصر، مصر کا فرمانروا اپنے آپ کو فرعون کہلواتا تھا اسی طرح یمن کا بادشاہ تبع کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ تبع وہاں کی سب سے بڑی قوم تھی یہ قوم یمن میں ممتاز سمجھی جاتی تھی اس قوم نے یمن میں تین سو سال حکمرانی کی قوت اور سطوت کے اعتبار سے ان کا کوئی ثانی نہ تھا طویل اقتدار اور مال واسباب کی فراوانی نے اس قوم کو مغرور اور متکبر کر دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے گرفت فرمائی اور ان پر ایسا زوال آیا کہ یہ گلی کے تنکوں سے بھی ہلکے ہو گئے۔ اس قوم کے لیے خیر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا معنیٰ فکر وعمل کے اعتبار سے بہتر ہونا نہیں بلکہ خیر سے مراد مال واسباب کے لحاظ سے مکہ والوں سے بہتر ہونا ہے کیونکہ ان کے مال کی طرف اشارہ فرما کر اہلِ مکہ کو سمجھایا ہے کہ تم قومِ تبع سے مالی لحاظ سے بڑے نہیں بلکہ کمتر ہو لیکن پھر بھی سرکشی اختیار کیے ہوئے ہو۔ اسی علاقے سے ہی وہ لوگ اٹھے تھے جنہوں نے بیت اللہ کو شہید کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیج کر انہیں تہس نہس کر دیا۔ جس کی تفصیل کے لئے سورۃ الفیل کی تفسیر پڑھنی چاہیے کچھ مفسرین نے مشرکانہ عقیدہ کی تائید اور زیب داستان کے لیے اسرائیلی روایات کی بنیاد پر تبع کی قوم کے اس بادشاہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ وہ مدینہ کی سرزمین سے گزر رہا تھا اس کے اہلِ علم نے اسے بتلایا کہ یہاں آخر الزماں پیغمبر ﷺ تشریف فرما ہوں گے اس نے اپنے اہلکار کے ذریعے نبی علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا جس میں یہ درخواست کی کہ آپ میرا اسلام قبول کریں اور قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں یہ خط جن لوگوں کے حوالے کیا اس قبیلے نے اسے نسل در نسل محفوظ رکھا اور جب نبی اکرم علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو اس قبیلے کے افراد نے وہ خط نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اس بادشاہ کا اسلام قبول کیا اور اس کے لیے دعا کی۔ (اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔)

وَمَا	خَلَقْنَا	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾
اورنہیں	ہم نے پیدا کیا	آسمانوں	اورزمین کو	اور جو کچھ	ان کے درمیان ہے	کھیلتے ہوئے
مَا	خَلَقْنٰهُمَآ	اِلَّا	بِالْحَقِّ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا
نہیں	ہم نے پیدا کیا ان دونوں کو	مگر	حق کے ساتھ	اورلیکن	اکثر ان میں سے	نہیں
يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾	اِنَّ	يَوْمَ	الْفَصْلِ	مِيْقَاتُهُمْ	اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾	يَوْمَ
جانتے	بلاشبہ	دن	فیصلے کا	طے شدہ وقت ہے ان	سب کا	اس دن
لَا	يُغْنِيْ	مَوْلًى	عَنْ مَّوْلًى	شَيْـًٔا	وَّلَا
نہیں	کام آئے گا	کوئی دوست	کسی دوست سے	کچھ بھی	اورنہ
هُمْ	يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾	اِلَّا	مَنْ	رَّحِمَ	اللّٰهُ
وہ	مدد کیے جائیں گے	مگر	جس پر	رحم کیا	اللہ نے
اِنَّهٗ هُوَ	الْعَزِيْزُ	الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾
بلاشبہ وہی	نہایت غالب	بہت رحم کرنے والا ہے

ع ۲ ۱۳ ۱۵

''زمین وآسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے ہم نے شغل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔(۳۸) انہیں ہم نے بامقصد پیدا کیا ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۳۹) ان سب کو اٹھانے کا طے شدہ وقت ہے۔(۴۰) اس دن کوئی عزیز اپنے کسی عزیز کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ کہیں سے انہیں کوئی مدد پہنچ پائے گی۔(۴۱) سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے وہ زبردست مہربان ہے۔''(۴۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جرائم میں وہی شخص آگے بڑھتا ہے جو زبانی یا عملی طور پر آخرت کا انکار کرتا ہے جو آخرت کا انکار کرتا ہے وہ قولاً یا فعلاً سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو محض شغل کے طور پر پیدا کیا ہے۔

آخرت کا انکار کرنے اور تخلیق کائنات کو شغل قرار دینے والوں کو سمجھانے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے زمین و آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے انہیں شغل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ زمین و آسمانوں کے درمیان جو کچھ پیدا کیا گیا ہے یا آئندہ پیدا کیا جائے گا اس کا ایک مقصد ہے لیکن لوگوں کی اکثریت اس مقصد کی طرف متوجہ نہیں ہوتی سورۃ الانبیاء آیت ۱۶ میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے زمین و آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے شغل کے طور پر پیدا نہیں کیا اگر ہم انہیں شغل کے طور پر پیدا کرتے تو پھر یہ شغل اور کھیل تماشہ ہمیں اپنے پاس ہی کرنا چاہیے تھا ہم حق کو باطل پر غلبہ

دیتے ہیں، باطل مٹ جاتا ہے اور جو لوگ زمین و آسمانوں کی تخلیق کو شغل اور کھیل تماشا سمجھتے ہیں ان کے لیے ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں میں جو کچھ پیدا کیا ہے اس کے پیدا کرنے کے دو مقصد ہیں ایک طرف وہ اپنے خالق اور مالک کی عبادت اور تابعداری کریں اور دوسری طرف وہ انسان کی خدمت میں لگے رہیں یہی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے کہ ایک طرف اپنے رب کی عبادت کرے اور دوسری طرف اپنے بھائیوں کی خدمت بجالائے لیکن لوگوں کی اکثریت اپنے مقصدِ حیات کو جاننے کے لیے تیار نہیں ایسے لوگ عملاً یا قولاً آخرت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے جس دن لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور ان کے درمیان فیصلے کیے جائیں گے اس دن کا ایک وقت مقرر ہے جو کسی کے انکار یا اقرار سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتا اس دن کوئی جگری دوست بھی اپنے دوست کی مدد نہیں کر سکے گا سوائے اس کے جس پر اس کا رب مہربانی فرمائے اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی سے انبیاء اور نیک لوگ موحد گناہگاروں کیلئے سفارش کر سکیں گے اور ان کی سفارش قبول کی جائیگی اللہ تعالیٰ العزیز اور الحکیم ہے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا ہے لوگوں کی اکثریت اس مقصد کو جاننے کے لیے تیار نہیں۔
۳۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔
۴۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی خیر خواہی اور مدد نہیں کر سکے گا۔
۵۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب اور بڑا مہربان ہے۔

تفسیر بالقرآن

قیامت ہر صورت برپا ہوگی:

۱۔ قیامت قریب ہے۔(الحج:۱)۲۔ قیامت کے دن کوئی کسی کو فائدہ نہیں دے سکے گا۔(الانفطار:۱۹)
۳۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ آج کس کی بادشاہی ہے؟(المؤمن:۱۶)
۴۔ قیامت کے دن صرف ایک اللہ کی بادشاہی ہوگی۔(الفرقان:۲۶)
۵۔ قیامت کے دن اللہ ہی فیصلے صادر فرمائے گا۔(الحج:۵۶)
۶۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا۔(البقرۃ:۲۵۵)
۷۔ قیامت آنکھ جھپکنے کی طرح آجائے گی۔(النحل:۷۷)
۸۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت برپا ہونے میں کوئی شک نہیں۔(الکہف:۲۱)

اِنَّ	شَجَرَتَ	الزَّقُّوْمِ ﴿٤٣﴾	طَعَامُ	الْاَثِيْمِ ﴿٤٤﴾	كَالْمُهْلِ ۚ	يَغْلِيْ
بلاشبہ	درخت	تھوہر کا	کھانا ہے	گناہگار کا	مانند ہے تیل کی	تلچھٹ کھولے گا
فِي	الْبُطُوْنِ ﴿٤٥﴾	كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾	خُذُوْهُ	فَاعْتِلُوْهُ
میں	پیٹوں	کھولتے ہوئے پانی کی مانند	اسے پکڑو	اور اسے دھکیل کر لے جاؤ
اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٤٧﴾	ثُمَّ	صُبُّوْا	فَوْقَ رَاْسِهٖ	مِنْ	عَذَابِ
جہنم کے عین درمیان کی طرف	پھر	انڈیلو	اس کے سر پر	سے	عذاب
الْحَمِيْمِ ﴿٤٨﴾	ذُقْ ۚ	اِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْكَرِيْمُ ﴿٤٩﴾
گرم پانی کے	(مزہ) چکھ	بے شک تو	تو	بڑا معزز	بڑا مکرم ہے
اِنَّ	هٰذَا	مَا	كُنْتُمْ	بِهٖ	تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾
بلاشبہ	یہ	وہ ہے کہ جو	تم تھے	اس کی بابت	شک کرتے

''زقوم کا درخت ہوگا۔(۴۳) گناہگار کا کھانا تیل کی تلچھٹ جیسا۔(۴۴) وہ پیٹوں میں اس طرح جوش مارے گا۔(۴۵) جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔(۴۶) حکم ہوگا کہ اسے پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پھینک دو۔(۴۷) اور اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی انڈھیل کر سزا دو۔(۴۸) اس کا مزا چکھ تو بڑا عزت دار آدمی ہے۔(۴۹) یہ وہی دن ہے جس کے آنے میں تم شک کرتے تھے۔''(۵۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو لوگ کائنات کو کھیل تماشا سمجھتے ہیں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں انہیں جہنّم میں داخل کیا جائے گا جس میں انہیں یہ سزائیں دی جائیں گی۔

جہنمی جہنّم میں اس لیے جائیں گے کہ انہوں نے اپنے رب کی نافرمانی کی انتہا کی ہوگی ایسے نافرمانوں کو کھانے کے لیے تھوہر کا درخت دیا جائے گا وہ اسے کھانے کی کوشش کریں گے لیکن ان کے حلق میں اٹک جائے گا۔ اسے حلق سے اتارنے کے لیے پانی طلب کریں گے انہیں پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور جہنمیوں کی پیپ دی جائے گی جونہی تھوہر کا درخت ان کے حلق سے نیچے اترے گا تو وہ اس طرح ان کے پیٹوں میں ہول پیدا کرے گا جس طرح پگھلا ہوا تانبا زمین پر انڈیلا جائے تو زمین اُبل پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جہنمیوں کے سروں پر اُبلتا ہوا گرم پانی ڈالا جائے گا، جہنمی چیخ و پکار اور آہ و زاریاں کرے گا تو فرشتے اسے مزید سزا دیتے ہوئے کہیں گے اپنے اعمال کا مزہ چکھ! کیونکہ تو دنیا میں اپنے آپ کو بڑا اور عزت والا سمجھتا تھا، یہ وہی دن ہے جس کے بارے میں تو شک کیا کرتا تھا۔ جہنم کے عذاب کے

بارے میں دوسرے مقام پر بتلایا گیا ہے کہ اس میں صرف ایک ہی قسم کا عذاب نہیں ہوگا بلکہ جہنمیوں کو مختلف قسم کے عذاب دیئے جائیں گے۔ (ص: ۵۷)

قرآن مجید نے یہ بات کئی مرتبہ ارشاد فرمائی ہے کہ شیطان لوگوں کے لیے ان کے گناہوں کو خوبصورت بنا دیتا ہے لوگ اسے فیشن کے طور پر اختیار کرتے ہیں ظاہر بات ہے کہ فیشن انسان اپنی عزت اور خوبصورتی کے لیے کرتا ہے ایسے لوگوں کو گناہ سے روکا جائے تو وہ اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں ان کی یہ سزا ہوگی کہ ملائکہ ان کے سروں پر شدید ترین ابلتا ہوا پانی انڈیلتے ہوئے کہیں گے کہ یہ تیرے کیے کی سزا ہے کیونکہ دنیا میں تو اپنے آپ کو بڑا اور عزت والا سمجھتا تھا۔

مسائل

۱۔ جہنمیوں کو کھانے کے لیے تھوہر کا درخت دیا جائے گا۔ ۲۔ جہنمیوں کے پیٹوں میں تھوہر طوفان برپا کر دے گا۔

۳۔ ملائکہ جہنمیوں کے سروں پر شدید ترین کھولتا ہوا پانی انڈیلتے ہوئے کہیں گے کہ اپنے کیے کی سزا پاؤ کہ تم دنیا میں اپنے آپ کو بڑا اور عزت والا سمجھتے تھے۔

۴۔ جہنمیوں کو اس لیے سزا دی جائے گی کہ وہ قیامت کے بارے میں شک کیا کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

جہنّم میں جہنمیوں کی مختلف سزائیں:

۱۔ اس دن ہم ان کا مال جہنم کی آگ میں گرم کریں گے اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (التوبہ: ۳۵)

۲۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب آگ ہلکی ہونے لگے گی تو ہم اسے مزید بھڑکا دیں گے۔ (بنی اسرائیل: ۹۷)

۳۔ اس میں وہ کھولتا ہوا پانی پئیں گے اور اس طرح پئیں گے جس طرح پیاسا اونٹ پیتا ہے۔ (الواقعہ: ۵۴ تا ۵۵)

۴۔ ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کی ہے جو انہیں گھیرے ہوئے ہوگی اور انہیں پانی کی جگہ پگھلا ہوا تانبا دیا جائے گا جو ان کے چہروں کو جلا دے گا۔ (الکہف: ۲۹)

۵۔ ان کے پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہوگا۔ (الانعام: ۷۰)

۷۔ تھور کا درخت گنہگاروں کا کھانا ہوگا۔ (الدخان: ۴۳، ۴۴) ۸۔ جہنمیوں کو پیپ اور لہو پلایا جائے گا۔ (ابراہیم: ۱۶)

۹۔ ان کے لیے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوگی مگر ضریع ہے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک ختم کرے گا۔ (الغاشیۃ: ۶۔۷)

۱۰۔ جہنمیوں کے جسم بار، بار بدلے جائیں گے تاکہ انہیں پوری، پوری سزا دی جائے۔ (النساء: ۵۶)

اِنَّ	الْمُتَّقِيْنَ	فِيْ	مَقَامٍ	اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾	فِيْ جَنّٰتٍ
بے شک	متقین ہوں گے	میں	جگہ	امن چین کی	میں باغات
وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾	يَّلْبَسُوْنَ	مِنْ سُنْدُسٍ	وَّاِسْتَبْرَقٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾	كَذٰلِكَ
اور چشموں میں	وہ پہنیں گے	سے باریک ریشم	اور موٹا ریشم	آمنے سامنے بیٹھے ہوئے	اسی طرح
وَزَوَّجْنٰهُمْ	بِحُوْرٍ	عِيْنٍ ﴿٥٤﴾	يَدْعُوْنَ	فِيْهَا	بِكُلِّ
اور ہم بیویاں بنادیں گے ان کی	حوروں کو	موٹی آنکھوں والی	وہ طلب کریں گے	اس میں	ہر
فَاكِهَةٍ	اٰمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾	لَا	يَذُوْقُوْنَ	فِيْهَا	الْمَوْتَ اِلَّا
پھل	امن والے	نہیں	وہ چکھیں گے	اس میں	موت سوائے
الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ	وَوَقٰهُمْ	عَذَابَ	الْجَحِيْمِ ﴿٥٦﴾	فَضْلًا	مِّنْ
پہلی موت کے	اور بچایا ان کو	عذاب سے	دوزخ کے	فضل ہے	سے
رَّبِّكَ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ﴿٥٧﴾	
آپ کے رب	یہ	وہ	کامیابی ہے	عظیم	

''اللہ سے ڈرنے والے لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔(۵۱) باغوں اور چشموں میں۔(۵۲) حریر و دیباج کے لباس پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔(۵۳) یہ ہوگی ان کی شان اور ہم موٹی موٹی آنکھوں والی نہایت ہی خوبصورت عورتیں ان کے نکاح میں دیں گے۔(۵۴) وہ ہر اعتبار سے پُرامن ہونگے اور پھل طلب کریں گے۔(۵۵) انہیں کبھی موت نہیں آئے گی بس دنیا میں جو موت آچکی سو آچکی، ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیا جائے گا۔(۵۶) یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا وہ بڑی کامیابی ہے۔''(۵۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جہنمیوں کی سزا کے بیان کے بعد جنتیوں کے انعامات کا تذکرہ۔

فہم القرآن کا مطالعہ کرنے والے حضرات جانتے ہیں کہ یہ بات کئی مقامات پر ذکر ہو چکی ہے کہ قرآن مجید کا اسلوبِ تکلّم ہے کہ وہ اپنے مخاطبین کے سامنے بیک وقت جنتیوں کے انعامات اور جہنمیوں کے عذاب کا ذکر کرتا ہے تاکہ قرآن کی تلاوت کرنے والا شخص موقع پر فیصلہ کر پائے کہ اس نے کس چیز کا انتخاب کرنا ہے۔ اسی اسلوب کے پیشِ نظر جہنمیوں کی سزاؤں کا ذکر کرنے کے متصل بعد جنتیوں کے انعامات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ جنت میں وہی شخص داخل ہوگا جس کا عقیدہ کفر و شرک کی ملاوٹ سے پاک ہوگا اور اس نے سنتِ رسول کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کی ہوگی

جو شخص اپنے رب کی نافرمانی سے بچتا ہے اور اس کی تابعداری کرنے کے ساتھ اس سے ڈر ڈر کر زندگی گزارتا ہے ایسے شخص کو متقی کہا گیا ہے اور قیامت کے دن متقین ہر طرح امن وامان میں ہوں گے، انہیں جنات میں جگہ دی جائے گی جن میں چشمے اور آبشاریں جاری ہوں گی انہیں نہایت ہی نفیس اور ریشم کا لباس پہنایا جائے گا وہ جنت میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر اپنے رب کی حمد وثنا کریں گے اور خوش گپیوں میں مصروف ہوں گے اور انہیں موٹی موٹی آنکھوں والی خوبصورت بیویاں عطا کی جائیں گی جنتی پُرسکون ماحول میں جنت کے پھلوں سے لطف اندوز ہوں گے جو طلب کریں ان کے سامنے پیش کیا جائے گا، انہیں دنیا کی موت کے بعد موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جہنّم کے عذاب سے ہر طرح محفوظ رکھے گا جو سراسر آپ کے رب کا فضل ہوگا اور یہ سب سے بڑی کامیابی ہے، یاد رہے کہ جو عورتیں نیک ہوں گی اور ان کے خاوند جہنمی ہوں گے ان کے نکاح خوبصورت جنتیوں کے ساتھ کیے جائیں گے۔ قرآن مجید عورتوں کی حیا کی خاطر اس کا تذکرہ نہیں کرتا ورنہ حقیقتاً ایسا ہوگا۔

مسائل

۱۔ متقی جنت میں امن وسکون سے رہیں گے۔ ۲۔ جنت کے باغوں میں چشمے جاری ہوں گے۔
۳۔ جنتیوں کو نفیس ترین باریک ریشم کا لباس پہنایا جائے گا۔
۴۔ جنتیوں کو موٹی موٹی آنکھوں والی نہایت خوبصورت بیویاں دی جائیں گی۔
۵۔ جنتی ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر خوش گپیوں میں مصروف ہوں گے۔
۶۔ جنتی جو چاہیں گے ان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ ۷۔ جنت اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوگی۔
۸۔ جنتیوں کو موت نہیں آئے گی۔ ۹۔ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جہنّم کے ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔
۱۰۔ جو جہنّم سے بچ کر جنت میں داخل ہو گیا اسے بہت بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔

تفسیر بالقرآن

جنت کے انعامات کی ایک جھلک:

۱۔ ہم ان کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے اور سب ایک دوسرے کے سامنے تکیوں پر بیٹھے ہوں گے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے۔ (الحجر: ۴۷۔۴۸)
۲۔ جس جنت کا مومنوں کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اس کے نیچے نہریں جاری ہیں اور اس کے پھل اور سائے ہمیشہ کے لیے ہوں گے۔ (الرعد: ۳۵)
۳۔ جنت میں بے خار بیریاں، تہہ بہ تہہ کیلے، لمبا سایہ، چلتا ہوا پانی، اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ (الواقعۃ: ۲۸ تا ۳۲)

فَاِنَّمَا	يَسَّرْنٰهُ	بِلِسَانِكَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾
تو بس	ہم نے اس کو آسان کر دیا	آپ کی زبان میں	تا کہ وہ	نصیحت پکڑیں

ع ۳ ۱۷ ۱۶

فَارْتَقِبْ	اِنَّهُمْ	مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع
اب آپ انتظار کریں	بلاشبہ وہ	انتظار کرنے والے ہیں

''اے نبی ہم نے اس کتاب کو آپ کی زبان پر آسان کر دیا ہے تا کہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔(۵۸)اب آپ انتظار کریں بلاشبہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔''(۵۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: الدّ خان کی ابتداء قرآن مجید کے تعارف سے ہوئی اور اس کا اختتام بھی قرآن مجید کے بیان پر ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزمان ﷺ پر قرآن مجید اس لیے نازل فرمایا تا کہ آپ لوگوں کو اس کے ساتھ نصیحت فرمائیں۔ اس لیے قرآن مجید کو "مَوْعِظَةٌ" اور ذکر کہا ہے۔ ذکر کا معنیٰ ہے ایسی نصیحت جسے بار بار پیش کیا جائے اور اسے یاد رکھا جائے۔ "مَوْعِظَةٌ" ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جو سننے والے کے دل پر اثر کرے۔ ظاہر بات ہے کہ نصیحت وہی مؤثر اور بہتر ہوتی ہے جس کا انداز اور الفاظ آسان تر ہوں۔ اس لیے قرآن مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے اس کو آسان کر دیا ہے کیا کوئی اسے سمجھنے کے لیے تیار ہے؟(القمر:۲۲)

قرآن مجید کے آسان اور پُر تاثیر ہونے کے باوجود اگر اسے لوگ نہیں مانتے تو پھر انہیں فرمائیں کہ تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں تا آنکہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ صادر فرما دے دوسرے الفاظ میں اسکا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے ساتھ الجھنے کی بجائے تم اپنا کام کرو ہمیں اپنا کام کرنے دو اور سب کو رب کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر قرآن کو آسان تر کر دیا۔

۲۔ قرآن مجید کو اس لیے آسان بنایا تا کہ لوگوں کو اس کی نصیحت سمجھنے میں مشکل پیش نہ آئے۔

۳۔ جو لوگ آسان اور پُر تاثیر قرآن کو نہیں مانتے انہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور دین کو آسان بنایا ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے۔(البقرۃ:۱۸۵، النساء:۲۸) ۲۔ دین میں جبر نہیں۔(البقرۃ:۲۵۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنایا۔(مریم:۹۷، القمر:۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰، الدخان:۵۸)

سورۃ الجاثیہ کا تعارف

الجاثیہ کا نام اس سورۃ کی آیت ۲۸ میں آیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن ایک مرحلہ ایسا آئے گا کہ جب ہر امّت رب ذوالجلال کے حضور گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوگی۔ اس سورۃ کی سینتس (۳۷) آیات ہیں یہ چار رکوعات پر مشتمل ہیں یہ مکہ معظمہ میں نازل کی گئی ہے۔

ربطِ سورۃ: الدّ خان کا اختتام اس فرمان پر ہوا کہ قرآن مجید کو نبی علیہ السلام کی زبانِ اطہر پر آسان کر دیا گیا تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ الجاثیہ کی ابتداء میں ارشاد ہوا کہ قرآن ''اللہ'' کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے زمین و آسمانوں میں بے شمار نشانیاں ہیں مگر اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لانے والے ہیں۔

الجاثیہ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں ذکر فرما کر بتلایا ہے کہ جھوٹا اور مغرور انسان جان بوجھ کر حقیقت کو جھٹلاتا ہے، جو لوگ حقیقت کو جھٹلاتے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ مذاق کرتے ہیں انہیں ذلت آمیز عذاب دیا جائے گا۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تا کہ تم بحری جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے اُس کا فضل تلاش کرو۔ اس نے انسانوں کے لیے صرف سمندر اور کشتیوں کو تابع نہیں کیا بلکہ زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو ان کی خدمت میں لگا رکھا ہے تا کہ لوگ اس پر غور و فکر کریں اس کا ارشاد ہے کہ جس نے اچھے اعمال اختیار کیے اُن کا فائدہ صرف اُسی کو ہوگا اور جس نے بُرے اعمال کیے ان کا وبال اس پر ہوگا اور تم سب نے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت بتلائی کہ اللہ تعالیٰ زندگی اور موت کے حوالے سے نیک اور بُرے لوگوں کو برابر نہیں کرے گا وہ ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا اور کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا جس شخص نے اپنے نفس کو الٰہ کا درجہ دے دیا حقیقت میں اُس نے اپنے آپ کو گمراہ کر لیا ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ گمراہی کی مہر ثبت کر دیتا ہے جس وجہ سے یہ ہدایت پانے سے محروم ہو جاتے ہیں الجاثیہ کے آخر میں فرمایا کہ زمین و آسمانوں کی بادشاہی ''اللہ'' کے ہاتھ میں ہے، قیامت کے دن جھوٹے لوگ ذلیل ہوں گے اور نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا جو لوگ اپنے رب کی آیات کا مذاق اُڑاتے ہیں انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا وہاں ان کی کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو زمین و آسمانوں اور پوری کائنات کا رب ہے اور ہر قسم کی کبریائی اُسی کو زیب دیتی ہے کیونکہ وہ ہر کام کرنے پر غالب اور اس کے ہر فرمان اور کام میں حکمت ہوتی ہے۔

سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُكُوْعُهَا – ٤
اٰيَاتُهَا – ٣٧

اللہ کے نام سے جو بے حد رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے

حٰمٓ ①	تَنْزِيْلُ	الْكِتٰبِ	مِنَ	اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ
حٰمٓ	اتارنا	کتاب کا	سے	اللہ	جو نہایت غالب
الْحَكِيْمِ ②	اِنَّ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	لَاٰيٰتٍ
خوب حکمت والا ہے	بلاشبہ	میں	آسمانوں	اور زمین	البتہ نشانیاں ہیں
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③	وَفِيْ	خَلْقِكُمْ	وَمَا	يَبُثُّ	مِنْ
مومنوں کے لیے	اور میں	تمہاری پیدائش	اور جو	وہ پھیلاتا	سے
دَآبَّةٍ	اٰيٰتٌ	لِّقَوْمٍ	يُّوْقِنُوْنَ ④		
جاندار	نشانیاں ہیں	ان لوگوں کے لیے جو	یقین رکھتے ہیں		

''حٰمٓ۔(۱) اس کتاب کو نازل کرنے والا ''اللہ'' ہے جو زبردست اور حکیم ہے۔(۲) حقیقت یہ ہے کہ ایمان لانے والوں کے لیے آسمانوں اور زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں۔(۳) اور تمہاری پیدائش میں اور ان حیوانات میں بھی بڑی نشانیاں ہیں جنہیں اللہ زمین میں پھیلا رہا ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین کرنے والے ہیں۔''(۴)

فہم القرآن

سورۃ الدخان کے آخر میں ارشاد ہوا ہے کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کی زبان پر قرآن مجید کو آسان کر دیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں سورۃ الجاثیہ کی ابتداء میں ارشاد ہوا کہ جس قرآن کو آپ کے لیے آسان بنایا گیا ہے اس کو صرف ''اللہ'' نے نازل فرمایا ہے جو ہر کام کرنے پر غالب اور اس کے ہر حکم میں حکمت پائی جاتی ہے۔

''اللہ'' ہی نے قرآن کو نازل فرمایا ہے وہ ہر اعتبار سے اپنے بندوں پر غالب ہے مگر اس نے اپنی حکمت کے تحت لوگوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ اس کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لائیں یا انکار کریں۔ البتہ اگر لوگ زمین و آسمان کی بناوٹ اور سجاوٹ پر غور کریں تو یقیناً قرآن مجید کی نصیحت پر ایمان لائیں گے۔ قرآن کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ اپنے رب کو پہچانو اور اس کا حکم مانو۔ اس کی ذات کو پہچاننے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنی اور چوپاؤں کی تخلیق پر غور کرے تو اُسے یقین آجائے گا کہ زمین و آسمان، انسان اور چوپاؤں کو پیدا کرنے والا صرف ایک ''رب'' ہے۔ جس نے پوری دنیا میں مختلف قسم کے چوپائے پیدا کیے اور انہیں لوگوں کی ضرورت کے لیے پھیلا دیا ہے۔ قرآن مجید نے زمین و آسمان کی بناوٹ، انسان کی تخلیق

اور چوپاؤں کا کئی دفعہ حوالہ دیا اور ان کے فوائد بھی ذکر کیے ہیں۔ انسان صرف اپنی شکل وصورت اور صلاحیتوں پر غور وفکر کرے تو یہ الفاظ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

{ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ } (المومنون:۱۴)

''بابرکت ہے وہ ذات جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔''

مسائل

۱۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام اور فرمان میں حکمت ہوتی ہے۔

۳۔ انسان کے اپنے وجود اور چوپاؤں میں ''اللہ'' کی قدرت کی نشانیاں ہیں مگر ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب کے فرمان پر یقین رکھتے ہیں۔

۴۔ زمین وآسمان کی تخلیق اور بناوٹ میں اللہ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں مگر ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب پر ایمان لاتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے اپنی مخلوق پر غالب ہے۔

تفسیر بالقرآن

انسان، زمین وآسمان اور چوپاؤں میں قدرت کی نشانیوں کی ایک جھلک:

۱۔ دن اور رات کے مختلف ہونے اور زمین وآسمان کی پیدائش میں نشانیاں ہیں۔ (یونس:۶)

۲۔ آسمانوں وزمین کی پیدائش، دن اور رات کی گردش، سمندر میں کشتیوں کے چلنے، آسمان سے بارش نازل ہونے، بارش سے زمین کو زندہ کرنے، چوپایوں کے پھیلنے، ہواؤں کے چلنے اور بادلوں کے مسخر ہونے میں نشانیاں ہیں۔ (البقرۃ:۱۶۴)

۳۔ آسمان سے رزق اتارنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ (الجاثیۃ:۵)

۴۔ آسمانوں وزمین کی پیدائش اور دن رات کے مختلف ہونے میں نشانیاں ہیں۔ (آل عمران:۱۹۰)

۵۔ کیا تم اپنے آپ پر غور نہیں کرتے۔ (الذٰریات:۲۱)

۶۔ ہم عنقریب تمہیں تمہاری جانوں اور آفاق میں نشانیاں دکھائیں گے۔ (حٰمٓ السجدۃ:۵۳)

۷۔ اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں اور اس نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے ضرور بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ (الرعد:۳)

۸۔ اللہ پانی سے تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور اور انگور اگاتا ہے۔ (النحل:۱۱)

۹۔ اللہ نے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کیے۔ (المومنون:۱۹)

۱۰۔ قیامت کے دن مجرم کے ہاتھ، پاؤں اور زبان اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ (النور:۲۴)

وَاخْتِلَافِ	الَّيْلِ	وَالنَّهَارِ	وَمَآ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	مِنَ
اور ردوبدل میں	رات	اور دن کے	اور جو	نازل کیا	اللہ نے	سے
السَّمَآءِ	مِنْ	رِّزْقٍ	فَاَحْيَا	بِهِ	الْاَرْضَ	بَعْدَ
آسمان	سے	رزق	پھر اس نے زندہ کیا اس کے ذریعے		زمین کو	بعد
مَوْتِهَا	وَتَصْرِيْفِ	الرِّيٰحِ	اٰيٰتٌ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝٥	
اس کی موت کے	اور پھیرنے میں	ہواؤں کے	نشانیاں ہیں	ان لوگوں کے لیے جو	عقل رکھتے ہیں	
تِلْكَ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ ۚ	
یہ	آیتیں ہیں	اللہ کی	ہم ان کو تلاوت کرتے ہیں	آپ پر	حق کے ساتھ	
فَبِاَيِّ	حَدِيْثٍ	بَعْدَ	اللّٰهِ	وَاٰيٰتِهٖ	يُؤْمِنُوْنَ ۝٦	
پھر کس بات پر		بعد	اللہ کے	اور اس کی آیات کے	وہ ایمان لائیں گے	

''رات اور دن کے اختلاف میں اور آسمان سے اللہ کے نازل کردہ رزق میں پھر بارش سے مردہ زمین کو زندہ کرنے میں اور ہواؤں کے چلنے میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔(۵) یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں آخر اللہ کی ذات اور اس کی آیت کے بعد اور کون سی بات ہے جس پر وہ لوگ ایمان لائیں گے؟''(٦)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی مزید نشانیوں کا تذکرہ۔

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنے والا شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کے آنے جانے اور آسمان سے بارش برسانے اور بارش کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرنے اور کئی بار ہواؤں کا تذکرہ کیا ہے یہ تمام کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مظہر ہیں۔ان میں کوئی ایک کام ایسا نہیں جس کا معمولی حصہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کر سکے اور نہ ہی ان کاموں میں اس کا کوئی معاون ہے اور نہ ہوگا لیکن ان کاموں پر وہی شخص غور کرے گا جو اپنی عقل سے کام لے گا۔جس نے ان چیزوں پر غور کرلیا وہ ''اللہ'' پر ضرور ایمان لائے گا۔اس لیے ان آیات میں پہلے ایمان کا ذکر ہوا پھر یقین کرنے کی بات ہوئی اور اب عقل کا حوالہ دیا گیا ہے ایمان تک پہنچنے کے لیے یہی تین مدارج ہیں۔انسان اللہ تعالیٰ کے کاموں پر غور کرے تو اس کی عقل تسلیم کرے گی کہ میرے رب نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ یقین کرنے کے قابل ہے۔جس میں یقین پیدا ہوگا وہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہوجائے گا۔یہاں رزق کا تعلق

آسمان سے بیان کیا گیا ہے جس کے بنیادی طور پر دو اسباب ہیں۔

① رزق کا کنٹرول آسمان میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم سے جس رزق کا وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان میں ہے۔ (الذّٰریات: ۲۲) اس کا دوسرا تعلق زمین کے ساتھ ہے جس کے بارے میں بتلایا ہے کہ زمین میں جو بھی چلنے والا ہے اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (ہود: ۶) رزق کا سب سے بڑا سبب پانی ہے اور پانی کا سب سے بڑا ذریعہ بارش ہے اگر طویل عرصہ تک بارش نہ ہو تو زمین کا پانی اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ اسے حاصل کرنا ممکن نہیں بارش کے ذریعے ہی زمین نباتات اُگانے کے قابل ہوتی ہے اور بارش کا نظام ہوا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ہوا بھی کئی قسم کی ہوتی ہے۔ دنیا کے کچھ حصوں میں ہوا گرم مرطوب ہوتی ہے اور کچھ حصوں میں ہوا میں رطوبت کی بجائے حدّت زیادہ ہوتی ہے، کچھ ہوائیں بادلوں کو دھکیل کر دور سے دور لے جاتی ہیں اور کچھ ہوائیں بادل برسانے والی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کے لیے بھی ایک مدار قائم فرمایا ہے اس مدار سے اوپر ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے پھر فضا میں ہر مقام پر ہوا کا دباؤ ایک جیسا نہیں رہتا فضا کے اندر ہوا کے درمیان خلا پائے جاتے ہیں۔ جنہیں ایئر لائن کی زبان میں (AIR POCKET) کہا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فضا میں صرف پانچ منٹ کے لیے ہوا ختم کر دے تو زمین پر ہی نہیں بلکہ زمین کے اندر اور پانی میں رہنے والی مخلوق بھی ختم ہو جائے یہاں تک کہ فضا میں اُڑنے والے پرندے اور جہاز بھی زمین پر گر پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو شیشے کی طرح صاف بنایا ہے۔ اگر ہوا کو رنگ آلود کر دیا جائے تو سورج کی روشنی کے باوجود کوئی چیز نظر نہ آئے جس سے ہر قسم کی آمد و رفت جامد ہو کر رہ جائے، غور فرمائیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مقررہ حد سے زیادہ ہوا چلا دے تو ہر چیز اُڑنا شروع ہو جائے گی۔ فوائد کے اعتبار سے ہوا انسان کے کھانے پینے سے بھی زیادہ اہم نعمت ہے۔ اللہ کی نعمتوں کی وہی لوگ قدر کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عقلِ سلیم عطا فرمائی ہے عقلِ سلیم ہی انسان کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرتی ہے۔ اس لیے فرمایا ہے کہ ان دلائل کے بعد پھر کون سے دلائل ہوں گے جن پر کافر لوگ ایمان لائیں گے۔

مسائل

۱۔ رات اور دن کے آنے جانے، آسمان سے رزق کے نازل ہونے، بارش کے ساتھ زمین کے زندہ ہونے اور ہوائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے مگر اس کے باوجود لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے توحید و رسالت اور قیامت کے بارے میں کھول کھول کر حقائق بیان کیے ہیں مگر مشرک اور کافر ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔



وَيْلٌ	لِّكُلِّ	اَفَّاكٍ	اَثِيْمٍ ۙ⑦	يَّسْمَعُ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ
ہلاکت ہے	واسطے ہر	سخت جھوٹے	گناہگار کے	وہ سنتا ہے	آیات	اللہ کی
تُتْلٰى	عَلَيْهِ	ثُمَّ	يُصِرُّ	مُسْتَكْبِرًا	كَاَنْ	لَّمْ
تلاوت کی جاتی ہیں	اس پر	پھر	وہ اڑتا ہے	تکبر کرتا ہوا	گویا کہ	نہیں
يَسْمَعْهَا ۚ	فَبَشِّرْهُ	بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑧	وَاِذَا	عَلِمَ	مِنْ	
اس نے سنا انہیں	آپ اسے خوشخبری دے دیجئے	دردناک عذاب کی	اور جب	اس نے جانا	سے	
اٰيٰتِنَا	شَيْـًٔا	اتَّخَذَهَا	هُزُوًا ؕ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ ⑨
ہماری آیتوں	کچھ	تو اس نے بنالیا اس کو	مذاق	یہی لوگ	ان کے لیے	عذاب ہے	رسوا کن

''تباہی ہے ہر اس جھوٹے بدعمل شخص کے لیے۔(۷) جس کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور وہ ان کو سنتا ہے پھر غرور کی بنا پر اپنے کفر پر اس طرح اڑا رہتا ہے کہ گویا اس نے آیات کو سنا ہی نہیں ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنائیں۔(۸) ہماری آیات میں سے کوئی بات اس کے علم میں آتی ہے تو وہ انہیں مذاق کرتا ہے۔ان لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے(۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیاں دیکھنے اور اس کی نعمتوں سے مستفید ہونے کے باوجود جھوٹا اور متکبر آدمی اپنے رب کو اس کے حکم کے مطابق ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا ایسے شخص کو عذاب کی خوشخبری دینا چاہیے۔

جو آدمی توحید و رسالت کو جھٹلانے اور تکبر کا راستہ اختیار کر لیتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب بھی اسے اللہ کی توحید کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ انہیں سننے کے باوجود ایسا رویہ اختیار کرتا ہے گویا کہ اس نے اپنے رب کی آیات کو سنا ہی نہیں اگر کسی وقت توجہ سے سن لیتا ہے تو ایمان لانے کی بجائے انہیں مذاق کرتا ہے، اس کے بارے میں ارشاد ہوا کہ اس کو اذیت ناک عذاب کی خوشخبری سنائیں، اذیّت ناک ہونے کے ساتھ اس میں ذلت بھی پائی جاتی ہے۔قرآن مجید ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو ہدایت قبول کرنے کے لیے سنتے ہیں جو شخص قرآن مجید کو ہدایت کے لیے نہیں بلکہ اس کا مقابلہ کرنے یا اس کا جواب دینے کے لیے سنتا ہے اسے سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔تکبر کے بارے میں پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کا معنٰی ہے لوگوں سے منہ پھیرنا اور حق بات کا انکار کرنا۔ظاہر بات ہے کہ جس میں یہ عیب پائے جائیں گے اس کا صراطِ مستقیم کی طرف آنا ناممکن ہوگا۔جہاں تک اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق کرنے کا تعلق ہے اس کی کئی صورتیں ہیں جو لوگ کسی حد تک خوفِ خدا رکھتے ہیں وہ براہِ راست آیاتِ ربانی کو مذاق کرنے کی بجائے علماءِ حق کو مذاق کا نشانہ بناتے ہیں جن لوگوں کے دلوں سے اللہ کا خوف اٹھ جاتا ہے وہ اللہ کی آیات

مِنْ وَّرَآئِهِمْ	جَهَنَّمُ ۚ	وَلَا	يُغْنِيْ	عَنْهُمْ	مَّا
ان کے پیچھے سے	جہنم ہے	اور نہیں	کام آئے گی	ان کو	جو
كَسَبُوْا	شَيْـًٔا	وَّلَا	مَا	اتَّخَذُوْا	مِنْ	دُوْنِ
انہوں نے کمایا	کچھ بھی	اور نہ	جو	انہوں نے بنایا	سے	سوا
اللّٰهِ	اَوْلِيَآءَ ۚ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ ﴿۱۰﴾	هٰذَا	هُدًى ۚ
اللہ کے	کارساز	اوران کے لیے	عذاب ہے	بہت بڑا	یہ	ہدایت ہے
وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	لَهُمْ	عَذَابٌ
اور وہ لوگ جنہوں نے	کفر کیا	آیات کے ساتھ	اپنے رب کی	ان کے لیے	عذاب ہے
مِّنْ	رِّجْزٍ	اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ ع			
سے	رسوائی	دردناک			

ع ۱۱ ۱۷

اُن کے پیچھے جہنم ہے جو کچھ انہوں نے دنیا میں کمایا ہے اس میں سے کوئی چیز اُن کے کسی کام نہیں آئے گی، نہ ان کے سرپرست ان کے لیے کچھ کر سکیں گے جنہیں اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے اپنا ولی بنا رکھا ہے ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔(۱۰) یہ قرآن سراسر ہدایت ہے جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا ان کے لیے رسوا کن اور اذیت ناک عذاب ہوگا۔''(۱۱)

بالخصوص اسلامی قوانین کو نا قابلِ عمل قرار دیتے ہیں کچھ اتنے بے خوف ہوتے ہیں کہ وہ حدود اللہ کو وحشیانہ سزائیں قرار دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ مذاق اور انکار کرنے کی مختلف صورتیں ہیں جن کے انداز اور الفاظ حالات کے مطابق بدلے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی دنیا میں کوئی نہ کوئی حمایت کرنے والا ہوتا ہے لیکن آخرت میں ان کی کوئی بھی مدد نہیں کر پائے گا جنہوں نے اپنے رب کی ہدایت کا انکار کیا ان کو ذلت ناک عذاب دیا جائے گا۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا» (رواه البخاری: باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی بہت بڑا جھوٹ ہے۔ کسی کی عیب جوئی، جاسوسی اور حسد نہ کرو، نہ پیٹھ پیچھے باتیں کرو، نہ ہی دشمنی کرو اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔''

«عَنْ أُمِّ مَعْبَدٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ، وَعَمَلِيْ

مِنَ الرِّيَاءِ وَلِسَانِي مِنَ الْكَذِبِ وَعَيْنِي مِنَ الْخِيَانَةِ فَإِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ» (رواه البيهقي في الدعوات الكبير [ضعيف])

''حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کرتے ہوئے سنا آپ دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریاء کاری سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھوں کو خیانت سے محفوظ فرما یقیناً تو خیانت کرنے والی آنکھ اور دلوں کے خیالات کو جانتا ہے۔''

«عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكِذْبَ» (رواه أحمد: مسند ابي امامة [ضعيف])

''حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن میں ہر قسم کی کمزوری پائی جاسکتی ہے مگر خیانت اور جھوٹ نہیں پائے جاسکتے۔''

مسائل

۱۔ جھوٹے اور گناہ گار کے لیے جہنّم ہوگی۔ ۲۔ قیامت کے دن مجرموں کی کوئی خیر خواہی نہیں کر سکے گا۔
۳۔ جو شخص اللہ کی آیات کو سنی اَن سنی کرتا ہے اسے اذیت ناک عذاب ہوگا۔
۴۔ جو شخص اللہ کی آیات کو استہزاء کا نشانہ بناتا ہے اسے ذلیل کر دینے والا عذاب دیا جائے گا۔
۵۔ قرآن مجید ہدایت بن کر آیا ہے لیکن جو لوگ اس کے فرامین کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

تفسیر بالقرآن

قیامت کے دن مجرموں کی کوئی بھی مدد نہیں کر سکے گا:

۱۔ اللہ کے مقابلہ میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (ہود: ۲۰)
۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔ (العنکبوت: ۲۲)
۳۔ تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ (البقرۃ: ۱۰۷)
۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو تمہاری مدد کر سکے۔ (البقرۃ: ۱۲۰)
۵۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی اور بچانے والا نہیں ہے۔ (الرعد: ۳۷)
۶۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ (الشوریٰ: ۳۱)

اَللّٰهُ	الَّذِیْ	سَخَّرَ	لَكُمُ	الْبَحْرَ	لِتَجْرِیَ	الْفُلْكُ
اللہ	جس نے	مسخر کیا	تمہارے لیے	سمندر	تاکہ چلیں	کشتیاں

فِیْهِ	بِاَمْرِهٖ	وَلِتَبْتَغُوْا	مِنْ فَضْلِهٖ	وَلَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢﴾
اس میں	اس کے حکم سے	اور تاکہ تم تلاش کرو	اس کے فضل سے	اور تاکہ تم	شکر کرو

وَسَخَّرَ	لَكُمْ	مَّا	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِی الْاَرْضِ
اور اس نے مسخر کر دیا	تمہارے لیے	جو کچھ ہے	میں	آسمانوں	اور جو کچھ ہے	میں زمین

جَمِیْعًا	مِّنْهُ ؕ	اِنَّ	فِیْ ذٰلِكَ	لَاٰیٰتٍ	لِّقَوْمٍ	یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿١٣﴾
سب	اپنی طرف سے	بلاشبہ	اس میں	البتہ نشانیاں ہیں	ان لوگوں کے لیے	جو غور و فکر کرتے ہیں

''اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر ادا کرو۔ (۱۲) اس نے زمین و آسمانوں اور تمام چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے اور سب کچھ اسی کی طرف سے ہے اس میں اُن لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (۱۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: مجرموں کو عذاب کی خوشخبری سنانے کے بعد ایک دفعہ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مرتبہ لیل و نہار کی گردش چاند اور سورج کا آنا جانا بارش کا برسنا اور کشتیوں کا سمندر میں چلنے کو اپنی قدرت کی نشانیاں بتلایا ہے لیکن جہاں بھی ان چیزوں کا ذکر کیا ہے انداز اور استدلال جدا جدا ہے۔ غور فرمائیں! اس مقام پر کشتیوں کا سمندر میں چلنے کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کے ساتھ منسوب کیا اور فرمایا ہے کہ یہ کشتیاں میرے حکم کے ساتھ سمندر میں چلتی ہیں تاکہ تم سمندر سے اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کا شکریہ ادا کرتے رہو! دنیا میں کشتیوں اور بحری جہازوں کے کاروبار کے ساتھ لاکھوں نہیں کروڑوں انسان وابستہ ہیں جو کشتیوں کے ذریعے محنت مزدوری کرتے ہیں اور سمندر سے مچھلیاں اور ہیرے جواہرات نکال کر اربوں، کھربوں روپے کما رہے ہیں مگر ان کی اکثریت کفار کی ہے جو مسلمان اس کاروبار کے ساتھ وابستہ ہیں ان کی غالب اکثریت بے دین طبقہ پر مشتمل ہے حالانکہ سمندر میں کاروبار کرنے والے جانتے ہیں کہ جب سمندر میں طوفان آتا ہے تو جدید ٹیکنالوجی کے باوجود غوطہ زنی اور ماہی گیری کا سارے کا سارا نظام معطل ہو جاتا ہے۔ اس وقت پرلے درجے کا کافر اور مشرک بھی صرف اور صرف ایک رب کو پکارتا ہے لیکن جونہی ان لوگوں کو سمندری طوفان سے نجات ملتی ہے تو پھر شرک و کفر کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف سمندروں اور کشتیوں کو انسان کے تابع کیا ہے بلکہ اس نے جو کچھ

بھی زمین وآسمانوں میں پیدا کیا ہے سب کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا کوئی اور چیز ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مقرب ترین فرشتے کو بھی انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا شکر گزار ہو جائے کیونکہ شکر گزار ہی اس کے تابعدار ہوتے ہیں تابعدار اور شکر گزار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے رب کی عطا کردہ نعمتوں پر غور کرے۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر اور دریاؤں کو انسان کے تابع کر دیا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کشتیوں کو انسان کے اس لیے تابع کیا ہے تا کہ انسان سمندر سے اپنے رب کا فضل تلاش کرے اور اس کا شکر ادا کرے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ہر چیز انسان کی خدمت میں لگا رکھی ہے۔

۴۔ قدرت کی نشانیوں میں اللہ تعالیٰ کی پہچان پائی جاتی ہے لیکن اس قوم کے لیے جو غور وفکر کرتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

شکر گزاری کا حکم اور اس کے فوائد:

۱۔ لوگو! اللہ کو یاد کرو اللہ تمھیں یاد کرے گا اور اس کا شکر ادا کرو کفر نہ کرو۔ (البقرۃ: ۱۵۲)

۲۔ اللہ نے تمھیں دل، آنکھیں اور کان دیے تا کہ تم شکر ادا کرو۔ (السجدۃ: ۹)

۳۔ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جایئے۔ (الزمر: ٦٦)

۴۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔ (آل عمران: ۱۴۴۔۱۴۵)

۵۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سماعت، بصارت اور دل بنایا تا کہ تم شکر کرو۔ (النحل: ۷۸)

٦۔ اللہ کی پاکیزہ نعمتیں کھا کر اس کا شکر کرو۔ (البقرۃ: ۱۷۲) ۷۔ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرو۔ (العنکبوت: ۱۷)

۸۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والے کو زیادہ عطا کرتا ہے۔ (ابراہیم: ۷) ۹۔ شکر کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ (الزمر: ۷)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو بہتر جزا دیتا ہے۔ (القمر: ۳۵) ۱۱۔ اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کا قدردان ہے۔ (النساء: ۱۴۷)

۱۲۔ جو شخص شکر کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو ناشکری کرتا ہے میرا رب اس سے بے پروا ہے۔ (النمل: ۴۰)

قُلْ	لِّلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	يَغْفِرُوْا	لِلَّذِيْنَ	لَا يَرْجُوْنَ	اَيَّامَ
فرما دیجئے	ان لوگوں کے لیے	جو ایمان لائے	کہ وہ درگزر کریں	ان لوگوں سے جو	نہیں امید رکھتے	ایام کی
اللّٰهِ	لِيَجْزِيَ	قَوْمًا	بِمَا	كَانُوْا	يَكْسِبُوْنَ ⑭	مَنْ
اللہ کے	تا کہ وہ بدلہ دے	لوگوں کو	ساتھ اس کے جو	تھے	وہ کماتے	جو
عَمِلَ	صَالِحًا	فَلِنَفْسِهٖ ۚ	وَمَنْ	اَسَآءَ	فَعَلَيْهَا ۫	ثُمَّ
عمل کرے گا	نیک	تو اسی کے لیے ہے	اور جس نے	برا کیا	تو اسی پر ہے	پھر
اِلٰى	رَبِّكُمْ	تُرْجَعُوْنَ ⑮				
طرف	اپنے رب کے	تم لوٹائے جاؤ گے				

''اے نبی ایمان لانے والوں سے فرمادیں کہ جو لوگ اللہ کی طرف سے برے دن آنے کا خوف نہیں رکھتے ان کی حرکتوں پر درگزر کریں تا کہ اللہ انہیں ان کی کمائی کا بدلہ دے۔(۱۴) جو کوئی نیک عمل کرے گا وہ اپنے ہی لیے کرے گا، اور جو برائی کرے گا وہ خود ہی اس کی سزا بھگتے گا، پھر سب کو اپنے رب کی طرف جانا ہے۔''(۱۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو شخص اپنے رب کی قدرتوں پر غور وفکر اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے وہ ہر صورت اپنے رب پر ایمان لاتا ہے یہاں ایمان لانے والوں کو خصوصی ہدایت کی گئی ہے۔

ایمان کی ابتدا ''لا الٰہ الا اللہ'' سے ہوتی ہے جس کا معنیٰ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی ضرورتیں پوری کرنے اور بگڑی بنانے والا ہے اس بات کا اقرار کرنے سے پہلے ہر معبود کی نفی کرنا فرض ہے۔ جو شخص اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی نفی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کا کلمہ قبول نہیں کرتا اسی لیے کلمہ طیبہ میں پہلے معبودانِ باطلہ کی نفی ہے ظاہر بات ہے کہ جب ایماندار اللہ کے سوا دوسروں کی نفی کرتا ہے تو کافر اور مشرک کو یہ بات برداشت نہیں ہوتی وہ موحّد کے خلاف ہر اقدام کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور مومن بندوں کو درگزر کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے نبی! ایمان والوں سے فرمائیں کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو بُرے اعمال کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ایام سے نہیں ڈرتے۔ انہیں یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ جو ایمان لانے کے بعد صالح عمل کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جس نے ایمان لانے سے انکار کیا اور برے اعمال کرتا رہا اس کا وبال اسی پر ہوگا بالآخر تم سب نے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ پہلی آیت میں ان لوگوں سے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو اللہ کے ایام کا خوف نہیں رکھتے ایام کے بارے میں اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ یہاں ایام سے مراد

ایسے دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کسی قوم کی پکڑ کرتا ہے۔اس کی پکڑ سے جولوگ بے پرواہ ہوتے ہیں وہ بات بات پر جنگ و جدال پر اتر آتے ہیں ایسے لوگوں سے الجھنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اس سے تبلیغ کے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اس لیے نبی ﷺ کو حکم ہوا اور دوسرے مقام پر ایمانداروں کی یہ صفت بیان کی ہے۔

{ وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۰۰﴾ } (الاعراف:۲۰۰)

''اور اگر کبھی آپ کو شیطان اُبھارے تو اللہ کی پناہ طلب کریں بے شک وہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔''

{ وَ مَا یُلَقّٰىہَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىہَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ ﴿۳۵﴾ } (حٰمٓ السجدۃ:۳۵)

''یہ خوبی حاصل نہیں ہوتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر اُن لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔''

''اہلِ کتاب کے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ حق واضح ہو جانے اور تمہارے ایمان لانے کے بعد وہ تمہیں اپنے حسد و بغض کی بناء پر ایمان سے ہٹا کر کافر بنا دیں بس تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ فرما دے یقیناً اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔'' (البقرۃ:۱۰۹)

{ وَ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ ہَوۡنًا وَّ اِذَا خَاطَبَہُمُ الۡجٰہِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ } (الفرقان:۶۳)

''رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اگر ان سے جاہل جھگڑا کریں تو وہ ان کو سلام کہہ کر چل دیتے ہیں۔''

مسائل

۱۔ جولوگ اپنے رب کی پکڑ سے بے خوف ہوتے ہیں۔ان سے جھگڑنے کی بجائے درگزر کرنا چاہیے۔

۲۔ جو ایماندار صالح عمل کرے گا وہ اس کی جزا پائے گا اور جو برے عمل کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا ہر کسی نے اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تفسیر بالقرآن

حق کا انکار کرنے والوں کے ساتھ مومنوں کا رویہ کیا ہونا چاہیے:

۱۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں آپ لوگوں سے اور جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان سے کنارہ کش ہوتا ہوں۔(مریم:۴۸)

۲۔ اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔(المائدۃ:۵۱)

۳۔ اے ایمان والو! اگر تمہارے آباء اسلام پر کفر کو ترجیح دیں تو اپنے آباء اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ۔(التوبۃ:۲۳)

۴۔ اے ایمان والو! کفار کو مومنوں کے مقابلہ میں دوست نہ بناؤ۔(النساء:۱۴۴)

۵۔ اے ایمان والو! جن لوگوں نے تمہارے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے انہیں دوست نہ بناؤ۔(المائدۃ:۵۷)

۶۔ ابراہیم علیہ السلام نے معبودانِ باطل کا انکار کیا اور ان سے براءت کا اظہار فرمایا۔(الممتحنۃ:۴)

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ

اور البتہ تحقیق ہم نے دی بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت

وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ

اور ہم نے رزق دیا ان کو پاکیزہ سے اور ہم نے فضیلت دی ان کو تمام جہان والوں پر اور ہم نے دیں ان کو

بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

واضح دلیلیں دین سے پھر نہیں انہوں نے اختلاف کیا مگر اس کے بعد سے

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

کہ آ گیا ان کے پاس علم زیادتی کرتے ہوئے آپس کی بلاشبہ آپ کا رب

يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾

فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں میں جو وہ تھے ان میں اختلاف کرتے

''اس سے پہلے بنی اسرائیل کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی اور ہم نے انہیں طیب رزق سے نوازا اور دنیا بھر کے لوگوں پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔(۱۶) اور دین کے بارے میں انہیں واضح ہدایات دیں پھر جو اختلاف اُن کے درمیان رونما ہوا وہ (ناواقفیت کی وجہ سے نہیں بلکہ) علم آجانے کے بعد ہوا اور اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرتے تھے اللہ قیامت کے دن اُن معاملات کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے فیصلہ فرما دے گا۔''(۱۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جن لوگوں نے ایامِ اللہ کی پرواہ نہ کی ان میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں۔

قرآن مجید میں جن اقوام کے حالات اور واقعات سب سے زیادہ بیان کئے گئے ہیں ان میں سرفہرست بنی اسرائیل ہیں۔ بنی اسرائیل پر فرعون نے مظالم کی انتہا کر رکھی تھی۔ فرعون ان کے مردوں کو قتل کرتا اور ان کی بہو بیٹیوں کو باقی رہنے دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو فرعون کے عذاب اور اس کی غلامی سے نکالنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کو رسول منتخب کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عظیم اور طویل جدوجہد کی جس کے نتیجہ میں فرعون اور اس کے ساتھی غرق ہوئے اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی صدیوں تک بنی اسرائیل کو کتاب، حکومت، نبوت اور رزقِ حلال کی فراوانی سے سرفراز فرمایا اور بنی اسرائیل کو طویل عرصہ تک پوری دنیا میں عزت وعظمت کے ساتھ ہمکنار کیا۔ انہیں راہِ راست پر لانے اور اس پر قائم رکھنے کے لیے بڑے بڑے معجزات دکھلائے اور ٹھوس دلائل کے ساتھ ان کی راہنمائی فرمائی۔ مگر یہ قوم بغاوت اور سرکشی ہی اختیار

کرتی رہی۔جس کا بنیادی سبب ان کا مفاد اور آپس میں حسد وعناد تھا۔آپ کا رب قیامت کے دن یقیناً ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔کسی قوم کی راہنمائی اور سربلندی کے لیے چار چیزیں ناگزیر ہوتی ہیں۔اگر قوم اخلاصِ نیت اور پوری ہمت کے ساتھ ان باتوں کا خیال رکھے تو وہ صدیوں تک لوگوں پر اپنی عظمت اور سطوت کا سکہ جما سکتی ہے۔ ①۔قوم کی راہنمائی کے لیے آسمانی کتاب کا اصلی حالت میں موجود ہونا۔②اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کی صورت میں قیادت کا پایا جانا۔③اقتدار اور اختیار کا حاصل ہونا۔④رزقِ حلال اور جائز وسائل کی فراوانی ہونا۔

جس قوم کے پاس یہ چار چیزیں موجود ہوں وہ دنیا میں ضرور عزت کی مالک ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو صدیوں تک یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔مگر انہوں نے ہر دور میں اپنے انبیاء کا مذاق اڑایا اور حق بات کے ساتھ اختلاف کیا اور حسد وبغض کا شکار ہوئے۔جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمیشہ کے لیے مغضوب قرار دیا اور حضرت داود علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت برسائی۔

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو الکتاب،حکومت،نبوت اور وافر مقدار میں رزقِ حلال عطا فرمایا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ہزاروں سال لوگوں پر عزت وعظمت عطا فرمائی۔

۳۔ بڑے بڑے معجزات دیکھنے اور واضح دلائل پانے کے باوجود بنی اسرائیل حسد وبغض کا شکار ہوئے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ فرمائے گا۔

تفسیر بالقرآن

انبیاء اور حق کے ساتھ اختلاف کرنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کا انجام:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے گستاخ ہوئے۔(آلِ عمران:۱۸۱)۲۔انبیاء کے قاتل اور گستاخ ٹھہرے۔(آلِ عمران:۲۱)

۳۔ بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی آیات کے انکاری ہیں۔(البقرۃ:۶۱)۴۔شرک کی وجہ سے ذلیل ورسوا ہوئے۔(المائدۃ:۱۸)

۵۔ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کی وجہ سے رُسوا ہوئے۔(البقرۃ:۸۳ تا ۸۵)

۶۔ کتاب اللہ میں تحریف کرنے کی وجہ سے خوار ہوئے۔(النساء:۴۶)

۷۔ بنی اسرائیل پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی طرف سے پھٹکار کی گئی۔(المائدہ:۷۸)

۸۔ بنی اسرائیل میں بالخصوص یہودیوں پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔(الفاتحہ:۷)

۹۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر پھٹکار نازل کی۔(التوبہ:۳۰)

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ

پھر ہم نے کر دیا آپ کو ایک طریقہ پر دین سے بس آپ پیروی کریں اس کی اور نہ پیروی کریں

اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ

ان لوگوں کی خواہشات کی جو نہیں وہ علم رکھتے بلاشبہ وہ ہرگز نہیں کام آئیں گے آپ کے

مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ

اللہ سے کچھ بھی اور بے شک ظالم لوگ ان کے بعض دوست ہیں

بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

بعض کے اور اللہ دوست ہے متقین کا یہ بصیرت ہے لوگوں کے لیے

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٢٠﴾

اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں

''اے نبی پھر ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا آپ اسی پر چلیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کریں جو علم نہیں رکھتے۔ (۱۸) اللہ کے مقابلے میں وہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتے۔ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی ہیں اور متقیوں کا ساتھی ''اللہ'' ہے۔ (۱۹) یہ بصیرت کی باتیں سب لوگوں کے لیے ہیں اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے لیے ہے جو یقین رکھتے ہیں۔'' (۲۰)

فہم القرآن

ربطِ کلام: بنی اسرائیل حق کی ناقدری کرنے اور آپس کے اختلافات کی وجہ سے دنیا کی قیادت سے محروم ہوئے۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو قیادت کے منصب پر فائز فرمایا ہے۔

بنی اسرائیل میں سب سے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث کئے گئے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے انجیل اور بڑے، بڑے معجزات عطا فرمائے مگر بنی اسرائیل کی غالب اکثریت نے نا صرف عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اختلاف کیا بلکہ انہوں نے اپنے طور پر عیسیٰ علیہ السلام کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح و سالم آسمانوں پر اٹھا لیا جو قیامت کے قریب دنیا میں نزول فرمائیں گے اور حضرت امام مہدی رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ جہاد کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد تقریباً پانچ سو سال تک کسی شخصیت کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا گیا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی کے طور پر مبعوث فرمایا اور آپ کو خاتم النبیین کے لقب سے سرفراز کیا۔ اس لیے آپ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ بنی اسرائیل کے بعد ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک واضح دین کی راہنمائی فرمائی ہے۔ لہٰذا آپ کو صرف

اسی کی اتباع کرنا چاہیے اوران لوگوں کے پیچھے نہیں لگنا جو جہالت کی وجہ سے اپنی خواہشات کے بندے بن چکے ہیں۔ اگر آپ ان لوگوں کے پیچھے چلیں گے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ یقین فرمائیں! کہ ظالم لوگ ایمانداروں کے خیر خواہ نہیں ہوتے۔ جو دوسروں کی خواہشات کے پیچھے لگنے کی بجائے اپنے رب کا حکم مانتے اوراس کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی اور خیر خواہی کرتا ہے۔ "اَلۡاَمۡرِ" سے مراد اللہ کا دین ہے اور "شریعت" سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہنمائی اوراس کا بتایا ہوا راستہ ہے جس کی ہر حال میں اتباع کرنا چاہیے اسی بات کو قرآن مجید نے یوں بھی بیان فرمایا ہے۔

"اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔ (البقرۃ: ۱۴۳)

ظالم سے مراد کافر، مشرک اور وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دین کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ لوگ امت کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ ان کی خیر خواہی اور ہمدردی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے۔ جس وجہ سے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ظالم لوگ ظالموں کے دوست اور بہی خواہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا ولی نہیں ہوتا۔ وہ تو متقین کا ولی ہے۔ جن کا اللہ ولی ہو جائے انہیں کسی ظالم کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لیے ہدایت کی باتیں ہیں جو یقین کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔ ولی کا معنیٰ دوست، خیر خواہ اور ذمہ دار ہے۔

مسائل

۱۔ پہلی امتیں شریعت کا علم رکھنے کے باوجود اختلافات کا شکار ہوئیں۔
۲۔ پہلی امتوں نے باہمی حسد و بغض کی بنا پر آپس میں اختلاف کیا۔
۳۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کے اختلاف کا فیصلہ کرے گا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو واضح دین عطا فرمایا ہے۔
۵۔ لوگوں کی خواہشات کی پرواہ کئے بغیر مسلمان کو دین کی اتباع کرنی چاہیے۔
۶۔ کسی کو کوئی طاقت دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچا نہیں سکتی۔
۷۔ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھی اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔
۸۔ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کا خیر خواہ اور ساتھی ہوتا ہے۔ ۹۔ قرآن مجید ہدایت کا سرچشمہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ ہے۔
۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بصیرت کی باتیں بتلائی ہیں مگر ان سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو ان پر یقین کرتے ہیں۔

تفسیر بالقرآن

لوگوں کے پیچھے لگنے کی بجائے انسان کو قرآن وسنت کی اتباع کرنا چاہیے:

۱۔ کتاب اللہ کے مقابلے میں لوگوں کی خواہشات پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ (المائدۃ: ۴۸)
۲۔ خواہشات کی اتباع کرنے کی بجائے کتاب اللہ کے مطابق فیصلے ہونے چاہئیں۔ (المائدۃ: ۴۹)
۳۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا تباہ ہو جاتا ہے۔ (طٰہٰ: ۱۶)

اَمْ	حَسِبَ	الَّذِيْنَ	اجْتَرَحُوا	السَّيِّاٰتِ	اَنْ نَّجْعَلَهُمْ
کیا	گمان کرلیا ہے	ان لوگوں نے جنہوں نے	کیں	برائیاں	یہ کہ ہم کردیں گے ان کو
كَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	سَوَآءً	مَّحْيَاهُمْ
مانند ان لوگوں کی جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	برابر ہے	ان کا جینا
وَمَمَاتُهُمْ	سَآءَ	مَا	يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾	وَخَلَقَ	اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ
اور ان کا مرنا	برا ہے	جو	وہ فیصلہ کرتے ہیں	اور پیدا کیے	اللہ نے آسمان
وَالْاَرْضَ	بِالْحَقِّ	وَلِتُجْزٰى	كُلُّ نَفْسٍ	بِمَا	كَسَبَتْ
اور زمین	حق کے ساتھ	اور تاکہ بدلہ دیا جائے	ہر جان کو	اس کے ساتھ جو	اس نے کمایا
وَهُمْ	لَا	يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾			
اور وہ	نہیں	ظلم کیے جائیں گے			

''کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم انہیں اور ایمان دار نیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کردیں گے ان کا جینا اور مرنا یکساں ہے۔ بُرا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔(۲۱) اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے تاکہ ہر نفس کو جو کچھ اس نے کیا ہے اسے اس کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''(۲۲)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لیے شریعت نازل فرمائی ہے لیکن اس کے باوجود لوگ اپنی ضد اور جہالت پر قائم رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ حقیقت کھول کر بیان فرمائی ہے کہ نیک اور بُرے لوگ کسی اعتبار سے برابر نہیں ہوسکتے۔ مگر اس کے باوجود ظالم لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر قسم کی فراوانی اس لیے دے رکھی ہے کہ وہ ہمیں پسند کرتا ہے اور ہمارے مقابلے میں نیک لوگوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایسے لوگوں میں یہ غلط فہمی بھی پائی جاتی ہے کہ ہم آخرت میں بھی ایمانداروں سے بہتر ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو انتباہ کے انداز میں سمجھایا گیا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایماندار اور صالح کردار لوگوں کی زندگی اور موت کو مجرم لوگوں کی زندگی اور موت جیسی کردے۔ مجرم جو کچھ سوچتے اور کہتے ہیں وہ ہر اعتبار سے ان کے لیے برا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کے حوالے سے بتلایا

ہے کہ مومن اور ظالم برابر نہیں ہو سکتے۔ جہاں تک دنیا کی زندگی کا معاملہ ہے بظاہر دنیا دار لوگ مومنوں سے برتر ہوتے ہیں۔لیکن گہرائی سے دیکھا اور سوچا جائے تو دنیا میں بھی ایک مومن اور ظالم کی زندگی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ بے شک مومن غریب ہو مگر اس کا دل مطمئن ہوتا ہے۔جس وجہ سے وسائل کی کمی کے باوجود وہ پُرسکون زندگی گزارتا ہے۔مومن کے مقابلے میں فاسق شخص وسائل کی فراوانی کے باوجود پریشانی اور بے سکونی کا شکار رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ اپنے آپ کو پُرسکون رکھنے کے لیے ہر قسم کی بُرائی اور بے حیائی کرتے ہیں۔کئی لوگ سکون نہ پانے کی وجہ سے خودکشی کے گھاٹ اُتر جاتے ہیں۔ جہاں تک موت کا تعلق ہے بے شک مرنے والا موت کی کیفیت سے دوسروں کو آگاہ نہیں کرسکتا۔لیکن ایک مومن اور فاسق کی موت میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے۔اسی لیے قرآن مجید نے دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا ہے:

{ اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسۡتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ جَنّٰتُ الۡمَاۡوٰى ۖ نُزُلًا بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَاۤ اُعِيۡدُوۡا فِيۡهَا وَقِيۡلَ لَهُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝ }

(السجدۃ:۱۸ تا ۲۰)

''بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ جو شخص مومن ہے وہ اس شخص کی طرح ہو جائے جو فاسق ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اُن کے اعمال کے بدلے۔اُن کی ضیافت کے لیے جنتوں کی قیام گاہیں ہیں اور جنہوں نے نافرمانی اختیار کی ہے اُن کا ٹھکانا آگ ہے، جب اس سے نکلنا چاہیں گے اُسی میں دھکیل دیے جائیں گے، اور ان سے کہا جائے گا کہ اب آگ کے عذاب کا مزا چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

اس فرق کو یہ کہہ کر واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو بامقصد پیدا کیا ہے۔تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق بدلہ پائے اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔اس فرمان میں استعارے کی زبان سے بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد برے اعمال کی ہمیں کوئی باز پُرس نہیں ہوگی کہ وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام یوں ہی بنا دیا ہے۔انسان کی زندگی لیل ونہار کی گردش سے منسلک ہے۔اس لیے زمین و آسمان کا نام لے کر بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بامقصد پیدا کیا ہے۔یعنی انسان کی زندگی کا ایک مقصد ہے جس وجہ سے ہر کسی کو اپنے اعمال کا بدلہ پانا ہے۔

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کافر کا دنیا سے رخصت ہونے اور موت کا وقت آتا ہے تو آسمان سے کالے چہروں والے فرشتے اترتے ہیں۔ان کے پاس کھردرا لباس ہوتا ہے۔وہ فوت ہونے والے کافر سے حدِ نگاہ تک دور بیٹھ جاتے ہیں۔ملک الموت اس کے سرہانے آکر کہتا ہے۔اے خبیث

جان! اللہ کی ناراضگی اور غضب کا سامنا کر پھر روح اس کے جسم سے الگ ہو جاتی ہے۔ اسے اس طرح کھینچتے ہیں جیسے گرم سلاخ کو روئی سے کھینچا جاتا ہے۔ اس روح کو فرشتے پکڑتے ہیں اور کوئی فرشتہ اسے اپنے ہاتھ میں آنکھ جھپکنے سے زیادہ اپنے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتا اور اسے بدبودار ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں۔ اس سے مردار جیسی گندی بدبو نکلتی ہے جس طرح کی بدبو تم زمین پر مردار کی طرح محسوس کرتے ہو۔ وہ اسے لیکر آسمانوں کی طرف جاتے ہیں ان کا گذر جس فرشتے کے پاس ہوتا تو وہ کہتا ہے یہ کس کی خبیث روح ہے لیکن وہ جواب دیتے ہیں وہ فلاں ابن فلاں ہے اس کے برے برے نام لیتے ہیں جن کے ساتھ اسے دنیا میں پکارا جاتا تھا حتیٰ کہ اسے آسمان دنیا کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ اس کے لیے دروازہ کھولنے کے لیے کہا جاتا ہے لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی (اُن کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے حتی کہ اونٹ کو سوئی کے سوراخ میں داخل کر دیں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا اعمال نامہ سجین میں لکھ دو جو زمین کی سب سے نچلی وادی ہے اس کی روح کو پھینکا جائے گا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی (اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے گویا کہ وہ آسمان سے گر گیا پرندے اُسے اُچک رہے ہیں یا ہوا نے اُس کو دور جگہ پھینک دیا)''

(رواہ احمد: مسند براء بن عازب رضی اللہ عنہ [صحیح])

مسائل

۱۔ برے لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مومن اور فاسق کو برابر رکھے گا ایسے لوگوں کی سوچ اور دعویٰ غلط ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے مومن اور فاسق کی موت اور زندگی میں نمایاں فرق رکھا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو با مقصد پیدا کیا ہے۔

۴۔ ہر انسان کو اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ ۵۔ قیامت کے دن کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔

تفسیر بالقرآن

مومن اور کافر کی موت کا فرق اور انجام:

۱۔ فرشتے مومن کی روح قبض کرتے وقت سلام کہتے ہیں۔ (النحل: ۳۲)

۲۔ کفار کی روح قبض کرتے وقت فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہیں۔ (الانفال: ۵۰)

۳۔ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ (البقرۃ: ۳۹)

۴۔ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے جنت میں جائیں گے۔ (البقرۃ: ۸۲)

۵۔ موت کے وقت فرشتے فاسق کو کہتے ہیں کہ آج تجھے عذاب دیا جائے گا۔ (الانعام: ۹۳)

اَفَرَءَيۡتَ	مَنِ	اتَّخَذَ	اِلٰهَهٗ	هَوٰىهُ	وَاَضَلَّهُ	اللّٰهُ
پھر آپ نے دیکھا	جس نے	بنالیا	اپنا الٰہ	اپنی خواہش کو	اور اس کو گمراہ کیا	اللہ نے

عَلٰى عِلۡمٍ	وَّخَتَمَ	عَلٰى	سَمۡعِهٖ	وَقَلۡبِهٖ	وَجَعَلَ
علم پر	اور اس نے مہر لگادی	پر	اس کے کان	اور اس کے دل	اور اس نے کردیا

عَلٰى بَصَرِهٖ	غِشٰوَةً ؕ	فَمَنۡ	يَّهۡدِيۡهِ	مِنۡۢ	بَعۡدِ
اس کی آنکھ پر	پردہ	پھر کون ہے جو	اسے ہدایت دے	سے	بعد

اللّٰهِ ؕ	اَفَلَا	تَذَكَّرُوۡنَ ﴿٢٣﴾
اللہ کے	کیا پھر نہیں	تم نصیحت پکڑتے

''پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا الٰہ بنالیا ہے اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اللہ کے بعد اب اور کون ہے؟ جو اسے ہدایت دے کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے۔'' (۲۳)

فہم القرآن

ربطِ کلام: جو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمانوں کو یونہی پیدا کیا ہے اور مومن اور فاسق کے انجام میں کوئی فرق نہیں۔ درحقیقت وہ شخص اپنے آپ کو خدا سمجھ بیٹھتا ہے۔ کیونکہ کسی کے انجام کو جاننا اور اس کا فیصلہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

جس شخص نے اپنے نظریات اور جذبات کو الٰہ بنالیا ہے۔ اس کے افکار اور کردار پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے علم دینے کے باوجود گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے جس کے نتیجے میں اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی گئی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اس کے باوجود تم نصیحت حاصل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ الٰہ کا معنیٰ ہے معبود یعنی جس کی عبادت کی جائے۔ عبادت کا جامع مفہوم یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اپنے رب کی غلامی میں بسر ہونی چاہیے۔ جس شخص نے اپنے نفس کو الٰہ بنالیا ہے وہ اللہ کی ذات اور اس کی بات کی پرواہ کیے بغیر زندگی گزارتا ہے ایسا شخص کسی اخلاق اور ضابطے کا پابند نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے اپنی خواہشات کی تکمیل اور دنیا کی ترقی کے سوا کوئی مشن نہیں ہوتا۔ اس شخص کو اقتدار ملے تو اپنے آپ کو فرعون سمجھتا ہے۔ اسے طاقت نصیب ہو تو درندہ بن جاتا ہے۔ اس کے پاس مال ہو تو غریبوں کے لیے قارون ثابت ہوتا ہے۔ اسے افرادی طاقت مل جائے تو ابوجہل کا کردار پیش کرتا ہے۔ یہ شخص اپنے مفاد اور اقتدار کی خاطر اور ملک و ملت کے ساتھ غداری کرنے میں

کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ اپنے نفس کو معبود بنانے والا شخص عالمِ دین ہو تو اپنے ایمان اور دین کو دنیا کی خاطر بیچ ڈالتا ہے۔ ایسی سوچ رکھنے والا آدمی گھٹیا سے گھٹیا حرکت کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس کی گمراہی کے حوالے کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اس کے کان حق بات سننا گوارہ نہیں کرتے۔ دل سچائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرتوں کو دیکھنے کے باوجود اس کی آنکھیں اندھی رہتی ہیں۔ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ اسی شخص کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

"وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ" کے مفسرین نے تین مفہوم بیان کیے ہیں۔ ① یہ شخص اپنے نفس کا بیچاری ہونے کی وجہ سے عالم ہونے کے باوجود گمراہی کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ ② اپنے نفس کو معبود بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہی میں پھینک دیا ہے۔ ③ اپنے نفس کو معبود بنانے والا شخص اپنے نظریات اور جذبات کو حق اور اس کا معیار سمجھتا ہے اس لیے وہ گمراہی میں مبتلا رہتا ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ» (شرح السنة للبغوی: باب ردع البدع والاهواء [صحیح])

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اپنی خواہشات کو جب تک میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کرے تب تک وہ ایمان دار نہیں ہو سکتا۔''

مسائل

۱۔ جو شخص اپنے نفس کا غلام بن جائے اللہ تعالیٰ اسے ہدایت نہیں دیتا۔

۲۔ جس کی گمراہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے وہ بھی ہدایت نہیں پا سکتا۔

۳۔ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

تفسیر بالقرآن

اپنی اور لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے والا شخص گمراہ ہوتا ہے:

۱۔ لوگوں کی خواہشات کے پیچھے لگنے والا گمراہ ہوتا ہے۔ (ص: ۲۶)

۲۔ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا تباہ ہو جاتا ہے۔ (طٰہٰ: ۱۶)

۳۔ سب سے بڑا گمراہ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہے۔ (القصص: ۵۰)

۴۔ خواہشات کی پیروی کرنے والا خواہشات کو الٰہ بنا لیتا ہے۔ (الفرقان: ۴۳)

۵۔ حق کو چھوڑ کر خواہشات کی پیروی کرنے سے زمین و آسمان میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ (المؤمنون: ۷۱)

وَقَالُوْا	مَا هِيَ	اِلَّا	حَيَاتُنَا الدُّنْيَا	نَمُوْتُ	وَنَحْيَا
اور انہوں نے کہا	نہیں ہے یہ	مگر	ہماری زندگی دنیا والی	ہم مرتے ہیں	اور ہم زندہ ہوتے ہیں
وَمَا	يُهْلِكُنَآ	اِلَّا	الدَّهْرُ ۚ	وَمَا	لَهُمْ
اور نہیں	ہلاک کرتا ہمیں	مگر	زمانہ	اور نہیں	ان کے لیے
بِذٰلِكَ	مِنْ عِلْمٍ ۚ	اِنْ	هُمْ	اِلَّا	يَظُنُّوْنَ ﴿٢٤﴾
ساتھ اس کے	کوئی علم	نہیں ہیں	وہ	مگر	گمان کرتے
وَاِذَا	تُتْلٰى	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	مَّا كَانَ
اور جب	تلاوت کی جاتی ہیں	ان پر	ہماری آیتیں	واضح	نہیں ہوتی
حُجَّتَهُمْ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوا	ائْتُوْا	بِاٰبَآئِنَآ
ان کی دلیل	مگر	یہی کہ	انہوں نے کہا	تم لے آؤ	ہمارے باپ دادا کو
اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾			
اگر	تم ہو	سچے			

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز جو ہمیں ہلاک نہیں کرتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے محض گمان کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔ (۲۴) اور جب ہماری واضح آیات انہیں سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی حجت نہیں ہوتی کہ اٹھالاؤ ہمارے باپ دادا کو اگر تم سچے ہو۔ (۲۵)

فہم القرآن

ربطِ کلام: اپنے نفس کو معبود بنانے والا شخص دنیا کی لذات پر اس قدر فریفتہ ہو جاتا ہے کہ اس کا مرنے کو جی نہیں چاہتا اس وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا جینا اور مرنا صرف دنیا میں ہے موت کے بعد نہ ہم نے زندہ ہونا ہے اور نہ کسی کے سامنے جواب دینا ہے۔

انسان اپنے نظریات اور جذبات کو اس وقت الٰہ کا درجہ دیتا ہے جب دنیا پر بے حد فریفتہ ہو کر وہ حقیقی الٰہ کو بھول جاتا ہے۔ اس وجہ سے نفس کا بچاری سمجھ بیٹھتا ہے کہ مرنے کے بعد نہ میں نے زندہ ہونا ہے اور نہ کسی کے سامنے حساب دینا ہے۔ اس بنیاد پر کہتا ہے کہ بس ہم نے اسی دنیا میں جینا اور مرنا ہے۔ ہماری زندگی اور موت کا معاملہ زمانے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے زمانے کے ردّ بدل کی وجہ سے ہم جیتے اور مرتے ہیں۔ اس کے سوا ہماری زندگی اور موت کا کوئی مالک نہیں۔ ان کے اپنے اٹکل پچو کے سوا اس نظریے کی کوئی علمی دلیل نہیں۔ جب ان کے سامنے موت وحیات کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر قیامت کے بارے میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھلاؤ؟ انہیں فرمائیں کہ زمانہ یا کوئی اور موت وحیات کا مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں پیدا کرتا ہے اور وہی تمہیں موت دیتا ہے۔ موت دینے کے بعد پھر اسی نے قیامت کے دن تمہیں اٹھانا اور اکٹھا کرنا ہے۔ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن لوگوں کی

قُلِ	اللّٰهُ	يُحْيِيْكُمْ	ثُمَّ	يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ	يَجْمَعُكُمْ
فرما دیجئے	اللہ	تم کو زندہ کرتا ہے	پھر	وہی تم کو مارتا ہے	پھر	وہی تمہیں جمع کرے گا

اِلٰى	يَوْمِ	الْقِيٰمَةِ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ
طرف	دن کی	قیامت کے	نہیں کوئی شک	اس میں	اور لیکن	اکثر

النَّاسِ	لَا	يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾	وَلِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ ؕ
لوگ	نہیں	جانتے	اور اللہ کے لیے	بادشاہی ہے	آسمانوں کی	اور زمین کی

وَيَوْمَ	تَقُوْمُ	السَّاعَةُ	يَوْمَئِذٍ	يَّخْسَرُ	الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾
اور جس دن	قائم ہوگی	قیامت	اس دن	خسارے میں رہیں گے	باطل پرست

اے نبی ان سے فرمائیں کہ اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے پھر وہی تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔(۲۶) زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ کے پاس ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل پرست لوگ خسارے میں ہوں گے۔''(۲۷)

اکثریت اس حقیقت کو جاننے اور ماننے کے لیے تیار نہیں۔ زمین و آسمان کی بادشاہی صرف اللہ کے پاس ہے جس دن قیامت برپا ہوگی۔ جھوٹے نظریات رکھنے اور برے اعمال کرنے والے لوگ نقصان پائیں گے۔ یہاں پہلی آیت میں مادہ پرست لوگوں کا دعویٰ اور نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری موت وحیات زمانے کے تغیر وتبدل کی وجہ سے ہے۔ یہ ایسا نظریہ ہے جسے نہ عقل مانتی ہے اور نہ ہی علم تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے آپ کو جدّت پسند اور ترقی یافتہ سمجھنے والے لوگ اہلِ مکہ کی جہالت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

جو سائنسدان کسی آسمانی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ مادہ میں از خود یہ صلاحیت ہوتی ہے جس وجہ سے اس میں خود بخود تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ جس کے لیے وہ بگ بینگ (BIG BANG) کا حوالہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ کائنات ایک دھماکہ کے ذریعے معرضِ وجود میں آئی ہے اور اس کی وجہ سے ہی مادہ معرضِ وجود میں آیا۔ مادہ کے بارے میں جس سائنسدان کو سائنس کی دنیا کا باپ تصور کیا جاتا ہے۔ آئن سٹائن (EIEN STIEN) اس کا نظریہ ہے کہ مادہ کو نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے اور نہ ہی یہ ختم ہوگا۔ (MATTER CAN NIETHER BE CREATED NOR DESTROYED) (تفصیل کے لیے فہم القرآن جلد ۲: الاعراف: ۵۴ کی تفسیر دیکھیں)

آسمانی کتابوں پر یقین رکھنے والے عیسائی، یہودی اور مسلمان سائنسدان اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس کائنات کی ابتدا کرنے والا ''اللہ'' ہے اور اسی کے حکم سے بگ بینگ (BIG BANG) ہوا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا

کائنات کو قائم رکھے گا اور جب چاہے گا اسے فنا کر ڈالے گا۔ اس کے بعد قیامت قائم کرے گا جس میں لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا اور سزا دی جائے گی۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ» (رواه البخاری: باب وَمَا يُهْلِكُنَا إِلاَّ الدَّهْرُ)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے۔ وہ زمانے کو گالی دیتا ہے اور زمانہ میں ہوں۔ تمام اختیارات میرے پاس ہیں۔ میں ہی دن رات کو بدلتا ہوں۔''

جہاں تک قیامت کا انکار کرنے والوں کا یہ کہنا ہے کہ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھلایا جائے۔ پہلی بات یہ ہے کہ قیامت کے بارے میں انسان کا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے اور ہمیں اس پر اعتراض کیے بغیر من وعن ایمان لانا چاہیے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بڑے بڑے انبیائے کرام علیہم السلام کے سامنے مردوں کو زندہ فرمایا اور اس زمانے کے لوگوں نے انہیں کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا لیکن اس کے باوجود قیامت کا انکار کرنے والے اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ اگر ان لوگوں کے سامنے مردے زندہ کیے جائیں تو یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ (الاعراف:۱۱)

مسائل

۱۔ مادہ پرست لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انسان کی موت اور زندگی صرف زمانے کے مدّوجزر کی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔
۲۔ زمانے کو موت وحیات کا سبب قرار دینے والوں کے پاس عقلی اور علمی دلیل نہیں ہوتی۔
۳۔ قیامت کا انکار کرنے والے سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کو زندہ کر کے دکھلایا جائے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ ہی لوگوں کو پیدا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اسی نے قیامت کے دن سب کو اکٹھا کرنا ہے۔
۵۔ زمین وآسمان کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی قیامت برپا کرے گا۔
۶۔ قیامت کو جھٹلانے والے قیامت کے دن لامتناہی نقصان پائیں گے۔

تفسیر بالقرآن

انبیائے کرام علیہم السلام کے سامنے مردوں کا زندہ کیا جانا:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے سامنے چار پرندوں کو زندہ کیا۔ (البقرہ:۲۶۰)
۲۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے سامنے ان کی قوم کے ستر سرداروں کو موت دے کر دوبارہ زندہ کیا۔ (الاعراف:۱۵۵)
۳۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لوگوں کو موت دے کر دنیا میں دوبارہ زندہ کیا۔ (البقرۃ:۲۴۳)
۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں مردوں کو زندہ فرمایا۔ (المائدۃ:۱۱۰)
۵۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو تین سو نو سال سلا کر بیدار فرمایا۔ (الکہف:۲۵)

وَتَرٰى	كُلَّ	اُمَّةٍ	جَاثِيَةً ۚ	كُلُّ	اُمَّةٍ	تُدْعٰٓى
اور آپ دیکھیں گے	ہر	امت کو	گھٹنوں کے بل	ہر	امت	بلائی جائے گی

اِلٰى	كِتٰبِهَا ؕ	اَلْيَوْمَ	تُجْزَوْنَ	مَا كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾	هٰذَا
طرف	اپنے نامہ اعمال کی	آج	تم بدلہ دیے جاؤ گے	جو تم تھے	عمل کرتے	یہ

كِتٰبُنَا	يَنْطِقُ	عَلَيْكُمْ	بِالْحَقِّ ؕ	اِنَّا	كُنَّا
ہماری کتاب	بولتی ہے	تم پر	سچ کے ساتھ	بلاشبہ ہم	تھے

نَسْتَنْسِخُ	مَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾
لکھواتے	جو	تم تھے	عمل کرتے

''اس وقت تم ہر امت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھو گے ہر امّت کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا نامہ اعمال دیکھے، ان سے کہا جائے گا آج تم کو تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔(۲۸) یہ ہمارا لکھوایا ہوا اعمال نامہ ہے جو تم پر ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہا ہے۔ جو کچھ تم کرتے تھے اسے ہم لکھوائے جا رہے تھے۔''(۲۹)

فہم القرآن

ربطِ کلام: قیامت کے دن لوگوں کی حالت۔

قیامت کا دن اس قدر ہولناک ہوگا کہ حاملہ اپنا حمل ساقط کر بیٹھے گی اور دودھ پلانے والی اپنے بچے کو پھینک دے گی۔ ربّ ذوالجلال کے جلال کی وجہ سے لوگ اس طرح حواس باختہ ہوں گے جس طرح نشہ پینے والا حواس باختہ ہوتا ہے۔ حالانکہ کسی نے کوئی نشہ نہیں پیا ہوگا۔ یہ حالت لوگوں کی اس وجہ سے ہوگی کہ اس دن اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہوگی (الحج:۲)

لوگ آپس میں بات کرنے کی جرأت نہیں کر سکیں گے سوائے اس کے کہ وہ ایک دوسرے کی بھنک سنیں گے (طٰہٰ:۱۰۸) خوف کی وجہ سے لوگوں کی آنکھیں نیلی پیلی ہو چکی ہوں گی اور حواس باختگی کی وجہ سے وہ دنیا کی زندگی کے بارے میں کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف دس دن ٹھہرے تھے۔ جو ان میں زیادہ اعتماد کے ساتھ بات کرنے والا ہوگا وہ کہے گا کہ ہم دنیا میں دس دن نہیں بلکہ صرف ایک دن ٹھہرے تھے۔ (طٰہٰ: ۱۰۲) قیامت کے دن ایک مرحلہ ایسا آئے گا جب لوگ حساب وکتاب اور رب ذوالجلال کے خوف کی وجہ سے گھٹنوں کے بل ٹیڑھے کھڑے ہوں گے۔ اس حالت میں ہر جماعت اپنے اعمال نامے کی طرف بلائی جائے گی اور اعلان ہوگا کہ آج تمہیں تمہارے کیے کی جزا یا سزا دی جائے گی۔ ہماری کتاب تمہارے بارے میں جو بیان کرے گی وہ سچ ہوگا۔ یہ اس لیے ہے کہ جو کچھ تم دنیا میں کرتے تھے ہم اسے تحریر کروایا کرتے تھے۔ جونہی لوگوں کو ان کے اعمال نامے ملیں گے تو لوگ اپنا اپنا ردِّ عمل ظاہر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر وضاحت فرمائی ہے کہ ہماری طرف سے جو اعمال نامے لوگوں کو دیے جائیں گے وہ ہر انسان کو بول بول کر بتلائے گا کہ تو کیا عمل کرتا رہا

ہے۔آج سے کچھ صدیاں پہلے بے شمار لوگ اس بات پر گمراہ ہوئے کہ انسان کے اعمال کا وزن نہیں ہوسکتا۔اور لوگ یہ بھی سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے کہ قیامت کے دن کھربوں لوگوں کے اعمال نامے کس طرح ان تک پہنچ جائیں گے۔الحمدللہ جدید ٹیکنالوجی نے سب کچھ سچ کر دکھایا اور نہ معلوم آئندہ کیا کیا چیزیں ایجاد ہوں گی اور کس کس انداز میں قیامت کی تصدیق ہو گی۔جہاں تک اعمال نامے بولنے کا تعلق ہے آج ڈیجیٹل سی ڈی کا ایک ایک لفظ بولتا سنائی دیتا ہے۔اور بولنے کی شکل اور پوز (POSE) بھی دکھائی دیتے ہیں۔ای میل کے ذریعے ہزاروں میلوں دور کی معلومات ایک، ایک لمحہ میں دوسرے تک پہنچ رہی ہیں۔جس رب نے انسان کو یہ صلاحیت بخشی ہے کیا وہ سب کچھ نہیں کرسکتا؟

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَ عَرَضَاتٍ فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيرُ وَأَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذَلِكَ تَطِيرُ الصُّحُفُ فِي الْأَيْدِي فَآخِذٌ بِيَمِينِهِ وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ» (رواہ الترمذی: باب ماجاء فی العرض [ضعیف])

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو تین مرتبہ پیش کیا جائے گا۔دو پیشیاں لڑائی جھگڑوں اور عذروں کے بارے میں ہوں گی اور تیسری پیشی اس وقت ہوگی جب صحیفے اڑ کر ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے۔کچھ لوگ اسے دائیں ہاتھ سے پکڑنے والے ہوں گے اور کچھ لوگ اسے بائیں ہاتھ سے پکڑنے والے ہوں گے۔''

قرآن مجید نے یہ بھی بتلایا ہے کہ جرائم کے اعتبار سے مجرموں کی درجہ بندی کی جائے گی۔ہوسکتا ہے کہ درجہ بندی کے حوالے سے لوگوں کو اعمال نامے دیئے جائیں۔جس کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔"كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا" کہ ہر امت اپنے، اپنے اعمال نامے کی طرف بلائی جائے گی۔

مسائل

۱۔ قیامت کے خوف اور ربِ ذوالجلال کے جلال کی وجہ سے لوگ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوں گے۔

۲۔ ہر جماعت کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔ ۴۔ ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

۳۔ لوگوں کے اعمال نامے ٹھیک ٹھیک انداز میں سب کچھ بتلائیں گے جو کچھ وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

تفسیر بالقرآن

اعمال ناموں کی کیفیت:

۱۔ ہر کوئی اپنا اعمال نامہ دیکھے گا اور کہے گا یہ کیسا اعمال نامہ ہے؟ جس میں کوئی چھوٹی بڑی بات نہیں چھوڑی گئی۔(الکھف: ۴۹)

۲۔ قیامت کے دن ہر کسی کا اعمال نامہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا۔(بنی اسرائیل: ۱۳)

۳۔ جس کو اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا وہ اپنے اعمال نامے کو پڑھے گا اور اس پر ظلم نہ ہوگا۔(بنی اسرائیل: ۷۱)

فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فَيُدْخِلُهُمْ	رَبُّهُمْ
پھر لیکن	وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے	نیک	تو داخل کرے گا ان کو	ان کا رب

فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ	ذٰلِكَ	هُوَ	الْفَوْزُ	الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾	وَاَمَّا
اپنی رحمت میں	یہ ہے	وہ	کامیابی	واضح	اور لیکن

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ۛ	اَفَلَمْ	تَكُنْ	اٰيٰتِيْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ
وہ جنہوں نے	کفر کیا	کیا پھر نہیں	تھیں	میری آیتیں	تلاوت کی جاتی	تم پر

فَاسْتَكْبَرْتُمْ	وَكُنْتُمْ	قَوْمًا	مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾
تو تم نے تکبر کیا	اور تم تھے	لوگ	مجرم

''پھر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تھے انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہ واضح کامیابی ہے۔(۳۰) اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا ان سے کہا جائے گا کیا میری آیات تم کو نہیں سنائی جاتی تھیں؟ تم نے تکبر کیا اور مجرم بن کر رہے۔''(۳۱)

فہم القرآن

ربطِ کلام: لوگوں کو ملنے والے اعمال ناموں کا نتیجہ۔

جو لوگ سچے دل کے ساتھ ایمان لائے اور صالح اعمال کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دامن میں لیے لیا اس کے لیے بہت بڑی کامیابی ہوگی اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جھڑکنے کے انداز میں استفسار فرمائے گا۔ کیا میرے ارشاد تم تک نہیں پہنچے تھے؟ لیکن تم نے ان کے ساتھ تکبر کیا اور تم مجرم ٹھہرے۔ یقیناً قیامت کے دن مجرموں کو ان کے جرم کے مطابق سزا ہوگی اور کسی پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوگی۔ ان کے مقابلے میں نیک لوگوں کو نہ صرف ان کے ایمان اور اعمال کی جزا دی جائے گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف سے بے انتہا اجر سے سرفراز فرمائے گا یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تذکرہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رب کی رحمت کے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے استفسار کیا۔ کیا آپ بھی ربِ کریم کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: میں بھی اپنے رب کی رحمت کے بغیر جنت میں نہیں جا سکتا۔ آپ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ ربِ کریم کے کرم کے بغیر نہ کوئی ایمان لا سکتا ہے اور نہ ہی صالح اعمال کی توفیق مل سکتی ہے۔ ''اللہ'' ہی نیک اعمال قبول کرنے والا ہے اس لیے انسان جنت میں صرف ربِ کریم کی رحمت کے ساتھ ہی داخل ہو پائے گا۔

«عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لَنْ يُّدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوْا وَلَآ أَنْتَ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا وَلَآ أَنَا إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِفَضْلٍ وَّرَحْمَةٍ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّزْدَادَ خَيْرًا وَإِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَّسْتَعْتِبَ» (رواہ البخاری: کتاب المرضی، باب تمني المریض الموت)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ کسی کو اس کے عمل جنت میں داخل نہیں کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ بھی آپ نے فرمایا: ہاں! میں بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ اللہ اپنے فضل و رحمت سے مجھے نوازے۔ اس لیے میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب چلو۔ تم میں کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ نیک ہوگا تو اس کے اعمال میں اضافہ ہو جائے گا۔ وہ برا ہے تو ممکن ہے وہ توبہ کر لے۔''

مسائل

۱۔ سچا ایمان اور صالح اعمال رکھنے والے اپنے رب کی رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے۔
۲۔ جنت میں داخل ہونا بہت بڑی کامیابی ہوگی۔
۳۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ قیامت کے دن مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے۔
۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے ارشادات کے ساتھ کفر کرنے کا بنیادی سبب تکبر ہی ہوا کرتا ہے۔

تفسیر بالقرآن

نیک لوگوں کی جزا اور بُرے لوگوں کی سزا:

۱۔ جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ بھی اس کو دیکھ لے گا۔ (الزلزال: ۷ تا ۸)
۲۔ جو ایک نیکی کرے گا اس کو دس نیکیوں کا بدلہ ملے گا جو برائی کرے گا اس کی سزا صرف اتنی ہی ہوگی۔ (الانعام: ۱۶۰)
۳۔ برائی کا بدلہ اس کی مثل ہی ہوگا۔ (القصص: ۸۴) ۴۔ برائیوں میں مرنے والے کے لیے جہنم ہے۔ (البقرۃ: ۸۱)
۵۔ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اس کی سزا جہنم ہے۔ (النازعات: ۳۷)
۶۔ اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہوا کرتی ہے۔ (الاعراف: ۵۶) ۷۔ مصلحین کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ (الاعراف: ۱۷۰)
۸۔ نیک عمل کرنے والے کا عمل برباد نہیں ہوگا۔ (الکہف: ۳۰) ۹۔ نیکوکار کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ (التوبۃ: ۱۲۰)

وَاِذَا	قِيۡلَ	اِنَّ	وَعۡدَ	اللّٰهِ	حَقٌّ	وَّالسَّاعَةُ
اور جب	کہا جاتا	کہ بلاشبہ	وعدہ	اللہ کا	حق ہے	اور قیامت

لَا رَيۡبَ	فِيۡهَا	قُلۡتُمۡ	مَّا نَدۡرِىۡ	مَا	السَّاعَةُ	اِنۡ
نہیں کوئی شک	اس میں	تم نے کہا	نہیں ہم جانتے	کیا ہے	قیامت	نہیں

نَّظُنُّ	اِلَّا	ظَنًّا	وَّمَا	نَحۡنُ	بِمُسۡتَيۡقِنِيۡنَ ﴿۳۲﴾
ہم خیال کرتے	مگر	ایک گمان	اور نہیں	ہم	یقین کرنے والے

وَبَدَا	لَهُمۡ	سَيِّاٰتُ	مَا عَمِلُوۡا	وَحَاقَ	بِهِمۡ	مَّا	كَانُوۡا	بِهٖ
اور ظاہر ہو جائیں گی	ان کے سامنے	برائیاں	جو انہوں نے عمل کیے	اور گھیر لے گا	ان کو	جو	وہ تھے	اس کے ساتھ

''اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہوتی ہے ہم تو بس ایک گمان سا رکھتے ہیں ہمیں یقین نہیں تھا۔ (۳۲) اس وقت ان پر ان کی کی ہوئی برائیاں کھل جائیں گی اور وہ اسی کے پھیر میں آ جائیں گے جس کا وہ

فہم القرآن

ربطِ کلام: مجرموں کے تکبر کا نتیجہ تھا کہ وہ قیامت کے بارے میں شک کا اظہار کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے ذریعے یہ اعلان کروایا کہ لوگو! قیامت کا برپا ہونا یقینی ہے مگر تکبر کرنے والوں کو جب بھی کہا جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کہ قیامت ہر صورت قائم ہوگی۔ تو متکبر لوگ شک کی بنا پر کہتے ہیں کہ ہم نہیں سمجھتے کہ قیامت قائم ہوگی۔ یہ محض خیالی باتیں ہیں اس لیے ہمیں ان پر یقین نہیں آتا۔ حالانکہ ان لوگوں کی بے یقینی کے باوجود قیامت قائم ہوگی اور ان کے سامنے ان کے برے اعمال پیش کر دیئے جائیں گے۔ جس قیامت کا وہ مذاق اڑاتے ہیں وہی انہیں گھیر لے گی انہیں کہا جائے گا کہ اس دن کی ملاقات کو تم نے فراموش کیا ہوا تھا آج ہم بھی تمہیں فراموش کیے دیتے ہیں۔ تمہارا ٹھکانہ آگ ہے اب کوئی بھی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ تم اللہ کی آیات کو مذاق کرتے تھے اور تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں مبتلا کر دیا تھا۔ آج یہ لوگ نہ جہنّم سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔ مجرموں کو فراموش کر دینے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دے گا۔ ان کے جرائم میں یہ جرم بھی شامل ہوں گے۔

① قیامت کے بارے میں شک کرنا۔

② مجرموں کا یہ کہنا کہ قیامت کے دن فلاں فلاں بزرگ ہماری مدد کریں گے۔

③ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کو مذاق کرنا۔

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ

مذاق کرتے اور کہا جائے گا آج ہم بھول جائیں گے تمہیں جیسے تم بھول گئے ملاقات کو

يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ

اپنے اس دن کی یہ اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور نہیں تمہارے لیے

مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

کوئی مددگار یہ بہ سبب کہ بیشک تم نے بنالیا آیات کو اللہ کی

هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ

مذاق اور تمہیں دھوکے میں ڈال دیا دنیا والی زندگی نے لہٰذا آج نہ وہ نکالے جائیں گے

مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾

اس سے اور نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا

مذاق اڑایا کرتے تھے۔(۳۳) اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ آج ہم بھی تمہیں اسی طرح بھلائے دیتے ہیں جس طرح تم اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی تمہاری مدد کرنے والا نہیں ہے۔(۳۴) یہ تمہارا انجام اس لیے ہوا ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنالیا اور تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا۔ لہٰذا آج نہ وہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے کہا جائے گا کہ معافی مانگ کر اپنے رب کو راضی کرلو۔''(۳۵)

﴿۴﴾ دنیا کی زندگی سے دھوکہ کھانا اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو فراموش کر دینا۔

یہ چاروں جرائم ایسے ہیں کہ ہر جرم انسان کو جہنّم میں لے جانے والا ہے۔ جب یہ لوگ جہنّم کی آگ میں جھونکے جائیں گے تو اس سے نکلنے کی تمنا کریں گے اور اپنے رب سے بار بار معافی مانگیں گے۔ نہ ان کی توبہ قبول ہوگی اور نہ ہی انہیں جہنّم سے نکالا جائے گا۔ کیونکہ ان میں ہر جرم کی سزا دائمی ہوگی۔

مسائل

۱۔ قیامت کے دن مجرموں کا ہر جرم ان کے سامنے کر دیا جائے گا۔ ۲۔ جس قیامت کا مجرم انکار کرتے ہیں وہی انہیں گھیر لے گی۔

۳۔ جس طرح مجرم اپنے رب کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے اسی طرح انہیں بھلا دیا جائے گا۔

۴۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق کرتے ہیں اور دنیا کی زندگی پر مطمئن ہوتے ہیں نہ ان کی توبہ قبول ہوگی اور نہ انہیں جہنّم سے نکالا جائے گا۔

فَلِلّٰهِ	الْحَمْدُ	رَبِّ	السَّمٰوٰتِ	وَرَبِّ	الْاَرْضِ
پس اللہ کے لیے	سب تعریفیں ہیں	جو رب ہے	آسمانوں کا	اور رب ہے	زمین کا

رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾	وَلَهُ	الْكِبْرِيَآءُ	فِي	السَّمٰوٰتِ
رب ہے	سارے جہانوں کا	اور اسی کے لیے ہے	بڑائی	میں	آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ	وَهُوَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾
اور زمین	اور وہ	نہایت غالب	خوب حکمت والا ہے

''پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہے جو زمین اور آسمانوں کا مالک اور سارے جہان والوں کا پروردگار ہے۔(۳۶) زمین اور آسمانوں میں بڑائی اسی کے لیے ہے اور وہی زبردست اور حکیم ہے۔''(۳۷)

فہم القرآن

ربطِ کلام: الجاثیہ کی آیت ۳۲ میں ارشاد ہوا ہے کہ ''اللہ'' کا وعدہ سچا ہے کہ قیامت ہر صورت برپا ہوگی مگر قیامت کے منکر اس پر ایمان لانے کی بجائے اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے اسباب پر اتراتے ہیں۔ حالانکہ ہر قسم کی بڑائی اور کبریائی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ہر اعتبار سے غالب اور حکمت والا ہے۔

''اللہ'' ہی کے لیے تمام تعریفات ہیں جو آسمانوں، زمینوں اور پوری کائنات کا رب ہے۔ زمین و آسمانوں میں ہر قسم کی کبریائی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر غالب ہے اس کے ہر کام میں حکمت پائی جاتی ہے۔ یہاں پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے تین مرتبہ ''رب'' کا لفظ استعمال کیا اور فرمایا کہ تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق زمین و آسمانوں اور جو ان کے درمیان موجود ہے۔ وہ ''الْعٰلَمِيْنَ'' میں شامل ہے۔ ''الْعٰلَمِيْنَ'' کا لفظ استعمال فرما کر اپنی ساری مخلوقات کا احاطہ کرلیا ہے۔ جس کے بارے میں اس کا ارشاد ہے کہ میری مخلوقات کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا (المدثر:۳۱)

لفظ رب کے چار معانی ہیں۔ خالق، رازق، مالک اور بادشاہ یہاں بار، بار رب کا لفظ استعمال فرما کر ثابت کیا ہے کہ زمین و آسمان اور پوری کائنات کا صرف ایک ہی رب ہے۔ جب پوری کائنات کا ایک ہی رب ہے تو ہر قسم کی کبریائی اسی کو زیب دیتی ہے۔ وہ ہر اعتبار سے غالب ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ جب کبریائی صرف اسی کو زیب دیتی ہے تو پھر انسان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے رب کی ذات اور اس کے احکامات کے سامنے سرنگوں ہوجائے۔ انسان کے لیے اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری ہے۔ جو لوگ اس کی ذات اور احکامات کے ساتھ تکبر کرتے ہیں انہیں سوچ لینا چاہیے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کتنے بے بس ہیں اور ہوں گے۔

«عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہما قَالاَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْعِزُّ إِزَارُهُ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ» (رواہ مسلم: کتاب البر والصلة والآداب باب تحریم الکبر)

''حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عزت اللہ تعالیٰ کا ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو ان کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔''

«عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَيُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمَّى بُولَسَ تَعْلُوهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِينَةَ الْخَبَالِ»

(رواہ الترمذی: کتاب صفة القیامة والرقائق والورع [حسن])

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے باپ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی صورت میں لائے جائیں گے انہیں ہر طرف سے ذلت ڈھانپے ہوئے ہوگی اور انہیں بولس نامی جہنم میں ڈالا جائے گا۔ ان پر آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے اور انہیں جہنمیوں کے زخموں کی پیپ پلائی جائے گی۔''

مسائل

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمانوں اور پوری کائنات کا رب ہے۔
۲۔ زمین و آسمانوں میں اللہ ہی کو کبریائی زیب دیتی ہے۔
۳۔ اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے غالب اور اس کے ہر کام میں حکمت پائی جاتی ہے۔

تفسیر بالقرآن

اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے غالب ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف:۲۱)
۲۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو حکم کرتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ (البقرۃ:۱۱۷)
۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے اس نے اپنے بندوں کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کیے ہیں۔ (الانعام:۶۱)
۴۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے وہ غالب، حکمت والا ہے۔ (الحشر:۱)
۶۔ اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔ (المجادلۃ:۲۱) ۷۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرۃ:۲۰)

